فمن اطاع محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فقد اطاع اللہ

ومن عصی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فقد عصی اللہ

ترجمہ: جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی۔

شرح

جامع ترمذی

شارح

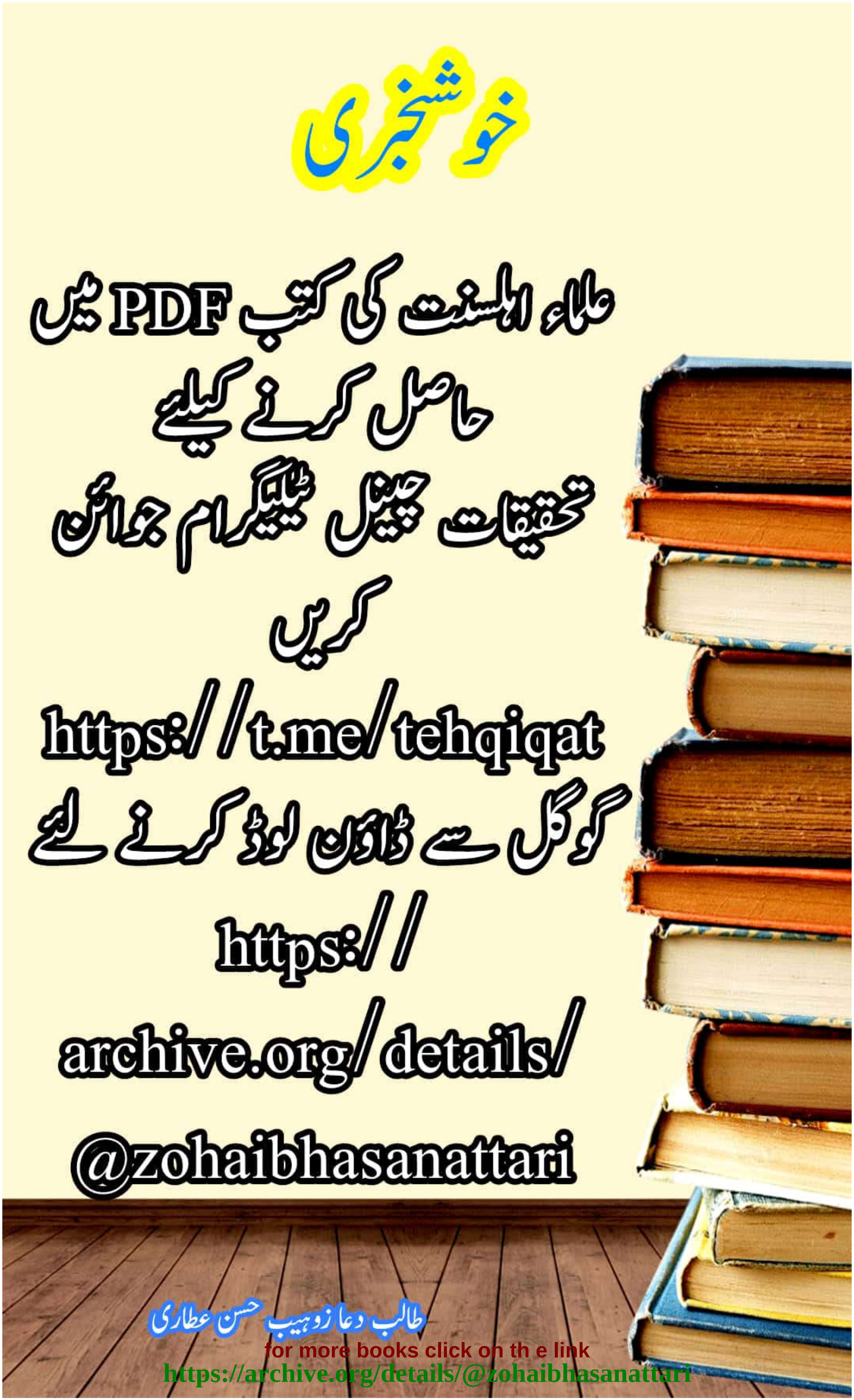
استاذ الفقہ والحدیث

مفتی محمد ہاشم خان العطاری المدنی مدظلہ العالی

مکتبہ امامِ اہلسنت

0332-9292026

0332-1632626


خوشخبری
علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں
https://t.me/tehqiqat
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے
https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعا زوہیب حسن عطاری
for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شرح
جامع ترمذی
(جلد سوم)

شارح:
استاذ الفقہ والحدیث
استاذالعلماء حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد ہاشم خان العطاری المدنی متعنااللہ باطالۃ عمرہ

مکتبہ امام اہلسنت: داتا دربار مارکیٹ، لاہور
0310:4085638

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب شرح جامع ترمذی (جلدسوم)
شارح استاذالعلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ہاشم خان العطاری المدنی متعنااللہ باطالۃ عمرہ
سن اشاعت جمادی الثانی 1439ھ بمطابق مارچ 2018ء
صفحات 1056
قیمت 1100روپے
ناشر مکتبہ امام اہلسنت:داتا دربار مارکیٹ،لاھور
0310:4085638

ملنے کے پتے:

مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
مکتبہ فیضان اسلام، فیصل آباد
مکتبہ اعلیٰ حضرت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
کتب خانہ امام احمد رضا، لاہور
مکتبہ فیضان رضا، جوہر ٹاؤن، لاہور
مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور
مکتبۃ المدینہ، جوہر ٹاؤن، لاہور
مکتبہ قادریہ، کراچی
مکتبہ غوثیہ، کراچی
مکتبہ غوثیہ، راولپنڈی
مکتبہ فیضان سنت، ملتان
اسلامک کارپوریشن، راولپنڈی

فہرست

باب نمبر 217

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ

نماز سے سلام پھیرنے کا بیان

295- حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ:حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ،عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ:السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ ، وَفِي البَابِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ،وَابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَالْبَرَاءِ، وَعَمَّارٍ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَعَدِيِّ بْنِ عَمِيرَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ،قال ابوعيسى : حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ المُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں طرف (اس طرح) سلام کہتے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اس باب میں حضرت سعد بن ابی وقاص ، حضرت ابن عمر، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء ،حضرت عمار، حضرت وائل بن حجر، حضرت عدی بن عمیرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اکثر صحابہ اور تابعین کا اس پر عمل ہے۔ امام سفیان ثوری ، امام عبد اللہ ابن مبارک، امام احمد اور امام اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

تخریج حدیث 295: (سنن ابی داؤد، باب فی السلام، ج1، ص261، حدیث 996، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کیف السلام علی الشمال، ج3، ص63، حدیث 1323، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب ☆ سنن ابن ماجہ، باب التسلیم، ج1، ص296، حدیث 914، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)۔

باب نمبر(218)

بَابُ مِنْهُ أَيْضًا

اُسی عنوان کا دوسرا باب

296- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، ثُمَّ يَمِيلُ إِلَى الشِّقِّ الأَيْمَنِ شَيْئًا،وَفِي البَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ،قال ابوعيسىٰ :وَحَدِيثُ عَائِشَةَ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا،إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ " :زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَهْلُ الشَّامِ يَرْوُونَ عَنْهُ مَنَاكِيرَ، وَرِوَايَةُ أَهْلِ العِرَاقِ أَشْبَهُ .قَالَ مُحَمَّدٌ :وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: كَأَنَّ زُهَيْرَ بْنَ مُحَمَّدٍ الَّذِي كَانَ وَقَعَ عِنْدَهُمْ لَيْسَ هُوَ هَذَا الَّذِي يُرْوَى عَنْهُ بِالعِرَاقِ، كَأَنَّهُ رَجُلٌ آخَرُ، قَلَبُوا اسْمَهُ، وَقَدْ قَالَ بِهِ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ فِي التَّسْلِيمِ فِي الصَّلَاةِ،وَأَصَحُّ الرِّوَايَاتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمَتَانِ، وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک سلام سامنے کی طرف پھیرتے پھر کچھ دائیں طرف مائل ہو جاتے۔

اس باب میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی روایت موجود ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں:اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مرفوع کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں: زہیر بن محمد سے اہل شام منکر احادیث روایت کرتے ہیں۔اور اہل عراق کی روایت ان سے اچھی ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل فرمایا کہ زہیر بن محمد جس سے اہل شام روایت نقل کرتے ہیں وہ نہیں جس سے اہل عراق کی روایت منقول ہیں، گویا کہ وہ دوسرا شخص ہے، انہوں نے اس کا نام تبدیل کر دیا ہے۔

بعض علما نے سلام کے متعلق اس قول کو اختیار کیا لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے اصح روایات، دو سلاموں کے بارے میں ہیں۔اکثر صحابہؑ کرام تابعین اور تبع تابعین

وَمَنْ بَعْدَهُمْ، "وَرَأَى قَوْمٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَغَيْرِهِمْ :تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً فِي الْمَكْتُوبَةِ،قَالَ الشَّافِعِيُّ:إِنْ شَاءَ سَلَّمَ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً، وَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ تَسْلِيمَتَيْنِ

کا یہی نظریہ ہے۔

اور صحابۂ کرام،تابعین اور دیگر علمانے فرض نمازوں میں ایک سلام کو جائز کہا۔امام شافعی فرماتے ہیں:(اُسے اختیار ہے)چاہے تو ایک طرف سلام پھیرے اور چاہے تو دونوں طرف۔

تخریج حدیث296:(سنن ابن ماجہ،باب من یسلم تسلیمۃ واحدۃ،ج1،ص297،حدیث919،داراحیاء الکتب العربیہ،بیروت ☆ صحیح ابن خزیمہ،باب اباحۃ الاقتصار فی الصلاۃ الخ،ج1،ص380،حدیث729،المکتب الاسلامی،بیروت ☆ المعجم الاوسط للطبرانی،من اسمہ محمد،ج7،ص25،حدیث6746،دارالحرمین،القاہرہ ☆ المستدرک علی الصحیحین،اما حدیث انس،ج1،ص354،حدیث841،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں دو سلام پھیرا کرتے تھے)) ایک سلام دائیں طرف پھیرتے تھے اور ایک بائیں طرف۔ اور اس حدیث پاک کو اصحاب سنن اربعہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور امام نسائی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں: ((كان يسلم عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله حتى يرى بياض خده الأيمن وعن يساره السلام عليكم ورحمة الله حتى يرى بياض خده الأيسر)) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ سلام پھیرا کرتے تھے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی اور بائیں طرف بھی "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر سلام پھیرا کرتے تھے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی۔ اس حدیث پاک کو ترمذی نے صحیح کہا۔ اور یہ مسئلہ اس مسئلہ سے زیادہ راجح ہے کہ جس کو امام مالک رحمہ اللہ نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے اخذ کیا کہ: ((أنه عليه الصلاة والسلام كان يسلم في الصلاة بتسليمة واحدة تلقاء وجهه يميل إلى الشق الأيمن)) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک سلام سامنے کی طرف پھیرا کرتے تھے پھر اپنے چہرہ اقدس کو دائیں طرف مائل فرمایا کرتے تھے۔

کیونکہ مردوں کی صف عورتوں پر مقدم ہوتی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال مبارک مردوں پر زیادہ واضح ہوتا تھا۔ مزید یہ کہ دوسرا سلام پہلے کے مقابلے میں ہلکی آواز میں ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے جو دور ہو اس سے پوشیدہ رہ گیا ہو، علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے اس مقام پر اسی طرح تقریر کی ہے۔ اور اس میں یہ شبہ ہے کہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا ان میں سے نہیں ہیں کہ جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مخفی نہیں رہتی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض نوافل میں سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی مثل کیا کرتے تھے اور فرائض میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی مثل کیا کرتے تھے۔

(شرح مسند ابی حنیفہ، عائشۃ افضل من سائر النساء، ج1، ص438، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ملا علی قاری "مرقاۃ" فرماتے ہیں:

((پھر دائیں طرف کچھ مائل ہوتے تھے)) یعنی تھوڑا سا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی یعنی پھر بائیں طرف تھوڑا سا مائل ہوتے تھے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ جیسا

کہ اس بات پر دیگر احادیث دلالت کرتی ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب الدعاء فی التشہد، ج2،ص759، دار الفکر، بیروت)

سلام ایک یا دو، مذاہب اربعہ

احناف کا مؤقف:

امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی 189ھ) فرماتے ہیں:

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں امام دو دفعہ سلام پھیرے ایک دفعہ دائیں طرف "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر اور پھر بائیں طرف "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر۔

(الحجۃ علی اہل المدینہ، باب التشہد والسلام، ج1،ص136، عالم الکتب، بیروت)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

(پھر دو سلام پھیرے ان میں سے ایک دائیں طرف "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر اور دوسرا بائیں طرف پہلے سلام کی طرح) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: ((وتحلیلها السلام)) ترجمہ: نماز سے نکلنا سلام کے ذریعے سے ہے۔ اور تحقیق نکلنے کا وقت آچکا ہے۔ اور جو شخص نماز کے لئے تحریمہ باندھتا ہے تو گویا وہ لوگوں سے غائب ہے کہ وہ ان لوگوں سے بات نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اس نمازی سے بات کرتے ہیں اور نماز سے نکلنے کے وقت وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ ان کی طرف لوٹا ہے لہٰذا وہ انہیں سلام کرتا ہے۔ **اور نماز میں دو سلام ہیں** یہ جمہور علما اور کبار صحابہ کرام حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک سلام سامنے کی طرف پھیرے اسی طرح سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور کبار صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایت کو اختیار کرنا اولی ہے پس بے شک وہ (نماز میں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوتے تھے جیسا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لیلینی منکم أولوا الأحلام والنهی)) تم میں عقلمند اور سمجھدار لوگ میرے قریب رہیں۔ اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا تو عورتوں کی صف میں رہا کرتی تھیں اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بچوں میں سے تھے تو ہوسکتا ہے کہ یہ حضرات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا سلام نہ سن پاتے ہوں جیسا کہ مروی ہے: ((أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یسلم تسلیمتین الثانیة أخفض من الأولی)) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سلام پھیرا کرتے تھے اور دوسرے سلام میں پہلے کے مقابلہ میں آواز کم ہوتی تھی۔

(پھر پہلے سلام میں چہرہ کو دائیں طرف پھیرے اور دوسرے میں بائیں طرف) حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے کہ: ((کان یسلم عن یمینه السلام علیکم ورحمة الله حتی یری بیاض خده الأیمن، وعن

يسلم السلام عليكم ورحمة الله حتى يرى بياض خده الايسر)) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر سلام پھیرا کرتے تھے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی اور بائیں طرف بھی "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر سلام پھیرا کرتے تھے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی۔ راوی اس بات کے ذریعے اپنے شدت التفات کو ظاہر کرتا ہے۔ (مبسوط للسرخسی، کیفیۃ الدخول فی الصلاۃ، ج 1، ص 30، دار المعرفۃ، بیروت)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

(اور لفظ سلام) دو مرتبہ ہے پس دوسرا بھی اصح قول کے مطابق واجب ہے، برہان۔ لفظ "علیکم" واجب نہیں۔

(درمختار، واجبات الصلاۃ، ج 1، ص 468، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن محمد ابن مفلح حنبلی (متوفی 884) فرماتے ہیں:

(پھر سلام پھیرے..... دائیں طرف..... السلام علیکم ورحمة الله کہہ کر اور بائیں طرف بھی اسی طرح) یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ: ((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ)) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں اور بائیں یوں سلام پھیرا کرتے تھے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ اس حدیث پاک کو ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والوں میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایات میں سے سب سے صحیح دو سلام پھیرنے والی روایت ہے چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((كُنْتُ أَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَيَسَارِهِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ)) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں اور بائیں سلام پھیرتے دیکھا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ (صحیح مسلم) اور ان دونوں میں چہرہ پھیرنا سنت ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے نزدیک متعدد روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں دونوں طرف سلام پھیرا کرتے تھے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی تھی اور دوسرے سلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پھرنا زیادہ ہوتا تھا۔

(المبدع فی شرح المقنع ،السلام فی الصلاۃ وصفتہ، ج1،ص417،دار الکتب العلمیہ ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ یحیی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

پس اگر مسجد بڑی ہو جیسا کہ جامع مساجد ہوا کرتی ہیں اور لوگ کثیر ہوں اور مسجد کے ارد گرد شور وغل ہو تو مستحب ہے کہ امام دو سلام پھیرے، ان میں سے ایک دائیں طرف یہ نماز کا سلام ہے اور دوسرا بائیں طرف اور یہ نماز کا سلام نہیں ہے۔

اور اگر مسجد چھوٹی ہو اور وہاں کوئی شور نہ ہو یا نمازی اکیلا ہو تو ایسی صورت میں دو قول ہیں:

(1) امام شافعی نے اپنے جدید قول میں فرمایا: سنت مبارکہ یہی ہے کہ دو سلام پھیرے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔

اور یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور یہی امام ثوری ،امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((أن النبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ كان يسلم تسليمتين:عن يمينه وشماله)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سلام پھیرا کرتے تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔

(2) قدیم قول میں فرمایا: سنت یہ ہے کہ نمازی ایک سلام سامنے کی طرف پھیرے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے: ((أن النبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ كان يسلم تسليمة واحدة تلقاء وجهه)) نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سامنے کی طرف ایک سلام پھیرا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے کہ نمازی کا ہر حال میں ایک سلام پھیرنا سنت ہے۔ اور یہی امام حسن بصری، ابن سیرین، عمر بن عبد العزیز، مالک اور اوزاعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور ان حضرات کے برخلاف ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اور واجب ایک سلام ہے اور اسی بات کا اکثر اہل علم نے قول کیا۔ اور امام حسن بن صالح اور امام احمد رحمہا اللہ نے اپنی دو روایتوں میں سے زیادہ صحیح روایت میں ارشاد فرمایا کہ دو سلام واجب ہیں۔ اور ہماری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: اور نماز سے نکلنا سلام کے ذریعے سے ہے۔ اور یہ تحلیل ایک سلام پر واقع ہو جائے گی۔

(البیان فی مذہب الامام الشافعی، بسلۃ فی السلام، ج2،ص245، دار المنہاج، جدہ)

مالکیہ کا موقف:

علامہ شہاب الدین احمد بن ادریس مالکی (متوفی 684ھ) فرماتے ہیں:

کتاب میں فرمایا: (نماز میں) کفایت نہیں کرے گا مگر "السلام علیکم" کہنا، امام، منفرد، مرد اور عورتیں سب ایک مرتبہ سامنے کی طرف منہ کر کے سلام کہیں اور تھوڑا سا دائیں طرف چہرہ پھیرے۔ صاحب طراز نے کہا: اور واضحہ میں ہے کہ منفرد دو سلام پھیرے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔

(الذخیرۃ للقرافی، الباب الرابع فی ارکان الحج، ج2، ص199,200، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

علامہ محمد بن احمد ابن جزی الکلبی مالکی (متوفی 741ھ) فرماتے ہیں:

اور امام اور منفرد مشہور قول کے مطابق سامنے کی طرف ایک سلام پھیرے اور تھوڑا سا دائیں طرف ہو اور ایک قول یہ ہے کہ دو سلام پھیرے۔ (القوانین الفقہیہ، الباب السادس عشر، ج1، ص47، مطبوعہ بیروت)

ایک سلام اور دو سلاموں کی احادیث اور ان کی اسناد پر کلام:

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

(1) حضرت ابو معمر سے مروی ہے: ((انَّ أَمِيرًا كَانَ بِمَكَّةَ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ أَنَّى عَلِقَهَا؟ قَالَ الْحَكَمُ فِي حَدِيثِهِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ)) بے شک امیر مکہ دو سلام پھیرا کرتے تھے تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے کہاں سے اس سنت کی معرفت حاصل کی؟ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

اور تحقیق اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے دونوں صورتوں کے ساتھ اس کی تخریج کی۔

(2) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ((كنت أرى رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يسلم عن يمينه وعن يساره حتى أرى بياض خده.)) میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں سلام پھیرا کرتے تھے حتی کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ (صحیح مسلم)

(3) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إنما يكفي أحدكم أن يضع يده على فخذه ثم يسلم على أخيه من على يمينه وشماله)) ترجمہ: تم میں سے کسی ایک کو اتنا کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ دے پھر اپنے بھائی پر جو دائیں اور بائیں موجود ہے سلام بھیجے۔ (صحیح مسلم)

(4) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((أن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يسلم عن يمينه وعن يساره: السلام عليكم ورحمة الله السلام عليكم ورحمة الله)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں یوں سلام پھیرا کرتے تھے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

(مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

(5) اور انہیں کی ایک روایت میں ہے: ((حتى يرى بياض خده)) حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے اس جملہ کے بغیر روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور امام ابن خزیمہ اور ابن حبان دونوں نے اپنی صحیح میں اسے روایت کیا اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور عقیلی نے اس کی تصحیح کی اور فرمایا: دو سلاموں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث صحیح اور ثابت شدہ ہیں۔

(6) اور نسائی کی روایت میں ہے: ((ورأيت أبا بكر وعمر يفعلان ذلك.)) اور میں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ اور ابو اسحاق پر اس کی سند کے بارے میں کثیر اقوال ہیں اور اس کے مرفوع اور موقوف ہونے کے بارے میں۔ اور امام شعبہ رحمہ اللہ اس کے مرفوع ہونے کا انکار کیا کرتے تھے۔

(7) حضرت واسع بن حبان نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا کہ وہ نماز کیسی تھی؟ تو فرمایا: ((قال الله أكبر كلما وضع ورفع، ثم يقول: السلام عليكم ورحمه الله عن يمينه السلام عليكم ورحمه الله عن يساره)) ترجمہ: جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو "اللہ اکبر" کہتے، پھر فرماتے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" دائیں طرف اور پھر بائیں طرف بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام پھیرتے۔ امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ نے اس حدیث کی تخریج کی اور اس کی جید اسناد ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے ارشاد فرمایا: اس کی اسناد مدنی صحیح ہے مگر اس میں یہ علت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود ایک سلام پھیرا کرتے تھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سلاموں والی روایت ذکر کریں پھر اس کی مخالفت کریں؟ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس کی سند میں اختلاف ہے لیکن راجح اس کا صحیح ہونا ہی ہے۔

(8) اسی طرح بقیہ نے بھی زبیدی سے انہوں نے زہری سے، وہ سالم سے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

امام ابو حاتم فرماتے ہیں: یہ منکر ہے۔ امام دار قطنی نے فرمایا: بقیہ کے مروی الفاظ کے بارے میں اختلاف ہے: یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سلام پھیرا کرتے تھے اور ایک سلام بھی مروی ہے اور یہ تمام کی تمام روایتیں غیر محفوظ ہیں۔

اور اثرم نے کہا: یہ حدیث واہ (کمزور) ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک سلام پھیرا کرتے تھے اور یہ بات ان سے کئی طرق سے معروف ہے اور امام زہری (ان کی) دو سلاموں والی حدیث کا انکار کرتے تھے اور فرماتے: ہم نے اسے نہیں سنا۔

(9) اسی طرح حضرت سیدنا حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے کہ جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا: ((سلم عن يمينه وشماله)) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا۔ ابو داؤد نے حسن بن حر کی روایت کو تخریج کیا کہ: مجھے عیسی بن عبداللہ بن مالک نے محمد بن عمرو اور ابن عطار کے حوالہ سے مجھے بیان کیا کہ انہوں نے عباس بن سہل سے روایت کی اور انہوں نے حضرت حمید الساعدی سے روایت کیا۔ اور اس باب میں کثیر احادیث ہیں جن میں سے اکثر کلام سے خالی نہیں ہیں۔

(10) امام احمد نے اپنے بیٹے عبداللہ کی روایت میں فرمایا: ہمارے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد طرق سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا کرتے تھے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ اور عقیلی نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی صحیح احادیث دو سلاموں کے بارے میں ہیں۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی طرق سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سلام پھیرا کرتے تھے اور ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ اس بات کو امام ابن مدینی اور اثرم اور عقیلی وغیرہ نے کہا۔

اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سلام کے بارے میں ایک حدیث مرسل ہی جانتے ہیں جو امام ابن شہاب زہری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ انتھی۔ اور امام ابن شہاب کی مراسیل تمام مراسیل میں سب سے زیادہ ضعیف ہیں۔ اور ان میں سے مشہور احادیث میں سے وہ حدیث ہے جو زہیر بن محمد نے ہشام بن عروہ سے وہ اپنے والد سے وہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: ((أن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يسلم في الصلاة تسليمةً واحدةً تلقاء وجهه ثم يميل إلى الشق الأيمن شيئاً)) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے کی طرف ایک سلام پھیرا کرتے تھے پھر تھوڑا سا دائیں طرف مائل ہوتے تھے۔ اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے عمرو بن ابی سلمۃ التیسی سے بواسطہ زہیر روایت کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے مرفوع جانتے ہیں۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے فرمایا: اہل شام زہیر بن محمد سے بہت سے منکر احادیث روایت کرتے ہیں اور ان سے اہل عراق کی روایت زیادہ درست ہے۔

اور امام ابن ماجہ نے عبدالملک بن محمد الصنعانی کے طریق سے زہیر سے اس کی مختصراً تخریج کی اور امام حاکم نے اس کی تخریج کی اور فرمایا یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ اور اس بارے میں جو انہوں نے کہا اس میں خطا کی پس بے شک امام احمد، امام یحیی بن معین اور امام بخاری وغیرہ رحمہم اللہ کے نزدیک زہیر سے شامیوں کی روایتیں منکر ہیں۔ امام احمد نے اثرم کی روایت میں فرمایا

تیسی کی احادیث زہیر سے باطلات میں سے ہیں۔اثرم کہتے ہیں: اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے موضوع فرمایا۔اثرم مزید کہتے ہیں کہ میں نے ان کے سامنے یہ ایک سلام والی حدیث بیان کی تو انہوں نے اس کی مثل فرمایا۔اور علامہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا کہ بے شک امام یحیی بن معین سے اس حدیث پاک کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے اس کی تضعیف فرمائی۔

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: یہ (ایک سلام والی روایت) منکر ہے وہ صرف سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً ہے، اسی طرح وہیب بن خالد نے ہشام سے روایت کی۔اسی طرح ولید بن مسلم نے زہیر بن محمد سے وہ ہشام سے وہ اپنے والد سے موقوفاروایت کرتے ہیں۔ولید کہتے ہیں کہ میں نے زہیر سے کہا: کہ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی شے پہنچی ہے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں۔مجھے یحیی بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) ایک سلام پھیرا۔عقیلی نے کہا: ولید کی حدیث اولی ہے یعنی عمرو بن ابی سلمہ کی حدیث سے۔فرمایا کہ عمرو کی حدیث میں وہم ہے۔دار قطنی نے فرمایا: ان کی موقوف حدیث صحیح ہے اور ان کی مرفوع میں وہم ہے۔

(فتح الباری لابن رجب، باب التسلیم، ج7، ص363 تا 369، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینۃ المنورہ)

باب نمبر 219

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ حَذْفَ السَّلَامِ سُنَّةٌ

سلام کو نہ کھینچنا سنت ہے

297- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَهِقْلُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ قَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ " يَعْنِي: أَنْ لَا تَمُدَّهُ مَدًّا قَالَ ابوعيسىٰ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ الَّذِي يَسْتَحِبُّهُ أَهْلُ الْعِلْمِ وَرُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: التَّكْبِيرُ جَزْمٌ، وَالسَّلَامُ جَزْمٌ وَهِقْلٌ يُقَالُ كَانَ كَاتِبَ الْأَوْزَاعِيِّ "

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سلام کا حذف (یعنی اُس کو نہ کھینچنا) سنت ہے۔

حضرت علی بن حجر نے عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا کہ حذف کا مطلب ''زیادہ نہ کھینچنا'' ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث " حسن صحیح " ہے۔ اسی کو اہل علم پسند کرتے ہیں۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ تکبیر جزم ہے اور سلام بھی جزم ہے۔

اور ''ہقل'' امام اَوزاعی کے کاتب تھے۔

تخریج حدیث 297: (سنن ابی داؤد، باب حذف التسلیم، ج1، ص263، حدیث1004، المکتبہ العصریہ، بیروت ☆ مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج16، ص515، حدیث10885، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ☆ مسند البزار، مسند ابی حمزۃ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج14، ص296، حدیث7905، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ ☆ صحیح ابن خزیمہ، باب حذف السلام من الصلاۃ، ج1، ص362، حدیث734، المکتب الاسلامی، بیروت)

شرح حدیث

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

((سلام کو حذف کرنا سنت ہے)) یعنی اس میں جلدی کرنا اور اس کو نہ کھینچنا سنت ہے۔

(فیض القدیر، حرف الحاء، ج3، ص378، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

((سلام کا حذف سنت ہے)) علامہ ابن سید الناس نے کہا: یہ حدیث ان میں سے ہے جو تمام اصحاب حدیث یا ان میں سے اکثر کے نزدیک مسند میں شامل ہے اور اس بارے میں ارباب اصول کے درمیان اختلاف مشہور ہے۔ ((تکبیر جزم ہے)) ابن سید الناس نے کہا: اس کا معنی "جلدی" ہے اور یہ "جزم" سے ہے جس کا معنی ہے "جلدی کرنا" انتھی، حافظ عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" میں اس حدیث کو ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ زائد کیا کہ اس کو مد نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں اور رافعی نے شرح کبیر میں اور دیگر علما نے اس کا یہی معنی بیان کیا۔ اور علامہ محبّ طبری نے غریب بات کی ہے، کہا کہ: نہ اسے کھینچا جائے گا نہ ہی اعراب دیا جائے گا بلکہ اس کے آخر کو ساکن رکھا جائے گا۔ اور یہ آخری بات مردود ہے جیسا کہ میں نے اسے "فتاوی" میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (قوت المغتذی علی جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص139، جامعہ ام القری، مکۃ المکرمہ)

سلام میں "مد" نہ کرنے کے استحباب پر علما کا اتفاق ہے:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ لفظ سلام میں مد نہ کرے اور مجھے اس میں علما کا کوئی اختلاف معلوم نہیں اور اس بات پر امام ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی وغیرہم ائمہ حدیث اور فقہا نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا کہ: ((حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ)) سلام کو حذف کرنا سنت ہے۔ اس حدیث پاک کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: لفظ سلام کو نہ کھینچے۔ (المجموع شرح المہذب، فرع یستحب ان یدرج الخ، ج3، ص482، دار الفکر، بیروت)

اس روایت کے ایک راوی "قرۃ بن عبدالرحمٰن" پر کلام:

علامہ شمس الدین ذہبی (متوفی 748ھ) فرماتے ہیں:

قرۃ بن عبدالرحمٰن بن حیوئیل. امام مسلم نے شواہد میں ان کی حدیث تخریج کی۔ اور جوزجانی نے فرمایا: میں نے امام احمد

کو فرماتے ہوئے سنا: اس کی حدیث بہت زیادہ منکر ہے۔اور یحییٰ بن معین نے فرمایا: اس کی حدیث ضعیف ہے۔اور ابو حاتم نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے۔میں کہتا ہوں: انہوں نے زہری اور یزید بن ابو حبیب سے روایت کی ہے اور ان سے لیث اور ابن وہب اور ایک جماعت نے روایت کی۔ان کی وفات 147ھ میں ہوئی۔ابن عدی نے فرمایا: امام اوزاعی رحمہ اللہ نے قرۃ سے دس سے زیادہ احادیث روایت کیں۔اور میں امید کرتا ہوں کہ ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

(میزان الاعتدال،قرۃ بن عبدالرحمٰن،ج3،ص388،دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر ،بیروت)

علامہ ابوالفضل احمد ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

امام اوزاعی فرمایا کرتے تھے کہ کسی نے بھی امام زہری کو قرۃ بن عبدالرحمٰن سے زیادہ نہیں جانا۔جوزجانی نے امام احمد رحمہ اللہ کے حوالہ سے کہا اس کی حدیث بہت زیادہ منکر ہے۔ابن ابی خیثمہ نے ابن معین کے حوالہ سے کہا کہ اس کی حدیث ضعیف ہے۔اور ابوزرعہ نے کہا کہ جن احادیث کو وہ روایت کرتا ہے وہ منکر ہوتی ہیں۔اور ابو حاتم اور نسائی نے کہا کہ وہ قوی نہیں۔اور آجری نے ابوداؤد کے حوالہ سے فرمایا کہ ان کی حدیث میں نکارت ہے۔۔۔۔اور اسی طرح فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سے عقیل اور قرۃ کے متعلق سوال کیا تو فرمایا عقیل اس سے زیادہ پختہ ہے۔اور ابن عدی نے فرمایا میں نے اس کی حدیث بہت زیادہ منکر نہیں دیکھی اور مجھے امید ہے اس سے روایت میں کوئی حرج نہیں۔امام مسلم رحمہ اللہ نے کسی دوسرے کے ساتھ اسے ملا کر روایت کی۔۔۔۔ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں شمار کیا۔ابن یونس نے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات 147ھ میں ہوئی۔

عمر بن حفص بزار فرماتے ہیں کہ میں نے اسحٰق بن ضیف سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومسہر سے سنا وہ فرماتے ہیں پھر انہوں نے امام اوزاعی رحمہ اللہ وہ قول ذکر کیا جو سابق میں گزر چکا ہے اور پھر ان کی اس بات کا یوں رد کیا کہ انہوں نے وہ بات کہی کہ جس کے بارے میں یزید نے کہا کہ یہ ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر علی الاطلاق حکم لگایا جائے اور قرۃ کیسے امام زہری کو دوسرے لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہو سکتے ہیں جبکہ کل احادیث جو انہوں نے امام زہری سے روایت کی ہیں ان کی تعداد ساٹھ ہے بلکہ امام زہری کو زیادہ جاننے والے امام مالک، معمر، یونس، زبیدی، عقیل اور ابن عیینہ ہیں اور قرۃ تو اہل حفظ و اتقان وضبط سے نہیں ہیں۔تو اس قصہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام اوزاعی کی مراد یہ ہے کہ وہ امام زہری کے حال کو دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ جاننے والے ہیں، حدیث کے معاملہ میں ضبط مراد نہیں ہے اور یہی بات زیادہ مناسب ہے۔واللہ اعلم۔اور یحییٰ بن معین کہتے ہیں وہ حدیث کے سننے اور اسے بیان کرنے میں تساہل اور نرمی سے کام لیا کرتے تھے اور وہ کذاب نہیں ہیں۔اور عجلی نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جائے گی اور ابن عدی نے فرمایا کہ اوزاعی نے قرۃ کے واسطہ سے امام زہری سے دس سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

(تہذیب التہذیب، من اسمہ قرۃ، ج8،ص373,374،مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ، ہند)

باب نمبر 220

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَلَّمَ

سلام کے بعد کیا پڑھے؟

298 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَا يَقْعُدُ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُولُ: اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ "،

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اس دعا کی بقدر بیٹھتے: اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

299- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَقَالَ: تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ثَوْبَانَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قال ابوعيسىٰ: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: ہناد نے بواسطہ مروان بن معاویہ مذکورہ بالاسند کے ساتھ اس کے ہم معنی حدیث روایت کی۔ اور اس میں " تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ " کے الفاظ ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: اس باب میں حضرت ثوبان، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید، حضرت ابوہریرہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

وَقَدْ رَوَى خَالِدٌ الْحَذَّاءُ هَذَا الْحَدِيثَ، مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ نَحْوَ حَدِيثِ عَاصِمٍ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ،

اور تحقیق خالد الحذاء نے یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ حدیث عاصم کی مثل روایت کی۔

حدیث: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ سلام کے بعد یہ پڑھتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الجَدِّ مِنْكَ الجَدُّ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الجَدِّ مِنْكَ الجَدُّ۔

وَرُوِيَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ :سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ العِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى المُرْسَلِينَ وَالحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ

اور مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:"سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ العِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ، وَسَلَامٌ عَلَى المُرْسَلِينَ وَالحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ"

300 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى قَالَ :أَخْبَرَنِي ابْنُ المُبَارَكِ قَالَ :أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ قَالَ :حَدَّثَنِي شَدَّادٌ أَبُو عَمَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنِي أَبُو أَسْمَاءَ الرَّحَبِيُّ، قَالَ :حَدَّثَنِي ثَوْبَانُ، مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنْصَرِفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ :اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الجَلَالِ وَالإِكْرَامِ،قال ابوعيسىٰ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو عَمَّارٍ، اسْمُهُ شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ "

حدیث: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرنے کا ارادہ فرماتے تو تین بار استغفار فرماتے پھر اس طرح دعا مانگتے:اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الجَلَالِ وَالإِكْرَامِ۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:یہ حدیث "صحیح" ہے۔اور ابوعمارہ کا نام شداد بن عبداللہ ہے۔

تخریج حدیث298,299:(صحیح مسلم،باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ،ج1،ص414،حدیث592،داراحیاء التراث العربی،بیروت ☆سنن ابی داؤد،باب مایقول الرجل اذا سلم، ج2،ص84،حدیث1512،المکتبۃ العصریہ،بیروت ☆سنن نسائی،باب الاستغفار بعد التسلیم،ج3،ص69،حدیث1338،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،حلب ☆سنن ابن ماجہ، باب مایقال بعد التسلیم،ج1،ص298،حدیث924،داراحیاء الکتب العربیہ،بیروت)

تخریج حدیث300:(صحیح مسلم،باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ،ج1،ص414،حدیث591،داراحیاء التراث العربی،بیروت ☆سنن نسائی،باب الاستغفار بعد التسلیم،ج3،ص 68،حدیث1337،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،حلب ☆سنن ابن ماجہ،باب مایقال بعد التسلیم،ج1،ص300،حدیث928،داراحیاء الکتب العربیہ،بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

(اور حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے)) یعنی اُس فرض نماز کے بعد کہ جس کے بعد سنتیں ہیں **((تو نہ بیٹھتے))** یعنی فرض اور سنت کے درمیان **((مگر اس کہنے کی مقدار))** کیونکہ صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے مصلی پر بیٹھتے حتی کہ سورج طلوع ہو جاتا ۔قاضی نے فرمایا: حدیث انس یعنی جو عنقریب آنے والی ہے وہ فجر کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک ذکر کے مستحب اور افضل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات یوں کیا کرتے تھے اور بعض اوقات سلام کے فوراً بعد کھڑے ہو جاتے تھے اور حدیث کا معنی یوں ہے مگر اتنی دیر بیٹھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرما لیتے یا کوئی کہنے والا یوں کہہ لے **((اللھم انت السلام یعنی اے اللہ تو سلام ہے))** عیوب، حوادث، تغیر اور آفات سے **((ومنك السلام یعنی اور تجھی سے سلامتی ہے))** یعنی تیری ہی ذات سے سلامتی کی امید کی جاتی ہے اور اسے حاصل کیا جاتا اور اس سے مستفید ہوا جاتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج2، ص760,761، دار الفکر، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

((حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے پھرتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے)) یعنی تین مرتبہ "استغفر اللہ" پڑھتے جیسا کہ ''حصن'' میں ہے اور شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا (انکساراً) اس خیال سے تھا کہ رب کی عبادت وطاعت میں کمی ہوئی ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین، یعنی ابرار (نیکوکار لوگوں) کی نیکیاں مقربین کی سیئات شمار ہوتی ہیں اسی وجہ سے سیدتنا رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں: ہمارا استغفار کرنا خود کثیر استغفار کا محتاج ہے۔

((اور استغفار کے بعد کہتے: اللھم انت السلام یعنی اے اللہ! تو سلام ہے)) پس ہماری نیکی عیوب سے سلامت نہیں ہے۔ **((ومنك السلام یعنی اور تجھی سے سلامتی ہے))** بایں طور کہ تو اس عبادت کو قبول فرمالے اور اسے عیوب سے سلامتی والا بنادے اور ہماری ان کوتاہیوں کو معاف فرما جو گناہوں میں شمار ہیں۔ **((تبارکت، تو برکت والا ہے))** یعنی تو بلند و بالا ہے اس بات سے کہ تیری عبادت کا حق ادا کیا جائے اور تیری اطاعت و فرمانبرداری کا حق ادا کیا جائے۔ **((یا ذالجلال، اے جلال والے))** یعنی اے فاجروں سے انتقام لینے والے۔ **((والاکرام))** یعنی نیکوں پر انعام واکرام کرنے والے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج2، ص761، دار الفکر، بیروت)

نماز کے بعد وظائف واعمال:

(1) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((لَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَى مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ، مِنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَلَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى، أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مَنْ أَنْ أَعْتِقَ أَرْبَعَةً)) ترجمہ: میں فجر کی نماز کے بعد کسی قوم کے ساتھ بیٹھوں جو اللہ عزوجل کا ذکر کریں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے یہ بات مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور میں عصر کی نماز کے بعد کسی قوم کے ساتھ بیٹھوں جو اللہ عزوجل کا ذکر کریں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے یہ بات مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، ج3، ص324، المکتبۃ العصریہ بیروت)

(2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ)) ترجمہ: جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر آفتاب نکلنے تک ذکر کرے، پھر بعد بلندی آفتاب دو رکعت نماز پڑھے، تو ایسا ہے جیسے حج وعمرہ کیا پورا پورا پورا۔

(جامع ترمذی، باب ذکر ما یستحب من الجلوس فی المسجد، ج2، ص481، مطبعہ مصطفی البابی، مصر)

(3) بخاری ومسلم وغیرہما مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد یہ دعا پڑھتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الجَدِّ مِنْكَ الجَدُّ۔ (اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اے اللہ عزوجل! جسے تو عطا کرے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیری قضا کا کوئی پھیرنے والا نہیں اور تیرے عذاب سے مالدار کو اس کا مال نفع نہیں دیتا)۔

(صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج1، ص168، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

(4) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ: اللهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ قَالَ الْوَلِيدُ فَقُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: كَيْفَ الْاسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: تَقُولُ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ أَسْتَغْفِرُ اللهَ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ

ہوتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے اور یہ پڑھتے: "اللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" یعنی: "اے اللہ عزوجل تو سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے عزت وجلال والے۔" ولید کہتے ہیں: کہ میں نے امام اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا: استغفار کیسے کیا جائے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: تم یوں کہو: استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

(صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، ج1، ص414، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(5) صحیح مسلم میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیر کر، بلند آواز سے یہ دُعا پڑھتے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، گناہ سے باز رہنے اور نیکی کی طاقت اللہ ہی سے ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لیے نعمت وفضل ہے اور اسی کے لیے اچھی تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہیں اگرچہ کافر برا مانیں۔

(صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، ج1، ص415، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(6) صحیح بخاری ومسلم میں روایت ہے: ((انَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلَى، وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ، فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا: يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَيُعْتِقُونَ وَلَا نُعْتِقُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ؟ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: تُسَبِّحُونَ وَتُكَبِّرُونَ وَتَحْمَدُونَ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً قَالَ أَبُو صَالِحٍ: فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا، فَفَعَلُوا مِثْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ)) ترجمہ: فقرائے مہاجرین حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کی: مال داروں نے بڑے بڑے درجے اور لازوال نعمت حاصل کی"، ارشاد فرمایا: کیا سبب ہے؟ لوگوں نے عرض کی، "جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے اور غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے، ارشاد فرمایا: کیا تمہیں ایسی بات نہ سکھا دوں؟ جس سے ان لوگوں کو پا لو جو تم سے آگے بڑھ گئے اور بعد والوں پر سبقت لے جاؤ اور تم سے کوئی افضل نہ ہو، مگر وہ جو تمہاری طرح کرے، لوگوں نے عرض کی، ہاں یا رسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ارشاد فرمایا کہ: ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سُبْحَانَ اللهِ، اَللهُ اَكْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، کہہ لیا کرو، ابو صالح

کہتے ہیں کہ پھر فقرائے مہاجرین حاضر ہوئے اور عرض کی، ہم نے جو کیا اس کو ہمارے بھائی مال داروں نے سُنا، تو انہوں نے بھی ویسا ہی کیا، ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ ابو صالح کا کلام صرف مسلم میں ہے۔

(صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 416، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(7) صحیح مسلم میں کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ - أَوْ فَاعِلُهُنَّ - دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَحْمِيدَةً وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ تَكْبِيرَةً)) ترجمہ: کچھ اذکار نماز کے بعد کے ہیں، جن کا کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔ ہر فرض نماز کے بعد سُبْحَانَ اللهِ 33 بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ 33 بار، اَللّٰهُ اَكْبَرُ 34 بار۔ (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 418، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(8) صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ سَبَّحَ اللهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَحَمِدَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبَّرَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَقَالَ: تَمَامَ الْمِائَةِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)) جو ہر نماز کے بعد 33 بار سُبْحَانَ اللهِ، 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، 33 بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے کہ یہ کُل ننانوے ہوئے اور یہ کلمہ کہہ کر سو پورے کر لے، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىءٍ قَدِيْرٌ، تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائیں گی، اگرچہ دریا کے جھاگ کی مثل ہوں۔

(صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، ج 1، ص 418، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(9) امام بیہقی شعب الایمان میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ وَمَنْ قَرَأَهَا حِينَ يَأْخُذُ مَضْجَعَهُ أَمَّنَهُ اللهُ عَلَى دَارِهِ وَدَارِ جَارِهِ وَالدُّوَيْرَاتِ حَوْلَهُ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی منبر پر فرماتے سنا، جو ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھ لے، اسے جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں سوا موت کے یعنی مرتے ہی جنت میں چلا جائے اور لیٹتے وقت جو اسے پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پڑوسی کے گھر کو اور آس پاس کے گھر والوں کو شیطان اور چور سے امن دے گا۔

(شعب الایمان، فصل فی ابتداء السورۃ بالتسمیہ الخ، ج 4، ص 56، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

(10) امام احمد بن حنبل نے حضرت عبد الرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام ترمذی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مغرب اور صبح کے بعد بغیر جگہ بدلے اور پاؤں موڑے، دس بار جو یہ پڑھ لے: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اس کے لیے ہر ایک کے بدلے دس نیکیاں لکھی جائیں اور دس گناہ محو کیے جائیں گے اور دس درجے بلند کیے جائیں گے اور یہ دُعا اس کے لیے ہر برائی اور شیطان رجیم سے حفظ ہے اور کسی گناہ کو حلال نہیں کہ اسے پہنچے، سوا شرک کے اور وہ سب سے عمل میں اچھا ہے، مگر وہ جو اس سے افضل کہے، تو یہ بڑھ جائے گا۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل التسبیح الخ، ج5،ص515، مصطفی البابی، مصر☆ مسند احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن غنم، ج29، ص512، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

دوسری روایت میں فجر وعصر آیا ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصلاۃ، الترغیب فی الاذان، ج1،ص180، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اور حنفیہ کے مذہب سے زیادہ مناسب یہی ہے۔ (بہار شریعت، حصہ3،ص542، مکتبۃ المدینہ کراچی)

(11) امام ابوداؤد و نسائی روایت کرتے ہیں، واللفظ للنسائی: ((عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: أَخَذَ بِيَدِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي لَأُحِبُّكَ يَا مُعَاذُ، فَقُلْتُ: وَأَنَا أُحِبُّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَدَعْ أَنْ تَقُولَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ: رَبِّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) ترجمہ: معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اے معاذ! میں تجھے محبوب رکھتا ہوں، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں بھی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو محبوب رکھتا ہوں، فرمایا: تو ہر نماز کے بعد اسے کہہ لینا، چھوڑنا نہیں: رَبِّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ (سنن نسائی، نوع آخر من الدعاء، ج3،ص53، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

(12) امام ترمذی امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوا غَنَائِمَ كَثِيرَةً وَأَسْرَعُوا الرَّجْعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ لَمْ يَخْرُجْ مَا رَأَيْنَا بَعْثًا أَسْرَعَ رَجْعَةً وَلَا أَفْضَلَ غَنِيمَةً مِنْ هَذَا الْبَعْثِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى قَوْمٍ أَفْضَلُ غَنِيمَةً وَأَسْرَعُ رَجْعَةً؟ قَوْمٌ شَهِدُوا صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ جَلَسُوا يَذْكُرُونَ اللَّهَ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأُولَئِكَ أَسْرَعُ رَجْعَةً وَأَفْضَلُ غَنِيمَةً))

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک لشکر بھیجا وہ جلد واپس ہوا اور غنیمت بہت لایا، ایک صاحب نے کہا، اس لشکر سے بڑھ کر ہم نے کوئی لشکر نہیں دیکھا جو جلد واپس ہوا ہو اور غنیمت زیادہ لایا ہو، اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ "کیا وہ قوم نہ بتادوں، جو غنیمت اور واپسی میں ان سے بڑھ کر ہیں، جو لوگ نماز صبح میں حاضر ہوئے، پھر بیٹھے اللہ کا ذکر کرتے رہے یہاں تک کہ آفتاب طلوع کر آئے، وہ جلد واپس ہونے والے اور زیادہ غنیمت والے ہیں۔

(جامع ترمذی، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار الخ، ج5،ص559، مطبعۃ مصطفی البابی، مصر)

وظائف کے بارے میں ایک احتیاط:

احادیث میں کسی دُعا کی نسبت جو تعداد وارد ہے اس سے کم زیادہ نہ کرے کہ جو فضائل ان اذکار کے لیے ہیں وہ اسی عدد کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں کم زیادہ کرنے کی مثال یہ ہے کہ کوئی قفل (تالا) کسی خاص قسم کی کنجی سے کھلتا ہے اب اگر کنجی میں دندانے کم یا زائد کر دیں تو اس سے نہ کھلے گا، البتہ اگر شمار میں شک واقع ہو تو زیادہ کر سکتا ہے اور یہ زیادت نہیں بلکہ اتمام ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ 3 ص 539، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فرض نماز کے بعد ٹھہرنے کی مقدار اور وظائف کرنا:

علامہ ابو الفضل عبداللہ بن محمود موصلی حنفی (683ھ) فرماتے ہیں:

ہر وہ نماز جس کے بعد سنتیں ہیں تو اس نماز میں فرائض کے بعد (طویل) بیٹھنا مکروہ ہے بلکہ سنت میں مشغول ہو جائے تاکہ سنت اور فرض کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔ اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کہنے کی مقدار بیٹھا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَإِلَيْكَ يَعُودُ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" (اے اللہ تو سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلام ہے تو برکت والا ہے اے عزت وجلال والے) پھر سنتیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے اور جہاں فرض پڑھے وہاں سنت و نفل نہ پڑھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ((أَيَعْجَزُ أَحَدُكُمْ إِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ بِسُبْحَتِهِ)) کیا تم میں کوئی اس بات سے عاجز کہ جب وہ فرض نماز سے فارغ ہو تو نفل نماز کے لیے آگے یا پیچھے ہو جائے۔ اسی طرح جماعت کے لئے صفوں کا توڑنا مستحب ہے تاکہ مسجد میں داخل ہونے والا یہ گمان نہ کرے کہ یہ لوگ فرض نماز میں ہیں۔

(الاختیار لتعلیل المختار، باب النوافل، ج 1، ص 66، مطبعۃ الحلبی، القاہرہ)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نماز کے بعد جو اذکار طویلہ احادیث میں وارد ہیں، وہ ظہر و مغرب و عشا میں سنتوں کے بعد پڑھے جائیں، قبل سُنّت مختصر دُعا پر قناعت چاہیے، ورنہ سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا۔ (بہارِ شریعت، حصہ 3، ص 539، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(فرض کے بعد سنتوں سے پہلے مناجات وغیرہ کرنا) جائز و درست تو مطلقاً ہے مگر فصل طویل مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ ہے اور فصل قلیل میں اصلاً حرج نہیں۔ دُرِ مختار فصل صفۃ الصلوٰۃ میں ہے: سنتوں کا مؤخر کرنا مکروہ ہے مگر اللّٰھم انت السلام الخ کی مقدار۔ حلوانی نے کہا اوراد اور دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ کرنے) میں کوئی حرج نہیں کمال نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ حلبی

نے کہا کہ اگر کراہت سے مراد تنزیہی ہو تو اختلاف ہی ختم ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں مجھے یاد آتا ہے کہ حلوانی نے اسے اوراد قلیلہ پر محمول کیا ہے۔

فتح القدیر میں ہے: حلوانی کا قول لا بـاس الخ (دعاؤں کی وجہ سے فصل میں کوئی حرج نہیں) اس عبارت میں مشہور یہ ہے کہ اس کا خلاف اولیٰ ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ سنّت سے پہلے (اوراورادکا) نہ پڑھنا اولیٰ ہے، اگر کسی نے ایسا کرلیا تو اس میں حرج نہیں اھ اختصاراً۔ شامی نے اس کو نقل کرکے اس کے بعد فرمایا حلیہ میں ابن الہمام کے شاگرد نے ان کی اتباع کی اور کہا مکروہ تحریمی پر دلیل نہ ہونے کی وجہ سے بقالی کے قول میں کراہت کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائے گا۔ حتّیٰ کہ اگر کسی شخص نے اوراد کے بعد سنتیں ادا کیں تو وہ ادا ہی ہونگی البتہ وقت مسنون میں ادا نہیں ہوئیں۔

ردالمحتار میں ہے: مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز فرض کے بعد) اللهم انت السلام الخ کی مقدار ہی بیٹھتے تھے۔ شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول" کی مقدار "سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت میں بعینہٖ یہی کلمات ادا فرماتے ہیں بلکہ تقریباً اتنی مقدار تشریف فرما ہوتے جس میں یہی دعا یا اسی طرح کی کوئی دعا پڑھی جاسکتی تھی۔۔ لہٰذا ان کا یہ قول بخاری ومسلم کی اس روایت کے منافی نہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا پڑھتے: لا اله الّا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شیء قدیر اللهم لامانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذاالجد منك الجد (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے، ملک اس کا، حمد اس کی، اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اے اللہ! تیری عطا میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، جو تُو نہ دے وہ کوئی اور دے نہیں سکتا اور کسی کو اسکا بخت ودولت تیرے قہر وعذاب سے بچا نہیں سکتا) اختصاراً۔

غنیتہ میں ہے: اسی طرح وُہ حدیث (یعنی حضرت عائشہ کا قول اس حدیث کے بھی منافی نہیں) ہے جس کو مسلم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے: لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شیء قدیر ولا حول ولاقوة الا باللّٰه ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الّا اللّٰه مخلصين له الدين ولو كره الكافرون۔ کیونکہ مقدار مذکور تقریبی اعتبار سے ہے نہ کہ تحدیدی اعتبار سے، اس مقدار میں ان اذکار میں سے ہر ایک پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے درمیان زیادہ تفاوت نہیں۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے: یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ تقدیم روایتِ بعدیت کے منافی نہیں کیونکہ بعض دعاؤں اوراذکار کے بارے میں احادیث موجود ہیں ایک روایت میں ہے کہ نماز فجر اور مغرب

کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں: لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علی كل شیء قدير۔ (اشعۃ اللمعات)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیۃ الکرسی یا فرض مغرب کے بعد دس بار کلمہ توحید پڑھنا فصل قلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ اختصارا و ملخصا، ج6، ص234 تا 237، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نماز کے بعد دعا کرنے پر دلائل

نماز کے بعد کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿فَـاِذَا فَـرَغْـتَ فَـانْصَبْ 0وَاِلٰـى رَبِّـكَ فَـارْغَبْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: توجب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو، اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

(پ30، سورۃ الشرح، آیت 7,8)

تفسیر طبری میں اس آیت کے تحت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اس آیت تفسیر یہ ہے کہ جب تم فرض نماز سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ دعا کرو۔ (تفسیر طبری، تحت الآیۃ المذکورہ، ج24، ص496، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت ہے: ''(فَاِذَا فَرَغْتَ)مِنَ الصَّلَاة (فَانْصَبْ)اِتْعَبْ فِی الدعاء '' ترجمہ: جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔ (تفسیر جلالین، ج1، ص813، دار الحدیث، القاہرہ)

(2) مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی اور ابن السنی روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ: اللهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ قَالَ الْوَلِيدُ: فَقُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: كَيْفَ الْاسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: تَقُولُ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ أَسْتَغْفِرُ اللهَ)) ترجمہ: جب حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے رُخِ انور پھیرتے تو تین دفعہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور یہ دعا کرتے:

اللهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (اے اللہ! تُو سلام ہے (یعنی تیری ذات جل مجدہ کی طرف کوئی عیب یا نقص راہ نہیں پاسکتا) اور تیری طرف سے سلام (کہ ہم بندوں کی تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی تیری قدرت، ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت وعظمت تیرے ہی لئے ہے اے صاحبِ بزرگی اور بزرگی عطا فرمانے

والے یارب۔ ولید کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا: استغفار کی کیفیت کیا تھی؟ جواب دیا: وہ کہتے: استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، ج1، ص414، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلدین کے نماز کے بعد دعا کرنے پر اعتراض کے جواب میں یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کیا یہ حدیث صحاح میں مشہور و متداول نہیں یا مغفرت کی طلب اور سلامتی کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے کہ اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہو جائے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں والعیاذ باللہ تبارك و تعالٰی۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص226، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی وغیرہا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد یہ دُعا پڑھتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اے اللہ عزوجل! جسے تو عطا کرے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیری قضا کا کوئی پھیرنے والا نہیں اور تیرے عذاب سے مالدار کو اس کا مال نفع نہیں دیتا)۔

(صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج1، ص168، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

(4) سنن نسائی میں ہے: ((عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَرْوَانَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ كَعْبًا حَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ الَّذِي فَلَقَ الْبَحْرَ لِمُوسَى إِنَّا لَنَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ: أَنَّ دَاوُدَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي جَعَلْتَهُ لِي عِصْمَةً وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي جَعَلْتَ فِيهَا مَعَاشِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نِقْمَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي كَعْبٌ أَنَّ صُهَيْبًا حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُهُنَّ عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنْ صَلَاتِهِ)) ترجمہ: عطاء بن ابی مروان سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت کعب احبار نے ابو مروان کے سامنے قسم اُٹھائی اس اللہ کی قسم! جس نے حضرت موسٰی علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا کہ یقیناً ہم نے تورات مقدس میں یہ تحریر پائی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي جَعَلْتَهُ لِي عِصْمَةً وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي جَعَلْتَ فِيهَا مَعَاشِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نِقْمَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا جسے تو نے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس دنیا کو بہتر فرما جس کو تُو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا

ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور اے اللہ! تیری معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں، اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روکے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بختاور کو اسکا بخت تجھ سے نفع نہیں دے سکتا) اور پھر حضرت ابو مروان نے کہا کعب نے مجھے حدیث بیان کہ صہیب نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

(سنن نسائی، نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلاۃ، ج3، ص73، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

(5) صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ:فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ:رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ)) ترجمہ: جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا تا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام کے بعد چہرہ انور ہماری طرف پھیریں، (حضرت براء مزید) فرماتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا: رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ (اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تو اپنے تمام بندوں کو اُٹھائے گا یا (یہ کہا کہ) جمع کرے گا)۔

(صحیح مسلم، باب استحباب یمین الامام، ج1، ص492، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(6) طبرانی نے معجم اوسط میں، بزار نے مسند میں، ابن السنی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں، خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَى صَلَاتَهُ مَسَحَ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ يَقُولُ:بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنِّي الْغَمَّ وَالْحَزَنَ)) ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنِّي الْغَمَّ وَالْحَزَنَ (اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن ورحیم ہے اے اللہ مجھ سے غم وحزن دُور فرما دے)۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراہیم، ج3، ص66، دار الحرمین، القاہرہ)

(7) حضرت مسلم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرماتا ہے: ((إِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْ:اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ ثُمَّ مِتَّ فِي لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا، وَإِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذَلِكَ فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ فِي يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا)) ترجمہ: جب مغرب کی نماز پڑھ لو تو سات دفعہ یہ دعا پڑھ لو اللھم اجرنی من النار (اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچا لے) اگر اس رات تجھے موت آ گئی تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا، جب تم فجر کی نماز ادا کر لو تو سات مرتبہ یہ دُعا پڑھو اللھم اجرنی من

النار (اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما) اب اگر تو اس دن فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا۔

(سنن ابی داؤد، باب ما یقول اذا اصبح، ج4، ص320، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(8) امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

طرفہ تر یہ کہ ان عقلندوں کو اپنے امام وقت اپنے دور اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ یہ احادیث اور دلائل سے آگاہ ہو سکیں مولوی عبدالحی لکھنوی نے صرف ثبوتِ دعا ہی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے پر فتوٰی جاری کیا، ان کے امام میاں نذیر حسین دہلوی (جن کے قول پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دینِ الٰہی کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لاتا، فقہ اور فقہا کو گالیاں دیتا ہے) انھوں نے فتوٰی میں مجیب لکھنوی کی حدیث لاکر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے دوسری حدیث کا اس نے خود اضافہ کیا ہے، وہ فتوٰی یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اُٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں معمول ہے کیسا ہے؟ اگر چہ فقہا نے اسے مستحسن لکھا اور مطلق ہاتھ اُٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے؟ جواب عنایت کرو اجر پاؤ گے۔

جواب: وہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود ہے۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھا ہے مجھے احمد بن حسن نے انھیں ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید البالسی نے انھیں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی نے خصیف سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مامن عبد بسط کفیه فی دبر کل صلٰوة ثم یقول اللهم الهی واله ابراهیم و اسحٰق و یعقوب واله جبرئیل ومیکائیل و اسرافیل علیهم السلام اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر، وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی، و تنالنی برحمتك فانی مذنب، وتنفی عن الفقر، فانی متمسکن، الاکان حقا علی الله عزّوجل ان لا یرد یدیه خائبتین)) جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کیلئے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود! اے ابراہیم، اسحٰق، اور یعقوب کے معبود! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دُعا قبول فرما کہ پریشان ہوں میری دین میں حفاظت فرما میں ابتلاء میں ہوں مجھے اپنی رحمت سے نواز میں گنہگار ہوں مجھ سے میرے فقر کو دور فرما میں مسکین ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم لیا ہے کہ اسکے ہاتھ خالی نہیں لوٹائیگا۔ و للّٰہ تعالٰی اعلم (ابوالحسنات محمد عبدالحی)

آٹھویں حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امّت کو عملاً دعا کی تعلیم دی ہے اور فرمایا "جو

شخص اس طرح ہاتھ باندھ کر بعدِ نماز دُعا کرے گا اللہ تعالٰی جل وعلا نے اپنے ذمہ کرم میں لیا ہے کہ اُسے نا امید نہیں لوٹائے گا"۔

پھر اپنے امام کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی، وہ (میاں نذیر حسین) کہتے ہیں:

یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔______ جسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود عامری سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ ((صليت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع يديه و دعا)) میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام کہا، رُخ انور پھیرا، ہاتھ اٹھائے اور دعا کی (الحدیث)

اس حدیث کے متعلق ان کا امام کہتا ہے کہ اس سے فرض نماز کے بعد دُعا میں ہاتھ اُٹھانا خود سید الانبیاء اسوۃ الاتقیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماءِ اذکیا پر مخفی نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص230 تا 232، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر 221

بَابُ مَا جَاءَ فِي الانْصِرَافِ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ

(نماز سے فارغ ہو کر) دائیں اور بائیں رُخ کرنے کا بیان

301-حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ " :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا، فَيَنْصَرِفُ عَلَى جَانِبَيْهِ جَمِيعًا : عَلَى يَمِينِهِ وَعَلَى شِمَالِهِ ، وَفِي البَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ ابوعيسىٰ :حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ "وَعَلَيْهِ العَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ :أَنَّهُ يَنْصَرِفُ عَلَى أَيِّ جَانِبَيْهِ شَاءَ، إِنْ شَاءَ عَنْ يَمِينِهِ، وَإِنْ شَاءَ عَنْ يَسَارِهِ، وَقَدْ صَحَّ الأَمْرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَيُرْوَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ :إِنْ كَانَتْ حَاجَتُهُ عَنْ يَمِينِهِ أَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ، وَإِنْ كَانَتْ حَاجَتُهُ عَنْ يَسَارِهِ أَخَذَ عَنْ يَسَارِهِ

قبیصہ بن ہلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے اور (نماز سے فارغ ہو کر) دونوں جانب یعنی دائیں اور بائیں طرف پھر جاتے۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ہلب کی حدیث ''حسن'' ہے۔

اور علما نے اس پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ امام دائیں بائیں جس طرف چاہے رُخ کرے۔ بلاشبہ دونوں طریقے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر دائیں طرف حاجت ہو تو اُس طرف رُخ کرے اور اگر بائیں طرف حاجت ہو تو اُدھر رُخ کر لے۔

تخریج حدیث 301: (مسند احمد بن حنبل، باب حدیث هلب طائی، ج36، ص304، حدیث 21974، مؤسسة الرسالة، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: "اگر دائیں طرف حاجت ہو تو دائیں طرف پھرے اور اگر بائیں طرف حاجت ہو تو بائیں طرف پھرے)) تو میں (علامہ علی قاری) کہتا ہوں کہ نمازی کو جس طرف حاجت ہو وہ اسی طرف پھرے تو اگر دونوں طرفیں برابر ہوں تو جس طرف چاہے پھر جائے اور دائیں طرف پھرنا بہتر ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز میں دائیں طرف کو پسند فرماتے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب الدعاء فی التشہد، ج2، ص755، دار الفکر، بیروت)

دونوں طرح کی احادیث میں تطبیق:

نماز کے سلام کے بعد بعض روایات میں امام کا دائیں طرف پھرنا آیا ہے اور بعض میں بائیں طرف، دونوں طرح کی روایت میں تطبیق دیتے ہوئے علامہ محمود بدر الدین عینی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((لا یجعلُ أحدکم نصیبا للشیطان من صلاته أن لا ینصرف إلا عن یمینه وقد رأیتُ رسولَ الله صلی الله علیه وسلم أکثر ما ینصرفُ عن شماله)) ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز مین شیطان کا حصہ نہ بنائے یوں کہ وہ صرف دائیں طرف ہی پھرے اور حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر مرتبہ بائیں طرف پھرتے دیکھا ہے..... امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی نے اپنی سنن میں اسماعیل بن عبد الرحمٰن السدی کی حدیث کو روایت کیا. وہ فرماتے ہیں: ((سألت أنساً کیف أنصرفُ إذا صلیتُ عن یمینی أو عن یساری؟ قال: أما أنا فأکثر ما رأیت رسول الله ینصرف عن یمینه)) ترجمہ: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جب میں نماز سے فارغ ہو جاؤں تو دائیں طرف پھروں یا بائیں طرف؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو اکثر دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں طرف پھرتے دیکھا ہے۔ دونوں روایتوں کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اِس طرف پھرتے تھے تو کبھی اُس طرف تو جس صحابی رضی اللہ عنہ کے علم میں جو اکثر طور ہوتا تھا انہوں نے اس کو بیان کر دیا لہٰذا یہ بات دونوں طرف پھرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور ان میں سے کسی میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ بہر حال حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام جس کراہت کا مقتضی ہے وہ ہمیشہ دائیں یا بائیں پھرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ جب کوئی کسی ایک طرف پھرنے کو لازم جانے گا اس صورت میں کراہت ہوگی پس جو ان دونوں باتوں سے کسی ایک کو واجب جانے تو خطا کار ہے کہ یہ واجب نہیں بلکہ

سنن میں سے ہے۔
شیخ محی الدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: اور ہمارا مذہب ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک ... ہے لیکن مستحب ہے کہ جس طرف حاجت ہو اُدھر پھر جائے خواہ وہ حاجت دائیں طرف ہو یا بائیں طرف تو اگر ... حاجت وعدم حاجت میں برابر ہوں تو دائیں طرف افضل ہے ان احادیث کے عموم کی بنا پر جو مکارم اور اس کی مثل ابواب ... دائیں طرف کی افضلیت کو بیان کرتی ہیں۔ اور صاحب محیط فرماتے ہیں: اور مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی دائیں طرف پھرے اور اسی طرح جب وہ فرض نماز کے بعد نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ قبلہ کی دائیں طرف نفل پڑھے کیونکہ دائیں طرف کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے اور قبلہ کی دائیں طرف وہ ہے جو قبلہ کی طرف منہ کرنے والے کی بائیں طرف ہے۔
(شرح ابی داؤد للعینی، باب کیف الانصراف من الصلاۃ، ج4، ص350، مکتبۃ الرشد، ریاض)

امام کے بعد سلام دائیں بائیں پھرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:
سلام کے بعد سنّت یہ ہے کہ امام دہنے بائیں کو انحراف کرے اور داہنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی مونھ کر کے بیٹھ سکتا ہے، جب کہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگرچہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔
(بہار شریعت بحوالہ حلیہ وذخیرہ، حصہ 3، ص537، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:
دائیں، بائیں جس طرف چاہے رخ کرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی بنا پر کہ: ((لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ حَظًّا مِنْ صَلَاتِهِ يَرَى حَقًّا عَلَيْهِ أَلَّا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا مَا يَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِهِ)) تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے بایں طور کہ وہ اپنے اوپر دائیں طرف پھرنے کو لازم جانے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں طرف رخ انور کرتے بھی دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم)۔ حضرت قبیصہ بن ہلب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ((أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ شِقَّيْهِ)) انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی پس وہ دونوں طرف پھرا کرتے تھے۔

(المغنی لابن قدامہ، فصل الانصراف من الصلاۃ، ج1، ص402، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اور دائیں بائیں جس طرف چاہے رخ کرے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ نماز میں دائیں بائیں پھرے۔ اور ایک قوم یہ کہتی ہے: یہ جائز نہیں کہ وہ صرف دائیں طرف ہی پھرے اور یہ خطا ہے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر کہ: ((انَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْحَرِفُ مِنَ الصَّلَاۃِ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ)) بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دائیں اور بائیں رخ انور کو پھیرا کرتے تھے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((لَا یَجْعَلَنَّ أَحَدُکُمْ لِلشَّیْطَانِ مِنْ صَلَاتِہٖ جُزْءًا یَرَی أَنَّ حَتْمًا عَلَیْہِ أَنْ لَا یَنْتَقِلَ إِلَّا عَنْ یَمِیْنِہٖ فَلَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَکْثَرَ مَا یَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِہٖ)) ترجمہ: تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے بایں طور کہ وہ اپنے اوپر دائیں طرف پھرنے کو لازم جانے تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر مرتبہ بائیں طرف رخ انور کرتے دیکھا ہے۔ پس جب دونوں باتوں کا جواز ثابت ہے تو نمازی کے لئے مستحب ہے کہ اگر دونوں جہتوں میں سے ایک طرف اسے حاجت ہو تو وہ اپنی غرض والی جہت کی جانب دائیں یا بائیں پھر جائے اور اگر کسی طرف کوئی غرض نہ ہو تو دائیں طرف پھرنا مستحب ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شے میں دائیں طرف کو پسند فرماتے تھے۔

(الحاوی الکبیر، مسئلہ ینصرف حیث شاء الخ، ج2، ص148,149، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ خلف بن ابی القاسم محمد ازدی قیروانی مالکی (372ھ) فرماتے ہیں:

جب وہ سلام پھیرے تو چاہے دائیں طرف پھر جائے یا بائیں طرف۔

(التہذیب فی اختصار المدونہ، کتاب الصلاۃ الاول، ج1، ص279، دار البحوث للدراسات الاسلامیہ، دبئی)

مدونہ میں ہے:

اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا نماز میں دائیں اور بائیں طرف پھرنا برابر ہے اور یہ سب ہی حسن ہے۔

(المدونہ، البنیان علی ظہر المسجد، ج1، ص197، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر (222)

بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصْفِ الصَّلَاةِ

نماز پڑھنے کا طریقہ

302- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا، قَالَ رِفَاعَةُ وَنَحْنُ مَعَهُ:إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ كَالْبَدَوِيِّ، فَصَلَّى فَأَخَفَّ صَلَاتَهُ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :وَعَلَيْكَ، فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَرَجَعَ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ:وَعَلَيْكَ، فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَفَعَلَ ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، كُلُّ ذَلِكَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:وَعَلَيْكَ، فَارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَخَافَ النَّاسُ وَكَبُرَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونَ مَنْ أَخَفَّ صَلَاتَهُ لَمْ يُصَلِّ، فَقَالَ الرَّجُلُ فِي آخِرِ ذَلِكَ :فَأَرِنِي وَعَلِّمْنِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُصِيبُ وَأُخْطِءُ،فَقَالَ :أَجَلْ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ

حدیث: حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضرت رفاعہ کہتے ہیں: ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے کہ ایک شخص جو بدوی (دیہاتی) لگ رہا تھا، آیا اُس نے مختصری نماز ادا کی، پھر اُس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی، سو وہ شخص لوٹ گیا اور (دوبارہ) نماز پڑھی، پھر حاضر بارگاہ ہوا اور سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے (دوبارہ) فرمایا: لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ اسی طرح ہوا کہ وہ ہر بار حاضر ہو کر سلام عرض کرتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیکر فرماتے: واپس جاؤ اور نماز ادا کرو کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی۔ لوگوں کو خوف ہوا اور یہ بات گراں لگی کہ جو شخص خفیف نماز پڑھے اُس کی نماز ادا ہی نہ ہو۔ بالآخر اُس شخص نے عرض کیا: (یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم!) مجھے تعلیم فرمایئے، میں انسان ہوں، مجھ سے درستی بھی ہوتی ہے اور غلطی بھی کرتا ہوں، پس آپ نے فرمایا: ہاں، جب نماز کا ارادہ کرو تو وضو کرو جیسا کہ اللہ نے حکم اللہ نے حکم دیا، پھر اذان کہو اور اقامت بھی کہو اگر

فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللّٰهُ، ثُمَّ تَشَهَّدْ فَأَقِمْ أَيْضًا، فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ، وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَ كَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ، ثُمَّ ارْكَعْ فَاطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ اعْتَدِلْ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ فَاعْتَدِلْ سَاجِدًا، ثُمَّ اجْلِسْ فَاطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ قُمْ، فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، وَإِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ، قَالَ :وَكَانَ هٰذَا أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْأُوْلٰى، أَنَّهُ مَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا انْتَقَصَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَلَمْ تَذْهَبْ كُلُّهَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قال ابو عيسىٰ :حَدِيثُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ رِفَاعَةَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

قرآن کریم یاد ہو تو اُس کی تلاوت کرو بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کی حمد کرو، تکبیر کہو اور تہلیل کرو (لا الٰہ الا اللہ پڑھو) پھر رکوع کرو اور رکوع اطمینان سے کرو، پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو اور سجدے میں اعتدال قائم رکھو پھر بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے بیٹھو پھر کھڑے ہو جاؤ جب تم نے ایسا کر لیا تمہاری نماز مکمل ہوگئی اور اگر اس میں کچھ کمی رہ گئی تو تمہاری نماز ناقص ہوگی۔ رفاعہ کا بیان ہے: یہ بات پہلی بات کی بہ نسبت صحابہ کرام کو زیادہ آسان لگی کہ کچھ کمی رہ جانے سے نماز ناقص ہوگی سرے سے ضائع نہیں ہوگی۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابوعیسٰی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث "حسن" ہے اور یہ حدیث رفاعہ سے کئی طرق سے مروی ہے۔

303- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ قَالَ :حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ :أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ :ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلَّى كَمَا كَانَ صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ لَهُ :ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ،

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے، ایک شخص نے نماز پڑھی اور پھر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تو نے نماز ادا نہیں کی، پس وہ شخص واپس گیا اور سابقہ انداز میں نماز ادا کی، پھر حاضر ہوا اور سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دے کر اُس سے فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہ طریقہ اختیار فرمایا پھر اُس نے حضور سے عرض کیا: اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین

فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ :وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ مَا أُحسِنُ غَيرَ هَذَا، فَعَلِّمنِي، فَقَالَ :إِذَا قُمتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّر، ثُمَّ اقرَأ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ القُرآنِ، ثُمَّ اركَع حَتَّى تَطمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارفَع حَتَّى تَعتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسجُد حَتَّى تَطمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارفَع حَتَّى تَطمَئِنَّ جَالِسًا، وَافعَل ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا، قَالَ ابوعيسىٰ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَد رَوَى ابنُ نُمَيرٍ هَذَا الحَدِيثَ، عَن عُبَيدِ اللَّهِ بنِ عُمَرَ، عَن سَعِيدٍ المَقبُرِيِّ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ، وَلَم يَذكُر فِيهِ عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ، وَرِوَايَةُ يَحيَى بنِ سَعِيدٍ، عَن عُبَيدِ اللَّهِ بنِ عُمَرَ، أَصَحُّ وَسَعِيدٌ المَقبُرِيُّ، قَد سَمِعَ مِن أَبِي هُرَيرَةَ، وَرَوَى عَن أَبِيهِ،عَن أَبِي هُرَيرَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ المَقبُرِيُّ اسمُهُ كَيسَانُ، وَسَعِيدٌ المَقبُرِيُّ يُكنَى أَبَا سَعدٍ

حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں اس سے اچھی نماز نہیں ادا کر سکتا لہذا مجھے سکھا دیجئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے تکبیر کہہ پھر قرآن میں سے جتنا آسان ہو پڑھ پھر رکوع کر حتی کہ سکون واطمینان سے رکوع کرلو، پھر سر اٹھا کر سیدھا کھڑے ہو جا پھر اطمینان سے سجدہ کر پھر سر اٹھا یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جا، پوری نماز میں اسی طرح کر۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ ابن نمیر نے عبیداللہ بن عمرو سے، انہوں نے سعید مقبری سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا لیکن ابوسعید کا ذکر نہیں کیا۔ بواسطہ عبیداللہ بن عمر، یحیی بن سعید کی روایت زیادہ مستند ہے۔ سعید مقبری کو حضرت ابو ہریرہ سے سماع حاصل ہے، اور انہوں نے بواسطہ اپنے والد بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی۔ ابوسعید مقبری کا نام کیسان ہے اور سعید مقبری کی کنیت ابوسعد ہے۔

304 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بنُ المُثَنَّى، قَالَا :حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ سَعِيدٍ القَطَّانُ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبدُ الحَمِيدِ بنُ جَعفَرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَمرِو بنِ عَطَاءٍ، عَن أَبِي حُمَيدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ :سَمِعتُهُ وَهُوَ فِي عَشَرَةٍ مِن أَصحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَحَدُهُم أَبُو قَتَادَةَ بنُ رِبعِيٍّ يَقُولُ :أَنَا أَعلَمُكُم بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ،

حدیث: محمد بن عمرو عطا کہتے ہیں میں نے سنا کہ ابوحمید ساعدی نے دس صحابہ کرام جن میں ابوقتادہ بن ربعی بھی تھے، میں بیٹھ کر کہا: ''میں تم سب سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کو جاننے والا ہوں'' انہوں نے کہا: (وہ کیسے؟) تم نہ تو ہم سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاکیزہ صحبت سے مشرف ہوئے اور نہ ہی ہم سے زیادہ بارگاہ رسالت میں حاضری دیتے رہے۔

قَالُوا :مَا كُنْتَ أَقْدَمَنَا لَهُ صُحْبَةً، وَلَا أَكْثَرَنَا لَهُ إِتْيَانًا؟ قَالَ :بَلَى، قَالُوا :فَاعْرِضْ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اعْتَدَلَ قَائِمًا، وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ :اللَّهُ أَكْبَرُ، وَرَكَعَ، ثُمَّ اعْتَدَلَ، فَلَمْ يُصَوِّبْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُقْنِعْ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ قَالَ :سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَدَلَ، حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ هَوَى إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا، ثُمَّ قَالَ :اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ جَافَى عَضُدَيْهِ عَنْ إِبْطَيْهِ وَفَتَخَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ ثَنَى رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ عَلَيْهَا ثُمَّ اعْتَدَلَ حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ هَوَى سَاجِدًا، ثُمَّ قَالَ :اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ثَنَى رِجْلَهُ وَقَعَدَ وَاعْتَدَلَ حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ، ثُمَّ نَهَضَ ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، حَتَّى إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، كَمَا صَنَعَ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ صَنَعَ كَذَلِكَ، حَتَّى كَانَتِ الرَّكْعَةُ الَّتِي تَنْقَضِي فِيهَا صَلَاتُهُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ عَلَى شِقِّهِ مُتَوَرِّكًا، ثُمَّ سَلَّمَ "

ابوحمید ساعدی نے کہا: ہاں کیوں نہیں، اُنہوں نے کہا: بیان کیجیے، ابوحمید ساعدی نے فرمایا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کاارادہ فرماتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے اور پھر ہاتھوں کو اٹھاتے حتیٰ کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھراللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے ، پیٹھ سیدھے رکھتے اور سرکو نہ تو بالکل جھکاتے اور نہ بلندرکھتے، ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے پھر "سمع اللہ لمن حمدہ " کہتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہوجاتے یہاں تک کہ جسم کی ہر ہڈی اپنی جگہ پہنچ جاتی، پھر سجدہ کرتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے اور "اللہ اکبر " کہتے ہاتھوں کو بغلوں سے دورر کھتے اور پاؤں کی انگلیوں کو کشادہ رکھتے پھر بایاں پاؤں ٹیڑھا کر کے اس پر بیٹھتے اوراس طرح اعتدال سے بیٹھتے کہ ہر ہڈی اپنی جگہ لوٹ جاتی پھر سجدہ کے لئے جھکتے "اللہ اکبر " کہتے پھر بایاں پاؤں موڑ کراس پر بیٹھتے اوراس اعتدال کے ساتھ بیٹھتے کہ ہر جوڑ اپنی جگہ قائم ہو جاتا، پھر اٹھ کر کھڑے ہوتے اور دوسری رکعت میں وہی عمل کرتے جو پہلی رکعت میں کیا یہاں تک کہ جب دونوں سجدوں سے اٹھتے تکبیر فرماتے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے جیسے کہ شروع نماز میں اٹھائے تھے یہی عمل دہراتے رہتے یہاں تک کہ آخری رکعت کو پہنچ جاتے تو بایاں پاؤں پیچھے ہٹالیتے اورسرین

،قال ابوعیسیٰ : ہٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ .
وَ مَعْنَی قَوْلِهِ :إِذَا قَامَ مِنَ رَفَعَ یَدَیْهِ، یَعْنِی : إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَیْنِ.

کے بل بیٹھ جاتے پھر سلام پھیرتے۔امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔اور''وہ سجدوں سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے'' کا مطلب یہ ہے کہ جب دو رکعتوں کے بعد اٹھ کر کھڑے ہوتے۔

305 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَالحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الحُلْوَانِيُّ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا:حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُ الحَمِیدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ :سَمِعْتُ أَبَا حُمَیْدٍ السَّاعِدِیَّ، فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیهِمْ :أَبُو قَتَادَةَ بْنُ رِبْعِيٍّ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِیثِ یَحْیَى بْنِ سَعِیدٍ بِمَعْنَاهُ، وَزَادَ فِیهِ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الحَمِیدِ بْنِ جَعْفَرٍ، ہٰذَا الحَرْفَ، قَالُوا :صَدَقْتَ، ہٰكَذَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدیث: محمد بن عمرو بن عطا کہتے ہیں میں نے دس صحابۂ کرام جن میں ابوقتادہ بن ربعی بھی تھے،کی موجودگی میں ابوحمید ساعدی سے سنا،اس کے بعد یحییٰ بن سعید کی روایت کے ہم معنی مذکور ہے،البتہ اس میں ابوعاصم نے بواسطہ عبدالحمید بن جعفر یہ الفاظ زائد نقل کئے''پھر ان سب نے کہا تو نے سچ کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ہی نماز ادا فرمائی''۔

تخریج حدیث302:(سنن ابی داؤد،کتاب الصلوۃ،باب صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود،حدیث857،ج1،ص226،المکتبۃ العصریہ،بیروت☆سنن نسائی،کتاب التطبیق،باب الرخصۃ فی ترک الذکر فی الرکوع،حدیث1053،ج2،ص193،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،بیروت)

تخریج حدیث303:(صحیح البخاری،کتاب الاذان،باب وجوب القراءۃ للامام والماموم،حدیث757،ج1،ص152،دارطوق النجاۃ☆صحیح مسلم،کتاب الصلوۃ،باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ،حدیث397،ج1،ص297،داراحیاء التراث العربی،بیروت☆(سنن ابی داؤد،کتاب الصلوۃ،باب صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود،حدیث856،ج1،ص226،المکتبۃ العصریہ،بیروت☆سنن نسائی،کتاب الافتتاح،باب فرض تکبیرۃ الاولی،حدیث884،ج2،ص124،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،بیروت☆سنن ابن ماجہ،کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا،باب اتمام الصلوۃ،حدیث1060،ج1،ص336،داراحیاء الکتب العربیہ،بیروت)

تخریج حدیث304:(صحیح البخاری،کتاب الاذان،باب سنۃ الجلوس فی التشہد،حدیث828،ج1،ص165،دارطوق النجاۃ☆سنن ابی داؤد،کتاب الصلوۃ،باب افتتاح الصلوۃ

حدیث 730، ج1، ص154، المکتبۃ العصریۃ، بیروت☆سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب اتمام الصلوۃ، حدیث 1061، ج1، ص337، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 305: اوپر والی کی مثل ہے۔

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((اور حضرت رفاعہ بن رافع)) انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ((فرماتے ہیں: ایک شخص آیا)) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ ان بھائی خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ تھے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب صفۃ الصلاۃ، ج2، ص664، دار الفکر، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

((پس اگر تجھے قرآن یاد ہو تو اس کی تلاوت کر، وگرنہ اللہ عزوجل کی حمد بجالا اور تکبیر و تہلیل (اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ) پڑھو پھر رکوع کرو)) پس اولی یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کو ابتدائی حکم پر محمول کیا جائے کہ جس کی بنیاد نرمی اور آسانی پر تھی۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب القراءۃ فی الصلاۃ، ج2، ص704، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((پس اگر تجھے قرآن یاد ہو)) یہ مطلق ہے جو فاتحہ و غیر فاتحہ کو دونوں کو شامل ہے۔ ((وگرنہ)) یعنی اگر تجھے قرآن یاد نہ ہو تو ((اللہ عزوجل کی حمد کرو)) اور پہلے گزر چکا ہے کہ جو قرآن پڑھنے سے عاجز ہو خواہ اپنی طبیعت میں کسی وجہ کی بنا پر یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے تو اس کے لئے دعاؤں اور اس کی مثل دوسرے اذکار کے ذریعے نماز ادا کرنا جائز ہے۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ الخ، ج4، ص62، مکتبۃ الرشد، ریاض)

مزید فرماتے ہیں:

((اور قرآن پاک میں سے جو چاہے پڑھے)) یہ حدیث بانگ دہل اعلان کر رہی ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت فرض نہیں ہے۔ (شرح ابی داؤد للعینی، باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ الخ، ج4، ص55، مکتبۃ الرشد، ریاض)

فوائد حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" میں فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے:

(1) حدیث کے اس جملہ ((فرد)) (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا) میں مسلمان کے سلام کا جواب دینے کے واجب ہونے پر دلیل ہے۔

(2) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے اس جملہ ((اِرجع فصل فَاِنَّك لم تصل))(لوٹ جاتو نماز پڑھ پس بے شک تو نماز نہیں پڑھی) کے بارے میں فرمایا کہ علم کے بغیر عبادت میں جاہل کے افعال کفایت نہیں کریں گے۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں: یہ جو انہوں نے ارشاد فرمایا اس قول سے ان کی مراد مطلق نفی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے کمال کی نفی مراد ہے اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے آخر میں فرمایا: ((اِذا فعلت هٰذَا فقد تمت صَلَاتك وَمَا انتقصت من هٰذَا فَاِنَّمَا انتقصت من صَلَاتك)) جب تو نے یہ کرلیا تو تیری نماز مکمل ہوگئی اور جتنا تو اس میں سے کم کرے گا اتنی ہی تیری نماز ناقص رہ جائے گی۔ تو اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ناقص نماز کو بھی نماز کا نام دیا تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نفی سے نفی کمال مراد ہے۔

اور بعض نے کہا: جس نے اسے نفی کمال پر محمول کیا تو اس نے اس بات سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تعلیم دینے کے بعد نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا تو یہ بات اُسی نماز کے کفایت کرنے پر دال ہے ورنہ بیان کی تاخیر لازم آئے گی۔ پھر کہا: اور اس میں نظر ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرتبہ انہیں نماز لوٹانے کا حکم دیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سکھانے کا عرض کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز سکھائی تو گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اس کیفیت پر نماز کا اعادہ کرو۔ انتھی۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انہیں کامل طریقہ پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا اور اس بات سے اصل نماز کی نفی لازم نہیں آتی پس نفی صفت کی طرف راجع ہے نہ کہ ذات کی طرف۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر ان کی نماز فاسد ہوتی تو پھر اس میں مشغول ہونا فضول ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی فضول کام کرنے پر کسی کو برقرار نہیں رکھتے اور یہی بات ہمارے متاخرین اصحاب نے امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے اس مذہب کی نصرت میں ذکر کی ہے کہ رکوع وسجود میں اطمینان واجب ہے اور فرض نہیں ہے۔

حتی کہ خلاصہ میں فرمایا: بے شک ان دونوں حضرات کے نزدیک نماز میں اطمینان سنت ہے۔ اور علماء نے فرمایا: اس لئے کہ رکوع لغۃً جھکنے اور سجود بلندی سے پستی کی طرف آنے کو کہتے ہیں پس "رکنیت" ان کی ادنی حالت سے متعلق ہوگی۔ اسی طرح علما نے فرمایا: اللہ عزوجل کا قول: ﴿ارْكَعُوا واسجدوا﴾ (ترجمہ کنزالایمان: رکوع اور سجدہ کرو) تو اس فرمان میں اللہ عزوجل نے رکوع وسجود کا حکم ارشاد فرمایا اور دونوں خاص لفظ ہیں ان سے (بالترتیب) جھکنے اور بلندی سے پستی کی طرف آنے کے معنی کو مراد لیا جاتا ہے پس یہ کم از کم اتنے جھکنے اور پستی کی طرف آنے سے ادا ہو جائیں گے کہ جس پر اس معنی کا اطلاق ہو جاتا ہو اور ان میں اطمینان کو فرض قرار دینا یہ مطلق نص پر خبر واحد کے ذریعے زیادتی ہے اور یہ نص قرآنی کو منسوخ کرنا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (فکبر) (پس تکبیر کہو) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز صرف تکبیر سے ہی شروع کی جائے گی اور یہ بلا اختلاف فرض ہے۔

(4) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمان (ثمّ اقرا) (پھر قراءت کرو) نماز میں قراءت کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(5) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ((ما تیسّر)) (یعنی جتنا قرآن سے آسان ہو پڑھو) مطلق قراءت کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہی ہمارے اصحاب کی فاتحہ کے فرض نہ ہونے پر دلیل ہے۔ اس لئے کہ اگر فاتحہ فرض ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم ضرور دیتے کیونکہ یہ مقام سکھانے کا مقام ہے۔ اور علامہ خطابی مالکی نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ((ثمّ اقرأ ما تیسّر معک من القرآن)) (یعنی پھر قرآن میں سے جو تیرے لئے آسان ہو اسے پڑھو) اس کا ظاہر اطلاق اور تخییر ہے اور اس سے مراد سورۂ فاتحہ ہے اس کے لئے جو اسے احسن طریقے پڑھ سکے تو اسے سورۂ فاتحہ کا غیر کفایت نہیں کرے گا اس دلیل کی بنا پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قولِ مبارک ہے: ((لَا صَلَاۃَ إِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب)) یعنی سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہے اور یہ اطلاق میں اسی طرح ہی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿فَمن تمتّع بِالْعُمْرَۃِ إِلَی الْحَج فَمَا اسْتَیْسَرَ مِن الْھَدْی﴾ (ترجمہ کنزالایمان: تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے) پھر فرمایا: ھدی میں جو جانور کم از کم کفایت کرے گا وہ معین ہے جس کی مقدار سنت سے معلوم ہے اور وہ بکری ہے، اھ۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں: علامہ خطابی اپنے مذہب پر دلیل ایسے کلام کو بنا رہے ہیں کہ جس کا اول اس کے آخر کی نفی کر رہا ہے کیونکہ اولاً جب انہوں نے یہ اعتراف کر لیا کہ کلام کا ظاہر اطلاق و تخییر ہے اور جو مطلق ہے وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔

اور اس سے مراد سورہ فاتحہ کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اس میں اجمال نہیں ہے؟ اور ان کے اس قول کا فساد ظاہر ہے "یہ اطلاق میں اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا قول۔۔۔۔۔ آخر تک" اس لئے کہ ھدی اس جانور کا نام ہے جس کو حرم کی طرف لے جایا جاتا ہے اور وہ اونٹ، گائے اور بکری کو شامل ہے اور اس میں اجمال ہے اور کم از کم جو جانور کفایت کرے گا وہ بکری ہے لہٰذہ سنت کی بنا پر یہی مراد ہوگا۔ بخلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ((مَا تیسّر معک من القرآن)) (جو قرآن تجھے میسر آئے) یہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ یہ اس تمام کو شامل ہے کہ جس پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے لہٰذا یہ فاتحہ و غیر فاتحہ کو بھی شامل ہے اور اس بات میں کوئی اجمال نہیں ہے اور بغیر کسی مخصص کے اس کو فاتحہ کے ساتھ خاص کر دینا یہ ترجیح بلا مرجح ہے اور یہ باطل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ((لَا صَلَاۃَ إِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب)) کو مخصص بنانا درست نہیں ہے کیونکہ یہ تیسیر (آسانی) کے معنی کے منافی ہے پس یہ تعسر (مشکل) میں تبدیل ہو جائے گی اور یہ باطل ہے اور اس کو مفسِّر بنانا بھی درست نہیں کیونکہ آیت

میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

اور جو کہے کہ یہ مجمل ہے جیسا کہ تیمی وغیرہ نے کہا اور حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی مفسّر ہے اور مفسّر مجمل کا فیصلہ کرنے والی ہے تو یہ بہت بعید بات ہے کیونکہ اس پر اجمال کی تعریف صادق نہیں آتی جیسا کہا بھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں: بہر حال یہ حدیث ((اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ)) فاتحہ پر ہی محمول ہے کیونکہ وہی آسان ہے یا اس پر جو فاتحہ کے بعد اس پر زائد ہو یا اس پر جو فاتحہ سے عاجز ہو۔ تو میں کہتا ہوں: تو یہ زبردستی اپنے مذہب پر چلنا ہے کیونکہ یہ تمام باتیں شارع علیہ السلام کے کلام کے معنی سے خارج ہیں۔ بہر حال ان کا یہ کہنا کہ ''سورہ فاتحہ ہی آسان ہے'' تو اس بات پر تو حدیث کا کلام اصلاً دلالت نہیں کرتا کیونکہ حدیث کا ظاہر فاتحہ وغیر فاتحہ کو سب کو شامل ہے جس پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے اور سورہ اخلاص، سورہ فاتحہ کے مقابلہ میں زیادہ آسان ہے تو آسانی میں سورہ فاتحہ کو متعین کرنے کے کیا معنی ہوئے؟ اور یہ بلا دلیل کے تحکم ہے۔

بہر حال ان کا قول ''یا جو فاتحہ پر زائد ہو'' تو کہاں سے حدیث کا ظاہر فاتحہ پر دلالت کر رہا ہے حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ((مَا تَيَسَّرَ)) فاتحہ سے زائد پر دلالت کرے؟ مزید یہ کہ جب نمازی کو فاتحہ سے زائد کا حکم دیا گیا ہے تو ضروری ہے کہ فاتحہ سے زائد بھی فاتحہ کی طرح فرض ہو حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ اور ان کا یہ فرمانا ''یا اس پر جو فاتحہ سے عاجز ہو'' تو اس حدیث کو اس پر محمول کرنا صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو۔ اور حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((ثُمَّ اقْرَأْ إِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاحْمَدِ اللهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْ)) ترجمہ: پھر قرآن پڑھ اگر تجھے قرآن یاد ہو پس اگر تجھے قرآن یاد نہ ہو تو اللہ عزوجل کی حمد کر اور تسبیح و تہلیل کر۔ اور کیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ((اِقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ)) کو اس شخص پر محمول کیا جا سکتا ہے جو قراءت سے عاجز ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت کرنے سے عاجز شخص کا حکم علیحدہ سے بیان فرما دیا۔

(6) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ((حَتَّى تَطْمَئِنَّ)) (حتی کہ تو اطمینان پذیر ہو جائے) دونوں جگہوں میں۔ یہ فرمان رکوع و سجود اطمینان سے ادا کرنے کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

(7) علامہ خطابی نے اس قول کے بارے میں کہا: ((وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا)) (اور یوں ہی اپنی تمام نماز میں کرو) اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نمازی پر ہر رکعت میں قراءت کرنا لازم ہے جیسا کہ اس پر ہر رکعت میں رکوع و سجود لازم ہے۔ اور اصحاب رائے کہتے ہیں: اگر نمازی آخری دو رکعتوں میں قراءت کرنا چاہے تو قراءت کرے اور اگر تسبیح کرنا چاہے تو تسبیح کرے اور اگر ان دو رکعتوں میں کچھ بھی نہ پڑھے تو بھی اسے کفایت کرے گی اور اس بارے میں انہوں نے حضرت علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((يقْرَأ فِي الْأوليين ويسبح فِي الْأخريين من طريق الْحَارِث عَنهُ)) پہلی رکعتوں میں قراءت کی جائے گی اور آخری رکعتوں میں تسبیح کی جائے گی۔ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ "حارث" مروی ہے اور لوگوں کا "حارث" کے بارے میں پرانا کلام ہے اور امام شعبی رحمہ اللہ نے اس کو مطعون قرار دیا اور اس پر کذب کی نسبت کی اور اصحاب صحیح نے اس کی روایت کو ترک کیا ہے۔ اور اگر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت بھی ہو تو بھی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی۔ اُن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا اولی ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ عبید اللہ بن ابو رافع رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ وہ ظہر، عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھنے کا اور آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے، (علامہ خطابی کا کلام ختم ہوا)۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں: اگر ہم تسلیم کرلیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہر رکعت میں قراءت کرنے پر دلالت کرتا ہے تو اس کے علاوہ دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا، آخری دو رکعتوں میں قراءت ہے اس دلیل کی وجہ سے جو حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اہل کوفہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی...... (اور اس میں یہ ہے کہ) وہ آخری دو رکعتوں میں قراءت حذف کرے۔

اور اگر انہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بواسطہ حارث پر طعن کیا ہے تو تحقیق حافظ عبد الرزاق اپنی مصنف میں حضرت معمر سے وہ امام زہری سے وہ عبید اللہ بن ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: ((كَانَ عَلِيّ يقْرَأ فِي الْأوليين من الظّهْر وَالْعصر بِأم الْقُرْآن وَسورَة وَلَا يقْرَأ فِي الْأُخْرَيَيْنِ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر اور عصر میں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورت کی تلاوت کیا کرتے تھے اور آخری رکعتوں میں قراءت نہ کرتے تھے۔ اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور یہ علامہ خطابی کے اس قول کے منافی ہے "بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ عبید اللہ بن ابو رافع رضی اللہ عنہ ثابت ہے...... الخ" اور ان کا قول کہ "صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی ہے" تسلیم نہیں ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل روایت کی گئی ہے جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ ہم سے شریک نے ابو اسحاق کے حوالہ سے بیان کیا، وہ حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا: ((قَرَأَ فِي الْأوليين وَسبح فِي الْأُخْرَيَيْنِ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھی۔ اسی طرح سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور اسی طرح حضرت ابراہیم اور ابن اسود رحمۃ اللہ علیہما سے بھی مروی ہے۔

اورعلامہ ابن جریر طبری کی ''تہذیب'' میں ہے: حماد، ابراہیم سے وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:((إنّه كان لا يقرأ في الركعتين الأخريين من الظهر والعصر شيئا)) ترجمہ: وہ ظہر اور عصر کی آخری رکعتوں میں کچھ بھی قراءت نہ کرتے تھے۔ اور ہلال بن سنان فرماتے ہیں:((صليت إلى جنب عبد الله بن يزيد فسمعته يسبح)) ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن یزید کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے سنا کہ وہ تسبیح پڑھ رہے تھے۔ اور منصور نے جریر سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کی انہوں نے فرمایا:((ليس في الركعتين الأخريين من المكتوبة قراءة سبح الله واذكر الله)) ترجمہ: فرض نماز کی آخری رکعتوں میں قراءت نہیں ہے، اللہ عزوجل کی تسبیح کرو اور اللہ عزوجل کا ذکر کرو۔ اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:((إقرأ في الركعتين الأوليين بفاتحة الكتاب وسورة وفي الأخريين بفاتحة الكتاب أو سبح فيهما بقدر الفاتحة أي: ذلك فعلت أجزأك وإن سبح في الأخريين أحب إلي)) ترجمہ: پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھو اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو یا ان میں فاتحہ کی مقدار تسبیح کرو یعنی یہ تو نے کر لیا تو تجھے کفایت کرے گا اور اگر آخری دو رکعتوں میں تسبیح کی تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔

اشکال وجواب: اگر تو یہ کہے کہ اس حدیث میں بعض واجبات بھی بیان نہیں کیے گئے جیسا کہ نیت، قعدہ اخیرہ، ترتیب ارکان، اسی طرح بعض وہ افعال کہ جن کے وجوب میں اختلاف ہے جیسا کہ آخری رکعت میں تشہد پڑھنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اور لفظِ سلام کو درست پڑھنا؟ تو میں کہتا ہوں: اس کے جواب میں یوں کہا گیا ہے کہ شاید یہ تمام چیزیں اس شخص کو معلوم تھیں تو اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیان نہیں فرمایا۔ اور ایک قول یوں بھی ہے کہ راوی نے ان چیزوں کے ذکر کرنے میں اختصار سے کام لیا ہو اس لئے کہ یہ مقام تعلیم کا مقام ہے اور وقت حاجت سے بیان کو مؤخر کرنا درست نہیں اسی وجہ سے جس حدیث رفاعہ کو امام ترمذی نے روایت کیا اس میں اس شخص نے عرض کیا:((فأرني وعلمني فإنّما أنا بشر أصيب وأخطئ)) ترجمہ: پس مجھے بتائیے اور مجھے سکھائیے کیونکہ میں تو بشر ہوں درستگی بھی اختیار کرتا ہوں اور خطا بھی کرتا ہوں۔

(8) جو شخص نماز کے ارکان میں سے کسی میں خلل ڈالے اس پر اعادہ واجب ہے اور جو واجبات میں سے کسی شے میں خلل ڈالے تو عبادات میں احتیاط برتتے ہوئے اس کے لئے اعادہ مستحب ہے۔

(9) نفل نماز کو شروع کرنا اسے لازم کر دیتا ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس شخص کی نماز نفل تھی۔

(10) اس میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا موجود ہے۔

(11) اس میں یہ بھی ہے کہ تعلیم کی خوبصورتی نرمی میں ہے نہ کہ سختی اور جھڑکنے میں ہے۔

(12) اس میں مسئلہ کو واضح کرنا اور مقاصد کو خلاصۃً بیان کرنا ہے۔

(13) اس میں امام کا مسجد میں بیٹھنا اور اس کے ساتھیوں کا اس کے ساتھ بیٹھنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

(14) اس میں یہ ہے کہ عالم کی بات مانی جائے اور اس کی تابعداری اختیار کی جائے۔

(15) اس میں اپنی خطا کا اعتراف کرنا اور بشر ہونے کی بنا پر خطا ہونے کی تصریح کرنا ہے۔

(16) اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن اخلاق اور اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ خوبصورت طرز معاشرت کی جھلک موجود ہے۔

(17) قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث میں اس کے خلاف دلیل موجود ہے جس نے فارسی میں قرآن پڑھنے کی اجازت دی کیونکہ جو عربی میں نہیں ہے اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا۔ میں کہتا ہوں: یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ بے شک قرآن فقط معنی کا نام ہے یا نظم و معنی دونوں کا نام ہے تو جس کا مذہب یہ ہے کہ یہ فقط معنی کا نام ہے تو اس نے اللہ عزوجل کی اس فرمان سے استدلال کیا ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک اس کا چرچا اگلی کتابوں میں ہے۔ (پارہ 19، سورہ شعراء، آیت 196) اور قرآن پہلی کتابوں میں عربی زبان میں نہ تھا۔ اور ان کا یہ فرمانا کہ "جو عربی میں نہ ہو اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا۔" اس میں نظر ہے کیونکہ تورات جس کو اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا ہے اس پر بھی قرآن پاک کا اطلاق آتا ہے حالانکہ وہ عربی نہیں ہے اسی طرح انجیل و زبور کا معاملہ ہے اس لئے قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے نہ وہ متجزی ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے جدا ہوتا ہے ہاں مگر یہ کہ جب وہ عربی زبان میں نازل ہوا تو اسے قرآن کہہ دیا گیا اور جب موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تو اسے تورات کہہ دیا گیا اور جب عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تو اسے انجیل کہہ دیا گیا اور جب داؤد علیہ السلام پر نازل ہوا تو اسے زبور کہہ دیا گیا اور عبارات کا اختلاف اعتبارات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔

(18) اس میں یہ ہے کہ جب مفتی سے کسی شے کے بارے میں سوال کیا جائے اور سائل کو وہاں (سوال کے علاوہ) دوسری شے کی طرف بھی حاجت ہو تو مفتی کے لئے مستحب ہے کہ وہ اسے ذکر کرے اگرچہ سائل اس سے اس کا سوال نہ کرے اور یہ مفتی کی طرف سے سائل کے لئے نصیحت اور خیر کی زیادتی ہوگی۔

(19) اس میں نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے منع کرنے والے کا اس بات پر صبر کرنے کا استحباب ہے کہ ہو سکتا ہے جس کے فعل کو وہ برا قرار دے رہا ہے یا جسے یہ نیک کام کرنے کا حکم دے رہا ہے وہ اس میں بھولنے والا ہوا سے یاد آجائے یا (بھلائی کا حکم دینے کی صورت میں) وہ اس کی بات سمجھ لے اور نصیحت حاصل کر لے اور یہ خطا پر اڑنے والی صورت نہ ہو۔

(20) یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً اس کی تعلیم سے سکوت کیوں اختیار فرمایا

؟تو علامہ تورپشتی نے اس کے جواب میں فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً اس لئے ان کی تعلیم سے سکوت اختیار فرمایا کہ جب وہ لوٹا تو اس نے مورد وحی (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی) سے اپنے حال کی وضاحت نہ چاہی گویا کہ وہ اپنے علم کے سبب رکا رہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تعلیم سے زجر و تادیب کرتے ہوئے سکوت فرمایا تو جب اس شخص نے اپنی حالت کی مورد وحی سے وضاحت چاہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رہنمائی فرمادی۔

علامہ نووی نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً انہیں تعلیم اس وجہ سے نہیں دی تا کہ ان کو اور ان کے علاوہ دیگر کو کفایت کرنے والی نماز کے طریقہ کی پہچان زیادہ واضح انداز میں ہوجائے۔علامہ ابن جوزی نے فرمایا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو بار بار واپس لوٹانا ان پر معاملہ کی عظمت کو بیان کرنے کے لئے ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کا وقت فوت نہیں ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ترک کی گئی چیزوں کے حوالہ سے بیدار مغزی کا ارادہ فرمایا اور علامہ ابن دقیق العید نے کہا: تقریر (یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی نے کوئی کام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت اختیار فرمایا) مطلقا دلیل جواز نہیں ہے بلکہ موانع کا منتفی ہونا ضروری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فعل کے مکرر ہونے، نفس کی منشا کے ہونے اور سوال کے متوجہ ہونے کے بعد قبول تعلم کی زیادتی ہونا یہ وہ مصلحت ہے جو سیکھنے کی طرف جلدی کرنے کے وجوب کے مانع ہے خاص طور پر اس وقت جب اس کے فوت ہونے کا خوف نہ ہویا تو ظاہر حال یا وحی خاص پر بنا کرتے ہوئے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ملخصا، باب وجوب القراءۃ للامام والماموم الخ، ج6، ص17 تا20، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

نماز پڑھنے کا طریقہ (حنفی)

نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رُو دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار انگل کا فاصلہ کر کے کھڑا ہو اور دونوں ہاتھ کان تک لے جائے کہ انگوٹھے کان کی لَو سے چُھو جائیں اور انگلیاں نہ ملی ہوئی رکھے نہ خوب کھولے ہوئے بلکہ اپنی حالت پر ہوں اور ہتھیلیاں قبلہ کو ہوں، نیت کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے، یوں کہ دہنی ہتھیلی کی گدی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیا کلائی کے اغل بغل اور ثنا پڑھے: سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ (پاک ہے تو اے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔)

پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے، پھر تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے پھر الحمد پڑھے اور ختم پر آمین آہستہ کہے، اس کے بعد کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے یا ایک آیت کہ تین کے برابر ہو، اب اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع

میں جائے اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑے، اس طرح کہ ہتھیلیاں گھٹنے پر ہوں اور انگلیاں خوب پھیلی ہوں، نہ یوں کہ سب انگلیاں ایک طرف ہوں اور نہ یوں کہ چار انگلیاں ایک طرف، ایک طرف فقط انگوٹھا اور پیٹھ بچھی ہو اور سر پیٹھ کے برابر ہو اونچا نیچا نہ ہو اور کم سے کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہے پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور منفرد ہو تو اس کے بعد اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہے، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے، یوں کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں سر رکھے، نہ یوں کہ صرف پیشانی چھو جائے اور ناک کی نوک لگ جائے، بلکہ پیشانی اور ناک کی ہڈی جمائے اور بازوؤں کو کروٹوں اور پیٹ کو رانوں اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے پیٹ قبلہ رُو جمے ہوں اور ہتھیلیاں بچھی ہوں اور انگلیاں قبلہ کو ہوں اور کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر سر اٹھائے، پھر ہاتھ اور داہنا قدم کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رُخ کرے اور بایاں قدم بچھا کر اس پر خوب سیدھا بیٹھ جائے اور ہتھیلیاں بچھا کر رانوں پر گھٹنوں کے پاس رکھے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کو ہوں، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے کو جائے اور اسی طرح سجدہ کرے، پھر سر اٹھائے، پھر ہاتھ کو گھٹنے پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے، اب صرف بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر قراءت شروع کر دے، پھر اسی طرح رکوع اور سجدے کر کے داہنا قدم کھڑا کر کے بایاں قدم بچھا کر بیٹھ جائے اور اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُه اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه وَرَسُوْلُه۔ (تمام تحیتیں اور نمازیں اور پاکیزگیاں اللہ عزوجل کے لیے ہیں سلام حضور پر، اے نبی! اللہ عزوجل کی رحمت اور برکتیں، ہم پر اور اللہ عزوجل کے نیک بندوں پر سلام، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔)

پڑھے اور اس میں کوئی حرف کم و بیش نہ کرے اور اس کو تشہد کہتے ہیں اور جب کلمہ لا کے قریب پہنچے، دہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے مگر اس کو جنبش نہ دے اور کلمہ اِلّا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لے، اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں تو اٹھ کھڑا ہو اور اسی طرح پڑھے مگر فرضوں کی ان رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا ضرور نہیں، اب پچھلا قعدہ جس کے بعد نماز ختم کریگا، اس میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (اے اللہ عزوجل! درود بھیج ہمارے سردار محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر، جس طرح تو نے درود بھیجی سیدنا ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر اور انکی آل پر، بیشک تو سراہا ہوا بزرگ

ہے، اے اللہ(عزوجل) برکت نازل کر ہمارے سردار محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اور انکی آل پر، جس طرح تو نے برکت نازل کی سیدنا ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر اور انکی آل پر، بیشک تو سراہا ہوا بزرگ ہے۔)

پھر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۔(اے اللہ (عزوجل) تو بخش دے مجھ کو اور میرے والدین کو اور اس کو جو پیدا ہوا اور تمام مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کو، بیشک تو دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے اپنی رحمت سے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔)

یا اور کوئی دُعائے ماثور پڑھے۔مثلاً اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (اے اللہ عزوجل میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور بیشک تیرے سوا گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں ہے، تو اپنی طرف سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر، بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔)

یا یہ دُعا پڑھے:اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ (اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے ہر قسم کے خیر کا سوال کرتا ہوں جس کو میں جانتا ہوں اور جس کو نہیں جانتا اور ہر قسم کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کو میں نے جانا اور جس کو نہیں جانا۔)

یا یہ پڑھے:اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَالِ (اے اللہ عزوجل تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجّال کے فتنہ سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اے اللہ تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور تاوان سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں دَین کے غلبہ اور مَردوں کے قہر سے۔)

یا یہ پڑھے:اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.(اے اللہ عزوجل اے ہمارے پروردگار، تو ہم کو دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں نیکی دے اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا۔)

اور اس کو بغیر اَللّٰھُم کے نہ پڑھے، پھر دہنے شانے کی طرف منہ کرکے اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ کہے، پھر بائیں طرف، یہ طریقہ کہ مذکور ہوا، امام یا تنہا مرد کے پڑھنے کا ہے، مقتدی کے لیے اس میں کی بعض بات جائز نہیں، مثلاً امام کے پیچھے فاتحہ یا اور کوئی سورت پڑھنا۔عورت بھی بعض اُمور میں مستثنٰی ہے، مثلاً ہاتھ باندھنے اور سجدہ کی حالت اور قعدہ کی صورت میں فرق ہے۔جس کو ہم بیان کرینگے، ان مذکورات میں بعض چیزیں فرض ہیں کہ اس کے بغیر نماز ہوگی ہی نہیں، بعض واجب کہ اس کا ترک

قصداً گناہ اور ترک واجب لائق اعادہ اور سہواً ہو تو سجدہ سہو واجب۔ بعض سنت مؤکدہ کہ اس کے ترک کی عادت گناہ اور بعض مستحب کہ کریں تو ثواب نہ کریں تو گناہ نہیں۔ (بہار شریعت ملخصا، حصہ 3، ص504 تا 507، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نماز کے مذکورہ طریقہ پر کچھ دلائل:

یوں تو ہم نے افعال نماز پر ان کے ابواب کے تحت تفصیلاً دلائل ذکر کر دیئے ہیں، یہاں تبرکاً چند حدیثیں ذکر کریں گے۔

(1) بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کی ایک جانب میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے نماز پڑھی، پھر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، فرمایا: وعلیک السلام، جاؤ نماز پڑھو کہ تمہاری نماز نہ ہوئی، وہ گئے اور نماز پڑھی پھر حاضر ہو کر سلام عرض کیا، فرمایا: وعلیک السلام، جاؤ نماز پڑھو کہ تمہاری نماز نہ ہوئی، تیسری بار یا اس کے بعد عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے تعلیم فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو، تو کامل وضو کرو، پھر قبلہ کی طرف مونھ کر کے اللہ اکبر کہو پھر قرآن پڑھو جتنا میسر آئے پھر رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع میں تمہیں اطمینان ہو، پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے، پھر اٹھو یہاں تک کہ بیٹھنے میں اطمینان ہو پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے پھر اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اسی طرح پوری نماز میں کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ... الخ، ج1، ص210)

(2) صحیح مسلم شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے اور ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ سے قراءت اور جب رکوع کرتے سر کو نہ اٹھائے ہوتے نہ جھکائے بلکہ متوسط حالت میں رکھتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، تو سجدہ کو نہ جاتے تاوقتیکہ سیدھے کھڑے نہ ہو لیں اور سجدہ سے اٹھ کر سجدہ نہ کرتے تاوقتیکہ سیدھے نہ بیٹھ لیں اور ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے اور بایاں پاؤں بچھاتے اور دہنا کھڑا رکھتے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے اور درندوں کی طرح کلائیاں بچھانے سے منع فرماتے (یعنی سجدے میں مردوں کو) اور سلام کے ساتھ نماز ختم کرتے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یجمع صفۃ الصلاۃ ... الخ، ج1، ص255)

(3) صحیح بخاری شریف میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ لوگوں کو حکم کیا جاتا کہ نماز میں مرد داہنا ہاتھ بائیں کلائی پر رکھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب وضع الیمنی علی الیسریٰ فی الصلاۃ، ج1، ص262)

(4) امام احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی اور پچھلی صف میں ایک شخص تھا، جس نے نماز میں کچھ کمی کی، جب سلام پھیرا تو اسے پکارا، اے فلاں! تو اللہ سے نہیں ڈرتا، کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے؟ تم یہ گمان کرتے ہو گے کہ جو تم کرتے ہو، اس میں سے کچھ مجھ پر پوشیدہ رہ جاتا ہو گا۔ خدا کی قسم! میں پیچھے سے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا سامنے سے۔

(المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، ج3، ص460)

اس حدیث شریف سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیکھنے کے لیے کسی چیز کا سامنے ہونا درکار نہیں کہ کوئی شے ادراک کے لیے حجاب نہیں۔

(5) ابوداود نے روایت کی کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا گیا کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مقام پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سکتہ فرمانا یاد کیا، ایک اس وقت جب تکبیر تحریمہ کہتے۔ دوسرا جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھ کر فارغ ہوتے، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تصدیق کی۔

("سنن أبي داود"، كتاب الصلاة، باب السكتة عند الافتتاح، ج1، ص301)

ترمذی وابن ماجہ ودارمی نے بھی اس کے مثل روایت کی۔ اس حدیث سے آمین کا آہستہ کہنا ثابت ہوتا ہے۔

(6) امام بُخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے، تو آمین کہو کہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہو، اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمين، ج1، ص275)

(7) صحیح مُسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب تم نماز پڑھو تو صفیں سیدھی کرلو، پھر تم میں سے جو کوئی امامت کرے، وہ جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے، تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دُعا قبول فرمائے گا اور جب وہ اللہ اکبر کہے اور رکوع میں آجائے، تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو کہ امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو یہ اس کا بدلہ ہو گیا اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہے تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو، اللہ تمہاری سُنے گا۔

(صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ج1، ص214)

(8) حضرت ابو ہریرہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی صحیح مُسلم میں ہے، جب امام قراءت کرے تو تم چُپ رہو۔

(صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ج1، ص215)

اس حدیث اور اس کے پہلے جو حدیث ہے دونوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے کہ اگر زور سے کہنا ہوتا

تو امام کے آمین کہنے کا پتہ اور موقع بتانے کی کیا حاجت ہوتی کہ جب وہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے، تو آمین کہو اور اس سے بہت صریح ترمذی کی روایت شعبہ سے ہے، وہ علقمہ سے وہ ابی وائل سے روایت کرتے ہیں، ((فَقَالَ اٰمِیْن وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَه)) آمین کہی اور اس میں آواز پست کی۔
(جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی التامین، ج1، ص285)

نیز حضرت ابو ہریرہ و قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہ کریں، بلکہ چپ رہیں اور یہی قرآن عظیم کا بھی ارشاد ہے کہ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو، اس امید پر کہ رحم کیے جاؤ۔
(پ9، سورۃ الاعراف، 204)

(9) ابوداود و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: امام تو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تم چپ رہو۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات ... الخ، باب اذا قرء الامام فانصتوا، ج1، ص461)

(10) ابوداود و ترمذی علقمہ سے راوی، کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کیا تمھیں وہ نماز نہ پڑھاؤں، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تھی؟ پھر نماز پڑھی اور ہاتھ نہ اٹھائے، مگر پہلی بار یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، ج1، ص292 ☆ جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع الا فی اول مرۃ، ج1، ص257)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھاتے پھر نہیں۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، ج1، ص292)

(11) دار قطنی و ابن عدی کی روایت انھیں سے ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، تو ان حضرات نے ہاتھ نہ اٹھائے، مگر نماز شروع کرتے وقت۔
(سنن الدار قطنی، کتاب الصلاۃ، باب ذکر التکبیر ورفع الیدین، ج1، ص399)

(12) مسلم و احمد حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کیا بات ہے؟ کہ تمھیں ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں، جیسے چنچل گھوڑے کی دُمیں، نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الامر بالسکون فی الصلاۃ ... الخ، ج1، ص229)

(13) ابوداود و امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ "سنت سے ہے کہ نماز میں ہاتھ پر ہاتھ ناف کے نیچے رکھے جائیں۔
(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ، ج1، ص293)

شرط اور فرض کی تعریف، نماز کی شرائط اور فرائض:

شرط وہ ہے کہ جس کے وجود پر کوئی شے موقوف ہو اور وہ شے کی ماہیت (حقیقت) سے خارج ہو۔

(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، ص81)

فرض وہ ہے جو کسی چیز کی ماہیت (حقیقت) میں شامل ہو۔ اسے رکن بھی کہتے ہیں۔

(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، ص81)

کسی شے کے شرط اور فرض دونوں اس کے لیے ضروری ہوتے ہیں، فرق یہ ہے کہ شرط شے سے باہر ہوتی ہے اور فرض اندر۔

(مراقی الفلاح، ص81)

صحت نماز کی چھ شرطیں ہیں: (1) طہارت (2) ستر عورت (3) استقبال قبلہ (4) وقت (5) نیت (6) تکبیر تحریمہ۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج2، ص89)

سات چیزیں نماز میں فرض ہیں: (1) تکبیر تحریمہ (2) قیام (3) قراءت (4) رکوع (5) سجدہ (6) قعدہ اخیرہ (7) خروج بصنعہ۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج2، ص158 تا 170)

نماز کے واجبات، سنن اور مستحبات:

نماز میں درج ذیل واجبات ہیں:

(1) تکبیر تحریمہ میں لفظ "اللّٰہ اکبر" کہنا (2) فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ باقی تمام نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا، سورت ملانا یا قرآن پاک کی ایک بڑی آیت جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا (3) الحمد شریف کا سورت سے پہلے پڑھنا (4) الحمد شریف اور سورت کے درمیان "آمین" اور "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم" کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھنا (5) قراءت کے بعد فوراً رکوع کرنا (6) ایک سجدے کے بعد بالترتیب دوسرا سجدہ کرنا (7) تعدیل ارکان یعنی رکوع، سجود، قومہ، جلسہ میں کم از کم ایک بار "سبحٰن اللّٰہ" کہنے کی مقدار ٹھہرنا (8) قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا (9) جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا (10) قعدۂ اولیٰ واجب ہے اگرچہ نفل نماز ہو (11) فرض، وتر اور سنتِ موءکدہ میں تَشَہُّد (یعنی التحیات) کے بعد کچھ نہ بڑھانا (12) دونوں قعدوں میں "تَشَہُّد" مکمل پڑھنا۔ اگر ایک لفظ بھی چھوٹا تو واجب ترک ہو جائے گا اور سجدۂ سہو واجب ہوگا (13) فرض، وتر اور سنتِ مؤکَّدہ کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد اگر بے خیالی میں "اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد یا اللّٰھمّ صلّ علیٰ سیّدنا" کہہ لیا تو سجدۂ سہو

واجب ہو گیا اور اگر جان بوجھ کر کہا تو نماز لوٹانا واجب ہے (14) دونوں طرف سلام پھیرتے وقت لفظ "اَلسَّـــلامُ" دونوں بار واجب ہے۔ لفظ "عَـلَيــكُـم" واجب نہیں بلکہ سنّت ہے (15) وتر میں تکبیرِ قُنوت کہنا (16) وتر میں دعائے قُنوت پڑھنا (17) عیدَین کی چھ تکبیریں (18) عیدین میں دوسری رکعت کی تکبیرِ رُکوع اور اِس تکبیر کیلئے لفظِ "اَللّٰــہ اکبـر" ہونا (19) جہری نماز مثلاً مغرب وعشاء کی پہلی اور دوسری رکعت اور فجر، جُمُعَہ، عیدین، تراویح اور رمضان شریف کے وِتر کی ہر رکعت میں امام کو جَہر (یعنی بلند آواز کہ کم از کم تین آدمی سُن سکیں) سے قراءت کرنا (20) غیر جَہری نماز (مثلاً ظہر وعصر) میں آہستہ قراءت کرنا (21) ہر فرض وواجب کا اُس کی جگہ ہونا (22) رکوع ہر رکعت میں ایک ہی بار کرنا (23) سجدہ ہر رکعت میں دو ہی بار کرنا (24) دوسری رکعت سے پہلے قعدہ نہ کرنا (25) چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر قعدہ نہ کرنا (26) آیتِ سجدہ پڑھی ہو تو سجدۂ تلاوت کرنا (27) سجدۂ سہو واجب ہوا ہو تو سجدۂ سہو کرنا (28) دو فرض یا دو واجب یا فرض وواجب کے درمیان تین تسبیح کی قدر (یعنی تین بار "سُبحٰـــن اللّٰــہ" کہنے کی مقدار) وقفہ نہ ہونا (29) امام جب قراءت کرے خواہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ آواز سے مقتدی کا چُپ رہنا۔ (30) قِرَاءَ تْ کے سوا تمام واجبات میں امام کی پیروی کرنا۔

(ملخصاً من الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، مطلب واجبات الصلاۃ، ج2، ص184 تا 203 ☆ بہارِ شریعت ملخصاً، حصہ 3، ص517 تا 519)

نماز کی سنتیں درج ذیل ہیں:

(1) تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا (2) تحریمہ کے وقت ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر چھوڑنا۔ یعنی نہ بالکل ملائے نہ بہ تکلف کشادہ رکھے بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دے (3) تحریمہ کے وقت ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ کا قبلہ رُو ہونا (4) بوقتِ تکبیر سر نہ جھکانا (5) تکبیر سے پہلے ہاتھ اٹھانا یو ہیں تکبیرِ قنوت وتکبیراتِ عیدین میں کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہے اور ان کے علاوہ کسی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں۔ عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ (6) امام کا بلند آواز سے اللّٰہ اکبر، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور سلام کہنا جس قدر بلند آواز کی حاجت ہو اور بلا حاجت بہت زیادہ بلند آواز کرنا مکروہ ہے۔ (7) بعد تکبیر فوراً ہاتھ باندھ لینا یوں کہ مرد ناف کے نیچے دہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کلائی کے جوڑ پر رکھے، چھنگلیا اور انگوٹھا کلائی کے اغل بغل رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے اور عورت وخنثیٰ بائیں ہتھیلی سینہ پر چھاتی کے نیچے رکھ کر اس کی پشت پر دہنی ہتھیلی رکھے۔ (8) ثنا، تعوذ، تسمیہ، آمین کہنا اور ان سب کا آہستہ ہونا (9) پہلے ثنا پڑھے پھر تعوذ پھر تسمیہ پڑھنا اور ہر ایک کے بعد دوسرے کو فوراً پڑھے، وقفہ نہ کرے (10) تحریمہ کے بعد فوراً ثنا پڑھے اور ثنا میں وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ غیر جنازہ میں نہ پڑھے اور دیگر اذکار جو احادیث میں وارد ہیں، وہ سب نفل کے لیے ہیں۔ (11) رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہنا اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور انگلیاں خوب کھلی رکھنا، یہ حکم مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے سنت گھٹنوں پر

ہاتھ رکھنا اور انگلیاں کشادہ نہ کرنا ہے آج کل اکثر مرد رکوع میں محض ہاتھ رکھ دیتے اور انگلیاں ملا کر رکھتے ہیں یہ خلاف سنت ہے ۔(12) حالت رکوع میں ٹانگیں سیدھی ہونا، اکثر لوگ کمان کی طرح ٹیڑھی کر لیتے ہیں یہ مکروہ ہے۔(13) رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا۔(14) رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھے یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے، تو ٹھہر جائے۔ عورت رکوع میں تھوڑا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے۔(15) رکوع سے جب اٹھے، تو ہاتھ نہ باندھے لٹکا ہوا چھوڑ دے۔(16) رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَہ کہنا اور مقتدی کے لیے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔(17) سجدہ کے لیے اور سجدہ سے اٹھنے کے لیے اللہ اکبر کہنا (18) سجدہ میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا (19) سجدہ میں ہاتھ کا زمین پر رکھنا (20) سجدہ میں جائے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور جب سجدہ سے اٹھے تو اس کا عکس کرے یعنی پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے۔(21) مرد کے لیے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ بازو کروٹوں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے اور کلائیاں زمین پر نہ بچھائے، مگر جب صف میں ہو تو بازو کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے۔ (22) عورت سمٹ کر سجدہ کرے، یعنی بازو کروٹوں سے ملا دے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے۔(23) دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے اور اگر کسی عذر سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو، تو پہلے داہنا رکھے پھر بایاں۔(24) سجدوں میں انگلیاں قبلہ رُو ہونا، (25) ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہونا۔(26) سجدہ میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا سنت ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب اور دسوں کا قبلہ رُو ہونا سُنت۔(27) جب دونوں سجدے کر لے تو اگلی رکعت کے لیے پنجوں کے بل، گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اُٹھے، یہ سُنت ہے، ہاں کمزوری وغیرہ عذر کے سبب اگر زمین پر ہاتھ رکھ کر اُٹھا جب بھی حرج نہیں۔ (28) دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر، دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور داہنا قدم کھڑا رکھنا، اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ کرنا یہ مرد کے لیے ہے اور عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے، اور بائیں سرین پر بیٹھے (29) داہنا ہاتھ داہنی ران پر رکھنا، اور بایاں بائیں پر اور انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا کہ نہ کھلی ہوئی ہوں، نہ ملی ہوئی، اور انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہونا، گھٹنے پکڑنا نہ چاہیے۔(30) شہادت پر اشارہ کرنا، یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو بند کر لے، انگوٹھے اور بیچ کی اُنگلی کا حلقہ باندھے اور لَا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور اِلَّا پر رکھ دے اور سب اُنگلیاں سیدھی کر لے۔(31) قعدہ اُولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے اُٹھے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اُٹھے، بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر، ہاں اگر عذر ہے تو حرج نہیں۔(32) تشہد کے بعد دوسرے قعدہ میں دُرود شریف پڑھنا اور افضل وہ دُرود ہے، جو نماز کے طریقہ میں مذکور ہوا۔(33) اور نوافل کے قعدہ اُولیٰ میں بھی مسنون ہے۔(34) مقتدی کے تمام انتقالات امام کے ساتھ ساتھ ہونا۔(35)

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ دوبار کہنا، پہلے دائنی طرف پھر بائیں طرف۔(36) سلام کے بعد سُنّت یہ ہے کہ امام دہنے بائیں کو انحراف کرے اور دائنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی مونھ کر کے بیٹھ سکتا ہے، جب کہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگر چہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔

(ملخص از الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، مطلب فی قولھم الإساءۃ دون الکراھۃ، ج2، ص208 تا 300 ☆ الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ، الفصل الثالث، ج1، ص72 تا 77 ☆ غنیۃ المتملی، صفۃ الصلاۃ، ص300 تا 343 ☆ بہار شریعت، حصہ 3، ص520 تا 537)

نماز کے مستحبات درج ذیل ہیں:

(1) حالت قیام میں موضع سجدہ کی طرف نظر کرنا۔(2) رکوع میں پُشت قدم کی طرف۔(3) سجدہ میں ناک کی طرف۔(4) قعدہ میں گود کی طرف۔(5) پہلے سلام میں داہنے شانہ کی طرف۔(6) دوسرے میں بائیں کی طرف۔(7) جماہی آئے تو منہ بند کیے رہنا اور نہ رُکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائے اور اس سے بھی نہ رُکے تو قیام میں داہنے ہاتھ کی پُشت سے مونھ ڈھانک لے اور غیر قیام میں بائیں کی پُشت سے یا دونوں میں آستین سے اور بلا ضرورت ہاتھ یا کپڑے سے مونھ ڈھانکنا، مکروہ ہے۔ جماہی روکنے کا مجرب طریقہ یہ ہے کہ دل میں خیال کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جماہی نہیں آتی تھی۔(8) مرد کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کپڑے سے باہر نکالنا۔(9) عورت کے لیے کپڑے کے اندر بہتر ہے۔(10) جہاں تک ممکن ہو کھانسی دفعہ کرنا۔(11) جب مکبّر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو امام و مقتدی سب کا کھڑے ہو جانا۔(12) جب مکبّر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہہ لے تو نماز شروع کر سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اقامت پوری ہونے پر شروع کرے۔(13) دونوں پنجوں کے درمیان، قیام میں چار اُنگل کا فاصلہ ہونا۔(14) مقتدی کو امام کے ساتھ شروع کرنا۔(15) سجدہ کا زمین پر بلا حائل ہونا۔

(الدر المختار ورد المحتار ملخصا، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج، ص214 تا 216)

مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق:

عورتوں کی نماز میں مردوں کی نماز سے چند طرح کا فرق ہے:

(1) عورتیں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں اور چادر سے باہر نہ نکالیں۔

(2) قیام میں الٹی ہتھیلی سینے پر رکھ کر اسکے اوپر سیدھی ہتھیلی رکھیں۔

(3) رکوع میں تھوڑا جھکیں یعنی اتنا کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دیں، زور نہ دیں اور گھٹنوں کو نہ پکڑیں اور انگلیاں ملی ہوئی اور پاؤں جھکے ہوئے رکھیں، مردوں کی خوب سیدھے نہ کریں۔

(4) سجدہ سمٹ کر کریں یعنی بازو کروٹوں سے پیٹ ران سے، ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملا دیں اور دونوں پاؤں پیچھے نکال دیں۔

(5) اور قعدے میں دونوں پاؤں سیدھی طرف نکال دیں اور الٹی سرین پر بیٹھ جائیں اور سیدھا ہاتھ سیدھی ران کے بیچ میں اور الٹا ہاتھ الٹی ران کے بیچ میں رکھیں۔

(البحر الرائق ملخصا، ج1، ص561، دار الکتب العلمیہ، بیروت ☆ بہار شریعت ملخصا وملتقطا، ج3، ص521 تا 530، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عورتیں کے افعال نماز پر دلائل:

(1) عورتوں کے سینے تک ہاتھ اٹھانے کے بارے میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((یَا وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ إِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا)) ترجمہ: اے وائل بن حجر! جب تو نماز پڑھے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر کر اور عورت سینے کے برابر کرے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ام یحیی بنت عبد الجبار بن وائل بن حجر، ج22، ص19، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ ☆ کنز العمال، ج7، ص431، مکتبہ شاملہ ☆ مجمع الزوائد رفع یدین فی الصلوۃ ج2، ص103، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

حضرت عبد ربہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَرْفَعُ كَفَّيْهَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهَا حِينَ تَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ)) ترجمہ: میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ نماز کے شروع میں کندھوں تک ہاتھ اٹھاتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، فی المرءۃ اذا افتتحت الصلاۃ الخ، ج1، ص216، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(2) عورتوں کے سمٹ کر سجدہ کرنے کے بارے میں امام ابو داؤد نے المراسیل میں حضرت یزید بن ابی حبیب سے روایت کیا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ: إِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِي ذَلِكَ كَالرَّجُلِ)) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو عورتوں کے پاس سے گزر ہوا جو نماز پڑھ رہیں تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ اس مسئلہ میں عورت کا حکم مرد کی طرح نہیں ہے۔

(کتاب المراسیل لابی داود، ج1، ص117، موسسۃ الرسالہ، بیروت ☆ السنن الکبری للبیہقی، باب من ذکر صلاۃ الخ، ج2، ص315، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَةُ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَتْ فَخِذَهَا عَلَى فَخِذِهَا الْأُخْرَى، وَإِذَا سَجَدَتْ أَلْصَقَتْ بَطْنَهَا فِي فَخِذِهَا كَأَسْتَرِ مَا يَكُونُ لَهَا فَإِنَّ

اللّٰہَ یَنْظُرُ اِلَیْھَا وَیَقُوْلُ یَا مَلَائِکَتِیْ اُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھَا)) ترجمہ: جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ران کے اوپر ران رکھ کر بیٹھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کی بخشش کر دی ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال، الحکم بن عبد اللہ ابو مطیع البلخی، ج2، ص501، الکتب العلمیہ، بیروت ☆ کنز العمال، الباب الرابع فی صلاۃ المسافر، ج7، ص549، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(3) تورک (یعنی دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر سرین پر بیٹھنے) کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَۃُ فِی الصَّلَاۃِ وَضَعَتْ فَخِذَھَا عَلٰی فَخِذِھَا الْاُخْرٰی، وَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَھَا فِیْ فَخِذِھَا کَاَسْتَرِ مَا یَکُوْنُ لَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ یَنْظُرُ اِلَیْھَا وَیَقُوْلُ یَا مَلَائِکَتِیْ اُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھَا)) ترجمہ: جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ران کے اوپر ران رکھ کر بیٹھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کی بخشش کر دی ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال، الحکم بن عبد اللہ ابو مطیع البلخی، ج2، ص501، الکتب العلمیہ، بیروت ☆ کنز العمال، الباب الرابع فی صلاۃ المسافر، ج7، ص549، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَۃُ فَلْتَحْتَفِزْ)) ترجمہ: جب عورت نماز پڑھے تو سرین کے بل بیٹھے۔

(الصحاح، حفز، ج3، ص874، مطبوعہ دار العلم للملایین، بیروت ☆ المغنی لابن قدامہ، مسئلۃ یشبہ فی حق المراۃ من احکام الصلاۃ الخ، ج1، ص403، مکتبۃ القاہرہ)

(4) عورتوں کے سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل کے بارے میں امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک فارسی فتوی کا خلاصہ درج ذیل ہے:

عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں، اس مسئلہ پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے علماء کے جم غفیر نے یہ بات اپنی اپنی کتب میں بغیر اختلاف کے نقل کی ہے.... اور حدیث میں اگر یہ نہیں آیا کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے تو یہ بھی نہیں آیا کہ عورت سینے پر ہاتھ نہ باندھے.... میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سہارے پر کہتا ہوں اور اس مسئلہ کو مستند احادیث سے ثابت کرنے کے رنگ میں پیش کرتا ہوں تقریر اسکی یہ ہے کہ ہاتھ کہاں رکھے جائیں؟ اس سلسلہ میں سیدنا عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو صورتیں مروی ہیں، ایک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی، اس سلسلہ میں متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں، ان ہی میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے امام ابو بکر ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا، حضرت وائل فرماتے ہیں: ((رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی صلاۃ تحت السرۃ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔ امام علامہ قاسم ابن قطلوبغا حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: سندہ جید ورواتہ کلھم ثقات،

اس حدیث کی سند بہت اچھی ہے اور اس کے تمام راوی قابلِ بھروسہ ہیں اور دوسری حدیث سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ہے جسے امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور حدیث بھی حضرت وائل سے ہی روایت ہے، وہ کہتے ہیں:((صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسریٰ علی صدرہ)) ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر سینے پر رکھا، ان دونوں حدیثوں کی تاریخ معلوم نہیں کہ کون سی حدیث پہلے کی ہے اور کون سی حدیث بعد کی، لیکن دونوں حدیثیں مستند اور مقبول ہیں، مجبوراً ایک کو ترجیح دینا پڑھی، ہم دیکھتے ہیں کہ نماز کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر دلالت کرتے ہیں اور ان دونوں صورتوں میں زیادہ تعظیم اس میں ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں جائیں تو مردوں کے سلسلہ میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث کو ترجیح دی گئی اور عورتوں کے سلسلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ شریعتِ مطہرہ نے عورتوں کو زیادہ سے زیادہ پردہ میں ہونا پسند ہے جیسا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں فرمایا:((خیر صفوف الرجال اولھا وشرھا أخرھا وخیر صفوف النساء أخرھا وشر ھا اولھا اخرجہ الستہ الاالبخاری عن ابی ھریرۃ)) ترجمہ: مردوں کی پہلی صف سب سے افضل ہے اور آخری سب سے کم تر اور عورتوں کی آخری صف سب سے افضل اور اول سب سے کمتر۔ اس حدیث پاک کو کتب ستہ میں بخاری کے علاوہ سب نے روایت کیا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:((صلاۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا)) ترجمہ: عورت کا دالان میں نماز پڑھنا صحن میں پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:((اخروھن من حیث اخرھن اللہ اخرجہ عبدالرزاق فی المصنف)) ترجمہ: صفوں میں عورتوں کو پیچھے کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے کیا ہے۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں ذکر کیا، ابوداؤد نے المراسیل میں یزید بن حبیب سے روایت کیا:((ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی بعض الارض فان المرأۃ لیست فی ذالک کرجل)) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہیں تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملالیا کرو کیونکہ اس مسئلہ میں عورت کا حکم مرد کی طرح نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:((اِذَا صَلَّتُ الْمَرْأَۃُ فَلْتَحْتَفِزْ)) جب عورت نماز پڑھے تو سرین کے بل بیٹھے (المغنی) مصنف عبدالرزاق میں ہے:((ان عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کانت تؤم النساء فی الشھر رمضان فتوم وسطا)) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا رمضان کے مہینے میں عورتوں کی امامت فرماتی تھیں اور درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ عورت چھپانے کی چیز ہے اور اس کے کاموں میں بھی پردہ کا خیال رکھا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ عورت کا سینے پر ہاتھ باندھنے میں زیادہ پردہ ہے اور حیا کے بھی زیادہ قریب ہے، اور ان کی

تعظیم بھی ستر اور پردہ ہی سے ہے کیونکہ مقولہ ہے: "تعظیم ادب سے ہے اور ادب حیا سے ہے اور حیا پردے سے ہے" لہٰذا ان تمام احادیث کی روشنی میں عورتوں کے زیادہ لائق یہی ہے کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث پر عمل کریں کیونکہ یہ دونوں مسئلے احادیث سے ثابت ہیں، اس کی مثال قعدے میں بیٹھنے کا مسئلہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قعدے میں دو طرح بیٹھنا ثابت ہے، ایک سیدھے پیر کو کھڑا کرنا اور الٹے پیر پر بیٹھنا، دوسرا سرین کے بل بیٹھنا، ہمارے علماء نے مردوں کے لئے پہلی صورت کو اختیار کیا اس لئے کہ اس میں زیادہ مشقت ہے اور جتنی مشقت زیادہ اتنا ثواب بھی زیادہ۔ اور عورتوں کے لئے دوسری صورت کو اختیار کیا اس لئے کہ اس میں زیادہ پردہ ہے اور وہ شرعاً مطلوب ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص144 تا 149، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر 223

بَابُ مَا جَاءَ فِي القِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ

فجر کی نماز میں قراءت کا بیان

306- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرٍ، وَسُفْيَانَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ، عَنْ عَمِّهِ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَقْرَأُ فِي الفَجْرِ: وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى، وَفِي البَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، وَأَبِي بَرْزَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، قال ابوعيسى: حَدِيثُ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الصُّبْحِ بِالوَاقِعَةِ، وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الفَجْرِ مِنْ سِتِّينَ آيَةً إِلَى مِائَةٍ، وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ "قَرَأَ: إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى: أَنْ اقْرَأْ فِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ المُفَصَّلِ، قال ابوعيسى: وَعَلَى هَذَا العَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ المُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں "وَالنَّخْلَ بَاسِقٰتٍ" پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اس باب میں حضرت عمرو بن حُریث، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت عبداللہ بن سائب، حضرت ابو برزہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: قطبہ بن مالک کی حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فجر کی نماز میں سورۂ واقعہ پڑھی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ فجر کی نماز میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ "اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" کا پڑھنا بھی منقول ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ کو خط لکھا کہ صبح کی نماز میں طوالِ مفصل (سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک) کے ساتھ تلاوت کیا کرو۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: علما کا اس پر عمل ہے۔ امام سفیان ثوری، امام عبداللہ ابن مبارک اور امام شافعی کا بھی یہ ہی قول ہے۔

تخریج حدیث306: (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ فی الصبح، حدیث457، ج1، ص337، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءۃ فی الصبح، حدیث 950، ج2، ص 157، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب القراءۃ فی صلوۃ الفجر، حدیث816، ج1، ص268، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

باب نمبر 224

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

نمازِ ظہر اور عصر کی قراءت کا بیان

307-حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ :أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ، وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، وَشِبْهِهِمَا، وَفِي البَابِ عَنْ خَبَّابٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَالبَرَاءِ ،قال ابوعيسىٰ :حَدِيثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صحيح وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الظُّهْرِ قَدْرَ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى :أَنْ اقْرَأْ فِي الظُّهْرِ بِأَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ، "وَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ أَنَّ القِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ العَصْرِ كَنَحْوِ القِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ المَغْرِبِ :يَقْرَأُ بِقِصَارِ المُفَصَّلِ "وَرُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ : تَعْدِلُ صَلَاةُ العَصْرِ بِصَلَاةِ المَغْرِبِ فِي القِرَاءَةِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں "وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ "(سورۃ البروج) اور "وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ" (سورۃ الطارق) اور ان کی مثل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اس باب میں حضرت خباب، حضرت ابو سعید، حضرت ابو قتادہ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت براء رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اور منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں "تنزیل السجدۃ" کی مقدار قراءت فرمائی۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ ظہر کی پہلی رکعت میں تیس آیات اور دوسری رکعت میں پندرہ آیات کی بقدر قراءت فرماتے۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو مکتوب لکھا کہ ظہر کی نماز میں اوساطِ مفصل (سورۂ بروج سے لم یکن الذین تک) کی تلاوت کیا کریں۔ اور بعض علما کی رائے یہ ہے کہ نمازِ عصر کی قراءت نمازِ مغرب کی قراءت کی مانند ہے (یعنی) قصارِ مفصل (لم یکن الذین سے سورۂ ناس تک) پڑھا کرے۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قراءت کے اعتبار سے عصر کی نماز، مغرب کی نماز کے برابر ہے۔

وَقَالَ إِبْرَاہِيمُ :تُضَاعَفُ صَلَاةُ الظُّهْرِ عَلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ فِي الْقِرَاءَةِ أَرْبَعَ مِرَارٍ
مزید فرمایا: ظہر کی قراءت، عصر کی قراءت سے چار گنا زیادہ ہے۔

تخریج حدیث 307: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب قدر القراءۃ فی صلوۃ الظہر والعصر، حدیث 805، ج 1، ص 213، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءۃ فی الرکعتین الاولیین، حدیث 979، ج 2، ص 166، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

باب نمبر 225

بَابُ فِی الْقِرَاءَۃِ فِی الْمَغْرِبِ

مغرب کی قراءت کا بیان

308-حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ الْفَضْلِ، قَالَتْ :خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَاصِبٌ رَأْسَهُ فِي مَرَضِهِ، " فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، فَقَرَأَ :بِالْمُرْسَلَاتِ ، فَمَا صَلَّاهَا بَعْدُ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ،قال ابوعيسیٰ : حَدِيثُ أُمِّ الْفَضْلِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالْأَعْرَافِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ "وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى :أَنْ اقْرَأْ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَرُوِيَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ،قال ابوعيسیٰ : وَعَلَى هَذَا الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ،وَإِسْحَاقُ، وقَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ محترمہ حضرت ام الفضل سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی حالت میں سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور مغرب کی نماز پڑھائی اور (اُس میں) سورۃ المرسلات کی تلاوت فرمائی اور اس کے بعد آپ نے یہ نماز نہ پڑھائی حتیٰ کہ اللہ عزوجل سے جا ملے۔ اس باب میں حضرت جبیر بن مطعم، حضرت ابن عمر، حضرت ابوایوب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا: حضرت ام الفضل کی حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی دونوں رکعتوں میں سورۂ اعراف کی تلاوت فرمائی۔ مزید یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل (لم یکن الذین سے سورۃ الناس تک) پڑھا کرو۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز میں قصار مفصل کی تلاوت فرمائی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام عبداللہ ابن مبارک، امام احمد اور امام

الشَّافِعِيُّ: وَذَكَرَ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ: كَرِهَ أَنْ يُقْرَأَ فِي صَلَاةِ المَغْرِبِ بِالسُّوَرِ الطِّوَالِ نَحْوَ الطُّورِ، وَالمُرْسَلَاتِ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا أَكْرَهُ ذَلِكَ بَلْ أَسْتَحِبُّ أَنْ يُقْرَأَ بِهَذِهِ السُّوَرِ فِي صَلَاةِ المَغْرِبِ

اسحاق اسی کے قائل ہیں۔امام شافعی فرماتے ہیں: امام مالک کے حوالہ سے منقول ہوا کہ مغرب کی نماز میں لمبی سورتیں جیسے سورۂ طوراور سورۂ مرسلات پڑھنا مکروہ ہے، (امام شافعی فرماتے ہیں) میں اس کو مکروہ نہیں سمجھتا بلکہ میرے نزدیک مغرب کی نماز میں ان سورتوں کو پڑھنا مستحب ہے۔

تخریج حدیث303: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب القراءۃ فی المغرب، حدیث763، ج1، ص152، دار طوق النجاۃ ☆سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب قدر القراءۃ فی المغرب، حدیث810، ج1، ص214، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءۃ فی المغرب بالمرسلت، حدیث985، ج2، ص168، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

باب نمبر 226

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ

نمازِ عشا کی قراءت کا بیان

309 - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا، وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ، وَفِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ ابوعيسىٰ: حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَرُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِسُوَرٍ مِنْ أَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ نَحْوِ سُورَةِ الْمُنَافِقِينَ، وَأَشْبَاهِهَا، وَرُوِيَ عَنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ: أَنَّهُمْ قَرَأُوا بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا وَأَقَلَّ، كَأَنَّ الْأَمْرَ عِنْدَهُمْ وَاسِعٌ فِي هَذَا، وَأَحْسَنُ شَيْءٍ فِي ذَلِكَ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا، وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ"

حدیث: حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز میں "وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰھَا" اور اس کی مثل دیگر سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت موجود ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث "حسن" ہے۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے عشا کی نماز میں سورت "وَالتِّیْنِ وَ الزَّیْتُوْنِ" کی تلاوت فرمائی۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ عشا کی نماز میں اَوساطِ مفصل کی سورتوں مثلاً سورۂ منافقون وغیرہ سورتوں میں سے پڑھتے تھے۔ اور صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے متعلق اس سے کم یا زیادہ پڑھنا منقول ہے گویا اُن کے نزدیک اس معاملہ میں گنجائش ہے۔

اور اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اَحسن قول مروی ہے وہ یہ ہے کہ آپ "وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰھَا" اور "وَالتِّیْنِ وَ الزَّیْتُوْنِ" پڑھا کرتے تھے۔

310- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ

ثَابِتٍ، عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ، :وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز میں سورہ "وَالتِّينِ وَ الزَّيْتُونِ" پڑھی۔ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

تخریج حدیث 309:(سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءۃ فی العشاء الآخرۃ، حدیث 999، ج 2، ص 173، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

تخریج حدیث 310:(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب القراءۃ فی العشاء، حدیث 767، ج 1، ص 153، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ فی العشاء، حدیث 464، ج 1، ص 339، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب القراءۃ فی صلوۃ العشاء، حدیث 834، ج 1، ص 272، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

"مفصل" کی وجہ تسمیہ:

احناف کے نزدیک سورۂ حجرات سے آخر تک قرآن مجید کو مفصل کہتے ہیں، ان کے مفصل کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن بطال علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

اس حصہ میں سورتوں اور فصول کی کثرت کی بنا پر اس کا نام مفصل رکھا گیا ہے یہ بات حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور کہا گیا کہ اس حصہ کا نام محکم بھی ہے کیونکہ اس کے اکثر حصہ میں کوئی نسخ موجود نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب تعلیم الصبیان، ج10، ص269، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حصہ کو سورتوں کے چھوٹا ہونے اور ان کے آپس کے فاصلے کے کم ہونے کی بنا پر مفصل کہا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری، باب تالیف القرآن، ج20، ص22، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

طوال، اوساط اور قصار مفصل:

اور میرک نے ازھار سے نقل کرتے ہوئے کہا: مفصل کے اول میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ "سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" سے اس کی ابتدا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ "سورہ فتح" سے اور ایک قول میں "سورہ حجرات" سے اس کی ابتدا ہے اور یہی آخری قول زیادہ مشہور ہے، اھ۔ اور شرح منیۃ میں ہے: طوال مفصل "سورہ حجرات" سے " سورہ بروج" تک ہے اور اوساط مفصل "سورہ بروج" سے "سورہ لم یکن" تک ہے اور قصارِ مفصل "سورہ لم یکن" سے لے کر آخر قرآن تک ہے اسی پر جمہور علما ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب القراءۃ فی

الصلاۃ، ج2، ص699، دار الفکر، بیروت)

مفصل کا ملنا خاصہ ہے:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مفصل کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا ہے، حدیث ابی نعیم میں ہے: ((وَأُعْطِيتُ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كُنُوزِ الْعَرْشِ وَخُصِّصْتُ بِهِ دُونَ الْأَنْبِيَاءِ وَأُعْطِيتُ الْمَثَانِي مَكَانَ التَّوْرَاةِ

وَالْمَئِين مَكَانَ الْاِنْجِيلِ وَالْخَوَاتِيمَ مَكَانَ الزَّبُورِ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ وَالْمُرَادُ بِالْمَثَانِي الْفَاتِحَة)) ترجمہ:اور مجھے سورہ بقرہ کی آخری آیات عرش کے خزانوں سے عطا کی گئیں ہیں اور انبیاء میں سے مجھے ہی اس کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور مجھے تورات کی جگہ سبع مثانی عطا کی گئی ہے اور انجیل کی جگہ مئین عطا کی گئی ہے اور زبور کی جگہ خواتیم عطا کی گئی ہے اور مجھے مفصل عطا کر کے فضیلت دی گئی ہے اور مثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح،باب القراءۃ فی الصلاۃ،ج2،ص707،دارالفکر،بیروت)

مزید ایک حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اور بے شک ہر شے کا ایک لباب ہے)) یعنی خلاصہ ہے جو کہ اس شے سے مقصود ہوتا ہے۔ **((اور بے شک قرآن کا خلاصہ "مفصل" ہے))** کیونکہ اس میں اس کے علاوہ کلام کے اجمال کے تفصیل بیان کی گئی ہے اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس اعتبار سے کہ "مفصل" کے علاوہ قرآن کے دوسرے حصہ کو سابقہ کتب سے ایک گونہ مشابہت حاصل ہے بخلاف مفصل کے جیسا کہ اس حدیث نے بھی اس بات کو بیان فرمایا ((اور مجھے مفصل نفل عطا کی گئی)) یعنی باقی سابقہ کتب پر زائد جیسا کہ حدیث کے اول میں اس کی صراحت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح،کتاب فضائل القرآن،ج4،ص1491،دارالفکر،بیروت)

مختلف نمازوں میں کم اور زیادہ قراءت کی حکمتیں:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

علما فرماتے ہیں: صبح اور ظہر کی نماز میں قراءت کو طویل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں رات کے آخر میں سونے اور قیلولہ میں سونے کی وجہ سے غفلت کے اوقات میں ہیں پس ان میں امام قراءت کو طویل کرے گا تا کہ غفلت وغیرہ کی بنا پر پیچھے رہ جانے والا بھی ان دونوں نمازوں کو پالے اور عصر کی نماز کا معاملہ اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ مزدور لوگوں کی تھکاوٹ کے وقت میں ادا کی جاتی ہے لہٰذا اس میں تخفیف رکھی گئی اور مغرب کم وقت والی نماز ہے لہٰذا اس وجہ سے اور اپنے روزہ داروں اور مہمانوں کو کھانا کھلانے کی حاجت کی وجہ سے اس میں تخفیف کی زیادہ حاجت ہے اور عشاء کی نماز نیند اور اونگھ کے غلبہ کے وقت ہے لیکن اس کا وقت وسیع ہے لہٰذا یہ عصر کے مشابہ ہوگئی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(شرح النووی علی مسلم،باب القراءۃ فی الظہر،ج4،ص174,175،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

اور اس بات کا احتمال ہے کہ نمازوں میں قراءت کی مقداروں میں اختلاف لوگوں کے احوال کے مختلف ہونے کی وجہ

سے ہو پس فجر کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے تو اس میں قراءت کو لمبا کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کی جماعت فوت نہ ہو اور اسی طرح گرمیوں میں ظہر کا وقت کیونکہ لوگ اس وقت میں قیلولہ کرتے ہیں اور عصر کا وقت لوگوں کے اپنے گھروں کو پلٹنے کا وقت ہے لہذا اس میں فجر اور ظہر کی بہ نسبت قراءت میں کمی ہے اور اسی طرح عشاء کا وقت لوگوں کے نیند پر عزم کا وقت ہے تو یہ عصر کی طرح ہو گیا اور وقت مغرب لوگوں کے کھانے پر عزم کا وقت ہے لہذا لوگوں کے خصوصا روزہ داروں کے کھانے سے صبر کی قلت کی بنا پر اس میں قراءت کو کم کیا گیا۔ (بدائع الصنائع، واما القدر المستحب من القراءۃ الخ، ج1، ص206، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

نمازِ مغرب میں "سورۃ المرسلات" پڑھنا بیانِ جواز کے لیے:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

حضرت سیدتنا ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِ (وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا)) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں "سورہ مرسلات" کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ یعنی کبھی کبھی بیانِ جواز کے لئے ایسا ہوتا تھا ورنہ اس میں قصارِ مفصل کی قراءت کرنا ہی مستحب ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب القراءۃ فی الصلاۃ، ج2، ص690، دار الفکر، بیروت)

پانچوں نمازوں میں قراءت، مذاہب ائمہ:

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

اور نماز فجر میں سورۂ فاتحہ کے بعد طوال مفصل سے ایک سورت کی قراءت کرنا مسنون ہے اور نمازِ مغرب میں قصارِ مفصل سے اور اس کے علاوہ تمام نمازوں میں اوساطِ مفصل سے تلاوت کرنا مسنون ہے۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صفۃ الصلاۃ، ج1، ص248,249، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابراہیم بن محمد ابن مفلح حنبلی (متوفی 884ھ) فرماتے ہیں:

(صبح کی نماز میں طوال مفصل سے قراءت ہوگی) اور اس کی ابتدا سورۂ قاف سے ہے اور فنون میں ہے کہ سورۂ حجرات سے ہے اور کہا گیا کہ سورۂ قتال سے اور کہا گیا ۔ سورۂ والضحی سے ہے اور یہ آخری قول غریب ہے۔ **(اور مغرب میں قصار مفصل سے اور باقی نمازوں میں اوساط مفصل سے قراءت ہوگی)** اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سلیمان بن یسار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: ((مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ

قَالَ سُلَیْمَانُ:فَصَلَّیْتُ خَلْفَهُ فَكَانَ یَقْرَأُ فِی الْغَدَاةِ بِطُوَالِ الْمُفَصَّلِ وَفِی الْمَغْرِبِ بِقِصَارِهِ وَفِی الْعِشَاءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ)) ترجمہ: میں نے فلاں سے زیادہ کسی کو بھی نماز میں رسول اللہ کے مشابہ نہیں دیکھا۔ تو حضرت سلیمان فرماتے ہیں: پس میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ فجر کی نماز میں طوال مفصل سے قراءت فرمایا کرتے تھے اور مغرب میں قصارِ مفصل سے اور عشاء میں اوساطِ مفصل سے۔ (مسند احمد، سنن نسائی) یہ الفاظ سنن نسائی کے ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اور اگر قراءت میں امام اس کا خلاف کرے تو جماعتِ علما کے کلام سے ظاہر یہی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور "واضح" میں مغرب کی نماز کے متعلق تو اس بات کی تصریح ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کوئی عذر نہ ہو اور اگر کوئی عذر ہو تو اس سے بھی چھوٹی سورت کی تلاوت مکروہ نہیں جیسا کہ مرض اور سفر وغیرہما۔ اور اگر کوئی عذر نہ ہو تو فجر میں قصارِ مفصل کی تلاوت مکروہ ہے لیکن مغرب میں طوال مفصل کی قراءت مکروہ نہیں ان دونوں باتوں پر نص کی گئی ہے۔ (المبدع فی شرح المقنع، قراءۃ سورۃ بعد الفاتحۃ، ج 1، ص 391، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

اور مستحب ہے کہ صبح کی نماز میں طوالِ مفصل سے قراءت کرے اس حدیث کی وجہ سے: ((أن النبی صلی الله علیه وسلم قرأ فیها بالواقعة)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سورہ واقعہ کی تلاوت فرمائی۔ تو اگر جمعہ کا دن ہو تو امام کے لئے فجر کی نماز میں "سورہ الم تنزیل السجدۃ" اور "سورہ الانسان" کی تلاوت مستحب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور ظہر کی پہلی دو رکعات میں صبح کی نماز کی مثل قراءت کرے اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((حزرنا قیام رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الظهر والعصر فحزرنا قیامه فی الركعتین الأولیین من الظهر بقدر ثلاثین آیة قدر ألم تنزیل السجدة وحزرنا قیامه فی الركعتین الأخیرتین علی النصف من ذلك وحزرنا قیامه فی الأولیین من العصر علی قدر الأخیرتین من الظهر وحزرنا قیامه فی الأخیرتین من العصر علی النصف من ذلك)) یعنی ہم نے ظہر اور عصر کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگایا تو ہم نے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ "سورہ الم تنزیل السجدۃ" کی تیس آیات سے لگایا اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ اس کے نصف سے لگایا اور عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ ظہر کی آخری دو رکعتوں کی مثل سے لگایا اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں قیام کا اندازہ پہلی دو رکعات کے نصف سے لگایا۔

اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں اوساطِ مفصل سے قراءت کرے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کی بنا پر

جو ہم نے روایت کی۔ اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں عصر کی قراءت کی مثل قراءت کرے اس حدیث کی وجہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:((أنه قرأ في العشاء الآخرة بسورة الجمعة والمنافقين)) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں "سورۂ جمعہ" اور "سورۂ منافقین" کی تلاوت فرمائی۔ اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں قصارِ مفصل کی تلاوت کرے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک کی وجہ سے:((أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في المغرب بقصار المفصل)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں قصارِ مفصل سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اگر امام نے خلاف کیا اور مذکورہ سورتوں کے علاوہ تلاوت کی تو بھی جائز ہے۔ (المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب صفۃ الصلاۃ، ج1، ص141، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

مستحب ہے کہ فجر اور ظہر کی نماز میں جماعت والی مساجد میں طوالِ مفصل کی سورتوں کے علاوہ کی قراءت نہ کرے اور مغرب کی نماز میں قصارِ مفصل کی قراءت کرے اور عشاء کی نماز میں اوساطِ مفصل کی قراءت کرے۔ اور عصر کی نماز کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ اور مغرب قراءت کی مقدار میں برابر ہیں اور ابن حبیب بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ عصر اور عشاء قراءت کی مستحب مقدار میں برابر ہیں۔ اور مفصل کی حد میں بھی اختلاف ہے تو ایک قول ہے کہ اس کی ابتدا "سورہ حجرات" سے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ "سورہ قاف" سے اور ایک قول میں "سورہ رحمٰن" سے، یہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور صحیح قول اسی کا ہے کہ جس نے "سورہ قاف" سے مفصل کی ابتدا کا کہا۔

(البیان والتحصیل، الجزء الاول، کتاب الصلاۃ الاول، ج1، ص295، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

احناف کا مؤقف:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی فرماتے ہیں:

قرآن عظیم سورہ حجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل، لم یکن سے ناس تک قصار مفصل۔ سنّت یہ ہے کہ فجر وظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طوال مفصل سے پڑھی جائے اور عصر وعشاء میں ہر رکعت میں ایک کامل سورت اوساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے۔ اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا و تکلیف و حرج ہوگا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اسی

قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں انا اعطینا وقل ھواللہ احد ہوں یہی سنت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا صبح یا عشاء میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلاف سنت ومکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص331، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

نمازِ حضر یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں:

اوّل فجر وظہر میں طوال مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے۔ مفصل قرآن کریم کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو سورہ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال، بروج سے لم یکن تک اوساط، لم یکن سے ناس تک قصار۔

دوم فجر وظہر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموع قرأت چالیس پچاس آیت ہے اور ایک روایت میں ساٹھ آیت سے سو تک۔ اور عصر وعشاء کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت، اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔

سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت ومقتدیان وامام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے، مثلاً نمازِ فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدرِ سنّت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بوڑھا ضعیف ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اُس کا کام حرج ہوتا ہے اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر اس خیال رحمت سے کہ اُس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طولِ قرأت سے اُدھر بچہ پھڑکے گا اِدھر ماں کا دل بے چین ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ بربّ الناس سے نماز پڑھا دی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارك وسلم اجمعین۔

اور اگر دیکھے کہ وقت میں وسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدرِ سنّت قرأت ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار ومعمول بہ ہے وانا اقول لاخلاف بینھما وانما الثالثۃ تقیید الاولی کما لا یخفی (میری رائے میں ان دونوں روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں تیسری پہلی کو مقید کر رہی ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) تو حاصل مذہب معتمد یہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری وضعف وحاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدرِ گنجائش پر عمل کرے ورنہ وہی طول واوساط وقصار کا حساب ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لئے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یا کام کا ضرورت مند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں سے اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفیٰ

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اسکے بچے کے خیال سے نماز فجر معوذتین سے پڑھا دی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالی عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک شدت جلال سے سرخ ہو گئے اور فرمایا:((افتان انت یا معاذ افتان انت یامعاذ افتان انت یا معاذ کما فی الصحاح وغیرھا)) (کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے، کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ! جیسا کہ صحاح وغیرہا میں ہے۔ت)

(سنن نسائی، خروج الرجل من صلاۃ الامام الخ، ج2، ص97، مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

((وفی الھدایۃ مرفوعا لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من ام قوما فلیصل بھم صلوۃ اضعفھم فان فیھم المریض والکبیر و ذالحاجۃ)) (اور ہدایہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص کسی قوم کا امام بنے وہ انھیں ان کے ضعیف کے اعتبار سے نماز پڑھائے کیونکہ ان میں مریض، بوڑھے اور صاحب حاجت بھی ہوں گے۔ت)

(فتاوی رضویہ، ج6، ص324,325، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ملک العلما علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

بہر حال مستحب قراءت کی مقدار میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایات مختلف ہیں اصل میں ذکر کیا: امام فجر کی دونوں رکعتوں میں چالیس آیتیں سورہ فاتحہ کے علاوہ تلاوت کرے اور جامع صغیر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ چالیس، پچاس، ساٹھ کا ذکر ہے اور امام حسن نے "مجرد" میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ساٹھ سے سو کے درمیان قراءت کرنے کی روایت نقل کی ،ان روایات کا اختلاف احادیث کے اختلاف کی بنا پر ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:((اَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ سُورَةَ (ق) حَتَّى أَخَذَ بَعْضُ النِّسْوَانِ مِنْهُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْهُنَّ أُمُّ هِشَامِ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ النُّعْمَانِ)) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں "سورہ ق" کی تلاوت فرمایا کرتے تھے حتی کہ بعض عورتوں نے فجر کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سورت (کثرتِ قراءت کی وجہ سے) سیکھ لی۔ ان عورتوں میں ام ہشام بنت حارث بن نعمان ہیں۔ حضرت مُوَرِّق العجلی فرماتے ہیں:((تَلَقَّنْتُ سُورَةَ (ق) وَاقْتَرِبْ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَثْرَةِ قِرَاءَتِهِ لَهُمَا فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سورۂ ق اور اقتــــرب سیکھی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فجر کی نماز میں ان دونوں کی کثرت سے قراءت فرماتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:((اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ، وَفِي رِوَايَةٍ ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ وَ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں سورۂ والمرسلات اور عم یتساءلون کی قراءت فرمائی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ﴿إِذَا الشَّمْسُ

﴿كُوِّرَتْ﴾ اور ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ کی تلاوت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے:((كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنَ الْفَجْرِ ب (الم -تَنْزِيلُ) السَّجْدَةِ وَفِي الْأُخْرَى بِهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ)) یعنی بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی پہلی رکعت میں "سورہ الم تنزیل السجدہ" کی اور دوسری رکعت میں ﴿بِهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:((انَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مَا بَيْنَ سِتِّينَ آيَةً إِلَى مِائَةٍ)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ساٹھ سے سو تک آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح وکیع نے ذکر کیا ہے۔

اور مروی ہے:((أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَهُ عُمَرُ: كَادَتِ الشَّمْسُ تَطْلُعُ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَوْ طَلَعَتْ لَمْ تَجِدْنَا غَافِلِينَ)) ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز "سورہ بقرہ" کی تلاوت کی پس جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ طلوع ہوتا تو آپ ہمیں اس سے غافل نہ پاتے۔

اور مروی ہے (انَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَرَأَ سُورَةَ يُوسُفَ فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى قَوْلِهِ (إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ) (یوسف 86) خَنَقَتْهُ الْعَبْرَةُ فَرَكَعَ) ترجمہ: بے شک حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ یوسف کی قراءت کی تو جب اس آیت کریمہ پر پہنچے ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ﴾ (میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں) تو روتے روتے آپ کو پھندا لگ گیا (یعنی رونے کی کثرت کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ آگے نہ پڑھ سکے) پس آپ نے رکوع فرمالیا۔ اور بعض نے ان روایات کے درمیان یوں موافقت بیان کی فرمایا: مساجد تین طرح کی ہیں ایک وہ مسجد ہے کہ جس کی قوم زاہد، عابد، عبادت میں رغبت کرنے والے ہیں اور ایک مسجد وہ کہ جس میں سست، عبادت سے بے رغبت قوم ہے اور ایک مسجد وہ کہ جس میں درمیانی قسم کے لوگ ہیں تو امام کو چاہیے پہلی مسجد میں اکثر قراءت والی روایات پر عمل کرے اور دوسری مسجد میں سب سے کم قراءت والی روایات پر عمل کرے اور تیسری مسجد میں درمیانی قراءت والی روایات پر عمل کرے تاکہ تمام روایات پر بقدر ممکن عمل ہو جائے اور جائز ہے کہ روایات کا اختلاف بھی اسی پر محمول ہو۔

اور ظہر میں اس کی مثل یا اس سے کم قراءت کرے۔ اور اس بات کو "اصل" میں ذکر کیا اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:((حَزَرْنَا قِرَاءَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بِثَلَاثِينَ آيَةً)) یعنی ہم نے ظہر کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا اندازہ تیس آیتوں سے لگایا

۔اور حضرت عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: (صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَقَرَأَ (وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ) (وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا)) یعنی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی اور اس میں "سورہ طارق" اور "سورہ والشمس" کی تلاوت فرمائی۔اور عصر کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ بیس آیات کی تلاوت کرے۔اس بات کو"اصل" میں ذکر فرمایا اس حدیث کی وجہ سے حضرات سیدنا ابو ہریرہ اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ((انَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِسُورَةِ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) وَ (هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ))) ترجمہ: "بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز میں "سورۂ اعلیٰ" اور "سورۂ غاشیہ" کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔اور "اصل" کی روایت میں نمازِ عشاء میں بھی اسی کی مثل قراءت کا ذکر ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ تو سورہ والشمس اور سورہ واللیل سے کہاں ہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ عشاء نماز میں سورہ بقرہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔(یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عشاء کی نماز میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت کی طرف توجہ دلائی) اور کیونکہ عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر ہوتی ہے تو اگر امام نے قراءت کو لمبا کیا تو مقتدیوں کے نیند کے غلبہ کی بنا ان پر نماز کا معاملہ تشویش والا ہو جائے گا۔اور مغرب کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ کوئی چھوٹی سورت پڑھے جو پانچ یا چھ آیات پر مشتمل ہو اس بات کو "اصل" میں ذکر کیا اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: (أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنْ اقْرَأْ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ بِطُوَالِ الْمُفَصَّلِ وَفِي الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ بِأَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ وَفِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ) ترجمہ: انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل سے قراءت کرو اور عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل سے اور مغرب میں قصارِ مفصل سے۔

اور اس وجہ سے کہ ہمیں مغرب میں نماز میں جلدی کرنے حکم دیا گیا ہے اور قراءت کو لمبا کرنے میں اس کی تاخیر ہے۔اور "جامع صغیر" میں ذکر فرمایا اور ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فجر کی پہلی دو رکعتوں کی مثل قراءت کرے اور عصر اور عشاء قراءت میں برابر ہیں اور مغرب میں قراءت ان سے کم ہے۔امام حسن نے "مجرد" میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں "سورہ عبس" یا "سورہ تکویر" کی تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں "سورہ بلد" یا "سورہ والشمس" کی تلاوت کرے۔اور عصر کی نماز کی پہلی رکعت میں "سورہ والضحیٰ" یا "سورۃ العادیات" اور دوسری رکعت میں "سورۂ تکاثر" یا "سورہ ھمزۃ" کی تلاوت کرے۔

اور مغرب کی پہلی رکعت میں عصر کی مثل قراءت کرے اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی مثل قراءت کرے، پس "اصل" میں عشاء کو عصر کی مثل اور مجرد میں ظہر کی مثل بنایا اور امام کرخی رحمہ اللہ نے اس بات کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اور فجر

کی پہلی رکعت میں مقیم کے لئے قراءت کی مقدار سورۂ فاتحہ کے علاوہ تیس سے لے کر ساٹھ آیتیں اور دوسری رکعت میں بیس سے لے کر تیس آیات ہیں اور ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں کی قراءت سورۂ فاتحہ کے علاوہ فجر کی پہلی رکعت کی مثل ہے اور عصر و عشاء کی نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے علاوہ بیس آیتوں کی مقدار قراءت کرے۔ اور مغرب کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ قصار مفصل سے ایک سورت تلاوت کرے۔

انہوں نے فرمایا: اور جن روایتوں کو معلّٰی نے امام ابو یوسف اور انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ سے روایت کیا ان میں یہ روایت زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ نمازوں میں قراءت کی مقدار میں اختلاف لوگوں کے احوال کے مختلف ہونے کی بنا پر ہو پس فجر کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے تو اس میں قراءت کو طویل کیا جائے گا تا کہ لوگوں کی جماعت فوت نہ ہو اور گرمیوں میں ظہر کے وقت معاملہ بھی اسی طرح ہے کیونکہ لوگ اس وقت میں قیلولہ کرتے ہیں اور عصر کا وقت لوگوں کے اپنے گھروں کو لوٹنے کا وقت ہے پس اس میں ظہر اور فجر کی بہ نسبت قراءت کم کی جائے گی اسی طرح عشاء کا وقت لوگوں کے نیند پر عزم کا وقت ہے تو یہ بھی عصر کے مشابہ ہو گیا اور مغرب کا وقت لوگوں کے کھانے پر عزم کا وقت ہے لہٰذا لوگوں کے خصوصاً روزہ داروں کے کھانے سے صبر کی قلت کی بنا پر اس میں قراءت کم کی جائے گی اور تمام مقداریں لازم نہیں ہیں بلکہ وقت و زمان اور امام و قوم کی حالت کے مختلف ہونے کی بنا پر مختلف ہوتی ہیں۔

اس میں یہ ہے کہ امام کو چاہیے کہ وہ اتنی مقدار میں قراءت کرے جو مقتدیوں پر خفیف ہو اور ان پر ثقیل نہ ہو بعد اس کے وہ تمام ہو۔ اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((آخِرُ مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُصَلِّيَ بِالْقَوْمِ صَلَاةَ أَضْعَفِهِمْ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری عہد مجھ سے لیا وہ یہ تھا کہ میں مقتدیوں کو ان میں سے جو زیادہ ضعیف لوگ ہیں ان کی نماز پڑھاؤں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيُصَلِّ بِهِمْ صَلَاةَ أَضْعَفِهِمْ فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ)) ترجمہ: جو کسی قوم کی امامت کروائے تو پس وہ ان کو ان کے زیادہ ضعیف لوگوں والی نماز پڑھائے پس بے شک ان میں چھوٹے، بڑے اور حاجت والے ہوتے ہیں۔

اور مروی ہے: (انَّ قَوْمَ مُعَاذٍ لَمَّا شَكَوْا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطْوِيلَ الْقِرَاءَةِ دَعَاهُ فَقَالَ أَفَتَّانٌ أَنْتَ يَا مُعَاذُ؟ قَالَهَا ثَلَاثًا، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ (وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ) (وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا))) ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی قوم نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کی قراءت کے طویل کرنے کی شکایت کی تو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا تو ارشاد فرمایا: کیا اے معاذ رضی اللہ عنہ! تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے؟ اس بات کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا، تو "سورہ طارق" اور

باب نمبر 227

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

امام کے پیچھے قراءت کا بیان

311-حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّي أَرَاكُمْ تَقْرَءُونَ وَرَاءَ إِمَامِكُمْ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِي وَاللَّهِ، قَالَ: لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ ابوعيسى: حَدِيثُ عُبَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَهَذَا أَصَحُّ، " وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ: يَرَوْنَ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھائی اور آپ پر تلاوت بھاری ہوگئی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو، حضرت عبادہ کہتے ہیں، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم (ہم پڑھتے ہیں) آپ نے فرمایا: صرف سورۂ فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اُس کی نماز نہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس باب میں حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت ابوقتادہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث "حسن" ہے اور یہ حدیث زہری نے بھی محمود بن ربیع کے واسطہ سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اُس کی نماز (کامل) نہیں۔ اور یہ زیادہ مستند ہے۔ اور قراءت خلف الامام کے بارے میں صحابۂ کرام اور تابعین کا اس حدیث پر عمل ہے۔ امام مالک بن انس، امام عبداللہ ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق کا بھی یہ ہی مسلک ہے کہ امام کے پیچھے قراءت جائز ہے۔

"سورہ والشمس" سے کہاں ہے؟۔راوی کہتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نصیحت سے زیادہ کسی نصیحت میں شدت اختیار کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشادفرمایا:((مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ أَحَدٍ أَتَمَّ وَأَخَفَّ مِمَّا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کے پیچھے سب سے زیادہ مکمل اور ہلکی نماز نہیں پڑھی۔

اور مروی ہے: ((أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمًا فَلَمَّا فَرَغَ قَالُوا:أَوْجَزْتَهُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :سَمِعْتُ بُكَاءَ صَبِيٍّ فَخَشِيتُ عَلَى أُمِّهِ أَنْ تُفْتَتَنَ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز میں معوذتین کی تلاوت فرمائی تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر فرمایا،تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میں نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو مجھے اس کی ماں کے پریشانی میں مبتلا ہونے کا خوف ہوا۔تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کے حال کی رعایت رکھے کیونکہ مقتدیوں کے حال کی رعایت رکھنا جماعت کی کثرت کا سبب ہے لہٰذا اس وجہ سے امام کے لئے یہ مستحب ہے۔اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ مقیم کے بارے میں ہے۔بہرحال مسافر کو چاہیے کہ وہ اتنی مقدار میں قراءت کرے جو اس پر اور مقتدیوں پر خفیف ہو یوں کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ قصارِ مفصل سے ایک سورت کی تلاوت کرے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سیدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:((صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ)) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حالتِ سفر میں فجر کی نماز پڑھائی تو اس میں سورہ فاتحہ اور معوذتین کی تلاوت فرمائی۔اس لئے کہ سفر مشقت کی جگہ ہے تو اگر امام اس میں حضر کی مثل قراءت کرے تو مقتدی حرج میں پڑ جائیں گے اور لوگوں کا راستہ طے کرنا منقطع ہو جائے گا اور یہ جائز نہیں ہے،اسی وجہ سے سفر میں نماز میں قصر رکھی گئی تو قراءت میں قصر (کمی کرنا) بدرجہ اولی ہونی چاہیے اور بالاجماع امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت پر زیادہ کرے اور دوسری نمازوں میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں رکعات برابر رکھے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام نمازوں میں پہلی رکعت کی قراءت کو زائد کرے۔ (بدائع الصنائع،واما القدر المستحب من القراءۃ الخ،ج1،ص205,206،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

باب نمبر 228

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ

جہری نماز میں امام کے پیچھے تلاوت کی ممانعت کا بیان

312-حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ:حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ ابْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ، فَقَالَ :هَلْ قَرَأَ مَعِي أَحَدٌ مِنْكُمْ آنِفًا ؟ فَقَالَ رَجُلٌ :نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ :إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ؟، قَالَ :فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلَوَاتِ بِالْقِرَاءَةِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ،قَالَ ابوعيسىٰ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ " وَابْنُ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ عُمَارَةُ، وَيُقَالُ :عَمْرُو بْنُ أُكَيْمَةَ "، وَرَوَى بَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ هَذَا الْحَدِيثَ، وَذَكَرُوا هَذَا الْحَرْفَ : قَالَ :قَالَ الزُّهْرِيُّ :فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،وَلَيْسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَا يَدْخُلُ عَلَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نماز سے جس میں آپ نے اونچی آواز سے تلاوت فرمائی، فارغ ہوکر فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراء ت کی ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے ارشاد فرمایا: (تب ہی تو) کہتا ہوں کہ مجھ سے قرآن میں جھگڑا کیوں کیا جاتا ہے؟ راوی کہتے ہیں: یہ سننے کے بعد صحابۂ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہری نمازوں میں قراءت سے رک گئے۔ اس باب میں حضرت ابن مسعود، حضرت عمران بن حصین اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔ اور ابن اُکیمہ لیثی کا نام عمارہ ہے اور عمرو بن اُکیمہ بھی کہا جاتا ہے۔ امام زہری کے بعض اصحاب نے اس حدیث کو اس اضافہ کے ساتھ روایت کیا: امام زہری نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سننے کے بعد لوگ قرأت سے رُک گئے۔ اور اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے قرأت خلف الامام کا نظریہ رکھنے والوں پر اعتراض ہو کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے اس حدیث کو بھی روایت کیا اور اس

مَنْ رَأَيالقِرَاءَةَ خَلْفَ الإِمَامِ، لِأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ هُوَ
الَّذِي رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا
الحَدِيثَ وَرَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا
بِأُمِّ القُرْآنِ، فَهِيَ خِدَاجٌ، هِيَ خِدَاجٌ، غَيْرُ تَمَامٍ،
فَقَالَ لَهُ حَامِلُ الحَدِيثِ :إِنِّي أَكُونُ أَحْيَانًا وَرَاءَ
الإِمَامِ، قَالَ :اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ - وَرَوَى أَبُو
عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :أَمَرَنِي
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَادِيَ أَنْ لَا صَلَاةَ إِلَّا
بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الكِتَابِ، "وَاخْتَارَ أَكْثَرُ أَصْحَابِ
الحَدِيثِ أَنْ لَا يَقْرَأَ الرَّجُلُ إِذَا جَهَرَ الإِمَامُ
بِالقِرَاءَةِ، وَقَالُوا :يَتَّبِعُ سَكَتَاتِ الإِمَامِ، وَقَدْ
اخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي القِرَاءَةِ خَلْفَ الإِمَامِ
فَرَأَى أَكْثَرُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ :القِرَاءَةَ
خَلْفَ الإِمَامِ، وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ، وَابْنُ المُبَارَكِ،
وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ "وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ المُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ :أَنَا أَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ وَ
النَّاسُ يَقْرَءُونَ، إِلَّا قَوْمًا مِنَ الكُوفِيِّينَ، وَأَرَى
أَنَّ مَنْ لَمْ يَقْرَأْ صَلَاتُهُ جَائِزَةٌ، "وَشَدَّدَ قَوْمٌ مِنْ
أَهْلِ العِلْمِ فِي تَرْكِ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الكِتَابِ، وَإِنْ
كَانَ خَلْفَ الإِمَامِ، فَقَالُوا :لَا تُجْزِءُ صَلَاةٌ إِلَّا

حدیث کو بھی روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
مبارک ہے ''جس نے نماز پڑھی اور اُس میں سورۂ فاتحہ نہ
پڑھی وہ نامکمل نماز ہے۔'' چنانچہ حدیث لینے والے (یعنی
آپ کے شاگرد) نے آپ سے کہا ''میں کبھی امام کے پیچھے
ہوتا ہوں'' آپ نے فرمایا: اپنے دل میں پڑھ لیا کرو۔ ابو
عثمان نہدی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ اعلان کرنے کا حکم
دیا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور محدثین نے پسند
فرمایا کہ جب امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی
قرأت نہ کرے (بلکہ) وہ امام کے سکتوں کی پیروی کرے۔
امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں علما کا اختلاف ہے،
اکثر صحابۂ کرام، تابعین اور بعد کے فقہاء کے نزدیک یہ
جائز ہے۔ امام عبداللہ ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن
حنبل اور امام اسحاق اسی کے قائل ہیں۔ امام عبداللہ بن
مبارک کہتے ہیں: "میں امام کے پیچھے قرأت کرتا تھا اور
دوسرے لوگ بھی پڑھتے تھے، البتہ کوفہ کی ایک جماعت نہیں
پڑھتی تھی لیکن میرا خیال ہے کہ جو نہ پڑھے اُس کی نماز جائز
ہے"۔ اور علما کی ایک جماعت نے سورۂ فاتحہ کے ترک کے
بارے میں شدت سے کام لیا، اور کہا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر
نماز ہوتی ہی نہیں خواہ تنہا ہو یا امام کی اقتدا میں، انہوں نے
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال
کیا، اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَحْدَهُ كَانَ أَوْ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَذَهَبُوا إِلَى مَا رَوَى عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "، وَقَرَأَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَتَأَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَإِسْحَاقُ، وَغَيْرُهُمَا وَأَمَّا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَقَالَ:مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، إِذَا كَانَ وَحْدَهُ، وَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ حَيْثُ قَالَ :مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ، فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ أَحْمَدُ :فَهَذَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، أَنَّ هَذَا إِذَا كَانَ وَحْدَهُ، وَاخْتَارَ أَحْمَدُ مَعَ هَذَا الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَأَنْ لَا يَتْرُكَ الرَّجُلُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَإِنْ كَانَ خَلْفَ الْإِمَامِ

313-حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ :حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ :مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ. :هَذَا حَدِيثٌ

کے وصال کے بعد امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل کیا کہ سورۂ فاتحہ کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

امام شافعی اور اسحاق وغیرہما کا یہی قول ہے۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (تو سورۂ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے) اور اُنہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دلیل بنایا کہ جس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اُس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اُس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو۔

امام احمد فرماتے ہیں: پس اس صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان ''جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اُس کی نماز نہیں'' کو اس تاویل میں لیا کہ جب تنہا ہو۔اور اس کے باوجود امام احمد نے قرأت خلف الامام کو اختیار کیا اور یہ کہ آدمی سورۂ فاتحہ کو نہ چھوڑے اگرچہ امام کے پیچھے ہو۔

حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے ایک رکعت بھی سورۂ فاتحہ کے بغیر پڑھی اُس نے نماز نہیں پڑھی سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حَسَنٌ صَحِيحٌ

تخریج حدیث 311: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ، حدیث 823، ج 1، ص 217، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

تخریج حدیث 312: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب باب من کرہ القراءۃ بفاتحۃ، حدیث 826، ج 1، ص 218، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب ترک القراءۃ خلف الامام ۔۔۔، حدیث 919، ج 2، ص 140، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب اذا قرء الامام فانصتوا، حدیث 848، ج 1، ص 276، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 313: (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، حدیث 395، ج 1، ص 297، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ، حدیث 821، ج 1، ص 216، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب ترک قراءۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حدیث 909، ج 2، ص 135، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب القراءۃ خلف الامام، حدیث 838، ج 1، ص 273، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

قراءت خلف الامام، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

احناف کے نزدیک امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے، چاہے نماز جہری ہو یا سری۔

امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی 189ھ) فرماتے ہیں:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام کے پیچھے جہری اور سری نماز دونوں میں کچھ بھی قراءت نہیں ہے۔

(الحجۃ علی اہل المدینہ، باب القراءۃ خلف الامام، ج1، ص116، عالم الکتب، بیروت)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

(مقتدی مطلقاً قراءت نہیں کرے گا) اور نہ ہی سری نماز میں سورہ فاتحہ کی قراءت کرے گا، اس پر اتفاق ہے .... **(پس اگر مقتدی قراءت کرے تو مکروہ تحریمی ہے۔)** (الدرالمختار مع ردالمحتار، فصل فی القراءۃ، ج1، ص544، دارالفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

(اور مقتدی پر قراءت واجب نہیں ہے) یہ اکثر اہل علم کا قول ہے اور جو حضرات امام کے پیچھے قراءت کو روا نہیں سمجھتے ان میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوسعید، حضرت زید بن ثابت، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم ہیں اور امام ثوری، امام ابن عیینہ، اصحاب رائے، امام مالک، امام زہری، امام اسود، امام ابراہیم اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسی کے قائل ہیں۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں قراءت خلف الامام کو سنت سے نہیں جانتا۔ اور امام شافعی اور داؤد رحمہما اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے قراءت واجب ہے فرمایا: (لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب)) ترجمہ: اس کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ کی قراءت نہ کرے۔ (متفق علیہ) اور حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: (کنا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ فثقلت علیہ القراءۃ فلما فرغ قال "لعلکم تقرأون خلف إمامکم؟ "قلنا نعم یا رسول اللہ قال "لا تفعلوا إلا بفاتحۃ الکتاب فإنہ لا صلاۃ لمن لم یقرأ بہا") ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت فرمائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قراءت ثقیل ہوئی تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ

ہوئے تو ارشاد فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو فرمایا ایسا نہ کرو مگر سورہ فاتحہ کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں (سنن ابی داؤد)۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلی صلاۃ لم یقرأ فیھا بأم القرآن فھی خداج غیر تمام)) ترجمہ: جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ کی قراءت نہ کی تو وہ ناقص و نامکمل ہے۔ راوی کہتے ہیں تو میں نے عرض کی اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں پس آپ رضی اللہ عنہ نے میری کلائی پکڑی اور ارشاد فرمایا: ((اقرأ بھا فی نفسك یا فارسی)) ترجمہ: اے فارسی! اس کو اپنے دل میں پڑھ لو۔ (صحیح مسلم)۔ اور اس وجہ سے کہ یہ نماز کے ارکان میں ایک رکن ہے لہٰذا دیگر ارکان کی طرح یہ بھی مقتدی سے ساقط نہیں ہوگا۔ اور اس وجہ سے بھی کہ جس کو قیام لازم ہے اسے قراءت بھی لازم ہے جبکہ وہ اس پر قادر ہو جیسا کہ منفرد کا معاملہ ہے۔

اور ہماری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ((من کان له إمام فقراءة الإمام له قراءة)) ترجمہ: جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔ اس حدیث کو حسن بن صالح نے لیث بن سلیم سے روایت کیا۔ تو اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ لیث بن سلیم تو ضعیف ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تحقیق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا: ثنا أسود بن عامر ثنا الحسن بن صالح عن أبی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم۔ اور یہ اسناد صحیح متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اسود بن عامر سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے اور حسن بن صالح نے ابو الزبیر کا ادراک کیا ہے اور حسن بن صالح ان کی وفات سے بیس سے کچھ زائد سال قبل پیدا ہوئے۔ اور یہ حدیث اس کے علاوہ پانچ طرق سے مروی ہے۔

اور اسی طرح یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ ان تمام احادیث کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے روایت کیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے روایت کیا۔ اسے امام احمد اور سعید بن منصور وغیرہما نے تخریج کیا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((لیس علی الفطرة من قرأ خلف الإمام)) ترجمہ: جو امام کے پیچھے قراءت کرے وہ فطرت پر نہیں ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((وددت ان من قرأ خلف الامام ملیء فوہ ترابا)) ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔ اور اس لئے کہ اگر قراءت مقتدی پر واجب ہوتی تو مسبوق (امام کو رکوع میں پانے والے) سے ساقط نہ ہوتی جیسا کہ دیگر ارکان کا معاملہ ہے۔

بہر حال جہاں تک ان کی احادیث کا معاملہ ہے تو پہلی حدیث تو غیر مقتدی پر محمول ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی

حدیث کا معاملہ بھی اسی طرح ہی ہے اور تحقیق اس کی صراحت بھی موجود ہے پس حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((كل صلاة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج إلا وراء الامام)) ترجمہ: ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ کی تلاوت نہ کی گئی ہو تو وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔ اس حدیث کو خلال نے روایت کیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ: ((سورہ فاتحہ کو اپنے دل میں پڑھ لو)) یہ ان کا اپنا کلام اور اپنی رائے ہے اور تحقیق دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کی مخالفت کی۔ اور حدیثِ عبادہ رضی اللہ عنہ کو ابن اسحٰق اور نافع بن محمود بن الربیع کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور راوی نافع بن محمود بن الربیع کی حالت (حدیث کے معاملہ) میں ابن اسحٰق کی بہ نسبت کم ہے۔ اور ان کا مقتدی کو منفرد پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ منفرد کے لئے کوئی اٹھانے والا نہیں ہوتا بخلاف مقتدی کے۔۔۔۔۔ اور مقتدی کے لئے قراءت کرنا مستحب ہے امام کے سکتوں میں اور جس نماز میں امام جہر سے نہیں پڑھتا یا جب مقتدی امام کے دور ہونے کی وجہ سے امام کی قراءت نہیں سن پاتا لیکن اگر مقتدی بہرے پن کی وجہ سے نہ سن پائے تو اس کے بارے میں دو اقوال ہیں، ایک یہ کہ کرے گا اور دوسرا یہ کہ نہیں کرے گا۔

(الشرح الکبیر علی متن المقنع، ج2، ص11,12، مطبوعہ دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

اذکار تین اقسام پر منقسم ہوتے ہیں: ایک قسم وہ ہے کہ جس میں مقتدی امام کی اتباع کرتا ہے اور وہ تکبیر کہنا اور تسبیح پڑھنا اور تشہد پڑھنا ہے اور ایک قسم وہ ہے کہ جس میں مقتدی امام کی پیروی نہیں کرتا اور وہ جہری نماز میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا ہے پس مقتدی خاموش رہے گا اور سورت کی تلاوت نہیں کرے گا اور ایک قسم وہ ہے کہ جس میں اختلاف ہے اور وہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کرنا ہے پس اگر سری نماز ہے تو مقتدی پر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

اور اگر جہری نماز ہے تو کیا مقتدی پر سورہ فاتحہ واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) امام شافعی نے اپنے قدیم قول میں فرمایا، جدید کی بھی ایک روایت ہے کہ مقتدی پر جہری نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی تلاوت لازم نہیں ہے اگرچہ سری نماز میں اسے قراءت کرنا لازم ہے اور یہ صحابہ میں سیدتنا عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور تابعین میں حضرت عمر بن عبد العزیز، سعید بن مسیب اور قاسم بن محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور فقہاء میں امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔

(۲) امام شافعی نے جدید قول میں فرمایا اور اسی کو "املاء" میں بیان کیا اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں صحیح

قول ہے کہ مقتدی سری اور جہری دونوں نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قراءت کرے گا۔

(الحاوی الکبیر، مسئلہ: بالعلون مثل لعلہ الا الخ، ج2، ص141، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ شہاب الدین احمد بن غانم النفراوی مالکی (متوفی 1126ھ) فرماتے ہیں:

اور مقتدی کے احکامات سے یہ بھی ہے کہ اس کے لئے سری نماز میں امام کے ساتھ قراءت کرنا مستحب ہے سنیت کی جہت سے۔ علامہ خلیل نے کہا: اگر امام سری قراءت کرے تو مقتدی کے لئے قراءت کرنا مستحب ہے۔ اور جہری نماز میں امام کے ساتھ مقتدی کو قراءت کرنا سنت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے خاموش رہنا سنت ہے۔ علامہ خلیل نے نماز کی سنتوں کو شمار کرتے ہوئے کہا: اور مقتدی کا خاموش رہنا اگرچہ اس کا امام سکوت اختیار کرے اور اس مسئلہ کا ظاہر یہی ہے کہ اگر مقتدی امام کی قراءت نہ سن سکتا ہو اور وہ اسی طرح ہو تو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ ہے اور اصل اس بارے میں اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ امام بیہقی نے امام مجاہد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں قراءت فرماتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری کی قراءت سنی تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

(الفواکہ الدوانی، بیان حکم المأموم الخ، ج1، ص206، دار الفکر، بیروت)

قراءت خلف الامام کے منع ہونے پر دلائل:

(1) قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ (سورۃ الاعراف، سورت 7، آیت 204)

اگر امام کی قراءت کو مقتدی نہ سنے بلکہ خود اپنی قراءت شروع کر دے تو یہ عمل قرآنی حکم کے خلاف ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی (متوفی 483ھ) مذکورہ آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

اور اکثر اہل تفسیر اس بات پر ہیں کہ بے شک یہ خطاب مقتدی کو ہے اور مفسرین میں سے بعض نے اسے حالتِ خطبہ پر محمول کیا اور ان دونوں باتوں کے درمیان کوئی تنافی نہیں ہے۔ (المبسوط للسرخسی، القراءۃ خلف الامام، ج1، ص199، دار المعرفہ، بیروت)

ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی (متوفی 587ھ) اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں غور سے سننے اور چپ رہنے کا حکم ہے اور قراءت سری (آہستہ) ہونے کی صورت میں اگر غور سے سننا ممکن نہ ہو تو خاموشی تو ممکن ہے لہذا ظاہرِ نص کی بنا خاموشی واجب ہوگی اور حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :((انَّهٗ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ تَرَكُوا الْقِرَاءَ ةَ خَلْفَ الْاِمَامِ)) ترجمہ: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے امام کے پیچھے قراءت کو ترک کر دیا۔ اوران حضرات کے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو ظاہر یہی ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مشہور میں فرمایا:((اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوا)) ترجمہ: امام تو اسی لئے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے لہذا اس سے اختلاف نہ کرو تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ تو اس حدیث پاک میں امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے۔ (بدائع الصنائع، فصل ارکان الصلاۃ، ج 1، ص 111، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(2) صحیح مسلم میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:((اِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا ۔۔۔۔۔ (فی رواية) وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوا)) ترجمہ: جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تم چپ رہو۔ (صحیح مسلم، باب التشہد الخ، ج 1، ص 303,304، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) امام ابوداؤد اور امام نسائی اپنی اپنی سُنن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں واللفظ للنسائی:((اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوا)) ترجمہ: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن نسائی، تاویل قولہ عزوجل: واذا قرئ القرآن الخ، ج 2، ص 141، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب ☆ سنن ابی داؤد، باب الامام یصلی من قعود، ج 1، ص 165، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

(صحیح مسلم، باب التشہد الخ، ج 1، ص 304، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(4) امام ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:((مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَاْ فِيهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْاِمَامِ)) ترجمہ: جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ (جامع ترمذی، باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام الخ، ج 2، ص 121، مصطفی البابی، مصر)

هكذا رواه مالك في مؤطاه موقوفاً (اسی طرح اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں موقوفاً روایت کیا ہے)۔

(مؤطا امام مالک ت عبد الباقی، باب ماجاء فی ام القرآن، ج1،ص84، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور امام ابو جعفر احمد بن سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الآ ثار میں اسے روایت کیا اور ارشادات سید مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرار دیا، و اللّٰہ تعالیٰ اعلم ۔ (شرح معانی الا ثار، باب القراءۃ خلف الامام، ج1،ص218، عالم الکتب، بیروت)

حافظ ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام الخ، ج2،ص124، مصطفیٰ البابی، مصر)

(5) سیدنا امام الائمہ مالک الازمہ سراج الأمہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں: ((حدثنا ابوالحسن موسٰی بن ابی عائشة عن عبداللّٰہ بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم انه قال من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة)) ترجمہ: حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔

(مسند الامام الاعظم، کفایۃ قرأۃ الامام للماموم، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج6،ص241، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس کو امام محمد نے مرفوعاً دوسری سند سے روایت کیا ہے۔

(مؤطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج1،ص61، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء میں یہ روایت اس طرح ہے: ((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مَخْلَدٍ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ الْهَيْثَمِ، ثنا أَبُو نُعَيْمٍ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ مَشْهُورٌ مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ)) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا امام ہو تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ یہ حدیث حسن مشہور ہے۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، جلد7، صفحہ 334، دار الکتاب العربی، بیروت)

حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا کفایت کرتا ہے۔

(6) حدیث پاک میں ہے: ((قال صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم بالناس فقرأ رجل خلفه فلما قضی الصلوٰة قال ایکم قرأ خلفی ثلث مرات فقال رجل انا یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم من صلی خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة)) خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی

ایک شخص نے حضور کے پیچھے قراءت کی سیّد اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا، (لوگ بسبب خوف حضور کے خاموش ہو رہے یہاں تک کہ) تین بار بتکرار یہی استفسار فرمایا، آخر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔

(مسند الامام الاعظم، کفایۃ قرأۃ الامام للماموم، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

(7) حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں: ((انَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ وَفِيمَا يُخَافِتُ فِيهِ فِي الْأُولَيَيْنِ، وَلَا فِي الْأُخْرَيَيْنِ، وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ قَرَأَ فِي الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَلَمْ يَقْرَأْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ شَيْئًا)) ترجمہ: بے شک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت نہیں فرمایا کرتے تھے نہ جہری نماز میں، نہ سری میں، نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔ اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورت تلاوت کیا کرتے تھے اور آخری رکعتوں میں کچھ بھی تلاوت نہ کرتے۔

(موطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج1، ص62، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ جو افاضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں حضر و سفر میں ہمراہِ رکاب سعادت انتساب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رہتے اور بارگاہِ نبوت میں بے اذن لئے جانا اُن کے لئے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ وروش سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثنا سے جو چال ڈھال ابن مسعود کو ملتی پائی کسی کی نہ پائی، خود حضور اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((رَضِيتُ لِأُمَّتِي مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ، وَكَرِهْتُ لِأُمَّتِي مَا كَرِهَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ)) میں نے اپنی امت کے لئے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود اس کے لئے پسند کرے اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند کیا جو اُس کے لئے عبداللہ بن مسعود ناپسند کرے۔

(مسند بزار، منصور بن المعتمر الخ، ج5، ص354، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ ☆ مجمع الزوائد، باب ماجاء فی عبداللہ، ج9، ص290، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

گویا ان کی رائے حضورِ والا کی رائے اقدس ہے اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے تھے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص242,243، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) امام محمد حضرت ابووائل سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ((قال سئل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ عن القرأۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلوۃ لشغلا سیکفیک ذلک لامام)) خلاصہ یہ کہ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے دربارہ قراءتِ مقتدی سوال ہوا، فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے

امام اس کام کی کفایت کردے گا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روا نہیں، اور جب امام کی قراءت بعینہ اُس کی قراءت ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قراءت کرنا محض لغو نا شائستہ ہے۔ (مؤطا امام محمد، باب القرأۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج1،ص62، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے یہ حدیث اعلیٰ درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ ائمہ کبار ورجال صحاح ستہ ہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج6،ص243، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار میں ہے:

((مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: مَا قَرَأَ عَلْقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ قَطُّ فِيمَا يُجْهَرُ فِيهِ وَلَا فِيمَا لَا يُجْهَرُ فِيهِ وَلَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ أُمَّ الْقُرْآنِ وَلَا غَيْرَهَا خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهِ نَأْخُذُ. لَا نَرَى الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ يُجْهَرُ فِيهِ أَوْ لَا يُجْهَرُ فِيهِ)) ترجمہ: یعنی علقمہ بن قیس (کہ کبار تابعین و اعاظم مجتہدین اور افقہ تلامذہ سیّدنا ابن مسعود ہیں) امام کے پیچھے فاتحہ اور اس کے علاوہ قراءت نہ کرتے چاہے جہر کی قراءت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں، ہمارے نزدیک نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہیں ہے چاہیے جہری نماز ہو یا سری۔

(کتاب الآثار، باب القرأۃ خلف الامام وتلقینہ، ج1،ص163، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(10) مؤطا امام محمد میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا بُكَيْرُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنَ قَيْسٍ، قَالَ لَأَنْ أَعَضَّ عَلَى جَمْرَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ)) ترجمہ: حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں۔

(مؤطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج1،ص62، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

(11) مؤطا امام محمد میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ رَجُلٌ اتُّهِمَ)) ترجمہ: ابراہیم بن سوید النخعی نے (کہ رؤسائے تابعین وائمہ دین متین سے ہیں تحدیث وفقاہت ان کی آفتاب نیمروز ہے) فرمایا پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا۔

(مؤطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج1،ص62، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احداث کی۔ فقیر کہتا ہے رجال اس

حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص244، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(12) امام مالک اپنی مؤطا میں اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں واللفظ للمؤطا: ((مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ. وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ..... قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ)) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب در بارہ قراءتِ مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے.... نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے۔ (مؤطا امام مالک، ترک القراءۃ خلف الامام، ج1، ص86، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے کہ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتی کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین اسانید کہا۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص244,245، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(13) مسند احمد بن حنبل میں ہے: ((حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ قَالَ: تُجْزِئُكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ)) ترجمہ: حضرت انس بن سیرین کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ ارشاد فرمایا: تجھے امام کی قراءت کافی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ ابن عمر، ج9، ص112، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

یہی روایت مؤطا امام محمد میں اس طرح ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَسْعُودِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّهُ سَأَلَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ، قَالَ: تَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ)) یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے در بارہ قرأت استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے۔

(مؤطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج1، ص81، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

(14) مؤطا امام محمد میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ كَفَتْهُ قِرَاءَتُهُ)) یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے۔ (مؤطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج1، ص81، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد امام اہلسنت فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے یہ سند بھی مثل سابق کے ہے اوراس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں، بلکہ بعض علماء حدیث نے روایات نافع "عن عبید اللہ بن عمر" کوامام مالک پر ترجیح دی۔ (فتاوی رضویہ،ج6،ص245،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

(15) امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں:((وَحَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى ,قَالَ:انا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ ,قَالَ:أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ,عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ,سَمِعَهُ يَقُولُ:لَا تَقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ)) یعنی سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءت نہ کرے یعنی نماز جہر ہو یا سری۔

(شرح معانی الاثار، باب القرأۃ خلف الامام،ج1،ص219،عالم الکتب، بیروت)

(16) موطاامام محمد میں ہے:((قَالَ مُحَمَّدٌ ,أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ سَعْدِ بْنِ قَيْسٍ ,حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ سَعْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يُحَدِّثُهُ ,عَنْ جَدِّهِ ,أَنَّهُ قَالَ:مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ فَلا صَلاةَ لَهُ)) ترجمہ:حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز ہی نہیں۔

(موطاامام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام،ج1،ص63،المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اس روایت کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
فقیر کہتا ہے یہ حدیث حسن ہے اور دارقطنی نے بطریق طاؤس اسے مرفوعاً روایت کیا۔

(فتاوی رضویہ،ج6،ص245،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

اعلیٰ حضرت جس روایت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں اسے علامہ ابن جوزی نے "الْعِلَلِ الْمُتَنَاهِيَةِ" میں امام دارقطنی کے طریق سے یوں روایت کیا ہے:((الدَّارَقُطْنِيُّ عَنْ أَبِي حَاتِمِ بْنِ حِبَّانَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ علی بن سلمان البروردی عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيِّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ" :مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ)) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

(نصب الرایۃ بحوالہ علل متناہیۃ من طریق دارقطنی، کتاب الصلوۃ، فصل فی القراءۃ،ج2،ص19،موسسۃ الریان للطباعۃ والنشر، بیروت)

(17) موطاامام محمد میں ہے:((قَالَ مُحَمَّدٌ ,أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ الْفَرَّاءِ الْمَدَنِيُّ، أَخْبَرَنِي بَعْضُ وَلَدِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ ,أَنَّهُ ذَكَرَ لَهُ أَنَّ سَعْدًا، قَالَ:وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ فِي فِيهِ جَمْرَةٌ)) یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ افاضل صحابہ وعشرہ مبشرہ ومقربانِ بارگاہ سے ہیں منقول ہے انھوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے

قراءت کرنے والے کے منہ میں انگارہ ہو۔ (موطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج1، ص63، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

(18) موطا امام محمد ہی میں ہے: ((قَالَ مُحَمَّدٌ ,أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ الْفَرَّاءُ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: لَيْتَ فِي فَمِ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ حَجَرًا)) یعنی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اُسکے منہ میں پتھر ہو۔

(موطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، ج1، ص63، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے بر شرط صحیح مسلم ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص246، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(19) مصنف عبد الرزاق میں حافظ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الیمانی الصنعانی (متوفی 211ھ) روایت کرتے ہیں: ((عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَشْيَاخُنَا أَنَّ عَلِيًّا قَالَ "مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ" قَالَ: وَأَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ كَانُوا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ)) ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کیا ہے۔ فرمایا: مجھے شیوخ نے خبر دی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں۔ فرمایا: مجھے خبر دی موسیٰ بن عقبہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ خلف الامام، جلد2، صفحہ 139، المجلس العلمی، الہند)

(20) مزید حافظ عبد الرزاق روایت کرتے ہیں: ((عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ: وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: مُلِئَ فُوهُ تُرَابًا قَالَ: وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي فِيهِ حَجَرٌ)) ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قراءت کی وہ فطرت پر نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس کا منہ مٹی سے بھرا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہو۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ خلف الامام، جلد2، صفحہ 138، المجلس العلمی، الہند)

(21) معرفۃ السنن والآثار میں احمد بن الحسین بن علی الخراسانی ابو بکر البیہقی روایت کرتے ہیں: ((أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرَيْشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ

بْنُ مُكْرَمٍ قَالَ:حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ:أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ وَالْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصْحَابِهِ الظُّهْرَ، أَوِ الْعَصْرَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ:مَنْ قَرَأَ خَلْفِي بِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ فَرَدَّدَ ذَلِكَ ثَلَاثًا، فَقَالَ رَجُلٌ:أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ:لَقَدْ رَأَيْتُكَ تُخَالِجُنِي أَوْ قَالَ:تُنَازِعُنِي الْقُرْآنَ مَنْ صَلَّى مِنْكُمْ خَلْفَ إِمَامِهِ فَقِرَاءَتُهُ لَهُ قِرَاءَةٌ))

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ جب نماز ختم ہوئی تو فرمایا: کس نے میرے پیچھے یہ تلاوت کی ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی﴾ کسی نے جواب نہ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے قراءت کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ تو مجھ سے قرآن چھین رہا ہے یا فرمایا: مجھ سے قرآن کے متعلق جھگڑ رہا ہے۔ تم میں سے جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ (معرفۃ السنن والآثار، القراءۃ خلف الامام، جلد 3، صفحہ 74، دار الوفاء، القاہرۃ)

(22) شمس الائمہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

اور امام کے پیچھے مقتدی کا قراءت سے ممنوع ہونا اَسّی سے زیادہ اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے اور تحقیق محدثین نے ان کے ناموں کو جمع فرمایا ہے۔ (المبسوط للسرخسی، القراءۃ خلف الامام، ج1، ص199، دار المعرفہ، بیروت)

(23) علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی (متوفی 786ھ) فرماتے ہیں:

اور امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ستر بدری صحابہ کرام علیہم الرضوان کو پایا جو امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (العنایہ، فصل فی القراءۃ، ج1، ص340، دار الفکر، بیروت)

(24) علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

قراءت خلف الامام کا ممنوع ہونا اسی صحابہ کبار علیہم الرضوان سے مروی ہے، ان میں حضرت علی مرتضی اور عبادل ثلاثہ (حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر) رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کے نام محدثین کے پاس موجود ہیں تو گویا ان کا اتفاق اجماع کے قائم مقام ہے تو اسی وجہ سے ہمارے اصحاب میں سے صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں: ''اور امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے۔'' تو انہوں نے اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے اسے اجماع فرمایا اور اس کی مثل کو ہمارے نزدیک اجماع کا نام ہی دیا جاتا ہے۔ اور شیخ امام عبد اللہ بن یعقوب الحارثی السیذ مونی رحمہ اللہ نے کتاب ''کشف الاسرار'' میں ذکر فرمایا: عبد اللہ بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دس صحابہ علیہم الرضوان شدت کے ساتھ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ وہ حضرت ابوبکر

صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

میں کہتا ہوں: حافظ عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ: ((ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وأبا بکر وعمر وعثمان کانوا ینھون عن القراءۃ خلف الإمام)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر و سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم قراءت خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اور انہوں نے داؤد بن قیس سے انہوں محمد بن بجاد سے وہ موسیٰ بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: مجھ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ((وددت أن الذی یقرأ خلف الإمام فی فیہ حجر)) ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((من قرأ خلف الإمام فلیس علی الفطرۃ)) جو امام کے پیچھے قراءت کرے تو وہ فطرت پر نہیں ہے۔ ان کی مراد ہے کہ وہ شرائط اسلام پر نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ سنت پر نہیں ہے۔ اور اسی طرح امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابولیلیٰ سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ((من قرأ خلف الإمام فقد أخطأ الفطرۃ)) ترجمہ: جو امام کے پیچھے قراءت کرے تو وہ فطرت میں خطا کرتا ہے۔ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث چند طرق سے روایت کیا۔ حافظ عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس سے وہ محمد بن عجلان سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا: ((من قرأ مع الإمام فلیس علی الفطرۃ)) ترجمہ: جو امام کے ساتھ قراءت کرے تو وہ فطرت پر نہیں ہے۔ عبد الرزاق نے مزید نقل فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ((ملیء فوہ ترابا)) ترجمہ: اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

مزید نقل فرمایا: اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((وددت أن الذی یقرأ خلف الإمام فی فیہ حجر)) ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ اور "تمہید" میں ہے: حضرت علی و سعد اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت ہے: ((القراءۃ مع الإمام لا فیما أسر ولا فیما جھر)) ترجمہ: امام کے پیچھے سری اور جہری نماز میں قراءت نہیں ہے۔ حافظ عبد الرزاق نے امام ثوری سے وہ ابو منصور سے وہ حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ایک شخص عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو اس نے عرض کیا: اے ابوعبد الرحمٰن! کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ تو ارشاد فرمایا: ((أنصت للقرآن فإن فی الصلاۃ شغلاً وسیکفیک ذلک الإمام)) قرآن کے لئے خاموشی اختیار کرو۔ پس بے شک یہ نماز میں ایک مشغولیت اختیار کرنا ہے اور اس بارے میں تجھے امام ہی کافی ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب وجوب القراءۃ، ج6، ص13، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(25) شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

اور اس میں وجہ یہ ہے کہ قراءت لعینہ مقصود نہیں ہے بلکہ وہ تدبر کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے لئے ہے ۔حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: قرآن پاک اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ اس پر عمل کیا جائے پس لوگوں نے اس کی تلاوت کو ہی اس کے عمل کے قائم مقام بنالیا ہے اور اس مقصود کا حصول امام کے قراءت کرنے اور لوگوں کے توجہ کے ساتھ سننے سے حاصل ہوگا تو جب ان میں سے ہر ایک تلاوت میں مشغول ہو جائے گا تو یہ مقصود مکمل طور پر حاصل نہ ہوگا ۔اور خطبہ کی طرح ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود بھی نصیحت اور غور فکر کرنا ہے اور یہ یوں ہو سکے گا کہ امام خطبہ دے اور قوم توجہ کے ساتھ سنے نہ کہ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو خطبہ دے۔

اس پر یہ مسئلہ بھی دلالت کرتا ہے کہ جب مقتدی امام کو حالتِ رکوع میں پائے تو اگر اسے رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے قراءت کا فرض ساقط ہو جائے گا اور اگر قراءت ارکان میں سے کوئی رکن ہوتی تو اس عذر کی بنا پر مقتدی سے ساقط نہ ہوتی جیسا کہ رکوع وسجود کا معاملہ ہے۔اور یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ بے شک قیام کا رکن بھی ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ ضروری ہے کہ مقتدی کھڑے کھڑے تکبیر کہے اور قیام کا فرض جس پر قیام کا اطلاق ہوتا ہے اس کی ادنی حالت سے بھی ادا ہو جاتا ہے اور ان کے لئے حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ امام کی قراءت کی وجہ سے قوم کی نماز بھی قراءت کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے جیسا کہ امام کے خطبہ کی بنا پر ساری قوم کی نماز خطبہ کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ قراءت ابتدا میں رکن تھی پھر اس کے بعد میں امام کے پیچھے قراءت کرنے منع فرمادیا ہے کیا تو نےنہیں دیکھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے پیچھے نماز میں کسی کو قراءت کرتے سنا تو ارشاد فرمایا کیا معاملہ ہے کہ مجھ سے قرآن میں جھگڑا کیا جاتا ہے۔ (المبسوط للسرخسی، القراءۃ خلف الامام، ج1، ص200، دار المعرفہ، بیروت)

قراءت خلف الامام کے قائلین کے دلائل اور ان کے جوابات:

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام کے پیچھے قراءت کرنے کے عدم جواز پر دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں:

الحاصل ان احادیث صحیحہ ومعتبرہ سے مذہب حنفیہ بحمد اللہ ثابت ہو گیا اب باقی رہے تمسکات شافعیہ

(1) اُن میں عمدہ ترین دلائل جسے اُن کا مدار مذہب کہنا چاہیئے حدیث صحیحین ہے یعنی ((لا صلوۃ الا بفاتحۃ

الکتاب)) کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے۔

جواب اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمہارے مفید نہ ہمارے مضر، ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع سجود بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی ہو خواہ ماموم (مقتدی) کی، مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کے لئے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بعینہٖ اس کا پڑھنا ہے۔ کما مر سابقاً (جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔ت) پس خلافِ ارشاد حضور والاتم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہو جائے گی۔

(2) دوسری دلیل: حدیث مسلم ((من صلی صلاۃ لم یقرأفیھا بام القرأن فھی خداج ھی خداج ھی خداج)) حاصل یہ کہ جس نے کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے۔

اس کا جواب بھی بعینہٖ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلّم اور قرأت امام قرأتِ ماموم سے مغنی (بے نیاز کرنے والی ہے) خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ لاکھوں ہوں تمہیں اس وقت بکار آمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے ام الکتاب رہتی ہو وھو ممنوع (اور یہ ممنوع ہے۔ت)

(3) تیسری دلیل: حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ((لا تفعلوا الا بام القرأن)) امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے۔ (مسند احمد بن حنبل)

اولاً یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی ونسائی وموطائے امام مالک وموطائے امام محمد وغیرہا صحاح ومعتبرات سے نقل کیں کب مقاومت کر سکتی ہے، امام احمد بن حنبل وغیرہ حفّاظ نے اس کی تضعیف کی، یحییٰ بن معین جیسے ناقدین جس کی نسبت امام ممدوح نے فرمایا جس حدیث کو یحییٰ نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے۔

ثانیاً خود شافعیہ اس حدیث پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے:

ایک یہ کہ اس میں ماورائے فاتحہ سے نہی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضمِ سورت بھی جائز ہے۔

صرح به الامام النووی فی شرح صحیح مسلم (امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے۔ت)

دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی بآواز بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھنا روا اور یہ امر بالاجماع ممنوع، صرح بہ الشیخ فی اللمعات و یفیدہ الکلام النووی فی الشرح (شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس بات کی تصریح کی ہے اور امام نووی کا کلام شرح میں بھی اسکا فائدہ دیتا ہے۔ت) پس جو خود اُن کے نزدیک

متروک ہم پر اُس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں۔

بالجملہ ہمارا مذہب مہذب بحمد اللہ حجج کافیہ ودلائل وافیہ سے ثابت، اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اُسے معاذ اللہ باطل یا مضمحل کر سکے مگر اس زمانہ پُرفتن کے بعض جہال بے لگام جنھوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لئے تقلید ائمہ کرام میں خدشات واوہام پیدا کرتے ہیں جس ساز وسامان پر ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مقلدیہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزجات پر ادعائے اجتہاد وفقاہت ہے عقلائے منصفین کا معلوم، اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیانِ خام کار نے کہہ دیا اُنھوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجبِ ذلّت وباعث فضیحت ہوں، اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ وساوس شیطان سے امان بخشے امین۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص246 تا248، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک جواب یہ ہے کہ ابتدا میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کی اجازت تھی بعد میں بحکم قرآن ممانعت ہوگئی چنانچہ تبیین الحقائق کے حاشیہ الشلبی میں شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن الشّلبی (متوفی 1021ھ) فرماتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث مروی ہے وہ محمول ہے ابتدائی دور میں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (ترجمہ کنزالایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔) تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے امام کے پیچھے قراءت کرنا چھوڑ دیا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب آپ علیہ السلام نے صحابی کو پیچھے قراءت کرتے سنا تو فرمایا: کون ہے جو مجھ سے قرآن میں جھگڑتا ہے۔ اور ایک جواب یہ ہے کہ یہ امام کے علاوہ پر محمول ہے جیسا کہ صراحت ہے خلال کی سند کے ساتھ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ نماز جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نامکمل ہے مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفا مروی ہے۔ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلوۃ، آداب الصلوۃ، جلد1، صفحہ 131، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، القاہرۃ)

(4) قراءت خلف الامام کے جواز پر ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ صحیح ابن حبان میں ہے: ((أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الذُّهْلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تجزىء صَلَاةٌ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. قُلْتُ: وَإِنْ كُنْتُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِي وَقَالَ: اقْرَأْ فِي نَفْسِكَ)) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز درست نہیں۔ میں نے عرض کی اگر میں امام کے پیچھے ہوں۔ تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اس صورت میں اپنے دل میں قراءت کر لے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، ذکر ایجاب الفصل علی المصلاۃ اذا المرء قرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب، جلد 5، صفحہ 91، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

احناف کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کا یہ مطلب ہے کہ اپنے دل سے امام کی قراءت فاتحہ پر غور کرو۔ دوسرا یہ کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا ذاتی قول ہے انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے ایسا سنا ہے اور ہماری طرف صحیح صریح مرفوع احادیث ہیں۔

باب نمبر229

بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ دُخُولِهِ المَسْجِد

مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا کہے

314- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الحُسَيْنِ، عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الكُبْرَى قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ المَسْجِدَ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ، وَقَالَ :رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِيَ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ

315 -وقَالَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ :قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُإِبْرَاهِيمَ :فَلَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الحَسَنِ بِمَكَّةَ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ هَذَا الحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي بِهِ، قَالَ :كَانَ إِذَا دَخَلَ قَالَ :رَبِّ افْتَحْ لِي بَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ قَالَ :رَبِّ افْتَحْ لِي بَابَ فَضْلِكَ، :وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ، وَأَبِي أُسَيْدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ،قال ابوعيسیٰ : حَدِيثُ فَاطِمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ الحُسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ فَاطِمَةَ الكُبْرَى إِنَّمَا عَاشَتْ فَاطِمَةُ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو محمد (اپنی ذات مبارکہ) پر درودو سلام بھیجتے اور یہ دُعا پڑھتے"رب اغفرلی الخ"اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب (مسجد سے) باہر تشریف لاتے تو درودوسلام کے بعد یوں دُعا مانگتے "رب اغفرلی الخ"اے رب میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔علی بن حجر بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل بن ابراہیم نے فرمایا: میں نے مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن حسین سے ملاقات کی تو اُن سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی،"جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے" اے میرے رب! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"اور جب باہر تشریف لاتے تو یہ دُعا پڑھتے"اے میرے رب! میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے"اس باب میں حضرت ابوحمید، ابواُسید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایات موجود ہیں۔امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث"حسن"ہے۔اور اُس کی سند متصل نہیں (کیونکہ) فاطمہ بنت حسین نے فاطمہ کبریٰ

بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهُرًا

کو نہیں پایا، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد صرف چند ماہ حیات رہیں۔

تخریج حدیث 314: (بالفاظ مختلفۃ فی سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب الدعاء عند دخول المسجد، حدیث 771، ج 1، ص 253، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 315:

شرح حدیث

حضرت فاطمۃ الکبری سے مراد:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

پہلی فاطمہ سے مراد امام حسین کی بیٹی اور امام حسن مجتبیٰ کے بیٹے حسن کی زوجہ ہیں، انہوں نے اپنی دادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا سے روایت کی ہے، لہٰذا فاطمہ کبری سے مراد بتول زہرا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہزادی ہیں، ان کی شان وعظمت کی وجہ سے ان کو کبری کہا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الخ، ج2، ص614، دارالفکر، بیروت)

مسجد میں داخل ہوتے وقت درود پاک پڑھنے کا وقت اور حکمت:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی اپنی ذات پر) پر درود اور سلام بھیجتے)) یہ قول مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اور بعد دونوں کا احتمال رکھتا ہے اور اول اَولی ہے۔ پھر اس میں تعلیم امت کے علاوہ حکمت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ذات پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ اوروں پر آپ کی ذات پر ایمان لانا واجب ہے پس جس طرح اوروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مطلوب ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنی ذات پر درود بھیج کر اپنی تعظیم مطلوب ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الخ، ج2، ص614، دارالفکر، بیروت)

علامہ عبد الرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) دخول مسجد کے وقت درود پاک پڑھنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس مقام پر درود پاک پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ مساجد اللہ عزوجل کا ذکر کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا محل ہیں۔ (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الہمزہ، ج1، ص92، مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض)

علامہ محمد بن عبد الہادی التتوی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

((اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو)) امت کے لئے مشروع کرنے کے لئے اور بیان کرنے کے لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم امت کے حکم کی طرح ہی ہے حتی کہ اپنی ذات پر سلام بھیجنے میں بھی سوائے ان باتوں کے جو دلیل کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے ہوئے درود پڑھنا

اس وجہ سے مشروع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مسجد میں داخل ہونے اور خیر عظیم تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ضرور ہونا چاہیے۔ (حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، باب الدعاء عند الدخول، ج1، ص259، دار الجیل، بیروت)

مسجد میں داخل ہوتے وقت سوال رحمت اور خارج ہوتے وقت سوال فضل کی حکمت:

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

رحمت کو مسجد میں دخول کے ساتھ خاص اس وجہ سے کیا گیا کہ داخل ہونے والا آخرت کا طالب ہے اور فضل کو مسجد سے نکلنے کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ انسان مسجد سے دنیا میں طلب معاش کے لئے نکلتا ہے اور فضل سے وہی مراد ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وابتغوا من فضل اللہ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ عزوجل کا فضل تلاش کرو۔

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند ابی اسید مالک الخ، ج2، ص136، دار الوطن، ریاض)

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شاید رحمت کو مسجد کے داخلے کے ساتھ اور فضل کو مسجد سے نکلنے کے ساتھ خاص کرنے میں راز یہ ہے کہ بے شک جو مسجد میں داخل ہوتا ہے تو وہ اس چیز میں مشغول ہوتا ہے جو اُسے اس کے ثواب اور اس کی جنت کے قریب لے جاتی ہے پس رحمت کا ذکر مناسب ہے اور جب وہ نکلتا ہے تو وہ رزق حلال کی طلب میں مشغول ہوتا ہے لہٰذا فضل کا ذکر مناسب ہوا جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ عزوجل کا فضل تلاش کرو۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الخ، ج2، ص596، دار الفکر، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

اور علامہ طیبی رحمہ اللہ کے حوالے سے مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے بارے میں رحمت اور فضل کے فرق کا نکتہ ماقبل میں گزر چکا ہے اور میرے دل میں یہ خیال گزر رہا ہے واللہ اعلم، ہوسکتا ہے وہی نکتہ ہو کہ بے شک داخل ہونے والا جب عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ عبادت سے حاصل ہونے والی رحمت کو طلب کرتا ہے پس بے شک اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔ اور جب مسجد سے نکلنے والا مباح امور کی طرف متوجہ ہو تو اس وقت مناسب یہی ہے کہ وہ رحمت و عنایت کے سبب اور عبادت کو ملائے بغیر اللہ عزوجل سے اس کا فضل طلب کرے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الخ، ج2، ص614، دار الفکر، بیروت)

طلب مغفرت کی وجہ:

اس حدیث میں اور اس سے ماقبل کی حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا امت کی مشروعیت کے

لئے ہے کیونکہ (عام) انسان تمام اوقات میں کوتاہیوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی طرف غفران کی نسبت کرنا ملک جبار عزوجل کی بارگاہ میں اپنے آپ کو انکساری کے ساتھ متصف کرتے ہوئے ہے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، باب کان وھی الشمائل، ج5، ص129، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

مسجد میں داخل ہونے اور خارج ہونے کے اذکار کا مجموعہ:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی676ھ) فرماتے ہیں:

"اس بارے میں کثیر اذکار وارد ہیں..... اور تحقیق میں (علامہ نووی) نے ان کو تفصیل کے ساتھ "کتاب الاذکار" میں جمع کر دیا ہے اور اس کا مختصر مجموعہ یہ ہے: ((أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: میں مردود شیطان سے اللہ العظیم کی اور اس کے وجہ کریم کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں اللہ عزوجل کے نام سے شروع اور تمام تعریفات اللہ عزوجل کے لئے ہیں اے اللہ عزوجل! درود بھیج محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ال پر، اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں کی بخشش فرمادے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور لیکن نکلتے ہوئے یوں کہے: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) یعنی اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب مایقول اذا دخل المسجد، ج5، ص224، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد میں داخل ہونے اور خارج ہونے کی دعا کے بارے میں صحیح مسلم کی روایت:

صحیح مسلم میں مسجد میں داخل ہونے اور خارج ہونے کی دعا کے بارے میں وارد روایت اس طرح ہے: ((قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو پس وہ یوں کہے: ((اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب نکلے تو یوں کہے: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم، باب مایقول اذا دخل المسجد، ج1، ص494، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد میں دخول وخروج کی دعائیں، مذاہب ائمہ

عندالاحناف:

علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی حنفی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

اور مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یوں کہنا مستحب ہے:((اللهم افتح لی أبواب رحمتك)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور نکلتے ہوئے یوں کہے:((اللهم إنی أسألك من فضلك)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

(مراقی الفلاح، فصل فی تحیۃ المسجد، ج1، ص149، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

اس کے تحت علامہ سید احمد طحطاوی حنفی (متوفی 1231ھ) فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے جیسا کہ احادیث طیبہ اس پر دال ہیں۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، فصل فی تحیۃ المسجد، ج1، ص395، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عندالحنابلہ:

علامہ موسیٰ بن احمد بن موسیٰ بن سالم حنبلی (متوفی 968ھ) فرماتے ہیں:

جب نمازی مسجد میں داخل ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنا دایاں قدم پہلے داخل کرے اور یوں کہے:((بسم الله أعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم الحمد لله اللهم صل وسلم على محمد اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی أبواب رحمتك)) یعنی اللہ عزوجل کے نام سے شروع، میں مردود شیطان سے اللہ العظیم کی اور اس کے وجہ کریم کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں، تمام تعریفات اللہ عزوجل کے لئے ہیں اے اللہ عزوجل! درود بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر، اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں کی بخشش فرما دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب باہر نکلے تو پہلے بایاں قدم باہر نکالے اور یوں کہے:((بسم الله اللهم صل وسلم على محمد اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی أبواب فضلك الله إنی أعوذ بك من إبليس وجنوده)) اللہ عزوجل کے نام سے شروع، اے اللہ عزوجل درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے اللہ عزوجل میرے گناہوں کی بخشش فرما دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ میں ابلیس اور اس کے لشکر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(الاقناع فی فقہ الامام احمد، باب المشی الی الصلاۃ، ج1، ص111، دار المعرفہ، بیروت)

عندالشوافع:

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یوں کہنا مستحب ہے:((أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنْ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِاسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سيدنا محمد وعلى آلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: میں مردود شیطان سے اللہ العظیم کی اور اس کے وجہ کریم کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں اللہ عزوجل کے نام سے شروع اور تمام تعریفات اللہ عزوجل کے لئے ہیں اے اللہ عزوجل درود بھیج محمد پر اور محمد کی ال پر صلی اللہ علیہ وسلم، اے اللہ عزوجل میرے گناہوں کی بخشش فرمادے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔اور جب مسجد سے نکلے تو اسی کی مثل کہے مگر یوں کہے:((وَافْتَحْ لِي أبواب فضل)) میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔اور داخل ہوتے ہوئے دایاں قدم رکھے اور باہر نکلتے ہوئے بایاں قدم نکالے۔

(المجموع شرح المہذب، فصل فی المساجد واحکامہا، ج2، ص179، دار الفکر، بیروت)

علامہ زکریا بن محمد بن زکریا الانصاری شافعی (متوفی 926ھ) "المجموع" سے مذکورہ بالا دعائیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

پس اگر نمازی پر یہ دعا طویل ہو تو پس اسی پر اقتصار کرے جو صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو یوں کہے:((اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔اور جب نکلے تو یوں کہے:((اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ (اسنی المطالب، فصل فی احکام المسجد، ج1، ص187، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

<u>عند المالکیہ:</u>

علامہ ابن الحاج مالکی (متوفی 737ھ) فرماتے ہیں:

اور مسجد میں داخل ہوتے وقت اس بارے میں جو دعا وارد ہوئی ہے اس کے پڑھنے میں سنت کی پیروی کی نیت کرے اور یوں کہے:((بِسْمِ اللّٰهِ)) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔پھر یوں کہے:((اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل میرے گناہوں کی بخشش فرمادے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔اور اسی طرح مسجد سے نکلتے ہوئے بھی سنت کی پیروی کی نیت کرے یوں کہ پہلے بایاں قدم باہر نکالے دایاں قدم پیچھے رکھے اور نکلتے ہوئے اس بارے میں جو دعا وارد ہوئی ہے اس میں بھی سنت کی پیروی کی نیت کرے اور یوں کہے:((بِسْمِ اللّٰهِ)) اللہ عزوجل

کے نام سے شروع، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یوں کہے: ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی ذُنُوبِی وَافْتَحْ لِی اَبْوَابَ فَضْلِكَ)) ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میرے گناہوں کو معاف فرمادے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور داخل ہوتے ہوئے بایاں قدم پیچھے رکھنے اور نکلتے ہوئے بایاں قدم نکالنے میں بھی سنت کی نیت کرے پس بے شک سنت اس بات پر وارد ہوئی ہے کہ ہر گندی چیز کو بائیں سے لیا جائے گا اور ہر پاک چیز کو دائیں سے لیا جائے گا۔

(المدخل لابن الحاج، فصل فی الخروج الی المسجد الخ، ج1، ص45,46، دار التراث، بیروت)

باب نمبر 230

بَابُ مَا جَاءَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ

جب داخل مسجد ہوتو دورکعتیں پڑھے

316 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ ابوعيسىٰ :وَحَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، نَحْوَ رِوَايَةِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَرَوَى سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ، وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا: اسْتَحَبُّوا إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ الْمَسْجِدَ أَنْ لَا يَجْلِسَ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ عُذْرٌ "قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ :وَحَدِيثُ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اُسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دورکعتیں ادا کرلے۔

اس باب میں حضرت جابر، حضرت ابواُمامہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوذر اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔محمد بن عجلان اور متعدد راویوں نے یہ حدیث عامر بن عبداللہ بن زبیر سے مالک بن انس کی مثل روایت کیا ہے۔

اور سہیل بن ابی صالح نے اس حدیث کو عامر بن عبداللہ بن زبیر اور عمرو بن سلیم کے واسطہ کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔اور یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔اور حضرت ابوقتادہ کی حدیث صحیح ہے۔اور اس حدیث پر ہمارے علما کا عمل ہے اور اُن کے نزدیک مستحب ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دورکعت ادا کرے مگر یہ کہ اُسے کوئی عذر ہو۔علی بن مدینی کہتے ہیں: سہیل کی حدیث خطا ہے (امام ترمذی فرماتے ہیں)

صَالِحٍ خَبِطَ! أَخْبَرَنِي بِذَلِكَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ	علی بن مدینی کے حوالے سے یہ خبر مجھے اسحاق بن ابراہیم نے دی ہے۔

تخریج حدیث 316: (صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب اذا دخل احدکم المسجد، حدیث 444، ج1، ص96، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب استحباب تحیۃ المسجد، حدیث 714، ج1، ص...، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی الصلوٰۃ عند دخول المسجد، حدیث 467، ج1، ص127، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب فرض تکبیرۃ الاولی، حدیث 884، ج2، ص124، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب من دخل المسجد...، حدیث 1013، ج1، ص324، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"((جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں پڑھے)) اور ایک دوسری روایت میں ہے: ((پس وہ نہ بیٹھے حتی کہ دو رکعتیں پڑھ لے)) اس حدیث پاک میں دو رکعت تحیۃ المسجد کا ثبوت ہے اور اس کے سنت ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔" (شرح النووی علی مسلم، باب استحباب تحیۃ المسجد الخ، ج5، ص225، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نماز پڑھے)) یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوبی، ظاہر یہ کا اس میں اختلاف ہے ((دو رکعتیں)) یعنی تحیۃ المسجد یا جو اس کے قائم مقام فرض یا سنت نماز ہو غیر مکروہ وقت میں ہمارے نزدیک یا طواف ((بیٹھنے سے پہلے)) مسجد کی تعظیم کرتے ہوئے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد و مواضع الخ، ج2، ص596، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمد بن عبد الہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ((فلیرکع)) اس کا اطلاق اوقاتِ مکروہ و غیر مکروہ کو شامل ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور جو اس بات کے قائل نہیں ہیں وہ اس کو اوقاتِ غیر مکروہہ ساتھ خاص کرتے ہیں اور حدیث میں حکم استحبابی ہے جیسا کہ اس پر کتاب میں موجود دوسرا ترجمۃ الباب اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ تحیۃ المسجد فرض نماز سے بھی ادا ہو جائے گی لہذا حدیث کو اس بات کے ساتھ خاص کرنا باقی نہیں رہا کہ "جب فرض نماز قائم نہ ہو۔" واللہ تعالی اعلم۔

(حاشیۃ السندی علی سنن نسائی، کتاب المساجد، ج2، ص54، دار الجیل، بیروت)

علامہ علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

اور بعض عوام جو پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ پھر حدیث کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے اس کا مستحب ہونا اس کے ساتھ خاص ہے جو مسجد میں بیٹھنے کے ارادے سے آیا ہو اور اکثر و غالب کا اعتبار کرتے ہوئے بیٹھنے سے مقید ہونے کا احتمال ہے۔ اور جو نماز کے مکروہ وقت میں مسجد میں داخل ہو یا وہ مُحدِث ہو تو وہ چار مرتبہ یوں کہے: (سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ) اور بعض نے (وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ) کو بھی زائد کیا تو بعض سلف صالحین سے مروی ہے کہ بے شک یہ کہنا ثواب میں دو رکعتوں کے برابر ہے۔

اور اس بات کی تائید وہ حدیث پاک کرتی ہے جو حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ جو کہ بڑے امام اور تابعی ہیں ان سے صحیح طور پر مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((إذا دخلت المسجد فصل فيه فإن لم تصل فاذكر الله فكأنك قد صليت)) ترجمہ: جب تو مسجد میں داخل ہو تو اس میں نماز ادا کر پس اگر تو نماز ادا نہ کر پائے تو اللہ عزوجل کا ذکر کر لے تو یہ ایسا ہی ہے کہ تو نے نماز ادا کر لی۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اور طواف کا ارادہ ہے تو طواف سے ابتدا کرے ورنہ نماز پڑھے برخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے یوں کہہ کر اس کے خلاف کا وہم کیا: ''مسجد الحرام کی تحیت اس کا طواف کرنا ہے۔'' پھر حدیث کا ظاہر اس چیز کا مقتضی ہے کہ تحیت بیٹھنے سے فوت ہو جاتی ہے لیکن امام ابن حبان نے حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور اس کو صحیح قرار دیا کہ انہوں نے فرمایا: ''میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما تھے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يا أبا ذر للمسجد تحية وإن تحيته ركعتان فقم فاركعهما)) ترجمہ: ''اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! مسجد کے لئے تحیت ہے اور بے شک اس کی تحیت دو رکعتیں ہیں تو پس کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں پڑھو۔ وہ کہتے ہیں: پس میں کھڑا ہوا اور دو رکعتیں ادا کیں۔ اور اسی سے اخذ کیا گیا ہے کہ زائر (روضہ پاک کی زیارت کرنے والا) جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو پہلے دو رکعت پڑھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور آپ کی تکریم پر اللہ عزوجل کا حق اور اس کی تعظیم مقدم ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الخ، ج2، ص597، دار الفکر، بیروت)

تحیۃ المسجد کے بارے میں مذاہب ائمہ

عند الاحناف:

علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی حنفی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا مسنون ہے وہ ان کو بیٹھنے سے پہلے غیر مکروہ وقت میں ادا کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی بنا پر کہ ((إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يركع ركعتين)) ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو رکعتیں پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔ اور فرض کی ادائیگی بھی اس کے قائم مقام ہو جائے گی۔ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح ہر وہ نماز جو مسجد میں داخل ہوتے وقت اس نے بغیر تحیۃ المسجد کی نیت کے ادا کی (وہ بھی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی) کیونکہ تحیۃ المسجد، مسجد کی تعظیم اور حرمت کی وجہ سے ہے اور وہ آنے والے کی پڑھی ہوئی نماز سے حاصل ہو گئی اور ہمارے نزدیک بیٹھنے سے تحیت فوت نہیں ہوتی اگرچہ پہلے پڑھنا افضل ہے اور اگر اسی دن اس کا مسجد میں داخل ہونا مکرر ہو تو وہ

دورکعتیں اسے کفایت کریں گی۔ (مراقی الفلاح، فصل فی تحیۃ المسجد، ج1، ص148، المکتبۃ العصریہ بیروت)

عندالحنابلہ:

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

(اور مستحبات میں سے تحیۃ المسجد بھی ہے) لہٰذا مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے بیٹھنے سے قبل دورکعتیں پڑھنا مستحب ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يركع ركعتين)) جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دورکعتیں پڑھے۔(متفق علیہ) اگر وہ بیٹھ جائے تو سنت یہ ہے کہ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ اس حدیث کی بنا پر جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ((جاء سليك الغطفاني ورسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب فجلس فقال "يا سليك قم فاركع ركعتين وتجوز فيهما)) ترجمہ: سلیک غطفانی آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے پس وہ آ کر بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلیک! کھڑے ہو کر دورکعتیں پڑھو اور ان میں اختصار کرو۔

(الشرح الکبیر، مسئلہ ومتی یسجد بعد الخ، ج1، ص739، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع)

علامہ موسیٰ بن احمد بن موسیٰ بن سالم حنبلی (متوفی 968ھ) فرماتے ہیں:

:پس جب مسجد میں داخل ہو تو اگر غیر مکروہ وقت ہو تو بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کی دورکعتیں ادا کرے۔

(الاقناع فی فقہ الامام احمد، باب المشی الی الصلاۃ، ج1، ص111، دار المعرفہ، بیروت)

عندالشوافع:

علامہ ابوالحسن احمد بن محمد بن المحاملی (متوفی 415ھ) فرماتے ہیں:

ہر وہ شخص جو مسجد میں داخل ہو تو اس کے لئے بیٹھنے سے قبل دورکعتیں پڑھنا مستحب ہے خواہ وہ کسی بھی وقت داخل ہو اور یہ اس کے لئے جو احیاناً مسجد میں داخل ہو بہرحال جو ایک ہی وقت میں بار بار مسجد میں داخل ہو تو اگر وہ ہر دفعہ تحیۃ المسجد نہ بھی ادا کرے تو میں امید کرتا ہوں کہ اسے یہ کفایت کرے گا۔ (اللباب فی الفقہ الشافعی، کتاب الصلاۃ، ج1، ص144، دار البخاری، المدینۃ المنورہ)

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

اور جو مسجد میں داخل ہو تو اس کے لئے دورکعات تحیۃ المسجد ادا کرنا مستحب ہے اس حدیث پاک کی وجہ سے جو حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے نے روایت کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((إذا جاء أحدكم المسجد

فليصل سجدتين من قبل أن يجلس)) ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں ادا کرے۔ پس اگر وہ داخل ہوا اور جماعت قائم ہو چکی ہو تو پھر تحیۃ المسجد ادا نہ کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے کہ فرمایا:((إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة)) ترجمہ: جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ فرض کی ادائیگی سے بھی تحیۃ المسجد حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ فرض حج ادا کرنے سے حرم میں داخلے کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ (المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب صلاۃ التطوع، ج1، ص161، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن احمد الشاشی القفال شافعی (متوفی 507ھ) فرماتے ہیں:

''وَمن دخل الْمَسْجِد لفرض جَازَ أَن يُصَلِّي تَحِيَّة الْمَسْجِد فِي وَقت النَّهْي وَإِن لم يدْخل إِلَّا ليُصَلِّي التَّحِيَّة فِي وَقت النَّهْي ثمَّ يخرج فَفِيهِ وَجْهَان أَحدهمَا يجوز'' ترجمہ: اور جو مسجد میں فرض نماز کے لئے داخل ہو تو اس کے لئے مکروہ وقت میں بھی تحیۃ المسجد ادا کرنا جائز ہے اور جو شخص صرف تحیۃ المسجد کے لئے ہی وقتِ مکروہ میں مسجد میں داخل ہو پھر مسجد سے نکلے تو اس میں دو قول ہیں ان میں سے ایک جواز کا قول ہے۔

(حلیۃ العلماء فی معرفۃ مذاہب الفقہاء، فصل اذا تکرر منہ السہو، ج2، ص153، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

علامہ ابو الحسین یحیی بن ابی الخیر شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

پس اگر مسجد میں داخل ہوا اور جماعت قائم ہو چکی ہو یا اس کے داخل ہونے کے بعد اور نماز پڑھنے سے پہلے قائم ہوئی تو وہ تحیۃ المسجد ادا نہ کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی بنا پر کہ ارشاد فرمایا:((إذا أقيمت الصلاة . . فلا صلاة إلا المكتوبة)) ترجمہ: جب جماعت قائم ہو تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں ہے۔ اور اس لئے کہ تحیۃ المسجد فرض نماز سے بھی حاصل جاتی ہے۔ پس اگر وہ فرض یا سنن میں سے کچھ ادا کرے اور اس سے فرض اور تحیۃ المسجد یا سنت اور تحیۃ المسجد کی نیت کرے تو جائز ہے اس لئے تحیۃ المسجد بغیر تحیت کی نیت کے بھی ہو جاتی ہے لہٰذا اس موقع پر تحیۃ المسجد کی نیت کرنا صحیح ہے۔

(البیان فی مذہب الامام الشافعی، مسئلۃ تحیۃ المسجد، ج2، ص286، دار المنہاج، جدہ)

عند المالکیہ:

علامہ محمد بن یوسف غرناطی مالکی (متوفی 897ھ) فرماتے ہیں:

(تحیۃ المسجد مستحب ہے) قاضی عیاض فرماتے ہیں: تحیۃ المسجد فضیلت والی بات ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ واجب نہیں ہے۔ (التاج والاکلیل لمختصر خلیل، باب فی صلاۃ التطوع، ج2، ص374، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن عبداللہ خرشی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

جب وہ نماز پڑھے گا تو وہ اسے حصولِ ثواب کے ساتھ ساتھ جگہ کو عبادت میں مشغول کرنے کے حوالے سے تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہونے میں کفایت کرے گی جبکہ وہ فرض سے فرض اور تحیت کی نیت کرے یا فرض کو اس کا نائب بنانے کی نیت کرے جیسا کہ غسل جنابت میں ہوتا ہے۔ (شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل فی بیان صلاۃ التطوع، ج2، ص5، دار الفکر للطباعۃ، بیروت)

باب نمبر (231)

مَا جَاءَ أَنَّ الْأَرْضَ كُلَّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ

(قبرستان اور حمام کے سوا ساری زمین مسجد ہے)

317۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، وَأَبُو عَمَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ قَالُوا: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَطَهُورًا، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ قَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ رِوَايَتَيْنِ: مِنْهُمْ مَنْ ذَكَرَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَذْكُرْهُ، وَهَذَا حَدِيثٌ فِيهِ اضْطِرَابٌ، رَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ، وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: وَكَانَ عَامَّةُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساری زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔

اس باب میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت انس، حضرت ابواُمامہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ ان سب کا کہنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: ابوسعید کی حدیث، عبدالعزیز بن محمد سے دو روایتوں کے ساتھ مروی ہے، بعض نے ابوسعید کا ذکر کیا اور بعض نے نہیں کیا۔

اس حدیث میں (سند کے لحاظ سے) اضطراب ہے۔ سفیان ثوری نے عمرو بن یحییٰ کے واسطہ کے ساتھ ان کے والد سے مرسلاً روایت کی۔ اور حماد بن سلمہ نے عمرو بن یحییٰ اور اُن کے والد (یحییٰ) اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ اور محمد بن اسحاق نے عمرو بن یحییٰ اور یحییٰ کے واسطہ سے مرسل روایت نقل کی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: عام روایتیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ

رِوَايَتِهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَكَأَنَّ رِوَايَةَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَثْبَتُ وَأَصَحُّ	حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں لیکن اس روایت میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں، گویا سفیان ثوری کی روایت عمرو بن یحییٰ اور اُن کے والد (یحییٰ) کے حوالہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو منقول ہے وہ زیادہ ثابت اور زیادہ مستند ہے۔

تخریج حدیث 303: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب المواضع التی لا تجوز فیها، حدیث 492، ج 1، ص 132، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب المواضع التی ذکرہ فیها۔۔۔، حدیث 745، ج 1، ص 246، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

حمام اور قبرستان کب مسجد ہوں گے، کب نہیں:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"حمام مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) ہونے سے اس وقت نکلے گا جبکہ وہاں نجاست ظاہر ہے یا اس جگہ نماز پڑھے جس میں غسل کا پانی موجود ہو، بہر حال اگر وہ کسی پاک جگہ نماز پڑھے یا نماز پڑھنے کی جگہ کو دھو کر نماز پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے ایسے ہی قبرستان مسجد ہونے سے اس وقت خارج ہوگا جب اس میں مردوں کی پیپ وغیرہ اس میں ظاہر ہوں، بہر حال اگر وہاں پاک جگہ نماز پڑھے تو جائز ہے۔" (شرح ابی داؤد للعینی، باب المواضع التی الخ، ج2، ص412، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((ساری زمین مسجد ہے)) یعنی اس میں بغیر کراہت کے نماز جائز ہے ((مگر مقبرہ اور حمام)) ابن الملک کہتے ہیں: پس بے شک نماز اس جگہ مکروہ ہے۔ اور شارح منیۃ فرماتے ہیں: اور قبرستان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہاں نماز کے لئے جگہ موجود ہو اور کوئی قبر نہ ہو۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد و مواضع الخ، ج2، ص617، دار الفکر، بیروت)

قبرستان اور حمام میں حصر نہیں:

علامہ محمد بن عبد الہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

"((سوائے مقبرہ اور حمام کے)) اس سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں اور جو اس کے معنی میں ہو، پس ان دو کے علاوہ جن جگہوں پر نماز پڑھنے سے دیگر روایات میں منع کیا گیا ہے ان سے اشکال وارد نہیں ہوگا۔"

(حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، باب المواضع التی تکرہ، ج1، ص252، دار الجیل، بیروت)

مذکورہ حدیث مرسل یا مسند اور صحیح یا غیر صحیح:

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

"((زمین تمام کی تمام مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام)) اس کے رجال ثقہ ہیں لیکن اس کے وصل اور ارسال کے حوالہ سے اختلاف ہے اور اس کے باوجود امام حاکم اور ابن حبان رحمہما اللہ نے اس کی صحت کا حکم دیا ہے۔"

(فتح الباری لابن حجر، باب کراہیۃ الصلاۃ فی المقابر، ج1، ص529، دار المعرفۃ، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((اس حدیث پاک کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا))اور امام ترمذی نے فرمایا: اس حدیث میں مرسل اور مسند ہونے کے اعتبار سے اضطراب ہے اور انہوں نے ذکر کیا کہ بے شک سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ارسال کیا ہے اور وہ اصح اور اثبت ہے، اھ۔ اور تحقیق اس حدیث پاک کو امام ابوداؤد نے مسند روایت کیا ہے اور جنہوں نے اس کو وصل کیا ہے وہ بھی ثقہ ہیں۔ پس اس کا مرسل ہونا اسے ضرر نہیں دیتا، اسی طرح میرک نے ذکر کیا۔((دارمی نے روایت کیا)) امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الخ، ج2، ص617، دار الفکر، بیروت)

"تمام زمین مسجد ہے" اس عموم سے بعض جگہیں خارج ہیں:

علامہ ابوالفضل زین الدین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

جو حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ "میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی" یہ اپنے عموم پر نہیں، خص منہ البعض ہے کہ دیگر احادیث میں بعض جگہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، پس ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ)) ترجمہ: زمین ساری کی ساری مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔ اور اس حدیث پاک کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور فرمایا کہ اس کی تمام اسانید صحیح ہیں..... اور امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو روایت کیا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَفِي الْحَمَّامِ وَفِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّه)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (1) کوڑا خانہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بلند حصہ (5) حمام میں (6) اونٹوں کے باڑے میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: اس کی اسناد قوی ہے۔ اور تحقیق زید بن جبیرہ کے قوتِ حافظہ کے حوالہ سے کلام کیا گیا ہے۔ اور امام مسلم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے جس میں اونٹوں کے بیٹھنے کے جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی: ((لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنْ الشَّيَاطِينِ)) یعنی اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیطانی جگہیں ہیں۔ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی: ((لَا تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ الشَّيْطَانِ)) ترجمہ: اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ وہ شیطان سے تخلیق کیے گئے ہیں۔ اور امام مسلم

نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی: ((لَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ)) یعنی قبور کو مساجد نہ بناؤ۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی: ((إِنَّ حَبِّي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَقْبَرَةِ وَنَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي أَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ)) ترجمہ: مجھے میرے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ جگہیں ملعون ہیں۔

(طرح التثریب فی شرح التقریب، حدیث جعلت لی الارض مسجدا، ج2، ص105، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ممنوعہ جگہوں پر نماز کے منع ہونے کی وجوہات:

"اور ان منع کردہ جگہوں میں سے بعض وہ ہے جن میں نماز کے منع کا سبب ایک قول کے مطابق نجاست کا غلبہ ہے جیسا کہ کوڑا خانہ میں، مذبح خانہ میں، قبرستان میں، حمام میں اور اونٹوں کے باڑے میں۔ منع کا سبب ایک دوسرے قول کے مطابق تشویش کا خوف اور دل جمعی کا نہ ہونا ہے جیسا کہ رستہ کے بلند حصہ میں اور اونٹوں کے باڑے میں۔ ایک اور قول کے مطابق منع کا سبب شیاطین کا حاضر ہونا ہے جیسا کہ حمام اور اونٹوں کے باڑے میں۔

اسی طرح وادی کے پست حصہ میں نماز پڑھنا جیسا کہ دوسری حدیث میں موجود ہے اور قبلہ مستقبلہ کا نہ ہونا جیسا کہ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا کیونکہ وہاں ایسی کوئی بلند شے موجود نہیں ہے کہ جس کی طرف منہ کیا جائے۔ اور ان میں بعض جگہوں میں نماز پڑھنا حرام ہے اور بعض جگہوں میں مکروہ جیسا کہ فقہ اور ان احادیث میں جہاں کلام ہوتا ہے ان مقامات پر جانا جاسکتا ہے۔" (طرح التثریب فی شرح التقریب، حدیث جعلت لی الارض مسجدا، ج2، ص105، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

زمین رافع حدث ہے اور تیمم سے مستعمل نہیں ہوتی:

"(اس باب کی دوسری) حدیث پاک سے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ بے شک تیمم حدث کو دور کردیتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان "طھورا" میں زمین اور پانی کے درمیان برابری رکھی اور یہ مبالغہ کے اوزان میں سے ہے جیسا کہ "قتول" اور "ضروب....." اور اسی طرح جو لوگ تیمم میں استعمال کی گئی مٹی سے دوبارہ تیمم کرنے کو روا جانتے ہیں وہ بھی لفظِ طہور سے استدلال کرتے ہیں اس لئے کہ فعول کا صیغہ تکرار پر دلالت کرتا ہے۔"

(طرح التثریب فی شرح التقریب، حدیث جعلت لی الارض مسجدا، ج2، ص109، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تیمم اور تمام زمین میں نماز کی اجازت اس امت کا خاصہ ہے:

اس میں یہ ہے کہ امم سابقہ میں سے کسی کے لئے بھی تیمم کی رخصت نہیں دی گئی، اسی طرح ان میں سے کسی کو تمام زمین

میں نماز پڑھنا کی رخصت بھی نہیں دی گئی۔اس خصوصیت کے ساتھ اللہ عزوجل نے صرف اس امت کوان پر رحمت اور تخفیف کرتے ہوئے خاص کیا ہے اور وہ رب ایسے ہی اس امت پر رحمت فرمانے والا ہے اور اسی کے لئے فضل واحسان ہے۔

(طرح التثریب فی شرح التقریب، حدیث جعلت لی الارض مسجدا، ج2،ص109، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اس امت کے لیے تمام زمین کے مسجد ہونے کی تخصیص کی صورت:

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا، اس معاملہ میں پچھلی امتوں کے مقابلے اس امت کو جو خاص کیا گیا اس کی بیانِ صورت میں اختلاف ہے، تو ایک قول یوں ہے کہ بے شک سابقہ امتوں کے لئے صرف مخصوص جگہوں میں نماز جائز تھی جیسا کہ ان کے کلیسا اور گرجا اور اس امت کے ہر جگہ نماز کی ادائیگی جائز ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ وہ صرف اسی زمین میں نماز پڑھتے تھے جس کی طہارت کا انہیں یقین ہوتا تھا اور اس امت کو سوائے یقینی طور پر نجس زمین کے ساری زمین میں نماز کے جائز ہونے کی خصوصیت عطا کی گئی ہے۔ان دونوں اقوال کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔

(طرح التثریب فی شرح التقریب، حدیث جعلت لی الارض مسجدا، ج2،ص105، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

احادیث کی روشنی میں خصائص کی تعداد:

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((فُضِّلْتُ عَلَى النَّاسِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ)) ترجمہ: مجھے لوگوں پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے:(1) مجھے جوامع الکلم کا خاصہ عطا فرمایا گیا ہے (2) اور میری رعب کے ذریعے مدد فرمائی گئی ہے (3) اور میرے لئے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا (4) اور میرے لئے ساری زمین کو پاکیزہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے (5) اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے (6) مجھے نبیوں کا خاتم بنایا گیا ہے۔اور بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، واللفظ للبخاری:((أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً)) ترجمہ: مجھے پانچ چیزیں وہ عطا فرمائی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائی گئیں (1) میری ایک مہینے کی مسافت کے رعب سے مدد کی گئی ہے (2) اور میری لئے ساری زمین کو مسجد اور پاکیزہ بنا دیا گیا ہے پس میری امت میں سے کوئی شخص بھی نماز کو (کسی جگہ بھی) پالے تو وہ اسے ادا کر لے (3) اور

میرے لئے غنائم کو حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی حلال نہیں کی گئیں (4) مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی (5) اور نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

امام مسلم کی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے:((فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ الحدیث الخ)) ترجمہ: مجھے لوگوں پر تین چیزوں سے فضیلت دی گئی الخ۔

اور امام احمد اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے، ارشاد فرمایا ((أُعْطِيتُ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقُلْنَا مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ :نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَسُمِّيتُ أَحْمَدَ وَجُعِلَ لِي التُّرَابُ طَهُورًا وَجُعِلَتْ أُمَّتِي خَيْرَ الْأُمَمِ)) ترجمہ: مجھے وہ خصائص عطا کئے گئے ہیں جو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کئے گئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا: میری رعب کے ذریعہ مدد فرمائی گئی ہے اور مجھے زمین کی چابیاں عطا فرمائی گئیں ہیں اور میرا نام احمد رکھا گیا ہے اور میرے لئے مٹی کو پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنا گیا ہے۔

تو ایک حدیث پاک میں چھ خصائص کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ایک میں پانچ کا اور ایک میں تین کا اور ایک میں مطلق رکھا گیا ہے اور اُس میں ان خصائص کو بیان کیا ہے جن کو اِن احادیث میں بیان نہیں کیا گیا جن میں خصائص کی تعداد کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس چیز کا امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے کہ تعداد کا ذکر حصر پر دلالت نہیں کرتا۔ وہ فرماتے ہیں: اور یہ بھی ہو سکتا ہے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین خصائص ارشاد فرمائے ہوں اور پھر دوسرے وقت میں پانچ ارشاد فرمائے اور پھر کسی وقت میں چھ ارشاد فرمائے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ انتہی۔

اور احادیث کے مجموعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ خصائص حاصل ہوئے جن میں سے دس ماقبل گزر چکے اور وہ درج ذیل ہیں: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم کا عطا فرمایا جانا اور (2) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعب کے ذریعے مدد کا ہونا اور (3) غنائم کا حلال ہونا اور (4) تمام زمین کا مسجد اور پاک کرنے والی ہونا اور (5) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونا اور (6) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا اور (7) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی صفوں کا فرشتوں کی صف کی مانند ہونا اور (8) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا عطا فرمایا جانا اور (9) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک احمد رکھا جانا اور (10) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا امتوں میں بہترین ہونا (11) اور گیارھویں خصلت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے کے خزانہ سے عطا فرمائی گئیں۔ اس کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

(طرح التثریب فی شرح التقریب، حدیث جعلت لی الارض مسجدا، ج 2، ص 110، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حمام اور قبرستان میں نماز پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی 970ھ) فرماتے ہیں:

اونٹوں کے باڑے میں، کوڑا خانہ میں، مذبح خانہ میں، غسل خانہ میں، حمام میں، قبرستان میں اور کعبہ کی چھت پر مکروہ ہے۔اور فتاوی میں ہے کہ جب حمام کی کسی ایسی جگہ جسے اس نے دھویا ہو اور جس میں کوئی تصویر نہیں ہے اس میں نماز ادا کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسی طرح قبرستان میں جبکہ وہاں کوئی ایسی جگہ ہو جو نماز کے لئے بنائی گئی ہو اور نہ وہاں کوئی قبر ہو اور نہ ہی نجاست (تو وہاں بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔) (البحر الرائق،قبل الحیۃ العقرب فی الصلاۃ،ج2،ص35،دار الکتاب الاسلامی،بیروت)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

بہر حال حمام میں نماز ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عادۃً غسل کا پانی بہنے اور نجاسات گرنے کی جگہ ہے لہٰذا اس کے مطابق اگر وہ حمام والے کی جگہ پر نماز پڑھ لے تو مکروہ نہیں ہے۔اور ایک قول یہ ہے اس میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بے شک حمام شیطان کے رہنے کی جگہیں ہیں،تو اس وجہ سے حمام میں ہر جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ اس جگہ کو دھویا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔ جہاں تک قبرستان میں نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو ایک قول یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ اس میں یہودیوں سے مشابہت ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ فَلَا تَتَّخِذُوا قَبْرِی بَعْدِی مَسْجِدًا)) ترجمہ:اللہ عزوجل نے یہودیوں پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا لہٰذا میری قبر کو میرے بعد سجدہ گاہ نہ بنانا۔

اور مروی ہے:((انَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَأَی رَجُلًا یُصَلِّی بِاللَّیْلِ إِلَی قَبْرٍ فَنَادَاہُ:اَلْقَبْرَ اَلْقَبْرَ، فَظَنَّ الرَّجُلُ أَنَّہُ یَقُولُ:اَلْقَمَرَ اَلْقَمَرَ، فَجَعَلَ یَنْظُرُ إِلَی السَّمَاءِ، فَمَا زَالَ بِہِ حَتّٰی تَنَبَّہَ)) ترجمہ:بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رات میں قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے ندا دی:قبر،قبر۔تو وہ شخص یہ سمجھا کہ قمر،قمر(چاند،چاند) پس وہ آسمان کی طرف دیکھنا شروع ہو گیا پس وہ یونہی دیکھتا رہا حتی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سمجھ گیا۔لہٰذا نماز تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ قبرستان نجاستوں سے خالی نہیں ہوتے کیونکہ جاہل لوگ قبروں کی بلندی سے پردہ کرتے ہوئے قبر کے پیچھے ہو کر بول و براز کرتے ہیں۔لہٰذا جہاں لوگ ایسا کرتے ہیں تو جگہ کے پاک نہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ پر نماز جائز نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع،فصل شرائط ارکان الصلاۃ،ج1،ص115،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

ان جگہوں میں نماز مکروہ ہے..... قبرستان اور غسل خانہ اور حمام۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، ج 1 ص 379، دار الفکر، بیروت)

علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

(ماتن کا قول اور قبرستان) اور اس کی علت میں اختلاف کیا گیا ہے پس ایک قول یہ ہے کہ اس میں مُردوں کی ہڈیاں اور ان کی پیپ ہوتی ہے اور وہ نجس ہے اور اس میں نظر ہے۔ اور ایک قول یہ ہے بتوں کی عبادت کی اصل صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے اور خانیہ میں اسی وجہ کو بیان کیا ہے۔ اور اگر وہاں نماز کے لئے کوئی جگہ بنائی گئی ہو اور کوئی قبر اور نجاست نہ ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے: "اور نہ ہی اس کا منہ قبر کی طرف ہو، حلیۃ"..... **(اور ماتن کا قول، حمام میں نماز مکروہ ہے)** دو باتوں کی وجہ سے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ غسل کا پانی بہنے کی جگہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ شیاطین کی قیام گاہ ہے تو پہلی صورت میں اگر اس نے وہ جگہ دھو ڈالی تو پھر نماز مکروہ نہ ہوگی اور دوسری صورت میں مکروہ ہوگی اور یہی وجہ حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے اولی ہے ہاں اگر وقت کے فوت ہونے وغیرہ کا خوف ہو تو جائز ہے، امداد۔ لیکن "فیض" میں ہے کہ مفتی بہ کراہت کا نہ ہونا ہی ہے۔

بہر حال حمام کے باہر نماز پڑھنا یعنی حمام والے کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز پڑھنا تو "خانیہ" میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور "حلیہ" میں ہے کہ دوسری وجہ کی بنا پر حمام کے باہر بھی نماز کا مکروہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے: اگر حمام اس جگہ سے تبدیل کر دیا جائے تو ایک قول یہ ہے سابقہ حالت پر باقی رکھتے ہوئے کراہت کا احتمال موجود ہے اور کراہت کے زائل ہونے کا بھی احتمال ہے کیونکہ پردے کی جگہوں کے ظاہر کرنے وغیرہ کی وجہ سے ہی شیطان اس جگہ سے مانوس تھا اور پہلی بات ہی زیادہ درست ہے اور اگر وہاں پانی نہ چلایا گیا ہو اور نہ ہی اس کا استعمال کیا گیا ہو تو مکروہ نہ ہونا ہی زیادہ درست ہے کیونکہ یہ لفظ "حمیم" سے مشتق ہے اور وہ گرم پانی کو کہتے ہیں اور وہ وہاں نہ پایا گیا اور اسی بنیاد پر اگر کسی جگہ کو حمام کی شکل پر رہنے کا گھر بنایا گیا تو اس میں بھی نماز مکروہ نہیں ہے۔ (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج 1 ص 379، دار الفکر، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

"مقبرہ میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر ہو اور اس میں قبر نہ ہو تو وہاں نماز میں حرج نہیں اور کراہت اس وقت ہے کہ قبر سامنے ہو اور مصلی اور قبر کے درمیان کوئی شے سُترہ کی قدر حائل نہ ہو ورنہ اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہو یا بقدر سُترہ کوئی چیز حائل ہو، تو کچھ بھی کراہت نہیں۔"

(بہار شریعت، بحوالہ ہندیہ وغنیہ، حصہ 3، ص 637، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

اور پانچ جگہوں میں نماز صحیح نہیں ہے: (۱) قبرستان نیا ہو یا پرانا (۲) حمام اس کا داخلی حصہ ہو یا خارجی۔ اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((**الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام**)) ترجمہ: تمام کی تمام زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ اور حضرت ابومرثد رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((**لا تجلسوا علي القبور ولا تصلوا إليها**)) ترجمہ: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا...... امام احمد سے ایک قول یہ مروی ہے کہ ان جگہوں پر نماز کراہتِ تحریمی کے ساتھ درست ہے کیونکہ نہی اس معنی کی وجہ سے ہے کہ جو نماز کے علاوہ میں ہے، یہ اس نمازی کے مشابہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی ہو۔ اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے اگر اسے نہی معلوم ہو تو اس کی نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ ممنوعہ کام کا ارتکاب کر رہا ہے اور اگر اسے منع ہونا معلوم نہ ہو تو صحیح ہے۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب شرائط الصلاۃ، ج1، ص223، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ عبد الرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی (متوفی 682ھ) پہلے قول (عدمِ صحت نماز) کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور پہلا قول ظاہر المذہب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ فرمایا: ((**الأرض كلها مسجد إلا الحمام والمقبرة**)) ترجمہ: تمام کی تمام زمین مسجد ہے مگر حمام اور قبرستان۔ اس حدیث پاک کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ((**أتصلي في مرابض الغنم؟ قال "نعم" قال أتصلي في مبارك الإبل؟ قال "لا"**)) ترجمہ: آپ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے ہیں؟ تو فرمایا: ہاں۔ تو پھر اس نے عرض کیا کہ آپ اونٹوں کے باڑے نماز ادا کر لیتے ہیں؟ تو فرمایا: نہیں۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔ اور یہ احادیث خاص ہیں جو اُن عمومی احادیث (جن میں تمام زمین کو پاکیزہ فرمایا گیا) پر مقدم ہیں۔

(الشرح الکبیر، مسئلہ من ادرک تکبیرۃ، ج1، ص478، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

اور قبرستان میں نماز نہ پڑھے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام)) ترجمہ: تمام کی تمام زمین مسجد ہے مگر قبرستان اور حمام ۔پس اگر وہ قبرستان میں نماز پڑھے تو اس کو دیکھا جائے گا تو اگر وہ ایسا قبرستان ہے کہ اس میں قبروں کو بار بار کھودا گیا ہو تو اس کی نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ تحقیق ایسی صورت میں زمین میں مُردوں کی پیپ ملی ہو گی۔اور اگر وہ قبرستان نیا ہو اور اس میں قبروں کو بار بار نہ کھودا گیا ہو تو پھر اس میں نماز صحیح ہے کیونکہ وہ ایسی جگہ ہے جہاں نجاست دفن ہے اور نماز صحیح ہے کیونکہ وہ شخص جو نماز کو ادا کر رہا ہے وہ پاک ہے اور اگر اسے شک ہو کہ قبروں کو کھودا گیا ہے یا نہیں؟ تو اس میں دو اقوال ہیں: ان میں ایک قول یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح نہیں کیونکہ اصل یہ ہے کہ فرض اس کے ذمہ پر باقی رہے اور وہ اس کے ساقط ہونے میں شک ہے اور فرض شک کی وجہ سے اپنے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اصل زمین کا پاک ہونا ہے لہٰذا شک کی بنا پر اس کی نجاست کا حکم نہیں ہو گا........

اور حمام میں نماز ادا نہ کرے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر اور ہمارے اصحاب میں اختلاف ہے کہ کس وجہ سے نماز ممنوع ہے تو ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ اس وجہ سے ممنوع ہے کہ اُس میں نجاسات کو دھویا جاتا ہے تو اس بنا پر جب وہ کسی ایسی جگہ نماز پڑھے جس کا پاک ہونا یقینی ہے تو اس کی نماز صحیح ہے اور اگر وہ ایسی جگہ نماز پڑھے کہ اس کی نجاست یقینی ہے تو اس کی نماز صحیح نہیں اور اگر شک ہو تو اس میں دو اقوال ہیں جیسا قبرستان کے بارے میں ہیں، اور ان میں سے بعض نے یہ فرمایا کہ نماز اس وجہ سے ممنوع ہے کہ وہ شیاطین کی قرارگاہ ہے کیونکہ وہاں ستر کو کھولا جاتا ہے تو اس وجہ کی بنا پر وہاں نماز مکروہ ہے اگرچہ اس جگہ کی طہارت یقینی ہو پس نماز صحیح ہے کیونکہ منع ہونا نماز کی طرف نہیں لوٹتا۔

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب طہارۃ البدن الخ، ج1، ص121,122، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ خلف بن ابی القاسم القیروانی مالکی (متوفی 372ھ) فرماتے ہیں:

جس نے نماز یوں پڑھی کہ اس کے سامنے غسل خانہ یا قبرستان کی دیوار ہو تو اگر وہ جگہ پاک ہو تو نماز میں کوئی حرج نہیں ہے اور قبرستان میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور برف پر اور حمام میں بھی جائز ہے جبکہ وہ جگہ پاک ہو اور بکریوں اور گایوں کے باڑے میں بھی نماز جائز ہے۔ (التہذیب فی اختصار المدونہ، کتاب الصلاۃ الاول، ج1، ص258، دار البحوث للدراسات الاسلامیۃ واحیاء التراث، دبئی)

علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

بہر حال وہ جگہیں کہ جن میں نماز پڑھی جاتی ہے پس بے شک علماء میں سے بعض نے ہر اس جگہ نماز کی اجازت دی کہ جہاں نجاست نہیں ہے اور ان میں سے بعض نے ان میں سے سات جگہوں کا استثنا کیا: کوڑا خانہ، ذبح خانہ، قبرستان، راستہ کا بلند حصہ، حمام، اونٹوں کے باڑے، بیت اللہ کی چھت پر۔ اور ان میں سے بعض نے مذکورہ جگہوں میں سے فقط قبرستان کا استثنا کیا ہے اور بعض نے قبرستان اور حمام کا استثنا کیا ہے اور ان میں سے بعض نے ممنوعہ جگہوں میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا اور باطل قرار نہیں دیا اور یہ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی روایات سے ایک ہے اور تحقیق ان سے جواز بھی منقول ہے اور یہ ابن القاسم کی روایت ہے۔ اور ان علما کے اختلاف کا سبب اس بارے میں احادیث کے ظاہر کا متعارض ہونا ہے اور یہ یوں ہے کہ اس معاملہ میں دو حدیثیں وہ ہیں کہ جن کی صحت پر اتفاق ہے اور دو وہ کہ جن کی صحت میں اختلاف ہے۔

بہر حال وہ دو احادیث کہ جن کی صحت پر اتفاق ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ((أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي، وَذَكَرَ فِيهَا :وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا، وَطَهُورًا، فَأَيْنَمَا أَدْرَكَتْنِي الصَّلَاةُ صَلَّيْتُ)) ترجمہ: مجھے پانچ وہ چیزیں عطا فرمائی گئیں کہ جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائی گئیں، اور اُن پانچ میں اس بات کو بھی ذکر فرمایا: اور میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا تو جہاں کہیں میں نماز کا وقت پالیتا ہوں، ادا کر لیتا ہوں۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا)) ترجمہ: اپنے گھروں میں بھی کچھ نماز ادا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔ اور وہ احادیث کہ جن کی صحت پر اتفاق نہیں ہے تو ان میں سے ایک وہ ہے جو مروی ہے: ((أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ:فِي الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَفِي الْحَمَّامِ وَفِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے: "(1) کوڑا خانہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بلند حصہ (5) حمام میں (6) اونٹوں کے باڑے میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پاک کو روایت کیا۔ اور دوسری وہ حدیث جو یوں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ)) ترجمہ: بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرلو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو۔

تو علما کے ان احادیث کی بنا پر تین مذاہب ہیں: ان میں ایک مذہب ترجیح و نسخ ہے اور دوسرا مذہب "بنا" ہے میرا مطلب خاص کی عام پر بنا کرنے والا اور تیسرا مذہب جمع ہے۔ تو ان میں جو مذہب ترجیح و نسخ کی جانب گئے ہیں انہوں نے حدیث مشہور کو لیا ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے۔" اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث دیگر احادیث کی ناسخ ہے کیونکہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہیں اور وہ چیز ہے کہ جن میں نسخ

نہیں ہوسکتا۔اور وہ جو خاص کی عام پر بنا کرنے والے مذہب کی طرف گئے ہیں تو انہوں نے کہا: حدیث اباحت عام ہے اور حدیث نہی خاص ہے لہذا واجب ہے کہ خاص کی عام پر بنا کی جائے تو پھر ان میں سے بعض نے سات جگہوں کا استثنا کیا اور بعض نے حمام اور قبرستان کا استثنا کیا اور کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ ان دونوں کی علیحدہ علیحدہ منع کی روایت مروی ہے اور بعض نے سابقہ حدیث کی بنا پر فقط قبرستان کا استثناء کیا۔اور جو مذہب جمع کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے خاص کا عام سے استثناء نہیں کیا تو انہوں نے یوں کہا کہ احادیث نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے گا اور پہلی حدیث کو جواز نماز پر۔

(بدایۃ المجتہد، الباب السادس التی لا یصلی فیہا، ج 1، ص 125,126، دار الحدیث، القاہرہ)

باب نمبر (232)

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ

(مسجد تعمیر کرنے کی فضیلت کا بیان)

318۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَنَسٍ، وَ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، وَأُمِّ حَبِيبَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، وَوَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قال ابوعيسىٰ: حَدِيثُ عُثْمَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ،

حدیث: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے مسجد بنائے اللہ عزوجل اُس کے لئے اس کی مثل (گھر) بنائے گا۔

اس باب میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت انس، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت ابوذر، حضرت عمرو بن عبسہ، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے (بھی) روایات ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عثمان کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

319۔ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا صَغِيرًا كَانَ أَوْ كَبِيرًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَوْلَى قَيْسٍ، عَنْ زِيَادٍ النُّمَيْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا وَمَحْمُودُ بْنُ لَبِيدٍ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَ مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ، قَدْ رَأَى

حدیث: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ جس نے اللہ عزوجل (کی رضا) کے لئے چھوٹی یا بڑی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

قتیبہ بن سعید نے نوح بن قیس، قیس کے غلام عبدالرحمٰن اور زیاد بن نمیری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث بیان کی۔ محمود بن لبید نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کے زمانہ) کو پایا اور محمود ربیع نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ یہ دونوں اس وقت چھوٹے بچے تھے اور مدینہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا غُلَامَانِ صَغِيرَانِ مَدَنِيَّانِ — منورہ کے رہائشی تھے۔

تخریج حدیث318:(صحیح البخاری،کتاب الصلوۃ،باب من بنی مسجدا،حدیث450،ج1،ص97،دار طوق النجاۃ☆صحیح مسلم،کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ،باب فضل بناء المساجد،حدیث533،ج1،ص378،دار احیاء التراث العربی،بیروت☆سنن ابن ماجہ،کتاب المساجد والجماعات،باب من بنی للہ مسجدا،حدیث736،ج1،ص243،دار احیاء الکتب العربیہ،بیروت)

تخریج حدیث319:(مسند ابی یعلی الموصلی،مسند انس بن مالک،سعید بن سنان عن انس،حدیث4298،ج7،ص277،دار المامون،دمشق)

شرح حدیث

اخلاص ضروری ہے:

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

((جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے گا تو اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا)) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان "لِلّٰہ" (اللہ تعالیٰ کے لیے) اس سے مراد فعل میں اخلاص ہے اور جو مسجد بنائے پھر اپنا نام اس پر لکھ دے تو یہ اخلاص سے بعید ہے کیونکہ مخلص بندہ کو رب کائنات کا اسے دیکھنا ہی کفایت کرتا ہے اور حسان بن ابی سنان رحمہ اللہ غلاموں کو خرید کر انہیں آزاد کیا کرتے تھے اور انہیں یہ نہ بتاتے تھے کہ آزاد کرنے والا کون ہے۔

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند ابی عمرو عثمان بن عفان، ج1، ص161، دار الوطن، ریاض)

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

بہر صورت تمام اعمال میں حصولِ ثواب کے لئے اخلاص شرط ہے پس بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔ تو اگر اس کے عمل کا باعث رضائے الٰہی ہے تو اس کو اجر ملے گا اور عمل کا باعث ریاکاری اور دکھاوا یا فخر ہو تو اس عمل کا کرنے والا اللہ عزوجل کی ناراضی اور اس کے عذاب کو طلب کرنے والا ہے جیسا کہ وہ تمام لوگ جو نیک اعمال سے دنیا کے طلب گار ہوتے ہیں جیسا کہ وہ شخص جو دکھاوے کے لئے نماز پڑھتا یا حج کرتا یا صدقہ کرتا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب، باب من بنی مسجدا، ج3، ص321، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینہ المنورۃ)

"مثل" سے مراد کیا ہے؟:

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان **((اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا))** اس سے مراد مقدار میں اتنا گھر نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کے لئے بھی اللہ عزوجل ایک گھر بنائے گا اس پر دلیل یہ ہے کہ اعمال کا اجر کئی گنا عطا فرمایا جاتا ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ ترجمہ کنزالایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((وَقَولُ رَسُولِ اللهِ من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب فَإِن الله يتقبلها ثمَّ يُرَبِّيهَا حَتَّى تكون مثل الْجَبَل)) ترجمہ: جو ایک کھجور کے برابر پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرے گا تو

بے شک اللہ عزوجل اسے قبول فرمائے گا پھر اسے بڑھائے گا حتی کہ پہاڑ کی مثل ہو جائے گا۔

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند ابی عمرو عثمان بن عفان، ج1، ص161،162، دار الوطن، ریاض)

علامہ ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

((جو اللہ عزوجل کی رضا چاہتے ہوئے مسجد بنائے گا اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا)) مساجد اللہ عزوجل کے گھر ہیں اور اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان میں ان کو اپنی ذات کی منسوب فرمایا ہے: ﴿**إنما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر**﴾ ترجمہ کنز الایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔ تجھے مساجد کی اتنی شان ہی کافی ہے اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿**في بيوت أذن الله أن ترفع**﴾ ترجمہ کنز الایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ لہٰذا یہ مساجد دنیا کے گھروں میں سے افضل اور زمین کا بہترین حصہ ہے۔ اور اللہ عزوجل نے اس کے بانی کو یہ شان عطا فرمائی کہ اس کو جنت میں ایک محل عطا فرمایا۔ اور مسجد بنانے والے کے لئے مسجد بنانے کا اجر اس کی زندگی میں اور اس کی زندگی کے بعد جاری رہتا ہے جب تک اس میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جاتا رہے گا اور نماز پڑھی جاتی رہے گی۔

(صحیح البخاری لابن بطال، باب من بنی مسجدا، ج2، ص101، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

((جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے گا تو اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا)) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''اس کی مثل'' دو چیزوں کا احتمال رکھتا ہے ان میں سے ایک معنی یہ ہے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا جو گھر کا نام ہونے کے اعتبار سے دنیا کے گھر کی مثل ہوگا بہر حال وسعت وغیرہ میں اس گھر کا فضل تو معلوم ہے کہ نہ اسے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جس طرح مسجد دنیا کے گھروں پر فضیلت و شان رکھتی ہے اسی طرح جنت میں بانی مسجد کا گھر جنت کے دیگر گھروں سے زیادہ فضیلت والا ہوگا۔

(شرح النووی علی مسلم، باب فضل بناء المساجد، ج5، ص14،15، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ نووی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

((جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے گا اللہ عزوجل اس کے لئے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا)) "اس کی مثل" میں ایک احتمال یہ ہے وہ مقدار اور پیمائش میں تو اس کی مثل ہے لیکن وہ اس دنیاوی مکان سے بہت سی خوبیوں کی وجہ سے نفیس و پاکیزہ ہوگا اور ''اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ مکان کا نام ہونے میں اس کی مثل ہے اور اگرچہ وہ رقبہ اور شرف و فضیلت میں اس دنیاوی مکان سے بڑا ہوگا۔

(شرح النووی علی مسلم، باب فضل بناء المساجد، ج18، ص113، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد بنانے کے فضائل

(1) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ بَنَى اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَه)) ترجمہ: جو اللہ عزوجل کے لیے مسجد بنائے گا، اللہ عزوجل اُسکے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

(صحیح بخاری، باب من بنی مسجداً، ج 1، ص 97، مطبوعہ دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب فضل بناء المسجد، ج 1، ص 378، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ عُمَّارَ بُيُوتِ اللَّهِ هُمْ أَهْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ)) ترجمہ: مسجدیں تعمیر کرنے والے اہل اللہ (اللہ والے) ہیں۔

(المعجم الاوسط، باب من اسمہ ابراہیم، ج 3، ص 67، دار الحرمین، القاہرہ)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ لِبَيْضِهَا، بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ ")) ترجمہ: جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے اگر چہ وہ چڑیا کے انڈوں کے گھونسلے کی مثل ہو تو اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس، ج 4، ص 54، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى لِلَّهِ بَيْتًا يُعْبَدُ اللَّهُ فِيهِ مِنْ مَالٍ حَلَالٍ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ مِنْ دُرٍّ وَيَاقُوتٍ)) ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے حلال مال سے مسجد بنائے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل تیار فرمائے گا۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، ج 5، ص 195، دار الحرمین، القاہرہ)

(5) حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((نَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا، فَإِنَّ اللهَ يَبْنِي لَهُ بَيْتًا أَوْسَعَ مِنْهُ فِي الْجَنَّةِ ")) ترجمہ: جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے گا پس اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں اس سے وسیع گھر بنائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل، من حدیث اسماء بنت یزید، ج 45، ص 585، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ أَوْ وَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ نَهَرًا كَرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ تَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ)) ترجمہ: بے شک ان چیزوں

میں سے جو مؤمن کے مرنے کے بعد اس کے نیکیوں میں سے اسے پہنچیں گی وہ علم ہے جس کو اس نے سکھایا اور پھیلایا یا اپنے بعد نیک اولاد چھوڑی یا یا مسجد تعمیر کی یا مسافروں کے لئے اس نے کوئی گھر بنایا یا نہر کھدوائی یا اپنی صحت اور زندگی میں صدقہ نکالا تو یہ تمام چیزیں (ان کا ثواب) اسے بعد موت پہنچیں گی۔ (شعب الایمان، الاختیار فی صدقۃ التطوع، ج5، ص121، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

(7) رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يُصَلَّى فِيهِ بَنَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ فِي الْجَنَّةِ أَفْضَلَ مِنْهُ)) ترجمہ: جس نے نماز پڑھنے کے لئے مسجد بنائی تو اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں اس افضل گھر بنائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث واثلہ بن الاسقع، ج25، ص386، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(8) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((كُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَسْجِدًا)) ترجمہ: ہر عمارت اپنے بنانے والے پر قیامت کے دن وبال ہوگی سوائے مسجد کے۔ (شعب الایمان، فصل فیما بلغنا عن الخ، ج13، ص220، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

(9) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ عَلَّقَ فِيهِ قِنْدِيلا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُطْفَأَ ذَلِكَ الْقِنْدِيلُ وَمَنْ بَسَطَ فِيهِ حَصِيرًا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى تَنْقَطِعَ ذَلِكَ الْحَصِيرُ وَمَنْ أَخْرَجَ مِنْهُ قَذَاةً كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ)) ترجمہ: جس نے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا، جس نے مسجد میں قندیل لگائی تو اس پر ستر ہزار فرشتے اس قندیل کے گل ہونے تک رحمت بھیجتے ہیں اور جس نے مسجد میں چٹائی بچھائی اس پر ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور جس نے مسجد سے خس وخاشاک نکالا تو وہ اس کے لیے دوگنا اجر وثواب ہوگا۔

(العلل المتناھیہ، احادیث فی المسجد، ج1، ص406، ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد)

(10) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان کے لئے اجر عظیم وصدقہ جاریہ ہے سالہا سال گزر گئے ہوں قبر میں ان کی ہڈیاں بھی نہ رہی ہوں ان کو بعونہ تعالیٰ بقائے مسجد ومدرسہ وجائداد برابر ثواب پہنچتا رہے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ)) ترجمہ: جب انسان فوت ہوجائے تو اس کے عمل منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین اعمال کہ وہ جاری رہتے ہیں: صدقہ جاریہ یا نافع علم یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (صحیح مسلم، باب مایلحق الانسان، ج3، ص1255، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ فتاویٰ رضویہ، ج16، ص116، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ ''ایک شخص کی ایک جوان لڑکی ہے اور وہ مسجد بنواتا ہے آیا اس

پر مسجد بنوانا لازم ہے یا لڑکی کا نکاح کرنا" تو جواباً ارشاد فرمایا:

مسجد بنانا خیر کثیر ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((من بنی اللہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ)) جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے۔ خصوصا اگر وہاں مسجد کی حاجت ہو تو اس کے فضل کی حد ہی نہیں۔ نکاحوں میں کثرت مصارف شرعا کچھ ضرور نہیں یہ لوگوں نے اپنی رسمیں نکال لی ہیں، رسم کو آدمی جہاں ضروری جانے پورا کرتا ہی ہے مسجد بنانے سے نہ روکا جائے، و اللہ تعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج23، ص396 تا 399، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسجد بنانے کا ثواب کسے ملے گا؟:

یہ ثواب اسی پر نہیں کہ ساری مسجد خود بنائے یا مال کثیر سے شرکت کرے بلکہ ہر شرکت والے کو مسجد بنانے کا ثواب ملے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ أَوْ أَصْغَرَ، بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائے (اگر چہ) ایک چھوٹی سے چڑیا کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، باب من بنی للہ مسجدا، ج1، ص244، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

اور اس میں ہر وہ شخص جو کسی قدر چندہ سے شریک ہوا، داخل ہے۔ ساری مسجد بنانے پر یہ ثواب موقوف نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج16، ص425، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مساجد اور مدارس کی تعمیر کا حکم:

مساجد کی تعمیر واجب ہے اور مدرسہ کے نام سے کسی عمارت کا بنانا واجب نہیں، ہاں تعلیم علم دین واجب ہے، اور مدرسہ بنانا بدعت مستحبہ۔ (فتاوی رضویہ، ج16، ص460 تا 464، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسجد سے باہر نام کی تختی:

جس نے مسجد بنوائی اس کا مسجد کے باہر اپنے نام کی تختی لگوانا ریا کے لیے ہو تو حرام ہے مگر بلا وجہ شرعی مسلمان پر ریا کے ارادے کی بدگمانی بھی حرام ہے، اور بنظر دعا ہے تو حرج نہیں...... وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ماخوذ من فتاوی رضویہ، ج16، ص499، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسجد کے منارے بنانے کی حکمتیں:

زمانہ اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مساجد کے لئے برج کنگرے اور اس طرح کے منارے جن کو لوگ مینار کہتے ہیں ہرگز نہ تھے

بلکہ زمانہ اقدس میں پکے ستون نہ پکی چھت، نہ پکا فرش نہ گچکاری، یہ امور اصلاً نہ تھے........

مگر تغیر زمانہ سے جبکہ قلوب عوام تعظیم باطن پر تنبہ کے لئے تعظیم ظاہر کے محتاج ہوگئے (یعنی زمانہ کے تبدیل ہونے سے جب عوام کے دل باطنی عظمت پر تنبیہ کے لیے ظاہری شان وشوکت کے محتاج ہوگئے تو) اس قسم کے امور علماء وعامہ مسلمین نے مستحسن رکھے، اسی قبیل سے ہے قرآن عظیم پر سونا چڑھانا کہ صدر اول میں نہ تھا اور اب بہ نیت تعظیم واحترام قرآن مجید مستحب ہے۔ یونہی مسجد میں گچکاری اور سونے کا کام، ((ومارأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن)) جس شے کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہوتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ج1، ص379، دار الفکر، بیروت)

اور ان میں ایک منفعت یہ بھی کہ مسافر یا ناواقف منارے کنگرے دور سے دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہاں مسجد ہے، تو اس میں مسجد کی طرف مسلمانوں کو ارشاد وہدایت اور امر دین میں ان کی امداد واعانت ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿تعاونوا علی البر والتقوی﴾ نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

تیسری منفعت جلیلہ یہ ہے کہ جہاں کفار کی کثرت ہو، اکثر مسجدیں سادی گھروں کی طرح ہوں تو ممکن ہے کہ ہمسایہ کے کفار بعض مساجد پر گھر اور مملوک ہونے کا دعوی کردیں اور جھوٹی گواہیوں سے جیت لیں بخلاف اس صورت کے کہ یہ ہیأت خود بتائے گی کہ یہ مسجد ہے تو اس میں مسجد کی حفاظت اور اعدا سے اس کی صیانت (حفاظت) ہے۔

(ماخوذ من فتاوی رضویہ، ج16، ص294، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر (233)

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَتَّخِذَ عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدًا

(قبر پر مسجد بنانے کی ممانعت کا بیان)

320۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَ الْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، قال ابوعیسیٰ: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر، قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر۔اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے (بھی) روایات موجود ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ''حسن'' ہے۔

تخریج حدیث 320: (سنن ابی داؤد، حدیث 3236، ج3، ص218، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 2043، ج4، ص94، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی)) "شرح السنۃ" میں ہے: ایک قول یہ ہے کہ یہ حکم رخصت سے پہلے تھا تو جب رخصت عطا فرمائی تو اس میں مرد و عورت دونوں رخصت میں داخل ہو گئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں کی زیارت سے منع فرمانے کا حکم قبروں کی زیارت کرنے پر ان کے صبر کے کم ہونے اور بے صبری کے زیادہ ہونے کی وجہ سے باقی ہے، اھ۔ اور رخصت سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے: ((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا لِأَنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ)) ترجمہ: میں تمہیں قبور کی زیارت سے روکا کرتا تھا تو اب کیا کرو کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ممانعت کو خوشبو میں بسی ہوئی اور زینت کی ہوئی بوڑھی عورتوں یا جوان عورتوں پر اگرچہ کام کاج کے کپڑوں میں ہوں پر محمول کیا جائے کیونکہ ان کے نکلنے میں فتنہ پایا جاتا ہے مساجد کی طرف نکلنے کے مکروہ ہونے پر قیاس کرتے ہوئے۔ ابن الملک کہتے ہیں: بعض نسخوں میں ((زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ)) کے الفاظ ہیں جو "زَوَّارَۃ" کی جمع ہے اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو ان میں سے عادۃً قبروں پر جاتی ہوں گی وہ لعنت زدہ عورتوں میں داخل ہیں اور اس عموم سے جمہور کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت مستثنیٰ ہے۔

((اور قبروں پر مساجد بنانے والوں پر)) ابن الملک کہتے ہیں: قبور پر مسجد بنانا اس وجہ سے حرام ہے کیونکہ قبور پر نماز پڑھنے میں یہودیوں کے طریقہ کا اپنانا ہے اور حدیث میں "علیہا" کی قید سے پتہ چلتا ہے کہ قبروں کے پہلو میں مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس مسئلہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ)) ترجمہ: اللہ عزوجل نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

((چراغ رکھنے والوں پر)) چراغ جلانے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے کیونکہ چراغ سے کسی کو بھی کوئی نفع نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی کہ یہ جہنم کے آثار میں سے ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد و مواضع الخ، ج2، ص619، دار الفکر، بیروت)

علامہ عبد الرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

((اللہ عزوجل قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرماتا ہے)) کیونکہ انہیں اپنے گھروں میں رہنے کا حکم ہے تو ان میں سے جو عورت بھی اس بات کی مخالفت کرے گی اور وہ ایسی ہو کہ اس سے یا اس پر فتنہ کا خوف ہو تو یقیناً وہ لعنت کی مستحق ہے۔

یعنی نیکوں کے ٹھکانوں سے دور ہے۔اور عورتوں کے قبور کی زیارت کرنے کو حزن اور نوحہ کی تجدید پر محمول کیا جائے تو اس وجہ سے بھی عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے اور اگر مذکورہ وجوہات میں سے کچھ بھی نہ ہو تو جمہور کے ہاں عورتوں کا قبور کی زیارت کرنا مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی بنا پر کہ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !جب میں قبور کی زیارت کروں تو کیا کہوں؟ تو ارشاد فرمایا:((قولی السلام علی أهل الدیار من المؤمنین والمؤمنات ویرحم الله المتقدمین منا والمستأخرین وإنا إن شاء الله بكم لاحقون)) یوں کہو: سلام ہو تم پر اے مومن مردوں اور عورتوں کے گھر والو! اور اللہ عزوجل ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

(فیض القدیر، حرف اللام، ج5، ص274، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے تین فائدے حاصل ہوئے پہلا یہ کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے اور علما کا اختلاف ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ ایک قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور جمہور علما اسی بات کے قائل ہیں کہ کراہت تحریمی ہے اور یہی زیادہ صحیح اور اسی پر فتوی ہے۔دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قبروں پر مساجد بنانا مکروہ ہے۔تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ان پر چراغ جلانا مکروہ ہے۔اور "سُرُج" سراج کی جمع ہے۔ (شرح ابی داؤد للعینی، باب کراھیۃ زیارۃ النساء القبور، ج6، ص192,193، مکتبۃ الرشد، ریاض)

خواتین کے لیے زیارت قبور:

عورتوں کو مزاراتِ اولیاء اور قبورِ عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔

اس میں تفصیل یہ ہے کہ زیارت قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی، اور اس وقت میں خاص عورتوں کے بارے میں اس باب کی یہ حدیث پاک ہے:((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ)) ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر۔ (جامع الترمذی، باب ماجاء کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا، ج2، ص136، مصطفی البابی، مصر)

پھر زیارت قبور کی اجازت دی گئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا)) ترجمہ: میں نے تمہیں زیارت قبور سے پہلے منع کیا تھا، اب تم زیارتِ قبور کیا کرو۔

(صحیح مسلم، باب استئذان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ج2، ص672، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا ممانعت کے بعد اس اجازت میں خواتین بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں، مگر علما اپنے زمانے کے لحاظ سے عوارض کی وجہ سے منع کیا، جیسے بعضوں نے جوان عورتوں کو منع کیا، اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو

مطلقاً حرام قرار دیا، پھر حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے ان وجوہات کے پیش نظر مطلقاً ممانعت فرمادی: (1) عورتوں کی طرف سے فتنہ (2) فساق کی طرف سے عورتوں پر فتنہ (3) رشتہ داروں کی قبور پر تجدید حزن خصوصاً جبکہ قبر والے کو فوت ہوئے کم وقت گزرا ہو (4) ادب میں افراطِ ناجائز یعنی حد سے گزر جانا (5) ترکِ ادب یعنی بے پروائی کرتے ہوئے بے ادبی کر دینا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے عورتوں کے زیارت قبور کرنے کے بارے میں سوال ہوا تو ارشاد فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لعن اللہ زوارت القبور)) (قبروں کی زیارت کو جانے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔) (مسند احمد بن حنبل، حدیث حسان بن ثابت، ج3، ص442، دار الفکر، بیروت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ((کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا)) (میں نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سن لو اب ان کی زیارت کرو۔) (سنن ابن ماجہ، ابواب الجنائز، ج، ص، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی (ممانعت کے بعد اجازت) میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق (جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ت) مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حُزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔

اقول (میں کہتا ہوں): قبور اقرباء پر خصوصاً بحالِ قربِ عہدِ ممات حزن لازمِ نساء ہے اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراطِ ناجائز، تو سبیلِ اطلاق منع ہے ولہذا غنیۃ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری و خاک بوسی آستانِ عرش نشان سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم المند وبات بلکہ قریب واجبات، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیلِ ادب سکھائیں گے۔" (فتاوی رضویہ، ج9، ص537,538، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"زیارتِ قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی پھر اجازت فرمائی، علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں یا نہیں۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث ((لعن اللہ زوارات القبور)) (خدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں،) سے قطع نظر کر کے تسلیم کیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی شامل ہوئی، مگر جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں خصوصاً مساجد و جمعہ و عیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا، جب زمانہ فساد آیا ان ضروری تاکیدی حاضریوں سے عورتوں کو ممانعت ہوگئی، تو اس سے یقیناً بدرجہ اولیٰ اسی غنیۃ کے اسی صفحہ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے: ینبغی ان یکون التنزیہ مختصا بز منہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حیث کان یباح لھن الخروج للمساجد والاعیاد وغیرہ ذلک وان یکون فی زماننا

للتحریم الخ (ممانعت کا تنزیہی ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک سے خاص ہونا چاہئے جبکہ ان کے لیے مسجدوں اور عیدین وغیرہ کی حاضری جائز تھی ہمارے زمانے میں تو تحریمی ہونا ہی مناسب ہے۔)

اسی عینی جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے چند سطریں پہلے امام ابوعمر سے ہے: ولقد کرهه اکثر العلماء خروجهن الی الصلوات فکیف الی المقابر، وما اظن سقوط فرض الجمعة علیهن الا دلیلا علی امساکهن عن خروج فیما عداها۔ اکثر علماء نے نمازوں کے لیے عورتوں کا جانا مکروہ رکھا ہے تو قبرستانوں میں جانے کا حکم کیا ہوگا؟، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ان سے فرض جمعہ ساقط ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اس کے ماسوا سے بھی روکا جائے گا۔

(فتاوی رضویہ، ج9، ص552,553، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"عورتوں کو مقابرِ اولیاء و مزاراتِ عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے" (فتاوی رضویہ ج9 ص536 رضا فاؤنڈیشن)

غنیۃ المستملی میں ہے: "سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لایسأل عن الجوازو الفساد فی مثل هذا وانما یسأل عن مقدار مایلحقها من اللعن فیه واعلم انها کلما قصدت الخروج کانت فی لعنة اللّٰه و ملائکته واذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنها روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنة الله" ترجمہ: یعنی امام قاضی سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز وعدمِ جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے۔ جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ (غنیۃ المستملی، باب الجنائز، ص512، کوئٹہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ولقد كره أكثر العلماء خروجهن إلى الصلوات فكيف إلى المقابر؟ وما أظن سقوط فرض الجمعة عليهن إلا دليلا على إمساكهن عن الخروج فيما عداها" ترجمہ: اکثر علماء نے نمازوں کے لیے عورتوں کا جانا مکروہ رکھا ہے تو قبرستانوں میں جانے کا حکم کیا ہوگا؟، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ان سے فرض جمعہ ساقط ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اس کے ماسوا سے بھی روکا جائے گا۔ (عمدۃ القاری، باب الجنائز، ج8، ص69، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مزید فرماتے ہیں: "وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء، بل حرام في هذا الزمان، و لا سيما نساء مصر لأن خروجهن على وجه فيه الفساد والفتنة، وإنما رخصت الزيارة لتذكر أمر

الآخرة و للاعتبار بمن مضی و للتزھد فی الدنیا'' ترجمہ: حاصل یہ کہ عورتوں کے لیے زیارت قبور مکروہ ہے بلکہ اس زمانے میں حرام ہے خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے اس لیے کہ ان کا جانا فتنہ اور خرابی کے طور پر ہوتا ہے، زیارت کی رخصت اس لیے ہوئی تھی کہ امر آخرت کو یاد کریں، وفات پانے والوں سے عبرت لیں، اور دنیا سے بے رغبت ہوں۔

(عمدۃ القاری، باب الجنائز، ج8،ص70، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ عینی کی مذکورہ بالا عبارت پر اعلیٰ حضرت تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"اس میں نہ زنانِ مصر سے حکم خاص ہے نہ مغنیہ و دلالہ کی تخصیص۔ اس میں سولہ صنف فسادِ زناں تو بیان کیں جن میں دو یہ ہیں، اور فرمایا اور اس کے سوا اور بہت سے اصناف قواعد شریعت کے خلاف، اور بتایا کہ امّ المومنین اپنے ہی زمانہ کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ ان میں بعض امور حادث ہوئے، کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب ان کا ہزارواں حصہ نہ تھے، اپنی عبارت منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھئے جہاں انھوں نے اپنے ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنان فتنہ گر سے خاص۔ اور اس کی علت خوف فتنہ بتاتی ہے نہ کہ خاص وقوع، یہی بعینہ نص ہدایہ ہے: یکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب منھن لما فیہ من خوف الفتنۃ (جماعتوں میں عورتوں یعنی جوان عورتوں کی حاضری مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے)

ہاں جن سے وقوع ہورہا ہے، جیسے زنانِ مصر، ان کے لیے حرام بدرجہ اولیٰ بتایا ہے کہ جب خوفِ فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقاً حکمِ حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے پورے ہیں وہاں کا کیا ذکر......

تو ثابت ہوا کہ منع عام ہے صرف فاسقات سے خاص نہیں اور ان کا خصوصاً ذکر فرما کر زنانِ مصر کے خصائل گنانا اس لئے ہے کہ ان پر بدرجہ اولیٰ حرام ہے نہ کہ فقط فتنے اٹھانے والیوں کو ممانعت ہے یا وہ بھی صرف مغنیہ و دلالہ کو۔

عبارت عینی جلد چہارم کا مطلب واضح کردیا کہ حکم یہ بیان فرمایا کہ اب زیارتِ قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا اس زمانہ کی کیا تخصیص! آگے فرمایا: خصوصاً زنان مصر۔ اور اس کی تعلیل کی کہ ان کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔"

(فتاوی رضویہ ملخصا، ج9،ص554 تا556، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"یہاں ایک نکتہ اور ہے جس سے عورتوں کی قسمیں بنانے، ان کے صلاح و فساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے، اور قطعاً حکم سب کو عام ہوجاتا ہے اگرچہ کیسی صالحہ پارسا ہو۔ فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وہ بھی ہے اور سخت تر ہے

جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو۔ یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی" (فتاوی رضویہ ملخصا، ج9، ص557 تا 560، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید فرماتے ہیں:

"ہمارے ائمہ نے دونوں علتیں ارشاد فرمائیں، ارشاد ہدایہ" لما فیہ من خوف الفتنہ "(اس لیے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے) دونوں کو شامل ہے، عورت سے خوف ہو یا عورت پر خوف ہو" (فتاوی رضویہ ملخصا، ج9، ص557 تا 560، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عورتوں کے لیے بعض علما نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، درمختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع وفزع کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع۔ (ردالمحتار) اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع وفزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص849، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مقابر میں چراغ جلانا:

مقابر میں چراغ جلانا اس صورت میں ممنوع ہے جب بے فائدہ اور عبث ہو یا قبر کے اوپر ہو اور اگر مقابر میں چراغ جلانا کسی فائدہ کے لیے ہو تو منع نہیں جبکہ قبر کے اوپر نہ ہو، جیسے (1) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔ (2) مقابر برسرِ راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے، اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔ (3) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استغفار کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔ () یہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام کو بھی بروجہ اولیٰ شامل ہیں، مگر علما نے خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ بیان کیا ہے کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

شیخ الاسلام کشف الغطاء میں فرماتے ہیں: اگر غرضے صحیح داشتہ باشد دراں باک نیست بآں چنانکہ در بنائے قبر بہ نیت آسائش مردم و چراغ افروختن در مقابر بقصد دفع ایذائے مردم از تاریکی راہ و نحو آں گفتہ اند، کذا یفہم من شرح الشیخ ترجمہ: اگر کوئی صحیح غرض ہو تو اس

میں حرج نہیں جیسے لوگوں کے آرام کے لیے قبر کے پاس عمارت بنانے اور راستے کی تاریکی سے لوگوں کی تکلیف دفع کرنے کے لیے قبرستان میں چراغ جلانے اور اس طرح کے کاموں میں علماء نے فرمایا ہے، شیخ کی شرح سے ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔

(کشف الغطاء، باب دفن میت، ص 55، مطبع احمدی دہلی)

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی بن اسمٰعیل بن عبد الغنی نابلسی قدسنا اللہ بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد دوم میں فرماتے ہیں: ''قال الوالد رحمہ اللہ تعالی فی شرحہ علی شرح الدرر من مسائل متفرقۃ اخراج الشموع الی القبور بدعۃ اتلاف مال کذا فی البزازیۃ اہ وھذا کلہ اذا خلا عن فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان ھناک احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیما لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ ویدعوا اللہ تعالی عندہ فیستجاب لھم فھو امر جائز لا منع منہ والاعمال بالنیات ''ترجمہ: والد رحمہ اللہ تعالی نے حاشیہ درر و غرر میں فتاوی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو، اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سر راہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلا ممانعت نہیں، اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ، ایقاد الشموع فی القبور، ج 2، ص 630، نوریہ رضویہ فیصل آباد)

پھر فرماتے ہیں: ''روی ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ کما ذکرنا ''ترجمہ: ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی یعنی ان لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ، ایقاد الشموع فی القبور، ج 2، ص 630، نوریہ رضویہ فیصل آباد)

اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اس باب کی حدیث پاک اور حدیقہ ندیہ کا جزئیہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ مذکورہ بالا حدیث کہ راویت کی گئی ہے، اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں، ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہی عبارت فتاوی بزازیہ ہے، ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معنی روشن فرمادئے اور تصریحا ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہرگز منع نہیں، فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں: (۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔ (۲) مقابر برسرراہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے، اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔ (۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استغفار کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔ (۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم کو بھی بروجہ اولیٰ شامل تھے کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالبًا مساجد ہوتے ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادراً خالی ہوتے ہیں مگر امام ممدوح ان پر اکتفانہ فرما کر خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتناء ہے اور اعتناء دلیل تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ ایمان وموجب رضائے رحمان عز جلالہ۔ قال اللہ عز وجل: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مَنْ تَقْوَى الْقُلُوْب﴾ جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّه عِنْدَ رَبِّه﴾ جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلاً و مذہب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز ومستحب ہے کہ دلیل تعظیم وادب ہے.... یوں ہی مساجد کی آرائش ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش ونگار کہ صدرِ اول میں نہ تھے..... مگر اب ظاہری تزک واحتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے۔ لہذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا..... یونہی مسجدوں کے لیے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدر اول میں نہ تھے.... مگر اب بلانکیر مسلمانوں میں رائج ہے۔ ((وَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَن)) اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے......

اسی قبیل سے ہے مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام قدست اسرارہم پر عمارات کی بناء..... سلفاً وخلفاً ائمہ کرام و علمائے اعلام نے جائز رکھی......

سلف صالحین کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے، ظاہری تزک واحتشام کے محتاج نہ تھے، تو ان کے وقت میں یہ

باتیں عبث و بے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع، اب کہ بے تزک و احتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی، مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش نگار کی اجازت ہوئی، مزارات پر قبہ بنانے، چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی، ان تمام افعال پر بھی احادیث و احکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ و نافہم۔ (فتاوی رضویہ، ج9، ص491، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید فرماتے ہیں:

"رہی تیسری وجہ کہ وہ آثار جہنم سے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالی۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس کی غایت ایک تفاول (بری فال لینا) ہے وہ اس قابل نہیں کہ جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو، تو یہ اس کی توجیہ نہیں ہوسکتی، شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میّت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثار جہنم سے ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿یصب علیہ من فوق رؤسھم الحمیم﴾ (جہنمیوں پر انکے سروں کے اوپر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔)

حالانکہ وہ شرعاً مطلوب ہے۔ درمختار میں ہے: "یصب علیہ ماء مغلی بسدر ان تیسر والا فماء خالص" (میّت پر بیری جوش دیا ہوا پانی بہایا جائے اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔)

ردالمحتار و نہر الفائق میں ہے: "افادان الحار افضل سواء کان علیہ وسخ اولا" اس سے مستفاد ہوا کہ گرم پانی بہتر ہے میّت کے جسم پر میل ہو یا نہ ہو۔

اور بفرضِ تسلیم اس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اس کے گرد یا مناروں یا احاطہ کی دیواروں پر "علماء نے تفاول کے سبب جب پکی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، تصریح فرمائی کہ یہ اس صورت میں ہے کہ خاص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میّت ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں، یہ خود آگ ہے۔ اس میں بالائے قبر بھی حرج ہے مگر حول میں حرج مسلم نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج9، ص518، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید آگے فرماتے ہیں:

"بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامہ ناس پر روشنی جب خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع، فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں، کہ یہی علت منع بتاتے ہیں، اور اگر زینت قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں، اب بھی اسراف ہوا، بلکہ کچھ زائد، یوں ہی اگر تعظیم قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں، رہے مزارات محبوبان اللہ، ان میں اگر زینت قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں، اور اگر ان کی روح کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو، اب نہ اسراف ہے کہ نیت صالحہ موجود ہے، نہ تعظیم قبر، بلکہ تعظیم روح محبوب، اور وہ شرعاً بلاشبہ مطلوب۔"

(فتاوی رضویہ، ج9،ص520، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت سے کسی بزرگ کے مزار پر چھت وغیرہ بنانے کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: صورت مذکورہ میں وہ بلاشبہ جائز ہے، اور بنوانے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے، اور اس میں زائروں اور تلاوت کرنے والوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں، یہ قبر پر چراغ نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج9،ص420، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

قبر کے پاس یا قبر پر اگربتی جلانا

اگر قبر کے پاس بیٹھ کر تلاوت کرنے کے لئے اگربتی لگائی یا اس وجہ سے لگائی کہ گزرنے والوں کو خوشبو آئے تو درست ہے، بس یہ بات پیش نظر رہے کہ قبر کے عین اوپر اگربتی نہ لگائی جائے کہ قبر سے دھواں اٹھنا اچھی فال نہیں، لیکن بلاوجہ اگربتیاں لگانا جس طرح کہ میت کو دفنانے کے بعد ڈھیر ساری اگربتیاں جلا کر واپس آجاتے ہیں یا جب کبھی کسی عزیز کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں تو اگربتیاں جلا کر آجاتے ہیں جس کا کوئی مقصدِ صحیح نہیں ہوتا بلکہ محض ایک رسم و عادت کے طور پر کرتے ہیں یہ ممنوع ہے جیسا کہ سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:

"عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو "لما فیه من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان علی القبر و العیاذ باللہ" (کیونکہ اس میں قبر کے اوپر سے دھواں نکلنے کا برا فال پایا جاتا ہے، والعیاذ باللہ۔)

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی: ((انه قال لابنه وهو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحة ولا نار)) ترجمہ: انہوں نے دم مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے، نہ آگ جائے۔

شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے "لانها من التفاؤل القبیح" (کیونکہ آگ میں فال بد ہے۔) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے "انها سبب للتفاؤل القبیح" (یہ فال بد کا سبب ہے۔)

اور قریب قبر سلگا کر اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعتِ مال ہے۔ میت صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر، لوبان سے غنی اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیلِ احتراز ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ482، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

راوی ابو صالح کی تعیین اور جرح و تعدیل:

علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

عراقی کہتے ہیں: سنن میں کسی جگہ بھی ابو صالح کے نام کا ذکر نہیں ہے۔ اور تحقیق علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ حضرات جن کی کنیت ابو صالح ہے جنہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی وہ سات ہیں اور ان میں (1) ابو صالح السمان ہیں ان کا نام "ذکوان" ہے، اور (2) ابو صالح جو ام ہانی کے غلام ہیں اور ان کا نام "باذام" ہے اور ایک قول ہے کہ ان کا نام "باذان" ہے اور ایک قول "ذکوان" نام کا بھی ہے، اور (3) ابو صالح البصری ان کا نام "میزان" ہے، اور (4) ابو صالح عبد الرحمٰن بن قیس اور (5) ابو صالح سفاح کے غلام اور ان کی نام عبید ہے اور (6) ابو صالح عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام اور ان کا نام "سمیع" ہے اور (7) ابو صالح قیلویہ۔ اور تحقیق اس حدیث میں مذکورہ حضرات میں سے راوی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ ام ہانی کے غلام ہیں مسند ابو داؤد الطیالسی میں تعیین کے ساتھ یونہی وارد ہوا ہے اور اطراف میں ابن عساکر بھی اسی پر برقرار رہے ہیں اور "مزی" نے ان کی پیروی اختیار کی ہے۔ اور ایک قول ہے کہ وہ ابو صالح "السمان" ہیں اور ایک قول ہے کہ "میزان" ہیں اسی پر ابن حبان اپنی صحیح میں دو جگہ پر جزم کیا۔ عراقی کہتے ہیں: ان کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا: یہ ثقہ، مامون ہیں۔ اور "مزی" نے "تہذیب" میں ان کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اُن ابو صالح کو حدیث کا راوی قرار دیا جو ام ہانی رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں۔

(قوت المغتذی علی جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص143,144، جامعہ ام القریٰ، مکۃ المکرمہ)

علامہ عبد الرحمٰن ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

ابو صالح کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ وہ "سمان" ہیں، اس بات کے امام طبرانی قائل ہیں اور اس قول میں حقیقت سے دوری ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ "میزان بصری" ہیں اور وہ ثقہ ہیں اور امام ابن حبان اس کے قائل ہیں۔ **ایک قول یہ ہے کہ وہ "باذان" ام ہانی رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں، امام احمد اور جمہور اسی کے قائل ہیں۔** اور تحقیق ان کی ثقاہت بارے میں بھی اختلاف ہے: پس تحقیق "عجلی" نے ان کی توثیق کی اور ان کے بارے میں امام ابن معین نے کہا: ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں: ان کی حدیث لکھی جائے گی اور اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ اور امام نسائی کہتے ہیں: وہ ثقہ نہیں ہیں۔ امام احمد نے ان کی تضعیف کی اور فرمایا کہ میرے نزدیک ان کی یہ حدیث صحیح نہیں۔ اور امام مسلم نے "کتاب التفصیل" میں فرمایا: یہ حدیث پاک ثابت نہیں ہے۔ اور علما نے ابو صالح باذام کی حدیث سے احتیاط برتی ہے اور ان کا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(فتح الباری لابن رجب، باب حل تنبش قبور ... ، ج3، ص200,201، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینۃ المنورہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

یہ ابو صالح باذان ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ "باذام ہاشمی" کوفی ہیں جو ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں۔ انہوں نے حضرت ام ہانی اور ان کے بھائی حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہم سے روایات نقل کی ہیں۔ اور ان سے اسماعیل بن ابو خالد اور سدی اور سماک اور ثوری اور دیگر نے روایات نقل کی ہیں۔ علامہ یحیی بن سعید کہتے ہیں: میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جنہوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے غلام ابو صالح (کی روایت) کو ترک کیا ہو اور میں نے علما میں سے کسی کو بھی ان کے بارے میں کوئی کلام کرتے نہیں سنا اور شعبہ اور زائدہ نے بھی ان (کی روایت) کو ترک نہیں کیا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں: ابن مہدی، ابو صالح کی روایت کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اور امام ابن معین فرماتے ہیں: اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے اور جب کلبی نے ان سے روایت کر لی تو پھر ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں: ان کی حدیث لکھی جائے گی اور اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ اور ابن عدی کہتے ہیں: عام طور پر یہ تفسیر نقل کرتے ہیں اور مسند احادیث میں ان کی روایات کم نہیں ہیں اور میں متقدمین میں سے کسی کو نہیں جانتا جو ان سے روایات لینے پر راضی ہوں۔ ان سے امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب کراھیۃ زیارۃ النساء القبور، ج6، ص192، مکتبۃ الرشد، ریاض)

باب نمبر (234)

مَا جَاءَ فِي النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ

(مسجد میں سونے کا بیان)

321۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نَنَامُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ شَبَابٌ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا يَتَّخِذُهُ مَبِيتًا وَمَقِيلًا، وَقَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ ذَهَبُوا إِلَى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد میں سویا کرتے تھے، اس وقت ہم نوجوان تھے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث "حسن صحیح" ہے۔

علما کی ایک جماعت نے مسجد میں سونے کے متعلق رُخصت دی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کوئی شخص مسجد کو رات اور دن کی آرام گاہ نہ بنالے۔ اور بعض علما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو اختیار کیا ہے۔

تخریج حدیث 321: (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب باب نوم الرجال فی المسجد، حدیث 440، ج 1، ص 96، دار طوق النجاۃ ☆ سنن نسائی، کتاب المساجد، باب النوم فی المسجد، حدیث 722، ج 2، ص 50، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

مسجد میں کھانے اور سونے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

مسجد میں کھانا اور سونا احناف نے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مسافر کے لئے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بہرحال معتکف کے لئے اعتکاف کی حالت میں مسجد میں کھانا، پینا اور سونا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اعتکاف کی حالت میں مسجد میں ہی رہا کرتے تھے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ اس کے لئے اپنی حاجات کو مسجد میں پورا کرنا ممکن ہے لہٰذا مسجد سے نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ردالمحتار، ج1، ص444 ☆ فتح القدیر، ج1، ص300، ج2، ص111,112)

مالکیہ کا موقف:

مالکیہ نے دیہات کی مسجد میں مہمان نوازی کرنے اور اسے خشک کھانا کھلانے کی اجازت دی ہے جیسا کہ کھجور وغیرہ۔ اگر وہ کھانا گندگی پھیلانے والا ہو جیسا کہ خربوزہ یا کوئی پکی ہوئی چیز ہو تو حرام ہے، ہاں اگر برتن کے نیچے دستر خوان وغیرہ بچھا لیا جائے تو پھر مکروہ ہے۔ اور چھوٹے شہر کی مسجد بھی دیہات کی مسجد کی طرح ہے، بہرحال شہر کی مسجد میں مہمان نوازی کرنا تو مکروہ ہے اگرچہ کسی خشک کھانے سے کی جائے جیسا کہ علما کے کلام سے ظاہر ہے۔ علما نے مسجد میں دن کے وقت سونے کی اجازت دی ہے اور اسی طرح جس کا کوئی گھر نہیں ہے اسے رات میں بھی مسجد میں سونے کی اجازت ہے یا وہ شخص کہ جسے گھر پہنچنا مشکل ہو اسے بھی اجازت ہے۔ (الشرح الکبیر وحاشیۃ الدسوقی علیہ، ج4، ص70)

فقہاء مالکیہ نے معتکف کے لئے مسجد یا مسجد کے صحن میں یا اس کے منارہ میں کھانا مستحب قرار دیا ہے اور مسجد سے باہر کھانے کو مکروہ فرمایا ہے اور اعتکاف کی حالت میں مسجد میں سونا تو اعتکاف کے لوازمات سے ہے کیونکہ اگر وہ مسجد میں نہیں سوتا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ (الشرح الکبیر وحاشیۃ الدسوقی علیہ، ج1، ص547)

شوافع کا موقف:

شوافع فرماتے ہیں: مسجد میں روٹی، پھل، اور خربوزہ وغیرہ کھانا جائز ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((كُنَّا نَأْكُلُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ))

ترجمہ: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں مسجد میں روٹی اور گوشت کھایا کرتے تھے۔

اور گندگی کے خوف کی بنا پر کھانے کے نیچے کوئی چیز بچھالی جائے تا کہ کھانے کے ذرات نیچے نہ گریں کہ ان کی وجہ سے

اس جگہ کیڑے اکٹھے ہوں گے اور یہ اس وقت ہے کہ جب کھانے کی کوئی مکروہ بو نہ ہو پس اگر کھانا مکروہ بو والا ہو جیسا کہ لہسن، پیاز، گندنا وغیرہ تو اس طرح کی اشیاء کی مسجد میں کھانا مکروہ ہے اور ان چیزوں کے کھانے والے کو بھی مسجد میں آنے سے روکا جائے گا حتی کہ اس (کے منہ) کی بدبو جاتی رہے تو اگر وہ شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو اسے مسجد سے نکال دیا جائے اس حدیث کی بنا پر کہ فرمایا: ((مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ)) ترجمہ: جو لہسن یا پیاز کھالے تو وہ ہم سے دور رہے یا ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔

اور اسی طرح علما نے مسجد میں سونے کو بھی جائز کہا ہے پس تحقیق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر "کتاب الأم" میں نص فرمائی ہے، پس حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی ((أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ أَعْزَبُ لاَ أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: جب وہ نوجوان تھے اور ان کے کوئی اہل وعیال نہ تھے تو وہ مسجد نبوی میں سویا کرتے تھے۔ اور حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں: ہم عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور میں مسجد میں رات گزارا کرتے تھے۔ اور حضرت سعید بن مسیّب، امام حسن بصری اور امام عطا اور امام شافعی رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں رخصت دی ہے۔

(اعلام الساجد باحکام المساجد للزرکشی الشافعی، 305,306,329)

بہر حال معتکف کو مسجد میں کھانا اور رات گزارنا جائز ہے اور اسے اپنے گھر جا کر بھی کھانے کی اجازت ہے اور اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔ اور شوافع کے نزدیک یہی منصوص علیہ مسئلہ ہے کیونکہ مسجد میں کھانا مروت کو کم کرتا ہے لہٰذا اسے مسجد میں کھانا لازم نہیں ہے۔

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، ج1، ص198,199)

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابن مفلح حنبلی فرماتے ہیں

مسجد میں کھانے وغیرہ کے لئے داخل ہونا جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کو ابن تمیم اور ابن حمدان نے ذکر کیا۔ اور شرح اور رعایۃ وغیرہما میں ذکر کیا کہ معتکف کے لئے مسجد میں کھانا اور طشت میں ہاتھ دھونا جائز ہے۔ اور شرح میں باب الاذان کے آخر میں ذکر کیا: مسجد میں اجتماع کرنے اور کھانے اور چت لیٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(الآداب الشرعیہ لابن مفلح، ج3، ص407,408)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: معتکف کو مسجد میں کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ دستر خوان بچھائے تا کہ جو کھانے کے ذرات گریں وہ اس پر گریں تا کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

(المغنی لابن قدامہ، ج3، ص206)

مسجد میں سونے اور کھانے کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا ایک تحقیقی فتوی:

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسجد میں معتکف کو سونا تو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور اس کے غیر کے لئے ہمارے علماء کے تین قول ہیں:

اول یہ کہ مطلقاً صرف خلاف اولیٰ ہے، صححہ فی الھندیۃ عن خزانۃ الفتاوی ومشی علیہ فی جامع الاسبیجابی کما نقلہ ابن کمال باشا والکافی فی معراج الدرایۃ والیہ یمیل کلام الدرفی الاعتکاف قلت وفیہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما (اس کی ہندیہ میں خزانۃ الفتاوی کے حوالے سے تصحیح کی ہے اور جامع الاسبیجابی نے اسی کو اختیار کیا، جیسا کہ اسے ابن کمال باشا نے نقل کیا اور کافی نے معراج الدرایہ میں نقل کیا، اعتکاف میں در کا کلام بھی اسی طرف مائل ہے، میں کہتا ہوں اس میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ت)

دوم مسافر کو جائز ہے اس کے غیر کو منع، وبہ جزم فی الاشباہ وعلیہ مشی فی الدر قبیل باب الوتر (اسی پر اشباہ میں جزم ہے، در میں باب الوتر سے تھوڑا پہلے اسی کو اختیار کیا ہے۔)

سوم معتکف کے سوا کسی کو جائز نہیں، وبہ جزم فی السراجیۃ وفی جامع الفتاوی ومنیۃ المفتی وغمز العیون ومتن الوقایۃ وغیرھا من المعتمدات (سراجیہ، جامع الفتاوی، منیۃ المفتی، غمز العیون، متن الوقایہ اور دیگر کتب میں اسی پر جزم کی گیا ہے۔ت)

لقولہ یمنع منہ وانما المنع عن المکروہ تحریما واما کراھۃ التنزیہ فتجامع الاباحۃ کما فی ردالمحتار وغیرہ (کیونکہ اس کا قول ہے: اس سے منع کیا گیا ہے اور منع مکروہ تحریمی سے ہوتا ہے، کراہت تنزیہی تو اباحت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت)

اقول تحقیق امر یہ ہے کہ مرخص (جائز) وحاظر (ممنوع) جب جمع ہوں حاظر (ممنوع) کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدل زمان سے متبدل ہوتے ہیں ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو شخص اپنے زمانے کو لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔ت)

اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا)) رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔ (جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو

اسے چاہیے کہ اس سے کہے اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے، مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔اسے امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا۔ت) (صحیح مسلم، باب النھی عن نشد، ج1، ص397، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے:((اِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُولُوا:لَا أَرْبَحَ اللَّهُ تِجَارَتَكَ))رواه الترمذی وصححه والحاكم عنه رضی الله تعالی عنه۔(جب تم کسی کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے۔اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت) (جامع الترمذی، باب النھی عن البیع فی المسجد، ج3، ص602، مصطفی البابی، مصر)

اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے، کھانے پینے کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو اُن میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب وہیبت سے عاری، مسجدیں چوپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی و کل مادی الی محظور محظور (ہر وہ شخص جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہو جاتی ہے۔ت) جو بخیال تہجد یا جماعتِ صبح مسجد میں سونا چاہے تو اسے کیا مشکل ہے اعتکاف کی نیت کرلے کچھ حرج نہیں، کچھ تکلیف نہیں، ایک عبارت بڑھتی ہے۔اور سونا بالاتفاق جائز ہوا جاتا ہے، منیۃ المفتی پھر غمز العیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر ردالمحتار میں ہے:و اذا اراد ذلك ينبغي ان ينوی الاعتكاف فيدخل فيذكرالله تعالى بقدر مانوی او يصلي ثم يفعل ماشاء (جب ارادہ کرے کھانے پینے کا، تو اعتکاف کی نیت کرے، پھر مسجد میں داخل ہو جائے۔پس اللہ تعالٰی کا ذکر نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر وہاں جو چاہے کرے۔ت)و اللہ تعالٰی اعلم۔

مسجد میں ایسا اکل وشرب (کھانا پینا) جس سے اس کی تلویث ہو مطلقاً نا جائز ہے اگر چہ معتکف ہو، ردالمحتار باب الاعتکاف میں ہے:الظاهر ان مثل النوم الاكل والشرب اذا لم يشغل المسجدولم يلوثه لان تنظيفه واجب كما امر (ظاہر یہی ہے کہ کھانا پینا جبکہ مسجد کو ملوث نہ کرے اور نہ مسجد کو مشغول رہے تو یہ سونے کی طرح ہے کیونکہ مسجد کی نظافت کا خیال نہایت ہی ضروری ہے جیسا کہ گزرا۔ت)

اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے، اور جب ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو معتکف کو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور غیر معتکف میں وہی مباحث واختلاف عائد ہوں گے اور ہمیں ارشادِ اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ((ان المساجد لم تبن لهذا))(مساجد اس لیے نہیں بنیں۔ت) اعتکاف نفل کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار، صرف نیت کافی ہے، جتنی دیر بھی ٹھہرے به يفتى (اسی پر فتوی ہے۔ت) تو اختلاف میں پڑنے کی کیا حاجت۔

(فتاوی رضویہ، ج8، ص91 تا 95، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مسجد میں کھانا، پینا، سونا، معتکف اور پردیسی کے سوا کسی کو جائز نہیں، لہٰذا جب کھانے پینے وغیرہ کا ارادہ ہو تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے کچھ ذکر و نماز کے بعد اب کھا پی سکتا ہے اور بعضوں نے صرف معتکف کا استثنا کیا اور یہی راجح، لہٰذا غریب الوطن بھی نیتِ اعتکاف کرے کہ خلاف سے بچے۔ (بہارِ شریعت، بحوالہ درمختار و صغیری، حصہ 3، ص648، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

باب نمبر (235)

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَإِنْشَادِ الضَّالَّةِ وَالشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ

(مسجد میں خرید و فروخت، گم شدہ چیز کا اعلان اور شعر گوئی کی ممانعت کا بیان)

322۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالِاشْتِرَاءِ فِيهِ، وَأَنْ يَتَحَلَّقَ النَّاسُ فِيهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَ فِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسٍ، قَالَ ابو عيسىٰ : حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدِيثٌ حَسَنٌ ، وَعَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ :رَأَيْتُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَذَكَرَ غَيْرَهُمَا يَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ، قَالَ مُحَمَّدٌ :وَقَدْ سَمِعَ شُعَيْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ، مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ،قَالَ ابو عيسىٰ :وَمَنْ تَكَلَّمَ فِي حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ إِنَّمَا ضَعَّفَهُ، لِأَنَّهُ يُحَدِّثُ عَنْ صَحِيفَةِ جَدِّهِ، كَأَنَّهُمْ رَأَوْا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ هَذِهِ الْأَحَادِيثَ مِنْ جَدِّهِ .قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : وَذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ قَالَ :حَدِيثُ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا (حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اَشعار پڑھنے، خرید و فروخت اور جمعہ کی نماز سے پہلے حلقہ باندھ کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

اس باب میں حضرت بریدہ، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے (بھی) روایات ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن العاص کی حدیث "حسن" ہے۔ اور عمرو بن شعیب، محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بیٹے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں: میں نے امام احمد، امام اسحاق اور دیگر کو دیکھا کہ وہ عمرو بن شعیب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ امام بخاری (مزید) فرماتے ہیں: شعیب بن محمد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع کیا ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: جس نے عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا اُس نے اس حدیث کو محض اس بنا پر ضعیف قرار دیا ہے کہ وہ اپنے دادا کے صحیفہ سے روایت کرتے ہیں گویا اُن لوگوں کے نزدیک عمرو بن شعیب

عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عِنْدَنَا وَاهٍ، وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ فِي الْمَسْجِدِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، " وَقَدْ رُوِيَ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ: رُخْصَةٌ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فِي الْمَسْجِدِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ رُخْصَةٌ فِي إِنْشَادِ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ

نے یہ احادیث اپنے دادا سے نہیں سنیں۔علی ابن عبداللہ کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید کے حوالہ سے مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: عمرو بن شعیب کی حدیث ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔اور علما کی ایک جماعت نے مسجد میں خرید وفروخت کو مکروہ کہا ہے،امام احمد اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔بعض تابعین سے مسجد میں خرید وفروخت کی اجازت منقول ہے۔اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعدد حدیثوں میں مسجد کے اندر اشعار پڑھنے کی اجازت منقول ہے۔

تخریج حدیث322:(سنن ابی داؤد،کتاب الصلوۃ،باب التحلق یوم الجمعۃ،حدیث1079،ج1،ص283،المکتبۃ العصریہ،بیروت ☆سنن نسائی،کتاب المساجد،باب النہی عن البیع والشراءوباب النہی عن تناشد الاشعار،حدیث714,715،ج2،ص47,48،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،بیروت ☆سنن ابن ماجہ،کتاب المساجد والجماعات،باب مایکرہ فی المساجد،حدیث749،ج1،ص247،داراحیاءالکتب العربیہ،بیروت)

شرح حدیث

مسجد میں کس قسم کے اشعار منع ہیں؟:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے)) یعنی مذموم اشعار۔ علامہ تورپشتی کہتے ہیں: "تناشد" یہ ہے کہ ہر بندہ اپنے ساتھی کو اپنے یا کسی اور کے اشعار فخر و غرور کے طور پر سنائے یا وقت گزارنے کے لئے لذت کے طور پر اشعار سنائے جن کی طرف نفس کا میلان ہوتا ہو یا کسی اور وجہ سے، تو اس طرح اشعار سنانا مذموم ہے۔ بہر حال جو اشعار حق اور اہل حق کی تعریف میں ہوں یا باطل یا اہل باطل کی مذمت میں ہوں یا ان سے دین کے قواعد کی درستگی ہو یا دین کے مخالفین پر ذلت ہو تو وہ اشعار مذمت سے خارج ہیں اگرچہ اس میں تشبیب بھی شامل ہو اور ایسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی کیا جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی غرض صحیح معلوم ہونے کی وجہ سے اس سے منع نہ فرماتے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے اسی طرح ذکر فرمایا۔

ابن الملک کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اچھے اشعار کے علاوہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو اشعار سنائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان اشعار کی تحسین ہوئی۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت سیدنا حسان اور سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مسجد میں اشعار سنایا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے گزرے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گوشہ چشم سے دیکھا تو کہا میں مسجد میں اشعار پڑھا کرتا تھا اور اس میں آپ رضی اللہ عنہ سے بہتر ہستی موجود ہوا کرتی تھی پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں تمہیں اللہ عزوجل کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (میرے بارے میں) یہ فرماتے سنا ہے؟ **((أَجِبْ عَنِّي اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ))** ترجمہ: میری جانب سے جواب دو اے اللہ عزوجل! روح القدس کے ذریعے اس کی مدد فرما۔

امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **((الشِّعْرُ كَالْكَلَامِ حَسَنُهُ كَحَسَنِهِ وَقَبِيحُهُ كَقَبِيحِهِ))** ترجمہ: شعر بھی کلام کی طرح ہے اس کا اچھا، اچھا ہے اور اس کا برا، برا ہے۔ اور اسی پر علما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو محمول کیا ہے: **((لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا))** ترجمہ: تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے شعر سے بھرا جائے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو بھی ((مَن

رَأَيْتُمُوهُ يُنْشِدُ فِي الْمَسْجِدِ شِعْرًا فَقُولُوا فَضَّ اللّٰهُ فَاكَ)) ترجمہ: جس کو تم مسجد میں شعر پڑھتے دیکھو تو کہو اللہ عزوجل تیرا منہ توڑ دے۔اس بات کو تین مرتبہ فرمایا۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ج2، ص615، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمد بن عبدالہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

اشعار کہنے سے منع فرمایا یعنی مذموم اشعار کہنے سے اور جو اشعار کہنے کے حوالے سے احادیث موجود ہیں ان کو اچھے اشعار پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ دوسرے باب میں مصنف کا ''ترجمۃ الباب'' اس طرف مشیر ہے اور کیونکہ اکثر طور پر اشعار میں برائی ہی ہوتی ہے لہٰذا مطلقاً منع فرمایا۔اور ایک قول میں یہ ممانعت کراہتِ تنزیہی پر محمول ہے اور جو اشعار کہنے کے حوالے سے احادیث موجود ہیں وہ جواز پر محمول ہیں۔ (حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد، ج2، ص48، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

مسجد میں خرید و فروخت کے احکام:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

اگر مسجد میں کوئی شے بیچے یا عقد کرے تو خرید و فروخت منعقد ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ مساجد فرائض کی ادائیگی اور اذکار کے لئے بنائی گئی ہیں۔ (شرح ابی داؤد للعینی، باب التحلق یوم الجمعۃ، ج4، ص411، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((مسجد میں بیع و شرا کرنے سے منع کیا ہے)) اور ہمارے علما نے معتکف کے لئے بغیر مبیع کو مسجد میں لائے خریدنا جائز فرمایا۔اور بری بدعات میں سے مقامِ ابراہیم کے پیچھے غلافِ کعبہ کو بیچنا ہے اور مسجد حرام میں کتب وغیرہ کو بیچنا ہے اور ان بدعات میں سب سے زیادہ بری بدعت مُخَلَّفات، مشک، ردی سامان اس میں رکھنا ہے خاص طور پر حج کے دنوں میں اور لوگوں کے ازدحام کے وقت اور اللہ عزوجل ہی اپنے دین کا والی ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور اسی طرح مسجد میں کسی صنعت و حرفت کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے مگر علوم شرعیہ اور علوم آلیہ کی کتابوں کو نقل کرنے کے لئے بیٹھنے کی اجازت ہے اور مسجد میں کبھی کبھار کوئی کپڑے سیئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں درزی کو دیکھا تو اس کے نکالنے کا حکم دیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ وہ مسجد میں جھاڑو دیتا ہے اور دروازہ کو بند رکھتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((جَنِّبُوا صُنَّاعَكُمْ مَسَاجِدَكُمْ)) ترجمہ: اپنے کاریگروں کو اپنی مساجد سے دور رکھو۔اس حدیث پاک کو عبد الحق نے روایت کیا اور اسے ضعف قرار دیا ہے۔اور حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ جب کسی مسجد میں خرید و فروخت کرنے والے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: ((عَلَيْكَ بِسُوقِ الدُّنْيَا فَإِنَّ هٰذَا

سَوْقُ الْآخِرَةِ)) تم پر دنیا کا بازار لازم ہے بے شک یہ آخرت کا بازار ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ایک شخص کی آواز سنی تو فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے؟ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الخ، ج2، ص615، دار الفکر، بیروت)

کیا معتکف اور غیر معتکف کا مسجد میں خرید و فروخت کرنا کیسا؟

غیر معتکف کو مسجد میں خرید و فروخت منع ہے، معتکف کو اپنی یا بال بچوں کی ضرورت سے مسجد میں کوئی چیز خریدنا یا بیچنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو یا ہو تو تھوڑی ہو کہ جگہ نہ گھیرے اور اگر خرید و فروخت بقصد تجارت ہو تو ناجائز اگرچہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو۔ درمختار میں ہے''(وَخُصَّ) الْمُعْتَكِفُ (بِأَكْلٍ وَشُرْبٍ وَنَوْمٍ وَعَقْدٍ احْتَاجَ إِلَيْهِ) لِنَفْسِهِ أَوْ عِيَالِهِ فَلَوْ لِتِجَارَةٍ كُرِهَ'' ترجمہ: صرف معتکف کو مسجد میں کھانے، پینے، سونے اور بوقت ضرورت کوئی چیز خریدنے کی اجازت ہے، خواہ خریداری اپنے لئے ہو یا گھر والوں کے لئے، اور اگر تجارت کے لئے کوئی چیز خریدی تو مکروہ ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص448، دار الفکر، بیروت)

شامی میں ہے''(وَكُرِهَ) أَيْ تَحْرِيمًا لِأَنَّهَا مَحَلُّ إِطْلَاقِهِمْ بَحْرٌ (إِحْضَارُ مَبِيعٍ فِيهِ) كَمَا كُرِهَ فِيهِ مُبَايَعَةُ غَيْرِ الْمُعْتَكِفِ مُطْلَقًا لِلنَّهْيِ'' ترجمہ: مسجد میں معتکف کے لئے مبیع کو حاضر کرنا مکروہ تحریمی ہے جس طرح کہ غیر معتکف کا مسجد میں بیع کرنا مطلقاً مکروہ ہے اس بارے میں نہی وارد ہونے کی وجہ سے۔ (ردالمحتار، ج2، ص448، دار الفکر، بیروت)

فتاوی ہندیہ میں ہے''وَلَا بَأْسَ لِلْمُعْتَكِفِ أَنْ يَبِيعَ وَيَشْتَرِيَ الطَّعَامَ، وَمَا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَأَمَّا إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَّخِذَ مُتَجَرًا فَيُكْرَهُ لَهُ ذَلِكَ هَكَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَالذَّخِيرَةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ'' ترجمہ: معتکف کے لئے کھانے کو خریدنا، بیچنا اور جس کی اس کو حاجت ہو جائز ہے، اسی طرح فتاوی قاضی خان اور ذخیرہ میں ہے، اور یہی صحیح ہے، اسی طرح تبیین میں ہے۔ (فتاوی ہندیہ، ج1، ص213، دار الفکر، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:

بیع و شرا وغیرہ ہر عقد مبادلہ مسجد میں منع ہے، صرف معتکف کو اجازت ہے جب کہ تجارت کے لیے خرید تا بیچتا نہ ہو، بلکہ اپنی اور بال بچوں کی ضرورت سے ہو اور وہ شے مسجد میں نہ لائی گئی ہو۔ (بہار شریعت، حصہ 3، ص648، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مسجد میں بیع و شرا کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب البیوع میں آئے گی۔

نماز جمعہ سے پہلے حلقہ لگانے کی ممانعت:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنے سے منع فرمایا)) یعنی اس بات سے کہ لوگ حلقہ کی ہیئت پر بیٹھیں

۔جب لوگ حلقہ حلقہ ہوکر بیٹھیں تو کہا جاتا ہے "تَحَلَّقَ الْقَوْم "اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جب قوم حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں تو اکثر طور پر گفتگو اور آواز کا بلند کرنا پایا جاتا ہے اور جب وہ اس حالت میں ہوتے ہیں تو خطبہ نہیں سنتے حالانکہ انہیں خطبہ سننے کا حکم ہے ایسا ہی علما نے فرمایا۔علامہ تورپشتی فرماتے ہیں:ممانعت دو وجوہات کا احتمال رکھتی ہے:ان میں ایک یہ ہے کہ اس ہیئت پر بیٹھنا نمازیوں کے اجتماع کی (ہیئت) مخالف ہے۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے لئے جمع ہونا ایک عظیم کیفیت وحالت ہے جو اس کے لئے حاضر ہوا سے جمعہ سے فارغ ہونے سے پہلے اس کے سوا کسی اور کام کا اہتمام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔اور لوگوں کا نماز سے پہلے حلقہ باندھ کر بیٹھنا اُس معاملہ سے غفلت میں ڈالنے والا ہے جس کی طرف انہیں بلایا گیا ہے۔اور "شرح السنہ" میں ہے:علمی مذاکرہ کے لئے جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ باندھ کر بیٹھنا حدیث میں مکروہ فرمایا گیا ہے بلکہ ذکر و نماز اور خطبہ کے لئے خاموش ہونے میں مشغول ہو جائے اور جمعہ کے بعد یوں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اور "احیاء العلوم" میں ہے کہ نماز سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنا مکروہ ہے۔علامہ خطابی فرماتے ہیں:ایک محدث اسے یوں روایت کیا کرتے تھے:جمعہ کے دن نماز سے پہلے حَلْق کروانے سے منع کیا گیا ہے۔اور مجھے خبر دی گئی کہ ان محدث نے چالیس سال تک نماز سے پہلے حلق نہیں کروایا تو میں نے انہیں کہا کہ حدیث میں "حِلَق" کا لفظ ہے جو حلقہ کی جمع ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الخ، ج2،ص615،دار الفکر، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

((اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن نماز سے پہلے "تحلق" سے منع فرمایا)) یعنی حلقہ باندھ کر بیٹھنے سے ،اور ایک روایت میں ہے کہ "حا" اور "لام" کے فتحہ کے ساتھ حَلَق سے منع فرمایا ہے جو کہ "حَلقہ" کی جمع ہے۔علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:بعض مشائخ اس حدیث کو یوں روایت کیا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "حلق" بسکون اللام سے منع فرمایا ہے اور مجھے خبر پہنچی کہ انہوں نے چالیس سال تک نماز سے پہلے حلق نہ کروایا تو میں نے انہیں کہا کہ حدیث میں ممنوعہ شے "حلقہ" کی جمع ہے تو انہوں نے فرمایا تو نے میری مشکل آسان کر دی اور انہوں نے مجھے بہتر جزا دی اور وہ نیکوکاروں میں سے تھے۔اور جمعہ کی نماز سے پہلے علمی مذاکرہ و اجتماع کرنا مکروہ ہے اور حکم ہے کہ نماز میں مشغول ہو جائے اور خطبہ اور ذکر کے لئے خاموشی اختیار کرے تو جب ان سے فارغ ہو جائے تو اس کے بعد حلقہ لگائے اور اجتماع کرے۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب التحلق یوم الجمعۃ، ج4،ص413،مکتبۃ الرشد، ریاض)

گمشدہ چیز کو مسجد میں تلاش کرنا:

بعض روایات میں گمشدہ چیز کو مسجد میں تلاش کرنے کی بھی ممانعت ہے،علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں گمشدہ چیز کے تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے)) حدیث پاک میں ہے:((من سمع ینشد ضالۃً فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک؛ فإن المساجد لم تبن لھذا)) ترجمہ: جو کسی کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز تلاش کرتے ہوئے سنے تو اسے کہے کہ اللہ عزوجل تجھے تیری چیز نہ دلائے کیونکہ مساجد اس لئے نہیں بنائی گئیں۔'' اور شیخ محی الدین فرماتے ہیں: اس ممانعت میں بیع وشرا اور اجارہ وغیرہ عقود بھی داخل ہیں اور مسجد میں آواز کا بلند کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں: امام مالک اور علما کی ایک جماعت رحمہم اللہ نے فرمایا: مسجد میں تعلیم وتعلم وغیرہ کے لئے بھی آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک کے اصحاب میں سے محمد بن مسلمہ نے علم اور مقدمات وغیرہ کے معاملات میں کہ جن کی لوگوں کو محتاجی ہوتی ہے آواز بلند کرنے کی جازت دی ہے کیونکہ مساجد ہی لوگوں کے جمع ہونے کی جگہیں ہیں، اس کے بغیر ان کے لیے چارہ نہیں۔ (شرح ابی داؤد للعینی، باب التحلق یوم الجمعۃ، ج4، ص411، مکتبۃ الرشد، ریاض)

مسجد میں اپنی ذات کے لیے سوال کرنا اور مسجد کے سائل کو دینا:

فتاوی امجدیہ میں ایک سوال کے جواب میں صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تفصیلاً کلام فرمایا ہے، اس پر وارد ہونے والے ایک مشہور اعتراض کا جواب بھی دیا ہے، افادۂ عام کے لیے یہ فتوی پیش خدمت ہے:

سوال: عرض یہ ہے کہ جناب نے بہار شریعت میں فرمایا ہے کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور سائل کو دینا بھی منع، نیز بہار شریعت صفحہ 78 جلد 5 میں ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے سائل کو اگر ایک پیسہ دیا تو ستر پیسے اور خیرات کرے کہ اس ایک پیسے کا کفارہ ہو، لیکن صاحب موضح القرآن اس آیت کریمہ ﴿وانما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ یوتون الزکوۃ وھم رکعون﴾ پارہ لا یحب اللہ ع 11 کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی مرتضی کی شان میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حجرہ مبارک سے مسجد میں آئے تو بعضوں کو دیکھا رکوع میں ہیں اور بعضوں کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل کو دیکھا اور فرمایا کسی نے تجھ کو کچھ دیا۔ سائل نے سونے یا روپے کی انگوٹھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائی اور حضرت علی مرتضی کی طرف اشارہ کیا کہ اس رکوع کرنے والے نے رکوع میں دی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ تفسیر سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کا مسجد میں انگوٹھی دینا (اور وہ بھی رکوع میں) باعث مدح خالق ہے اگر سائل کو مسجد میں دینا منع ہے تو آیت قرآن اس فعل کو موقع مدح میں کیوں ذکر کر رہی ہے اور جب مسجد میں سائل کو دینا بحکم آیت مذکورہ باعث مدح خالق ہے تو علماء اس فعل کو ممنوع کیوں

فرماتے ہیں بینوا توجروا

جواب: مسجد میں سوال کرنے کے متعلق علمائے حنفیہ کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ مطلقا ناجائز، دوسرا یہ کہ چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے اور یہ شرطیں نہ ہوں تو ناجائز، شرط اول یہ کہ مصلی کے آگے سے نہ گذرے، دوم یہ کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے، سوم یہ کہ الحاف کے ساتھ سوال نہ ہو چہارم یہ کہ ضرورت کے لئے سوال کرتا ہو، قول دوم کو بزازیہ ونہر وغیرہما میں اختیار فرمایا، اور صاحب درمختار نے بھی کتاب الحظر میں تنہا اسی قول کو ذکر کیا۔ ردالمحتار میں ہے قال فی النهر والمختار ان السائل ان كان لا يمر بين يدى المصلى ولا يتخطى الرقاب ولا سائل الناس الحافا بل لامر لا بد منه فلا باس بالسوال والاعطاء اه ومثله فى البزازية وفيها ولا يجوز الاعطاء اذا لم يكونوا على تلك الصفة المذكورة قال الامام ابو نصر العياضى ارجو ان يغفر الله تعالى لمن يخرجهم من المسجد وعن الامام خلف ابن ايوب لو كنت قاضيا لم اقبل شهادة من يتصدق عليهم اه وسيأتى فى باب المصرف انه لا يحل ان يسئل شيئا من له قوت يومه بالفعل او بالقوة كالصحيح المكتسب ويأثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على الحرام (نہر میں فرمایا مختار یہ ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے آگے سے نہ گزرے اور نہ ہی گردنیں نہ پھلانگے اور نہ ہی لوگوں سے الحاف کے ساتھ سوال کرے اور ضرورت کے لئے سوا کرتا ہو تو اس کا سوال کرنا اور لوگوں کے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسا ہی بزازیہ میں ہے اور اسی میں ہے کہ اگر یہ مذکورہ صفات نہ پائی جائیں تو اسے دینا جائز نہیں ہے امام ابونصر عیاضی فرماتے ہیں کہ جو ایسا کرنے والے کو مسجد سے نکال دے تو میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کی مغفرت فرمادے گا امام خلف ابن ایوب فرماتے ہیں کہ اگر میں قاضی ہوتا تو ایسے سائل کو دینے والے کی گواہی قبول نہ کرتا، باب المصرف میں آئے گا کہ جس کے پاس اس دن کے کھانے کے لئے بالفعل یا بالقوۃ موجود ہو جیسا کہ ایسا صحیح فرد جو کمانے پر قادر ہو اور اسے اس کی حالت کا علم بھی ہے تو اسے دینے والا بھی گناہ گار ہوگا کیونکہ یہ گناہ پر معاونت کر رہا ہے۔ت)، خلاصہ یہ ہے کہ سائل میں اگر وہ شرائط نہ پائے جائیں تو سوال بھی جائز نہیں اور دینا بھی ناجائز، امام ابونصر عیاضی فرماتے ہیں کہ ان کو مسجد سے نکال دے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس کی مغفرت فرمائے گا اور امام خلف ابن ایوب فرماتے ہیں کہ اگر میں قاضی ہوتا تو اُن لوگوں کی شہادت قبول نہیں کرتا جو ایسے سائل کو دیتے ہیں اور باب المصرف میں ذکر کیا گیا کہ جس کے پاس اس دن کے کھانے کے لائق ہو یا وہ اس کے کمانے پر قادر ہو مثلا تندرست جو کما سکتا ہو اسے سوال حلال نہیں اور دینے والا اگر اس کے حال پر مطلع ہو کر دیگا تو وہ بھی گنہ گار ہوگا کہ حرام پر اعانت کرتا ہے۔ اور قول اولی کو صاحب درمختار نے کتاب الصلوۃ میں ذکر فرما کر قول دوم لفظ قیل سے تعبیر کیا، عبارت یہ ہے ویحرم فیه السوال ویکره الاعطاء

مطلقا وقیل مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور سائل کو دینا مطلقا مکروہ ہے۔ت) اور اسی قول اول کو قنیۃ میں احوط فرمایا اس کی عبارت یہ ہے وعلم مما تقدم حرمۃ السوال فی المسجد لانہ کثر ان الضالۃ والبیع ونحوہ کراھۃ الاعطاء لانہ یحمل علی السوال وقیل لا اذا لم یتخط الناس ولم یمر بین یدی مصل، والاول احوط جو عبارت پیچھے گزری اس سے یہ بات جان لی گئی کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اسے دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ سوال پر محمول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ لوگوں کو نہ پھلانگے اور نمازیوں کے آگے سے نہ گزرے تو یہ حکم نہیں ہے، اور پہلا قول ہی احوط ہے۔ت) نیز ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں ویدخل فی کذا کل امر لم یبن لہ المسجد من البیع والشراء ونحو ذالک وکان بعض السلف لا یری ان یتصدق علی السائل المعترض فی المسجد اور اس میں ہر وہ کام داخل ہے جس کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی جیسے خرید و فروخت کرنا اور اسی کی مثل دوسرے کام، اور بعض علمائے سلف کی اس بارے میں کوئی رائے نہیں ہے کہ جو مسجد میں سائل پر صدقہ کرے۔ت)

اس کے بعد اسی صفحہ میں یہ قول ذکر کیا کہ سائل کو دینے میں حرج نہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا ھل احد منکم اطعم الیوم مسکینا فقال ابو بکر دخلت المسجد فاذا انا بسائل فوجدت کسرۃ خبز فی ید عبدالرحمٰن فاخذتھا فدفعتھا الیہ ترجمہ: کیا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو مجھے ایک سائل ملا میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکرا دیکھا تو اس سے لے کر سائل کو دے دیا) یعنی کسی نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں مسجد میں داخل ہوا ناگاہ مجھے ایک سائل ملا اور میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکرا دیکھا اس سے لیکر سائل کو دے دیا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ سائل کو مسجد میں دینا جائز ہے۔ اس استدلال کے جواب میں ملا علی قاری فرماتے ہیں قلت لا دلالۃ فی الحدیث علی انہ کان سائلا وانما الکلام فیہ وقد قال بعض السلف لا یحل اعطائہ فیہ لما فی بعض الاثار ینادی یوم القیامۃ لیقم بغیض اللہ فیقوم سوال المسجد میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ سائل تھا جب کہ ہمارا کلام سائل کے بارے میں ہے، بعض سلف فرماتے ہیں کہ مسجد میں سائل کو دینا حلال نہیں ہے کیونکہ بعض آثار میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ندا کی جائے گی کہ وہ شخص کھڑا ہو جائے جس پر اللہ کا غضب ہے تو مسجد کا سائل کھڑا ہوگا۔ت) یعنی اس حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ وہ سائل تھا اور کلام سائل میں ہے اور بعض سلف فرماتے ہیں کہ مسجد میں سائل کو دینا حلال نہیں اس لئے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ روز قیامت منادی کی جائے گی جو شخص اللہ کے نزدیک مبغوض ہے کھڑا ہو جائے تو مسجد کا سائل کھڑا ہو جائے گا۔

اقول، اس استدلال کا یہ بھی جواب دیا جا سکتا ہے کہ دخلت سے مراد ارادہ دخول ہے یعنی میں مسجد میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے ایک سائل ملا اور ارادہ فعل کو فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اذا قمتم الی الصلوۃ سے ارادہ قیام مراد ہے۔ پس اس تقدیر پر یہ واقعہ مسجد کا نہ ہوا اور استدلال صحیح نہ ہوا، اگر یہ شبہہ کیا جائے کہ حدیث مذکورہ بالا میں تصریح ہے فاذا انا بسائل پھر ملا علی قاری کا یہ کہنا لا دلالۃ فی الحدیث علی انہ کان سائلا صحیح نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہ سائل تھا، رہا یہ کہ اس نے مسجد میں سوال بھی کیا، یہ ثابت نہیں اور کلام اسی میں ہے کہ جو سائل مسجد میں سوال کرے اسے دینا حلال نہیں نہ یہ کہ بلا سوال بھی اسے دینا حلال نہیں اور دونوں میں فرق ظاہر ہے۔

پھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ قول ذکر کیا کہ بعض صورتوں میں جائز ہے اور بعض میں ناجائز، وفصل بعضھم بین من یوذی بالمرور ونحوہ فیکرہ اعطائہ لانہ اعانۃ لہ علی ممنوع وبین من لا یوذی فلیسن اعطائہ لان السوال کانوا یسئلون علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی المسجد حتی یروی ان علیا کرم اللہ تعالی وجھہ تصدق بخاتمہ وھو فی الرکوع فمدحہ اللہ بقولہ یوتون الزکوۃ وھم راکعون بعض علماء نے اس کے درمیان فرق کیا ہے کہ جو سائل نمازیوں کے آگے سے گزر کر یا ایسی اور طرح انہیں اذیت دیتا ہے تو اسے دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ ممنوع کام پر اعانت ہے، اور جو سائل اس طرح تکلیف نہیں دیتا تو اسے دینا مکروہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سائل مسجد میں سوال کیا کرتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی صدقہ کر دی تو اللہ نے ان کی ان الفاظ سے مدح فرمائی کہ وہ زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔ت) یعنی جو سائل لوگوں کو اذیت دیتا ہے مثلا نمازی کے آگے سے گزرتا ہے یا اس کے مثل کچھ اور حرکت کرتا ہے اسے دینا مکروہ ہے، کہ ممنوع پر اعانت ہے، اور جو ایسا نہیں کرتا اسے دینا بہتر ہے کہ حضور کے زمانے میں لوگ مسجد میں سوال کرتے تھے جب تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے رکوع میں اپنی انگوٹھی دے دی تھی جس پر اللہ نے ان کی مدح فرمائی۔

اس قول کا جواب ملا علی قاری اس طرح تحریر فرماتے ہیں اور یہی استفتار کا جواب بھی ہے وفیہ انہ لیس فی الحدیث ولا الایۃ ان اعطاء علی کان فی المسجد یعنی حدیث وآیت کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد میں دیا تھا، اقول اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ مسجد میں دیا تھا تو یہ ثابت نہیں کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مسجد میں سوال کیا تھا اگر حدیث سے ثابت ہوتا ہے تو صرف اتنا کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے دیا تھا اور یہ امر کہ اس نے مسجد میں سوال کیا اس کے متعلق کوئی حدیث نظر سے نہ

گزری، اور ملاعلی قاری کا یہ فرمانا کہ حدیث سے مسجد میں سوال ثابت نہیں، صاف بتاتا ہے کہ ان کے پیش نظر بھی کوئی ایسی حدیث نہیں ہے، جس سے مسجد میں سوال کی اجازت ثابت ہو، تفسیر بیضاوی شریف میں شان نزول کو اس طرح نقل کیا وانما نزلت فی علی رضی اللہ تعالی عنہ حین سالہ سائل وھو راکع فی صلوتہ فطرح لہ خاتمہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب سائل نے سوال کیا اور یہ اپنی نماز کے رکوع میں تھے تو انہوں نے اپنی انگوٹھی اتار کر اسے دے دی۔ت)

اس سے بس اتنا معلوم ہوا کہ سائل کے سوال پر دیا نہ یہ کہ مسجد میں سوال کیا تھا اور اسے دیا بلکہ خود قاضی بیضاوی کا اس شان نزول کے متعلق کہنا، وان صح، بتاتا ہے کہ اس روایت کی صحت میں بھی انہیں کلام ہے اس لئے آیت میں رکوع کے معنی خشوع وخضوع کے لیتے ہیں یعنی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔ اور یہ معنی کہ رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں، اس کو بصیغہ تمریض قیل سے تعبیر کرتے ہیں۔

رہا یہ کہ استفتاء میں جو موضح القرآن کی عبارت نقل کی گئی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سائل تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے دیا تھا، پس اگر یہ مضمون حدیث صحیح سے ثابت ہو تو کہا جائیگا کہ سائل کو دیا اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اس نے مسجد میں سوال بھی کیا ہو جیسا کہ فاذا انا بسائل سے ثابت نہیں کہ اس نے مسجد میں سوال کیا تھا ویسا ہی یہاں بھی یہ ثابت نہیں کہ اس نے مسجد میں سوال کیا اور اس کی عبارت سے یہ بھی ثابت نہیں کہ مسجد میں دیا۔

لہذا اس عبارت موضح القرآن سے مسجد میں سوال کی اجازت ثابت نہیں کہ مسجد میں دیا، اس لئے بہار شریعت حصہ سوم میں یہ لفظ ہے کہ اس سائل کو دینا بھی منع ہے، مستفتی سے لفظ (اس) لکھنے سے رہ گیا جس کا مطلب ہو گیا کہ چاہے مسجد میں سوال کرے یا نہ کرے سائل کو مسجد میں دینا منع ہے حالانکہ مطلب یہ تھا کہ مسجد میں سوال کرے تو دینا منع ہے، اور اسی کے لئے لفظ اس بڑھایا گیا تھا اس عبارت موضح القرآن کے قریب قریب ایک حدیث علامہ خفاجی نے نقل فرمائی ہے، وہ یہ ہے۔ نہ مناکحت کریں گے اور نہ ہم سے بات چیت کریں گے اور یہ امر ہم پر شاق ہے، نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ولی اللہ و رسول ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے اور کسی کو قیام میں اور کسی کو رکوع میں پایا اور ایک سائل کو ملاحظہ فرمایا اس سے فرمایا کسی نے تجھے کچھ دیا اس نے عرض کی ہاں چاندی کی ایک انگوٹھی ملی ہے، فرمایا کس نے دی اس نے کہا اس قیام کرنے والے نے اور ہاتھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اشارہ کیا حضور نے فرمایا کس حالت میں دی اس نے کہا حالت رکوع میں، اس پر حضور نے تکبیر کہی پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب حضور نے سائل سے دریافت کیا تھا، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ قیام میں

تھے رکوع میں نہ تھے اگر چہ دینا رکوع میں تھا، مگر موضح القرآن کے اس لفظ سے کہ اس رکوع کرنے والے نے دی، یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی وقت دی ہے جبکہ اسی رکوع میں تھے اور یہ رکوع مسجد میں تھا لہذا مسجد میں دینا ثابت ہوا اگر چہ فقط یہ لفظ اس ثبوت کے لئے کافی نہیں مگر تو ہم پیدا ہوتا ہے اور جبکہ علامہ خفاجی نے جو روایت حاکم وغیرہ سے نقل کی اس میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قائم ہونا مذکور ہے تو یہ تو ہم بہت بعید ہو گیا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کے آخر میں دونوں مقولوں میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ والظاہر ان الخلاف خلاف عصر وزمان لا اختلاف السائلین ،یعنی علماء میں یہ اختلاف زمانہ کے اختلاف پر مبنی ہے کہ قرون اولی میں سائلین آداب مسجد کی مراعات کرتے تھے اور ضرورت پر سوال کرتے تھے اور اس طرح سوال نہ کرتے تھے کہ ممنوع ہو، اور اس زمانہ کے سائلین ایسے نہیں اگر ان کو اجازت دے دی جائے تو کسی امر کی پرواہ نہ کریں گے، اور جائز و ناجائز کا خیال نہ رکھیں گے اس لئے ان کے لئے حکم یہی ہے کہ سوال سے روک دیئے جائیں، وکم من شئی یختلف باختلاف الزمان۔

پس چونکہ صاحب غنیۃ نے مطلق ممانعت کو احوط فرمایا اور ملا علی قاری نے اس اختلاف کو اختلاف زمانہ پر محمول کیا لہذا فقیر نے اسی قول کو اختیار کیا اور اسی کو بہار شریعت میں ذکر کیا۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(فتاوی امجدیہ، باب احکام المسجد، ج1، ص251 تا 255، مکتبہ رضویہ کراچی)

باب نمبر 236

مَا جَاءَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى

(وہ مسجد کہ جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی)

323۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ:حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أُنَيْسِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ :امْتَرَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي خُدْرَةَ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى، فَقَالَ الْخُدْرِيُّ :هُوَ مَسْجِدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ الآخَرُ :هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءٍ، فَأَتَيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ فَقَالَ :هُوَ هَذَا -يَعْنِي مَسْجِدَهُ وَفِي ذَلِكَ خَيْرٌ كَثِيرٌ ،قَالَ ابو عيسىٰ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ :سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ :لَمْ يَكُنْ بِهِ بَأْسٌ، وَأَخُوهُ أُنَيْسُ بْنُ أَبِي يَحْيَى أَثْبَتُ مِنْهُ

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: بنی خدرۃ کے ایک شخص اور بنی عمرو بن عوف کے ایک شخص نے اس مسجد کے بارے میں جھگڑا کیا کہ جس (کی صفت یہ بیان کی گئی کہ اس) کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی تو خدری نے کہا کہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے۔تو یہ دونوں حضرات اس مسئلہ کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور اس میں خیر کثیر ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ہم سے ابوبکر نے علی بن عبداللہ کے حوالہ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: میں نے یحیی بن سعید سے محمد بن ابو یحیی اسلمی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے اور ان کے بھائی انیس بن یحیی ان سے اثبت (روایت کے اعتبار سے زیادہ مضبوط) ہیں۔

تخریج حدیث 323: (سنن نسائی، کتاب المساجد، باب ذکر المسجد التی اسس علی التقوی، حدیث 697، ج 2، ص 36، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف مالکی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

اور لوگوں نے اس مسجد کے حوالہ سے اختلاف کیا کہ جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے تو مجاہد، عروہ اور قتادہ کا موقف یہ ہے کہ وہ مسجد قباء ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما کا موقف یہ ہے کہ بے شک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور اشہب کی امام مالک سے روایت کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((هُوَ مَسْجِدِي)) وہ میری مسجد ہے۔ (المنتقی شرح الموطا، العمل فی جامع الصلاۃ، ج 1، ص 297، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

اس حدیث پاک کے تحت علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

یہ حدیث پاک اس بارے میں نص ہے کہ قرآن مجید میں جس مسجد کا ذکر ہے کہ اس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے، اس سے مراد مسجد نبوی ہے اور اس میں ان بعض مفسرین کا رد ہے جنہوں نے کہا اس سے مراد مسجد قباء ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب فضل مسجد قباء و فضل الصلاۃ فیہ، ج 9، ص 169، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

(وہ مسجد جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی) یہ اس بارے میں صریح ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور تحقیق اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اختلاف تھا، ایک قول یہ ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مسجد قباء ہے اور پہلی بات زیادہ درست ہے۔ اور داودی کہتے ہیں: اس میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ دونوں کی ہی بنیاد تقوی پر ہے۔

(عمدۃ القاری، باب حجرۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ج 17، ص 46، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل کی اس قول "وہ مسجد کہ اول دن سے ہی جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے" سے مراد میں اختلاف ہے پس جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہے یہی آیت پاک کا ظاہر ہے۔ امام مسلم نے عبدالرحمن بن ابو سعید کے طریق سے روایت کی وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ((سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى فَقَالَ هُوَ مَسْجِدُكُمْ هَذَا)) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس مسجد کے بارے میں سوال کیا کہ جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔ اور امام احمد اور امام ترمذی نے ایک اور

سند سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ:((اخْتَلَفَ رَجُلَانِ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى فَقَالَ أَحَدُهُمَا هُوَ مَسْجِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءَ فَأَتَيَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ هُوَ هٰذَا)) ترجمہ: دو شخصوں کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہوا کہ جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام ہے اور دوسرے نے کہا کہ مسجد قباء ہے تو یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے تو ان دونوں نے اس بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ یہ مسجد (مسجد نبوی) ہے۔

اور اس میں یعنی مسجد قباء میں خیر کثیر ہے اور امام احمد نے حضرت سہل بن سعد سے اسی کی مثل روایت کی اور اسی حدیث کو انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سہل بن سعد سے مرفوعاً روایت کیا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: یہ سوال اس سے صادر ہوا کہ جس کے نزدیک دونوں مساجد برابر تھیں کیونکہ دونوں میں اس بات میں اشتراک ہے کہ دونوں کی بنائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے تو اسی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ اور مسجد نبوی کے لیے زیادہ فضیلت بھی ہے جو کہ مسجد قبا کے بجائے اس کی تعیین کا تقاضا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مسجد قباء کی تعمیر اللہ عزوجل کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جزمی حکم دینے سے نہیں ہے (أَوْ كَانَ رَأْيًا رَآهُ بِخِلَافِ مَسْجِدِهِ) یا مسجد قبا کی تعمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تھی برخلاف مسجد نبوی کے یا اس مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو وہ احوال قلبیہ حاصل ہوئے ہیں جو اس کے غیر میں حاصل نہیں ہوئے۔ انتہی۔

اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مسجد نبوی کی زیادہ فضیلت یوں ہو کہ بالاتفاق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں طویل قیام رہا ہے جبکہ مسجد قبا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھوڑے ایام رہا۔ اور اس کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے علامہ قرطبی کے تکلفات کی طرف احتیاج کے بغیر۔ اور حق بات یہ ہے کہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے اور اللہ عزوجل کا فرمان بقیہ آیت میں یوں ہے: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔ (پارہ 11، سورہ توبہ، آیت 108) آیتِ کریمہ کا یہ حصہ اس بات کی تائید کرتا ہے یہاں مسجد سے مراد مسجد قبا ہے۔ اور ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((نَزَلَتْ فِيهِ رجال يحبونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا فِي أَهْلِ قُبَاءَ)) ترجمہ: یہ آیتِ کریمہ ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾ اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس مسجد کہ جس کی بنیاد تقوی پر ہے، کے متعلق یہ جواب ارشاد فرمانا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے، اس جواب میں راز یہ ہے کہ اس وہم کو اٹھایا جائے کہ یہ آیتِ کریمہ مسجد قباء کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔ داودی وغیرہ نے کہا: یہ کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی بنا تقوی پر ہے اور سہیلی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اوران کے علاوہ نے مزید یہ بات کہی کہ اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ﴾ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے مراد مسجدِ قبا ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس پہلے دن سے ہے جس دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ہجرت میں تشریف لائے۔

(فتح الباری لابن حجر، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ج7، ص245، دارالمعرفہ، بیروت)

باب نمبر 237

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ

(مسجد قباء میں نماز پڑھنے کے بارے میں)

324۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَبُو كُرَيْبٍ، وَسُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَبْرَدِ، مَوْلَى بَنِي خَطْمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أُسَيْدَ بْنَ ظُهَيْرٍ الْأَنْصَارِيَّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ، وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أُسَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَلَا نَعْرِفُ لِأُسَيْدِ بْنِ ظُهَيْرٍ شَيْئًا يَصِحُّ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَأَبُو الْأَبْرَدِ اسْمُهُ زِيَادٌ مَدِينِيٌّ

حدیث: حضرت اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد قباء میں نماز پڑھنا ایک عمرہ کرنے کی طرح ہے۔

اور اس باب میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ہم حضرت اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پاک کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں جانتے اور ہم اس حدیث کو صرف ابواسامہ کی جو حدیث عبدالحمید بن جعفر سے مروی ہے اسی سے جانتے ہیں۔ اور ابوالابرد کا نام زیاد مدینی ہے۔

تخریج حدیث 324: (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی الصلوۃ فی مسجد قباء، حدیث 1441، ج1، ص453، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ عبد الرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں:

((الصلاۃ یعنی نماز)) اس میں الف لام جنس کا ہے جو فرض اور نفل کو شامل ہے یا الف لام عہدی ہے تو پھر یہ فرض کے ساتھ خاص ہے۔

((مسجد قبا میں)) اور وہ مدینہ کے اطراف میں ہے اور زیادہ مشہور اس کو مد کے ساتھ اور منصرف اور مذکر پڑھنا ہے اور ان تینوں کی ضد کے ساتھ بھی اس کا ضبط منقول ہے۔

((عمرہ کی طرح ہے)) اور ابن ابی شیبہ نے سندِ صحیح ساتھ نقل کیا ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں: ((لَأَنْ أُصَلِّيَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ رَكْعَتَيْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ آتِيَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ مَرَّتَيْنِ، لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي قُبَاءٍ لَضَرَبُوا إِلَيْهِ أَكْبَادَ الْإِبِلِ)) ترجمہ: مسجدِ قبا میں دو رکعت ادا کرنا مجھے دو مرتبہ بیت المقدس جانے سے زیادہ محبوب ہے اگر لوگ جانتے جو مسجد قبا میں ہے تو ضرور اس کی طرف اونٹوں کے جگر پھیر دیتے۔ (تاریخ المدینۃ لابن ابی شیبہ، باب الرخصۃ فی النوم فیہ، ج1، ص42، مطبوعہ بیروت)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد کی زیارت کو پیدل اور سواری پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حافظ زین الدین عراقی فرماتے ہیں: اس سے مسجد قباء کی زیارت کرنے اور اس میں نماز ادا کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور ہفتہ کے دن ایسا کرنا سنت ہے اس حدیث پاک کی وجہ سے جسے بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور اس کی حکمت یہ تھی کہ ہفتہ کے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذات کے لئے فراغت اختیار فرماتے تھے اور اتوار سے لے کر جمعہ تک اپنی امت کے معاملات میں مشغول رہا کرتے تھے اور یہ روایت اُس حدیث کے منافی نہیں ہے (کہ جس میں ہے)((لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد)) (ترجمہ: کجاوے صرف تین مساجد کی طرف ہی باندھے جائیں۔) کیونکہ قباء اور مدینہ میں تین میل کا فاصلہ ہے اور جو شہر سے قریب ہو اس میں کجاوے باندھنا نہیں ہوتا۔

(فیض القدیر، فصل فی المحلی بال من ھذا الحرف الخ، ج4، ص244، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

علامہ محمد بن عبد الہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

((عمرہ کی طرح ہے)) یعنی اجر و ثواب میں عمرہ کی طرح ہے۔ اور تحقیق روایت میں ہے: ((أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْهَبُ إِلَيْهِ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَمَاشِيًا)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ اس مسجد کی طرف پیدل اور سواری پر جایا کرتے تھے۔) اور یہ بات اس کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ (حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلاۃ فی مسجد قباء، ج1، ص431، دار الجیل، بیروت)

احادیث میں تطبیق

عمرہ کے ثواب کا ترتب بعض روایات میں دو رکعت پڑھنے پر اور بعض میں چار رکعت پڑھنے پر مروی ہے، اس میں تطبیق کرتے ہوئے علامہ ابن حجر کے حوالے سے علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ بے شک مسجدِ قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کی طرح ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: ((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ وَجَاءَ مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ كَانَ لَهُ أَجْرُ عُمْرَةٍ)) ترجمہ: جو وضو کرے پس کامل وضو کرے اور مسجد قباء آئے پس اس میں دو رکعت ادا کرے تو اس کے لئے ایک عمرہ کا ثواب ہے۔

اور ایک دوسری صحیح روایت میں یہ ہے: ((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ دَخَلَ مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَرَكَعَ فِيهِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ كَانَ ذَلِكَ عَدْلَ عُمْرَةٍ)) ترجمہ: "جو وضو کرے پس اچھا وضو کرے پھر مسجدِ قباء میں داخل ہو پس اس میں چار رکعت ادا کرے تو یہ اس کے لئے عمرہ کے برابر ہوگا۔

اور ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ بے شک عمرہ کا ثواب اول چار رکعات پڑھنے پر مرتب ہوا پھر اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر آسانی فرمائی اور ان پر اپنا فضل فرمایا تو پس اس ثواب کو دو رکعتوں پر مرتب فرمادیا۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، ج2، ص590، دار الفکر، بیروت)

وَلَا نَعْرِفُ لِأُسَيْدِ بْنِ ظُهَيْرٍ شَيْئًا يَصِحُّ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ

علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

امام ترمذی نے لکھا کہ ((اور ہمیں اسید بن ظہیر کی اس حدیث کے علاوہ کوئی صحیح حدیث معلوم نہیں))۔ علامہ ابن عربی نے اس پر یہ زائد کیا: کیونکہ اس حدیث کے علاوہ ان کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کوئی روایت نہیں ہے۔

عراقی کہتے ہیں: یہ نفی درست نہیں ہے بلکہ ان کی تین دیگر احادیث بھی مروی ہیں:

(1) مزارع کے کرایہ پر دینے کی نہی والی حدیث جسے نسائی نے روایت کیا۔

(2) اور چور سے خریدنے والی حدیث جسے نسائی نے روایت کیا اور اس کی سند جید ہے۔

(3) اور احد والے دن رافع بن خدیج کو اجازت دینے والی حدیث جسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند بھی جید ہے۔

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص151، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ)

باب نمبر 238

ما جاء في أيّ المساجد أفضل

(کونسی مسجد افضل ہے)

325۔ حَدَّثَنَا الأَنْصَارِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ، وحَدَّثَنا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ، وَعُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الأَغَرِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا المَسْجِدَ الحَرَامَ ، قَالَ ابو عيسىٰ : "وَلَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ فِي حَدِيثِهِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، إِنَّمَا ذَكَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الأَغَرِّ، :وقال :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ الأَغَرُّ اسْمُهُ سَلْمَانُ ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَمَيْمُونَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَابْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَأَبِي ذَرٍّ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا اس مسجد کے علاوہ اور مسجد میں ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: قتیبہ نے اپنی حدیث میں عبیداللہ سے روایت کا ذکر نہیں کیا انہوں نے صرف زید بن رباح کی ابو عبید اللہ الأغر سے روایت کا ذکر کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوعبداللہ الأغران کا نام سلمان ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور طرق سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور اس باب میں حضرت علی، حضرت میمونہ، حضرت ابو سعید، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم سے (بھی) روایات ہیں۔

326۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى

حدیث: حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مساجد

ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ :مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَإِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ :مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هٰذَا، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى ،قَالَ ابو عيسىٰ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ مَسْجِدِي هٰذَا، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى ،قَالَ ابو عيسىٰ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

کی طرف:(1) مسجد حرام کی طرف (2) میری اس مسجد کی طرف (3) مسجد اقصیٰ کی طرف۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث325: (صحیح البخاری، کتاب الجمعہ، باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ، حدیث1190، ج2، ص60، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ، حدیث1394، ج2، ص1012، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب مناسک الحج، باب فضل الصلوٰۃ فی المسجد الحرام، حدیث2899، ج5، ص214، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ فی المسجد الحرام و ــــ، حدیث1404، ج1، ص450، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

۔تخریج حدیث326: (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی الصلوٰۃ فی مسجد بیت، حدیث1410، ج1، ص452، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

میری اس مسجد میں:

علامہ بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((میری اس مسجد میں)) اس فرمان میں موجود اسمِ اشارہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز کے ثواب کا دگنا ہونا اُس مسجدِ نبوی کے ساتھ خاص ہے کہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی نہ کہ اس مسجد کے ساتھ کہ جس میں خلفائے راشدین اوران کے بعد کے زمانہ میں اضافہ ہوا، یہ حکم اسمِ اشارہ کو غلبہ دیتے ہوئے ہے اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے اسی کی صراحت کی ہے ،پس انہوں نے ثواب زیادہ ہونے کی اسی مسجد کے ساتھ تخصیص کی ہے، برخلاف مسجدِ حرام کے کہ اس کی فضیلت اس وقت کی مسجد کے ساتھ خاص نہیں، مسجدِ حرام کا اسم مکمل مسجد کو شامل ہے۔

میں (علامہ عینی حنفی) کہتا ہوں: جب اسم اور اشارہ جمع ہو جائے تو کیا اس میں اشارہ کو غلبہ دیا جائے گا یا اسم کو؟ اس میں اختلاف ہے، علامہ نووی اشارہ کو غلبہ دینے کی طرف مائل ہوئے ہیں تو اسی بنا پر انہوں نے فرمایا کہ جب مقتدی نے کہا کہ میں نے زید کی اقتدا کی نیت کی، بعد میں دیکھا تو وہ عمرو تھا تو اسمِ اشارہ کو غلبہ دیتے ہوئے اس کی اقتدا صحیح ہے اور ابن رفعہ نے عدمِ صحت پر جزم کیا اور فرمایا: اس لئے کہ جس کی تعیین واجب ہے جب اسے معین کیا اور تعیین میں خطا کی تو اس نے عبادت کو فاسد کر دیا۔ **بہرحال اس حوالے سے ہمارا مذہب جو علما کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب مقتدی نے کسی معین امام کی اقتدا کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ تو اس کا غیر تھا تو یہ اسے کفایت نہیں کرے گا کیونکہ اسم کو اشارہ پر غلبہ دیا جاتا ہے۔**

(عمدۃ القاری، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، ج7، ص256، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((میری اس مسجد میں)) یعنی مسجد مدینہ نہ کہ مسجدِ قباء۔ علامہ نووی نے کہا: یعنی اس مسجد میں نماز کا قصد کرے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے زمانے میں تھی نہ کہ اس میں جو بعد میں اضافہ کے ساتھ موجود ہے پس بے شک ثواب کا زیادہ ہونا وہ پہلی مسجد کے ساتھ ہی خاص ہے۔ علامہ سبکی وغیرہ نے ان کی موافقت کی۔ ابن تیمیہ اور علامہ محب طبری نے اس پر اعتراض کیا اور اس میں طویل کلام کیا ہے اور انہوں نے موجودہ ساری مسجد میں ثواب کے بڑھنے پر درج ذیل دلائل دیئے ہیں:

(۱) مسجدِ مکہ میں یہ بات تسلیم ہے کہ اس میں ثواب کی زیادتی اس مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

(۲) حدیث پاک میں اشارہ دیگر ان مساجد کو نکالنے کے لیے ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔

(۳) امام مالک رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے عدمِ خصوصیت کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا: کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بعد میں ہونے والا تھا (مسجد نبوی میں وسعت وغیرہ) اس کی خبر دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین سمیٹ دی گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد رونما ہونے والی باتوں کو جان لیا۔

(۴) اور اگر یہ نہ ہوتا تو خلفائے راشدین کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں اس میں زیادتی کرنے کی اجازت نہ ملتی اور اس زیادتی پر کسی نے انکار بھی نہ کیا۔

(۵) "تاریخ مدینہ" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((اَنَّهُ لَمَّا فَرَغَ مِنَ الزِّيَادَةِ قَالَ:لَوِ انْتَهَى إِلَى الْجَبَّانَةِ وَفِي رِوَايَةٍ :إِلَى ذِي الْحُلَيْفَةِ لَكَانَ الْكُلُّ مَسْجِدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: جب آپ مسجدِ نبوی کو زیادہ کرنے سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اگر یہ جبانہ تک بھی پہنچ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ ذوالحلیفہ تک بھی پہنچ جائے تو بھی یہ تمام کی تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((لَوْ زِيدَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ مَا زِيدَ كَانَ الْكُلُّ مَسْجِدِي)) ترجمہ: اگر اس مسجد میں زیادتی کی جائے جو بھی زیادتی کی جائے تو وہ تمام کی تمام میری مسجد ہی ہوگی۔

(۷) اور ایک روایت میں ہے: ((لَوْ بُنِيَ هَذَا الْمَسْجِدُ إِلَى صَنْعَاءَ كَانَ مَسْجِدِي)) ترجمہ: اگر اس مسجد کو صنعاء تک بھی بنا دیا جائے تو بھی یہ میری مسجد ہے۔

یہ اس گفتگو کا خلاصہ ہے جو علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جوهر المنظم فی زيارة قبر المكرم'' میں کی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ملخصاً، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ج2، ص585، دار الفکر، بیروت)

مسجد الحرام کے استثنٰی کا مطلب:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

((میری اس مسجد میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ اور مساجد میں ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے))

اس استثنا کی تاویل میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز ادا کرنا مسجدِ حرام میں نماز ادا کرنے سے ہزار گنا سے کم افضل ہے۔

اور علامہ ابن عبد البر نے محدثین کی ایک جماعت سے نقل کیا: بے شک اس کا معنی ہے کہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا یہ مسجدِ مدینہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس مرفوع حدیث سے اس بات کو مؤید کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صلاۃ فی مسجدی هذا أفضل من ألف صلاۃ فی غیرہ إلا المسجد الحرام، فإنه أفضل منه بمائة صلاۃ)) ترجمہ: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے، سوائے مسجدِ حرام کے کہ بے شک اس میں نماز ادا کرنا مسجدِ مدینہ میں نماز ادا کرنے سے سو درجے بہتر ہے۔

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص152,153، جامعۃ ام القریٰ، مکہ مکرمہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (۱) ایک قول یہ ہے کہ حدیث پاک میں موجود استثناء میں اس بات کا احتمال ہے کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے سے ہزار سے کم درجے افضل ہے۔ (۲) اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ (۳) اور یہ احتمال بھی ہے کہ دونوں میں نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے۔ میں کہتا ہوں: لیکن وہ حدیث جو فصلِ ثانی میں آرہی ہے وہ طرفین (پہلے اور آخری) والے احتمالات کو ساقط کرتی ہے کیونکہ اس حدیث میں ارشاد فرمایا: ((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِينَ أَلْفَ صَلَاةٍ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ)) ترجمہ: میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں پڑھنے کے برابر ہے اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازیں پڑھنے کے برابر ہے۔ اس حدیث پاک کو ابن ماجہ نے روایت کیا، واللہ اعلم۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ج2، ص585، دار الفکر، بیروت)

ثواب کا زیادہ ہونا فرض میں یا نفل میں:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اس بات میں علما کا اختلاف ہے کہ نماز سے مراد یہاں فرض ہے یا پھر نفل و فرض دونوں کو عام ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ پہلی بات کے قائل ہیں جبکہ مطرف مالکی دوسری قول کی طرف گئے ہیں۔ اور علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ یہ فرض و نفل دونوں کو عام ہے پھر ان مساجد میں اس نماز کی فضیلت ثواب کی راجع ہے اور یہ فوت شدہ نمازوں کی کفایت کی طرف متعدی نہیں ہوگا حتی کہ اگر کسی پر دو نمازیں لازم ہوں تو وہ مسجدِ نبوی میں ایک نماز ادا کرلے تو یہ اسے کفایت نہیں کرے گا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔" (عمدۃ القاری، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، ج7، ص257، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد الحرام میں ثواب کہاں زیادہ ہوگا:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"علامہ زرکشی نے "احکام المساجد" میں فرمایا: وہ مسجدِ حرام کہ جس میں نماز کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے اس سے مراد کیا ہے اس بارے میں سات اقوال ملتے ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے کہ جہاں جنبی کو ٹھہرنا حرام ہے۔ دوسرا قول یہ کہ اس سے مراد "مکہ" ہے۔ تیسرا یہ ہے اس سے مراد "حرم" ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کعبہ معظمہ ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد کعبہ اور جو بیت اللہ میں حجر والی جگہ ہے۔ چھٹا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کعبہ اور اس کے اردگرد کی مسجد ہے ۔اور ساتواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام حرم اور میدانِ عرفات ہے۔"

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص153,154، جامعۃ ام القریٰ، مکہ مکرمہ)

کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مساجد کی طرف

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

((کجاوے صرف تین مسجد مساجد کی طرف ہی باندھے جائیں)) کہا گیا ہے کہ یہ نفی بمعنی نہی کے ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صرف خبر دینے کے لئے ہے نہ کہ نہی کے لئے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مسجد کے علاوہ کجاوے باندھنے میں کوئی فضیلت نہیں اور اس بات کو انہوں نے جمہور علماء سے نقل کیا۔ اور عراقی کہتے ہیں: حدیث کے محامل میں سے سب سے بہتر محمل یہ ہے کہ یہاں مراد فقط مساجد کا حکم ہے اور یہ کہ ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں بہرحال ان مساجد کے علاوہ طلبِ علم اور نیک بندوں اور بھائیوں کی زیارت اور تجارت وغیرہ کے قصد سے سفر کرنا تو یہ اس نہی میں داخل نہیں ہے اور تحقیق امام احمد کی روایت میں یہ صراحۃً وارد ہے اور اس کے الفاظ یوں ہیں: **((لا ينبغي للمطيّ أن تُشد رحالُه إلى مسجد يُبتغى فيه الصَّلاةُ غيرِ المسجد الحرام، والمسجد الأقصى، ومسجدي هذا))** ترجمہ: کسی مسجد کی طرف اس میں نماز (کا زیادہ ثواب چاہتے ہوئے) جانے کے لئے سواری کا کجاوہ باندھنا درست نہیں سوائے مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

شیخ تقی الدین السبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس کو ذاتی طور فضیلت حاصل ہوتی کہ اس فضیلت کی بنا پر اُس کی طرف کجاوے باندھے جائیں سوائے ان تین شہروں کے۔ اور فضیلت سے میری مراد وہ ہے کہ جس کا شریعت اعتبار کرے اور اس پر حکم شرعی مرتب ہو۔ بہرحال ان کے علاوہ دیگر شہروں کی طرف ان کی ذاتوں کے پیشِ نظر کجاوے نہ باندھے جائیں بلکہ زیارت کرنے یا جہاد کرنے یا حصولِ علم یا اس کی مثل دیگر مستحبات یا مباحات کی غرض سے سفر اختیار کیا

جائے اور یہ بات بعضوں پر ملتبس ہوئی تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان تین شہروں کے علاوہ کسی کی زیارت کی غرض سے بھی کجاوے باندھنا منع کے تحت داخل ہے اور یہ خطا ہے کیونکہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے تو حدیث کا معنی یہ ہے مساجد میں سے کسی مسجد یا جگہوں میں سے کسی جگہ کی طرف اس جگہ کی وجہ سے کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین جگہوں کی طرف، اور زیارت کے لئے یا حصولِ علم کے لئے سفر اختیار کرنا جگہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ جو جگہ میں ہے اس کے لئے ہوتا ہے۔

"مسجد الحرام" اس میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے اور یہ کوفیوں کے ہاں جائز ہے اور بصری اس کی یوں تاویل کرتے ہیں ''مسجد البلد الحرام'' یعنی حرمت والے شہر کی مسجد، اور اسی طرح "مسجد الاقصیٰ" میں ہوگا اور اس کو "اقصیٰ" اس کی مسجدِ حرام سے دوری کی بنا پر کہا گیا ہے۔ (قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج 1، ص 154 تا 156، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ)

علامہ ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"یہ حدیث سواری کو استعمال کرنے کی ممانعت کے بارے میں ہے اور یہ صرف اُس کے بارے میں ہے جس نے ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد میں سے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی منت مانی۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے کہ جس تک سواری کے ذریعے ہی پہنچا جا سکتا ہو تو وہ اپنے شہر میں ہی نماز پڑھ لے، مگر مسجدِ مکہ، مسجدِ مدینہ اور بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی منت مانے تو اس کے لئے ان مساجد کی طرف جانا لازم ہے۔ اور مؤلف فرماتے ہیں: جو شخص تطوعاً نیک بندوں کی مساجد میں نماز پڑھنے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا قصد کرے تو اس کے لئے اس قصد سے سواری وغیرہ کا استعمال مباح ہے اور اس کی طرف حدیث کی یہ ممانعت متوجہ نہیں ہوگی۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کوہِ طور پر جانے کے لئے سواری کا استعمال فرمایا تو جب وہ واپس ہوئے تو حضرت بصرہ بن ابو بصرہ ان سے ملے تو انہوں نے ان کے نکلنے کو ناپسند کیا اور انہیں کہا کہ اگر میں آپ کے نکلنے سے پہلے آپ کو ملتا تو آپ نہ نکلتے (کیونکہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((لا تعمل المطی إلا إلی ثلاثة مساجد)) (ترجمہ: تم سواری کو صرف تین مساجد کے لئے استعمال کرو) تو یہ اس بات پر دال ہے کہ حضرت بصرہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ حدیث پاک کو تین مساجد کے علاوہ دیگر جگہوں کے لئے سواری کو استعمال کرنے کی ممانعت کے عموم پر محمول کیا جائے گا تو اس میں نذر ماننے والا اور نفلی طور پر جانے والا دونوں داخل ہیں۔ اس بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم نے گمان کیا حضرت بصرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طور کی طرف جانے کو صرف اسی لئے ناپسند فرمایا کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے تھے کہ جس میں ان تین مساجد میں سے ایک مسجد ہے کہ جس کی طرف جانے کے لئے سواری کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے تو جو ایسا ہو تو اس کے لئے اس اپنے شہر والی مسجد میں جانا اَولیٰ ہے اور حدیث میں ایسا نہیں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کوہِ طور پر

جانے کی نذر مانی ہو حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نفلی طور پر وہاں تشریف لئے گئے تھے حالانکہ مدینہ کی مسجد باعتبارِ فضیلت کوہِ طور سے اولی ہے کیونکہ مسجدِ مدینہ اور مسجدِ بیت المقدس کوہِ طور سے افضل ہیں۔"

(شرح صحیح بخاری لابن بطال، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، ج3ص179، 178 مکتبۃ الرشد ریاض)

فوائد حدیث

علامہ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک میں موجود فوائد درج ذیل ہیں:

(1) اس حدیث کو اس سند سے مسلم اور ابن ماجہ نے سفیان بن عیینہ کی روایت سے، تنہا مسلم نے معمر کی روایت سے اور ان دونوں نے سعید سے بواسطہ زہری اسے روایت کیا۔ اور بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے زید بن رباح اور عبید اللہ بن ابو عبد اللہ الاغر سے بواسطہ مالک، ان دونوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ ابو عبد اللہ الاغر اس حدیث کو روایت کیا اور بخاری اور ترمذی کے ہاں اس حدیث الفاظ یوں ہیں: ((مَسْجِدِی ھٰذَا)) (یعنی میری یہ مسجد) مسلم نے زہری سے اور نسائی نے سعد بن ابراہیم سے اور ان دونوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ ابو عبد اللہ الاغر اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن اس حدیث کو روایت کیا پھر نصاً اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک کیا پس ان دونوں کو عبد اللہ بن ابراہیم بن قارظ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((فَاِنِّی آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ مَسْجِدِی آخِرُ الْمَسَاجِدِ)) ترجمہ: پس بے شک میں انبیاء میں سب سے آخری ہوں اور بے شک میری مسجد مساجد میں آخری مسجد ہے۔ اور ابن عبد البر فرماتے ہیں: یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت، صحیح اور متواتر سندوں سے مروی ہے اور تواتر سے ان کی مراد وہ نہیں جسے اہلِ اصول ذکر کرتے ہیں اور ان کی مراد محض شہرت ہے۔ واللہ اعلم۔

(2) حدیث کے استثنا "اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" کے معنی کے بارے میں علما کا اختلاف ہے تو جمہور علما اس کے معنی کے بارے میں فرماتے ہیں: کہ بے شک مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا مسجدِ مدینہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اس بات کو ابن عبد البر نے ابن زبیر، عطا ابن ابی رباح، قتادہ، سفیان بن عیینہ، اور مالکیہ میں سے مطرف، ابن وہب اور محدثین کی جماعت سے روایت کیا۔ اور امام شافعی واحمد بھی اسی کے قائل ہیں اور اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جسے احمد اور بزار نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ان کے علاوہ محدثین نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((صَلَاۃٌ فِی مَسْجِدِی ھٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلَاۃٍ فِیمَا سِوَاہُ مِنَ الْمَسَاجِدِ

إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِي هَذَا)) (ترجمہ: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجدِ حرام کے کہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا اس مسجد میں سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔) ابن عبدالبر فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، اور جس نے اسے مرفوع روایت کیا وہ نقل کے اعتبار سے زیادہ یاد رکھنے والا اور زیادہ پختہ ہے اور اسی طرح وہ نظر کے اعتبار سے بھی صحیح ہے کیونکہ اس کی مثل رائے سے نہیں جانا جا سکتا مزید یہ کہ ائمہ حدیث نے اس کے حفظ وثقہ کی گواہی دی کہ جس نے اسے مرفوع روایت کیا۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور میرے والد شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور طبرانی کی روایت میں یہ حدیث یوں ہے: ((وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةٍ فِي مَسْجِدِي بِأَلْفِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا میری مسجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے۔) اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ)) (ترجمہ: میری مسجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجدِ حرام کے اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں ایک لاکھ نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) میرے والد رحمہ اللہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: اس کی اسناد جید ہے۔ (میں کہتا ہوں) ابن ماجہ کے بعض نسخوں میں صرف سو نمازوں کا ذکر ہے نہ کہ ایک لاکھ کا۔ اور معتمد وہ ہے کہ جسے ہم نے اولاً ذکر کیا۔ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی حدیثیں دونوں ہی ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ عطا ابن ابی رباح مروی ہیں اور یہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی طعن نہیں ہے کیونکہ عطاء امام ہیں، وسیع روایت والے ہیں تو ممکن ہے ان کے پاس ان دونوں سے روایت موجود ہو اور علامہ ابن عبدالبر نے جب حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذکر کیا تو فرمایا کہ میں نے اسے تمام ثقہ لوگوں سے نقل کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عطا کے پاس اس بارے میں ان دونوں حضرات سے روایت موجود ہو تو یوں یہ دو حدیثیں ہو گئی ہوں اور حدیث کے جاننے والوں نے اسی پر اسے محمول کیا ہے۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں عطا سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث پاک کو روایت کیا تو اس میں ((إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)) (سوائے مسجدِ حرام کے) کے بعد ((فَهُوَ أَفْضَلُ)) (تو وہ افضل ہے) موجود ہے۔ میرے والد فرماتے ہیں: اور اس کی اسناد صحیح ہے اور علامہ ابن عبدالبر نے "التمہید" میں اس حدیث کو انہیں الفاظ کے ساتھ روایت کیا اور ان الفاظ سے بھی کہ ((فَإِنَّ الصَّلَاةَ فِيهِ أَفْضَلُ)) یعنی مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا افضل ہے اور ان الفاظ سے بھی کہ ((فَإِنَّهُ أَفْضَلُ مِنْهُ بِمِائَةِ صَلَاةٍ)) یعنی مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا مسجدِ نبوی

میں سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔ فرمایا: اور وہ ان کے ہاں بغیر شک کے دوسری حدیث ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث پاک کئی وجوہ (طرق سے) مروی ہے۔ طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((اَلصَّلَاۃُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَۃِ أَلْفِ صَلَاۃٍ وَالصَّلَاۃُ فِی مَسْجِدِی بِأَلْفِ صَلَاۃٍ وَالصَّلَاۃُ فِی بَیْتِ الْمَقْدِسِ بِخَمْسِمِائَۃِ صَلَاۃٍ)) (یعنی مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور بیت المقدس میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔) علامہ ابن عبدالبر نے بزار کے طریق سے اس حدیث کو روایت کیا۔ پھر کہا: بزار نے فرمایا: یہ اسناد حسن ہے۔ اور سنن ابن ماجہ میں ایک دوسری حدیث ہے، جو مسجد مکہ میں نماز کی افضلیت کا تقاضا کرتی ہے مگر یہ کہ وہ ثواب کی مقدار میں ماقبل احادیث کے مخالف ہے۔ اس حدیث کو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور اس میں یہ ہے کہ ((وَصَلَاتُہُ فِی الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی بِخَمْسِینَ أَلْفِ صَلَاۃٍ وَصَلَاتُہُ فِی مَسْجِدِی بِخَمْسِینَ أَلْفِ صَلَاۃٍ وَصَلَاتُہُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَۃِ أَلْفِ صَلَاۃٍ)) (ترجمہ: کسی شخص کا مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔) میرے والد فرماتے ہیں: اس میں ابو خطاب دمشقی ہے اور اس کے متعلق وضاحت کی حاجت ہے۔

اور دوسرے حضرات ((إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)) کے استثنا کے اس معنی کی طرف مائل ہوئے ہیں کہ بے شک میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ہزار سے کم نمازوں کے برابر ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا کہ بے شک یحییٰ بن یحییٰ نے عبداللہ بن نافع سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اسی بات کو ذکر فرمایا۔ پھر ابن عبدالبر نے کہا کہ لغت کو جاننے والوں کے ہاں ابن نافع کی تاویل بعید ہے، اور فرمایا: اس سے یہ کہنا لازم آتا ہے کہ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز ادا کرنا یہ مسجد حرام میں نماز ادا کرنے سے نوسو ننانوے گنا افضل ہے اور اگر ایسا ہے کہ تو پھر ابن نافع کی تاویل کے پیش نظر مسجد حرام کو دیگر مساجد پر صرف ایک جز لطیف میں فضیلت حاصل ہوگی اور اتنی بات ہی تجھے اس کے قول کے ضعیف ہونے کے لئے کافی ہے جو قول ایسے نتیجہ کی طرف پلٹے۔ اور علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے اس حدیث پاک میں موجود استثنا کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے، پس جب تو کہتا ہے کہ ''یمن تمام شہروں سے ہزار درجے افضل ہے سوائے عراق کے'' تو یہ مراد لینا درست ہے کہ عراق، یمن کے مساوی ہے اور یہ بھی کہ وہ زیادہ فضیلت والا ہے اور یہ بھی کہ فضیلت میں کم ہے تو اگر مساوی ہو تو تحقیق اس کی فضیلت معلوم ہو چکی اور اگر اس کی زیادہ فضیلت ہو یا کم ہو تو پھر دونوں شہروں کی درمیان فضیلت کی مقدار درجات کی تعداد پر کسی دلیل کے بغیر نہیں جانی جا سکتی جو درجات یا اس پر زائد ہوں گے یا کم۔

(میں کہتا ہوں) ابن نافع کے مقابلہ میں یہ منصفانہ کلام ہے اور تحقیق مسجد حرام کے سو درجہ افضل ہونے پر دلیل بھی قائم ہو چکی اور وہ سابق میں گزر چکی پس اس کی طرف رجوع واجب ہے پھر علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں: اور ہمارے اصحاب میں سے بعض متاخرین نے گمان کیا کہ بے شک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز ادا کرنا مسجد حرام میں نماز ادا کرنے سے سو درجہ افضل ہے اور دیگر مساجد میں نماز ادا کرنے سے ہزار درجے افضل ہے اور انہوں نے اس بات پر اس حدیث سے استدلال کیا جسے سفیان بن عیینہ نے ابن ابو عتیق سے بواسطہ زیاد بن سعد روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ)) (ترجمہ: مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ اور مساجد میں سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) فرمایا: اور بعضوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث پاک سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ بے شک مسجد نبوی میں نماز پڑھنا یہ مسجد حرام میں نو سو نمازیں ادا کرنے سے افضل ہے۔ فرماتے ہیں: سلیمان بن عتیق کی اس روایت میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس کی اسناد اور الفاظ میں اختلاف ہے اور تحقیق اس حدیث کے مخالف وہ حدیث ہے جو اس کی بہ نسبت زیادہ ثابت ہے پس اسی اختلاف کے قبیل سے یہ ہے کہ بے شک انہی سے بواسطہ حضرت ابن زبیر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث مروی ہے کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (ترجمہ: مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے) اور ان الفاظ سے بھی مروی ہے کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا مَسْجِدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (ترجمہ: مسجد حرام میں نماز پڑھنا اور مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے کہ اس میں سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) پس بے شک انہوں نے مسجد حرام کو مسجد نبوی پر سو نمازوں کی فضیلت دی۔ فرمایا: تو کیسے یہ حضرات اس حدیث سے استدلال کر سکتے ہیں کہ جس کی ضد کو بھی انہوں نے ثقات کے ذریعے سے روایت کیا ہو مزید یہ کہ اس کی اسناد میں اختلاف بھی ہے۔ اور تحقیق اس حدیث پاک کو عبد الرزاق نے سلیمان بن عتیق اور عطا سے بواسطہ ابن جریج ذکر کیا کہ ان دونوں حضرات نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِيهِ وَيُشِيرُ إِلَى مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ)) (ترجمہ: مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس میں سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے اور مسجد مدینہ کی طرف اشارہ فرمایا) پھر ابن عبد البر نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سلیمان بن عتیق، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی کہ ((صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا مَسْجِدَ رَسُولِ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِنَّمَا فَضْلُهُ عَلَيْهِ بِمِائَةِ صَلَاةٍ فَإِنَّمَا فَضْلُهُ عَلَيْهِ بِمِائَةِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک لاکھ نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے کہ وہ اس پر سو نمازیں افضل ہے۔) پھر فرمایا: مزید یہ کہ سلیمان بن عتیق نے حضرت عمر کا ذکر کر کے کوئی متابع بھی پیش نہیں کیا اور وہ اس میں منفرد ہیں اور تو جس کے ساتھ وہ منفرد ہیں اس میں کوئی حجت نہیں ہے، محفوظ صرف حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ ان کا کلام ختم ہوا۔

(3) جمہور نے اس تقریر کے ذریعے جسے میں پہلے بیان کر چکا مکہ کے مدینہ سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ جگہیں جن میں عبادات کا غلبہ ہو تو وہ ان میں عبادت کی فضیلت کی وجہ سے اپنے غیر پر شرف پاتی ہیں۔ اور یہی امام سفیان بن عیینہ اور امام شافعی کا مذہب ہے اور امام احمد سے مروی دو روایتوں میں سے اصح روایت ہے اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن وہب، مطرف، ابن حبیب کا مذہب ہے۔ اور اسی کو شاجی نے عطا بن ابی رباح، مکیوں، کوفیوں اور بعض بصریوں اور بغدادیوں سے حکایت کیا۔ اور اسی کو علامہ ابن عبد البر نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو الدرداء، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے حکایت کیا۔ لیکن علامہ قاضی عیاض اور علامہ نووی نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مدینہ کی افضلیت کو حکایت کیا اور اس کو ابن بطال نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بصیغہ تمریض روایت کیا تو یوں فرمایا: "اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے"۔ علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں: تحقیق امام مالک سے وہ بات مروی ہے کہ جو اس بات پر دال ہے کہ مکہ تمام زمین میں سب سے افضل ہے۔ فرمایا: لیکن ان کے اصحاب سے ان کا مذہب مدینہ کے افضل ہونے کا مشہور ہے۔ اور جو دلائل جمہور کے موقف و دلالت کرتے ہیں ان میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرمایا: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حزورہ کے مقام پر کھڑے فرما رہے تھے، اللہ عزوجل کی قسم! تو اللہ عزوجل کی زمین میں سب سے بہتر ہے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اللہ عزوجل کی زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور اگر میں تجھ سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث میں سب سے صحیح ہے۔ فرمایا: اور یہ محل خلاف کو ختم کرنے والی ہے۔ ان کا کلام ختم ہوا۔

اور دوسرے علما مدینہ کی مکہ پر فضیلت کی طرف مائل ہیں اور یہی امام مالک اور اہل مدینہ کا قول ہے اور اسی کو ذکر کیا الشاجی نے بعض بصریوں اور بغدادیوں کے حوالے سے نقل کیا اور اس کا قول بھی گزر چکا جس نے اس بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا۔ علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں: اور ہمارے اصحاب نے اس بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے

استدلال کیا: ((مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ)) (ترجمہ: میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔) اور اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ملایا: ((مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)) (ترجمہ: جنت میں کوڑا (درا) رکھنے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔) فرمایا: کہ اس میں ان کے مذہب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر محض دنیا کی مذمت اور اس زہد اختیار کرنا اور آخرت میں رغبت پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جنت کا تھوڑا سا حصہ بھی ساری دینا سے بہتر ہے اور کوڑے کا ذکر کر کے واللہ اعلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمی بیان کرنے کا ارادہ فرمایا نہ کہ بعینہ آپ نے کوڑے کی جگہ مراد لی بلکہ باقی رہنے والی جنت میں نصف کوڑے کی جگہ اور چوتھائی کوڑے کی جگہ بھی فانی ہو جانے والی دنیا سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا: ان علما کی اپنے مذہب پر اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے اور زمین کے کسی حصہ کو دوسرے پر فضیلت دینا جائز نہیں مگر ایسی حدیث کی بنا پر کہ جس کو تسلیم کرنا واجب ہو پھر انہوں نے ابن حمراء کی سابقہ حدیث کو ذکر کیا۔ اور فرمایا: اس ثابت نص کی مثل کو کسی طرح ترک کیا جا سکتا ہے اور کس طرح ایسی تاویل کی طرف مائل ہوا جا سکتا ہے کہ جس کی تاویل کرنے والا خود اس سے متفق نہ ہو۔

(4) قاضی عیاض رحمہ اللہ نے مکہ مکرمہ کی افضلیت کے قول سے اس جگہ کا استثنا کیا ہے کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ اس سے ملے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اس بات پر علما کا اتفاق نقل کیا کہ وہ زمین کا سب سے افضل حصہ ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ "شرح المھذب" میں فرماتے ہیں: اور میں نے اپنے اصحاب کو اس بات کے درپے ہوتے نہیں دیکھا جو انہوں نے نقل کی۔

(5) میرے والد رحمہ اللہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت جابر، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو الدرداء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے مرفوعا مروی حدیث میں ہے: ((إِنَّ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: بے شک مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث میں ہے: ((إِنَّ الصَّلَاةَ فِيهِ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: بے شک مسجد الحرام میں نماز پڑھنا سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) اور اسی طرح طبرانی نے اوسط میں سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے بعض طرق میں ہے: ((إِنَّ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ بِمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ)) (ترجمہ: بے شک مسجد الحرام میں نماز پڑھنا مسجد مدینہ میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) اور حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ((إِنَّ الصَّلَاةَ بِمَكَّةَ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ)) (ترجمہ: مکہ میں نماز ادا کرنا بیت المقدس میں ہزار نمازیں ادا کرنے سے افضل ہے۔) اسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا۔ اور اس حدیث اور ماقبل حدیث کو جمع کرنا یوں ممکن ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی پہلے لفظوں کے ساتھ حدیث کو اور حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بر تقدیرِ صحت اس بات پر محمول کیا جائے کہ مراد یہ ہے کہ ”(مسجد الحرام میں نماز پڑھنا) مسجد مدینہ میں سو نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔“ تو یہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور جو ان کے ساتھ ہے ان کے موافق ہوگا، اور حدیث ارقم اور عمر رضی اللہ عنہما کی دوسرے لفظوں سے حدیث اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا 10 لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اور جب ان احادیث کو جمع کرنا متعذر ہے تو ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے گا اور ان احادیث میں سب سے زیادہ صحیح حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں پس بے شک ان کی اسانید صحیح ہیں۔

فرمایا: بہرحال جو مسجدِ مدینہ میں نماز پڑھنے کے ثواب کے بارے میں اختلاف ہے تو اکثر احادیث صحیحہ اس پر ہیں کہ بے شک مسجدِ مدینہ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بے شک مسجدِ مدینہ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں کے برابر ہے نہ کہ اس سے زیادہ۔ اور سنن ابن ماجہ والی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بے شک مسجدِ مدینہ میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اور طبرانی کی اوسط میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((اِنَّ الصَّلَاةَ فِيهِ أَفْضَلُ مِنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ)) (ترجمہ: بے شک مسجدِ مدینہ میں نماز پڑھنا بیت المقدس میں چار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔) فرمایا: اور تحقیق بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے ثواب کے زیادہ ہونے کی مقدار میں احادیثِ طیبہ میں اختلاف ہے۔ سنن ابن ماجہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث میں ہے: ((اِنَّ الصَّلَاةَ فِيهِ كَأَلْفِ صَلَاةٍ فِي غَيْرِهِ)) (ترجمہ: بے شک مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا اس کے غیر میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔)

طبرانی کی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے: ((اِنَّ الصَّلَاةَ فِيهِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلَاةٍ)) (بے شک مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔) اور سنن ابن ماجہ میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: ((اِنَّ الصَّلَاةَ فِيهِ بِخَمْسِينَ أَلْفِ صَلَاةٍ)) (ترجمہ: بے شک مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔) تو اس بنا پر مسجدِ مدینہ میں نماز پڑھنا یا تو حدیث میمونہ رضی اللہ عنہا کے مقتضیٰ کے مطابق چار ہزار نمازوں کے برابر ہے یا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق دو ہزار نمازوں کے برابر ہے یا حدیث انس رضی اللہ عنہ کے مطابق دو لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ لیکن اس حدیث میں مسجدِ مدینہ اور مسجدِ بیت المقدس کے درمیان برابری رکھی اور احادیث کے طرق میں سے اصح طریق کے مطابق بیت المقدس میں نماز ادا کرنا ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ تو اس بنا پر مسجدِ بیت المقدس اور مسجدِ مدینہ بھی (فضیلت میں) برابر ہوگئی۔

امام احمد کی حضرت ابو ہریرہ یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کردہ حدیث میں ہے:((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْأَقْصٰى)) (ترجمہ: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا اس کے سوا اور مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد اقصی کے) تو اس بنا پر اس روایت کے ثابت ہونے کی صورت میں "سوائے مسجد اقصی کے" اس فرمان میں احتمال ہے کہ مسجد مدینہ اور مسجد اقصی دونوں فضیلت میں برابر ہیں اور اس احتمال کی طرف رجوع کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے یعنی مسجد مدینہ میں نماز ادا کرنا مسجد اقصی میں ایک ہزار نماز ادا کرنے سے افضل نہیں ہے بلکہ وہ فضیلت میں اس کے مساوی ہے۔ مدینہ میں نماز کی فضیلت کے زیادہ ہونے کی احادیث کے طرق میں سے اصح حدیث کے مطابق یہاں نماز پڑھنا ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے اور بیت المقدس میں اصح حدیث کے مطابق نماز پڑھنا ہزار نمازوں کے برابر ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ ان دونوں جگہوں کے درمیان ایک ہزار سے زیادہ کے ساتھ تفاوت ہو، واللہ اعلم ۔ میرے والد رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا۔

(6) حدیث پاک کا ظاہر اس بات کا مقتضی ہے کہ نماز کے ثواب کے زیادہ ہونے میں فرض و نفل کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور ہمارے اصحاب (شوافع) اور مالکیہ میں سے مطرف اسی بات کے قائل ہیں۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ ثواب کے زیادہ ہونے میں فرض کی تخصیص کی طرف گئے ہیں اور یہی ابن حزم ظاہری کے کلام کا ظاہر ہے کیونکہ وہ ان تین مساجد میں سے کسی ایک میں فرض نماز کی نذر ماننے کی وجہ سے اس کے وجوب کا قائل ہے اور ان مساجد میں نفل کی نذر ماننے کی صورت میں وجوب کے قائل نہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ بات احادیث صحیح کے اطلاق کے خلاف ہے۔ (میں کہتا ہوں): تحقیق یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث کے الفاظ میں کوئی عموم نہیں ہے کیونکہ کلام مثبت میں نکرہ ہے اور اس بات کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی کرتی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَفْضَلُ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)) (ترجمہ: سوائے فرض کے آدمی کی افضل نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے۔)

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عام ہے کیونکہ اگرچہ نکرہ کلام مثبت میں ہے پس یہ مقام احسان میں مذکور ہے۔ اور میرے والد رحمہ اللہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: مدینہ میں نوافل کا ثواب ہزار گنا زیادہ ہوگا اور مکہ میں ایک لاکھ گنا ہوگا اور حدیث صحیح میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے عموم کی بنا پر گھر میں نفل نماز پڑھنا افضل ہے (فرمایا): ((أَفْضَلُ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)) (مرد کی افضل نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے سوائے فرض نماز کے۔) بلکہ بعض طرق حدیث میں وارد ہوا ہے: ((إِنَّ النَّافِلَةَ فِي الْبَيْتِ أَفْضَلُ مِنْ فِعْلِهَا فِي مَسْجِدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (ترجمہ: بے شک گھر میں نفل نماز پڑھنا

مسجد نبوی میں پڑھنے سے افضل ہے۔)

(7) اس حدیث پاک سے اس بات پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مسجد مدینہ میں نماز کے ثواب کا زیادہ ہونا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود مسجد کے ساتھ خاص تھا نہ کہ وہ مسجد کہ جس میں خلفائے راشدین وغیرہم کے زمانہ میں اضافہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ ثواب کا زیادہ ہونا یہ صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بارے میں وارد ہے اور اس زمانہ کی مسجد ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ اور اسی طرح صحیحین کی روایت کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان الفاظ سے "میری اس مسجد میں" اس بات کو مؤکد کیا۔ اور اسی بات کی علامہ نووی رحمہ اللہ نے تصریح کی اور فرمایا: نمازی کو چاہیے کہ اس بات پر حرص کرے اور اسے سمجھے جس کو میں نے ذکر کیا۔ اور میرے والد رحمہ اللہ شرح ترمذی میں فرماتے ہیں: اور اس مسئلہ کے مشابہ ہے کہ جب اسم اور اشارہ اکٹھے ہو جائیں تو کیا اشارہ کو غلبہ دیا جائے گا یا اسم کو؟

(میں کہتا ہوں) میرے لئے یہ بات ظاہر نہ ہوئی پس اس مقام پر اسم اور اشارہ دونوں متفق ہیں کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی اضافت اپنی طرف فرمائی اور اس وقت موجود مسجد کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ یوں ہوتے "مدینہ کی یہ مسجد" تو پھر اسم اور اشارہ کا تعارض ہوتا۔

لیکن اس بات پر اس حدیث پاک سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ جو "تاریخ مدینہ" میں موجود ہے کہ ((انَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا فَرَغَ مِنَ الزِّيَادَةِ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوِ انْتَهَى إِلَى الْجَبَّانَةِ لَكَانَ الْكُلُّ مَسْجِدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) (ترجمہ: بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسجد نبوی کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: اگر یہ مسجد "جبانہ" تک بھی پہنچ جائے تو بھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((لَوْ زِيدَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ مَا زِيدَ كَانَ الْكُلُّ مَسْجِدِي)) (ترجمہ: اگر اس مسجد میں اضافہ کیا جائے جتنا بھی کیا جائے تو بھی وہ تمام کی تمام میری مسجد ہے۔) اور ایک روایت میں ہے: ((لَوْ بُنِيَ هٰذَا الْمَسْجِدُ إِلَى صَنْعَاءَ كَانَ مَسْجِدِي)) (ترجمہ: اگر یہ مسجد "صنعاء" تک بنالی جائے تو بھی میری مسجد ہے۔) اور ابن ابی ذئب سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ مُدَّ مَسْجِدُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذِي الْحُلَيْفَةِ لَكَانَ مِنْهُ)) (ترجمہ: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد "ذوالحلیفہ" تک کھینچ لی جائے تو بھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔) عمر بن ابو بکر موصلی فرماتے ہیں: مجھے ثقہ لوگوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَا زِيدَ فِي مَسْجِدِي فَهُوَ مِنْهُ وَلَوْ بَلَغَ مَا بَلَغَ)) (میری مسجد میں جو زیادتی کی جائے تو وہ میری مسجد ہی ہے اگر چہ وہ جہاں تک پہنچنی ہو پہنچ جائے) پس اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہ اچھی خوش خبری ہے۔

(8) مسجد نبوی کا معاملہ مسجد حرام کے خلاف ہے، پس بے شک اس (مسجد حرام) کے ثواب کا دگنا ہونا اس مسجد کے مختص نہیں ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں موجود تھی بلکہ وہ اس تمام کو شامل ہے جو اس میں زائد کیا گیا کیونکہ مسجدِ حرام کا اسم وہ اس تمام کو عام ہے بلکہ ہمارے اصحاب کے ہاں مشہور ہے کہ ثواب کا دگنا ہونا تمام مکہ کو شامل ہے بلکہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے تصحیح کی ہے کہ یہ تمام حرم کو عام ہے کہ جس میں شکار کرنا حرام ہے۔ اور جان لو! کہ بے شک مسجدِ حرام کے چار استعمال ہیں :(۱) کعبہ معظمہ کی اپنی ذات ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (سورہ بقرہ، پارہ2، آیت144) (۲) کعبہ اور اس کے اردگرد کی مسجد جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے۔ (سورہ الاسراء، پارہ15، آیت1) پس حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے قول میں مرادِ نفسِ مسجد ہے اور علامہ طبری رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی اور صحیح میں روایت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے۔

اور ایک قول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے سیر کرائی گئی اور ایک قول ہے کہ شعب ابی طالب سے سیر کرائی گئی تو اس قول کی بنا پر اس آیت کریمہ میں مراد مکہ مکرمہ ہے۔ (۳) پورا مکہ مکرمہ اور اسی بارے میں اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تم ضرور مسجدِ حرام میں داخل ہوگے۔ (سورہ فتح، پارہ26، آیت27) ابن عطیہ فرماتے ہیں: یہاں بڑا قصد مکہ مکرمہ کا ہے۔ (۴) وہ تمام حرم ہے کہ جس میں شکار کرنا حرام ہے اور اسی بارے میں اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے ﴿إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا۔ (سورہ توبہ، پارہ10، آیت7) اور ان حضرات کا معاہدہ حدیبیہ میں ہوا تھا اور وہ حرم میں سے ہے اور اسی طرح اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو۔ (سورہ بقرہ، پارہ2، آیت196) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بے شک وہ تمام کا تمام حرم ہے۔

(9) علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علما نے فرمایا: اور یہ اس بارے میں ہے جو ثواب کی طرف راجع ہے پس اس میں نماز کا ثواب اس کے ماسوا میں ہزار کے ثواب سے زیادہ ہے اور یہ فوت شدہ نمازوں کے کفایت کرنے کی طرف متعدی نہیں ہوگا حتی کہ اگر اس پر دو نمازیں لازم ہوں تو وہ مسجدِ مدینہ میں ایک نماز پڑھے تو وہ ایک نماز پڑھنا اُن دونوں نمازوں کو کفایت نہیں کرے گا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، واللہ اعلم۔

(10) اس حدیث پاک کو نذر کے باب میں وارد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان دونوں مساجد، مسجد حرام اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے پس اگر وہ ان میں سے کسی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو جس کا اس نے التزام کیا وہ اسے لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کا قربت ہونا واضح ہے اور قربت کی شان یہ ہے کہ وہ نذر کی وجہ سے لازم ہو جاتی ہے۔ (طرح التثریب فی شرح التقریب، صلاۃ فی مسجدی افضل من الف صلاۃ، ج6، ص46 تا 54، دار احیاء التراث العربی بیروت)

باب نمبر239

مَا جَاءَ فِي المَشْيِ إِلَى المَسْجِدِ

(مسجد کی طرف چلنے کا بیان)

327۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ قَالَ:حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ:حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَلَكِنْ ائْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا، وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسٍ، "اخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي المَشْيِ إِلَى المَسْجِدِ، فَمِنْهُمْ مَنْ رَأَى:الإِسْرَاعَ إِذَا خَافَ فَوْتَ التَّكْبِيرَةِ الأُولَى، حَتَّى ذُكِرَ عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّهُ كَانَ يُهَرْوِلُ إِلَى الصَّلَاةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَ الإِسْرَاعَ، وَاخْتَارَ أَنْ يَمْشِيَ عَلَى تُؤَدَةٍ وَوَقَارٍ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَقَالَا:العَمَلُ عَلَى حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ "، وقَالَ إِسْحَاقُ :إِنْ خَافَ فَوْتَ التَّكْبِيرَةِ الأُولَى فَلَا بَأْسَ أَنْ يُسْرِعَ فِي المَشْي

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نماز کھڑی ہو جائے تو بھاگتے ہوئے نہ آؤ لیکن چلتے ہوئے آؤ اور تم پر اطمینان لازم ہے تو جو نماز تم پالو وہ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے تو اسے مکمل کرلو۔

اور اس باب میں حضرت ابو قتادہ، ابی بن کعب اور ابوسعید اور زید بن ثابت اور جابر اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

اہل علم نے مسجد کی طرف جانے کے بارے میں اختلاف کیا ہے تو ان میں سے بعضوں نے یہ فرمایا کہ اگر تکبیر اولی فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو جلدی چل کر جائے حتی کہ بعض نے کہا کہ نماز کی طرف دوڑ کر جائے۔ اور بعض علماء نے جلدی چل کر جانے کو مکروہ فرمایا اور سنجیدگی اور وقار سے چلنے کو اختیار فرمایا اور امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ بھی یہی قول ہے اور یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: عمل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے۔

اور امام اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر تکبیر اولی فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو جلدی چلنے میں کوئی حرج نہیں۔

328۔حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الخَلَّالُ

حدیث: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے نبی

:حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ :أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِمَعْنَاهُ، هَكَذَا قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حدیث ابو سلمہ بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہم معنی روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ عبد الرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نقل فرمائی اور یہ یزید بن زریع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اصح ہے۔

329۔حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حدیث: حضرت سعید بن مسیب نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کی۔

تخریج حدیث327: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب لایسعی الی الصلوۃ، حدیث636، ج1، ص129، دارطوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب استحباب اتیان الصلوۃ، حدیث 602، ج 1، ص 420، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب السعی الی الصلوۃ، حدیث 572، ج1، ص 158، مکتبہ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الامامۃ، باب السعی الی الصلوۃ، حدیث 861، ج2، ص114، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات باب المشی الی الصلوۃ، حدیث 775، ج1، ص255، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث328:

تخریج حدیث329:

شرح حدیث

سعی کا معنی:

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

(اورتم سعی کرتے ہو) پس ''سعی'' یہاں پر جلدی سے چلنے کا اور اس میں شدت اختیار کرنے کا نام ہے اور یہی لغت میں مشہور ہے اور اسی سے ہے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اور کبھی کلامِ عرب میں کام کرنے کو بھی سعی کہا جاتا ہے، اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَمَنْ أَرَادَ الآخرة وسعى لها سعيها﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے۔ (پارہ 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت 19) اور یہ فرمان بھی ہے: ﴿إن سعيكم لشتى﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔ (پ 30، سورۃ اللیل، آیت 4) اور اس کی کثیر امثلہ ہیں۔

(الاستذکار، باب ما جاء فی النداء للصلاۃ، ج 1، ص 380، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

اورتم بھاگتے ہوئے نماز کی طرف نہ آؤ اور سعی یہاں پر دوڑنا ہے جو نماز کی طرف آنے میں ممنوع ہے کیونکہ اس میں نماز اور نماز کی طرف قصد کرنے میں وقار جو کہ مشروع ہے اس کا ترک کرنا ہے۔ اور بہر حال جو اقامت سنے اور اسے بعض نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے ایسی جلدی کرنا جائز ہے جو وقار واطمینان کے منافی نہ ہو۔ اور اس پر دلیل وہ حدیث پاک ہے جو مروی ہے کہ: ((انَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ سَمِعَ الْإِقَامَةَ وَهُوَ بِالْبَقِيعِ فَأَسْرَعَ الْمَشْيَ إِلَى الْمَسْجِدِ)) ترجمہ: بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اقامت سنی اور آپ رضی اللہ عنہ بقیع میں موجود تھے پس آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی طرف چلنے میں جلدی کی۔ (المنتقی شرح المؤطا، باب ما جاء فی النداء للصلاۃ، ج 1، ص 132، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

سکینہ اور وقار کے معانی:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

اور حق یہ ہے کہ سکینہ، حرکات میں وقار اختیار کرنے اور فضول وعبث سے بچنے وغیرہ کا نام ہے اور وقار کہتے ہیں نگاہ جھکانا اور آواز پست کرنا اور اپنے کام پر بغیر کسی طرف التفات کے متوجہ ہونا وغیرہ۔ یہ علامہ طیبی نے بیان کیا ہے۔ اور اظہر یہ ہے کہ سکینہ سے مراد دل کا سکون اور اس کا حاضر ہونا اور اس کی عاجزی وگریہ زاری اور اس کی مثل باتوں کا نام ہے اور وقار سے

مراد یہ ہے کہ سالک کے قالب (جسم) کا غیر مناسب حالتوں سے سکون میں رہنا۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب تاخیر الاذان، ج2، ص578، دار الفکر، بیروت)

سکینہ ووقار کے اپنانے میں حکمت:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

اس کی حکمت میں دو امر مذکور ہیں:

(1) ان میں سے ایک ہے قدموں کے اٹھنے کی کثرت ہے پس بے شک ہر قدم کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔

(2) اور دوسرا یہ کہ نماز کی طرف آنے والا بھی نماز میں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ باادب ہو۔

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص156، جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ)

علامہ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی 806ھ) اپنے والد صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

نماز کا قصد کرنے والے کو جلدی سے منع کرنے اور اسے سکون کے ساتھ چلنے کا حکم دینے میں چند وجوہات ہیں:

(1) مسلم کی روایت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ((فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمِدُ إِلَى الصَّلَاةِ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ)) (ترجمہ: بے شک جب تم میں سے کوئی ایک نماز کی طرف قصد کرتا ہے تو وہ نماز میں ہے۔) تو اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ نمازی کو چاہیے کہ وہ جلدی کو ترک کرنے اور خشوع اختیار کرنے اور اعضاء میں سکون پیدا کرنے کے ذریعے نماز کے آداب سے متصف ہو۔ اور اسی سے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ((مَنْ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يُشَبِّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ)) (ترجمہ: جو نماز کے لئے نکلے تو وہ اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل نہ کرے۔) اور اس کی وجہ نمازی کے نماز میں ہونے کے ساتھ بیان کی اور علامہ نووی رحمہ اللہ اسی وجہ کو علما سے نقل فرمایا۔

(2) قدموں کے اٹھنے کا زیادہ ہونا پس تحقیق امام طبرانی نے اسنادِ صحیح کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، یہ فرماتے ہیں: ((كُنْتُ أَمْشِي مَعَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَارَبَ فِي الْخُطَا فَقَالَ أَتَدْرِي لِمَ مَشَيْتُ بِكَ هَذِهِ الْمِشْيَةَ؟ فَقُلْتُ لَا، فَقَالَ لِتَكْثُرَ خُطَانَا فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ)) (ترجمہ: میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ چھوٹے چھوٹے قدم لے رہے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں کہ میں کیوں اس طرح چل رہا ہوں؟ تو میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے فرمایا: تاکہ نماز کی طرف چلنے میں ہمارے قدم زیادہ ہوں۔) اور تحقیق یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔

(3) مہلب نے ذکر کیا کہ اس میں وجہ یہ ہے کہ انسان ہانپنے نہ لگ جائے پھر اس کے لئے قرآن کو ترتیل سے پڑھنا اور وقار جو خشوع کو لازم ہے اسے اختیار کرنا ممکن نہ رہے۔ ان کا کلام ختم ہوا۔

(طرح التثریب فی شرح التقریب، حدیث اذا نودی بالصلاۃ الخ، ج2، ص357، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

خاص اقامت جماعت کے وقت جلدی کرنے سے منع کرنے کی حکمت:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اقامت کے وقت جلدی کرنے سے منع اس وجہ سے فرمایا تاکہ اس کے ماسوا پر تنبیہ ہو جائے کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کی حالت میں بھاگنے سے منع فرمادیا حالانکہ بعض نماز کے فوت ہونے کا خوف بھی ہے تو اقامت سے پہلے بدرجہ اولی بھاگنا منع ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب استحباب اتیان الصلاۃ بوقار وسکینۃ، ج5، ص99، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی 806ھ) اپنے والد صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ کلام اکثر کے پیشِ نظر ذکر کیا گیا ہے کیونکہ غالباً ایسا نماز کے چھوٹنے کے خوف کے وقت کیا جاتا ہے۔ بہر حال اول وقت میں (بھی) جلدی نہ کرے کیونکہ یہاں تو نماز کے اول کو پانے کا وثوق ہے۔

(طرح التثریب فی شرح التقریب، حدیث اذا نودی بالصلاۃ الخ، ج2، ص357، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

"نماز فوت کردی" کہنے کا جواز:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((اور جو نماز تم سے فوت ہو جائے)) یہ اس قول کے جواز پر دلیل ہے کہ "نماز ہم سے فوت ہوگئی" اور بے شک جمہور علما کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں اور علامہ ابن سیرین نے اسے مکروہ قرار دیا اور فرمایا (یوں کہے): ہم نے اسے نہیں پایا۔

(سنن ابی داؤد للعینی، باب السعی الی الصلاۃ، ج3، ص58، مکتبۃ الرشد، ریاض)

جسے تکبیر اولی کے فوت ہونے کا خوف ہو، وہ جلدی کرے گا یا نہیں:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

جسے تکبیر اولی کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ایک قول ہے کہ وہ جلدی کرے۔ پس بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بقیع میں جب اقامت سنتے تو مسجد کی طرف جلدی آتے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دوڑ کر جائے۔ اور ان میں سے بعض نے حدیث پاک

کی بنا پر وقار کے ساتھ چلنے کو اختیار کیا۔ کیونکہ جو نماز کا قصد کرتا ہے تو گویا وہ نماز میں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ جب اس سے کوئی کوتاہی واقع نہ ہو۔ اور اظہر یہ ہے سکینہ کو برقرار رکھتے ہوئے جلدی کے ساتھ جائے نہ کہ بھاگ کر تا کہ دونوں فضیلتوں کو حاصل کر لے، اللہ عزوجل کے اس قول کی بنا پر ﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف۔ (پارہ 4، سورہ ال عمران، آیت 133) علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بہرحال اگر جمعہ کے دوسرے رکوع کو بغیر سعی (دوڑ) کے نہ پایا جا سکے تو اس کے لئے سعی واجب ہے۔ کیونکہ وسیلہ کے لئے بھی مقصد کا حکم ہوگا اور وہ یہاں واجب ہے تو اس کا وسیلہ بھی اسی طرح یہاں واجب ہے، اھ۔ اور ہمارے ہاں بھی اس کا یہی حکم ہونا چاہیے جب نمازی امام کو سلام سے قبل نہ پا سکے اور شاید کہ اللہ عزوجل نے ''فَاسْعَوْا'' اسی وجہ سے فرمایا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب تاخیر الاذان، ج2، ص578، دار الفکر، بیروت)

نامکمل جماعت پانے والے کو بھی جماعت کا ثواب ملے گا:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((**پس جو تم پالو تو اسے پڑھو**)) اور تمہیں کامل ثواب حاصل ہوگا اور اس کے مطلق ہونے کی بنا پر علما کی ایک جماعت نے اس بات کو اخذ کیا کہ بے شک امام کے سلام پھیرنے سے قبل کسی بھی جز کے ادراک سے جماعت کا ادراک ہو جاتا ہے اور مقتدی کے لئے جماعت کی ستائیس 27 درجہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے لیکن جو اسے شروع سے پالے تو اس کا درجہ زیادہ کامل ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب تاخیر الاذان، ج2، ص578، دار الفکر، بیروت)

مسبوق نے امام کے ساتھ پہلی رکعتیں پڑھیں یا آخری:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((**اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اس کو مکمل کرلو**)) اسی طرح امام مسلم نے اسے کثیر روایات میں ذکر کیا اور ایک روایت میں یوں ہے: ((**فاقض ما سبقك**)) (پس اس کی قضا کر جو تجھ سے سبقت کر گیا (چھوٹ گیا)) اور ابو داؤد کی روایت میں ہے: ((**واقضوا ما سبقكم**)) (ترجمہ: اور اس کی قضا کرو جو تم پر سبقت لے گیا") اور علما کا مذکورہ الفاظ اتمام اور قضا کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں یا دو معنی پر مشتمل ہیں؟ اور اسی پر اس بارے میں اختلاف مرتب ہوگا کہ نماز کے جس حصہ کو نماز میں داخل ہونے والا امام کے ساتھ پائے گا کہ کیا وہ نماز کا اول شمار ہوگا یا اس کا آخر؟ اس بارے میں چار اقوال ہیں:

(1) **ان میں سے پہلا یہ ہے** کہ وہ نماز کا اول ہے اور یہ اقوال و افعال دونوں کے اعتبار سے ہے اور یہی شافعی، اسحاق،

اوزاعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور یہی حضرت علی، ابن مسیب، حسن، عطا اور مکحول رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی امام مالک اور احمد رحمہما اللہ سے مروی ہے۔ اور ان حضرات نے اس قول سے استدلال کیا ہے ''اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اس کو مکمل کر لو'' کیونکہ اتمام کا لفظ شے کے باقی حصہ پر واقع ہوتا ہے تحقیق اس کی مکمل بحث گزر چکی ہے۔ اور امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ عبد الوھاب بن عطا، اسرائیل، ابو اسحٰق، حارث روایت نقل کی کہ ''جو تو پالے تو وہ تیری نماز کا اول ہے۔'' اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل سندِ جید سے حدیث مروی ہے۔

(2) **دوسرا یہ ہے** کہ افعال کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ نماز کا اول ہے پس اسی پر بنا ہوگی اور اقوال کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ نماز کا آخر ہے پس وہ اسے قضا کرے گا اور یہی امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے۔ ابن بلال نے امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے فرمایا: جسے مقتدی پالے تو وہ اس کی نماز کا اول ہے مگر یہ کہ جو سورہ فاتحہ اور سورت اس سے چھوٹ گئی اسے قضا کرے۔ اور سحنون کہتے ہیں: یہ وہ بات ہے کہ جس کا خلاف ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے بیہقی نے حضرت قتادہ کی حدیث سے روایت کیا کہ بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: **((ما أدركت مع الإمام فهو أول صلاتك واقض ما سبقك به من القرآن))** (ترجمہ: جسے تو امام کے ساتھ پائے تو وہ تیری نماز کا اول ہے اور اس قرآن کی قضا کر جو تجھ سے فوت ہو جائے۔)

(3) **تیسرا یہ ہے** کہ جسے مقتدی پالے تو وہ اس کی نماز کا اول ہے مگر یہ کہ اس میں امام کے ساتھ سورہ فاتحہ اور سورت کی قراءت کرے اور جب قضا کرے تو صرف سورہ فاتحہ کی قراءت کرے کیونکہ وہ اس کی نماز کا آخر ہے اور یہی مزنی، اسحٰق اور اہلِ ظاہر کا قول ہے۔

(4) **چوتھا یہ** کہ امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ پڑھا ہے وہ اس کی نماز کا آخر ہے اور وہ افعال و اقوال دونوں میں قضا کرے گا اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ اور سفیان کی روایت میں امام احمد کا، امام مجاہد اور امام ابن سیرین رحمہم اللہ کا قول ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں: ہمارے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہ مسبوق کی نماز کا آخر ہوگا۔ علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، ابراہیم نخعی، شعبی اور ابو قلابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور اسی بات کو ابن قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا اور یہی اشہب اور ابن ماجشون کا قول ہے اور اسی کو ابن حبیب نے اختیار کیا ہے اور ان حضرات نے اس بات پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا: **((ما فاتكم فاقضوا))** (ترجمہ: اور جو تم سے فوت ہو جائے تو اس کی قضا کرو۔) اور اس حدیث پاک کو ابن ابی شیبہ نے بسندِ صحیح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ابن حزم نے اسی کی مثل سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور بیہقی نے ایسی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس میں ایک جماعت کی رائے پر کوئی حرج نہیں۔اور جس بات سے شوافع اور ان کے ہم مسلک حضرات نے استدلال کیا اور وہ حدیث پاک کا یہ جملہ ہے "فاتموا" تو اس کا جواب یہ ہے مقتدی کی نماز امام کی نماز سے ملی ہوتی ہے پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "فاتموا" کو اس بات پر محمول کیا گیا ہے کہ جس نے اپنی فوت شدہ نماز کو مکمل کرلیا تو تحقیق اس نے نماز کو مکمل کرلیا کیونکہ نماز فوت ہونے کے سبب ناقص ہوتی ہے پس نماز کا قضا کرنا ناقص نماز کو پورا کرنا ہے۔

(سنن ابی داود للعینی، باب السعی الی الصلاۃ، ج3،ص58 تا60، مکتبۃ الرشد، ریاض)

نماز کی طرف جلدی چلنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) نماز کے مستحبات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جو شخص لوگوں کو رکوع میں پائے اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ سکون اور وقار کے ساتھ آئے اور نماز کے حوالے سے جلدی نہ کرے حتی کہ صف میں مل جائے تو جو وہ امام کے ساتھ پائے تو اسے سکون اور وقار کے ساتھ ادا کرے اور جو اس سے چھوٹ جائے تو اسے قضا کرے۔اور اس کی اصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:((إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ وَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوا)) (ترجمہ: جب تم نماز کے لئے آؤ تو چلتے ہوئے آؤ اور دوڑتے ہوئے نہ آؤ، تم پر اطمینان و وقار لازم ہے تو جو نماز تم پالو اُسے پڑھو اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اسے قضا کرو۔)" (بدائع الصنائع، فصل بیان ما یستحب فی الصلاۃ وما یکرہ، ج1،ص218، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابو المعالی محمود بن احمد بخاری حنفی (متوفی 616ھ) فرماتے ہیں:

"اور نمازی کو چاہیے کہ وہ نماز کے لئے سکون اور اطمینان کے ساتھ آئے اور اسی طرح جب امام کو رکوع میں پائے تو بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے لئے آؤ تو چلتے ہوئے آؤ اور دوڑتے ہوئے نہ آؤ، تم پر سکینہ اور وقار لازم ہے، جو نماز تم پالو پس اسے پڑھ لو اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اس کی قضا کرو۔"

(محیط برہانی، الفصل السابع عشر فی بیان مقام الامام، ج1،ص423، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ عبد الرحمٰن بن ابراہیم مقدسی (متوفی 624ھ) فرماتے ہیں:

جب وہ اقامت سنے تو اس کی طرف بھاگ کر نہ جائے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون وائتوها وعليكم السكينة والوقار، فما أدركتم فصلوا، وما فاتكم فأتموا)) (ترجمہ: جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس کی طرف بھاگ کر نہ آؤ اور اس طرح آؤ کہ تم پر اطمینان اور وقار ہو تو جو نماز تم پالو تو اسے پڑھ لو اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اسے مکمل کرلو) اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: ((بينما نحن نصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ سمع جلبة رجال،فلما صلى قال:ما شأنكم "قالوا:استعجلنا إلى الصلاة قال:فلا تفعلوا، إذا أتيتم الصلاة فعليكم السكينة فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا)) (ترجمہ: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے جبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مردوں کی آوازیں سنیں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمالی تو ارشاد فرمایا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ تو ان حضرات نے عرض کیا کہ ہم نے نماز کی طرف جلدی کی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو آئندہ ایسا نہ کرنا۔ جب تم نماز کے لئے آؤ تو تم پر اطمینان لازم ہے تو جو نماز تم پالو پس اسے پڑھو اور جو تم سے چھوٹ جائے تو اسے مکمل کرلو) اور ایک روایت میں ہے کہ ((فاقضوا)) (پس اس کی قضا کرو) امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جب اسے تکبیر اولی پانے کی حرص ہو تو جلدی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک قباحت والی جلدی نہ ہو پس تحقیق روایت میں آیا ہے: "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جب تکبیر اولی کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا اور اسے حاصل کرنے کی طمع ہوتی تو وہ کچھ جلدی کیا کرتے تھے۔"

(العدۃ شرح العمدۃ، باب آداب المشی الی الصلاۃ، ج 1، ص 75، دار الحدیث، القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

جو جماعت کا قصد کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اطمینان اور وقار کے ساتھ چل کر جائے۔ اور ابواسحٰق فرماتے ہیں: اگر تکبیر اولی فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو جلدی کرے اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے: ((أن عبد الله بن مسعود اشتد إلى الصلاة وقال:بادروا حد الصلاة)) (ترجمہ: بے شک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز کی طرف جانے میں شدت اختیار کی اور ارشاد فرمایا: نماز کی حد یعنی تکبیرِ اولی کی طرف جلدی کرو) اور پہلی بات زیادہ صحیح ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون ولكن ائتوها وأنتم تمشون عليكم السكينة فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا)) ترجمہ: جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کی طرف بھاگتے ہوئے نہ آؤ لیکن اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ تو جو تم پالو اسے پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے تو

اسے مکمل کرلو۔) (المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب صلاۃ الجماعۃ، ج1، ص178، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

ابن قاسم کہتے ہیں: اور میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے سنا، آپ سے جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں جلدی چل کر جانے کے بارے میں سوال ہوا تو ارشاد فرمایا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا جب تک وہ بھاگ کر نہ جائے یا وہ زیادہ جلدی نہ کرے۔ محمد بن رشد نے کہا: یہ اسی طرح ہی ہے جیسا انہوں نے فرمایا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا ثوب بالصلاۃ فلا تأتوھا وأنتم تسعون و أتوھا وعلیکم السکینۃ.. الحدیث)) (جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو اس کی طرف بھاگتے ہوئے نہ آؤ اور اس کی طرف اطمینان سے آؤ) تو جب انسان کو پوری یا کچھ نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو چلنے میں اتنی جلدی اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں جو اسے اطمینان و وقار کی حد سے خارج نہ کرے نماز کے لئے جانے میں جس کا حکم ہے۔ اور تحقیق حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا کہ آپ رضی اللہ عنہما نے بقیع غرقد میں اقامت سنی تو مسجد کی طرف آنے میں جلدی اختیار کی۔ اور اسی طرح اگر انسان سواری پر ہو تو نماز کو پانے کے لئے سواری کو حرکت دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (البیان والتحصیل، مسئلہ: الاسراع فی المشی الی الصلاۃ اذا الخ، ج1، ص220,221، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 240

مَا جَاءَ فِي الْقُعُودِ فِي الْمَسْجِدِ وَانْتِظَارِ الصَّلَاةِ مِنَ الْفَضْلِ

(مسجد میں بیٹھنے اور نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت)

330- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَ يَنْتَظِرُهَا، وَلَا تَزَالُ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي الْمَسْجِدِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ: وَمَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب تک کوئی نماز کے انتظار میں رہتا ہے اس وقت تک وہ نماز ہی میں رہتا ہے۔ تم سے جب تک کوئی مسجد میں رہتا ہے اللہ عزوجل کے فرشتے تمہارے لئے (یوں) دعا گو رہتے ہیں: اے اللہ عزوجل اس کی بخشش فرما، اے اللہ عزوجل اس پر رحم فرما، جب تک اسے حدث نہ ہو تو حضر موت کے ایک شخص نے سوال کیا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ حدث کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ بغیر آواز سے ہوا کا خارج کرنا ہے یا آواز کے ساتھ ہوا کا خارج کرنا ہے۔ اور اس باب میں حضرت علی، حضرت ابو سعید، انس، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 330: (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب الحدث فی المسجد، حدیث 445، ج 1، ص 91، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلوۃ الجماعۃ، حدیث 649، ج 1، ص 459، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی فضل القعود فی المسجد، حدیث 469، ج 1، ص 127، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب المساجد، باب الترغیب فی الجلوس فی المسجد، حدیث 733، ج 2، ص 55، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد، حدیث 799، ج 1، ص 262، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

نماز میں ہونے سے مراد:

علامہ عبد الرحمن جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

عراقی کہتے ہیں: نماز میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے لئے نمازی کا اجر ہوتا ہے نہ کہ وہ حقیقۃً نماز میں ہے۔

(قوت المغتذی، باب الصلاۃ، ج1، ص157، جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((تم میں کوئی ایک نماز میں رہتا ہے)) یعنی اخروی حکم کے اعتبار سے کہ جس سے ثواب متعلق ہوتا ہے **((جب تک وہ نماز کے انتظار میں رہتا ہے))** کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے بلکہ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، ج2، ص595، دار الفکر بیروت)

حدث میں صرف "ریح کا خارج ہونا" ہی کیوں ذکر کیا:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

حدیث میں صرف ریح کو خاص کیا گیا کیونکہ مسجد میں غالب طور پر ریح خارج ہونے سے زیادہ نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں سوال عام ہے اور جواب خاص ہے حالانکہ سوال و جواب میں مطابقت ہونی چاہیے لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے ہوں گے کہ اُس سائل کا مقصود حدثِ خاص ہے اور وہ وہ ہے جو کہ مسجد میں حالتِ انتظار میں واقع ہوتا ہے اور عادۃً وہ نہیں ہوتا مگر گوز مارنے کی صورت میں، تو یوں جواب سوال کے مطابق ہے وگرنہ وضو توڑنے والے اسباب تو کثیر ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب من لم یر الوضوء، ج3، ص54، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضر موت کے شخص کے سوال کرنے کی وجہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"حضر موت کے شخص کے سوال کرنے کی وجہ ہو سکتا ہے یہ ہو ان لوگوں کے ہاں حدث کا اطلاق اس کے علاوہ پر ہوتا ہو یا انہوں نے گمان کیا ہو کہ یہاں حدث سے مراد بدعت ہو۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، ج2، ص595، دار الفکر بیروت)

فوائد حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

(1) اس میں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ عبادت کا انتظار بھی عبادت ہے۔

(2) اس میں یہ بھی ہے کہ جو نماز کے اسباب میں مشغول ہوگا تو اسے بھی نمازی کہا جائے گا۔

(3) مذکورہ فضیلت اس کے لئے ہے کہ جسے حدث نہ ہو۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب من لم یر الوضوء الخ، ج3، ص53، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

(4) ابن مہلب کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ مسجد میں حدث واقع کرنا خطا ہے، اس کی وجہ سے مُحْدِث فرشتوں کے استغفار سے اور ان کی برکت کی امید والی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ پیچھے کے مقام سے ہوا حرام نہیں ہے لیکن اس سے بچنا اولیٰ ہے، کیونکہ انسان جس چیز سے اذیت پاتے ہیں فرشتے بھی اس سے چیز سے اذیت پاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

(5) اور اسی سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ بے شک حدثِ اصغر اگرچہ فرشتوں کی دعا کے مانع ہے لیکن وہ مسجد میں بیٹھنے کے جواز کے مانع نہیں ہے اور بعض نے اس میں اجماع کا بھی دعویٰ کیا اور اس میں نظر ہے۔ پس تحقیق ابن المسیب اور حسن بصری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مُحْدِث جنبی کی طرح ہے کہ وہ مسجد میں سے گزر سکتا ہے اور بیٹھ نہیں سکتا۔

(6) اور اگر وہ مسجد میں کسی عبادت کے لئے بیٹھے جیسا کہ اعتکاف کے لئے یا نماز کا انتظار کرنے کے لئے یا ذکر کے لئے تو یہ مستحب ہے وگرنہ مباح ہے۔ اور ایک قول ہے کہ مسجد میں ویسے ہی بیٹھنا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر کہ: ((إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِذِكْرِ اللَّهِ)) (مساجد صرف اللہ عزوجل کے ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں۔)

(7) علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک مسجد میں سونا بلا کراہت جائز ہے، کیونکہ اہلِ صفہ ہمیشہ مسجد میں ہی سویا کرتے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مقیم کے لئے سونا مکروہ ہے نہ کہ مسافر کے لئے۔ اور یہ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے مذہب کے قریب ہے۔ اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا ایک گروہ مطلقاً اس کی کراہت کا قائل ہے۔ اور وہ حدیث: ((إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ عَلَى نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ وَهُمْ رُقُودٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: انْقَلِبُوا فَإِنَّ هَذَا لَيْسَ لِلْمَرْءِ مَرْقَدًا)) (ترجمہ: ایک مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چند صحابہ کرام علیہم الرضوان پر گزر ہوا اور وہ حضرات مسجد سوئے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: واپس پلٹ جاؤ کہ بے شک مرد کے لئے یہ سونے کی جگہ نہیں ہے۔) اس کی اسناد مجہول، منقطع ہے۔ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ((رَآنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَضَرَبَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ:لَا أَرَاكَ نَائِمًا فِيهِ)) (ترجمہ: مجھے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں سوئے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر لگائی اور ارشاد فرمایا: میں تمہیں یہاں سویا ہوا نہ دیکھوں) اس کی اسناد میں بھی جہالت ہے لہٰذا اس میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے، علامہ ابن حجر کا کلام ختم ہوا۔ (علامہ علی قاری حنفی فرماتے ہیں) اور ان میں (اصحاب صفہ کے سونے والی روایت اور مسجد میں سونے کی ممانعت والی روایات میں) تطبیق ممکن ہے یوں کہ جس کا کوئی مسکن یعنی رہنے کی جگہ ہو تو اس کے لئے مکروہ ہے، اس کے علاوہ کے لیے مکروہ نہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ج2، ص596,595، دار الفکر، بیروت)

مسجد میں ریح کا خارج کرنے کا حکم:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مسجد میں حدث یعنی اخراجِ ریح غیر معتکف کو مکروہ ہے، اسے چاہئے کہ ایسے وقت باہر ہو جائے پھر چلا آئے، طالب علم کو مسجد میں کتب بینی کی اجازت ہے جبکہ نمازیوں کا حرج نہ ہو، اور اخراجِ ریح کی حاجت نادر ہو تو اٹھ کر باہر چلا جائے، ورنہ سب سے بہتر یہ علاج ہے کہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھے اور کتاب دیکھے جبکہ کتاب علم دین کی ہو یا ان علوم کی جو علم دین کے آلہ ہیں، اور یہ اسی نیت سے اسے پڑھتا ہو، جو شخص غیر معتکف کو اخراج ریح مسجد میں خلافِ ادب نہیں جانتا غلطی پر ہے اسے سمجھا دیا جائے۔

یہ طریقہ اعتکاف کہ اوپر بیان ہوا اس کے لئے ہے جس کی ریح میں وہ بو نہ ہو جس سے ہوائے مسجد پر اثر پڑے، بعض لوگوں کی ریح میں خلقی بوئے شدید ہوتی ہے بعض کو بوجہ سوئے ہضم وغیرہا عارضی طور پر یہ بات ہو جاتی ہے ایسوں کو ایسے وقت میں مسجد میں بیٹھنا ہی جائز نہیں کہ بوئے بد سے مسجد کا بچانا واجب ہے۔ ((وان الملٰئکۃ تتأذی ممایتاذی منہ بنو اٰدم، قالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)) ترجمہ: جس بات سے آدمیوں کو اذیت پہنچتی ہے اس سے فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نہی من اکل ثوما، ج1، ص209، قدیمی کتب خانہ، کراچی ☆ فتاوی رضویہ، ج16، ص288، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر 241

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

(چھوٹی چٹائی پرنماز پڑھنے کے بارے میں)

331- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَعَائِشَةَ، وَمَيْمُونَةَ، وَأُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الْأَسَدِ وَلَمْ تَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَبِهِ يَقُولُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، وقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الصَّلَاةُ عَلَى الْخُمْرَةِ" وَالْخُمْرَةُ: هُوَ حَصِيرٌ قَصِيرٌ

حدیث: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی چٹائی پرنماز پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں ام حبیبہ، ابن عمر، اور ام سلمہ اور عائشہ اور میمونہ اور ام کلثوم بنت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہن سے بھی روایات مروی ہیں اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا ثابت نہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور یہی بات بعض اہل علم نے بھی کہی ہے۔ اور امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ نے ارشاد فرمایا: تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ اور "خمرة" چھوٹی چٹائی کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث 331: (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوات، باب فی الصلوۃ علی الحصر، حدیث 4020، 1، ص349، دار الفجر، مصر)

باب نمبر242

مَا جَاءَ فِی الصَّلَاۃِ عَلَی الْحَصِیرِ

(بڑی چٹائی پر نماز پڑھنے کے بارے میں)

332۔حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ :حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى حَصِيرٍ ، وَفِي البَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَالمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ،قَالَ ابو عيسىٰ : وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ، إِلَّا أَنَّ قَوْمًا مِنْ أَهْلِ العِلْمِ اخْتَارُوا الصَّلَاةَ عَلَى الأَرْضِ اسْتِحْبَابًا ، وَأَبُو سُفْيَانَ اسْمُهُ طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی چٹائی پر نماز پڑھی۔ اور اس باب میں حضرت انس اور مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں :ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک حسن صحیح ہے اور اس حدیث پر اکثر اہل علم کا عمل ہے مگر یہ کہ اہل علم کے ایک گروہ نے زمین پر نماز پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔اور ابوسفیان ان کا نام طلحہ بن نافع ہے۔

تخریج حدیث 332:(صحیح مسلم،کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ،باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ والصلوۃ علی حصیر۔۔۔،حدیث 661،ج 1،ص 458،داراحیاء التراث العربی،بیروت ☆سنن ابن ماجہ،کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا،باب الصلوۃ علی الخمرۃ،حدیث1029،ج1،ص328،داراحیاء الکتب العربیہ،بیروت)

باب نمبر 243

ما جاء فی الصلاۃ علی البسط

(بچھونے پر نماز پڑھنے کے بارے میں)

333۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَالِطُنَا، حَتَّى كَانَ يَقُولُ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ، قَالَ: وَنُضِحَ بِسَاطٌ لَنَا فَصَلَّى عَلَيْهِ، وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: لَمْ يَرَوْا بِالصَّلَاةِ عَلَى البِسَاطِ وَالطُّنْفُسَةِ بَأْسًا، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَاسْمُ أَبِي التَّيَّاحِ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ

حضرت ابوالتیاح ضبعی سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے حتی کہ (ایک موقع پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا: اے ابوعمیر! چڑیا کے بچے کا کیا ہوا؟ مزید فرماتے ہیں: اور ہمارے بچھونے پر پانی چھڑکا گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔ اور اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حدیث انس رضی اللہ عنہ حسن صحیح ہے اور اسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہلِ علم کا عمل ہے۔ اور جو ان کے بعد کے علماء ہیں انہوں نے بچھونے (دری) اور کپڑے پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جانا اور امام احمد اور اسحاق نے بھی یہی فرمایا۔ اور ابوالتیاح کا نام، یزید بن حمید ہے۔

تخریج حدیث 333: (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ والصلوۃ علی حصیر۔۔۔، حدیث 659، ج 1، ص 457، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

شرح حدیث

"خمرہ" کا معنی اور وجہ تسمیہ:

علامہ عبد الرحمٰن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"خمرہ" سے مراد وہ جائے نماز ہے جس پر نمازی سجدہ کرتا ہے، جو کھجور کے پتوں سے بُنا جاتا ہے اور دھاگوں سے سیا جاتا ہے اور اس کو "خمرہ" اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زمین کو ڈھانپ دیتا ہے یعنی اسے چھپا دیتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کو زمین سے ڈھانپ دیتا ہے یعنی چھپا دیتا ہے۔

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند میمونۃ بنت الحارث، ج4، ص433، دار الوطن، ریاض)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"خُمرہ" (خا کے پیش اور میم کے سکون کے ساتھ ہے) چھوٹی چٹائی کی طرح ہوتا ہے، کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا ہے اور تسموں اور دھاگوں سے اسے بُنا جاتا ہے اور وہ اتنی مقدار میں ہوتا ہے جو چہرہ اور ناک پر آجائے تو جب وہ اس سے بڑا ہو تو وہ چٹائی کہلاتی ہے۔ اور اس کو "خمرہ" اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو زمین کی گرمی اور سردی سے چھپا لیتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ زمین کو ڈھانپ دیتا ہے یعنی چھپا دیتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے دھاگے کھجور کے پتوں میں چھپ جاتے ہیں۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب الصلاۃ علی الخمرۃ، ج3، ص201، مکتبۃ الرشد، ریاض)

خمرہ اور حصیر میں فرق:

علامہ ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "خُمرہ" چھوٹے مصلّی کو کہتے ہیں جو کھجور کے پتوں سے بُنا جاتا ہے اور دھاگوں سے سیا جاتا ہے اور اس پر سجدہ کیا جاتا ہے تو اگر وہ آدمی کے قد جتنا ہو یا اس سے زیادہ بڑا ہو تو اس وقت اُسے چٹائی کہتے ہیں۔"

(شرح صحیح بخاری لابن بطال، اذا اصاب ثوب المصلی امرأتہ اذا سجد، ج2، ص43، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن السید البطلیوسی (متوفی 521ھ) فرماتے ہیں:

"خُمرہ" ایک چیز ہے جو کھجور کے پتوں سے بُنی جاتی تھی اس پر آدمی سجدہ کرتا تھا اور اُسے اس وقت "خُمرہ" کہا جاتا ہے جب وہ اتنی مقدار ہو جائے کہ آدمی اس پر اپنی پیشانی اور اپنے دونوں ہاتھ رکھ لے۔ اور اگر وہ اتنا بڑا ہو کہ سارے تمام جسم کو شامل

ہوتو پھر اسے چٹائی کہا جاتا ہے۔" (مشکاۃ ،موطا امام مالک ،باب الغسل ،ج1،ص68،دارابن حزم،بیروت)

پانی چھڑکنے کی وجہ:

علامہ ابن بطال علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چٹائی پر پانی چھڑکا تا کہ وہ نرم ہوجائے نہ کہ اس میں کسی نجاست کی وجہ سے، یہ اسماعیل بن اسحٰق کا قول ہے۔اور ان کے علاوہ دیگر علما نے فرمایا: چھڑکنا اس میں شک کی بنا پر طہارت کے لئے تھا پس انہوں نے اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس پر نفس مطمئن ہوجائے اور یہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی طرح ہے کہ ((اغسل ما رأیت وانضح مالم تر)) یعنی جو تو دیکھے تو اسے دھولے اور جو تو نہ دیکھے تو اس پر پانی چھڑک لے۔"

(شرح صحیح بخاری لابن بطال ،باب اذا اصاب ثوب المصلی امرأتہ اذا سجد،ج2،ص44،مکتبۃ الرشد،ریاض)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور یہ یا تو چٹائی کو نرم کرنے کے لئے تھا یا اس پر سے میل کچیل دور کرنے کے لئے تھا کیونکہ وہ کثرتِ استعمال سے سیاہ ہوچکا تھا۔" (عمدۃ القاری ،باب الصلاۃ علی الحصیر ،ج4،ص111،داراحیاءالتراث العربی،بیروت)

ان احادیث کی فقہ:

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی (متوفی 388ھ) مزید فرماتے ہیں:

"اور اس حدیث پاک کی فقہ یہ ہے کہ چٹائی یا بچھونے وغیرہ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور بعض سلف صالحین زمین کے علاوہ نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے،اور بعض ہر اس چیز پر نماز کو جائز قرار دیا کرتے تھے جو زمین سے اگی ہوئی کسی شے سے بنائی گئی ہو۔بہرحال جو چیز حیوان کی اون یا بالوں سے بنائی گئی ہو تو اسے وہ مکروہ قرار دیتے تھے۔"

(معالم السنن ،ومن باب تسویۃ الصفوف ،ج1،ص183،المطبعۃ العلمیہ،حلب)

علامہ ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"اور تمام شہروں کے فقہاء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے مگر ایک چیز جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چٹائی پر یوں نماز پڑھا کرتے تھے کہ سجدہ کی جگہ مٹی منگوا کر رکھواتے تھے اور اس پر سجدہ کیا کرتے تھے۔اور شعبہ حماد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"میں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ کے گھر پر چٹائی دیکھی تو میں نے کہا کہ کیا آپ اس پر سجدہ کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ زمین مجھے سجدہ کے لئے زیادہ محبوب ہے۔" اور یہ بات ان

دونوں حضرات سے خشوع میں مبالغہ کے لئے ہے نہ کہ ان دونوں حضرات نے چٹائی پر نماز پڑھنے کو روا نہیں سمجھا کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چٹائی پر نماز پڑھی ہے۔ اور حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چٹائی پر نماز پڑھنا سنت ہے۔ تو ان دونوں حضرات کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، ان دونوں حضرات نے دونوں میں سے ایک چیز کو اختیار کرتے ہوئے یوں کیا ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں اپنے چہرہ کو زمین کے ساتھ ملاتے تھے اور تحقیق (ایک مرتبہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے اس حالت میں پھرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارکہ اور ناک مبارک پر پانی اور مٹی کا نشان تھا تو یہ تمام کا تمام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پیشِ نظر مباح ہے۔"

(شرح صحیح بخاری لابن بطال، اذا اصاب ثواب المصلی امرأتہ اذا سجد، ج2، ص43، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"چٹائی پر نماز پڑھنا بغیر کراہت کے جائز ہے، اور اس کے معنی میں ہر وہ شے ہے جو زمین سے اگی ہوئی چیز سے بنائی گئی ہو اور اجماعی مسئلہ ہے مگر یہ کہ جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ عاجزی کے پیشِ نظر یوں کیا کرتے تھے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ((عفر وجهك بالتراب)) (اپنے چہرے کو مٹی سے ملو)۔ اگر کہا جائے تو تم یزید بن مقدام کی حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جو ابن ابی شیبہ نے مقدام سے اور انہوں نے اپنے والد شریح سے روایت کیا کہ: ((أنه سأل عائشة أكان النبي عليه السلام يُصلي على الحَصِير؟ فإني سمعتُ في كتاب الله عَز وجَل: وجَعَلنَا جَهَنَّمَ للكافِرِينَ حَصِيراً، فقالت: لا، لم يكن يُصلي عليه)) (ترجمہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے؟" پس بے شک میں نے کتاب اللہ عزوجل میں یہ فرمان سنا ہے: ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔ (پارہ 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت 8) تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز ادا نہیں کی۔) میں کہتا ہوں یہ حدیث یزید کے ضعف کی بنا پر صحیح نہیں ہے اور روایات صحیحہ اس کا رد کرتی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((أن النبي عليه السلام صلى على حصير)) (ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر نماز ادا فرمائی) اور یزید الفقیر کہتے ہیں: ((رأيتُ جابر بن عبد الله يُصلي على حَصِيرٍ من بَرْدِي)) (ترجمہ: میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا۔) اور مکحول کہتے ہیں: ((رأيتُه يُصلي على الحصير ويَسجد عليه)) (ترجمہ: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا اور اس پر سجدہ کرتے دیکھا) ابو مروان حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں: ((أنه كان يُصلي على الخُمْرة))

(ترجمہ: بے شک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے)، ثابت بن عبداللہ کہتے ہیں: ((رأيتُ زيد بن ثابت يُصلي على حصير يَسجُد عليه)) (ترجمہ: میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چٹائی پر نماز پڑھتے اور اس پر سجدہ کرتے دیکھا)، عدی بن ثابت کہتے ہیں: ((أخبرني مَن رأى زيدَ ابن ثابت يُصلي على حصير)) (ترجمہ: مجھے اس نے خبر دی کہ جس نے زید بن ثابت کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا) حضرت نافع حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ((أنه كان يُصلي على حَصير)) (ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے)۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب الصلاۃ علی الحصیر، ج3، ص203،204، مکتبۃ الرشد، ریاض)

چٹائی وغیرہ پر نماز کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

شمس الائمہ محمد بن احمد حنفی سرخسی فرماتے ہیں:

"چٹائی پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ لوگوں کا اپنی مساجد میں ایسا ہی معمول ہے بخلاف ان کے کہنے کے کہ جن کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کہ "چٹائی پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔" اور ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ ایک سائل نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا" کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر نماز پڑھی ہے؟ پس بے شک میں نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان سنا ہے: ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے جہنّم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔ (پارہ15، سورہ بنی اسرائیل، آیت8) تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نہیں۔" لیکن یہ حدیث شاذ ہے پس تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشہور یہی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "خُمرہ" پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور وہ بھی ایک قسم کی چٹائی ہے۔ اور اللہ عزوجل کے اس فرمان اور ہم نے جہنّم کو کافروں کے لیے حصیر بنایا ہے۔ (پارہ 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت8)" کا معنی یہ ہے کہ "قید خانہ" بنایا اور حدیث میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جسے زمین اگاتی ہے اس پر نماز پڑھنا افضل ہے بہ نسبت اس چیز کے کہ جسے زمین نہیں اگاتی اسی بنا پر علما نے گھاس اور چٹائی کو بچھونے پر ترجیح دی۔"

(مبسوط للسرخسی، صلت المرأۃ وربع ساقہا مکشوف، ج1، ص206، دار المعرفۃ، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"اور چٹائی پر اور اون، بالوں، وبر (اونٹ کے بال) کے بنے ہوئے بچھونے اور روئی اور السی کے پودے کے بنے ہوئے کپڑے اور تمام پاک اشیاء پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبقری (ایک نفیس بچھونے)،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کپڑے پر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چٹائی پر، حضرت علی المرتضی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابن مسعود اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جائے نماز پر نماز ادا فرمائی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور یہی عام اہلِ علم کا قول ہے ہاں مگر وہ حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "انہوں نے حیوان سے بنی ہوئی ہر شے پر نماز کو مکروہ قرار دیا اور زمین سے بنی ہوئی ہر شے پر نماز ادا کرنے مستحب قرار دیا۔" اور اسی کی مثل امام مالک رحمہ اللہ کا بھی قول ہے مگر انہوں نے اون اور بالوں سے بنے ہوئے بچھونے کے بارے میں فرمایا کہ جب سجدہ زمین پر ہو تو ان پر کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ ان میں سے کسی چیز پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان بن مالک اور انس رضی اللہ عنہما کے گھر میں چٹائی پر نماز ادا فرمائی۔ متفق علیہ۔ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی روایت نقل کی کہ: ((اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَالْفَرْوَةِ الْمَدْبُوغَةِ)) (ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چٹائی اور دباغت کی ہوئی کھال پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔)" (المغنی لابن قدامہ، فصل الصلاۃ علی الحصیر والبسط من الصوف، ج2، ص57,58، مکتبۃ القاہرہ)

مالکیہ کا موقف:

علامہ شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی مالکی (متوفی 684ھ) فرماتے ہیں:

کتاب میں جائے نمازوں، بالوں سے بنی ہوئی پوستین اور کپڑے اور دباغت شدہ کھال پر سجدہ کرنے کو مکروہ قرار دیا بخلاف چٹائی کے اور وہ چیز جسے زمین نے اگایا ہو کیونکہ اس میں عاجزی اور اتباعِ سنت ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے مٹی اور گارے پر نماز ادا فرمائی۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں ارشاد فرمایا: ((إِنِّي أَرَانِي فِي صَبِيحَتِهَا أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ فَوَكَفَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ بِالْمَطَرِ فَخَرَجَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلَى وَجهه الْمَاءُ وَالطِّينُ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ عَلَى الْأَرْضِ)) (ترجمہ: بے شک میں نے اس کی صبح اپنے آپ کو پانی اور گارے پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس رات مسجد کی چھت بارش کی وجہ سے ٹپکنا شروع ہوگئی تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ زمین پر سجدہ کرنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارکہ پانی اور گارے کا نشان موجود تھا)

اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں قدیم زمانے میں ایک عظیم رقم خرچ کی گئی اور اس میں بچھونے وغیرہ نہ بچھائے گئے۔ اور اسی طرح کعبہ معظمہ پر بھی کپڑا اچڑھایا گیا، فرش نہ بچھایا گیا اور جس چیز کو ہم نے ذکر کیا اگر وہ نہ ہو تو لوگ بچھونوں (کو وقف کر کے اس) سے قرب حاصل کرتے جیسا کہ وہ اس کے علاوہ دیگر اشیاء سے قرب حاصل کرتے ہیں۔ بہر حال جسے زمین اگائے تو پس بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھوٹی چٹائی پر نماز ادا فرمائی جو کھجور کی صاف کی

ہوئی ٹہنی سے بنائی گئی تھی اور اس چٹائی پر نماز پڑھی جو کثرتِ استعمال سے سیاہ ہوگئی تھی اور اور علت اس کا زمین سے اگی ہوئی چیز سے بنا ہوا ہونا نہیں ہے کہ بے شک روئی اور السی کے پودے سے بنے ہوئے کپڑے، زمین سے اگی ہوئی چیزیں ہیں، ان دونوں پر نماز مکروہ نہیں ہے بلکہ علت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک اور زمین سے اگی ہوئی چیز سے مرکب ہے وہ کہ جس میں تواضع موجود ہو۔ صاحب طراز کہتے ہیں: اگر بچھونے پر چھوٹی چٹائی کو بچھایا تو نماز مکروہ نہیں ہے۔

(الذخیرۃ للقرافی، الباب الرابع فی ارکان الصلاۃ، ج2، ص197، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) نماز کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تیسری شرط یہ ہے پاک جگہ پر نماز ادا کرنا بچھونا ہو یا زمین ہو اور بچھونے یا زمین کا جو حصہ نمازی کے ساتھ مس کیا ہوا ہے وہ پاک ہو تو باقی کا نجس ہونا ضرر نہیں دیتا۔ (الاقناع للماوردی، باب شروط الصلاۃ وشروط الصلاۃ وما تقدمہا، ج1، ص37، مکتبہ بیروت)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

اس میں چٹائی پر اور ان تمام چیزوں پر نماز پڑھنے کا جواز ہے جسے زمین نے اگایا ہو اور اس بات پر اجماع ہے اور وہ جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا خلاف مروی ہے اسے زمین پر نماز ادا کرنے کے ذریعے تواضع اختیار کرنے کے استحباب پر محمول کیا گیا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم، باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ الخ، ج5، ص163، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 244

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ فِي الْحِيطَانِ

(باغات میں نماز پڑھنے کے بارے میں)

334۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَحِبُّ الصَّلَاةَ فِي الْحِيطَانِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي الْبَسَاتِينَ، قَالَ ابو عيسىٰ: حَدِيثُ مُعَاذٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ قَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ، وَأَبُو الزُّبَيْرِ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ تَدْرُسَ، وَأَبُو الطُّفَيْلِ اسْمُهُ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغات میں نماز پڑھنے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں: حیطان کا معنی ہے باغات۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف حسن بن ابی جعفر کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور حسن بن ابی جعفر کو یحییٰ بن سعید وغیرہ نے ضعیف قرار دیا اور "ابوالزبیر کا نام محمد بن مسلم بن تدرس ہے" اور "ابوالطفیل کا نام عامر بن واثلہ ہے۔"

تخریج: 334

شرح حدیث

حیطان کا معنی:

علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 914ھ) فرماتے ہیں:

"حیطان" حائط کی جمع ہے۔ ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں: یعنی باغات۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں: "حائط" کھجور کے باغ کو کہتے ہیں جب اس پر دیوار موجود ہو۔ (قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص159،160، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((حیطان میں نماز پڑھنے کو پسند فرماتے)) یعنی دیواروں کے پہلو میں تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے سے کوئی نہ گزرے یا آپ کو کوئی چیز مشغول نہ کرے۔ بعض راویوں نے کہا کہ اس سے مراد باغات ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ "حیطان" بمعنی باغات بھی آتا ہے۔ بہرحال یہاں اس کا مرادی معنی ہونا تو یہ محلِ بحث ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ج2، ص628، دار الفکر، بیروت)

باغات میں نماز پڑھنے کو پسند کرنے کی وجوہات:

علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

عراقی کہتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا باغات میں نماز کو پسند فرمانا یہ چند وجوہات کا احتمال رکھتا ہے:

(1) ان میں پہلی وجہ یہ ہے کہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا قصد کرنا اور اسی بات پر قاضی ابوبکر ابن العربی نے جزم فرمایا۔

(2) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس باغ کے پھلوں میں وہاں نماز ادا کرنے کی برکت سے برکت کا حاصل ہونا ہے پس بے شک وہ برکت رزق کا سبب ہے۔

(3) تیسری وجہ یہ ہے کہ جس کی ملاقات کے لیے جایا جائے، اس کی عزت افزائی یہ ہے کہ اس کی جگہ میں نماز پڑھی جائے۔

(4) چوتھی وجہ یہ کہ نماز پڑھنا ہر اس مکان کی تحیت ہے جس میں جائے یا جسے چھوڑے۔

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص160، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ)

(5) دیطان کا جو معنی علامہ علی قاری حنفی نے بیان کیا ہے،یعنی دیوار کے پہلو میں نماز ادا کرنے کو پسند فرماتے ،تو اس کی وجہ واضح ہے کہ: ۔ ،ان نماز کوئی آگے سے نہ گزرے یا کوئی چیز خلل انداز نہ ہو،جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔

فوائد حدیث:

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

(1) اس سے باغ میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے،اگر چہ وہاں نماز پڑھنے والے کا پھلوں، پھولوں کی طرف نظر کرنے سے خیال بٹے اور بے شک یہ بات نماز کے باغ میں مکروہ ہونے کی طرف مؤدی نہیں ہے۔

(2) حافظ عراقی کہتے ہیں: اور ظاہر یہی ہے کہ جو نماز باغ میں پڑھنا مستحب ہے اس سے مراد نفل نماز ہے نہ کہ فرض نماز،ان احادیث کی بنا پر جو فرض نماز کے مسجد میں ادا کرنے اور اس پر ابھارنے پر وارد ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ نماز ہے کہ جس کا وقت ہو جائے خواہ وہ فرض ہی کیوں نہ ہو۔

(3) اور اس میں یہ بھی ہے کہ جو کعبہ سے دور اس کے لئے کعبہ کی درست جہت پر نماز پڑھنا لازم ہے نہ کہ عین کعبہ کی طرف۔کیونکہ باغ محراب کے مقرر کرنے میں مسجد کی طرح نہیں ہے۔

(فیض القدیر، باب کان وھی الشمائل الشریفۃ، ج5،ص218،المکتبۃ التجاریۃ الکبری،مصر)

حسن بن جعفر کا ضعف حفظ کی جہت سے ہے:

علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

اور حسن بن ابی جعفر کی یحیی بن سعید وغیرہ نے تضعیف کی ہے۔عراقی کہتے ہیں: ان کی تضعیف حفظ کی جہت سے ہے نہ کہ وہ متہم ہیں۔

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1،ص160، جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ)

علامہ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

حسن بن ابوجعفر عجلان اور یہ بھی کہا گیا ہے: عمرو الجفر یا بوسعید الازدی اور کہا گیا: العدوی البصری۔انہوں نے ابوزبیر ،محمد بن جحادہ، عاصم بن بہدلۃ، نافع مولی ابن عمر، ایوب سختیانی، اور لیث بن ابوسلیم وغیرہم سے روایت کیا ہے۔اور ان سے ابو داؤد طیالسی، ابن مہدی، یزید بن زریع، عثمان بن مطر اور مسلم بن ابراہیم نے روایت کیا ہے۔اور کہا کہ وہ لوگوں میں سے بہترین تھے۔ابوعمر الحوضی اور ابوسلمہ التبذ وکی وغیرہم نے فرمایا: عمرو بن علی صدوق منکر الحدیث تھا، یحیی بن سعید اس سے حدیث نہیں لیتے تھے۔اور اسحٰق بن منصور کہتے ہیں امام احمد نے اس کی تضعیف کی ہے۔اور بخاری کہتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔ترمذی کہتے ہیں:

یحیی بن سعید وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔اور نسائی کہتے ہیں :ضعیف ہے اور ایک دوسرے مقام پر کہا: متروک ہے۔اور ابوبکر بن ابوالاسود کہتے ہیں :ابن مھدی نے اس کی حدیث کو ترک کیا پھر ان سے حدیث بیان کی اور فرمایا: میرے لئے میرے رب کے ہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں: حسن بن جعفر کی احادیث صالح اور درست ہیں اور وہ غرائب روایت کرتے ہیں اور خاص طور پر محمد بن جحادہ کا ایک نسخہ ان کے پاس ہے، جسے منذر بن ولید جارودی اپنے والد سے وہ ان سے روایت کرتے ہیں اور ان کی احادیث محمد بن جحادہ کے علاوہ جو ذکر کی گئی ہیں وہ مستقیم اور صالح ہیں اور وہ میرے نزدیک ان رواۃ میں سے ہے جن کے کذب پر جزم نہیں کیا جاتا، وہ صدوق ہیں، محمد بن مثنی کہتے ہیں: یہ شعبان 161ھ فوت ہوئے اور موسی بن اسماعیل نے کہا کہ وہ اور حماد بن سلمہ 167ھ میں فوت ہوئے، ان دونوں کی وفات کے درمیان تین ماہ کا عرصہ ہے۔ میں کہتا ہوں اور ساجی نے کہا: منکر الحدیث ہے ان کی منکر احادیث میں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باغ میں نماز پڑھنا پسند تھا۔

اور علی بن مدینی کہتے ہیں: حسن کو حدیث میں وہم ہوتا تھا یونہی یہ بھی کہا: ضعیف ہے۔اور عجلی کہتے ہیں: ضعیف الحدیث ہے۔اور آجری ابوداؤد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: وہ ضبط میں عمدہ نہیں تھے۔اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ضعیف تھے میں ان کی حدیث نہیں لکھتا۔اور ابن ابی حاتم اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: وہ حدیث میں قوی نہیں تھے اور بوڑھے تھے اور ان کی بعض احادیث میں انکار ہے۔انہوں نے ابوزرعہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: حدیث میں قوی نہیں تھے اور اسی طرح دارِقطنی نے بھی ایسے ہی کہا۔اور ابن حبان نے کہا: اللہ عزوجل کے سخت طبیعت والے بندوں میں سب سے بہتر تھے، یحیی نے ان کی تضعیف کی اور احمد نے ان کو ترک کیا۔اور ان کا شمار عبادت گزاروں اور مستجاب الدعوات لوگوں میں ہوتا ہے لیکن وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حدیث کے فن اور حفظ سے غافل رہے پس جب وہ حدیث بیان کرتے تو وہم کرتے اور اسناد کو الٹ کر دیتے اور انہیں معلوم نہ ہوتا حتی کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو گئے کہ جن سے استدلال نہیں کیا جاتا اگرچہ وہ فاضل ہوں۔

(تہذیب التہذیب، من اسمہ الحسن، ج2، ص260,261، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ، ہند)

باب نمبر 245

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُتْرَةِ الْمُصَلِّي

(نمازی کے سترہ کے بارے میں)

335۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَهَنَّادٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤَخَّرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ، وَلَا يُبَالِي مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذَلِكَ ،وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَسَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، وَأَبِي جُحَيْفَةَ، وَعَائِشَةَ،قَالَ ابو عيسىٰ : حَدِيثُ طَلْحَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، "وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَالُوا :سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةٌ لِمَنْ خَلْفَهُ "

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی اپنے سامنے کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مثل (سترہ کے لئے) رکھ لے تو نماز پڑھے اور اس کے پیچھے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت سہل بن ابی حثمہ، حضرت ابن عمر، حضرت سبرۃ بن معبد، حضرت ابو جحیفہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے۔

علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں: امام کا سترہ مقتدی کا بھی سترہ ہے۔

تخریج حدیث335:(صحیح مسلم،کتاب الصلوۃ،باب سترۃ المصلی،حدیث499،ج1،ص358،داراحیاء التراث العربی،بیروت☆سنن ابن ماجہ،کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا،باب ماسترالمصلی،حدیث940،ج1،ص303،داراحیاء الکتب العربیہ،بیروت)

شرح حدیث

مؤخرۃ الرحل سے مراد:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

اور وہ اونٹ کے کجاوے میں لکڑی کا وہ حصہ ہے کہ جس کے ساتھ سوار ٹیک لگاتا ہے۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب ما یستر المصلی، ج3، ص243، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

کجاوے کی پچھلی لکڑی یعنی اس کا آخری حصہ، اور اس سے مراد وہ باریک لکڑی ہے جو سیدھی ہوتی ہے اور اس حدیث پاک سے مراد یہ ہے کہ نمازی اس کو سترہ بنا کر نماز پڑھے اور جو اس کے پیچھے سے گزرے گا وہ اسے ضرر نہ دے گا۔

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند طلحۃ ابن عبید اللہ، ج1، ص225، دار الوطن، ریاض)

مؤخرۃ الرحل کی مقدار:

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

فقہاء نے سترہ کی کم از کم مقدار میں کجاوے کی پچھلی لکڑی کا اعتبار کیا ہے اور اس کی مقدار میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ اس کی مقدار ایک ذراع (ایک ہاتھ) ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ذراع کا دو ثلث ہے اور یہی قول زیادہ مشہور ہے لیکن مصنف عبدالرزاق میں حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((أَنَّ مُؤْخِرَةَ رَحْلِ بْنِ عُمَرَ كَانَتْ قَدْرَ ذِرَاعٍ)) (ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کجاوے کی پچھلی لکڑی ایک ذراع تھی۔)

(فتح الباری لابن حجر، باب الصلاۃ الی السریر، ج1، ص581، دار المعرفۃ، بیروت)

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

امام ثوری اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں: سترہ کی کم از کم مقدار کجاوے کی پچھلی لکڑی جتنی ہے اور اس کی بلندی سطح زمین سے ایک ذراع ہوگی اور یہی حضرت عطا کا قول ہے۔

(الاستذکار، باب التشدید فی ان یمر احد بین یدی المصلی، ج2، ص280، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سترہ کی حکمت:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں: سترہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کے پیچھے سے آنکھ کو روکنا اور اپنے قریب سے گزرنے والے کو منع کرنا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم، باب سترۃ المصلی والندب علی الصلاۃ الخ، ج4، ص216، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

سترے کا حکم اور کی مقدار کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

اور صحراء میں نماز پڑھنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ اپنے سامنے لکڑی کو نصب کرے یا کوئی چیز رکھے، اس لکڑی یا چیز کی کم از کم مقدار ایک ذراع (ایک ہاتھ) ہو۔ (البدائع الصنائع، فصل بیان ما یستحب فی الصلاۃ وما یکرہ، ج1، ص217، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی حنفی (متوفی 593ھ) فرماتے ہیں:

اور اس کی مقدار ایک ذراع یا اس زیادہ ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر ((أيعجز أحدكم إذا صلى في الصحراء أن يكون أمامه مثل مؤخرة الرحل وقيل ينبغي أن تكون في غلظ الأصبع)) (ترجمہ: کیا تم میں کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ جب وہ صحرا میں نماز پڑھے تو اس کے آگے اونٹ کے کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مثل (کوئی شے) موجود ہو۔) اور کہا گیا ہے کہ سترہ انگلی کی موٹائی کے برابر ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس سے کم مقدار دور سے دیکھنے والے کے لئے واضح نہیں ہوگی تو مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ (الہدایۃ، ج1، ص63، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

نمازی کے لئے مستحب ہے کہ وہ سترہ رکھ کر نماز پڑھے اور اس سے قریب ہو اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((إذا صلى أحدكم فليصل إلى سترة وليدن منها)) (ترجمہ: جب تم میں سے کوئی ایک نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور اس سے قریب رہے) اس حدیث کو "اثرم" نے روایت کیا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((كان بين النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وبين القبلة ممر الشاة)) (نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور دیوار قبلہ کے درمیان بکری کی گزرگاہ جتنا فاصلہ تھا۔) اس حدیث پاک کو بخاری و مسلم نے روایت کیا اور سترہ کی مقدار کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مثل ہے اور وہ ذراع کی مقدار یا اس سے زیادہ ہو

۔کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا وضع أحدكم بين يديه مثل مؤخرة الرحل فليصل، ولا يبال ما مر وراء ذلك)) (ترجمہ: جب تم میں سے کوئی ایک اپنے آگے کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مثل رکھ لے تو نماز پڑھے اور اس کے پیچھے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے) اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب موقف الامام والمأموم فی الصلاۃ، ج1، ص303، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

سترہ میں معتبر یہ ہے کہ اس کی لمبائی کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مثل ہو بہر حال اس کی چوڑائی، تو اس میں کوئی ضابطہ نہیں ہے بلکہ موٹا اور باریک دونوں ہی ہمارے نزدیک کافی ہیں۔اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "حدیث عنزہ" سے دلیل لیتے ہوئے اس کی کم از کم موٹائی نیزہ کی موٹائی جتنی ہونی چاہیے اور ہماری دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی فرمایا: ((يُجْزِءُ مِنَ السُّتْرَةِ مِثْلُ مؤخرة الرحل ولو بدقة شعرة)) (سترہ میں کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مثل مقدار کفایت کر جائے گی، اگرچہ بال برابر ہو۔) (المجموع شرح المہذب، باب استقبال القبلۃ، ج3، ص248، دار الفکر، بیروت)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

سترہ کی مقدار عصا وغیرہ کی بلندی ذراع کے دو ثلث یا اس سے زیادہ ہو اور وہ مشہور قول پر کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مقدار ہے اور ایک قول ہے کہ وہ ایک ذراع ہو جیسا کہ انہوں نے اس بات کو عطا سے روایت کیا۔

(المجموع شرح المہذب، باب استقبال القبلۃ، ج3، ص247، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی (متوفی 974ھ) فرماتے ہیں:

یہ فصل نمازی کے سترہ رکھنے کے بارے میں ہے: مستحب ہے ہر نمازی کے لئے یہ کہ کسی بلند چیز جیسا کہ دیوار یا لکڑی وغیرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے پس اگر وہ نہ پائے تو عصا یا سامان کی مثل ایک ذراع کی دو ثلث یا اس سے زیادہ کی مقدار جمع کر لے یعنی اس کا طول اتنی مقدار میں ہو اگرچہ اس کی چوڑائی نہ ہو جیسا کہ تیر۔

(المنہاج القویم شرح المقدمۃ الحضرمیۃ، فصل فی سترۃ المصلی، ج1، ص127، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو محمد عبد الوہاب بن علی بغدادی مالکی (متوفی 422ھ) فرماتے ہیں:

میدان میں نمازی کے لئے مستحب یہ کہ اس کے سامنے سترہ موجود ہے جو اس کے اور گزرنے والوں کے درمیان حائل ہو اور اس کی مقدار (طول میں) ذراع (ایک ہاتھ) جتنی اور موٹائی میں نیزے جتنی ہو۔

(التلقین فی الفقہ المالکی، باب الامامۃ والجماعۃ وقضاء الفوائت، ج1، ص51، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

نماز میں سترہ رکھنا سنت ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہر اُس جگہ سنت ہے جہاں نمازی کے سامنے گزرنے والوں سے امن نہ ہو بہر حال صحراء اور چھتوں اور جہاں گزرنے سے امن ہو تو وہاں بغیر سترہ کے نماز پڑھنے میں کوئی مسئلہ نہیں اور سترہ کی کم از کم مقدار ایک ذراع ہو جو نیزے جتنی موٹائی میں ہو۔ (الکافی فی فقہ اہل المدینہ، باب سترۃ المصلی، ج1، ص209، مکتبۃ الریاض الحدیثہ، ریاض)

امام کا سترہ مقتدی کے کافی ہے، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی (متوفی 786ھ) فرماتے ہیں:

بے شک امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے بھی سترہ ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی وادی میں نیزہ کے سامنے نماز پڑھی اور مقتدیوں کے لئے سترہ نہ تھا۔ (العنایہ شرح الہدایہ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، ج1، ص407، دار الفکر، بیروت)

ملا خسرو حنفی (متوفی 885ھ) فرماتے ہیں:

جماعت کے لئے امام کا سترہ کافی ہے۔ (درر الحکام شرح غرر الاحکام، مکروہات الصلاۃ، ج1، ص106، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی سے سوال ہوا "ایک جماعت میں چار صفیں ہیں، صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہا تب وہ مقتدی یا امام باہر کس طرح آئے کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کی جو جگہ خالی ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟" تو جواباً ارشاد فرمایا:

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے، یونہی امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر، اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کا سترہ سب کا سترہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اسے بھر دے یا یونہی رہنے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج7، ص197 تا 205، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مالکیہ کا موقف:

علامہ محمد بن عبد اللہ خرشی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

(اور سترہ رکھنا سنت ہے امام کے لئے اور تنہا کے لئے اگر کسی کے گزرنے کا خوف ہو) مطلب یہ ہے کہ بے شک سترہ یعنی آڑ بنانا اگرچہ نفل میں ہو تو یہ امام اور تنہا شخص کے لئے سنت ہے اگر ان میں سے ہر ایک کو اپنے سامنے سے گز ، کا خوف ہو اور اگر خوف نہ ہو تو ان دونوں سے سترہ کا کوئی مطالبہ نہیں ہے اور امام اور تنہا کے لئے سترہ کے حکم سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ مقتدی سے سترہ کا مطالبہ نہیں ہے۔

کیونکہ امام اپنے پیچھے والوں کے لئے بھی سترہ ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ''مدونہ'' میں فرمایا، یا اس وجہ سے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے جیسا کہ عبدالوھاب نے کہا۔ اور اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا ان دونوں کا معنی ایک ہے؟ پس امام مالک رحمہ اللہ کے کلام میں مضاف کا حذف ہے اور مقدر عبارت یوں ہے: امام کا سترہ پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے، یا مختلف ہے تو امام مالک رحمہ اللہ کے کلام کو اپنے ظاہر پر باقی رکھا جائے گا تو امام مالک رحمہ اللہ کے قول کی بنا پر امام اور اس سے پچھلی صف کے درمیان سے گزرنا ممتنع ہوگا

جیسا کہ اس کے اور سترہ کے درمیان گزرنا ممتنع ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں یہ نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان سے گزرنا کہلائے گا اور دو صفوں کے درمیان سے گزرنا جائز ہے کیونکہ یہ نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا نہیں کہلائے گا اگرچہ سترہ تمام صفوں کے لئے سرہ ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان رکاوٹ آگئی ہے۔ بہر حال عبدالوھاب کے قول پر امام کا سترہ، مقتدیوں کا سترہ ہے تو پھر صفِ اول اور امام کے درمیان سے گزرنا جائز ہے کیونکہ امام کا سترہ ہی صفِ اول کا سترہ ہے نہ کہ صرف امام کا اور صفِ اول اور ستر : ۔ کے درمیان امام حائل ہے۔ (شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل فی فرائض الصلاۃ، ج 1، ص 278، دار الفکر للطباعۃ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کا بھی سترہ ہے اس پر امام احمد نے نص فرمائی اور یہی اکثر اہلِ علم کا قول ہے اسی طرح ابن منذر نے کہا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہلِ علم فرماتے ہیں: امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے ۔ ابوالزناد کہتے ہیں: وہ فقہائے مدینہ کہ جن کے قول کی طرف انتہا ہوتی ہے ان میں سے جس کو بھی میں نے پایا جیسا کہ سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور سلیمان بن یسار وغیرہم وہ سبھی یہی کہتے ہیں کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے۔ اور یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور امام نخعی، اوزاعی، مالک اور شافعی وغیرہم بھی اسی بات ۔ قائل ہیں اور اس وجہ سے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

سترہ کی جانب نماز پڑھی اور اپنے اصحاب کو دوسرا سترہ نصب کرنے کا حکم نہیں دیا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے فرماتے ہیں: ((أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ أَهْلِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ فَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، فَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيَّ أَحَدٌ)) (ترجمہ: میں گدھی پر سوار ہو کر آیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم منی میں لوگوں کو بغیر دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے پس میں بعض صف والوں کے سامنے سے گزرا تو میں نیچے اترا تو میں نے گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا پھر میں صف میں داخل ہوا تو کسی نے بھی مجھ پر انکار نہیں کیا، متفق علیہ)

اور علماء کے اس قول کہ "امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے بھی سترہ ہے" کا معنی یہ ہے کہ جب امام اور اس کے سترہ کے درمیان کوئی شے حائل نہ ہو جو نماز کو قطع کر دے تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، کسی شے کا صفوں کے درمیان میں سے ان کے سامنے گزرنا ان کو ضرر نہ دے گا اور نہ ہی امام اور مقتدی کے درمیان سے گزرنا ضرر دے گا اور اگر وہ گزرے جو امام اور سترہ کے درمیان نماز کو قطع کرے تو وہ امام اور مقتدیوں (دونوں) کی نماز کو قطع کر دے گا۔ اور تحقیق اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جسے عمرو بن شعیب نے اپنے والد اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا، فرماتے ہیں: (هَبَطْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةِ أَذَاخِرَ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ يَعْنِي فَصَلَّى إِلَى جُدُرٍ فَاتَّخَذَهَا قِبْلَةً وَنَحْنُ خَلْفَهُ فَجَاءَتْ بَهْمَةٌ تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا زَالَ يَدْرَؤُهَا حَتَّى لَصِقَ بَطْنُهُ بِالْجُدُرِ، فَمَرَّتْ مِنْ وَرَائِهِ) (ترجمہ: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سبز گھاس والی وادی میں اترے تو نماز کا وقت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کو قبلہ بنا لیا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے تھے پس بکری کے بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرتے رہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دور کرتے رہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ دیوار سے مل گیا تو وہ دیوار کے پیچھے سے گزرنے لگے) اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ پس اگر امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ نہ ہوتا تو ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور پیچھے سے گزرنے میں فرق نہ ہوتا۔

(المغنی لابن قدامہ، مسئلۃ: سترۃ الامام سترۃ لمن خلفہ، ج2، ص174,175، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

بے شک امام کا سترہ اس کے پیچھے والے کے لئے سترہ ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کیا امام کا سترہ وہی اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے یا وہ خاص اس کے لئے سترہ ہے اور وہ امام اپنے پیچھے والوں

کے لئے سترہ ہے، اس میں اتفاق ہے کہ مقتدی سترہ کی جانب ہی نماز ادا کرتے ہیں۔

(شرح النووی علی مسلم، باب سترۃ المصلی الخ، ج4، ص222، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ شربینی شافعی فرماتے ہیں:

(مگر صف میں جگہ کو پانے والے کے لئے حرام نہیں ہے) اس کا ظاہر یہ ہے کہ بے شک اگلی صف پچھلی والی صف کے لئے سترہ ہے اور گزرنا صرف کوتاہی کی وجہ سے جائز ہے، حجر اسی بات کے قائل ہیں اور عمر نے اس بات کی مخالفت کی پس انہوں نے کہا: بے شک اس کے لئے سترہ نہیں ہے اور معتمد یہی ہے کہ امام کا سترہ مقتدی کا سترہ نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سترہ ہے۔

(حاشیۃ الشربینی مع القرر البھیۃ فی شرح البھجۃ الوردیۃ، فصل فی بیان شروط الصلاۃ وموانعہا، ج1، ص359، المطبعۃ المیمنیۃ)

باب نمبر 246

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي

(نمازی کے آگے سے گزرنے کے مکروہ ہونے کے بارے میں)

336۔حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ:حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ، أَرْسَلَ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ، قَالَ أَبُو النَّضْرِ :لَا أَدْرِي قَالَ :أَرْبَعِينَ يَوْمًا ، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا ، أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ، :وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو،قَالَ ابو عيسىٰ :وَحَدِيثُ أَبِي جُهَيْمٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَأَنْ يَقِفَ أَحَدُكُمْ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَخِيهِ وَهُوَ يُصَلِّي وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: كَرِهُوا الْمُرُورَ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، وَلَمْ يَرَوْا أَنَّ ذَلِكَ يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ وَاسْمُ

حدیث: بسر بن سعید سے روایت ہے کہ بے شک حضرت زید بن خالد جہنی نے کسی کو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے گزرنے کے بارے سے کیا سنا ہے؟ تو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ چالیس(سال یا مہینے یا دن) کھڑے رہنے کو اس کے سامنے گزرنے سے بہتر جانے ۔ ابو النضر فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ چالیس سال فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس دن ۔اور اس باب میں حضرت ابو سعید خدری ،حضرت ابو ہریرہ ،حضرت ابن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں ۔امام ابو عیسی ترمذی فرماتے ہیں: ابو جہیم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے ۔اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی سو سال کھڑا رہے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے نماز پڑھتے ہوئے بھائی کے سامنے سے گزرے ۔اور اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے ۔انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے کو مکروہ جانا اور ان کی یہ رائے نہیں کہ یہ(آگے سے گزرنا) نماز کو توڑ

أَبِی النَّضْرِ، سَالِمٌ مَوْلَی عُمَرَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ الْمَدِینِیُّ دیتا ہے۔اورابو النضر کا نام سالم مولی عمر بن عبید اللہ المدینی ہے۔

تخریج حدیث 338:(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب اثم المار بین یدی المصلی ،حدیث 510، ج1،ص108 ،دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب منع المار بین یدی المصلی ،حدیث 507، ج1،ص363،دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب ما ینھی عنہ من المرور بین یدی المصلی ،حدیث 701، ج1،ص166، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب التشدید فی المرور بین یدی المصلی ،حدیث 756، ج2،ص66،مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب المرور بین یدی المصلی ،حدیث 945، ج1،ص304، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ جان لے کہ اسے کیا گناہ ہوگا تو وہ اس گناہ کے ارتکاب پر چالیس تک رکنے کو اختیار کرے اور حدیث کا مقصود اس بارے میں سخت ممانعت اور شدید وعید کو بیان کرنا ہے۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب سترۃ المصلی، ج4، ص225، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

گناہ کی مقدار نہ ذکر کرنے کی وجہ:

علامہ علی سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"اور اس کو مبہم رکھنے میں حکمت اس گناہ کے بڑا ہونے کی طرف دلالت کرنا ہے اور یہ کہ بے شک وہ ایسے گناہ میں مبتلا ہوگا جس کی مقدار بیان نہیں کی جا سکتی جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے ﴿فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا۔ (سورہ طہ، آیت 78، پارہ 16)"

(مرقاۃ المفاتیح، باب السترۃ، ج2، ص642، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"راوی کا قول ((چالیس دن فرمایا یا مہینہ یا سال؟)) کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عدد یعنی چالیس کو ذکر فرمایا اور اس کے لیے کسی تمییز کا ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ (چالیس) ان اشیاء (دن، مہینہ اور سال) سے خالی نہیں ہوتا اور تحقیق اس مقام پر نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس کو مبہم رکھا ہے۔ پس اگر تو کہے کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ میں کہتا ہوں: کرمانی نے کہا: اور اس معاملہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مبہم رکھا تا کہ یہ اس کی بڑا ہونے پر دلالت کرے اور اس پر کہ یہ ان باتوں میں سے ہے کہ جن کی مقدار بیان نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی انہیں تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں: ابہام یہاں راوی کی طرف سے ہے اور حقیقت میں عدد معین ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کیسے عدد کی تعیین فرمائی اس حدیث میں کہ جسے ابن ماجہ نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ((لَكَانَ أَنْ يَقِفَ مِائَةَ عَامٍ)) (ترجمہ: تو وہ ضرور سو سال کھڑا رہتا) اسی طرح مسند بزار میں سفیان بن عیینہ کی سند سے روایت کردہ حدیث میں بھی معین فرمایا: ((لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا)) (تو وہ ضرور چالیس برس کھڑا رہتا)"

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب اثم المار بین یدی المصلی، ج4، ص294، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

چالیس کے عدد میں حکمتیں:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"علامہ کرمانی کہتے ہیں: اگر تو کہے کہ چالیس (40) کو مخصوص کرنے میں کیا حکمت ہے؟ میں کہتا ہوں: اس طرح کی باتوں کے اسرار ورموز سوائے شارع علیہ السلام کے کوئی نہیں جانتا۔ اس کی حکمت میں یہ احتمال ہے کہ اکثر طور پر انسان کی حالتوں میں سے ہر حالت کا کمال چالیس پر ہوتا ہے جیسا کہ نطفہ کی حالتیں تو ان میں سے ہر حالت چالیس پر ہوتی ہے اور انسان کی درستگی کا کمال چالیس سال میں ہوتا ہے.... انتھی، میں کہتا ہوں: کرمانی سو (100) کی روایت سے غافل رہے لہٰذا انہوں نے چالیس کی حکمت بیان کرنے پر اکتفا کیا۔ اور بعضوں نے علامہ کرمانی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا: یہ روایت اس بات کا شعور دیتی ہے کہ چالیس کا مطلقاً ذکر کرنا معاملہ کی بڑائی بیان کرنے میں مبالغہ کے لئے ہے نہ کہ عدد معین کی تخصیص کے لئے۔

میں (علامہ عینی) کہتا ہوں: سو کی روایت چالیس کے بارے میں حکمت بیان کرنے کے منافی نہیں ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک میں وجہِ حکمت کا بیان مطلوب ہے کیونکہ کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ معاملہ کی بڑائی میں مبالغہ کرنے کے لئے چالیس کو ہی کیوں مطلق ذکر کیا اور پچاس یا ساٹھ وغیرہ کو کیوں ذکر نہ کیا؟ اور اس بارے میں واضح شافی جواب یہ ہے کہ چالیس کی تعیین کرنے میں وہی وجہ ہے، جس کو علامہ کرمانی نے ذکر کیا۔

بہر حال جو وجہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے ذکر کی وہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چالیس کی قید لگانے کے بعد سو کی قید اس وجہ سے لگائی تا کہ گزرنے والے پر معاملہ کی بڑائی میں زیادتی ہو۔ کیونکہ یہ مقام، ڈانٹنے، ڈرانے اور سختی کرنے کا مقام ہے۔ پس اگر تم کہو کہ اس بات کا علم کہاں سے ہوا کہ سو کی تقیید چالیس کی تقیید کے بعد ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ان دونوں کا اکٹھا وقوع ہونا بعید ہے کیونکہ سو چالیس سے زیادہ ہوتے ہیں اور اسی طرح سو کے بعد چالیس کا ذکر کرنا بھی کسی فائدہ کے نہ ہونے کی وجہ سے مستبعد ہے اور شارع علیہ السلام کا تمام کا تمام کلام حکمت وفائدہ پر مشتمل ہوتا ہے اور اسی طرح مناسبت بھی سو کی چالیس سے تاخیر کا تقاضا کرتی ہے۔ پس اگر تو کہے کہ چالیس میں وجہِ حکمت تو مذکورہ گفتگو سے معلوم ہو چکی تو سو کی تعیین میں وجہِ حکمت کیا ہے؟ میں کہتا ہوں: سو ہزاروں اور دہائیوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے درمیانہ عدد ہے اور امور میں بہتر ان کا درمیانہ ہے اور یہ وہ گفتگو ہے جس کو تنہا میں نے ہی ذکر کیا ہے۔" (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب اثم المار بین یدی المصلی، ج4، ص284، دار احیاء التراث العربی بیروت)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کی وجہ:

علامہ عبد الرحمٰن ابن جوزی فرماتے ہیں:

"نمازی کے آگے سے گزرنا صرف اس وجہ سے مکروہ ہے کہ گزرنے والا نمازی اور اس کے مقصود کے درمیان حائل ہونے والے کی طرح ہے، اور وہ ایسا ہو جائے گا گویا وہ اپنے گزرنے کی حالت میں عبادت سے مقصود ہے۔ اور نمازی کی توجہ منتشر ہو جائے گی لہٰذا ان باتوں کی بنا پر آگے سے گزرنا مکروہ ہے۔"

(کشف المشکل فی حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند ابی جہیم الانصاری، ج2، ص158، دار الوطن، ریاض)

علامہ عبدالرحمٰن بن احمد ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما ان دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا: ((لو یعلم المار بین یدی المصلی کان أن یقوم حولا أهون علیه من أن یمر بین یدیه)) (ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے (کہ اس پر کیا گناہ ہے) تو اس پر ایک سال کھڑا رہنا اس کے آگے سے گزرنے سے زیادہ آسان ہو) اور اسی طرح ابونعیم نے حدیث روایت کی کہ ہم سے ابوخلدہ نے اور انہوں نے ابوالعالیہ سے روایت کیا کہ ان دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا: ((إن الإنسان إذا صلی بین یدیه ملك یکتب ما یقول، فما أحب أن یمر بین یدی شیء)) (ترجمہ: بے شک انسان جب نماز پڑھتا ہے تو اس کے سامنے ایک فرشتہ ہوتا ہے، جو نمازی کہتا ہے وہ لکھ لیتا ہے تو اسے یہ پسند نہیں کہ اس کے سامنے سے کوئی شے گزرے۔) اور اس میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی کراہت کی علت کی طرف اشارہ ہے اور وہ فرشتوں کا اس سے قریب ہونا ہے، پس آگے سے گزرنے والا نمازی اور اس کے موکل فرشتوں کے درمیان دخل انداز ہوتا ہے۔

اور سابقہ حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نمازی اپنے رب سے مناجات میں مشغول ہوتا ہے اور رب تعالیٰ نمازی کو ایسا قرب عطا فرماتا ہے جو مخلوق کے قرب کے مشابہ نہیں ہے جیسا کہ اس کا ذکر قبلہ کی طرف تھوکنے کے ابواب میں گزر چکا ہے، نمازی کی اپنی رب سے مناجات کرنے، رب کے نمازی کو اپنا قرب عطا فرمانے، اس کی طرف متوجہ ہونے، اس کی مناجات سننے، اور جو وہ کتاب اللہ سے تلاوت کر رہا ہے اس کا جواب دینے کی حالت میں نمازی اور اس کے رب کے درمیان دخل انداز ہونے والا شخص اللہ عزوجل کی ناراضی کے درپے ہے اور اس کی طرف سے سزا کا مستحق ہے۔"

(فتح الباری لابن رجب، باب اثم المار بین یدی المصلی، ج4، ص94,95، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، مدینہ منورہ)

کس کو بھیجا اور کس نے بھیجا:

اس باب کی روایت میں ہے کہ "بسر بن سعید سے روایت ہے کہ بے شک حضرت زید بن خالد جہنی نے کسی کو حضرت

ابوجہیم رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پوچھنے کے لئے بھیجا"اس سے متعلق علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:
بسر بن سعید سے روایت ہے کہ بے شک زید بن خالد جہنی نے ابوجہیم کی طرف بھیجا تو وہ جن کو بھیجا گیا وہ "بسر" ہی ہیں جیسا کہ صحیح کی روایت میں اس کو بیان کیا تو اس میں فرمایا: زید بن خالد نے ان (بسر بن سعید) کو بھیجا۔اور مسندِ بزار میں یوں واقع ہوا:"بے شک ابوجہیم نے بسر بن سعید کو زید بن خالد کی طرف بھیجا"اور وہ الٹ ہے اس میں سفیان بن عیینہ نے خطا کی۔ابن معین سے ابن عیینہ کی روایت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ارشادفرمایا: انہوں نے خطا کی کیونکہ زید کو ابوجہیم کی طرف بھیجا گیا جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا۔ (قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1،ص162، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ)

نمازی کے آگے سے گزرنے کے حکم پر مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

علامہ ابوالمعالی محمود بن احمد حنفی (متوفی 616ھ) فرماتے ہیں:
بے شک نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ ہے اور گزرنے والا گناہ گار ہے اس حدیث کی بنا پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، ارشادفرمایا:((لو علم المار بين يدي المصلي ما عليه لوقف أربعين، قال أبو أيوب لا أدري أراد بقوله أربعين، أربعين عاماً أو شهراً أو يوماً)) (ترجمہ:اگر گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ چالیس تک کھڑا رہے۔)ابوایوب کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ چالیس سے مراد چالیس سال ہیں یا مہینے یا دن۔

(المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، الفصل التاسع عشر فی المرور بین یدی المصلی، ج1،ص431، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:
"اور کسی کے لئے بھی نمازی کے آگے سے گزرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو پس اگر وہ امام کے پیچھے ہے تو پھر گزرنا اسے ضرر نہیں دے گا کیونکہ اس بارے میں رخصت وارد ہوئی ہے اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے بارے میں سخت کراہت ہے اور جان بوجھ کر ایسا کرنے والا گناہ گار ہے اور جو ایسا بار بار کرے اور اسے ہلکا جانے تو اس کی گواہی مجروح ہے اور نمازی جب امام یا منفرد ہو تو اسے لازم ہے کہ اپنے اور سترہ کے درمیان سے گزرنے والے کو دفع کرے اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ اس کی طرف چلے اور اسی صورت میں اسے دفع کرے جب وہ اس کے سامنے سے گزرے تو اگر وہ آگے نکل جائے تو اسے واپس نہ کرے اور اس پر یہ لازم نہیں کہ اسے دور کرنے کے لئے ایسے عمل اختیار کرے جس سے اس کی نماز فاسد ہو

جائے۔" (الکافی فی فقہ اہل المدینۃ، باب سترۃ المصلی، ج1، ص209,210، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ریاض)

شوافع کا مؤقف:

علامہ یحیی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"مسعودی ''الابانہ'' میں کہتے ہیں: نماز کے آگے سے گزرنا مکروہ ہے۔ جب نمازی سترہ، عصا یا خط کی جانب نماز پڑھے اور ان دونوں کے درمیان تین ذراع یا دو ذراع کا فاصلہ ہو پس اگر کوئی گزرنے والا اس حالت میں اس کے آگے سے گزرے تو اسے منع کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر نمازی اپنے سامنے کچھ نہ رکھے تو اس کے سامنے سے گزرنا مکروہ نہیں کیونکہ نمازی نے اپنے حق میں خود ہی کمی کی ہے۔" (البیان فی مذہب الامام الشافعی، فرع المرور بین یدی المصلی والتوجہ لوجہ، ج2، ص158، دار المنہاج، جدہ)

علامہ عبد الکریم بن محمد الرافعی القزوینی شافعی (متوفی 623ھ) فرماتے ہیں:

"جب نمازی سترہ کی جانب نماز پڑھے تو کسی اور کے لئے اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرنا مکروہ ہے اور کیا یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی وہ جیسے ''تہذیب'' میں ذکر کیا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا جائز نہیں ہے اور صاحبِ کتاب نے اپنے اس قول سے کراہتِ تنزیہی کی تاکید کا ارادہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے ''وسیط'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ گزرنا ممنوع نہیں ہے وہ صرف مکروہ ہے اور اسی طرح امام الحرمین نے بھی ذکر کیا اور اول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر مروی ہے کہ فرمایا: ''اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے جو اس پر گناہ ہے تو وہ ضرور چالیس تک رکنے کو آگے گزرنے سے بہتر جانے۔'' اور گناہ حرام کی بنا پر لاحق ہوتا ہے، اور قاضی رویانی نے ''کافی'' میں ذکر کیا کہ نمازی کو اسے دفع کرنے اور اس بات پر اسے مارنے کی اجازت ہے اگرچہ یہ اس کے قتل کی طرف مؤدی ہو اور یہ تمام اسی طور پر ہو سکتا ہے جب نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے۔" (فتح العزیز بشرح الوجیز، کتاب الطہارۃ، ج4، ص132,133، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے اس حدیث کی بنا پر جو ابو جہیم انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان أن یقف أربعین خیر لہ من أن یمر بین یدیہ)) (ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو ضرور وہ چالیس تک رکنے کو آگے گزرنے سے بہتر جانے، متفق علیہ)" (الکافی فی فقہ الامام احمد، باب موقف الامام والمأموم فی الصلاۃ، ج1، ص304، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

گزرنے کی ممانعت کہاں سے ہے اور مسجد کبیر و مسجد صغیر کا فرق

میدان اور بڑی مسجد میں مصلّی کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا ناجائز ہے۔موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں اگر سترہ نہ ہو۔

(درمختار، فروع مشی المصلی مستقبل القبلۃ ہل تفسد، ج1، ص634، دار الفکر، بیروت ☆ فتاوی ہندیہ، الفصل الاول فیما یفسدہا، ج1، ص104، دار الفکر، بیروت)

نمازی کے آگے سُترہ ہو یعنی کوئی ایسی چیز جس سے آڑ ہو جائے، تو سُترہ کے بعد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(درمختار، فروع مشی المصلی مستقبل القبلۃ ہل تفسد، ج1، ص634، دار الفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے:

نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع میں ہے اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز......

رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے، فاضلِ قہستانی نے لکھا، چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس (40) گز مکسر سے کم ہو فی ردالمحتار (قولہ ومسجد صغیر)ھو اقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وھو المختار کما اشار الیہ فی الجواھر۔(ردالمحتار میں ہے کہ چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو ساٹھ گز سے کم ہو، بعض نے چالیس گز کہا اور مختار یہی ہے جیسا کہ اس کی طرف جواہر میں اشارہ ہے۔)

اقول یہاں گز سے گزِ مساحت مراد ہونا چاہئے لانہ الالیق بالممسوحات کماقالہ الامام قاضی خاں فی الماء فھھنا ھو المتعین بالاولی۔(کیونکہ ممسوحات کے یہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ قاضی خاں نے پانی کے بارے میں کہا، پس یہاں بطریق اولیٰ یہی متعین ہوگا۔) اور گز مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے کما بیناہ فی بعض فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے بعض فتاوی میں اسے بیان کیا ہے۔) تو اس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے سے چون گز سات گرہ کا نواں حصہ ہوا کما لایخفی علی المحاسب (جیسا کہ حساب دان پر مخفی نہیں

ہے۔) تو اس زعمِ علامہ پر ہمارے گز سے چون (54) گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوئی اور ساڑھے چون گز مسجد کبیر، یہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اس میں ان کا اتباع کیا۔

اقول مگر یہ شبہہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا، عبارتِ جواہر الفتاوٰی در بارہ دار ہے نہ کہ در بارہ مسجد، مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز، کما بیّناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔) واللہ تعالٰی اعلم۔ (فتاوی رضویہ، ج7، ص254 تا 257، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ایک اور مقام پر ہے:

تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام دو مسئلوں میں مسجد صغیر و کبیر میں فرماتے ہیں: ایک مسئلہ صحت اقتدا و اتصال صفوف کہ مسجد بقعہ واحدہ ہے اس میں امام و مقتدی کا فصل مانع صحت اقتدا نہیں اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی یا صف قریب باب ہو مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام و صف میں اتنا فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکیں تو اقتدا صحیح نہ ہوگی۔ دوسرے مسئلہ اثم مرور پیش مصلی (نماز کے آگے سے گزرنے کے گناہ کا مسئلہ) کہ مسجد میں دیوار قبلہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں حائل نہ ہو ہاں مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلی جب خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ موضع سجود پر جمائے رہے تو اس حالت میں جہاں تک اس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جمائی جائے اس سے کچھ آگے بڑھتی ہے وہاں تک گزرنا ممنوع و ناجائز ہے اس سے آگے روا، ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے، باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہوں۔

اما ما وقع فی القہستانیۃ عند ذکر المسجد الصغیر، ھو اقل من ستین ذراعا، وقیل من اربعین وھو المختار، کما اشار الیہ فی الجواھر وفی الطحطاوی قولہ او بمسجد کبیر ھو ما کان اربعین ذراعا فاکثر والصغیر ما کان اقل من ذلک وھو المختار قہستانی عن الجواھر وفی الشامیۃ۔ بمثلہ بالسند المذکور (قہستانیہ میں مسجد صغیر کے تذکرہ میں جو ہے کہ وہ ساٹھ گز سے کم ہوتی ہے بعض کے نزدیک چالیس گز، یہی مختار ہے۔ اسی کی طرف جواہر میں اشارہ ہے۔ طحطاوی میں ہے کہ اس کا قول "یا مسجد کبیر جو چالیس گز یا اس سے زائد ہو اور صغیر وہ ہے جو اس سے چھوٹی ہو، یہی مختار ہے"۔ قہستانی عن الجواہر اور شامیہ میں سند مذکور کے ساتھ اسی طرح ہے)

فرایتنی کتبت علیہ فیما علقت علی ردالمحتار مانصہ اقول وباللّٰہ التوفیق یظھر لی ان ھذا عطاء بن

الحاصل ههنا فی الصغیر والکبیر ماتقدم فی الکتاب (اعنی ردالمحتار عن الامداد)فی مسئلة الفصل المانع عن الاقتداء انه لایمنع الافی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس وذلك لانهم عللو کراهة المروربین یدیه فی المسجد الصغیر الی جدارالقبلة بان المسجد بقعة واحة کما فی شرح الوقایة وفی شرحنا هذاوقد ذکر محشینا فی تقریره مسألة الفصل لمانع فقال بخلاف المسجد الکبیر فانه جعل فیه مانعا الخ فانظر ای کبیر ذلك ماهو الاالکبیر جدا کمسجد القدس،وما ذکر القهستانی عن الجواهر فانما کان فی الدار فی مسئلة الفصل لافی المسجد کما مرت عمارة الجواهر (حیث قال العلامة المحشی)فی القهستانی:البیت کالصحراء والاصح انه کالمسجد، ولهذا یجوزالاقتداء فیه بلا اتصال الصفوف کما فی المنیة اه ولم یذکر حکم الدارفلیراجع،لکن ظاهر التقیید بالصحراء والمسجد لکبیرجداان الدار کالبیت تامل،ثم رأیت فی حاشیة المدنی عن جواهر الفتاوی ان قاضی خاں سئل عن ذلك ،فقال، اختلفوا فیه، فقدره بعضهم بستین ذراعاوبعضهم قال ان کانت اربعین ذراعافهی کبیرة والا فصغیرة، هذاهو المختار اه وحاصله ان الدار الکبیرة کالصحراء والصغیرة کالمسجد، وان المختار فی تقدیر الکبیرة اربعون ذراعا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ردالمختار کے حاشیہ میں لکھا: میں کہتا ہوں: اللہ کی توفیق سے مجھ پر یہ واضح ہوا کہ یہ خطاوغلط ہے بلکہ صغیر وکبیر مسجد میں حاصل وہی چیز ہے جو اس کتاب میں (یعنی ردالمختار میں امداد کے حوالے سے) اس فصل کے تحت گزرا جو "اقتدا سے مانع کے بیان" میں ہے: اس مسجد میں مانع ہے جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً مسجد قدس کیونکہ فقہاء نے مسجد صغیر میں قبلہ کی جانب نمازی کے آگے سے گزرنے سے منع پر جو علت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ مسجد ایک ہی ٹکڑا کی طرح ہے جیسا کہ شرح الوقایہ اور ہماری اس شرح میں ہے اور ہمارے محشی نے فاصل مانع کو بیان کرتے ہوئے کہا: بخلاف مسجد کبیر کے، کیونکہ اس معاملہ میں اسے ہی مانع بنایا گیا ہے الخ غور کرو بڑی کونسی مسجد ہے وہ وہی ہوگی جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً مسجد قدس، اور جو کچھ قہستانی نے جواہر سے نقل کیا ہے وہ گھر میں مسئلہ فصل کے بارے میں ہے نہ کہ مسجد کے بارے میں، جیسے کہ عبارت جواہر سے گزرا (جہاں علامہ محشی نے کہا) قہستانی میں ہے کہ بیت (کمرہ) میدان کی طرح ہے اور اصح یہ ہے کہ کمرہ، مسجد کی طرح ہوتا ہے اسی لئے اس میں بلا اتصال صفوف بھی اقتدا جائز ہوتی ہے جیسا کہ منیہ میں ہے اھ اور دار (گھر) کا حکم بیان نہیں کیا، چاہے کہ غور کیا جائے لیکن ظاہراً صحرا یا مسجد کبیر کو بہت بڑا قرار دینا آگاہ کررہا ہے کہ دار (گھر) کا حکم بیت (کمرے) والا ہے تامل، پھر میں نے حاشیہ مدنی میں جواہر الفتاوٰی سے دیکھا کہ قاضی خاں سے اس (گھر) کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا اس میں اختلاف ہے، بعض نے ساٹھ گز کہا ہے بعض نے کہا کہ اگر چالیس گز ہو تو بڑا ہے ورنہ چھوٹا، اور یہی مختار ہے اھ حاصل یہ ہے کہ

بڑا دار (گھر) صحرا کی طرح اور چھوٹا مسجد کی طرح ہے اور مختار بڑے گھر کی تقدیر چالیس گز ہے۔

اقول وبهذا تلتئم كلماتهم ولله الحمد۔فان منهم من قيد هذه المسئلة با لمسجد الصغير كمتنا هذا و الغرر و النقاية والكافي والبرجندي عن المنصورية عن الامام قاضي خان وظهير الدين المرغيناني، ومنهم من اطلق كالخلاصة و جوامع الفقه كما في الفتح و المراد واحد فان الصغير احتراز عن الكبير جدا فعامة المساجد في حكم الصغير فساغ الاطلاق لمن اطلق بل اوضحه جدا كلام العلامة الشلبي على التبيين عن الدراية عن شيخ الاسلام ان هذا اعتبار موضع السجود اذا كان في الصحراء اوفي الجامع الذي له حكم الصحراء اما في المسجد فالحد هو المسجد اه فانظر كيف اطلق المسجد واراد به مقابل ذلك الكبير جدا، وايضا تلتئم كلمات الذخيرة فانه ذكر في الفصل الرابع من كتاب الصلوٰة في مسئله المرور الاصح ان بقاء المسجد في ذلك كله على السواء الخ ـو استشهد عليه بكلام محمد المطلق في المساجد، غير المختص قطعاً بما دون اربعين، ثم اعاد المسئلة في الفصل التاسع فقال ان كان المسجد صغيرا يكره في اى موضع يمر و الى هذا اشار محمد في الاصل فذكر ذلك الكلام لمحمد بعينه

فعلم ولله الحمد ان المراد بالمطلق والمقيد واحد وهي المساجد كلها سوى ما يمنع فيه الفصل بصفين الاقتداء ولاينا فيه اطلاق من اطلق و قال انما يأثم بالمرور في موضع السجود كفخر الاسلام وصاحب الهداية والوقاية وغيرهم وذلك لان المساجد كبقعة واحدة فالى جدار القبلة كله موضع السجود كما قاله في شرح الوقاية بل اشار اليه محمد في الاصل كما في الذخيرة فتحصل ولله الحمد ان لاخلاف بينهم وان الممنوع في المسجد المرور مطلقا الى جدار القبلة و في الجامع الكبير جدا والصحراء الى موضع نظر المصلي الخاشع وبه ظهر ان بحث المحقق في الفتح وقع مخالفا للمذهب لما اطبقوا عليه فاغتنمه فان هذا التحرير من فيض القدير فاغتنمه فان هذا التحرير من فيض القدير على العاجز الفقير والله الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه اه ما كتبت عليه والله تعالى اعلم

(اقول (میں کہتا ہوں): اس سے فقہاء کی تمام عبارات میں تطبیق ہوگئی وللہ الحمد، کیونکہ بعض نے اس مسئلہ کو مسجد صغیر کے ساتھ مقید کیا ہے جیسے کہ ہمارے اس متن اور غرر، نقایہ، بحر، کافی، اور برجندی میں منصوریہ سے، انہوں نے قاضی خاں اور ظہیر الدین مرغینانی کے حوالے سے کہا۔ اور بعض نے اس کو مطلق رکھا مثلاً خلاصہ اور جامع الفقہ، جیسا کہ فتح میں ہے اور مراد ایک ہی ہے کیونکہ صغیر ایسی کبیر سے احتراز ہے جو بہت ہی بڑی ہو تو اکثر مساجد صغیر کا حکم رکھتی ہیں تو جس نے مطلق رکھا اس کا اطلاق

جائز ہوگیا بلکہ علامہ شلبی نے تبیین پر درایہ سے شیخ الاسلام کے حوالے سے خوب واضح کیا ہے کہ موضع سجدہ کا اعتبار تب ہوتا ہے جب صحرا ہو یا ایسی جامع مسجد ہو جو حکم صحرا رکھتی ہو، رہا دیگر مسجد کا معاملہ تو وہاں اس کی حد مسجد ہی ہے اھ آپ غور کریں انھوں نے مسجد کو مطلق رکھا اور اس سے مراد ایسی مسجد لی جو بہت ہی بڑی کے مقابل ہو، اور کلماتِ ذخیرہ بھی جمع ہو گئے کیونکہ انہوں نے کتاب الصلوٰۃ کی فصل رابع میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اصح یہ ہے کہ مسجد کے تمام مقامات اس میں برابر ہیں الخ اور اس پر استشہاد امام محمد کے کلام سے کیا جو مساجد کے معاملہ میں مطلق ہے اور چالیس گز سے کم مسجد کے ساتھ ہرگز مخصوص نہیں، پھر نویں فصل میں دہرایا اور کہا اگر مسجد چھوٹی ہو تو ہر جگہ سے گزرنا مکروہ ہے اور اسی کی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا اور امام محمد کی عبارت بعینہٖ نقل کی۔

للہ الحمد اس سے واضح ہوگیا کہ یہاں مطلق اور مقید دونوں سے مراد ایک ہی ہے اور تمام مساجد کا معاملہ مساوی ہے سوا ان کے جن میں دو صفوں کا فاصلہ اقتداء کے لئے مانع ہے اور مطلق کہنے والے کا اطلاق جس نے یوں کہا ہے کہ نمازی کے آگے سے جائے سجدہ پر گزرنے والا گنہگار ہوگا، اس کا یہ اطلاق فخر الاسلام، صاحبِ ہدایہ اور وقایہ وغیرہ کے منافی نہیں ہے، یہ اس لئے کہ مساجد ایک ٹکڑا کی مانند ہوتی ہیں پس وہ قبلہ کی دیوار تک تمام کی تمام موضع سجدہ کا حکم رکھتی ہیں جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے بلکہ اس کی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے للہ الحمد واضح ہوگیا کہ ان کے درمیان اختلاف نہیں اور گزرنا مسجد میں دیوار قبلہ تک مطلقاً ممنوع ہے، اور بہت بڑی جامع مسجد ہو یا صحرا ہو تو پھر خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے نمازی کی نظر کے پھیلاؤ تک آگے سے گزرنا ممنوع ہے، اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ فتح میں محقق کی بحث مذہب متفق علیہ کے خلاف ہے ۔اس تقریر کو غنیمت جان لو کیونکہ اس عاجز فقیر پر رب قدیر کا عطیہ ہے، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد کثیر مبارک اور طیب ہے، وہ ختم ہوا جو میں نے وہاں لکھا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم) (فتاوی رضویہ، ج8، ص78 تا 84، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فوائد حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

(1) اس میں علم کی طلب کرنے اور اس کے بارے میں سوال کرنے کا بیان ہے۔

(2) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ کسی مصروفیت یا کسی اور وجہ سے سوال کرنے میں کسی کو نائب بنانا درست ہے۔

(3) اور یہ بھی ہے کہ ان کا قول خبر واحد کے لیے ہے جو کہ واحد سے ہی مروی ہے۔

(4) اور اس حدیث میں صحابی سے روایت لینے اور ان سے حدیث کے سننے کی قدرت کے باوجود نزول اختیار کر کے

تابعی سے روایت لینے اور حدیث سننے میں ان کا تسامح بھی ہے۔

(5) اس بات کا بھی احتمال کہ زید بن خالد نے انہیں اس لئے بھیجا ہوتا کہ انہوں معلوم ہو کہ حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہے، پھر زید بن خالد ان سے مل کر حدیث کو اخذ کریں اور پہلی بات الفاظ کی جہت سے زیادہ ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ تو اگر ان کا ارادہ معلوم کرنے کا ہوتا کہ کیا ان کے پاس اس حوالے سے کوئی علم ہے تو ضرور وہ یہ پوچھنے کے لئے بھیجتے کہ کیا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے گزرنے کے حوالے سے کوئی بات سنی ہے یا نہیں کیونکہ یہ الفاظ وہ استعمال کرتا ہے کہ جسے سننے میں شک ہو اور پہلے الفاظ وہ استعمال کرتا ہے کہ جسے سننے کا یقین ہو۔

(المنتقی شرح الموطا، التشدید فی ان یمر احد بین یدی المصلی، ج1، ص275، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

(1) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا مذموم ہے اور اس کا فاعل مرتکب گناہ ہے۔

(2) اور علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں گزرنے کے حرام ہونے پر دلیل ہے کیونکہ حدیث میں سخت ممانعت اور سخت وعید ہے پس وہ گزرنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں: تو جو انہوں نے ذکر کیا تو اس بنا پر نمازی کے آگے سے گزرنا کبیرہ گناہوں سے شمار کیا جائے۔

(3) اور اس کی حد بندی میں اختلاف کیا گیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ جب وہ اس کے اور اس کی سجدہ کی مقدار کے درمیان سے گزرے تو گناہ گار ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے اور سترہ کے درمیان تین ذراع کے فاصلے سے گزرے، اور ایک قول ہے کہ ان دونوں کے درمیان پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہو اور تحقیق اس بارے میں مکمل گفتگو گزر چکی ہے۔

(4) علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے اس فرمان "اگر وہ جانتا" سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ گزرنے کا گناہ اس کے ساتھ خاص ہے جو اس کے ممنوع ہونے کو جانتا ہو اور اس کا ارتکاب کرے۔ بعض نے اس حدیث کے بارے میں "قلت" کے بعد کہا: اس میں کوئی بعد نہیں ہے کیونکہ "لو" شرط کے لئے ہے پس حکم مذکور اس شرط کے پائے جانے کی صورت میں ہی مترتب ہوگا۔

(5) اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ممانعت ہر نمازی کے لئے عام ہے اور بعض کے اس ممانعت کو امام یا منفرد کے ساتھ خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(6) اور اس حدیث سے علم کی طلب اور اس کے لئے کسی کو بھیجنا بھی مستفاد ہوتا ہے۔

(7) اور اس میں نائب بنانے کا جواز بھی ہے۔

(8) اور اس حدیث میں بعض علما کا بعض سے علم اخذ کرنا بھی ثابت ہے۔

(9) اور اس میں یہ بھی ہے کہ سند کے اعلیٰ پر قدرت کے باوجود نزول اختیار کرنا بھی جائز ہے کیونکہ زید بن خالد نے بسر بن سعید کو حضرت ابو جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا۔ اگر وہ "سند کے اعلیٰ" کو طلب کرنا چاہتے تو بذاتِ خود حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کی طرف چلے جاتے۔

(10) اور اس میں خبرِ واحد کا قبول کرنا بھی ثابت ہے۔

(عمدۃ القاری، باب اثم المار بین یدی المصلی، ج4، ص294,295، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت پر احادیث و آثار

(1) حضرت ابو جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ يَعْلَمُ المَارُّ بَيْنَ يَدَيِ المُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لاَ أَدْرِي، أَقَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ شَهْرًا، أَوْ سَنَةً)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ ضرور چالیس تک کھڑا رہنے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔ ابو النضر کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ کیا انہوں چالیس سال فرمایا یا چالیس مہینہ یا چالیس سال۔

(صحیح بخاری، باب اثم المار بین یدی المصلی، ج1، ص108، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

یہی حدیث پاک مسند البزار میں یوں ہے: ((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ كَانَ لَأَنْ يَقُومَ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ ضرور چالیس سال تک کھڑا رہنے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔ (مسند البزار، ما اسند زید بن خالد الجہنی الخ، ج9، ص239، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ)

یہ دونوں احادیث نقل کرنے کے بعد امام اہلسنت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں: "قلت والاحاديث يفسر بعضها بعضا" ترجمہ: میں کہتا ہوں احادیث آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج7، ص45 تا 49، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ مَا لَهُ فِي أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَخِيهِ مُعْتَرِضًا فِي الصَّلَاةِ كَانَ لَأَنْ يُقِيمَ مِائَةَ عَامٍ، خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْخَطْوَةِ الَّتِي خَطَاهَا)) ترجمہ: اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ اپنے بھائی کی نماز میں حائل ہوتے ہوئے سامنے سے گزرنے میں اس کے لئے کیا گناہ ہے تو وہ سو سال کھڑا رہنے کو ایک قدم اٹھانے سے بہتر جانتا۔

(سنن ابن ماجہ، باب المرور بین یدی المصلی، ج1، ص304، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

اس میں سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم رکھنے سے بہتر فرمایا۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لئے سو (100) سال فرمائے گئے۔

(فتاوی رضویہ، ج7، ص45 تا 49، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((انَّ الَّذِی یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیِ الرَّجُلِ وَھُوَ یُصَلِّی عَمْدًا، یَتَمَنّٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنَّہٗ شَجَرَۃٌ یَابِسَۃٌ)) ترجمہ: بے شک وہ جو جان بوجھ کر کسی شخص کے سامنے سے گزرتا ہے حالانکہ وہ نماز پڑھ رہا ہے، قیامت والے دن تمنا کرے گا کہ وہ کوئی سوکھا ہوا درخت ہوتا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ احمد، ج2، ص262، دار الحرمین، القاہرہ)

(4) رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّی لَاَحَبَّ اَنْ یَنْکَسِرَ فَخِذُہٗ وَلَا یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْہِ)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانتا (کہ اس پر کیا گناہ ہے) تو وہ اپنی ران کے ٹوٹ جانے کو سامنے سے گزر جانے سے بہتر جانتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کان یکرہ ان یمر الرجل بین یدی الرجل، ج1، ص253، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(5) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

((لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّی مَاذَا عَلَیْہِ کَانَ یَقُوْمُ حَوْلًا خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ذٰلِکَ اِذَا لَمْ یَکُنْ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّی سُتْرَۃٌ)) ترجمہ: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو سال کھڑا رہنے کو گزر جانے سے بہتر جانتا جبکہ نمازی کے آگے کوئی سترہ نہ ہو۔ (مصنف عبد الرزاق، باب المار بین یدی المصلی، ج2، ص20، المکتب الاسلامی، بیروت)

(6) حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں:

((کَانَ اَبُوْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیُّ، قَائِمًا یُصَلِّی، فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ ھِشَامٍ یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْہِ فَمَنَعَہٗ وَاَبٰی اِلَّا اَنْ یَمْضِیَ، فَدَفَعَہٗ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَطَرَحَہٗ فَقِیْلَ لَہٗ: وَتَصْنَعُ ھٰذَا بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ: وَاللّٰہِ لَوْ اَبٰی اِلَّا اَنْ آخُذَہٗ بِشَعْرِہٖ لَاَخَذْتُ)) ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے تو عبد الرحمن بن حارث بن ہشام ان کے سامنے سے گزرا تو ابو سعید رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا اور عبد الرحمن نے انکار کیا مگر یہ وہ گزر جائے تو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے انہیں روکا اور دور ہٹایا تو ان سے کہا گیا: آپ عبد الرحمن کے ساتھ یوں کرتے ہیں! تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! اگر وہ نہ رکتا تو مجھے اگر اس کے بال بھی پکڑنا ہوتے تو میں ضرور پکڑتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان یکرہ ان یمر الرجل بین یدی الرجل، ج1، ص253، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(7) حضرت ایوب فرماتے ہیں:

((قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ: أَدَعُ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيَّ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَإِنْ أَبَى؟ قَالَ: فَمَا تَصْنَعُ؟ قُلْتُ: بَلَغَنِي أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ لَا يَدَعُ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ: إِنْ ذَهَبْتَ تَصْنَعُ صَنِيعَ ابْنِ عُمَرَ دُقَّ أَنْفُكَ)) ترجمہ: میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کیا میں اپنے آگے سے گزرنے والے کو چھوڑ دوں؟ تو فرمایا: نہیں۔ تو میں نے کہا پس اگر وہ انکار کرے تو؟ فرمایا پس تو کیا کرے گا؟ میں نے عرض کی مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے سامنے سے گزرنے والے کو نہ چھوڑا کرتے تھے۔ فرمایا: اگر تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرح کرنے جائے تو تیری ناک توڑ دی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کان یکرہ ان یمر الرجل بین یدی الرجل، ج1، ص253، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(8) حضرت غافقی کہتے ہیں:

((سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ لَأَنْ يَكُونَ الرَّجُلُ رَمَادًا يُذْرَى خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ رَجُلٍ يُصَلِّي مُتَعَمِّدًا)) ترجمہ: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: آدمی کے لئے اڑتی ہوئی راکھ ہو جانا کسی نمازی کے آگے سے جان بوجھ کر گزرنے سے بہتر ہے۔

(التمہید، الحدیث الاول، ج21، ص149، وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، المغرب)

(9) حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

((لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يُخْسَفَ بِهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ دھنسا دیئے جانے کو اس کے آگے گزرنے سے بہتر جانے۔ (مؤطا امام مالک، الاعظمی، التشدید فی ان یمر احد بین یدی المصلی، ج2، ص216، مؤسسۃ زاید بن سلطان، ابوظبی امارات)

(10) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((لو یعلم المار بین یدی المصلی ما یصیب من الإثم ما مر أحد بین یدی أحد وهو یصلی)) ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو کوئی بھی کسی کے آگے سے نہ گزرے اس حال میں کہ نماز پڑھ رہا ہو (فتح الباری لابن رجب، باب اثم المار بین یدی المصلی، ج4، ص94، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، مدینہ منورہ)

(11) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((الْمَارُ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي أنقص من الْمَمَرِ عَلَيْهِ وَكَانَ إِذَا مر أحد بَيْن يَدَيْهِ الْتَزَمَهُ حَتَّى يرده)) ترجمہ: نمازی کے آگے سے گزرنے والا جس پر گزر رہا ہے اس کے حق میں کمی کرنے والا ہے۔ اور جب کوئی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرتا تو اس کی گردن پکڑ لیتے حتی کہ اسے واپس لوٹا دیتے۔ (عمدۃ القاری، باب اثم المار بین یدی المصلی، ج4، ص294، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 247

مَا جَاءَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

(اس بارے میں کہ نماز کو کوئی شے نہیں توڑتی)

337۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ قَالَ :حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ :حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كُنْتُ رَدِيفَ الفَضْلِ عَلَى أَتَانٍ، فَجِئْنَا " وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ بِمِنًى، قَالَ :فَنَزَلْنَا عَنْهَا فَوَصَلْنَا الصَّفَّ، فَمَرَّتْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ، فَلَمْ تَقْطَعْ صَلَاتَهُمْ " وَفِي البَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَالفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ،قَالَ ابو عيسى :وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، "وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ، قَالُوا :لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ"، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ، وَالشَّافِعِيُّ "

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: میں ایک گدھی پر فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے بیٹھا تھا تو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس حال میں آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو "منٰی" میں نماز پڑھا رہے تھے۔حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :تو ہم گدھی سے نیچے اتر کر صف میں مل گئے تو وہ گدھی ہمارے سامنے سے گزری لیکن ہماری نماز نہ ٹوٹی۔اور اس باب میں حضرت سیدتنا عائشہ ،حضرت فضل بن عباس اورحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔اوران کے بعد جو تابعین ہیں وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ نماز کو کوئی شے نہیں توڑتی اورامام سفیان ثوری اورامام شافعی رحمہما اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔

تخریج حدیث 337:(صحیح البخاری،کتاب الصلوۃ،باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ،حدیث493،ج1،ص105،دارطوق النجاۃ☆صحیح مسلم،کتاب الصلوۃ،باب سترۃ المصلی، حدیث504،ج1،ص361،داراحیاء التراث العربی،بیروت☆سنن ابی داؤد،کتاب الصلوۃ،باب من قال الحمار لایقطع الصلوۃ،حدیث715،ج1،ص190،المکتبۃ العصریہ،بیروت)

باب نمبر 248

مَا جَاءَ أَنَّهُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ إِلَّا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ

(اس بارے میں کہ نماز کو صرف کتا، گدھا اور عورت ہی توڑتے ہیں)

338۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَنْصُورُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ وَلَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ كَآخِرَةِ الرَّحْلِ، أَوْ كَوَاسِطَةِ الرَّحْلِ: قَطَعَ صَلَاتَهُ الْكَلْبُ الأَسْوَدُ وَالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ"، فَقُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ: مَا بَالُ الأَسْوَدِ مِنَ الأَحْمَرِ مِنَ الأَبْيَضِ؟ فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي سَأَلْتَنِي كَمَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: الْكَلْبُ الأَسْوَدُ شَيْطَانٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَالْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، قَالَ ابو عيسىٰ: حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَيْهِ قَالُوا: يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ الأَسْوَدُ"، قَالَ أَحْمَدُ: الَّذِي لَا أَشُكُّ فِيهِ أَنَّ الْكَلْبَ الأَسْوَدَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ، وَفِي نَفْسِي مِنَ الْحِمَارِ وَالْمَرْأَةِ شَيْءٌ"، قَالَ إِسْحَاقُ: لَا

حدیث: حضرت عبد اللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ نماز پڑھے اور اس کے سامنے کجاوے کے پچھلے حصے یا درمیانی حصے کی طرح کچھ نہ ہو تو اس کی نماز کو کالا کتا، عورت اور گدھا توڑ دیں گے۔ تو میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کالے کتے کا سرخ کتے اور سرخ کا سفید کے مقابلے میں کیا معاملہ ہے؟ (یعنی ان میں کیا فرق ہے) تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے بھتیجے! تو نے مجھ سے وہی سوال کیا ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "کالا کتا" شیطان ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابوسعید خدری، حضرت حکم غفاری، حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم اسی طرف گئے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نماز کو گدھا، عورت اور کالا کتا توڑ دیتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ مسئلہ کہ جس میں مجھے شک نہیں وہ یہ ہے کہ کالا کتا نماز کو توڑ دیتا ہے اور گدھے اور عورت سے نماز ٹوٹنے کے امام اسحاق رحمہ اللہ

يَقْطَعُهَا شَيْءٌ إِلَّا الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ　　فرماتے ہیں: نماز کو سوائے کالے کتے کے کوئی بھی شے نہیں توڑتی۔

تخریج حدیث 338: (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب قدر ما یستر المصلی، حدیث 510، ج 1، ص 365، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب ما یقطع الصلوۃ، حدیث 702، ج 1، ص 187، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب التشدید فی المرور بین یدی المصلی، حدیث 756، ج 2، ص 66، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب ما یقطع الصلوۃ، حدیث 952، ج 1، ص 306، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف القرطبی الباجی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک میں نماز کے قطع ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو کر نمازی کا اس سے بے رغبتی اختیار کرنا جس پر توجہ لازم ہے اور حدیث پاک کا مقصد ان چیزوں میں مشغول ہونے سے دور رکھنا ہے، اس پر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث پاک ہے۔ (المنتقی شرح الموطا، سترۃ المصلی فی السفر، ج1، ص278، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((نماز کو توڑ دیتی ہے)) یعنی نماز میں توجہ اور کمال کو ختم کر دیتی ہیں۔ اور کبھی یہ نماز کے ٹوٹنے کی طرف بھی لے جاتی ہیں اور اس حدیث میں سترہ کے نصب کرنے پر ابھارنے میں مبالغہ ہے۔ **((عورت، گدھا اور کتا))** اور ان کو خاص کرنے کی وجہ کو شارع علیہ السلام کی رائے مبارک کی طرف سپرد کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔ ''میرک'' نے ''ازھار'' سے نقل کرتے ہوئے کہا: ان چیزوں کے نماز کو توڑنے سے مراد نمازی کے دل کا خشوع وخضوع اور نماز میں توجہ سے اور اس کی زبان کا تلاوت اور ذکر سے اور اس کے بدن کا نماز کے معاملہ جس بات کی محافظت ضروری ہے اس سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے۔ اس کے بعد والی تین احادیث سے دلیل پکڑتے ہوئے اور اسی (کو مراد لینے) پر اکثر علما ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب السترۃ، ج2، ص644، دار الفکر، بیروت)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ وَادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ)) (ترجمہ: نماز کو کوئی بھی شے نہیں توڑتی اور آگے سے گزرنے والے کو دور کرو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو پس بے شک وہ شیطان ہے) اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا، کہا گیا ہے کہ عورت وغیرہ کے گزرنے سے نماز کے ٹوٹنے والی حدیث اس حدیث کی بنا پر منسوخ ہے۔ اور اس بات کو ابن الملک نے ذکر کیا لیکن تاریخ کی معرفت کے حوالے سے انہوں نے توقف کیا۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب السترۃ، ج2، ص647، دار الفکر، بیروت)

علامہ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

علامہ خطابی کہتے ہیں اس بات کا احتمال ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ والی حدیث کی یہ تاویل کی جائے کہ جب یہ چیزیں نمازی کے سامنے سے گزریں گی تو اسے اللہ عزوجل کے ذکر سے قطع کر دیں گی اور اس کے دل کو نماز کی رعایت کرنے سے

غافل کر دیں گی تو یہ بات نماز کو قطع کرنے کے معنی میں ہے نہ کہ اس سے مراد اصلاً نماز کا باطل ہونا ہے حتی کہ نماز کے اعادہ کو واجب کہا جائے۔ اور جس احتمال کو علامہ خطابی نے حکایت کیا، اسی کو علامہ نووی رحمہ اللہ نے "خلاصہ" میں جمہور علماء سے حکایت کیا کہ بے شک انہوں نے بھی نماز کے ٹوٹنے کی تاویل ذکر اور خشوع کے ٹوٹنے سے کی ہے۔ صاحب "مفہم" نے جمہور علما سے اس بات کو حکایت کیا کہ بے شک انہوں نے یہ تاویل کی کہ یہ ان چیزوں میں مشغول ہونے کے سبب نماز کے ٹوٹنے اور فاسد ہونے کے خوف میں مبالغہ ہے اور وہ یہ کہ عورت فتنہ میں مبتلا کرے گی اور گدھا رینکے گا اور کتا خوفزدہ کرے گا پس نمازی کی فکر اس بارے میں تشویش میں مبتلا ہو گی حتی کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ تو جب یہ چیزیں قطع نماز کی طرف لے جانے والی ہیں تو ان کو بھی نماز کو توڑنے والی قرار دے دیا جیسا کہ تعریف کرنے والے کے حق میں فرمایا کہ تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی یعنی تو نے اس کے ساتھ ایسا فعل کیا جس سے اس کی ہلاکت کو خوف ہے تو گویا وہ ایسا ہی ہو گا کہ اس کی گردن کاٹ دی گئی۔

(طرح التثریب فی شرح التقریب، حدیث بئس ما عدلتمونا بالکلب والحمار، ج2، ص391، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی (متوفی 1122ھ) فرماتے ہیں:

علما کا ان احادیث پر عمل کے حوالے سے اختلاف ہے تو امام طحاوی وغیرہ اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ بے شک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور جو ان کی حدیث کے موافق احادیث ہیں وہ صحیحین میں موجود حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر منسوخ ہیں، اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں ذکر کیا گیا کہ کتا اور گدھا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں۔ تو سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ((شَبَّهْتُمُونَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةٌ)) (ترجمہ: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں سے تشبیہ دے دی ہے اللہ عزوجل کی قسم! تحقیق میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بے شک میں پلنگ پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان کروٹ پر لیٹی ہوئی تھی) اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا نَائِمَةٌ إِلَى جَنْبِهِ فَإِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي ثَوْبُهُ وَأَنَا حَائِضٌ)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو کی جانب آرام کر رہی تھی پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے مبارک مجھے چھوتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی) اور اس بات پر اعتراض کیا گیا ہے کہ نسخ کی طرف اس وقت پھیرا جائے گا جب تاریخ معلوم ہو اور جمع کرنا متعذر ہو اور یہاں تاریخ محقق نہیں ہے اور جمع کرنا بھی متعذر نہیں۔ اور امام شافعی وغیرہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قطع نماز کی قطع خشوع کی تاویل کی طرف مائل ہوئے ہیں نہ کہ نماز سے نکلنے کی طرف۔ اور اس کی تائید وہ حدیث پاک کرتی ہے کہ جس میں کالے کتے کی تقیید کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب دیا گیا کہ وہ شیطان ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر شیطان

نمازی کے آگے سے گزر جائے تو وہ اس کی نماز فاسد نہیں کرتا جیسا کہ ماقبل میں حدیث گزر چکی کہ ((اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ فَاِذَا قُضِیَ التَّثْوِیبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِہٖ)) (ترجمہ: جب نماز کے لئے اقامت کہی جاتی ہے کہ تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے تو جب اقامت مکمل ہو جاتی ہے تو وہ آ جاتا ہے حتی کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔) (شرح الزرقانی علی المؤطا، باب الرخصۃ فی المرور بین یدی المصلی، ج1، ص541,542، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرہ)

کسی چیز کے آگے سے گزرنے سے نماز کا ٹوٹنا، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی483ھ) فرماتے ہیں:

اور اگر نمازی کے سامنے سے کوئی گزرنے والا مرد یا عورت یا گدھا یا کتا گزرے تو وہ ہمارے نزدیک اس کی نماز کو فاسد نہیں کرتا اور اصحاب ظواہر کہتے ہیں: عورت اور گدھے اور کتے کا نمازی کے سامنے سے گزرنا اس کی نماز کو فاسد کر دیتا ہے، حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((یقطع الصلاۃ المرأۃ والحمار والکلب)) (ترجمہ: نماز کو عورت، گدھا اور کتا توڑ دیتے ہیں) اور بعض روایات میں فرمایا: کالا کتا۔ تو پوچھا گیا: اور کالے کتے کا دوسرے کی بہ نسبت کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ اشکال مجھے بھی ہوا تھا تو میں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس بارے میں سوال کیا تو ارشاد فرمایا: ((الکلب الأسود شیطان)) یعنی کالا کتا شیطان ہے۔

ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا یقطع الصلاۃ مرور شیء وادرء وا ما استطعتم)) (ترجمہ: نماز کو کسی شے کا گزرنا نہیں توڑتا اور آگے سے گزرنے والے کو دور کرو جتنی تم استطاعت رکھو)

(2) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عروہ سے فرمایا: اے عروہ! اہلِ عراق کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز عورت، گدھے اور کتے سے ٹوٹ جاتی ہے تو سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: ((یا أھل العراق والشقاق والنفاق قرنتمونی بالکلاب والحمیر، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل وأنا معترضۃ بین یدیہ کاعتراض الجنازۃ)) (ترجمہ: اے عراق، شقاق اور نفاق والو! تم نے مجھے کتے اور گدھے کے ساتھ ملا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور میں ان کے سامنے یوں ہوتی تھی جس طرح کے جنازہ (امام کے سامنے

)ہوتا ہے)

(3)اوراس بات پر کہ عورت کا گزرنا نماز کونہیں توڑتا،دلیل وہ حدیث ہے جو یوں مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھا رہے تھے پس عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشارہ فرمایا تو وہ رک گئے پھر زینب رضی اللہ عنہا نے سامنے سے گزرنا چاہا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے رکنے کا اشارہ فرمایا لیکن وہ نہ رکیں تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا:وہ زیادہ غلبہ پانے والیاں ہیں،صاحبات یوسف ہر کریم اور لئیم پر غلبہ پالیتی ہیں۔

(4)اوراس بات پر دلیل کہ گدھے اور کتے کا گزرنا نماز کونہیں توڑتا،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے،فرماتے ہیں:((زرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع أخي الفضل علی حمار في البادیة فنزلنا فوجدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلي فصلینا معه والحمار یرتع بین یدیه)) میں نے اپنے بھائی فضل کے ساتھ اس حال میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کہ میں جنگل میں گدھے پر سوار تھا پس ہم نیچے اترے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے پایا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی اور گدھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چر رہا تھا۔

(مبسوط للسرخسی،باب الحدث فی الصلاۃ،ج1،ص191،دار المعرفۃ،بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی(متوفی 463ھ)فرماتے ہیں:

"نمازی کے آگے سے گزرنے والی کوئی بھی شے نماز کونہیں توڑتی۔"

(الکافی فی فقہ اہل المدینۃ،باب سترۃ المصلی،ج1،ص209،مکتبۃ الریاض الحدیثۃ،ریاض)

شوافع کا موقف:

علامہ یحیی بن ابی الخیر یمنی شافعی(متوفی 558ھ)فرماتے ہیں:

اگر نمازی کے سامنے سے کوئی گزرنے والا گزرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔امام احمد و اسحق رحمہما اللہ فرماتے ہیں:اگر نمازی کے سامنے سے کالا کتا گزرے یا حائضہ عورت گزرے یا گدھی گزرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((لا یقطع صلاۃ المرء شيء، فادرؤوا ما استطعتم)) ترجمہ:آدمی کی نماز کو کوئی شے نہیں توڑتی پس اسے اپنی استطاعت کے مطابق دور کرو۔

(البیان فی مذہب الامام الشافعی،فرع المرور بین یدی المصلی والتوجہ لوجہ،ج2،ص158،دار المنہاج،جدہ)

حنابلہ کا موقف:

علامہ عمر بن حسین بن عبداللہ خرقی حنبلی فرماتے ہیں:

اور نماز کو نہیں توڑتا مگر سیاہ کالا کتا۔ (مختصر الخرقی،باب الامامۃ،ج1،ص30،مطبوعہ دار الصحابۃ للتراث)

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

اور نماز کو نہیں توڑتا مگر کالا سیاہ کتا، وہ جس میں سوائے کالے کے کوئی رنگ نہیں ہوتا، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((إذا قام أحدكم يصلي، فإنه يستره مثل آخرة الرحل، فإن لم يكن بين يديه مثل آخرة الرحل، فإنه يقطع صلاته الحمار والمرأةوالكلب الأسود قلت:يا أبا ذر،ما بال الكلب الأسود،من الكلب الأحمر، من الكلب الأصفر؟ قال:يا ابن أخي، سألت رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كما سألتني فقال:الكلب الأسود شيطان)) (ترجمہ: جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو وہ کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مثل لکڑی سے سترہ کر لے تو اگر اُس نمازی کے سامنے کجاوے کی پچھلی لکڑی کی مثل سترہ نہ ہو تو بے شک گدھا اور عورت اور کالا کتا اس کی نماز کو قطع کر دیں گے۔ میں نے کہا اے ابوذر! کالے کتے کا سرخ، پیلے کے مقابلے میں کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے مجھ سے کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کالا کتا شیطان ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت اور گدھے کا گزرنا حدیث پاک کی بنا پر نماز کو توڑ دیتا ہے اور مشہور اول ہی ہے کیونکہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:((عدلتمونا بالكلب والحمار، لقد كان رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يصلي صلاته في الليل كلها، وأنا معترضة بينه وبين القبلة)) (ترجمہ: تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا، بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان ہوتی تھی)، متفق علیہ۔ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:((أتانا النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ونحن في بادية فصلى في صحراء ليس بين يديه سترة وحمارة لنا وكلبة يعبثان بين يديه فما بالى ذلك)) (ترجمہ: ہمارے پاس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم جنگل میں تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحرا میں نماز ادا فرمائی یوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سترہ نہیں تھا اور ہمارا گدھا اور کتیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پرواہ نہ کی) اس حدیث پاک کو

ابوداؤد نے روایت کیا۔

اگر کتا نمازی کے سامنے کھڑا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ اس کا حکم گزرنے والے کی طرح ہے کیونکہ نمازی کے سامنے وہ چیز ہے جو گزرنے والے سے مشابہ ہے۔ اور دوسری یہ کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ کھڑا ہونے والے کا حکم گزرنے والے کے حکم کے مخالف ہے، اس دلیل کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی جانب نماز پڑھا کرتے تھے اور نماز ادا فرماتے تھے جبکہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا قبلہ کی جانب موجود ہوتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (سامنے موجود ہونے کو) کو گزرنے کی طرح نہیں سمجھتے تھے۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب موقف الامام والماموم فی الصلاۃ، ج1، ص304,305، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر 249

مَا جَاءَ فِی الصَّلَاۃِ فِی الثَّوْبِ الوَاحِدِ

(ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں)

339۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ قَالَ:حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ ہِشَامِ ہُوَ ابْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِیہِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِی سَلَمَةَ أَنَّہُ، رَأَی رَسُولَ اللَّہِ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی فِی بَیْتِ أُمِّ سَلَمَةَ مُشْتَمِلًا فِی ثَوْبٍ وَاحِدٍ ، وَفِی البَابِ عَنْ أَبِی ہُرَیْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَسَلَمَةَ بْنِ الأَکْوَعِ، وَأَنَسٍ، وَعَمْرِو بْنِ أَبِی أَسِیدٍ، وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، وَأَبِی سَعِیدٍ، وَکَیْسَانَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، وَأُمِّ ہَانِءٍ، وَعَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ، وَطَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ، وَصَامِتٍ الأَنْصَارِیِّ،قَالَ ابو عیسیٰ :حَدِیثُ عُمَرَ بْنِ أَبِی سَلَمَةَ حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ ، "وَالعَمَلُ عَلَی ہَذَا عِنْدَ أَکْثَرِ أَہْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، وَمَنْ بَعْدَہُمْ مِنَ التَّابِعِینَ، وَغَیْرِہِمْ قَالُوا:لَا بَأْسَ بِالصَّلَاۃِ فِی الثَّوْبِ الوَاحِدِ ، وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَہْلِ العِلْمِ: یُصَلِّی الرَّجُلُ فِی ثَوْبَیْنِ

حدیث:حضرت سیدنا عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ ،حضرت جابر، حضرت سلمہ بن اکوع ،حضرت انس ،حضرت عمرو بن ابو اسید، حضرت عبادہ بن صامت،حضرت ابو سعید،حضرت کیسان ، حضرت ابن عباس ،حضرت عائشہ،حضرت ام ہانی ،حضرت عمار بن یاسر،حضرت طلق بن علی اور حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور اسی پر اکثر اہل علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور ان کے بعد تابعین وغیرہ کا عمل ہے،انہوں نے فرمایا:ایک کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ۔اور بعض اہل علم نے فرمایا: آدمی دو کپڑوں میں نماز پڑھے۔

تخریج حدیث336:(صحیح البخاری،کتاب الصلوۃ،باب الصلوۃ فی الثوب الواحد،حدیث354،ج1،ص80،دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم،کتاب الصلوۃ،باب الصلوۃ فی ثوب واحد ،حدیث 517،ج1،ص 368،داراحیاء التراث العربی،بیروت ☆سنن ابی داؤد،کتاب الصلوۃ،باب جماع اثواب ما یصلی فیہ ،حدیث 628،ج1،ص169، المکتبۃ العصریہ،بیروت ☆سنن نسائی،کتاب القبلۃ،باب الصلوۃ فی الثوب الواحد،حدیث764،ج2،ص70،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،بیروت)

شرح حدیث

حدیث پاک کے الفاظ مختلفہ

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"مسلم کی روایت میں ہے:((مشتملاً بہ واضعا طرفیہ علی عاتقیہ)) (ترجمہ: کپڑے کو اپنے پورے جسم پر لپیٹے ہوئے تھے یوں کہ اس کی دونوں طرفیں اپنے دونوں کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔) اور حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:((متوشحا بہ)) (کپڑا اپنے ہوئے تھے۔) حدیث کے الفاظ "مشتمل"، "متوشح" اور "المخالف بین طرفیہ" ان سب کا معنی اس مقام پر ایک ہی ہے۔ اور بخاری کے الفاظ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یوں ہیں:((أن النبی علیہ السلام صلی فی ثوب واحد قد خالف بین طرفیہ)) (ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی جس کی دونوں طرفیں ایک دوسرے کے مخالف تھیں) اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:((فی بیت أم سلمۃ ألقی طرفیہ علی عاتقیہ)) (ترجمہ: حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کی دونوں طرفیں اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لی تھیں۔) اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:((واضعا طرفیہ علی عاتقیہ)) (ترجمہ: کپڑے کے دونوں طرفوں کو اپنے دونوں کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔)"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب جماع اثواب ما یصلی فیہ، ج3، ص156، مکتبۃ الرشد، ریاض)

حدیث الباب سے مستنبط شدہ مسئلہ

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں.

"اس حدیث پاک سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب جماع اثواب ما یصلی فیہ، ج3، ص156، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہے اور اس میں کوئی خلاف نہیں ہے مگر وہ جو اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا گیا ہے اور مجھے اس کی صحت معلوم نہیں ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ بے شک دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے اور حدیث کا مطلب ہے کہ بے شک دو کپڑوں پر ہر ایک قادر نہیں ہوتا پس اگر ان کو

ضروری قرار دیا جائے تو وہ شخص نماز سے عاجز آ جائے گا جو دو کپڑوں سے عاجز ہے اور اس میں حرج ہے اور تحقیق اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ (پارہ 17، سورہ حج، آیت 78) بہر حال نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا تو کسی وقت وہ دوسرا کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے تھا اور کسی وقت میں کپڑے کے ہوتے ہوئے بیانِ جواز کے لئے ہوتا تھا جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے جاہل لوگ دیکھیں گے وگرنہ دو کپڑے افضل ہیں۔" (شرح النووی علی مسلم، باب الصلاۃ فی ثوب واحد الخ، ج 4، ص 231، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ایک کپڑے میں نماز، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی (متوفی 683ھ) فرماتے ہیں:

"تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے: قمیص، ازار اور عمامہ۔ اور اگر ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز ادا کی جائے تو جائز ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک دو کپڑے پاتا ہے؟ (یہ اس وقت فرمایا) جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں اس سے لپٹے ہوئے ہمیں نماز پڑھائی تحقیق اس کی دونوں طرفیں مخالف تھیں) اور عورت کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ ایک کپڑے سے اپنے سر اور تمام بدن کو ڈھانپ لے۔ اور صرف شلوار میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے: ((أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ)) (ترجمہ: بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو ایسے کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جس کا کوئی حصہ اس کے کندھے پر نہ ہو۔ ((صحیح بخاری، باب الصلاۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ، ج 1، ص 81، مطبوعہ دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب الصلاۃ فی ثوب واحد، ج 1، ص 368، دار احیاء التراث العربی، بیروت)) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صرف شلوار میں نماز پڑھنا اہلِ جفا کے فعل کے مشابہ ہے اور ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھنا جفا سے بعید ہے اور قمیص اور ازار میں (نماز پڑھنا) لوگوں کی عادت ہے۔" (الاختیار لتعلیل المختار، باب ما یفعل قبل الصلاۃ، ج 1، ص 45، مطبعۃ الحلبی، القاہرہ)

فتاویٰ رضویہ میں موجود ایک فارسی فتویٰ کا ترجمہ وخلاصہ کچھ یوں ہے:

امام اہل سنت امام احمد رضا خان حنفی سے سوال ہوا کہ "نمازی ایک چادر اس طرح پہنتا ہے کہ پہلے اس کا نصف حصہ اپنی پشت پر ڈالتا ہے اور اس کے دونوں کونوں کو بغلوں کے نیچے سے باہر لا کر اس کی جانب کو دائیں کاندھے اور اس کے دائیں

حصے کو بائیں کاندھے پر ڈالتا ہے حتیٰ کہ اس کے دونوں کونے بھی پشت دسرین تک پہنچ رہے ہوتے ہیں اس حالت میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟"

تو جواباً ارشاد فرمایا:

جائز ہے کیونکہ بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ)) ترجمہ: میں نے حضرت ام سلمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کی دونوں اطراف آپ کے کاندھوں پر تھیں۔

(صحیح بخاری، باب الصلاۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ، ج 1، ص 80، مطبوعہ دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب الصلاۃ فی ثوب واحد، ج 1، ص 368، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، فرماتے ہیں: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ)) ترجمہ: میں نے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو آدمی ایک کپڑے میں نماز ادا کرے اسے چاہئے کہ وہ اس کی دونوں اطراف کو مخالف سمت میں ڈال لے۔

(صحیح بخاری، باب الصلاۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ، ج 1، ص 81، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

شیخ محقق دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

اس کپڑے کی دائیں طرف جو کپڑا دائیں کاندھے پر ہے بائیں پر ڈال دے اور بائیں کاندھے کی طرف کو بائیں کے نیچے سے نکال کر دائیں کاندھے پر ڈال دے اس کے بعد دونوں اطراف کو سینہ پر باندھ لے، غالباً دونوں کو سینہ پر باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کے کنارے طویل نہ تھے اور اس کے گر جانے کا خطرہ تھا، اور اگر اطراف لمبے ہوں تو باندھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ فقرائے یمن کا لباس ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض شارحین کی عبارت میں اس قید کا ذکر نہیں ہو اللہ تعالیٰ اعلم۔

(اشعۃ اللمعات، باب الستر، الفصل الاول، ج 1، ص 344، مطبوعہ نوریہ رضویہ، سکھر ☆ فتاوی رضویہ، ج 7، ص [illegible]، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"صرف پائجامہ پہنے بالائی حصہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بایں معنیٰ تو ہو جاتی ہے فرض ساقط ہو گیا، مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے نہ پھیرے تو دوسرا گناہ سر پر آتا ہے، ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لَا يُصَلِّيْ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ)) رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہرگز تم میں

کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اسے امام بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(صحیح بخاری، باب اذا صلی فی الثوب الواحد الخ، ج 1، ص 81، مطبوعہ دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب الصلاۃ فی ثوب واحد الخ، ج 1، ص 368، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

خطیب بغدادی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: ((نھی رسول الله صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاۃِ فِی السَّرَاوِیلِ وَحْدَھَا)) (یعنی صرف پائجامہ سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔)

(تاریخ بغداد، احمد بن محمد ابو جعفر یعرف، ج 6، ص 342، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

خلاصہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے: "لو صلی مع السراویل و القمیص عندہ یکرہ" (اگر کسی نے فقط شلوار میں نماز ادا کی حالانکہ اس کے پاس قمیص موجود ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔)

(فتاوی ہندیہ، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ و ما لا یکرہ، ج 1، ص 106، مطبوعہ نورانی کتب خانہ، پشاور ☆ فتاوی رضویہ، ج 6، ص 640 تا 644، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حنابلہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

اور مرد (چاہے آزاد ہو یا غلام) کی نماز دو کپڑوں میں مسنون ہے، جیسا کہ قمیص، چادر یا ازار اور شلوار، ان میں سے بعض نے اس بات کو اجماعاً ذکر کیا۔ ایک جماعت کہتی ہے: سر کو چھپانے کے ساتھ۔ اور امام اس میں زیادہ مبالغہ کرے کیونکہ اس کی اقتدا کی جاتی ہے۔ اور امام احمد کی دلیل ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے، فرمایا: ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اہلِ کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((تَسَرْوَلُوا وَاتَّزِرُوا وَخَالِفُوا أَھْلَ الْکِتَابِ)) (ترجمہ: شلوار پہنو اور تہبند پہنو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو) اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور قمیص پہننا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں (ستر کے حوالے سے) زیادہ مبالغہ ہے پھر چادر، پھر تہبند یا شلوار۔

اور نفل میں مرد کا ستر عورت کافی ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں ایک کپڑے میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے جس کا بعض حصہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں پر ہوتا تھا اور ایک کپڑا کندھوں کو چھپانے کے ساتھ ساتھ اس کے لئے کافی نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ خلوت اور اپنے گھر میں انسان کی عادت کم لباس کی ہی ہوتی ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر نفل گھر میں ہی پڑھا کرتے تھے تو اسی بنا پر نفل نماز میں اس حوالے سے نرمی برتی گئی ہے جیسا کہ اس میں ترکِ قیام وغیرہ کے حوالے سے نرمی برتی گئی ہے۔ فرض میں مرد کے لیے لباس کے ذریعے دونوں کندھوں

میں سے ایک کے تمام کا چھپا ہونا شرط قرار دیا گیا ہے، حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کی بنا پر، وہ حدیث یہ ہے: ((لَا يُصَلِّي الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ)) (ترجمہ: آدمی ایک کپڑے میں نماز ادا نہ کرے یوں کہ اس کے کندھے پر اس کپڑے میں سے کچھ نہ ہو۔) اس حدیث پاک کو شیخین نے روایت کیا۔

(شرح منتہی الارادات، باب ستر العورۃ، ج1، ص150،151، مطبوعہ عالم الکتب)

شوافع کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

اور مرد کے لئے دو کپڑوں میں نماز ادا کرنا مستحب ہے قمیص اور چادر یا قمیص اور شلوار اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا صلى أحدكم فليلبس ثوبيه فإن الله تعالى أحق من يزين له)) (ترجمہ: جب تم میں کوئی ایک نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ دو کپڑے پہنے پس بے شک اللہ عزوجل اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کے لئے زینت اختیار کی جائے)

جس کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو اسے چاہیے کہ جب نماز پڑھے تو تہبند باندھ لے اور یہود کی طرح اشتمال نہ کرے (یعنی کپڑا اپنے پورے وجود کے گرد گھما کر نہ لپیٹے) پس اگر ایک کپڑے میں نماز کا ارادہ کرے تو قمیص میں نماز ادا کرنا اولی ہے کیونکہ وہ ستر میں زیادہ عام ہے کیونکہ وہ ستر عورت بھی کر دیتی ہے اور کندھوں پر بھی ہوتی ہے پس اگر قمیص زیادہ کھلی ہو اس طرح کہ جب وہ نظر کرے تو اسے اپنی شرم گاہ نظر آئے تو اس پر بٹن لگا لے۔ اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سلیمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے روایت کی، فرماتے ہیں: ((قلت یا رسول اللہ إنا نصید فنصلی فی القمیص الواحد؟ قال: نعم ولتزرہ ولو بشوکۃ)) (ترجمہ: میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! بے شک ہم شکار کرتے ہیں پس ہم ایک ہی قمیص میں نماز ادا کرلیں؟ تو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اس پر بٹن لگا لو اگرچہ کانٹے کے ذریعے ہو) پس اگر وہ بٹن نہ لگائے اور اپنے کندھے پر کپڑا ڈال لے تو بھی جائز ہے کیونکہ اس سے بھی ستر عورت حاصل ہو جاتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کی نماز صحیح نہیں۔

اور اگر قمیص تنگ ہو تو بٹن کھول کر نماز ادا کرنا جائز ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی، فرماتے ہیں: ((رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی محلول الإزار)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو کھلے ہوئے بٹنوں کے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔) پس اگر قمیص نہ ہو پس چادر اولی ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے

ستر عورت ممکن ہے اور اس سے اتنا کپڑا ابھی باقی رہے گا جسے وہ اپنے کندھوں پر ڈال لے گا پس اگر چادر بھی نہ ہو تو پھر تہبند شلوار سے اولی ہے کیونکہ تہبند اس سے جدا ہوتا ہے پس وہ اعضا کو واضح نہیں کرتا اور شلوار ان کو واضح کر دیتی ہے اور اگر تہبند تنگ ہو تو اسے باندھ لے، کھلا ہو تو اسے لحاف بنا کر اوڑھ لے اور اس کی دنوں طرفوں کو مخالف سمت اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لے جیسا کہ دھوبی پانی میں کرتے ہیں، کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا صليت وعليك ثوب واحد فإن كان واسعاً فالتحف به وإن كان ضيقاً فاتزر به)) (ترجمہ: جب تو ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اگر وہ وسیع ہو تو اسے اوڑھ لے اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند بنا لے) اور حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في ثوب واحد ملتحفاً به مخالفاً بين طرفيه على منكبيه)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں اس حال میں لپٹے ہوئے دیکھا کہ اس کی دونوں طرفیں آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے کندھوں پر موجود تھیں۔

اگر کپڑا تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لے یا شلوار میں نماز پڑھے پس مستحب ہے کہ اس کا کچھ حصہ اپنے کندھے پر ڈال لے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((لا يصلين أحدكم في ثوب واحد ليس على عاتقه منه شيء فإن لم يجد ثوباً يطرحه على عاتقه طرح حبلاً حتى لا يخلو من شيء)) (ترجمہ: تم سے کوئی بھی ایک کپڑے میں یوں نماز ادا نہ کرے کہ اس کے کندھے پر اس میں سے کچھ نہ ہو پس اگر کندھے پر ڈالنے کے لئے کوئی کپڑا نہ ہو تو اسے اس طرح گھما کر ڈال لے کہ کوئی شئے بھی اس سے خالی نہ ہو۔

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب ستر العورۃ، ج1، ص125,126، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

جامع مسجد میں چادر اور شلوار پہن کر نماز پڑھنے کے حوالے سے سوال کیا گیا تو فرمایا: نہیں اللہ عزوجل کی قسم! شلوار میں نماز ادا کرنا ضرور قبیح ہے۔ تو ان سے کہا گیا آپ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کہ اگر وہ چادر کو بغل کے نیچے سے نکالے تو نماز پڑھے؟ تو انہوں نے فرمایا: شلوار لوگوں کا لباس نہیں ہے اور انہوں نے اسے مکروہ قرار دیا۔ فرمایا: اور صرف ضعیف لوگ ہی یوں کرتے ہیں اور جو لوگ نکلتے ہیں ان کا لباس شلواریں نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ قمیص کے نیچے ہوتی ہے۔ فرمایا: اور تحقیق میں شلوار پہنا کرتا ہوں تو اسے قمیص کے نیچے ہی پہنا کرتا ہوں (کیونکہ) بے شک حیاء ایمان سے ہے۔ قاضی فرماتے ہیں: یہ اسی طرح

ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا: اگر وہ چادر پہنے اور اس کو شلوار پر لپیٹ لے نہ کہ قمیص تو یہ وہ ہیئت ہے جو لباس میں قبیح بھی جاتی ہے اور اسے صرف ضعیف لوگ ہی کرتے ہیں کیونکہ شلوار جسم کو واضح کرتی ہے اور ستر نہیں کرتی جیسا کہ ازار ستر کرتا ہے وہ جس کا بعض، بعض سے لپٹ جاتا ہے۔

لہٰذا کسی کے لئے بھی جامع مسجد میں قمیص چھوڑ کر صرف شلوار یا چادر میں نماز ادا کرنا درست نہیں ہے، چادر پہنے یا اسے بغل کے نیچے سے ڈال کر لپیٹ لے اور اگر وہ اسے بغل کے نیچے سے ڈال کر لپیٹ لے تو معاملہ ہلکا ہے کیونکہ اس میں ستر زیادہ ہے کیونکہ اچھے لباس کے ذریعے نماز میں خوبصورتی اختیار کرنا مشروع ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ (پارہ 8، سورۃ الاعراف، آیت 31) اور امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اس کی معنی یہ ہے یہ کہ تم ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو۔ تو آپ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا تو کیا گھر کی مساجد کا بھی یہی حکم ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ((إذا أوسع الله عليكم فأوسعوا على أنفسكم جمع رجل عليه ثيابه)) (ترجمہ: جب اللہ عزوجل نے تم پر وسعت کی تو تم بھی اپنے اوپر وسعت کرو آدمی اپنے اوپر اپنے کپڑوں کو جمع کرنے۔) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام نافع کو اس وقت فرمایا جب آپ نے اسے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا: ((إذا صليت فخذ عليك ثوبا آخر، فإن الله أحق من تجملت له .)) (ترجمہ: جب تو نماز پڑھے تو اپنے اوپر ایک اور کپڑا لے پس بے شک اللہ عزوجل اس بات کو زیادہ حق دار ہے کہ اس کے لئے خوبصورتی اختیار کی جائے۔) یہی تمام اہلِ علم کے ہاں مختار و مستحب ہے اور اگر وہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرے خواہ وہ تہبند ہو، قمیص ہو یا شلوار ہو تو اس کی نماز اسے کفایت کرے گی۔ اور اشہب سے مروی ہے کہ جو صرف شلوار میں نماز ادا کرے اور اس کے پاس کپڑے ہوں تو وقت میں نماز کا اعادہ کرے۔

(البیان والتحصیل، الصلاۃ فی المسجد الجامع الخ، ج 1، ص 447، 448، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 250

مَا جَاءَ فِي ابْتِدَاءِ الْقِبْلَةِ

(قبلہ کی ابتدا کے بارے میں)

340۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ:حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ:لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ، أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى :(قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)، فَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، وَكَانَ يُحِبُّ ذَلِكَ، فَصَلَّى رَجُلٌ مَعَهُ الْعَصْرَ، ثُمَّ مَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ:هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّهُ قَدْ وَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ، قَالَ :فَانْحَرَفُوا وَهُمْ رُكُوعٌ، وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعُمَارَةَ بْنِ أَوْسٍ، وَعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ، وَأَنَسٍ،قَالَ ابو عيسیٰ :حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ،وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَان

حدیث:حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا:جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ نماز ادا کی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف نماز ادا کرنا محبوب تھا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾"ترجمہ کنزالایمان :ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔" (البقرۃ،آیت144) تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی محبوب تھا تو ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز ادا کی پھر وہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت پر گزرا تو وہ عصر کی نماز میں بیت المقدس کی طرف رخ کئے ہوئے رکوع میں تھے تو انہوں نے (اس جماعت سے) فرمایا کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ بے شک انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کو رخ کئے ہوئے تھے۔تو وہ فرماتے ہیں: تو وہ لوگ حالتِ رکوع میں ہی کعبہ کی طرف پھر گئے۔اور اس باب میں حضرت ابن عمر

الثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ

341۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ :حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :كَانُوا رُكُوعًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ ،قَالَ ابو عيسى :وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ

حضرت ابن عباس، حضرت عمارہ بن اُوس، حضرت عمرو بن عوف المزنی اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں ۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ابو اسحاق رحمہ اللہ سے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: صحابہ کرام علیہم الرضوان صبح کی نماز میں حالتِ رکوع میں تھے ۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث340:(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان، حدیث399، ج1،ص88، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب تحویل القبلۃ من القدس ،حدیث 525،ج 1،ص 374،داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب فرض القبلۃ ،حدیث 488،ج 1،ص 242،مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب القبلۃ ،حدیث1010 ،ج1،ص322، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث341:

شرح حدیث

قبلہ کی تبدیلی

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرمایا: "سب سے پہلے اللہ عزوجل نے قرآن میں جس چیز کو منسوخ فرمایا تو وہ قبلہ ہے اور یہ اس لئے کہ بے شک جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں اکثر یہود رہائش پذیر تھے تو اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو یہود اس سے خوش ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اور کچھ اوپر مہینہ اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کو پسند فرماتے تھے اور اللہ عزوجل سے دعا کرتے تھے اور اس قبلہ کی طرف نظر فرمایا کرتے تھے تو اللہ عزوجل نے ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ (ترجمۂ کنزالایمان: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔) سے لے کر ﴿فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ (ترجمۂ کنزالایمان: اوراے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔) (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 144) تک آیت کریمہ نازل فرمائی۔

تو یہود اس حوالے سے شک میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے کہا کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے تو اللہ عزوجل نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی ﴿قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تم فرمادو کہ پورب پچھم (مشرق ومغرب) سب اللہ ہی کا ہے۔ (پارہ 2، سورۃ البقرۃ، آیت 142) اور ارشاد فرمایا: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ (پارہ 1، سورۃ البقرۃ، آیت 115) اور فرمایا ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اوراے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ (پارہ 2، سورۃ البقرۃ، آیت 142) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تاکہ اہلِ یقین، شک والوں سے جدا ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی۔ (پارہ 2، سورۃ البقرۃ، آیت 142) یعنی قبلہ

کی تحویل شک والوں پر بھاری ہے نہ کہ خاشعین پر یعنی جو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا اس کی تصدیق کرنے والوں پر۔

(الاستذکار، باب وقوت الصلاۃ، ج 1، ص 19، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بیت المقدس کی طرف پڑھی گئی نمازوں کے بارے میں سوال:

بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں جن صحابہ نے وفات پائی ان کے رشتہ داروں نے تحویل قبلہ کے بعد ان کی نمازوں کا حکم دریافت کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اطمینان دلایا گیا کہ ان کی نمازیں ضائع نہیں ان پر ثواب ملے گا، چنانچہ ارشاد ہوا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے بیشک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر والا ہے۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 143)

کعبہ معظمہ کے قبلہ بننے کے محبوب ہونے کی وجوہات:

علامہ عبد الرحمٰن ابن جوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت اللہ کا قبلہ ہونا محبوب تھا۔ تین چیزیں اس کا سبب تھیں۔

(1) ان میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک یہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے۔ اس بات کو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا۔

(2) دوسری چیز یہ ہے کہ یہود کی مخالفت کی بنا پر۔ یہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

(3) اور تیسری بات یہ ہے بیت اللہ کی طرف منہ کرنا گزشتہ ایام میں اس گھر والے کی عبادت میں داخل تھا اور گزشتہ ایام میں یہی بیت اللہ معمول بہ تھا نہ کہ بیت المقدس۔

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند البراء بن عازب، ج 2، ص 247، دار الوطن، ریاض)

علامہ فخر الدین محمد بن عمر رازی (متوفی 606ھ) فرماتے ہیں:

(4) یہود کہا کرتے تھے کہ یہ ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی اتباع کرتے ہیں، اگر ہم نہ ہوتے تو یہ نہ جانتے کہ کدھر رخ کرنا ہے تو یوں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ناپسند ہوا۔

(5) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز (بیت اللہ کو قبلہ بنانا) کو عرب کے جھکاؤ اور ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنا سکتے تھے۔

(6) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو محبوب رکھتے تھے کہ یہ شرف اس مسجد کو حاصل ہو جو آپ کے شہر اور جائے پیدائش

میں تھی نہ کہ کسی دوسری مسجد کو۔ (تفسیر کبیر ملخصا، سورۃ البقرۃ، آیت 144، ج4، ص94، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مہینہ اور دن کونسا تھا

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"اور علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربیع الاول کے مہینہ میں مدینہ میں داخل ہوئے اور اس بات میں علما کا اختلاف ہے کہ کس مہینہ میں تحویلِ قبلہ ہوئی، اس میں تین اقوال ہیں:

(1) ایک قول یہ ہے کہ 15 رجب پیر والے دن قبلہ تبدیل ہوا۔ حضرت براء بن عازب اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہما اس کے قائل ہیں۔

(2) دوسرا قول یہ ہے کہ 15 شعبان کو قبلہ کی تبدیلی ہوئی۔ حضرت قتادہ اس بات کے قائل ہیں۔ محمد بن حبیب کہتے ہیں: قبلہ کی تبدیلی 15 شعبان منگل والے دن ظہر کے وقت ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام بشیر بن براء بن معرور کی ملاقات کو تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے وہاں صبح کا کھانا کھایا اور ظہر کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مسجدِ قبلتین میں ظہر کی نماز دو رکعت شام کی جانب رخ کر کے ادا فرمائی اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوسری رکعت کے رکوع میں قبلہ کی جانب رخ کرنے کو حکم ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ کی طرف گھوم گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کی صفیں بھی گھوم گئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مکمل فرمایا تو اسی بنا پر اس مسجد کا نام قبلتین ہوا۔

(3) اور تیسرا قول یہ ہے جمادی الاُخریٰ کو قبلہ کی تبدیلی ہوئی اس بات کو ابن سلامہ مفسر نے ابراہیم الحربی سے روایت کیا۔" (کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند البراء بن عازب، ج2، ص247,248، دار الوطن، ریاض)

کتنے مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"ابو نعیم کی روایت کے مطابق بغیر شک کے سولہ (16) ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، اور اسی طرح مسلم میں احوص کی روایت ہے اور نسائی میں زکریا بن ابی زائدہ کی روایت ہے۔ اور احمد اور طبرانی کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سترہ ماہ (17) نماز پڑھنا مروی ہے اور علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سولہ ماہ کے صحیح ہونے پر نص کی اور قاضی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سترہ ماہ کے صحیح ہونے پر۔ اور یہی امام ابو اسحٰق، امام ابن المسیب اور امام مالک بن انس رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور ان دونوں اقوال کو جمع کرنا یوں ممکن ہے جنہوں نے "سولہ ماہ" پر جزم کیا تو انہوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کا مہینہ لیا اور اسی

طرح تحویل قبلہ مہینہ لیا اور جوزائد ایام تھے انہیں شمار نہیں کیا اور جنہوں نے "سترہ ماہ" ہونے پر جزم کیا تو انہوں نے ان دونوں مہینوں کے زائد ایام کو بھی شمار کیا اور جس نے شک سے کام لیا تو وہ ان میں متردد رہا، اور یہ یوں ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد بغیر کسی اختلاف کے ربیع الاول میں تھی اور صحیح قول کے مطابق تحویلِ قبلہ ہجرت کے دوسرے سال 15 رجب کو ہوئی۔ اور جمہور نے اسی بات پر جزم کیا اور اس میں دوسری روایات بھی ہیں۔ پس سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ میں "اٹھارہ ماہ" ذکر ہے۔ اور محب طبری نے "تیرہ ماہ" کا قول بھی نقل کیا اور ایک اور روایت میں دو سال کا تذکرہ ہے اور ان دونوں سے بھی زیادہ بعید قول "نو ماہ" اور "دس ماہ" کا ہے اور یہ دونوں قول شاذ ہیں۔"

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب التوجہ نحو القبلۃ الخ، ج 4، ص 135، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تحویل قبلہ کے بعد سب سے پہلی نماز کون سی تھی:

تحویل قبلہ کے بعد کعبہ کی طرف منہ کر کے سب سے پہلے کون سی نماز پڑھی گئی، ایک روایت میں سب سے پہلے کعبہ کی طرف پڑھی جانے والی نماز عصر کی تھی، جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، اور آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کا قبلہ کعبہ بنا دیا جائے، اور آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے جو نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔

(صحیح بخاری، باب قولہ تعالیٰ: سیقول السفہاء الخ، ج 6، ص 21، دار طوق النجاۃ)

ایک روایت میں ظہر کی نماز تھی جیسا کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی سلمہ میں ام بشر البراء بن معرور کی ملاقات کے لیے تشریف لے کر گئے، انہوں نے آپ کے کھانے تیار کیا تھا، جب ظہر کا وقت ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ظہر کی نماز پڑھائی، ابھی دو رکعتیں پڑھائی تھیں، حکم ہوا کہ کعبہ کی طرف پھر جائیں، آپ کعبہ کی طرف پھر گئے، اس لیے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین رکھا گیا۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، صرف القبلۃ عن بیت المقدس الی الکعبۃ، ج 1، ص 186، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ایک روایت میں فجر کی نماز تھی، حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ((بَیْنَمَا النَّاسُ فِی صَلَاۃِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ)) ترجمہ: مسجد قبا میں لوگ جس دوران فجر کی نماز ادا کر رہے تھے کوئی آنے والا آیا اور بتایا کہ رات کو وحی آئی ہے اور انہیں حکم ملا ہے کہ کعبہ کو رخ کر لیں، لہٰذا تم لوگ کعبہ کی طرف رخ کر لو، لوگوں کا رخ شام کی طرف تھا، وہ کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

(صحیح مسلم، باب تحویل القبلۃ الخ، ج1، ص375، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ان تینوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

"تحقیق یہ ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد سب سے پہلے جو نماز پڑھی وہ قبیلہ بنی سلمہ میں ظہر کی نماز تھی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے کر گئے ہوئے تھے، اور تحویل قبلہ کے بعد مسجد نبوی میں عصر کی نماز ادا فرمائی تھی، اور اگلے دن اہل قبا کو فجر کے وقت میں اطلاع ہوئی تو وہاں سب سے پہلے فجر کی نماز پڑھی گئی۔" (فتح الباری لابن رجب، ج1، ص97، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اس روایت میں عصر کی نماز میں تحویل قبلہ واقع ہوا اور ایک دوسری روایت جو کہ بخاری اور مسلم اور نسائی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس میں صبح کی نماز کا ذکر ہے اور ان دونوں روایتوں کے درمیان موافقت یوں ممکن ہے کہ بے شک عصر کے وقت تحویل قبلہ کی خبر اس قوم تک پہنچی جو مدینہ میں نماز پڑھ رہے تھے پھر اہلِ قبا تک اگلے دن کی صبح تک پہنچی کیونکہ یہ لوگ مدینہ کے باہر کے تھے اس لئے کہ قبا مدینہ کے ارد گرد کی آبادیوں میں سے ہے اور مدینہ کے دیہات کے حکم میں ہے۔"

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب التوجہ نحو القبلۃ الخ، ج4، ص135، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسجد کون سی تھی:

اور اس مسجد میں اختلاف ہے کہ جس میں تحویلِ قبلہ ہوئی ہے تو "طبقات" میں ابن سعد کے نزدیک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ظہر کی دو رکعات اپنی مسجد میں پڑھا چکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ حرام کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جانب گھوم گئے اور مسلمان بھی گھوم گئے۔ اور یہ قول بھی ہے کہ قبیلہ بنی سلمہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمِّ بشیر بن براء بن معرور کی ملاقات کو تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا بنایا اور ظہر کا وقت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی جانب گھوم گئے تو (اس بنا پر) اس مسجد کا نام مسجدِ قبلتین رکھ دیا گیا۔ علامہ واقدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہاں نماز ادا کرنا ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ انتہی۔ (شرح الزرقانی علی المؤطا، باب ما جاء فی القبلۃ، ج1، ص667,668، مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ، القاہرہ)

ماقبل میں موجود علامہ ابن رجب حنبلی کی تطبیق کی طرف نظر کی جائے تو تحویل قبلہ مسجدِ قبلتین میں ہوئی۔

نمازِ عصر پڑھنے والے شخص کا نام:

ان کا نام عباد بن بشر ہے اس بات کو ابن بشکوال نے ذکر کیا اور ابو عمر کہتے ہیں: (ان کا نام) عباد بن نھیک ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب التوجہ نحو القبلۃ الخ، ج4، ص135، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

دو مرتبہ نسخ:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

علامہ ابن عربی کہتے ہیں: اللہ عزوجل نے قبلہ کو دو مرتبہ منسوخ فرمایا اور نکاحِ متعہ کو بھی دو مرتبہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت کو بھی دو مرتبہ۔ فرمایا: مجھے ان کے علاوہ چوتھی چیز یاد نہیں۔ ابو العباس عرفی کہتے ہیں: چوتھی چیز اس چیز سے وضو کا ٹوٹنا ہے جسے آگ نے چھوا ہو۔ میں کہتا ہوں: میں نے اس بارے میں نظم لکھی ہے:

وَأَرْبَعٌ تَكَرَّرَ النَّسْخُ لَهَا ... جَاءَتْ بِهَا النُّصُوصُ وَالْآثَارُ

لِقِبْلَةٍ وَمُتْعَةٍ وَحُمُرٍ ... كَذَا الْوُضُوءُ مِمَّا تَمَسُّ النَّارُ

اور چار چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں نسخ مکرر ہے، ان کے بارے میں نصوص و آثار وارد ہوئے ہیں، قبلہ اور متعہ اور گدھوں کے بارے میں، اسی طرح اس چیز سے وضو کرنے کے بارے میں جسے آگ نے چھوا ہو۔

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص168، جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ)

ہجرت مدینہ سے پہلے کس طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے:

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں:

بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنا اللہ عزوجل کے حکم سے تھا صحیح قول کے مطابق اور (یہ) جمہور کا قول ہے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دونوں قبلوں کو جمع کر دیا جائے جیسا کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصائص میں سے اس چیز کو شمار کیا گیا ہے اور یہود کی تالیف کے لئے جیسا کہ ابو العالیہ اس بات کے قائل ہیں برخلاف حسن بصری رحمہ اللہ کے اس قول کے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے اجتہاد سے تھا۔ اور برخلاف طبری کے اس قول کے کہ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ اور بیت المقدس کے درمیان اختیار دیا گیا پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کے ایمان میں طمع رکھتے ہوئے بیت المقدس کو اختیار فرمایا۔"

اور اس بات کو رد کیا گیا ہے اس حدیث کے ذریعے سے جسے ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: "جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہود کی اکثریت بیت المقدس کی طرف منہ کیا کرتے تھے تو اللہ عزوجل نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو یہود اس سے خوش ہو گئے

پس نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سترہ ماہ بیت المقدس کی جانب رخ فرمایا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی جانب رخ کرنے کو پسند کیا کرتے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے اور آسمان کی جانب نظر اٹھایا کرتے تھے۔ پس یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: "ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔" (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 142) پس یہود شک میں مبتلا ہوئے اور بولے: انہیں کس چیز نے اس قبلہ سے پھیرا جس پر وہ تھے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور پورب پچھم (مشرق ومغرب) سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ (پارہ 1، سورۃ البقرۃ، آیت 115)

اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ بیت اللہ کی طرف منہ کرنا یہ مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت تھا لیکن امام احمد نے ایک دوسری سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی: ((كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِمَكَّةَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَالْكَعْبَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے، اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا) اور "حافظ" نے ان کو یوں جمع کیا ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ وہ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے ہی نماز پڑھنے کو برقرار رکھیں۔ طبری نے ابن جریج سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَوَّلُ مَا صَلَّى إِلَى الْكَعْبَةِ ثُمَّ صُرِفَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَهُوَ بِمَكَّةَ فَصَلَّى ثَلَاثَ حِجَجٍ ثُمَّ هَاجَرَ فَصَلَّى إِلَيْهِ بَعْدَ قُدُومِهِ الْمَدِينَةَ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ وَجَّهَهُ اللّٰهُ إِلَى الْكَعْبَةِ)) (ترجمہ: سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی جانب پھیر دیا گیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو مدینہ آنے کے بعد سولہ ماہ تک اسی طرف نماز ادا کی پھر اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ کو کعبہ کی جانب پھیر دیا)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری حدیث میں یہ قول "اور کعبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا۔" ابن ماجہ کی روایت کردہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے ظاہر کے مخالف ہے کہ: ((أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِمَكَّةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ مَحْضًا)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محض بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔)

امام زہری رحمہ اللہ نے اس بارے میں اختلاف نقل کیا کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں کعبہ کو اپنی پیٹھ پیچھے رکھتے

تھے یا اسے اپنے اور بیت المقدس کے درمیان رکھتے تھے پس پہلی صورت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میزابِ رحمت کو اپنے پیچھے رکھتے تھے اور دوسری صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں یمانی رکنوں کے درمیان نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور لوگوں نے گمان کیا کہ " آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں ہمیشہ کعبہ کی طرف رخ کیا کرتے تھے پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کیا پھر اسے منسوخ کر دیا گیا" اور یہ ضعیف بات ہے۔ اور اس سے دومرتبہ نسخ کا دعویٰ کرنا لازم آتا ہے اور پہلی بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے دونوں اقوال کو جمع کیا جا سکتا ہے اور اسی کو حاکم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر صحیح قرار دیا، اھ۔ اور یہ علامہ ابن العربی کے قول کے مخالف نہیں ہے کہ اللہ عزوجل نے قبلہ کو، نکاحِ متعہ کو اور گھریلو گدھوں کے گوشت کو دو دو مرتبہ منسوخ فرمایا۔ اور ان کے علاوہ نے "اس چیز کہ جسے آگ چھوئے اس سے وضوٹوٹنے کو" بھی زائد کیا۔ (یعنی اسے بھی دومرتبہ منسوخ کیا گیا) کیونکہ حافظ کی مراد یہ ہے کہ خاص طور پر بیت المقدس کا منسوخ ہونا متعدد نہیں ہے اور جس چیز کو علامہ ابن العربی نے ثابت کیا وہ فی الجملہ قبلہ کا منسوخ ہونا ہے اس معنی پر ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا پھر اسے بیت المقدس کے ذریعے منسوخ کیا پھر کعبہ کے ذریعے اسے بھی منسوخ کر دیا گیا جیسا کہ اس پر ابن جریج کی روایت بھی دلالت کر رہی ہے۔

(شرح الزرقانی علی الموطا، باب ما جاء فی القبلۃ، ج1، ص667، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرہ)

فوائد حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے درج ذیل احکام کا استنباط ہوتا ہے:

(1) احکام کا منسوخ ہونا جمہور کے ہاں جائز ہے مگر اس گروہ کے ہاں جو اس بات کے قائل نہیں ہیں اور ان کی پرواہ نہیں کی جائے گی۔

(2) اور اس میں جمہور کے ہاں سنت کے قرآن کے ذریعے سے منسوخ ہونے پر دلیل ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اس بارے میں دو قول ہیں۔

(3) اور اس میں خبرِ واحد کے قبول کرنے پر بھی دلیل موجود ہے۔

(4) اور اس سے قبلہ کی جانب نماز پڑھنے کا وجوب ثابت ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ وہ کعبہ معظمہ ہے۔

(5) اور اس میں ایک نماز کا دو جہتوں کی طرف ادا کرنے کا جواز ہے۔

(6) اور یہ بھی کہ منسوخ ہونا مکلف کے حق میں ثابت نہیں مانا جائے گا حتی کہ اس کی خبر اُسے پہنچ جائے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان، ج4، ص136، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود عینی ان فوائد کو "شرح ابی داؤد" میں تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اور اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(1) عقلاً نسخ کا جائز ہونا اور شرعاً اس کا وقوع ہونا اور وہ تمام مسلمانوں کا مذہب ہے، برخلاف یہود لعنۃ اللہ علیہم کے، پس ان کے بعض کے ہاں یہ نقلاً باطل ہے اور وہ اس بنا پر جو تورات میں مذکور ہے کہ "ہفتہ سے استدلال کرو جب تک زمین و آسمان موجود ہیں۔" انہوں نے اس کی نقل کے تواتر کا دعوی کیا اور اس بات کے موسی علیہ السلام سے منقول ہونے کا دعوی کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: "ان کی شریعت کے لئے نسخ نہیں ہے۔"

اور ان کے بعض کے ہاں یہ بات عقلاً باطل ہے، اور تحقیق مسلمانوں میں ابو مسلم اصفہانی سے بھی اس بات کا انکار منقول ہے۔ فخر الاسلام کہتے ہیں: عقدِ اسلام کے ساتھ نسخ کا انکار کرنا متصور نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں: بہر حال عقلاً اس کا جواز یوں ہے کہ (نسخ) نہیں ہوتا مگر مطلق حکم کی مدت کا بیان کرنا وہ جو ہم سے پوشیدہ ہے اور اللہ عزوجل کے ہاں معلوم ہے ایک وقت تک مؤقت ہوتا ہے اور احکام بندوں کے فوائد کے لیے ہوتے ہیں اور زمانے کے اختلاف کے ساتھ تبدیل ہوجاتے ہیں۔ بہر حال نسخ کا شرعاً واقع ہونا تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بہن بھائیوں کا نکاح آدم علیہ السلام کی شریعت میں مشروع تھا اور اسی سے نسل بڑھی اور اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرے گا پھر یہ دوسری شریعت میں منسوخ ہوگیا اور اسی طرح ہفتہ والے دن کام کرنا یہ حضرت سیدنا موسی علیہ السلام کی شریعت سے قبل مباح تھا اور پھر آپ علیہ السلام کی شریعت کے بعد منسوخ کر دیا گیا اور اسی سے اس بات کا جواب بھی مل جاتا ہے جو یہود لعنہم اللہ نے ذکر کی۔

(2) کتاب اللہ کا سنت کے ذریعے سے نسخ اور اس کے عکس کا جائز ہونا۔ اور یہ یوں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کعبہ کی طرف رخ فرمایا کرتے تھے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف رخ فرمایا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور تحقیق سے یہ بات معلوم ہے کہ بیت المقدس کی جانب منہ کرنے کا ثبوت سنت سے ہے کیونکہ یہ قرآن میں صراحتاً نہیں پس اگر کعبہ کی جانب رخ کرنا اولاً کتاب اللہ کی بنا پر ہو تو تحقیق وہ اس سنت کی بنا پر منسوخ ہوا جو بیت المقدس کی جانب رخ کرنے کو واجب قرار دینے والی ہے تو یہ چیز کتاب اللہ کے سنت کے ذریعے منسوخ ہونے پر دال ہے اور اگر سنت کے ذریعے سے ہو تو اس میں شک نہیں بیت المقدس کی جانب رخ کرنا کتاب اللہ سے منسوخ ہے۔

اور وہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تو ضرور ہم

تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ (پارہ2،سورۃ البقرہ،آیت142) تو یہ آیت کریمہ کتاب اللہ کے ذریعے سنت کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ شیخ محیی الدین فرماتے ہیں: اور ہمارے اصحاب وغیرہم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ بیت المقدس کی جانب رخ کرنا قرآن پاک سے ثابت تھا یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے؟ اس بارے میں علامہ ماوردی شافعی نے "حاوی" میں ہمارے اصحاب سے دو وجہیں حکایت کی ہیں۔

قاضی کہتے ہیں: وہ بات کہ جس کی طرف کثیر علما گئے ہیں وہ یہ کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے نہ کہ قرآن سے۔ تو اس بنا پر اس میں اس کے لئے دلیل موجود ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ بے شک قرآن سنت کو منسوخ کر دیتا ہے اور یہی کثیر اصولیوں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے ایک ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول اور ایک گروہ اسی بات کا قائل ہے کہ کتاب اللہ کا سنت کو مسنوخ کرنا درست نہیں کیونکہ سنت کتاب اللہ کو بیان کرنے والی ہے تو کتاب اسنے کیسے منسوخ کر سکتی ہے؟ اور اس گروہ والے حضرات کہتے ہیں کہ بیت المقدس کی جانب رخ کرنا سنت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ وحی کی بنا پر تھا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا۔

(پارہ2،سورۃ البقرہ،آیت142)

اور اسی طرح اس کے عکس کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور وہ ہے قرآن کا سنت کے ذریعے سے منسوخ ہونا ہے تو اکثر نے اس بات کو جائز و درست قرار دیا اور امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک گروہ نے اسے منع کیا۔

(3) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں خبرِ واحد کے ذریعے کتاب اللہ کے منسوخ ہونے کا درست ہونا کیونکہ اہل قبا نماز میں بیت المقدس کی جانب متوجہ تھے تو ایک خبر دینے والے نے خبر دی کہ بے شک قبلہ کعبہ کی جانب تبدیل ہو چکا ہے تو وہ تمام حضرات خبرِ واحد کی بنا پر دورانِ نماز کعبہ کی جانب پھر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ان پر انکار نہ فرمایا، بہر حال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے بعد کا معاملہ تو اس میں خبرِ واحد کے ذریعے کتاب اللہ کا نسخ جائز نہیں ہے بلکہ نسخ اس متواتر کے ذریعے ثابت ہوگا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی جانب منسوب ہو کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ ظاہری کے بعد نصوص قطعیت پر باقی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نصوصِ قطعیہ کے منسوخ ہونے کا احتمال اٹھ چکا ہے لہٰذا نسخ قرآن درست نہیں ہوگا مگر اسی کی مثل قطعی نص کے ذریعے جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کی جانب منسوب ہو تو ناسخ کا ظاہر ہونا اس بات کو واضح کرے گا کہ اس بات کا نسخ، نسخ کے صحیح ہونے کے زمانہ میں تھا اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا زمانہ ہے، ایسا نہیں ہے کہ نسخ کا ثبوت ہمارے زمانے میں ہوا۔

(4) اس سے خبرِ واحد کے قبول کرنے کا ثبوت بھی ہوتا ہے اور اس مسئلہ کی تفصیل پانچ اقسام پر ہے کیونکہ خبرِ واحد

حقوق اللہ میں سے ہوگی یا حقوق العباد سے، پس اگر حقوق اللہ سے ہوتو وہ دو قسموں پر ہے: عبادات اور عقوبات۔ اور اگر وہ حقوق العباد میں سے ہوتو اس کی تین قسمیں ہیں: جس میں محض الزام ہو اور جس میں من وجہ الزام ہو اور من وجہ نہ ہو اور وہ جس میں الزام نہ ہوتو یہ پانچ قسمیں ہیں:

پہلی قسم اور وہ عبادات ہیں، خبر واحد اس میں تعداد کی شرط کے بغیر اور شہادت کے الفاظ بولے بغیر حجت ہے بعد اس کے کہ مخبر میں وہ شرائط موجود ہوں، جن کی رعایت ضروری ہے: اور وہ (مخبر کی شرائط) اسلام، عدالت، عقل اور ضبط کا ہونا ہے۔

دوسری قسم وہ عقوبات کی ہے جیسا کہ حدود اور کفارات۔ پس جمہور اور ہمارے کثیر اصحاب اس جانب گئے ہیں کہ خبر واحد کے ذریعے حدود کو ثابت کرنا جائز ہے اور یہ "امالی" میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے اور یہی امام جصاص رحمہ اللہ کا اختیار کردہ ہے، اور امام کرخی رحمہ اللہ اس جانب گئے ہیں کہ عقوبات کو خبر واحد کے ذریعے سے ثابت کرنا درست نہیں ہے اور اسی بات کی جانب ہمارے بعض متاخرین اصحاب مائل ہوئے ہیں۔

تیسری قسم وہ جس میں الزامِ محض ہے جیسا کہ خرید و فروخت اور ملکیت کے تمام اسباب پس بے شک خبر واحد اس بارے میں دلیل و حجت نہیں ہے بلکہ اس میں عدد کی شرط ہے اور اس کی کم از کم مقدار دو ہے اس بارے میں کہ جس پر مردوں کو اطلاع ہو اور اخبار کی صحت کی تمام شرائط کے ساتھ ساتھ اس میں شہادت کے الفاظ ہونا بھی شرط ہے۔

چوتھی قسم وہ کہ جس میں من وجہ الزام ہو اور من وجہ الزام نہ ہو اور یہ اس عبد ماذون کی مثل ہے کہ جس کو "حَجر" کی خبر دی جائے (کسی شخص کے تصرفاتِ قولیہ روک دینے کو "حجر" کہتے ہیں) یا اس وکیل کی مثل کہ جسے معزولی کی خبر دی جائے یا باکرہ بالغہ کہ جب اسے ولی کے شادی کرانے کی خبر دی جائے تو وہ خاموش رہے یا شفیع کہ جب اسے مشفوعہ گھر کے بکنے کی خبر دی جائے تو وہ شفعہ کی طلب میں خاموشی اختیار کرے یا مولی کہ جب اسے اپنے غلام کی جنایت کی خبر دی جائے تو وہ اسے آزاد کر دے یا وہ جس نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا اور اس نے ہمارے دار (دار الاسلام) کی طرف ہجرت نہ کی تو اسے شرعی احکامات کی خبر دی گئی پس بے شک ان چیزوں کے بارے میں خبریں دینے میں دو مشابہتیں ہیں: یہ من وجہ الزام ہے اور من وجہ الزام نہیں ہے جیسا کہ یہ اپنے مقام پر مشہور و معروف ہے پس اگر مخبر پیغام رساں ہو یا وکیل ہو تو مولی یا مؤکل کی جہت سے خبر دینے میں عدد اور عدالت بالاتفاق شرط نہیں ہے اور اگر فضولی ہو تو صاحبین کے نزدیک حکم اسی طرح ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ نے عدد یا عدالت میں سے ایک کو شرط قرار دیا ہے۔

اور مشائخ کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے کہ ۔۔ دار الحرب میں اسلام لایا تو اسے ایک فاسق نے نماز کے وجوب کی خبر دی تو کیا اس کی خبر کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی جو نمازیں اور روزے فوت ہوئے ان کی قضا لازم ہے؟ تو بعض

مشائخ اس بات کے قائل ہیں کہ اس پر قضا واجب نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس کا تعلق دینی خبروں کے دینے سے ہے اور اس میں بالاتفاق عدالت شرط ہے، شمس الائمہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ سب کے ہاں فاسق کی خبر کی بنا پر قضا لازم ہوگی کیونکہ شرعی احکامات کی خبر دینے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام رساں ہے کیونکہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تبلیغ پر مامور ہے۔

پانچویں قسم وہ ہے کہ جس میں کسی صورت الزام نہیں ہے جیسا کہ وکالات، مضاربات، تحائف، امانتیں اور تجارت میں اذن دینا پس اس قسم میں ہر اس شخص کی خبر معتبر ہے جو نفع اور ضرر میں فرق کرنے والا ہے، اگرچہ مخبر غیر عادل یا بچہ یا کافر ہو جبکہ سننے والے کے دل میں اس کا صدق واقع ہو۔

(5) اس حدیث سے دو جہتوں کی جانب ایک نماز کا جائز ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور یہ اس شخص کے حوالے سے ہے کہ جس پر قبلہ مشتبہ ہو جائے تو وہ تحری کرے اور ایک جانب نماز ادا کرے پھر اسے معلوم ہو کہ اس نے خطا کی ہے اور وہ نماز کی حالت میں ہو تو وہ قبلہ کی جانب گھوم جائے جیسا کہ اہلِ قبا کے معاملہ میں ہے اور اسی طرح مختلف جہات کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنا بھی ثابت ہوتا ہے اس صورت میں کہ جب کوئی شخص اندھیری رات میں کسی قوم کی امامت کروائے تو وہ قبلہ کی تحری کرے اور ایک جانب نماز ادا کرلے اور جو اس کے پیچھے والے ہیں وہ بھی تحری کریں تو ان میں سے ہر ایک، ایک جہت کی جانب نماز ادا کرے اور وہ تمام کے تمام اس کے پیچھے ہوں اور وہ امام کے معاملہ سے واقف نہ ہوں تو ایسا کرنا ان سب کو کفایت کرے کیونکہ ہر ایک اپنی تحری کی جہت کی جانب متوجہ ہے۔ اور شیخ محیی الدین فرماتے ہیں: اس حدیث سے ایک نماز کا دو جہتوں کی طرف پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہمارے اصحاب کے ہاں صحیح ہے اُس شخص کے حوالے سے جو اجتہاد سے ایک جہت کی جانب نماز ادا کرے پھر نماز کے دوران اس کا اجتہاد متغیر ہو جائے تو وہ دوسری جہت کی طرف گھوم جائے حتی کہ اگر اس کا اجتہاد ایک نماز میں چار مرتبہ متغیر ہو تو وہ نماز کی ہر رکعت میں اسی جہت پر ادا کرے تو اصح قول کے مطابق اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

(6) اس حدیث میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ نسخ مکلف کے حق میں ثابت نہیں ہوتا حتی کہ اسے پہنچ جائے اور یہ ظاہر ہے۔ اور اس حدیث کو امام مسلم اور نسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کیا اور اس کے آخر میں یہ زائد کیا: ''اور جو نماز گزر چکی ہے اسے شمار کرو۔'' اور طبرانی اوسط میں ہے: ((نادی منادی النبی علیه السلام: إن القبلة حولت إلی البیت الحرام وقد صلی الإمام رکعتین فاستداروا)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی نے ندا دی کہ بے شک قبلہ بیت الحرام کی جانب تبدیل کر دیا گیا ہے اور تحقیق امام دو رکعتیں پڑھ چکا تھا تو وہ سب بیت الحرام کی جانب گھوم گئے) اور امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان حضرات کے گھومنے میں اس بات پر دلیل ہے کہ جو اللہ عزوجل کے فرض کو جانے اور اسے دعوت نہ پہنچی ہو اور اس

کے لئے اس کے علاوہ سے خبر کا طلب کرنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں فرض اس کے لئے لازم نہیں ہے اسی طرح کوئی شخص دار الحرب میں اسلام لائے یا دار الاسلام میں اسلام لائے اور اس پر فرائض گزریں جنہیں وہ نہ جانتا ہو اور نہ ہی ان کی فرضیت سے واقف ہو پھر بعد میں اس کی فرضیت کو جانے تو علما کے اس بارے میں دو اقوال ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ اگر وہ دار الحرب میں ایسی جگہ ہو کہ جہاں وہ کسی ایسے کو شخص نہ پائے جو اسے اطلاع دے تو اس پر گزرے ہوئے فرائض کی قضا لازم نہیں ہے اور اگر وہ دار الاسلام میں ہو یا دار الحرب میں ہو اور اس کے پاس وہ شخص ہو کہ جس سے وہ سیکھ سکتا ہو تو اس پر گزرے ہوئے فرائض کی قضا لازم ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور دوسرا قول ہے کہ وہ گزرے ہوئے نماز روزوں کی قضا کرے گا اور وہ امام یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (شرح ابی داؤد للعینی، باب من صلی لغیر القبلۃ ثم علم، ج 4، ص 355 تا 360، مکتبۃ الرشد، ریاض)

نسخ کا بیان

نسخ کی تعریف:

علامہ شریف جرجانی (متوفی 816ھ) فرماتے ہیں:

النسخ: فی اللغة عبارة عن التبدیل و الرفع و الإزالة۔ نسخ کا لغوی معنی ہے: تبدیل کرنا، اٹھانا، زائل کرنا۔

(التعریفات للجرجانی، ص 240، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

نسخ کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ علی بن سلطان محمد القاری فرماتے ہیں:

شَرْعًا بَيَانٌ لِانْتِهَاءِ الْحُكْمِ الشَّرْعِيِّ الْمُطْلَقِ۔ مطلق حکم شرعی کی انتہا کے بیان کو شرعاً نسخ کہتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ج 1، ص 277، دار الفکر، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی اس تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نسخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کے لیے ہوتے ہیں، مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لیے ہے، جب میعاد پوری ہو جاتی ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اُٹھا دیا گیا اور حقیقۃً دیکھا جائے تو اُس کے وقت کا ختم ہو جانا بتایا گیا۔ منسوخ کے معنی بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں، یہ بہت سخت بات ہے، احکامِ الٰہیہ سب حق ہیں، وہاں باطل کی رسائی کہاں۔" (بہار شریعت، حصہ 1، ص 34، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان "المعتمد المستند" میں فرماتے ہیں:

"والمطلق یکون فی علم اللہ مؤبداً أو مقیداً، وھذا الأخیر ھو الذی یأتیہ النسخ فیظن أنّ الحکم

تبدیل؛ لأنّ المطلق یکون ظاهره التأبید حتی سبق إلی بعض الخواطر أنّ النسخ رفع الحکم وإنّما هو بیان مدته عندنا وعند المحققین "حکمِ مطلق کا مؤبد یا مقید ہونا علمِ الٰہی میں ہوتا ہے، اس قسمِ اخیر کے لیے جب نسخ آتا ہے تو گمان کیا جاتا ہے کہ حکم تبدیل ہو گیا ہے کیونکہ حکمِ مطلق ظاہراً ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض دلوں میں اس بات نے سبقت کی ہے کہ نسخ رفعِ حکم کو کہتے ہیں، اور وہ تو ہمارے اور محققین کے نزدیک اس کی مدت کا بیان ہے۔ (المعتمد المستند، ص55)

تفسیر صاوی میں ہے:

"النسخ بیان انتهاء حکم التعبد" ترجمہ: حکمِ تعبدی کی انتہا کے بیان کو نسخ کہتے ہیں۔ (تفسیر صاوی، ج1، ص98)

نسخ کا ثبوت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

"وقوعِ نسخ بلاشبہہ قطعیات سے ثابت بلکہ باعتبار شرائع سابقہ ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے"

(فتاوی رضویہ، ج14، ص58، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

"ہم مسلمانوں کے نزدیک نسخ عقلاً جائز اور سمعاً واقع ہے، یہودی اس میں اختلاف کرتے ہیں، ان میں سے بعض عقلاً منع کرتے ہیں اور بعض عقلاً تو درست کہتے ہیں مگر سمعاً منع کرتے ہیں۔

ہم یہود کو الزاماً کہتے ہیں:

(۱) تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کشتی سے نکلتے وقت فرمایا تھا کہ میں نے ہر جانور کو تمہارے اور تمہاری ذریت کے لیے حلال کیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پر بہت سے حیوانات کو حرام قرار دیا۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام بہن کا بھائی سے نکاح کرتے تھے جبکہ موسیٰ علیہ السلام پر اسے حرام قرار دیا گیا۔

(تفسیر کبیر، سورۃ البقرۃ، آیت 106، ج3، ص637، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(۳) یوسف علیہ السلام کی شریعت میں آزار آدمیوں کو غلام بنانا جائز تھا، جو کہ بعد میں منسوخ ہو گیا۔

(۴) پہلے ہفتہ کے دن کا شکار جائز تھا، بنی اسرائیل کو منع کر دیا گیا۔ (عمدۃ القاری، ج1، ص247)

نسخ کی اقسام:

نسخ کی چار اقسام ہیں:

(1) نسخ القرآن بالقرآن (2) نسخ القرآن بالحدیث (3) نسخ الحدیث بالحدیث (4) نسخ الحدیث بالقرآن۔

مفتی احمد یار خان نعیمی نے فرماتے ہیں:

"نسخ کی چار صورتیں ہیں: قرآن کا قرآن سے نسخ، جیسے کفار پر نرمی کی آیتیں آیات جہاد سے منسوخ ہیں، حدیث کا حدیث سے نسخ جیسے زیارۃ قبور از روئے حدیث پہلے منع تھی پھر حدیث ہی نے اس کو جائز کیا، فرماتے ہیں "اَلَا فَـــــزُوْرُوْہَا" قرآن کا نسخ حدیث سے، جیسے سجدہ تحیت حدیث کا نسخ قرآن سے، جیسے بیت المقدس کا قبلہ ہونا حدیث سے تھا اس کا نسخ قرآن سے ہوا۔" (مرآۃ المناجیح، ج1، ص193)

چاروں اقسام امثلہ سمیت کچھ تفصیل کے ساتھ درج ذیل ہیں:

نسخ القرآن بالقرآن:

قرآن کا قرآن سے منسوخ ہونا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ المجادلۃ، آیت 12)

سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جب اغنیاء نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فقراء کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا اور اس حکم پر حضرت علیِ مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا، ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کئے، عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفا کیا ہے؟ فرمایا توحید اور توحید کی شہادت دینا۔ عرض کیا، فساد کیا ہے؟ فرمایا کفر و شرک۔ عرض کیا حق کیا ہے؟ فرمایا اسلام و قرآن اور ولایت جب تجھے ملے۔ عرض کیا حیلہ کیا ہے یعنی تدبیر؟ فرمایا ترکِ حیلہ۔ عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طاعت۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا مانگوں؟ فرمایا صدق و یقین کے ساتھ۔ عرض کیا، کیا مانگوں ؟ فرمایا عاقبت۔ عرض کیا اپنی نجات کیلئے کیا کروں؟ فرمایا حلال کھا اور سچ بول۔ عرض کیا سرور کیا ہے؟ فرمایا جنت۔ عرض کیا راحت کیا ہے؟ فرمایا اللہ کا دیدار۔ جب حضرت علیِ مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی سوائے حضرت علیِ مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔

(تفسیر مدارک وتفسیر خازن،تحت آیۃ المذکورہ)

یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہوا:﴿ءَ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ترجمۂ کنز الایمان: کیاتم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

(سورۃ المجادلۃ،آیت13)

نسخ القرآن بالحدیث:

قرآن کا حدیث پاک سے منسوخ ہونا،جیسا کہ سجدہ تحیت کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور حدیث پاک میں اس کی ممانعت فرمادی گئی۔

ردالمحتار میں ہے:

"اِخْتَلَفُوا فِی سُجُودِ الْمَلَائِكَةِ قِیلَ: كَانَ لِلّٰهِ تَعَالَى وَالتَّوَجُّهُ إِلَى آدَمَ لِلتَّشْرِیفِ، كَاسْتِقْبَالِ الْكَعْبَةِ، وَ قِیلَ: بَلْ لِآدَمَ عَلَى وَجْهِ التَّحِیَّةِ وَالْإِكْرَامِ ثُمَّ نُسِخَ بِقَوْلِهِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ یَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا تَتَارْخَانِیَّةٌ قَالَ فِی تَبْیِینِ الْمَحَارِمِ، وَالصَّحِیحُ الثَّانِی وَلَمْ یَكُنْ عِبَادَةً لَهُ بَلْ تَحِیَّةً وَإِكْرَامًا، وَلِذَا امْتَنَعَ عَنْهُ إِبْلِیسُ وَكَانَ جَائِزًا فِیمَا مَضَى كَمَا فِی قِصَّةِ یُوسُفَ قَالَ أَبُو مَنْصُورٍ الْمَاتُرِیدِیُّ :وَفِیهِ دَلِیلٌ عَلَى نَسْخِ الْكِتَابِ بِالسُّنَّةِ "ترجمہ: یعنی سجدۂ ملائکہ میں علماء کو اختلاف ہوا بعض نے کہا سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے اور بعض نے کہا بلکہ سجدہ ہی آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تحیت وتکریم کے طور پر تھا پھر اس حدیث سے منسوخ ہوگیا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے،اور تبیین المحارم میں فرمایا صحیح قول دوم ہے اور یہ ان کی عبادت نہ تھا بلکہ تحیت وتکریم،ولہذا ابلیس اس سے باز رہا اور سجدہ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ قصہ یوسف علیہ الصلوۃ والسلام میں ہے۔امام اجل علم الہدیٰ امام اہلسنت سیدنا ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس پر دلیل ہے کہ حکم قرآن حدیث سے منسوخ ہوجاتا ہے انتہی۔

(ردالمحتار،باب الاستبراء وغیرہ،ج6،ص383,384،دارالفکر،بیروت)

اس قسم کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"مذہب حنفی میں بیشک آیت حدیث سے منسوخ ہوسکتی ہے کما ھو مصرح فی کتب اصولھم قاطبة (جیسا کہ اصول کی عام کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔) احکام میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا کلام اللہ عزوجل ہی کا کلام ہے تو کلام خدا کلام خدا ہی سے منسوخ ہوا۔ قال اللہ تعالی: ﴿ ومایںطق عن الھوٰی ○ان ھوالاوحی یوحی ○﴾ (یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے وہ تو نہیں مگر وحی کہ بھیجی گئی۔)

(فتاوی رضویہ، ج22، ص497 تا500، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اشکال کا جواب:

ایک حدیث ہے: کلامی لاینسخ کلام الله (میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا)۔

اس روایت کے بارے میں اعلی حضرت فرماتے ہیں:

"کلامی لاینسخ کلام الله (میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا) یہ حدیث ابن عدی ودارقطنی نے بطریق محمد بن داؤد القنطری عن جبرون بن واقد الافریقی روایت کی ابن عدی نے کامل اور ابن جوزی نے علل میں کہا یہ حدیث منکر ہے، ذہبی نے میزان میں کہا: جبرون متہم ہے، اس نے قلت حیا سے یہ حدیث روایت کی، قنطری میں کہا یہ حدیث باطل ہے، افریقی میں کہا یہ حدیث موضوع ہے، امام ابن حجر نے لسان المیزان میں دونوں جگہ ان کے یہ کلام مقرر رکھے۔

(فتاوی رضویہ، ج22، ص497 تا500، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نسخ الحدیث بالحدیث:

حدیث پاک کا حدیث پاک سے منسوخ ہونا، جیسا کہ پہلے زیارتِ قبور کی ممانعت تھی، بعد میں اس کی اجازت دی گئی، ممانعت اور اجازت دونوں کا ثبوت حدیث پاک سے ہے، چنانچہ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے: واللفظ لابن ماجہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا)) ترجمہ: میں تمہیں زیارت قبور سے منع کرتا تھا، قبروں کی زیارت کیا کرو۔

(سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی زیارۃ القبور، ج1، ص501، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

نسخ الحدیث بالقرآن:

اس کی مثال تحویلِ قبلہ والی حدیث پاک ہے جو کہ اس باب میں مذکور ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا، قرآن مجید نے اسے منسوخ کر کے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔

نسخ قرآن بالحدیث اور نسخ الحدیث بالقرآن میں شوافع کا اختلاف:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی فرماتے ہیں:

"قرآن مجید حدیث پاک کو منسوخ کرسکتا ہے یا نہیں، اس میں اکثر اصولیوں کا قول یہ ہے کہ کرسکتا ہے، اس بارے میں امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے کہ کرسکتا ہے اور ایک قول ہے کہ نہیں کرسکتا، اس دوسرے قول کی دلیل ہے کہ حدیث قرآن پاک کو بیان کرنے والی ہے، تو قرآن پاک اسے کیسے منسوخ کرسکتا ہے۔ اسی طرح حدیث پاک قرآن پاک کے حکم کو منسوخ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ کرسکتی ہے جبکہ امام شافعی منع کرتے ہیں۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب تحویل القبلۃ من القدس الی الکعبۃ، ج5، ص9، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

قرآن مجید کے حدیث پاک کو منسوخ کرنے کی مثال گزری کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا، قرآن مجید نے اسے منسوخ کرکے کعبہ کو قبلہ بنادیا۔ اسی طرح حدیث پاک کے قرآن مجید کے حکم کو منسوخ کرنے کی مثل ماقبل میں گزری سجدہ تحیت کے منسوخ ہونے والی۔

یہ دلیل کہ حدیث پاک تو قرآن مجید کے لیے مبین ہے تو ناسخ کیسے ہوسکتی ہے اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ اس طرح تو قرآن مجید کی بعض آیات دوسری بعض آیات کے لیے مبین ہیں یعنی اس کے حکم کی وضاحت کرنے والی ہیں، حالانکہ نسخ القرآن بالقرآن کو وہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

نسخ فی القرآن کی اقسام:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

نسخِ قرآن کی تین صورتیں ہیں:

(1) تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوجائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: (("عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ فَنُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ)) ترجمہ: "عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ" (معلوم دس مرتبہ دودھ پینا) پھر یہ "خمس معلومات" (معلوم پانچ مرتبہ دودھ پینا) سے منسوخ ہوگیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال تک قرآن میں اس کی تلاوت ہوتی رہی۔ (بخاری و مسلم) اس کا ظاہر یہ ہے کہ تلاوت باقی رہی، مگر ایسا نہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ وصال کے قریب تک تلاوت ہوتی رہی یا تلاوت بھی منسوخ ہوگئی تھی، مگر تمام لوگوں تک منسوخ ہونا نہ پہنچا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد، اس لیے وصال اقدس کے بعد بھی بعض لوگ

تلاوت کرتے رہے۔

(2) حکم منسوخ ہو، تلاوت منسوخ نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں۔ (سورۃ الاحزاب، آیت 52)

اس کریمہ میں پہلے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نو (۹) ازواج کے بعد مزید نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا، پھر یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ﴾ اے غیب بتانے والے (نبی)! ہم نے تمہارے لئے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو۔ (سورۃ الاحزاب، آیت 50)

(3) جس کی تلاوت منسوخ ہو، حکم منسوخ نہ ہو، اس کی مثال آیت رجم ہے: ﴿اذا زنا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ترجمہ: شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اگر زنا کریں تو انہیں رجم کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے سزا ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

(الاتقان فی علوم القرآن، النوع السابع والاربعون فی ناسخہ، ج3، ص70 تا 81، مکتبۃ العصریہ للکتاب)

نسخ فی الحدیث کی اقسام:

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

علما نے فرمایا: نسخ السنۃ بالسنۃ کی چار اقسام ہیں: (۱) ایک قسم یہ ہے کہ متواترہ کا متواترہ سے منسوخ ہونا (۲) اور دوسری قسم خبر واحد کا خبر واحد سے منسوخ ہونا (۳) اور تیسری قسم خبر واحد کا متواترہ سے منسوخ ہونا (۴) اور چوتھی قسم متواترہ کا خبر واحد سے منسوخ ہونا۔ پہلی تین اقسام بالاتفاق جائز ہیں اور چوتھی قسم جمہور کے نزدیک جائز نہیں اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (شرح النووی علی مسلم، باب بیان ان الجماع کان فی اول الاسلام، ج4، ص37، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 251

مَا جَاءَ أَنَّ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

(قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے)

342۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مَعْشَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ : مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔

343۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مَعْشَرٍ، بِمِثْلِهِ قَالَ ابو عيسى : حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَدْ رُوِيَ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ ، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي أَبِي مَعْشَرٍ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَاسْمُهُ نَجِيحٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ ، قَالَ مُحَمَّدٌ :لَا أَرْوِي عَنْهُ شَيْئًا، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ النَّاسُ ، قَالَ مُحَمَّدٌ : وَحَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَخْنَسِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَقْوَى مِنْ حَدِيثِ أَبِي مَعْشَرٍ وَأَصَحُّ

حدیث: حضرت سیدنا محمد بن ابو معشر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں :حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک کئی طرق سے مروی ہے اور تحقیق بعض اہل علم نے ابو معشر کے حافظہ کے متعلق کلام کیا ہے اور ان کا نام "نجیح مولی بنی ہاشم" ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں: میں ان سے کوئی بھی حدیث روایت نہیں کرتا اور تحقیق (دیگر) لوگوں نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ امام محمد بخاری فرماتے ہیں: اور عبداللہ بن جعفر مخرمی کی روایت عثمان بن محمد اخنسی سے، ان کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سعید مقبری کی روایت کردہ حدیث ابو معشر کی روایت کردہ حدیث پاک سے زیادہ قوی اور صحیح ہے۔

344۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بَكْرٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَخْنَسِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ

حدیث :حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ان کو عبد اللہ بن جعفر المخرمی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ مسور بن

أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ، قَالَ ابو عيسىٰ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَإِنَّمَا قِيلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ لِأَنَّهُ مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ، مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ وقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا جَعَلْتَ الْمَغْرِبَ عَنْ يَمِينِكَ، وَالْمَشْرِقَ عَنْ يَسَارِكَ فَمَا بَيْنَهُمَا قِبْلَةٌ، إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ وقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ، هٰذَا لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ، وَاخْتَارَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ التَّيَاسُرَ لِأَهْلِ مَرْوٍ

مخرمہ کی اولاد سے ہیں ۔اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ "قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے ۔" ان صحابہ کرام علیہم الرضوان میں عمر بن خطاب اور علی بن ابو طالب اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں ۔اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب تو مغرب کو اپنے دائیں طرف رکھے اور مشرق کو اپنے بائیں طرف رکھے تو جو ان دونوں کے درمیان ہے وہ قبلہ ہے جبکہ تو قبلہ کو منہ کرنا چاہے۔ عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں: جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہے وہ قبلہ ہے یہ بات اہل مشرق کے لئے ہے۔ اور عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے "مرو" کے رہنے والوں کے لئے بائیں جانب کو اختیار فرمایا ہے۔

تخریج حدیث 342: (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب القبلۃ، حدیث 1011، ج 1، ص 323، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 343:

تخریج حدیث 344: (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب القبلۃ، حدیث 1011، ج 1، ص 323، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ کن کے لیے ہے:

علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ کا ہونا تمام شہروں میں عام نہیں ہے وہ صرف مدینہ شریف اور (جگہ کے اعتبار سے) اس کی مثل شہروں کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ "الخلافیات" میں ارشاد فرماتے ہیں: یہاں واللہ اعلم مراد اہلِ مدینہ ہیں اور وہ کہ جن کا قبلہ اہلِ مدینہ کی سمت میں ہے۔" (قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص169، جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ)

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف القرطبی الباجی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"احمد بن خالد کہتے ہیں: یہ صرف اہلِ مدینہ اور ان کی مثل لوگوں کے بارے میں ہے کہ جن کا قبلہ مشرق ومغرب کے درمیان ہے۔ اس بات کو محمد بن مسلمہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا۔ احمد بن خالد کہتے ہیں: بہر حال جو مشرق میں مکہ کے لوگ ہیں یا مغرب کی جانب رہتے ہیں پس بے شک ان کا قبلہ جنوب اور شمال کے درمیان ہے اور ان کے لئے اس بارے میں وسعت ہے جتنی وسعت اہلِ مدینہ وغیرہ کے لئے ہے۔" (المنتقی شرح المؤطا، ما جاء فی القبلۃ، ج1، ص340، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

علامہ ابن رجب فرماتے ہیں:

"اس باب سے مصنف کا مقصود یہ ہے کہ بے شک اہل مدینہ اور جو ان کی سمت کے قریب ہیں جیسا کہ اہلِ شام اور عراق پس ان کا قبلہ کعبہ کی جہت میں مشرق ومغرب کے درمیان ہے اور مشرق ومغرب ان کا قبلہ نہیں ہے اور ان دونوں کے درمیان جو ہے وہ ان کا قبلہ ہے اس دلیل کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا اور انہیں مشرق یا مغرب کی جانب رخ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان حضرات کا قبلہ مشرق یا مغرب نہیں ہے اور جو ان دونوں کے درمیان سَمت ہے تو وہ ان کے لئے قبلہ ہے۔ اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: ((ما بين المشرق والمغرب قبلة لأهل المشرق)) (ترجمہ: مشرق اور مغرب کے درمیان سَمت اہلِ مشرق کے لئے قبلہ ہے۔) اور اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مشرق ومغرب کے درمیان ہم اہلِ مشرق والوں کا قبلہ ہے۔" یہ اہلِ شام اور اہلِ یمن کا قبلہ نہیں ہے۔ اور ان کی مراد شام کے اطراف کے بعض علاقے ہیں اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی مراد ہے کہ ((ما بين المشرق والمغرب قبلة))

(ترجمہ:قبلہ مشرق ومغرب کے درمیان ہے۔)"

(فتح الباری لابن رجب، باب قبلۃ اہل المدینۃ واہل الشام، ج3،ص59,60،مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینۃ المنورۃ)

جہت قبلہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((قبلہ مشرق مغرب کے درمیان ہے)) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے سردیوں میں سورج کے طلوع ہونے کی جگہ کا ارادہ فرمایا اور وہ عقرب (آسمان کے ایک برج کا نام) کے درمیان سے طلوع ہونے کی جگہ ہے اور گرمیوں میں سورج کے غروب ہونے کی جگہ کا ارادہ فرمایا اور وہ سماک الرامح (دو روشن ستاروں میں سے ایک کا نام) کے غروب ہونے کی جگہ ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ اہلِ مدینہ کا قبلہ ہے پس بے شک یہ مشرق ومغرب کے درمیان واقع ہے اور وہ مغربی جانب زیادہ مائل ہے، علامہ طیبی رحمہ اللہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ اور اس پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:((إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا)) (ترجمہ: جب تم پاخانہ کو جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ کرو لیکن مشرق ومغرب کی جانب رُخ کرو۔) امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور یہ حدیث جہتِ قبلہ کے حکم کو بتلاتی ہے ۔علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور اسی حدیث سے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اخذ کیا اور اذرعی نے اسی کو اختیار کیا بلکہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ نے اس میں مبالغہ کیا تو انہوں نے زعم کیا کہ اس کا خلاف قطعاً باطل ہے اور انہوں نے مذکورہ خبر سے استدلال کیا اور اس بات سے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے اور انہوں نے یہ بات شارع علیہ السلام سے سن کر ہی ارشاد فرمائی ہوگی۔ اور ہمارے اصحاب نے جواب دیا: کہ یہ حدیث اہلِ مدینہ اور ان کے قرب وجوار کے علاقے والوں پر محمول ہے کیونکہ یقیناً مشرق ومغرب کے درمیان علی الاطلاق قبلہ نہیں ہے لہٰذا جس بات کو ہمارے اصحاب نے ذکر کیا اسی پر حدیث کو محمول کرنا متعین ہے۔ اور اس مقام پر ایک بحث ہے جو مخفی نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث میں اس شخص کا قبلہ مراد ہے کہ جس پر قبلہ مشتبہ ہو جائے تو وہ جس بھی جہت پر نماز ادا کرلے تو وہ نماز اسے کفایت کرے گی۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ترجمۂ کنزالایمان: اور پورب پچھم (مشرق ومغرب) سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے)۔ (پارہ1، سورہ البقرہ، آیت115) اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں سواری پر کسی بھی جہت کی جانب منتقل ہونے والا شخص مراد ہے۔ اور ان دونوں اقوال میں نظر ہے۔ کیونکہ ان دونوں اقوال کے مطابق مشرق ومغرب کے درمیان کے ساتھ مقید

کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔اور مظہر کہتے ہیں: یعنی اہلِ مشرق میں سے جو بھی مغارب کے اول اور وہ گرمیوں میں سورج کے غروب ہونے کی جگہ ہے اسے اپنے دائیں طرف رکھے اور مشارق کے آخر اور سردیوں میں سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے اسے اپنے بائیں طرف رکھے تو وہ قبلہ کی جانب رخ کرنے والا ہوگا اور اہلِ مشرق سے مراد کوفہ، بغداد، خوزستان، فارس، عراق اور خراسان کے رہنے والے ہیں اور جو ان سے متعلقہ شہر ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ج2، ص602، دار الفکر، بیروت)

عینِ قبلہ یا جہتِ قبلہ کی فرضیت کے بارے میں مذاہبِ اربعہ

احناف کا موقف:

علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

(مکی کے لئے تو کعبہ کے عین کی طرف رخ کرنا فرض ہے) یعنی عینِ کعبہ کی طرف کیونکہ اس کے لئے کعبہ کے عین کی طرف یقین کے ساتھ رخ کرنا ممکن ہے اور کوئی فرق نہیں ہے اس میں کہ اس کے اور کعبہ کے درمیان دیوار حائل ہو یا نہ ہو حتی کہ اگر اس نے اجتہاد کیا اور نماز پڑھی اور (کعبہ کی جانب رخ کرنے میں) اس کی خطا ظاہر ہوئی تو وہ نماز کا اعادہ کرے یہ اُس قول کے مطابق ہے کہ جسے رازی رحمہ اللہ نے ذکر کیا۔اور ابن رستم رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کیا کہ اس پر اعادہ نہیں ہے، فرمایا اور وہی قرین قیاس ہے۔ کیونکہ وہ اس چیز کو بجالایا جو اس کی وسعت میں تھا لہٰذا اس سے زیادہ کا اسے مکلف نہیں کیا جائے گا اور اسی بنا پر اگر اس نے ایسی جگہ نماز ادا کی جہاں اسے نص کی وجہ سے یقینی طور پر قبلہ معلوم ہے جیسا کہ مدینہ منورہ۔

(اور اس کے غیر کے لئے اس کی جہت کی جانب رخ کرنا فرض ہے) یعنی غیر مکی کے لئے کعبہ کی جہت کی طرف رخ کرنا فرض ہے اور یہی عام مشائخ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ تکلیفِ احکام بحسب طاقت ہے۔ جرجانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: غائب کے لئے بھی عینِ کعبہ کی جانب رخ کرنا فرض ہے کیونکہ نص میں حاضر اور غائب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے بیت اللہ کی جانب رخ کرنا اس جگہ کی حرمت کی بنا پر ہے اور یہ (حرمت) عینِ کعبہ میں ہے نہ کہ اس کی جہت میں.....عام مشائخ کے قول کی وجہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ)) (ترجمہ: قبلہ مشرق ومغرب کے درمیان ہے) کیونکہ تکلیف احکام طاقت کے اعتبار سے ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(تبیین الحقائق، باب الشروط الصلاۃ، ج1، ص100،101، المطبعۃ الکبری الامیریہ، القاہرہ)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"قبلہ کے بارے میں لوگوں کے دو گروہ ہیں، ان میں ایک گروہ وہ ہے کہ جس کے لیے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا لازم ہے، اور وہ ایسا نمازی جو کعبہ کو آنکھوں سے دیکھتا ہو یا مکہ میں ہو یا مکہ کے قریب کسی حائل چیز کے پیچھے ہو تو جب اسے علم ہو جائے کہ وہ کعبہ کو رخ کئے ہوئے ہے تو وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرے اور اگر اسے معلوم نہ ہو جیسا کہ اندھا اور وہ جو مکہ میں مسافر ہو تو اسے یقین یا مشاہدہ سے دی گئی خبر کفایت کرے گی کہ وہ عینِ کعبہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ جس کے لیے جہتِ کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض ہے، اور وہ ایسا نمازی ہے جو کعبہ سے دور ہو تو اس کے لئے عینِ کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض نہیں ہے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر کہ "قبلہ مشرق ومغرب کے درمیان ہے۔" امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے سے دور دو ایسے اشخاص کی نماز کے صحیح ہونے پر اجماع ہے جو ایک قبلہ کی جانب رخ کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کا ہی عینِ کعبہ کی جانب رخ کرنا ممکن ہے۔"

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب استقبال القبلۃ، ج1، ص234، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ شہاب الدین رملی شافعی (متوفی 1004ھ) فرماتے ہیں:

"جان لو کہ بے شک کعبہ سے قریب شخص کے لئے عینِ کعبہ کی جانب رخ کرنا فرض ہے اور اسی طرح اظہر قول کے مطابق دور والے کے لئے بھی۔ لیکن قریب ہونے کی صورت میں یقیناً اور دور ہونے کی صورت میں ظناً عینِ کعبہ کی طرف رخ کرنا ہوگا۔"

(نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج، الفرض فی حق القریب الخ، ج1، ص427، دار الفکر، بیروت)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"بے شک صحیح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ عینِ کعبہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، باب استقبال القبلۃ، ج3، ص208، دار الفکر، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"ہمارے اصحاب نے عینِ کعبہ کے قول پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے: ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ الْكَعْبَةَ خَرَجَ فَصَلّٰى إِلَيْهَا وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے (پھر) نکلے پس کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھی اور ارشاد فرمایا یہ قبلہ ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، باب استقبال القبلۃ، ج3، ص208، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ محمد بن عبداللہ الخرشی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

(اگر مکہ میں ہو اور امن ہو تو عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے..... ورنہ اظہر یہی ہے کہ اجتہاداً جہت کعبہ کو رخ کیا جائے) یعنی اگر نہ مکہ میں ہو نہ مدینہ میں اور نہ مسافر ہو پس بے شک اس پر جہتِ قبلہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے نہ کہ سمت کعبہ کی جانب برخلاف ابن قصار کے...... ور ابن رشد نے اپنی کتاب ''القواعد الکبری'' میں اس کی پہلی وجہ بیان کی کہ یہ بات اللہ عزوجل کے اس قول میں محذوف کو مقدر ماننے پر مبنی ہے ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (پارہ2، سورہ بقرہ، آیت 144) یعنی اس جہت کی جانب منہ پھیر دو۔ اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: ((مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ)) (ترجمہ: قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے) جبکہ وہ بیت اللہ کی جانب متوجہ ہو۔

اور اس مقدر ماننے کی جانب اس وقت محتاجی نہیں ہو گی جب "شطر" کی تفسیر "جہت" بیان کی جائے جیسا کہ گزرا اور ابن القصار کے نزدیک کعبہ کے عین کی جانب رخ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کعبہ کی جہت کا اس طرح اندازہ لگائیں اگر کعبہ ایسی جگہ ہوتا جہاں سے دیکھا جا سکتا تو وہ ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتا اور بے شک دیکھنے والا کعبہ کے بالمقابل اور برابری پر آنے کا خیال ہی کرے اگرچہ حقیقت میں ایسا نہ ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ اگرچہ وہ کثیر ہوں تو وہ تمام کے تمام کعبہ کی عمارت کے بالمقابل ہوں کیونکہ یہ ایسی چیز کی تکلیف دینا ہے جو طاقت میں نہیں ہے کیونکہ یہ طویل صف کی نماز کے صحیح نہ ہونے کو لازم ہے پس بے شک کعبہ کی لمبائی 25 گز ہے اور اس کی چوڑائی 20 گز ہے اور اجماع اس کے خلاف پر ہے۔ اور ہمارا قول "نہ مدینہ میں ہو" یہ احتراز ہے اس شخص سے جو مدینہ میں ہو کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محراب سے استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ وہ قطعی ہے یعنی تواتر سے ثابت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ محراب جس کی جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمایا کرتے تھے تو قطعاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی جانب رخ کئے ہوئے ہوتے تھے یا تو اپنے کے اجتہاد کی بنا پر جو خطا پر برقرار نہیں رہ سکتا یا پھر وحی کے سبب یا جبریل امین علیہ السلام کے کھڑا کرنے کے ساتھ۔

(شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل فی الاستقبال للقبلۃ فی الصلاۃ، ج1، ص256,257، دار الفکر للطباعۃ، بیروت)

جہت کعبہ کی طرف منہ کرنے کا مطلب کیا ہے:

غیر مکی کے لیے استقبال قبلہ میں عین کعبہ کی طرف منہ ہونا تقریباً ناممکن ہے لہذا فقہا کرام نے امت مسلمہ کی آسانی

کے پیشِ نظر قرآن وحدیث کی روشنی میں جہت کعبہ کی طرف نماز کے جواز کا حکم ارشاد فرمایا اور جہت کعبہ کو منہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ منہ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو، تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے، مگر منہ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہے، نماز ہو جائے گی، اس کی مقدار 45 درجے رکھی گئی ہے، تو اگر 45 درجے سے زائد انحراف ہو تو استقبال نہیں پایا جائے گا اور نماز نہ ہوگی۔

ردالمحتار میں ہے "لا باس بالانحراف انحرافا لا تزول به المقابلة بالكلية، بان يبقى شئ من سطح الوجه مسامتا للكعبة" ترجمہ: قبلہ سے اتنا منحرف ہونا کہ مکمل طور پر جہت قبلہ سے انحراف نہ ہو بایں طور کہ منہ کی کوئی سطح جہت (سمت) کعبہ کی طرف باقی ہو، اس میں کوئی حرج نہیں (نماز ہو جائے گی)۔ (ردالمحتار، ج2، ص138، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

بہارشریعت میں ہے:

"جہت کعبہ کو مونھ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مونھ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو، تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے، مگر مونھ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہے، نماز ہو جائے گی، اس کی مقدار 45 درجے رکھی گئی ہے، تو اگر 45 درجے سے زائد انحراف ہے، استقبال نہ پایا گیا نماز نہ ہوئی۔" (بہارشریعت، ج1، حصہ3، ص487، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی رضویہ میں ایک ایسی مسجد جس کی عمارت جہت کعبہ سے کچھ منحرف تھی، کے متعلق ہے:

"جب تک 45 درجے انحراف نہ ہو نماز بلاشبہ جائز ہے اور یہ کہ قبلۂ تحقیقی کو منہ کرنا نہ فرض نہ واجب، صرف سنت مستحبہ ہے لہذا مسجد میں نماز بلاشبہ جائز ہے اور اس میں اصلاً نقصان نہیں، نہ یہ دیوار سیدھی کرنا فرض۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص57، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے ایک مسجد کے متعلق سوال ہوا کہ جس کی عمارت قبلہ کی طرف 45 درجے کے اندر اندر تھی جبکہ قبلہ سے تقریباً 21 درجے منحرف تھی تو آپ علیہ الرحمہ نے اس کے متعلق فرمایا:

"بہر حال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً 2 درجے مائل ہے اور مسجد 18 درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعیہ حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو جھکی ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالے ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ثابت کیا ہے کہ جب تک پینتالیس درجے انحراف نہ ہو سمتِ قبلہ باقی رہتی ہے اگر مسجد ہی کے رخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہو جائے گی۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص60، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر 252

مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فِي الْغَيْمِ

(بادلوں کی وجہ سے کسی شخص کا غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا)

345۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سَعِيدٍ السَّمَّانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةُ، فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلَى حِيَالِهِ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَ " :(فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ)" قَالَ ابو عيسىٰ :هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَشْعَثَ السَّمَّانِ ، وَأَشْعَثُ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو الرَّبِيعِ السَّمَّانُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ ، وَقَدْ ذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا قَالُوا :إِذَا صَلَّى فِي الْغَيْمِ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ اسْتَبَانَ لَهُ بَعْدَ مَا صَلَّى أَنَّهُ صَلَّى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَإِنَّ صَلَاتَهُ جَائِزَةٌ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندھیری رات میں سفر پر تھے پس ہمیں معلوم نہیں تھا کہ قبلہ کہاں ہے تو ہم میں سے ہر شخص نے اپنے چہرہ کی جانب نماز پڑھ لی پس جب ہم نے صبح کی تو ہم نے اس بات کو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ذکر کیا تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ﴿فاینما تولوا فثم وجه الله﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ (سورہ بقرۃ، آیت 115) امام ابو عیسی ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث پاک کی اسناد اس درجہ کی نہیں، ہم اس حدیث پاک کو صرف اشعث السمان کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور اشعث بن سعید ابو الربیع السمان کی حدیث پاک کے معاملہ میں تضعیف کی گئی ہے۔ اور تحقیق اکثر اہلِ علم اس جانب گئے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بادلوں میں غیرِ قبلہ کی طرف نماز پڑھے پھر نماز پڑھنے کے بعد اس پر یہ ظاہر ہو کہ اس نے غیرِ قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو بے شک اس کی نماز جائز ہے اور سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک اور احمد اور اسحاق رحمہم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں

تخریج حدیث 345: (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب من یصلی لغیر القبلۃ، حدیث 1020، ج 1، ص 326، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

لانعرف الامن حدیث اشعث:

علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

((ہم اسے صرف حدیث اشعث سے جانتے ہیں)) عراقی کہتے ہیں: اس حدیث پر عمر بن قیس جو سندل کے لقب سے ملقب ہیں انہوں نے عاصم کی روایت سے متابعت کی ہے، اس حدیث کو ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: مگر عمر بن قیس ضعف میں اشعث کے شریک ہیں بلکہ عمر بن قیس کا معاملہ اشعث سے بھی زیادہ کمزور ہے لہٰذا ایسی صورت میں ان کی متابعت کا کوئی اعتبار نہیں ہے میں نے صرف استفادہ کے لئے اسے ذکر کیا۔

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص169,170، جامعہ ام القرٰی، مکہ مکرمہ)

حدیث الباب کی اَسناد:

اگر تم کہو کہ امام ترمذی فرماتے ہیں: ان کی اسناد قوی نہیں ہے۔ اور امام بیہقی کہتے ہیں: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں: حدیث جابر رضی اللہ عنہ تین طرق سے مروی ہے: ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے امام حاکم نے مستدرک میں عطا بن ابو رباح سے بواسطہ محمد بن سالم روایت کیا، پھر فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے اور محمد بن سالم کی جرح وتعدیل کو میں نہیں جانتا۔ (عمدۃ القاری، باب ماجاء فی القبلۃ الخ، ج4، ص143، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

معرفتِ قبلہ سے عاجز شخص کا تحری کر کے نماز پڑھنا، مذاہبِ ائمہ

حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ نے ذکر کیا کہ بے شک جو شخص استدلال کے ذریعے قبلہ کی معرفت سے عاجز ہو اور اس پر دلائل خفی رہ جائیں، دلائل کے نہ ہونے کی وجہ سے یا بادلوں کی وجہ سے یا قید کی وجہ سے یا دلائل کے ظاہر ہوتے ہوئے اشتباہ کی بنا پر اس طرح کہ اس پر علامات متعارض ہو جائیں پس اس صورت میں تحری کرے اور نماز پڑھے اور اس وقت اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اس نے دلائل کی معرفت ہوتے ہوئے حق کی معرفت کے حصول کے لئے بحسبِ طاقت کوشش کی ہے سو یہ اس حاکم کے مشابہ ہو گیا کہ جس پر نصوص خفی رہ جائیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے اپنے والد سے روایت کی وہ فرماتے ہیں: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةُ فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا حِيَالَهُ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ: (فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ)) ترجمہ: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندھیری رات میں سفر پر تھے تو ہمیں قبلہ کی سَمت کا پتہ نہ چلا پس ہم میں سے ہر شخص نے اپنے سامنے رخ کر کے نماز ادا کی پس جب ہم نے صبح کی تو ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس بات کا تذکرہ کیا تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ﴿فَأَيْنَمَا

﴿تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔

(پارہ 1، سورہ بقرہ، آیت 115)

اور احناف نے "تحری" کی تعریف یہ کی کہ وہ مقصود کے حصول کے لئے کوشش کے صرف کرنے کا نام ہے۔ اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس بات کا افادہ کیا کہ تحری (کرنے والے) کا قبلہ صرف دل کی شہادت پر مبنی ہے کسی علامت کے نہ ہونے کی صورت میں۔ اور مالکیہ نے اس بات کو ذکر کیا کہ بے شک (ایسی صورت میں) چاروں جہات میں سے ایک جہت کو اختیار کر کے اس کی جانب ایک نماز ادا کرے اور اس پر طلب کے ساقط ہونے کی وجہ سے اعادہ بھی نہیں ہے اور شافعیہ اس جانب گئے ہیں کہ وہ وقت کی حرمت کی بنا پر جہاں چاہے رخ کر کے نماز ادا کرے اور اس میں کمی کی بنا پر اسے قضا کرے۔

(ردالمحتار، ج1، ص291,289، ☆ بحر الرائق، ج1، ص303 ☆ الزرقانی، ج1، ص189، الدسوقی، ج1، ص225 ☆ نہایۃ المحتاج، ج1، ص422 ☆ الشرح الکبیر من 1، ص 483)

معرفت قبلہ سے عاجز شخص کا بغیر تحری کے نماز پڑھنا، مذاہب ائمہ

احناف اس جانب گئے ہیں کہ بے شک جو شخص دلائل کے ذریعے قبلہ کی معرفت سے عاجز ہو تو اس کے لئے بغیر تحری کئے نماز شروع کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ درست جانب رخ کر لے کیونکہ اس نے تحری کے فرض کو ترک کر دیا ہے، اگر بغیر تحری کے نماز پڑھی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر اسے قبلہ کی درستگی کا علم ہو تو احناف کے نزدیک بالاتفاق وہ نماز کا اعادہ نہ کرے برخلاف اس صورت میں کہ جب اسے نماز کی مکمل ہونے سے پہلے درستگی کا علم ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ ضعیف پر قوی کی بنا رکھی ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ قبلہ کی طلب میں کوشش کرنے والا جس پر دلائل مخفی رہ جائیں تو اسے چاروں جہات میں سے کسی بھی جہت کو اختیار کرنے اور اس جانب نماز پڑھنے کا اختیار ہے اور اس سے اس کے عجز کی وجہ سے طلب (یعنی قبلہ کی طلب) ساقط ہو جائے گی۔

اور شوافع اور حنابلہ فرماتے ہیں: وہ شخص نماز کا اعادہ کرے جو بغیر تحری کے نماز پڑھے یا جس پر تحری متعذر ہو برابر کہ اس کے لئے نماز کے دوران درستگی واضح ہو یا بعد میں۔

(ردالمحتار، ج1، ص292، البحر الرائق، ج1، ص305، الدسوقی، ج1، ص227، مغنی المحتاج، ج1، ص148، الروضۃ، ج1، ص218، کشاف القناع، ج1، ص312)

باب نمبر 253

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مَا يُصَلَّى إِلَيْهِ وَفِيهِ

(کن جگہوں میں اور کس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے)

346۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُقْرِءُ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جَبِيرَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ :فِي الْمَزْبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَفِي الْحَمَّامِ، وَفِي مَعَاطِنِ الإِبِلِ، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللَّهِ "

حدیث:حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا:(1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹوں کے باڑے میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔

347۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جَبِيرَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَعْنَاهُ نَحْوَهُ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ، وَجَابِرٍ، وَ أَنَسٍ، قَالَ أَبُو عِيسَى :حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ، وَقَدْ تُكُلِّمَ فِي زَيْدِ بْنِ جَبِيرَةَ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ ، وَقَدْ رَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ، وَ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ

حدیث:حضرت سیدنا نافع رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسی حدیث کی مثل روایت کرتے ہیں۔

اور اس باب میں ابو مرثد، جابر اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔امام ابو عیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پاک کی یہ اسناد قوی نہیں ہے۔اور تحقیق زید بن جبیرہ کے حافظہ کے حوالہ سے کلام کیا گیا ہے۔اور تحقیق لیث بن سعد نے بھی اس حدیث کی مثل کو عبداللہ بن عمر العمری سے انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر سے انہوں نے عمر سے روایت کیا ہے۔رضی اللہ عنہم۔اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث لیث بن سعد کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔اور عبداللہ بن عمر العمری کی بعض

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْبَهُ وَأَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ مِنْهُمْ : يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ "	محدثین نے ان کے حافظہ کے حوالہ سے تضعیف کی ہے ان محدثین میں "یحیی بن سعید القطان" ہیں۔

تخریج حدیث346: (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب المواضع التی تکرہ فیہا الصلوۃ، حدیث 746، ج 1، ص 246، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث347:

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"مزبلہ" وہ جگہ ہے جہاں گوبر پھینکا جاتا ہے، اس میں نماز ادا کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر وہاں نجاست ہو تو بغیر کسی حائل کے وہاں نماز پڑھنا حرام ہے اور اگر اس پر کوئی شے بچھالی جائے جو نمازی اور نجاست کے درمیان حائل ہو جائے تو حرمت ختم ہو جائے گی اور کراہت باقی رہ جائے گی۔

"مجزرہ" وہ جگہ ہے کہ جس میں اونٹوں کو نحر کیا جاتا اور گایوں اور بکریوں کو ذبح کیا جاتا ہے اور وہ خون اور گوبر کا محل ہے اور اس میں بھی وہی گفتگو ہے جو "مزبلہ" بارے میں ہے۔

"قارعۃ الطریق" (راستے کے بیچ میں) میں نماز کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں کے گزرنے اور ان کے شور کرنے کی وجہ سے دل مشغول ہوگا۔

"حمام" کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں نماز صحیح نہیں ہے اور جو اس میں نماز پڑھے تو وہ لازمی اعادہ کرے گا اور جمہور کے نزدیک نماز مکروہ ہے اور باطل نہیں ہوگی۔ پھر کہا گیا ہے کہ (ممانعت کی) علت نہانے میں گرے ہوئے پانیوں کا ہونا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شیاطین کا ٹھکانہ ہے تو پہلی صورت میں جب وہ پاک جگہ پر نماز پڑھے گا تو مکروہ نہیں ہے۔ اور دوسرے قول کی بنا پر لازم آتا ہے کہ نماز غیر حمام میں بھی مکروہ ہو کیونکہ شیاطین سے دوسری جگہیں بھی خالی نہیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ملخصا، باب الصلاۃ فی مواضع الخسف والعذاب، ج4، ص190، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کون سی جگہوں پر نماز کی ممانعت ہے:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

متعدد جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت پر جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: ((ان رَسُول الله نهى أن يصلى فِي سَبْعَة مَوَاطِن فِي المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطَّرِيق وَفِي الْحمام وَفِي معاطن الْإِبِل وَفَوق ظهر بَيت الله)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے: (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر) اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ قاضی ابو بکر ابن العربی کہتے

ہیں: وہ جگہیں کہ جن میں نماز نہیں پڑھی جاتی تیرہ ہیں تو ان مذکورہ سات جگہوں کو ذکر فرمایا اور ان پر درج ذیل کو زائد کیا: (8) قبرستان کی طرف رخ کرکے (9) اور یہ کہ تیرے سامنے بیت الخلاء کی دیوار ہو جس پر نجاست موجود ہو (10) یہودیوں اور (11) عیسائیوں کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا (12) اور جب تمہارے سامنے تصاویر ہوں (13) اور عذاب والی جگہ میں نماز پڑھنے کو۔ اور ان کے علاوہ اوروں نے درج ذیل کو زائد کیا: (14) غصب کی ہوئی جگہ میں (15) اور سونے والے کی طرف رخ کرکے (16) اور باتوں کرنے والے کی جانب رخ کرکے (17) اور وادی کے درمیان میں نماز پڑھنا (18) اور مسجد ضرار میں نماز پڑھنا۔ یہ تمام اٹھارہ جگہیں ہیں کہ جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری، باب الصلاۃ فی مواضع الخسف والعذاب، ج4، ص190، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کعبہ کے اوپر اور قبرستان وغیرہ میں نماز کا حکم، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

درمختار میں ہے:

چند جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جیسا کعبہ کی چھت پر اور راستہ میں اور کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں اور مذبح خانہ میں اور قبرستان میں اور نہانے کی جگہ اور حمام میں اور وادی کے درمیان میں اور اونٹ باندھنے کی جگہ میں۔

(درمختار، کتاب الصلاۃ، ج1، ص379,380، دار الفکر، بیروت)

اس کی شرح میں علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

(کعبہ کی چھت پر) کیونکہ اس میں کعبہ کی تعظیم کا ترک ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ (راستہ میں) کیونکہ اس میں لوگوں کو گزرنے سے روکنا ہے اور راستہ کو اس کام سے مشغول کرنا ہے جو اس میں کرنے کا نہیں ہے کیونکہ اس میں گزرنے کے لئے عام لوگوں کا حق ہے اور اس حدیث کی بنا پر بھی کہ جسے ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: "بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔

(قبرستان میں) اور اس کی علت میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس میں مردوں کی ہڈیاں اور ان کی پیپ ہوتی ہے اور وہ نجس ہے، اس میں نظر ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کی بنیاد صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے اور خانیہ میں اسی کو اختیار کیا ہے اور اگر وہاں نماز کے لئے جگہ بنائی گئی ہو اور اس میں

کوئی قبر اور نجاست نہ ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ "خانیہ" میں ہے اور نہ ہی قبر کی جانب اس کا رخ ہو۔ حلیہ۔

(نہانے کی جگہ میں) یعنی اپنے گھر کے غسل خانہ میں غور کرو۔ **(حمام میں)** دو وجہوں سے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ غسل کے پانیوں کے بہنے کی جگہ ہے اور دوسرا یہ کہ وہ شیاطین کا گھر ہے تو پہلی وجہ کی بنا پر اگر وہاں کوئی جگہ دھو کر نماز پڑھ لی جائے تو نماز مکروہ نہیں ہے اور دوسری وجہ کی بنا پر پھر بھی مکروہ ہے اور حدیث کے اطلاق کی بنا پر یہی اولی ہے (کہ مطلقاً مکروہ ہو) مگر یہ کہ وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو اور اس کی مثل میں کوئی مجبوری ہو، امداد۔ لیکن "فیض" میں ہے کہ مفتی بہ عدمِ کراہت ہے۔ حمام سے باہر نماز پڑھنا یعنی حمام والے کے بیٹھنے کی جگہ میں تو "خانیہ" میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور "حلیہ" میں ہے کہ کراہت کی دوسری وجہ لینے کی بنا پر حمام سے باہر نماز پڑھنے پر بھی کراہت مترتب ہوگی۔ اور اس میں یہ بھی ہے اگر اس جگہ حمام ختم ہو جائے تو ایک قول یہ ہے کہ ماضی کے معاملہ کو برقرار رکھتے ہوئے کراہت باقی رہتی ہے اور اس کے ختم ہونے کا بھی احتمال ہے کیونکہ شیطان اس جگہ اس لئے مانوس تھا کہ وہاں بے پردگی وغیرہ کے معاملات ہوتے تھے، اور پہلی بات زیادہ درست ہے اور اگر وہاں پانی نہ بہایا گیا ہو اور نہ اسے استعمال کیا گیا ہو تو زیادہ درست کراہت کا نہ ہونا ہے کیونکہ حمام "حمیم" سے مشتق ہے اور وہ گرم پانی کو کہتے ہیں اور وہ وہاں نہیں پایا گیا۔ اور اسی پر یہ مسئلہ بھی متفرع ہے کہ اگر کسی گھر کو حمام کی شکل پر رہنے کے لئے بنایا گیا تو اس میں بھی نماز مکروہ نہیں ہے۔

(وادی کے درمیان میں) یعنی زمین کی پست جگہ میں کیونکہ غالباً ایسی جگہ نجاست پر مشتمل ہوتی ہے جو سیلاب اس کی طرف اٹھا لے آتا ہے یا اس میں پھینکی جاتی ہے۔

(اونٹ اور بکریاں باندھنے کی جگہ) اسی طرح "خزانہ سمرقندیہ" کے حوالے سے شیخ اسماعیل کی کتاب "الاحکام" میں موجود ہے پھر ملتقط کے حوالے سے منقول ہے کہ بے شک بکریوں کے باڑے میں نماز کی ادائیگی مکروہ نہیں ہے جبکہ وہ نجاست سے دور ہو۔ اور "حلیہ" میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ)) (ترجمہ: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو) اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابو داؤد نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اونٹ باندھنے کی جگہوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ((لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ)) (ترجمہ: اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز نہ پڑھو کہ بے شک وہ شیاطین سے ہیں۔) اور بکریوں کے باڑے میں نماز کے متعلق سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ((صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ بَرَكَةٍ)) (ان میں نماز پڑھ لو پس بے شک وہ برکت سے

تخلیق کی گئی ہیں) اس حدیث پاک کو امام مسلم مختصراً روایت کیا۔

اور" معاطنِ ابل " سے مراد ان کی جائے اقامت ہے پھر یہ پانی کے گرد ان کے بیٹھنے کی جگہ پر کثیر الاستعمال ہوگیا۔اور اولی ممانعت کا مطلق ہونا ہی ہے جیسا کہ وہ حدیث کے ظاہر سے سے بھی مفہوم ہے۔اور" مرابض الغنم" سے مراد بکریوں کے رات گزارنے کی جگہ ہے۔اور اونٹوں کا شیاطین سے ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی صفت پر تخلیق کیے گئے ہیں جو صفت ان کو بدکنے اور تکلیف دینے سے مشابہت دیتی ہے تو نمازی اس بات سے امن میں نہیں ہے کہ اونٹ بد کے اور اس کی نماز ٹوٹ جائے۔جیسا کہ بعض شوافع اس بات کے قائلین ہیں یعنی پس اس کا دل مشغول رہے گا خصوصاً حالتِ سجدہ میں اور اسی سے بکریوں کا معاملہ جدا ہوگیا۔اور اس تعلیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونٹوں کے باڑے کے پاک ہونے کی صورت میں ان کی عدم موجودگی میں نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ (ردالمحتار علی الدر مختار، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 379,380، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا موٴقف:

علامہ منصور بن یونس البھوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

(قبرستان میں نماز صحیح نہیں ہے) بلا عذر فرض ہو یا نفل علاوہ نمازِ جنازہ کے اور دو قبروں کا ہونا ضرر نہیں دیتا اور نہ وہ جو کہ گھر میں مدفون ہو۔(اور حش میں بھی نماز نہیں ہوتی) اور حش بیت الخلاء کو کہتے ہیں (اور نہ ہی حمام میں نماز صحیح ہوتی ہے) اس کے اندرونی و بیرونی دونوں حصوں میں اور اس تمام میں جو بیچ میں حمام کے تابع ہوتا ہے (اور اونٹوں کے باڑے میں نماز صحیح نہیں ہوتی اور نہ ہی غصب کی ہوئی جگہ میں نماز صحیح ہوتی ہے) اور نہ ہی مذبح خانہ، کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ اور راستہ کے بیچ میں ہوتی ہے (اور نہ ہی ان کی چھتوں میں) یعنی ان جگہوں کی چھتوں پر اور نہر کی چھت پر اور ان مذکورہ جگہوں میں ممانعت امرِ تعبدی ہے ،اس حدیث کی بنا پر جو ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔(اور ان چیزوں کی طرف رخ کرکے نماز صحیح ہے) کراہت کے ساتھ اگر کوئی شے حائل نہ ہو.....(کعبہ معظمہ کے اندر اور اس کی چھت پر فرض نماز صحیح نہیں ہوتی)۔

(الروض المربع، باب شروط الصلاۃ، ج 1، ص 80، دار المؤید موسسۃ الرسالہ، بیروت)

شوافع کا موٴقف:

علامہ عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی شافعی (متوفی 623ھ) فرماتے ہیں:

ان جگہوں کے بارے میں کلام کہ جن میں نماز پڑھنے کے بارے میں ممانعت وارد ہوئی ہے اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) راستہ کے بیچ میں (4) وادی کے درمیان میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔'' اور وادی کے درمیان کی بجائے قبرستان کے الفاظ بھی منقول ہیں۔ بہرحال کوڑا پھینکنے کی جگہ اور مذبح خانہ تو ان دونوں جگہوں میں ممانعت جگہ کی نجاست کی بنا پر ہے پس اگر اس پر پاک کپڑا یا بچھونا بچھا دیا جائے تو ممانعت کی دو وجہیں ہیں: ایک یہ کہ راستوں میں نجاست کا غلبہ ہونا اور دوسرا یہ کہ بے شک لوگوں کا گزرنا اسے نماز سے غافل کرے گا۔ تتمہ میں فرمایا: اس بارے میں علما کا اختلاف ہے کہ اس کی علت کیا ہے اور اسی پر راستوں کے قرب میں موجود جگہوں میں نماز پڑھنے کی بنا ہوگی اگر ہم ممانعت کے پہلی وجہ کی بنا پر ہونے کا قول کریں تو وہ ان جگہوں میں بھی ثابت ہوگی اور اگر دوسری وجہ کی بنا پر ممانعت کا قول کریں تو پھر نہیں۔

اور سڑکوں میں نجاستوں کے غلبہ کے باوجود نماز پڑھنے کے بارے میں دو قول ہیں، جنہیں ہم نے "باب الاجتہاد" میں ذکر کیا ہے، اصل اور غالب کے مابین تعارض کی بنا پر تو اگر ہم اسے صحیح قرار دیں تو ممانعت تنزیہی ہے وگرنہ تحریمی تو اگر اس نے کوئی پاک شے بچھا دی تو یقینی طور پر نماز صحیح ہے اور شغل کے سبب کراہت باقی رہے گی۔ بہرحال وادی کے درمیان میں نماز پڑھنا تو اس میں ممانعت کا سبب سیلاب کا خوف ہے جو نماز کے خشوع کو سلب کرنے والا ہے تو اگر وہاں سیلاب متوقع نہ ہو تو عدمِ کراہت کا کہنا جائز ہے اور ظاہری ممانعت کی پیروی کرنا بھی جائز ہے۔

حمام میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے سبب کے حوالے سے علما کا اختلاف ہے، بعض علماء اس کے سبب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میں نجاستوں اور گندگی کی کثرت ہوتی ہے تو اس پر نجاست کے چھینٹے پڑ جانے کا خوف ہے اور بعض علماء کہتے ہیں بلکہ اس کا سبب ہے کہ یہ شیطان کا ٹھکانہ ہے پس وہاں نماز نہ پڑھی جائے گی۔ اور "مسلخ" یعنی حمام میں کپڑے اتارنے کی جگہ کے بارے میں دو صورتیں ہے جو ان دو وجہوں پر مبنی ہیں تو اگر ہم پہلی وجہ کا قول کریں تو اس میں نماز پڑھنا برا نہیں ہے اور اگر ہم دوسری وجہ کا قول کریں تو پھر مکروہ ہے، اور اسی طرح لوگوں کا داخل ہونا بھی اسے غافل کرے گا اور یہ وجہ زیادہ ظاہر ہے اور اگر جگہ کی پاکیزگی کا علم ہو تو نماز "مسلخ" وغیرہ میں صحیح ہے، امام احمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے۔ بہرحال کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا تو اس کا حکم "استقبالِ قبلہ" کے باب میں گزر چکا ہے۔

بہرحال اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا تو امام شافعی رحمہ اللہ اس کی تفسیر ان جگہوں سے کی ہے کہ جن کی طرف پیاسے اونٹ مائل ہوتے ہیں تو جب وہ جمع ہو جاتے ہیں تو ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول

سے مراد ہے" گھاٹ کے ابتدائی حصہ میں ان کے جمع ہونے کی جگہ۔"

اور اس میں ممانعت نجاستوں کی جگہ ہونے کی بنا پر نہیں ہے کیونکہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اوران میں نجاست کا معاملہ مختلف نہیں۔ مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((إذا ادركتكم الصلاة وانتم في مراح الغنم فصلوا فيها فانها سكينة وبركة وإذا ادركتكم وانتم في أعطان الابل فاخرجوا منها وصلوا فانها جن خلقت من جن ألا ترى إذا نفرت كيف تشمخ بأنفها)) (ترجمہ: جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم بکریوں کے باڑے میں ہو تو اس میں نماز پڑھو پس بے شک وہ اطمینان والی اور برکت والی جگہ ہے اور جب تم نماز کا وقت پاؤ اور تم اونٹوں کے باڑے میں ہو تو تم وہاں سے نکل جاؤ اور نماز پڑھو پس بے شک وہ جن ہیں جو جنوں سے تخلیق کئے گئے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے جب وہ بدکتے ہیں تو کیسے تکبر سے ناک چڑھاتے ہیں۔

اوران دونوں میں فرق دووجہوں سے ہے:

(۱) امام شافعی رحمہ اللہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ بے شک وہ جنات سے تخلیق کئے گئے ہیں اور جنوں اور شیاطین کے ٹھکانوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اسی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((اخرجوا من هذا الوادي فان فيه شيطانا)) (ترجمہ: اس وادی سے نکلو پس بے شک اس میں شیطان ہے۔)

(۲) اونٹ کے بدکنے کا خوف ہوگا اور یہ اس کے خشوع کو باطل کرے گا اور یہ بات بکریوں میں نہیں پائی جاتی اور بکریوں کا باڑا وہ ان کے رات رہنے کی جگہ ہے اور کبھی بکریوں کے باڑے میں وہ صورت سامنے آتی ہے جو اونٹوں کے باڑے میں آتی ہے اور دونوں کا حکم ایک ہے۔

اوراونٹوں کے رات رہنے کی جگہ اس جگہ کی طرح ہے کہ جسے "عطن" سے تعبیر کیا گیا ہے اس بات کی طرف نظر کرتے ہوئے کہ یہ جنوں سے تخلیق کئے گئے ہیں اور اسی طرح گھاٹ کے شروع میں جو ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے وہاں ان کے آنے جانے کے رش کی بنا پر بدکنے کا خوف زیادہ ہے لہٰذا کراہیت اس میں زیادہ ہوگی اور باڑہ اور اونٹ باندھنے کی جگہ میں سے ہر ایک اگر پیشاب اور گوبر کی بنا پر نجس ہو تو وہاں نماز جائز نہیں ہے اور اگر دونوں جگہیں پاک ہوں تو دونوں میں کراہت کا حکم مختلف ہونے باوجود نماز صحیح ہے اور امام احمد فرماتے ہیں: باڑے میں نماز کسی صورت صحیح نہیں ہے۔

بہر حال قبرستان میں ہر حالت میں نماز مکروہ ہے،

مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((الارض كلها مسجد الا المقبرة والحمام)) (ترجمہ: قبرستان اور حمام کے علاوہ تمام کی تمام زمین مسجد ہے) پھر اگر قبرستان نیا ہے کہ جس میں قبروں کو نہ کھودا گیا ہو یا اس کی

کھدائی پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے، اس میں امام احمد رحمہ اللہ کا اختلاف ہے اور اگر وہ قبرستان میں نماز پڑھے اور جانتا ہو کہ نماز کی جگہ میں قبر کی کھدی ہوئی ہے تو نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس جگہ میں مردوں کی پیپ ملی ہوگی اور اگر اسے قبر کی کھدائی میں شک ہو تو اس مسئلہ کی نظائر پر غور کرتے ہوئے اس بارے میں دو قول ہیں: ان دونوں میں زیادہ ظاہر قول جواز ہے کیونکہ اصل طہارت ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اور دوسرا قول منع کا ہے کیونکہ قبرستان میں قبروں کی کھدائی کا ہونا ہی غالب ہے اور ابو اسحٰق رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔ اور نماز میں قبروں کی جانب رخ کرنا مکروہ ہے کیونکہ مروی ہے: ((أنه صلى الله عليه وسلم "نهى ان تتخذ القبور محاريب")) (ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کو محراب بنانے سے منع فرمایا ہے)، یہ ان نجاسات کے متعلق مکمل کلام ہے کہ جن میں معافی اور عذر کی جا نہیں ہے۔

(فتح العزیز، کتاب الطہارۃ، ج4، ص36، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

جب وہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اس کی دو حالتیں ہیں: یہ کہ وہ کھلی فضا کی جانب رخ کیے ہوئے ہو اس طرح کہ اس کے سامنے کوئی سترہ نہ ہو جس کی طرف وہ منہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے کیونکہ نمازی کے لیے بیت اللہ کے کسی حصہ کی جانب رخ کرنا ضروری ہے اور جس حالت پر وہ ہے اس صورت میں وہ کعبہ کے کسی حصہ کو رخ کیے ہوئے نہیں ہے۔ اور داؤد بن حسین بواسطہ نافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے: "(1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔"

اور دوسری حالت یہ ہے کہ نمازی کے آگے کوئی سترہ ہو جس کی جانب وہ رخ کیے ہوئے ہو تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ وہ سترہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ متصل بنایا گیا ہو تو اس کی نماز جائز ہے کیونکہ اس نے کعبہ کے کچھ حصہ کی جانب رخ کیا ہوا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ نہ وہ وہاں تعمیر کیا گیا ہو نہ کعبہ کی دیوار سے متصل ہو، (بلکہ) وہ صرف چند پتھروں کا مجموعہ ہو یا کوئی لکڑی ہو تو اس کی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے اس چیز کی جانب رخ کیا ہے کہ جو بیت اللہ سے آگے بڑھی ہوئی ہے اور اس نے کعبہ کی عمارت کی جانب رخ نہیں کیا ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ وہ سترہ گاڑا گیا ہو جیسا کہ لکڑی کو گاڑا جاتا ہے یا جیسا کہ نیزہ کو گاڑا جاتا ہے تو اس کی نماز کے بارے میں دو اقوال ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ جائز ہے جیسا کہ تعمیر شدہ سترہ والی صورت میں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ نماز باطل ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ نمازی نے اس چیز کی جانب رخ کیا ہے کہ جو بیت اللہ میں سے نہیں ہے اور نہ اس سے متصل ہے۔

(الحاوی الکبیر، ج2، ص207، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

"اور وہ جگہیں کہ جن میں نماز ادا کی جاسکتی ہے پس بے شک علما میں سے بعض نے ہر اس جگہ میں نماز کی اجازت دی کہ جس میں نجاست نہ ہو اور بعض نے سات جگہوں کا استثنا کیا: "(1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔" اور ان میں سے بعض نے صرف قبرستان کا استثنا کیا ہے اور ان میں سے بعض قبرستان اور حمام کا استثنا کیا ہے اور ان میں سے بعض نے ان ممنوعہ جگہوں میں نماز کو مکروہ قرار دیا ہے اور باطل قرار نہیں دیا اور یہ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ایک روایت ہے اور تحقیق ان سے جواز بھی مروی ہے اور یہ ابن القاسم کی روایت ہے۔ اور ان علماء کے اختلاف کا سبب احادیث کے ظاہر کا تعارض ہے اور یہ یوں ہے کہ اس مقام پر دو حدیثیں ہیں کہ جن پر اتفاق ہے اور دو احادیث بارے میں اختلاف ہے۔

پس وہ احادیث کہ جن کی صحت پر اتفاق ہے تو وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: مجھے وہ پانچ چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہ کی گئیں اور ان میں یہ بھی ذکر فرمایا: ((وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَأَيْنَمَا أَدْرَكَتْنِي الصَّلَاةُ صَلَّيْتُ)) (ترجمہ: اور میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا تو جہاں کہیں بھی نماز کا وقت ہو جاتا ہے میں نماز ادا کر لیتا ہوں) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا)) (ترجمہ: اپنی نمازیں اپنے گھروں میں پڑھو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ) بہر حال وہ دو احادیث کہ جن پر اتفاق نہیں ہے تو ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو یوں مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: "(1) کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ میں (2) مذبح خانہ میں (3) قبرستان میں (4) راستہ کے بیچ میں (5) حمام میں (6) اونٹ باندھنے کی جگہ میں (7) بیت اللہ کی چھت پر۔" امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا۔ اور دوسری وہ ہے کہ جو یوں مروی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ)) (ترجمہ: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو) تو علما ان احادیث کے حوالے سے تین مذاہب ہیں: ان میں ایک مذہب ترجیح و نسخ ہے۔ اور دوسرا مذہب بنا ہے یعنی خاص کی عام پر بنا کرنا۔ اور تیسرا مذہب جمع ہے۔

پس وہ جنہوں نے مذہب ترجیح و نسخ کو اختیار کیا ہے تو انہوں نے حدیثِ مشہور کو لیا ہے اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ((جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا)) (ترجمہ: میرے لئے تمام زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے) اور ان

حضرات نے فرمایا کہ یہ حدیث دوسری احادیث کے لئے ناسخ ہے کیونکہ یہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل ہیں اور فضائل کا نسخ جائز نہیں ہے۔اور جنہوں نے خاص کی عام پر بنا کرنے کے مذہب کو اختیار کیا ہے تو وہ کہتے ہیں: حدیث اباحت عام ہے اور ممانعت کی حدیث خاص ہے تو واجب ہے کہ خاص کی عام پر بنا کی جائے تو ان میں سے بعض نے سات جگہوں کا استثنا کیا ہے اور بعض نے حمام اور قبرستان کا استثنا کیا ہے اور کہا کہ یہی نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان دونوں جگہوں کی علیحدہ علیحدہ ممانعت مروی ہے۔اور ان میں بعض نے سابقہ حدیث کی بنا پر صرف قبرستان کا استثنا کیا ہے ۔بہر حال جنہوں نے مذہب جمع کو اختیار کیا ہے اور انہوں نے عام سے خاص کا استثنا نہیں کیا ہے پس انہوں نے کہا کہ احادیثِ نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے گا اور پہلی احادیث جواز پر محمول ہیں۔

(بدایۃ المجتہد، الباب السادس المواضع التی لا یصلی فیہا، ج1، ص125,126، دار الحدیث، القاہرہ)

باب نمبر 254

مَا جَاءَ فِی الصَّلَاةِ فِی مَرَابِضِ الغَنَمِ، وَأَعْطَانِ الإِبِلِ

(بکریوں اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا)

348۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الغَنَمِ، وَلَا تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الإِبِلِ

حدیث: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو۔

349۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ، أَوْ بِنَحْوِهِ، وَفِي البَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، وَالبَرَاءِ، وَسَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الجُهَنِيِّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، وَابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ، قَالَ ابو عيسىٰ: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَعَلَيْهِ العَمَلُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ، وَ حَدِيثُ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَ رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مَوْقُوفًا وَلَمْ يَرْفَعْهُ، " وَ اسْمُ أَبِي حَصِينٍ: عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ

حدیث: ابوکریب نے بھی حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

اور اس باب میں حضرت جابر بن سمرۃ، حضرت براء، حضرت سبرۃ بن معبد الجہنی، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ہمارے اصحاب اسی پر عامل ہیں اور امام احمد اور اسحاق رحمہا اللہ اسی کے قائل ہیں اور ابو حصین کی بواسطہ ابو صالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث غریب ہے۔ اس حدیث پاک کو اسرائیل نے بواسطہ ابوحصین اور ابوصالح، ابوہریرہ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور انہوں نے اس کو مرفوع روایت نہ کیا۔ اور ابوحصین کا نام "عثمان بن الاصم الاسدی" ہے۔

الْأَسَدِيُّ "

350۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الغَنَمِ، قَالَ ابو عيسى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَأَبُو التَّيَّاحِ الضُّبَعِيُّ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ

حدیث: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور (سند میں موجود) ابوالتیاح الضبعی کا نام یزید بن حمید ہے۔

تخریج حدیث 348: (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب الصلوۃ فی اعطان الابل، حدیث 768، ج 1، ص 252، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 349:

تخریج حدیث 350: (بالفاظ زائدۃ فی صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی مرابض الغنم، حدیث 429، ج 1، ص 94، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب ابتناء مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث 524، ج 1، ص 374، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی بناء المسجد، حدیث 453، ج 1، ص 123، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی (متوفی 388ھ) فرماتے ہیں:

((بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو)) اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ دونوں جگہوں میں طہارت اور نجاست کے اعتبار سے فرق ہے، کیونکہ اس بارے میں علما کے دو اقوال ہیں: یا تو وہ تمام جانوروں کے پیشاب کی نجاست کے قائل ہیں یا پھر جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کے پیشاب کی طہارت کے قائل ہیں۔ اور بکری اور اونٹ فریقین کے نزدیک دونوں اقوال کے اعتبار سے برابر ہیں۔ اونٹوں کے باڑے میں نماز کی ممانعت صرف اس وجہ سے ہے کہ اونٹوں میں بدکنے کا معاملہ ہوتا ہے جس سے نمازی کے روندے جانے کا خوف ہے جبکہ وہ ان کی موجودگی میں نماز پڑھے یا پھر اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اس بات کا بکریوں میں کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ ان میں سکون ہوتا ہے اور بدکنے کی کمی ہوتی ہے۔ (معالم السنن، ومن باب الوضوء من مس لحم النئی، ج1، ص67، المطبعۃ العلمیہ، حلب)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

((بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو)) یعنی بوقتِ ضرورت جائے نماز پر اور یہ مَرْبِض کی جمع ہے اور وہ بکریوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ **((اور اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو))** اور ان دونوں میں فرق کرنے والی بات یہ ہے کہ بے شک اونٹ میں بدکنا زیادہ پایا جاتا ہے لہٰذا نمازی اونٹوں کے باڑے میں بے خوف نہیں ہوگا یعنی اس بات سے کہ اونٹ بدکیں اور اس کی نماز کو توڑ دیں یا اس کے دل کو تشویش میں مبتلا کریں لہٰذا اونٹ نماز میں خشوع کے مانع ہوں گے جبکہ بکریوں کا معاملہ مختلف ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور اسی کی طرف نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا: ((لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الشَّيَاطِينِ)) (اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ وہ شیاطین سے تخلیق کیے گئے ہیں) اور ابن حبان نے اس حدیث پاک کی یہ تاویل کی کہ اونٹ شیاطین کے ساتھ تخلیق کیے گئے ہیں، ورنہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر وتر ادا نہ فرماتے تو صحیح علت ان کا بشدت بدکنا ہے جو نماز کے ٹوٹنے اور خشوع سے رکاوٹ کی طرف لے جانے والا ہے نہ کہ ان کا شیاطین سے تخلیق ہونا یعنی ان کے پانی سے تخلیق ہونا۔

اور اونٹوں کی قید سے بکریاں خارج ہو گئیں لہٰذا ان کے نزدیک نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ان کا بدکنا نماز کے خشوع کو خراب نہیں کرتا کیونکہ وہ اطمینان والی ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر وارد ہوا کہ ((مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ)) (ترجمہ: کوئی بھی

نبی ایسا نہیں کہ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں) اور امام شافعی رحمہ اللہ کی حدیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا أَدْرَكْتُمُ الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ فِي مُرَاحِ الْغَنَمِ فَصَلُّوا فَإِنَّهَا سَكِينَةٌ وَبَرَكَةٌ وَإِذَا أَدْرَكْتُمُ الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ فَاخْرُجُوا مِنْهَا فَصَلُّوا فَإِنَّهَا جِنٌّ مِنْ جِنٍّ خُلِقَتْ أَلَا تَرَوْنَ أَنَّهَا إِذَا نَفَرَتْ كَيْفَ تَشْمَخُ بِأَنْفِهَا)) (ترجمہ: جب تم بکریوں کے باڑے میں نماز کا وقت پالو تو نماز پڑھ لو کیونکہ وہ اطمینان والی اور برکت والی ہیں اور جب تم نماز کے وقت کو اونٹوں کے باڑے میں پاؤ تو وہاں سے نکل کر نماز پڑھو کیونکہ وہ جن ہیں اور جنوں سے ہی تخلیق کیے گئے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ بدکتے ہیں تو وہ کیسے تکبر سے ناک چڑھاتے ہیں)

اور ساری شیطانی جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور انہیں میں سے وہ وادی بھی ہے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند کی بنا پر نمازِ فجر نہ پڑھ پائے جیسا کہ وہ حدیث گزر چکی۔ اور انہیں جگہوں میں ہر وہ جگہ شامل ہے جہاں اللہ عزوجل کا غضب نازل ہوا ہو جیسا کہ ارضِ ثمود، اور بابل اور قومِ لوط کے گھر اور وادی محسر اس بنیاد پر کہ ان جگہوں پر اللہ عزوجل کا عذاب نازل ہوا ہے۔ ابن الملک کہتے ہیں: اگر اس نے (ان جگہوں میں سے کسی جگہ) نماز پڑھی اور جگہ پاک ہو تو اکثر کے نزدیک نماز صحیح ہے اور وہ بکریوں کے مالک ان کے باڑوں کو پاک رکھتے ہیں تو اس بنا پر ان میں نماز پڑھنا مباح ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، ج2، ص618، دار الفکر، بیروت)

اونٹوں کے باڑے میں نماز کا حکم، مذاہب ائمہ

جمہور علما نے اونٹوں کے باڑے میں نماز کی کراہت کو اختیار کیا ہے۔ اور احناف نے کراہت کے حوالے سے گایوں کو بھی اونٹوں کے ساتھ لاحق کیا ہے۔ اور مالکیہ اور شوافع کہتے ہیں: بے شک گایوں کے باڑے میں نماز کے جواز کے حوالے سے وہ بکریوں کی طرح ہی ہیں۔ اور حنابلہ نے اونٹوں کے باڑے میں نماز کی عدمِ صحت کو اختیار کیا ہے اور ان کا باڑا وہ جگہ ہے کہ جہاں وہ رہتے اور پناہ حاصل کرتے ہیں۔ بہر حال ان کے چلنے میں جو ان کے رکنے کی جگہیں ہوتی ہیں تو ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(رد المحتار للحنفیۃ، ج1، ص254 ☆ حاشیۃ الدسوقی للمالکیۃ، ج1، ص188 ☆ مغنی المحتاج للشافعیۃ، ج1، ص203 ☆ کشاف القناع للحنابلۃ، ج1، ص294)

بکریوں کے باڑے میں نماز کا حکم، مذاہب ائمہ

جمہور فقہا (احناف، شوافع اور حنابلہ) بکریوں کے باڑے میں نماز کو مباح قرار دیتے ہیں جبکہ نجاست سے امن ہو، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ: (انَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُصَلِّي فِي مَرَابِضِ

الْغَنَمِ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ أُصَلِّي فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ؟ قَالَ لَا)) (ترجمہ: بے شک ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ تو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ تو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں) اور احناف کے نزدیک نماز بکریوں کے باڑے میں جائز ہے جبکہ حالتِ ضرورت میں کسی کپڑے کے اوپر ادا کی جائے یا جب بکریوں کے مالک ان کے باڑوں کو پاک رکھتے ہوں تو اس بنا پر ان میں نماز مباح ہے۔ اور فرماتے ہیں: بکریوں کے باڑے میں نماز مکروہ نہیں ہے جبکہ وہ نجاست سے دور ہو۔

اور شوافع کہتے ہیں: جب وہ اونٹوں یا بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرے اور ان کے پیشاب یا ان کی مینگنیوں وغیرہ نجاستوں میں کسی سے مس ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اگر کوئی پاک چیز بچھا کر اس پر نماز پڑھے یا وہاں کسی پاک جگہ میں نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن اونٹوں کے باڑے میں نماز مکروہ ہے اور بکریوں کے باڑے میں نماز مکروہ نہیں ہے اور کراہت نجاست کے سبب نہیں ہے پس وہ دونوں پیشاب اور مینگنی کی نجاست کے حوالے سے برابر ہیں، اونٹوں کے باڑے میں کراہت کے سبب صرف ان کے بدکنے کا خوف ہے جبکہ بکریوں کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ وہ اطمینان والی ہوتی ہیں۔ اور مالکیہ نے بکریوں اور گایوں کے باڑے میں بغیر کسی شے بچھائے ان کے گوبر کی طہارت کی بنا پر نماز کو جائز قرار دیا ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی للحنفیۃ، ص196,197 ☆ ردالمحتار للحنفیۃ، ج1، ص254 ☆ المجموع للشافعیۃ، ج2، ص160,161 ☆ روضۃ الطالبین للشافعیۃ، ج1، ص278 ☆ المغنی للحنابلۃ، ج2، ص67 ☆ الشرح الصغیر للمالکیۃ، ج1، ص268)

باب نمبر255

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الدَّابَّةِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهِ

(جس طرف سواری کا رخ ہو اسی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا)

351۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَيَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَجِئْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالسُّجُودُ أَخْفَضُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ، " وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ اخْتِلَافًا: لَا يَرَوْنَ بَأْسًا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ عَلَى رَاحِلَتِهِ تَطَوُّعًا حَيْثُ مَا كَانَ وَجْهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرِهَا "

حدیث: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام بھیجا پس جب میں واپس آیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر مشرق کی جانب رخ کئے ہوئے نماز ادا فرما رہے تھے اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا) سجود، رکوع کی بہ نسبت پست تھا۔ اور اس باب میں حضرت انس، ابن عمر، ابو سعید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو عیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے مروی ہے۔ اور عام اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور ہمیں اس بارے میں ان کا اختلاف معلوم نہیں۔ یہ حضرات اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص اپنی سواری پر نفل نماز سواری کے رخ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھے خواہ اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو یا کسی اور طرف۔

تخریج حدیث 350: (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان۔۔۔، حدیث 400، ج1، ص89، دار طوق النجاۃ ☆ سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب التطوع علی الراحلۃ، حدیث 1227، ج2، ص9، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

سواری پر نفل نماز پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ محمد بن احمد سمرقندی حنفی (متوفی 540ھ) فرماتے ہیں:

"سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے سوار مسافر ہو یا نہ ہو ہاں مگر شہر سے باہر ہو اگر چہ اترنے پر قادر ہو اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔" (تحفۃ الفقہاء، فصل ثم الصلاۃ علی الراحلۃ، ج 1، ص 154، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی حنفی (متوفی 593ھ) فرماتے ہیں:

"جو شہر سے باہر ہو تو وہ اپنی سواری پر اشارے سے نفل پڑھے، خواہ اس کی سواری کسی بھی جانب متوجہ ہو حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ((رأیت رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یصلی علی حمار وھو متوجہ إلی خیبر یومئ إیماء)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دراز گوش پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی جانب متوجہ ہو کر اشارہ سے نماز پڑھتے تھے۔) اور کیونکہ نوافل کسی وقت کے ساتھ مختص نہیں ہوتے تو اگر ہم سواری سے نیچے اترنا اور قبلہ کی جانب رخ کرنا لازمی قرار دیں تو اس کی نفل نماز منقطع ہو جائے گی یا اس سے قافلہ چھوٹ جائے گا۔ بہر حال فرائض تو وہ ایک خاص وقت کے ساتھ مختص ہوتے ہیں اور سننِ رواتبہ نوافل کے حکم میں ہیں۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نمازی سنتِ فجر کے لئے سواری سے اترے گا کیونکہ وہ ساری سنتوں سے زیادہ مؤکد ہے اور شہر سے باہر ہونے کی قید سفر کی شرط ہونے کی نفی کرتی ہے اور اسی طرح شہر میں نماز کے جواز کی نفی کرتی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ شہر میں بھی جائز ہے۔ اور ظاہر الروایہ کی وجہ یہ ہے کہ نص شہر سے باہر کے حوالہ سے وارد ہوئی ہے اور شہر سے باہر سواری کی حاجت بھی اغلب ہے۔" (ہدایہ، صلاۃ النافلۃ علی الدابۃ ج 1، ص 70، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

(اور اسے سواری پر نفل پڑھنے کی اجازت ہے اس طریقہ پر جو ہم نے صلاۃ الخوف میں بیان کیا ہے) طویل سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنے کے مباح ہونے میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف ہمیں معلوم نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ جمہور اہلِ علم کا موقف ہے۔ علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں: علما کا اس بات پر اجماع ہے ہر وہ شخص جو ایسا سفر کرے کہ جس میں نماز قصر

ہوتی ہو تو اسے اپنی سواری پر جہاں اس کی رخ ہو نماز پڑھنے کی اجازت ہے وہ رکوع وسجود کا اشارہ کرے، سجدہ کے اشارہ کو رکوع کی بہ نسبت پست کرے۔ بہر حال وہ چھوٹا سفر کہ جس میں قصر جائز نہیں تو اس میں ہمارے امام صاحب اور لیث اور حسن بن حی ،اوزاعی، شافعی اور اصحاب رائے کے ہاں سواری پر نماز جائز ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں: یہ صرف طویل سفر میں جائز ہے کیونکہ یہ سفر کی رخصت ہے تو طویل سفر کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ نماز کا قصر کرنا۔ اور ہماری دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور پورب پچھم (مشرق ومغرب) سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے)۔ (پارہ1، سورہ بقرہ، آیت115) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي التَّطَوُّعِ خَاصَّةً حَيْثُ تَوَجَّهَ بِكَ بَعِيرُكَ)) (ترجمہ: یہ آیتِ کریمہ خاص نفل نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس سمت تیرا اونٹ متوجہ ہو۔) اور یہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کی بنا پر محلِ اختلاف کو بھی شامل ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: ((كَانَ (رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) يُسَبِّحُ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ يُوْمِئُ بِرَأْسِهٖ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهٗ)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کی پیٹھ پر جس طرف اس کا رخ ہوتا اشارہ سے نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی یوں ہی کیا کرتے تھے) متفق علیہا۔ اور بخاری میں ہے کہ ((إِلَّا الْفَرَائِضَ)) (سوائے فرائض کے) اور مسلم وابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ((غَيْرَ أَنَّهٗ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ)) (مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر فرض نماز ادا نہیں فرماتے تھے) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوٹے اور طویل سفر کے درمیان فرق نہیں فرمایا۔ اور اس لئے کہ سواری پر نماز پڑھنے کا مباح ہونا نفل میں تخفیف ہے تا کہ یہ اس کے انقطاع اور کمی کی جانب مؤدی نہ ہو اور اس میں چھوٹا اور بڑا سفر برابر ہے۔ اور قصر اور روزہ کی رخصت میں مشقت کی رعایت کی جاتی ہے اور یہ مشقت غالباً طویل سفر میں پائی جاتی ہے۔

(المغنی لابن قدامہ، التطوع علی الراحلۃ فی السفر، ج1، ص314، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"طویل اور چھوٹے سفر میں دو چیزیں جائز ہیں تیمم اور سواری پر نفل پڑھنا جدھر بھی اس کا رخ ہو۔"

(الحاوی الکبیر، مسئلہ، ج1، ص266، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

مدونہ میں ہے:

اور امام مالک رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا: اپنی سواری پر نفل نماز نہ پڑھے مگر وہ شخص جو ایسا مسافر ہو کہ جس کے لئے نماز میں قصر کرنا جائز ہے تو جو ایک فرسخ یا دو فرسخ یا تین فرسخ کے فاصلہ کے لئے نکلا تو وہ اپنی سواری پر نفل نماز نہ پڑھے..... اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دن ہو یا رات نمازی حالتِ سفر میں اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ سکتا ہے جدھر بھی سواری کا رخ ہو۔

(المدونہ، الصلاۃ علی المحمل، ج1، ص174، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سواری پر فرض نماز پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی 970ھ) فرماتے ہیں:

"محیط میں ہے کہ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اور نہ سواری پر بغیر عذر کے پڑھنا جائز ہے کیونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور سواری پر واجبات اور فرائض کی ادائیگی بلا عذر جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ وتر سنت ہے لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری پر رات میں بلا عذر نفل نماز پڑھا کرتے تھے اور جب وتر کا وقت ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سواری سے اتر کر زمین پر وتر ادا فرماتے اھ۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم اور صاحبین رضی اللہ عنہم کے نزدیک بالاتفاق بلا عذر وتر کی نماز بیٹھ کر اور سوار ہو کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔"

(البحر الرائق، باب الوتر والنوافل، ج2، ص41، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

"جانور اور چلتی گاڑی پر اور اس گاڑی پر جس کا جوا جانور پر ہو بلا عذر شرعی فرض و سنت فجر و تمام واجبات جیسے وتر و نذر اور نفل جس کو توڑ دیا ہو اور سجدہ تلاوت جب کہ آیت سجدہ زمین پر تلاوت کی ہو ادا نہیں کر سکتا اور اگر عذر کی وجہ سے ہو تو اُن سب میں شرط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو قبلہ رُو کھڑا کر کے ادا کرے ورنہ جیسے بھی ممکن ہو۔" (بہار شریعت، حصہ 4، ص673، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شوافع کا موقف:

امام الحرمین عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

"فرائض سواری پر ادا نہیں کیے جائیں گے اگرچہ سواری کھڑی ہوئی ہو اور نمازی قبلہ کی جانب رخ کیے ہوئے ہو اور نماز کے تمام ارکان پر قادر ہو اور اگر وہ بندھے ہوئے اونٹ کی پیٹھ پر ہو تو بھی نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ فرض پڑھنے والے کو اپنی نماز

میں زمین پر ٹھہراؤ کا حکم ہے یا جو اس کے معنی میں ہو۔" (نہایۃ المطلب، باب استقبال القبلۃ الخ، ج2، ص74، مطبوعہ دار المنہاج)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الفاسی مالکی (متوفی 737) فرماتے ہیں:

"نمازی کے لئے سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے جس طرف سواری کا رخ ہو، اسی طرح وتر بھی ادا کرسکتا ہے اور پانچ فرض نمازوں کو زمین پر ہی ادا کرے یا کشتی میں کھڑے ہو کر ادا کرے، ہاں مگر یہ کہ سواری پر نماز پڑھنے کی کوئی ایسی ضرورت شرعیہ پیش آجائے جیسا کہ وہ جگہ خوفناک ہو یا وہ ایسا مریض ہو حتی کہ اگر وہ زمین پر اترے تو وہ تب بھی اشارہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے تو اسے چاہیے کہ وہ سواری پر ہی نماز ادا کرلے اور نیچے نہ اترے لیکن وہ سجدہ کا اشارہ زمین کی جانب کرے نہ کہ سواری کے کجاوے کی طرف پس اگر وہ (کجاوے کی جانب) اشارہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے۔ اور اسی طرح سواری پر غیرِ قبلہ کی جانب نماز فرض کی تحریمہ باندھنا جائز نہیں ہے اگر چہ وہ مریض ہو حتی کہ وہ قبلہ کی جانب منہ کرے اور اس کی سواری رکی رہے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز مکمل کرلے اگر اس کے سفر کا راستہ غیرِ قبلہ کی جانب ہو۔"

(المدخل لابن الحاج، صلاۃ النافلۃ علی الراحلۃ فی السفر، ج4، ص51،52، دار التراث، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی حنبلی (متوفی 772ھ) فرماتے ہیں:

"علامہ خرقی رحمہ اللہ نے جو ذکر کیا اس کے مطابق فرض نماز میں قیام کرنا واجب وضروری ہے لہٰذا بیٹھ کر اور سواری پر نماز پڑھنے والے کی نماز بلا عذر صحیح نہیں ہے۔" (شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی، کیفیۃ الصلاۃ علی الیت، ج2، ص316، مطبوعہ دار العبیکان)

چلتی ریل گاڑی اور بس پر نماز کا حکم

فرض، وتر، فجر کی سنتیں چلتی گاڑی پر نہیں پڑھ سکتے، اگر گاڑی نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے تو پڑھ لے بعد میں جب اترے تو اعادہ کرلے۔

تنویر الابصار میں ہے: "ولو صلی علی دابۃ فی محمل وھو یقدر علی النزول لا تجوز الصلاۃ علیھا ۔۔۔ واما الصلاۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وھی تسیر او لا فھی صلاۃ علی الدابۃ" ترجمہ: اگر وہ سواری کے کجاوے پر نماز پڑھے اور اترنے پر قادر ہو تو اس کی نماز جائز نہیں ہے اور بہر حال اگر وہ بیل گاڑی پر نماز پڑھے تو اگر اس کی ایک طرف جانور پر ہو اور وہ چل رہا ہو یا نہ چل رہا ہو تو یہ بھی جانور پر نماز پڑھنا ہی کہلائے گا۔

(تنویر الابصار مع ردالمحتار علی الدرالمختار، ج2، ص590، مکتبہ حقانیہ)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فرض اور واجب جیسے وتر ونذر اور ملحق بہ یعنی سنتِ فجر چلتی ریل میں نہیں ہوسکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے، پڑھ لے پھر بعد میں استقرار اعادہ کرے، تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے متصل قرار ہو، ان نمازوں میں شرط صحت ہے مگر بہ تعذر، ولہذا دابہ (جانور) پر بلا عذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دابہ تابع زمین نہیں، ولہذا گاڑی پر جس کا جُوا بیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہ ہُوا، ایک حصہ غیر تابع زمین پر ہے ولہذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اتر نا میسر ہو کشتی میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند التحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہو زمین تک نہ پہنچی ہو اور کنارے پر اُتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل بالاتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہوسکتی ہیں کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتیِ رواں جس سے نزول متیسر نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر، لہذا سیر ووقوف برابر، لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی، انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہُوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔

دُرمختار میں ہے: لو صلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلاۃ علیہا اذا کانت واقفہ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ واما الصلوٰۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وھی تسیرا ولا تسیر فھی صلاۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرھا وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلھم بانھا کالسریر ھذا اکلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافہا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرھا لامکان اما فی النفل فتجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا۔ (اگر کسی نے کھڑے چار پائے پر کجاوے میں نماز ادا کی حالانکہ وہ اُترنے پر قادر تھا تو نماز نہ ہوگی، البتہ اس صورت میں نماز ہو جائے گی جب کجاوے کی لکڑیاں زمین پر ہوں بایں طور کہ اس کے نیچے لکڑی کی گاڑی ہو۔ رہا معاملہ مال بردار گاڑی پر نماز کا تو اگر گاڑی کا ایک حصہ چوپائے کے اوپر ہے خواہ وہ چلتی ہے یا نہیں تو یہ چوپائے پر نماز سمجھی جائے گی تو تیمم میں بیان کردہ عذر کی وجہ سے نماز ادا ہو جائے گی، اسکے علاوہ میں نہیں۔ اور اگر گاڑی کا کوئی حصہ چار پائے پر نہیں تو نماز ہو جائے گی اگر مال بردار گاڑی کھڑی ہو کیونکہ فقہاء نے اسے تخت کی مثل قرار دیا ہے۔ یہ تمام گفتگو

بذاتِ خود مفسدِ نماز ہے مگر اس صورت میں جب کھڑا کرنا ممکن نہ ہو، محض اتنا عذر کافی نہیں جونزول سے مانع ہو بلکہ وہ عذر جو کھڑا کرنے سے مانع ہو، معتبر ہے، اب اگر بیل گاڑی کلی طور پر زمین پر ہو اور جانور اسے رسّی کے ذریعے لے جارہا ہے تو اب یہاں پہلا مانع (نماز کا چار پائے پر ہونا) موجود نہیں البتہ دوسرا مانع (جگہ کی تبدیلی) موجود ہے لہذا اس صورت میں عذر کے بغیر نماز فاسد ہوگی پس اسے نہیں دیکھا جائے گا کہ جو شارح نے مفہوماً استنباط کرلیا ہے کیونکہ اس دور کی عادت اس مفہوم کو قبول نہیں کرتی، اسے سمجھ لے اور اس پر قائم رہ۔)

نیز اسی میں غنیۃ سے ہے: هـذابناء علی ان اختلاف المكان مبطل مالم يكن لا صالا حها ۔(یہ اس بنا پر ہے کہ جگہ کا مختلف ہونا نماز کو باطل کرنے والا ہے جبکہ یہ اس کی اصلاح کے لئے نہ ہو)

اُسی میں بحوالہ بحرالرائق فتاوٰی ظہیریہ سے ہے: ان جـذبتـه الـدابة حتى از الته عن موضع سجوده تفسد۔ اگر جانور نے اسے اتنا کھینچا کہ اس کے سجدہ کی جگہ بدل گئی تو نماز فاسد ہوگی۔

اُسی میں ہے: ظـاهـر مـافي الهداية وغيرها الجواز قائما مطلقا اي استقرت على الارض اولا و صرح في الايضاح بمنعه في الثاني حيث امكنه الخروج الحاقالها بالدابة نهرو اختاره في المحيط والبدائع بحر وعزاه في الامـدادايـضـا الى مجمع الروايات عن المصفى وجزم به في نورالايضاح و على ينبغي ان لا تجوز الصلاة فيها سائرة مع امكان الخروج الى البر وهذه المسألة الناس عنهاغافلون،شرح المنية ۔ ہدایہ وغیرہا سے ظاہر یہی ہے کہ کشتی میں کھڑے ہوکر مطلقاً نماز جائز ہے یعنی خواہ وہ زمین پر مستقر ہو یا نہ ہو۔ ایضاح میں تصریح ہے کہ جب زمین پر مستقر نہ ہو تو نماز نہیں ہوگی جبکہ اس سے اتر نا ممکن ہو کہ اس کا حکم دابہ (جانور) کی طرح ہوگا، نہر۔ بحر میں ہے کہ محیط اور بدائع نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ اور امداد میں بھی ہے کہ اسے مجمع الروایات میں مصفٰی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ اور نور الایضاح میں اسی پر جزم ہے۔ اسی بنا پر چلتی کشتی پر نماز جائز نہیں ہونی چاہئے جبکہ خشکی پر اتر نا ممکن ہے۔ اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں شرح المنیۃ۔)

فتح القدیر میں ہے: فـي الايـضـاح فـان كـانت موقوفة في الشط وهي على قرار الارض فصلى قائما جاز لانها اذا استقرت على الارض فحكمها حكم الارض فان كانت مربوطة و يمكنه الخروج لم تجز الصلوة فيها لا نهـا اذالم تستقرفهي كالدابة انتهى بخلاف مااذااستقرت فانها حينئذ كالسرير ۔ ایضاح میں ہے اگر کشتی دریا کے کنارے کھڑی ہو اور زمین پر مستقر ہو اور نمازی نے نماز کھڑے ہوکر ادا کی تو جائز ہے کیونکہ استقرار کی صورت میں اسکا حکم زمین والا ہے اگر کشتی باندھی ہوئی ہو، اور اس سے نکلنا ممکن ہو تو اس میں نماز جائز نہیں ہوگی کیونکہ جب مستقل نہیں تو وہ چوپائے کی طرح ہے انتہی بخلاف اس کے جب مستقر ہو کیونکہ اس صورت میں وہ تختہ کی طرح ہے۔

محیط امام سرخسی پھر فتاوی ہندیہ میں ہے: لو صلی فیھا فان کانت مشدودة علی الحد مستقرة علی الارض فصلی قائما اجزاه وان لم تکن مستقرة ویمکنه الخروج عنھا لم تجز الصلاة فیھا اه اقول واطلاق الھدایة واجب الحمل علی ھذه النصوص الصریحة المقیدة وکم له من نظیر کما صرح به الجم الغفیر واللہ تعالی اعلم (اگر کشتی مضبوط باندھی ہوئی ہو اور زمین پر مستقر ہے تو ایسی صورت میں اگر کسی نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی تو جائز ہوگی اور اگر مستقر نہ ہو اور اس سے نکلنا بھی ممکن ہو تو اب اس میں نماز صحیح نہ ہوگی اھ اقول ہدایہ کے اطلاق کو ان صریح مقید نصوص پر محمول کرنا واجب ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ جم غفیر نے اس کی تصریح کی ہے۔ واللہ تعالی اعلم"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص138 تا 141، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

"چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب و سنت فجر نہیں ہو سکتی اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو کنارہ پر ہو اور خشکی پر آ سکتا ہو تو اس پر بھی جائز نہیں ہے لہٰذا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرے اُس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں من جہۃ العباد کوئی شرط یا رکن مفقود ہو اُس کا یہی حکم ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص673، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کشتی پر نماز کا حکم، مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

(چلتی کشتی میں فرض نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھی تو صحیح ہے) غلبہ عجز کی بنا پر (اور برا کیا) اور صاحبین فرماتے ہیں: صحیح نہیں ہے مگر عذر کی صورت میں اور یہی زیادہ ظاہر ہے، برہان۔ (اور کنارے پر بندھی ہوئی کشتی وہ کنارے کی طرح ہے) صحیح قول کے مطابق (اور سمندر کے گہرے پانی میں بندھی ہوئی کشتی اگر ہوا اسے شدید حرکت دیتی ہو تو وہ چلتی ہوئی کشتی کی طرح ہے ورنہ رکی ہوئی کشتی کی طرح ہے اور نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنا لازم ہے اور کشتی جب جب گھومے تو قبلہ کی طرف ہو جائے۔)

(درمختار، باب صلاۃ المریض، ج2، ص101، دار الفکر، بیروت)

علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں:

"(اور شارح کا قول اور یہی زیادہ ظاہر ہے) اور "حلیہ" میں دلائل کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ بے شک صاحبین کا قول زیادہ درست ہے تو یقینی طور پر جو حاوی قدسی میں ہے اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔"

(ردالمحتار، باب صلاۃ المریض، ج2، ص101، دارالفکر، بیروت)

(کنارے پر بندھی ہوئی کشتی، کنارے کے حکم میں ہی ہے) تو بالاتفاق اس میں نماز جائز نہیں ہے اور ہدایہ وغیرہ کتب کے ظاہر سے مطلقاً کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا جواز مستفاد ہوتا ہے یعنی وہ کشتی زمین پر ٹھہری ہوئی ہو یا نہ ہو اور "ایضاح" میں دوسری صورت میں نماز کے ممنوع ہونے کی صراحت کی ہے جبکہ اس کے لئے نکلنا ممکن ہو اس کو جانور کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے۔ نہر۔ اور "محیط" اور "بدائع" میں اسی کو اختیار کیا۔ بحر۔ اور "امداد" میں اسے "مصفی" کے حوالے سے "مجمع الروایات" کی طرف منسوب کیا اور اسی پر "نور الایضاح" میں جزم کیا۔ اور اسی بنا پر چلتی ہوئی کشتی میں خشکی میں نکلنے کے ممکن ہونے کے صورت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں، شرح المنیۃ۔ (ردالمحتار، باب صلاۃ المریض، ج2، ص101، دارالفکر، بیروت)

شوافع کا موقف:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

" کشتی میں نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ حرکت کرتی ہو جیسا کہ جانور اپنی سوار کے ساتھ حرکت کرتے ہیں تو زمین پر پانی زمین کی طرح ہی ہے اور کشتی زمین پر بچھائی ہوئی لکڑیوں کی طرح ہیں۔ اور حیوان اگرچہ وہ بندھا ہوا ہو وہ زمین کے اجزاء میں سے شمار نہیں ہوتا۔ اور چلتی ہوئی کشتی میں نماز ادا کرنے کے حوالے سے رخصت کے ماخذ کو لیا جاتا ہے پس بے شک یہ حرکات کثیر افعال کے حکم میں ہیں لیکن جب سمندر میں سواری کرنا جائز ہے تو اس کے لئے نماز کے اوقات میں نماز سے عدول کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اکثر طور پر کشتی چلتی رہتی ہے اور اس کے باندھنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا پس شریعت نے ان حرکات کی کوئی پرواہ نہیں کی۔" (نہایۃ المطلب، باب استقبال القبلۃ الخ، ج2، ص74، مطبوعہ دار المنہاج)

حنابلہ کا موقف:

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد ابن قدامہ حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

(اور قیام پر قادر شخص کے لئے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے) اور کشتی سے باہر نکلنے کی قدرت کے باوجود کشتی میں نماز ادا کرنے میں اختلاف ہے، اس میں دو روایتیں ہیں: ان میں ایک یہ ہے جائز نہیں ہے کیونکہ ایسے ٹھہراؤ کی حالت نہیں ہے جو سواری پر نماز پڑھنے کے مشابہ ہو۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز صحیح ہے کیونکہ قیام وقعود اور رکوع وسجود پر قدرت

حاصل ہوتی ہے تو یوں یہ زمین پر نماز پڑھنے کے مشابہ ہے اور اس معاملہ میں چلتی ہوئی کشتی اور رکی ہوئی کشتی اور مسافر اور مقیم برابر ہیں اور یہی اصح ہے اور جب اسے نماز میں قیام پر قدرت حاصل ہو تو اس کا ترک جائز نہیں ہے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر، تو اگر قیام سے عاجز آ جائے تو حدیث کی بنا پر نماز صحیح ہے۔

(الشرح الکبیر علی متن المقنع، مسئلہ: فان صلی ضاحکا، ج2، ص89، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد رعینی مالکی (متوفی 954ھ) فرماتے ہیں:

کتاب الصلاۃ میں علامہ ابن القاسم کے سماع سے ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں کہ کشتی میں کھڑے ہو کر اور یا بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں امام مالک سے سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: بلکہ کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے گی تو اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر بیٹھ کر۔ اور عرض کیا گیا کہ کیا وہ بیٹھ کر مقتدیوں امامت کروائے گا؟ تو فرمایا کہ ہاں جبکہ انہیں کھڑے ہونے کی استطاعت نہ ہو۔ قاضی کہتے ہیں: اور جیسا انہوں نے فرمایا ویسا ہی ہے کیونکہ نماز میں قیام کرنا نماز کے فرائض میں سے ہے لہٰذا جسے قیام کی استطاعت ہو تو اس کے لئے بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ تو اگر انہیں قیام کی استطاعت نہیں ہے تو وہ مریضوں کی مانند ہیں تو امام کو بیٹھ کر ان کی امامت کروانے کی اجازت ہے، اھ۔

اور علامہ عبد الملک کے سماع سے ہے کہ ان سے میری موجودگی میں ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو قیام پر قدرت کے باوجود سواری پر بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: وہ اس نماز کا وقت میں اور وقت کے بعد اعادہ کریں اور اگر وہ قدرت نہ رکھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان کا امام ان کی امامت کروائے اس حال میں کہ وہ سب بیٹھے ہوئے ہوں۔ قاضی کہتے ہیں: یہ صحیح ہے کیونکہ قیام کرنا فرض ہے تو جو شخص قدرت کے باوجود اسے ترک کرے تو اس کی نماز نہیں ہوتی، اھ۔

اور ابن بشیر کہتے ہیں: اور کشتی میں موجود شخص کے لئے کنارے کی جانب نکلنا ممکن ہو تو وہ کنارے کی طرف نکل جائے اگرچہ وہ کشتی میں نماز کو کامل طریقہ پر ادا کر سکتا ہو کیونکہ کنارے پر نماز ادا کرنا خشوع کے زیادہ قریب اور کسی مفسد کے طاری ہونے سے امن میں ہوتا ہے پس اگر وہ کشتی میں نماز ادا کرے اور اسے مکمل کرے تو اس کی نماز اسے کفایت کرے گی اور اگر وہ نکلنے پر قدرت کے باوجود فرض میں خلل ڈالے (یعنی کامل طور پر ادا نہ کرے) تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر نکلنے پر قادر نہ ہو تو اس کی نماز صحیح ہوگی، اھ۔

اور "مدونہ" کی کتاب الصلاۃ الثانی میں فرمایا: اور جو شخص کشتی میں نماز ادا کرے اور وہ نکلنے پر قادر ہو تو اس کی نماز ہو

جائے گی اور میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ وہ کشتی سے باہر نکل جائے اور اگر وہ قیام کرنے پر قادر ہو تو وہ کشتی میں بیٹھ کر نماز ادا نہ کرے۔ علامہ ابن ناجی کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر نہ ہو تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے، اور مدونہ میں فرمایا: اور جب جب کشتی گھومے تو وہ لوگ بھی قبلہ کی جانب گھومیں پس اگر اس پر قدرت نہ رکھیں تو ان کی نماز ہو جائے گی۔

(مواہب الجلیل، تنبیہات، رکوب البحر علی ثلاثۃ اقسام، ج2، ص516، دار الفکر، بیروت)

ہوائی جہاز اور بحری جہاز پر نماز کا حکم

فرض، واجب وسنتِ فجر میں استقرار علی الارض (زمین پر ٹھہراؤ) شرط ہے لیکن ساحل سے دور بحری جہاز اور کشتی کی طرح اڑتے ہوئے جہاز میں نماز جائز ہے کہ اگر انہیں روکا بھی جائے تب بھی نمازی کے لئے زمین پر استقرار ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت اسے استقرار علی الارض پر قدرت نہیں، عدمِ قدرت کی وجہ سے یہ عذر من جہۃ العباد نہیں بلکہ صاحب حق مولیٰ عز و جل کی جانب سے ہوا لہذا اس صورت میں پڑھی گئی نماز کے اعادے کا حکم نہیں ہوگا اور فرض، واجب وسنتِ فجر کھڑے ہو کر ہی پڑھے کیونکہ ان کے لئے قیام فرض ہے بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، ہاں کسی عذر مثلاً سر چکرانے وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں البتہ نوافل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ رد المحتار میں ہے: ''ان کلا من اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی صلاۃ غیر النافلۃ عند الامکان لا یسقط الا بعذر'' ترجمہ: سواری پر نماز پڑھتے ہوئے نفل نماز کے علاوہ (یعنی فرض، واجب، وسنتِ فجر میں) جتنا ممکن ہو اتحادِ مکان واستقبالِ قبلہ شرط ہے، عذر کی وجہ سے ہی یہ ساقط ہوں گے۔

(رد المحتار، ج1، ص594، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اگر عذر اللہ جل وعلا کی طرف سے ہو تو اس صورت میں پڑھی جانے والی نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔ رد المحتار میں ہے'' فقد جاء العذر من صاحب الحق فلا تلزمہ الاعادۃ '' ترجمہ: عذر صاحبِ حق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ہے تو اعادہ نماز لازم نہیں۔

(رد المحتار، ج1، ص319، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

درمختار میں ہے'' (منھا القیام).....(فی فرض) ملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح (لقادر علیہ) '' ترجمہ: فرائض نماز میں سے ایک قیام ہے، فرض اور اس سے ملحق (یعنی واجب) جیسے منت اور سنتِ فجر میں قادر شخص پر قیام فرض ہے۔

(درمختار، ج2، ص163، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

فتاوی قاضی خان میں ہے'' لا یجوز لہ ترک القیام ان قدر علیہ '' ترجمہ: اگر قیام پر قادر ہے تو ترکِ قیام جائز نہیں۔

(فتاوی قاضی خان، ج1، ص153، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

کشتی یا بحری جہاز میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا عذر بیان کرتے ہوئے علامہ حسن بن عمار بن علی بن شرنبلالی علیہ الرحمہ نے فرمایا:"والعذر کدوران الرأس وعدم القدرة على الخروج "ترجمہ: اور عذر جیسا کہ سر چکرانا اور اس سے اترنے کی قدرت نہ ہونا۔ (نورالایضاح، ص213، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تنویرالابصار میں ہے"ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدا "ترجمہ: قیام پر قدرت کے باوجود نفل نماز بیٹھ کے پڑھ سکتا ہے۔ (تنویرالابصار، ج1، ص584، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہو، ان نمازوں (فرض، واجب وسنتِ فجر) میں شرط صحت ہے مگر بعذر (یعنی عذر کی صورت میں یہ شرط نہیں)...... عند التحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہو زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ زمین پر اتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول متیسر نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر، لہذا اسیر و وقوف برابر۔" (فتاویٰ رضویہ، ج6، ص137، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

"چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض وواجب وسنت فجر نہیں ہو سکتی اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو اور خشکی پر آ سکتا ہو تو اس پر بھی جائز نہیں ہے لہذا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرے اُس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں من جہۃ العباد کوئی شرط یا رکن مفقود ہو اُس کا یہی حکم ہے۔" (بہارشریعت، حصہ4، ص673، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مزید فرماتے ہیں:

"چلتی ہوئی کشتی یا جہاز میں بلا عذر بیٹھ کر نماز صحیح نہیں بشرطیکہ اتر کر خشکی میں پڑھ سکے اور زمین پر بیٹھ گئی ہو تو اترنے کی حاجت نہیں اور کنارے پر بندھی ہو اور اتر سکتا ہو تو اتر کر خشکی میں پڑھے ورنہ کشتی ہی میں کھڑے ہو کر اور بیچ دریا میں لنگر ڈالے ہوئے ہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں، اگر ہوا کے تیز جھونکے لگتے ہوں کہ کھڑے ہونے میں چکر کا غالب گمان ہو اور اگر ہوا سے زیادہ حرکت نہ ہو تو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے اور کشتی پر نماز پڑھنے میں قبلہ رو ہونا لازم ہے اور جب کشتی گھوم جائے تو نمازی بھی گھوم کر قبلہ کو

مونھ کرلے اور اگر اتنی تیز گردش ہو کہ قبلہ کو منہ کرنے سے عاجز ہے تو اس وقت ملتوی رکھے ہاں اگر وقت جاتا دیکھے تو پڑھ لے۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 723، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وقار الفتاوی میں ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کے متعلق ہے:

ہوائی جہاز جب فضا میں اُڑ رہا ہو تو اسے زمین سے اتصال حاصل نہیں ہے تو وہاں بھی استقرار شرط نہیں ہوگا اس میں بھی نماز ہو جائے گی...... جہاز میں کھڑا ہونا اگر ممکن نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھیں اور اعادے کی ضرورت نہیں۔"

(وقار الفتاوی، ج 2، ص 216، بزم وقار الدین، کراچی)

باب نمبر 256

ما جاء فی الصّلاۃ إلی الرّاحلۃ

(سواری کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا)

352۔ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى إِلَى بَعِيرِهِ -أَوْ رَاحِلَتِهِ- وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهِ، قَالَ ابو عيسىٰ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ: لَا يَرَوْنَ بِالصَّلَاةِ إِلَى البَعِيرِ بَأْسًا أَنْ يَسْتَتِرَ بِهِ"

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ یا کجاوے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کجاوے پر جہاں اس کا رخ ہوتا نماز ادا فرمایا کرتے تھے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہی بعض اہل علم کا قول ہے کہ وہ اونٹ کو سترہ بنا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

تخریج حدیث 352: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الایماء علی الدابۃ، حدیث 1096، ج2، ص44، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الراحلۃ، حدیث 700، ج1، ص486، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب التطوع علی الراحلۃ، حدیث 1224، ج2، ص9، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب الحال التی یجوز علیھا استقبال غیر، حدیث 743، ج2، ص61، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆)

شرح حدیث

علامہ عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

"اور حدیث پاک نے اونٹ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کے جواز پر نص فرمادی، ابن المنذر کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یوں کیا اور امام مالک اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اسی کے قائل ہیں۔ اور ابو طالب کہتے ہیں: میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے کسی شخص کے اونٹ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا رفع صحیح ہے، جیسا کہ بخاری اور مسلم کا یہی طریقہ ہے۔ اور جن حضرات سے نماز میں اونٹ کے ذریعے سے سترہ کرنے کو روایت کیا گیا ہے ان میں حضرت سوید بن غفلہ، حضرت اسود بن یزید، حضرت عطا، حضرت قاسم اور حضرت سالم ہیں۔

اور امام حسن کہتے ہیں: کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں: میں اس بارے میں کسی اختلاف کو نہیں جانتا۔ اور بویطی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا: سواری کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہیں کی جائے گی۔ ان کے بعض متاخرین اصحاب کہتے ہیں: شاید امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور انہوں نے ہمیں حدیث کی اتباع کرنے کی وصیت کی ہے جبکہ صحیح ہو اور تحقیق یہ حدیث صحیح ہے اور اس کا کوئی معارض بھی نہیں ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ کا باب باندھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث پاک سے یہ مسئلہ ماخوذ ہوتا ہے کہ اونٹوں کے رہنے کی جگہ اور ان کے باڑے میں نماز ادا کرنا جائز ہے اور اس بات کی طرف بعض ان سے پہلے والوں نے بھی سبقت کی ہے۔ اور تحقیق لیث بن سعد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام عبداللہ بن نافع کو کچھ مسائل پوچھنے کے لئے ایک مکتوب تحریر فرمایا، ان مسائل میں سے اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کا مسئلہ بھی تھا تو انہوں نے لیث بن سعد کو جوابی مکتوب تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کجاوے پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اپنی زمین کے بہترین لوگوں میں سے جسے ہم نے پایا ان میں کوئی اپنی اونٹنی کو اپنے اور دیوارِ قبلہ کی جانب کر لیتا تھا تو وہ اس کی جانب نماز پڑھتا تھا اور وہ بول و براز کرتی تھی۔" (فتح الباری لابن رجب، باب الصلاۃ فی مواضع الابل، ج3، ص218، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینۃ المنورۃ)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک میں اس بات کا بیان نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اونٹوں والی جگہ میں نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف اونٹ کی جانب نماز پڑھی ہے نہ کہ اس کی جگہ میں۔ اور ایسا نہیں ہے کہ اونٹ جہاں بٹھایا جائے تو وہ اس کا باڑا بن جاتا ہے اور اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی ممانعت اس کے معارض نہیں کیونکہ معاطن پانی کے نزدیک ان کے ٹھہرنے اور جانے اقامت کی جگہ کو کہتے ہیں۔" (شرح ابن بطال، باب الصلاۃ الی ... ، ج2، ص413، مکتبۃ الرشد، ریاض)

حدیث پاک سے مستنبط شدہ مسائل

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے مستنبط ہونے والے مسائل:

(1) اس حدیث میں حیوان کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنے کے جواز کا بیان ہے، اور ابن التین نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ گھوڑوں اور گدھوں کے پیشابوں کی نجاست کی بنا پر ان کی جانب رخ کر کے نماز ادا نہیں کی جائے گی۔

(2) اور اس حدیث میں اونٹ کے قرب میں نماز کے جواز کا بھی بیان ہے۔

(3) اور اس بات کا بھی بیان ہے کہ نمازی کا کجاوے اور اونٹ کے ذریعے سترہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بعض اہل علم سے حکایت کی کہ بے شک وہ اس میں کوئی حرج نہیں جانتے۔ اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ "انہوں نے نماز پڑھی اس حال میں کہ ان کے اور قبلہ کے درمیان اونٹ تھا جس کے اوپر اس کا کجاوہ تھا۔" اور اسی طرح سوید بن غفلہ، اسود بن یزید، عطا بن رباح، قاسم اور سالم سے بھی نمازی کا اونٹ کے ذریعے سے سترہ کرنا مروی ہے۔ اور حسن بصری سے مروی ہے کہ (نمازی کا) اونٹ کے ذریعہ سترہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن عبد البر "الاستذکار" میں کہتے ہیں: مجھے سواری کے ذریعے سترہ کرنے میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔ ابن حزم نے کہا کہ جو شخص اونٹ کی جانب نماز ادا کرنے سے منع کرے تو وہ مبطل (باطل کلام کرنے والا) ہے۔"

(عمدۃ القاری، باب الصلاۃ فی مواضع الابل، ج4، ص183، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 257

مَا جَاءَ إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ

(جب رات کا کھانا آجائے اور نماز بھی قائم ہو جائے پس پہلے کھانا کھالو)

353۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَأُمِّ سَلَمَةَ،قَالَ ابو عيسىٰ :حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، "وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ :أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ يَقُولَانِ :يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ وَإِنْ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ " سَمِعْتُ الْجَارُودَ يَقُولُ :سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ :يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ إِذَا كَانَ طَعَامًا يَخَافُ فَسَادَهُ ، وَالَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَغَيْرِهِمْ، أَشْبَهُ بِالِاتِّبَاعِ، وَ إِنَّمَا أَرَادُوا أَنْ لَا يَقُومَ الرَّجُلُ إِلَى الصَّلَاةِ وَقَلْبُهُ مَشْغُولٌ بِسَبَبِ شَيْءٍ ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ :لَا نَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَفِي

حدیث: حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جب رات کا کھانا حاضر ہو جائے اور نماز بھی قائم ہو جائے پس رات کے کھانے سے ابتدا کرو۔اور اس باب میں حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر، حضرت سلمۃ بن اکوع اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں ۔امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک حسن صحیح ہے ۔اور اسی حدیث پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہلِ علم کا عمل ہے ان میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں اور امام احمد اور اسحاق بھی اسی بات کے قائل ہیں، وہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: پہلے رات کا کھانا کھائے اگرچہ باجماعت نماز فوت ہو جائے۔ میں نے جارود کو سنا وہ کہتے ہیں، میں نے وکیع کو سنا وہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: رات کے کھانے سے ابتدا اس وقت کرے جب کھانے کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔" اور جس مسلک کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہلِ علم وغیرہم مائل ہوئے ہیں وہ زیادہ لائقِ اتباع ہے اور ان حضرات کا ارادہ یہ ہے کہ آدمی نماز کی جانب اس حال میں کھڑا نہ ہو کہ اس کا دل کسی شے کی وجہ سے مشغول ہو۔

أَنْفُسِنَا شَیْءٌ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ہم نماز کے لئے اس حالت میں کھڑے نہیں ہوتے کہ ہمارے دل میں کوئی شے ہو۔

354۔ وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِیمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ وَتَعَشَّی ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ یَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب رات کا کھانا رکھا جائے اور نماز بھی قائم ہو جائے پس کھانے سے پہل کرو۔" اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حال میں رات کا کھانا کھایا کہ آپ رضی اللہ عنہما امام کی قراءت سن رہے تھے۔ اس بات کو ہناد نے ہم سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے عبدۃ نے بواسطہ عبید اللہ اور نافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا۔

تخریج حدیث 353: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر الطعام واقیمت ۔۔۔، حدیث 672، ج 1، ص 135، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب کراھۃ الصلوۃ بحضرۃ الطعام، حدیث 557، ج 1، ص 392، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب العذر فی ترک الجماعۃ، حدیث 853، ج 2، ص 111، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب حضرۃ الصلوۃ ووضع، حدیث 933، ج 1، ص 301، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 354: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوۃ، حدیث 673، ج 1، ص 135، دار طوق النجاۃ ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب اذا حضرت الصلوۃ والعشاء، حدیث 3757، ج 3، ص 345، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب حضرت الصلوۃ ووضع العشاء، حدیث 934، ج 1، ص 301، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن بطال (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"((نماز سے پہلے رات کا کھانا کھالو)) تاکہ نمازی کی نماز سے توجہ نہ ہٹے، اور اس میں نیت کے اخلاص سے غافل نہ ہو۔" (شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ، ج1، ص154، مکتبۃ الرشد، ریاض)

مزید فرماتے ہیں:

"(پس رات کے کھانے سے ابتدا کرو)..... اس وجہ سے کہ اس کا دل کھانے میں مشغول ہوگا پس اسے خشوع حاصل نہ رہے گا اور کبھی کبھی نماز کی حدود میں بھی کمی واقع ہو جائے گی یا اس میں سہو ہو جائے گا۔ اور بے شک اس بات کو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں بیان فرمایا ہے: ((من فقہ المرء إقبالہ علی طعامہ حتی یقبل علی صلاتہ وقلبہ فارغ)) (آدمی کی فقاہت سے یہ بات ہے کہ وہ (پہلے) کھانے کی طرف متوجہ ہو حتی کہ جب وہ نماز کی طرف متوجہ ہو تو اس کا دل فارغ ہو۔)" (شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاۃ، ج2، ص294، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ ابن عبد البر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"جب رات کا کھانا آجائے اور نماز قائم ہو جائے تو پہلے رات کا کھانا کھالو۔ اور یہ واللہ اعلم اس بنا پر ہے کہ جس کی یہ حالت ہو تو کھانے کے ساتھ اس کی دل کی مشغولیت کا خوف ہوگا اور اس کی نماز میں اس پر سہو اور وہ چیز داخل ہوگی جو اسے خشوع اور ذکر سے غافل کر دے گی۔ اور اس حدیث میں مغرب کے وقت کے وسیع ہونے پر بھی دلیل موجود ہے اگرچہ اس میں جلدی کرنا مستحب ہے۔" (الاستذکار، باب البدء بالاکل قبل الصلاۃ، ج8، ص505، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"جب رات کا کھانا آجائے اور نماز قائم جائے تو رات کے کھانے سے ابتدا کرو اور یہ دو وجہوں کی بنا پر ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا دل نماز کے لئے فارغ ہو تو وہ کھانا اسے نماز کے حوالے سے جلدی میں مبتلا نہ کرے اور نہ اس کی کھانے کی طرف حاجت اسے نماز میں مشغول ہونے دے گی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے کچھ افراد ہوں گے جنہوں نے اس کے لئے رات کا کھانا رکھا ہوگا تو وہ اپنی نماز پڑھنے کی بنا پر ان سے بھی غافل ہو جائے گا تو یہ بات ان کو ضرر دے گی اور کبھی کھانا ایسا ہوتا ہے کہ اس کی خوشبو چلی جاتی ہے اور وہ متغیر ہو جاتا ہے جب وہ ٹھنڈا ہو جائے جیسا کہ ثرید وغیرہ اور تحقیق امام مالک رحمہ اللہ نے

بھی یہی بات کہی ہے۔" (المنتقیٰ شرح الموطا، ما جاء فی القراءۃ، ج1، ص291، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"اوراس میں حکمت یہ ہے نمازی کا دل کھانے میں مشغول نہ ہو پس وہ کھانا جو نماز کے خیالات سے ملا ہوا ہو وہ اس نماز سے بہتر ہے جو کھانے کے خیالات سے ملی ہوئی ہو اور یہ اس وقت ہے کہ جب وقت وسیع ہو اور توجہ کھانے کی جانب مشغول ہو۔" (شرح مسند ابی حنیفہ، اذا اقیمت الصلاۃ وحضر العشاء، ج1، ص208، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"اور یہ اس وقت ہے کہ جب وہ بھوکا ہو اور اس کا نفس کھانے کی جانب مائل ہو اور وقت میں وسعت ہو اور وہ بات کتنی خوبصورت ہے جو امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میرا تمام کھانا نماز ہو جائے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میری تمام نماز کھانا ہو جائے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب الجماعۃ وفضلہا، ج3، ص835، دار الفکر، بیروت)

کھانے کی موجودگی میں نماز، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی حنفی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

" کھانے کی موجودگی میں نماز مکروہ ہے جبکہ نمازی کی طبیعت اس کی طرف مائل ہو، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر: ((لا صلاۃ بحضرۃ طعام ولا ھو یدافعہ الأخبثان)) (ترجمہ: کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہے اور نہ اس صورت میں کہ جب بول و براز کی شدت ہو۔) اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا۔ اور جو سنن ابی داؤد میں حدیث موجود ہے: ((لا تؤخر الصلاۃ لطعام ولا لغیرہ)) (ترجمہ: نماز کو کھانے وغیرہ کسی چیز کی بنا پر مؤخر نہیں کیا جائے گا۔) یہ حدیث پاک اس کے اپنے وقت سے مؤخر ہونے پر محمول ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صریح فرمان کی بنا پر کہ ((إذا وضع عشاء أحدکم وأقیمت الصلاۃ فابدؤوا بالعشاء ولا یعجل حتی یفرغ منہ)) (ترجمہ: جب تم میں سے کسی ایک کا کھانا رکھا جائے اور نماز کا وقت ہو جائے تو تم کھانے سے ابتدا کرو اور جلدی نہ کرو حتی کہ اس سے فارغ ہو جاؤ۔) اس حدیث پاک کو شیخین رحمہما اللہ نے روایت فرمایا۔ اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانا کھانے کو مقدم کرنے کا حکم اس وجہ سے ارشاد فرمایا تا کہ کھانے کی فکر کی بنا پر اس کا خشوع نہ چلا جائے۔" (مراقی الفلاح، فصل فی المکروہات، ج1، ص131، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

جب نماز کے وقت میں کھانا حاضر ہو جائے تو مستحب ہے کہ نماز سے پہلے کھانے کھالے تا کہ یہ اس کے دل کی فراغت اور اس کی توجہ کے حاضر ہونے کا سبب ہو اور نماز کو صبح یا شام کے کھانے پر جلدی دینا مستحب نہیں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا قُرِّبَ الْعَشَاءُ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ)) (ترجمہ: جب رات کا کھانا قریب کیا جائے اور نماز کا وقت بھی ہو جائے تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھالو اور اپنے کھانے پر نماز کو جلدی نہ دو۔)

اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((لا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ)) (ترجمہ: کھانے کی موجودگی کے وقت کوئی نماز نہیں ہے اور نہ اس وقت کہ جب کہ دو خبیث چیزیں (بول و براز) اس سے مزاحمت کر رہی ہوں) ان دونوں احادیث کو امام مسلم وغیرہ نے ذکر فرمایا۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ نماز کی جماعت وقت ہو اور اسے اس کے فوت ہونے کا خوف ہو یا نہ ہو۔ پس بے شک حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعض الفاظ میں یوں ہے: ((إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ)) (ترجمہ: جب رات کا کھانا حاضر ہو اور نماز بھی کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو) اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((إِذَا قُرِّبَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلَنَّ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ)) (ترجمہ: جب تم میں کسی کا رات کا کھانا قریب کیا جائے اور نماز بھی قائم ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو اور جلدی نہ کرو حتی کہ اس سے فارغ ہو جاؤ) ان دونوں احادیث کو امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "اور نماز قائم کی جائے" اس سے مراد یہ ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے امام کی قراءت سنتے ہوئے رات کا کھانا کھایا۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اس وقت رات کے کھانے کو جماعت پر مقدم کیا جائے گا کہ جب نمازی کا نفس کھانے کی جانب بہت زیادہ مائل ہو۔

(المغنی لابن قدامہ، اذا حضرت الصلا ۃ وھو یحتاج الی الخ، ج1، ص450، مکتبۃ القاھرہ)

علامہ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ ابن مفلح (متوفی 884ھ) لکھتے ہیں:

"(اور پیشاب کو روکنے والے اور کھانے کی موجودگی کے وقت کھانے کی جانب میلان رکھنے والے کی نماز مکروہ ہے)

اس عبارت کی ایک جماعت نے موافقت اختیار کی ہے اور ایک جماعت جن میں سے ابو الخطاب ہیں، اور ان کی اتباع شیخ وجیہ الدین خلاصہ میں کی ہے، کی عبارت یہ ہے: اور نماز میں اس حال میں داخل ہونا مکروہ ہے کہ وہ نمازی دو خبیث چیزوں سے

مزاحمت کررہا ہو یا جب اس کانفس کھانے کے ساتھ جھگڑ رہا ہو۔اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ:"جب نماز قائم ہو جائے اور رات کا کھانا بھی حاضر ہو تو پہلے کھانا کھالو۔"اور اسی طرح یہ حدیث بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ:((إذا أُقِيمَت الصَّلَاة وَحضر الْعشَاء فابدء وا بالعشاء)) (ترجمہ:جب نماز قائم ہو جائے اور تم میں کسی کو بیت الخلاء جانے کی حاجت ہو تو پہلے وہ بیت الخلاء چلا جائے۔) یہ قید لگانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مطلق ہونے کا مقتضی ہے:((لَا صَلَاة بِحَضْرَة طَعَام وَلَا هُوَ يدافعه الأخبثان)) ترجمہ:کھانے کی موجودگی میں کوئی نماز نہیں ہے اور نہ اس وقت جب دو خبیث چیزیں اس سے مزاحمت کر رہی ہوں۔" (النکت والفوائد،ج1،ص77،مکتبۃ المعارف،ریاض)

شوافع کا مؤقف:

علامہ ابوالحسین یحیی بن ابی الخیر یمنی شافعی(متوفی 558ھ) "جماعت چھوڑنے کے اعذار"بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان میں ایک یہ ہے کہ کھانا حاضر ہو اور اس کا نفس کھانے کی جانب مائل ہو تو وہ کھانے سے ابتدا کرے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:((إذا حضر العَشَاء والعِشَاء، وأقيمت الصلاة . .فابدء وا بالعَشَاء)) (ترجمہ:جب رات کا کھانا اور عشاء کی نماز دونوں موجود ہوں اور نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے رات کا کھانا کھالو) اور اس وجہ سے بھی کہ یہ بات نماز میں خشوع سے مانع ہے۔تو اگر نماز کے وقت سے پہلے ختم کرنا ممکن ہو تو پہلے اسے کھالے اور اگر وقت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے اتنا کھالے کہ اس کا گزارہ ہو جائے اس کے علاوہ نہیں۔"

(البیان فی مذہب الامام الشافعی،اعذار ترک صلاۃ الجماعۃ،ج2،ص369،دار المنہاج،جدہ)

علامہ عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوینی شافعی(متوفی 623ھ) فرماتے ہیں:

"مستحب ہے کہ اپنے نفس کو نماز کے لئے فارغ کرے پھر نماز پڑھے اگرچہ جماعت فوت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:((لا يصلين احدكم وهو يدافع الاخبثين)) (ترجمہ:تم میں کوئی اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ وہ دو خبیث چیزوں سے مزاحمت کر رہا ہو)۔۔۔۔۔اور ان باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اسے شدید بھوک لگی ہو یا شدید پیاس لگی ہو اور تحقیق کھانا اور پینا حاضر ہو اور اس کا نفس کھانے کی جانب مائل ہو تو کھانے، پینے سے ابتداء کرے، اس حدیث کی بنا پر جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا:((إذا حضر العشاء واقيمت الصلاة فابدؤا بالعشاء)) (ترجمہ:جب رات کا کھانا حاضر ہو جائے اور نماز قائم ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو۔) ائمہ کہتے ہیں:یہ مراد نہیں ہے کہ جتنی اسے

بھوک ہو اتنا کھانا کھالے لیکن وہ اتنے لقمے کھالے جو اس کی بھوک کی شدت کو توڑ دیں اور باقی کھانے کو مؤخر کردے مگر یہ کہ کھانا ایسا ہو کہ جسے ایک ہی مرتبہ میں استعمال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ستو، دودھ۔ علامہ محاملی وغیرہ نے اس کا استثنا کیا ہے۔

(فتح العزیز بشرح الوجیز، کتاب الطہارۃ، ج4، ص309,310,311، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو القاسم محمد بن احمد ابن جزی مالکی (متوفی 741ھ) فرماتے ہیں:

"(نماز کے مکروہات) اس حال میں نماز پڑھنا ہے کہ وہ دو خبیث چیزوں پیشاب اور پاخانہ سے مزاحمت کر رہا ہو۔ دنیاوی امور کی جانب متوجہ ہونے اور ان کے متعلق اپنے آپ سے باتیں کرنے کی حالت میں اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرنے کی صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے...... اور غصہ کی حالت میں یا بھوک کی حالت میں یا کھانے کی موجودگی کی صورت میں یا موزہ کی تنگی کی بنا پر یا ان کے مشابہ کوئی بھی ایسی چیز جو نماز سے غافل کرے۔

(القوانین الفقہیہ، الباب الخامس، ج1، ص39، مطبوعہ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد رُعینی مالکی (متوفی 954ھ) فرماتے ہیں:

"عیاض کہتے ہیں: اس بات میں اختلاف ہے کہ جب نماز اور کھانا دونوں موجود ہوں تو امام شافعی رحمہ اللہ کھانے کو مقدم کرنے کی جانب مائل ہوئے ہیں اور ابن حبیب نے اسی کی مثل ذکر کیا۔ ابن المنذر نے امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے حکایت کیا کہ وہ پہلے نماز پڑھے مگر یہ کہ کھانا ہلکا ہو۔ (میں کہتا ہوں) زیادہ قریب یہ ہے کہ ان دونوں اقوال کو موافقت کی جانب رد کیا جائے اور وہ پہلے نماز پڑھتا ہے جبکہ کھانے کی طرف میلان نہ ہو اور اگر کھانے کی طرف میلان ہو تو پہلے کھانا کھالے، لہذا یہ اختلاف حالت کے اختلاف کی وجہ سے ہے، اور اسی تفصیل پر ہمارے شیخ بھی فتوی دیا کرتے تھے۔"

(مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، باب ما یثبت بہ رمضان، ج2، ص400، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 258

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ النُّعَاسِ

(نیند کی حالت میں نماز پڑھنا)

355۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْكِلَابِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ يَنْعَسُ، فَلَعَلَّهُ يَذْهَبُ لِيَسْتَغْفِرَ فَيَسُبَّ نَفْسَهُ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز پڑھتے میں نیند آئے تو اسے چاہیے کہ سو جائے حتیٰ کہ اس کی نیند دور ہو جائے پس جب تم میں سے کوئی نیند کی حالت میں نماز پڑھے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ جائے تو رب سے استغفار کرنے لیکن اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہو۔ اور اس باب میں حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 355: (صحیح البخاری، کتاب الوضو، باب الوضوء من النوم، حدیث 212، ج 1، ص 53، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب امر من نعس فی صلوتہ، حدیث 786، ج 1، ص 542، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب النعاس فی الصلوۃ، حدیث 1310، ج 2، ص 33، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی المصلی اذا نعس، حدیث 1370، ج 1، ص 436، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"((جب تم میں سے کسی نے اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھی تو وہ نہیں جانتا کہ شاید وہ استغفار کرنے جائے لیکن وہ اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہو)) مراد یہ ہے کہ جب وہ نیند کے غلبہ کی حالت میں نماز پڑھے گا تو اسے استغفار کرنے کا یقین نہیں ہوگا جبکہ وہ استغفار کا ارادہ رکھتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ استغفار کے بدلے اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہو اور یہ وہ بات ہے کہ جو نماز کے منافی ہے۔" (المنتقی شرح الموطا، ما جاء فی صلاۃ اللیل، ج1، ص212، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"(وہ دعا کا ارادہ کرتا ہو لیکن وہ اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہو) تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو اس کیفیت تک نہ پہنچا ہو تو وہ نماز پڑھ لے اور اگر نیند آرہی ہو یعنی اسے اونگھ آنا شروع ہو جائے اور وہ نوافل پڑھ رہا ہو تو جن رکعتوں میں ہو انہی کو مکمل کرے مزید شروع نہ کرے۔ اپنی حالت پر برقرار رہنا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تھوڑی سی نیند طہارت کے منافی نہیں ہے اور حدیث پاک میں اس کی صراحت نہیں ہے، بلکہ اس کا بھی احتمال ہے کہ جو رکعتیں پڑھ رہا ہے ان کو منقطع کردے اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہیں مکمل کر کے مزید شروع نہ کرے اور پہلی بات زیادہ ظاہر ہے۔" (عمدۃ القاری، ج3، ص110، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مقصد حدیث:

علامہ یحیی بن زکریا النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک میں اس بات کی ترغیب ہے کہ نماز کی جانب مکمل توجہ ہو خشوع و خضوع، دل کی فراغت اور چستی کے ساتھ اور اس میں اونگھنے والے کو نیند یا اس کی مثل کسی ایسی بات کا حکم دینا بھی شامل ہے جس کے ذریعے سے نیند چلی جائے۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب امر من نعس فی صلاتہ ان...، ج6، ص74، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

یہ حکم فرض اور نفل کو عام ہے:

علامہ یحیی بن زکریا النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"یہ حکم عام ہے فرض نماز ہو یا نفل، دن کی نماز ہو یا رات کی اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے، لیکن فرض کے وقت کو نہ نکالے۔ قاضی کہتے ہیں: اس کو امام مالک اور ایک جماعت نے رات کے نفل پر محمول کیا ہے کیونکہ وہ غالباً نیند کا محل ہے۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب امر من نعس فی صلاتہ الخ، ج6، ص74، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بعینہ یہی عبارت علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی کی "شرح ابی داؤد" میں بھی ہے۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب قیام اللیل، ج5، ص216، مکتبۃ الرشد، ریاض)

اپنے آپ کو گالی دینے کی مثال:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014) فرماتے ہیں:

"ابن الملک کہتے ہیں: یعنی وہ یوں کہہ کر استغفار کرنے کا قصد کرے: اَللّٰھُمَّ اغْفِر "اے اللہ عزوجل! میری بخشش فرما دے۔" پس وہ اپنے نفس کو گالی دیتے ہوئے یوں کہے: اَللّٰھُمَّ اعْفِر "اے اللہ عزوجل! مجھ پر مٹی ڈال دے" اور "عفر" مٹی کو کہتے ہیں تو یہ اپنے لئے ذلت اور رسوائی کی بددعا کرنا ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب القصد فی العمل، ج3، ص934، دار الفکر، بیروت)

حدیث مذکور سے مستند شدہ مسائل

اس حدیث پاک سے مستنبط شدہ مسائل درج ذیل ہیں:

(1) پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نمازی پر نیند کے غلبہ کے وقت نماز کو توڑنے کا حکم ہے اور بے شک اس وقت (یعنی جب غافل کرنے والی نیند ہو) اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ بے شک جب اونگھ اس سے کم ہو تو اس کی معافی ہے اور اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور اس بات پر علما کا اجماع ہے کہ تھوڑی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اس میں علامہ مزنی کا اختلاف ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ تھوڑی اور زیادہ نیند وضو کو توڑ دے گی۔ اور علامہ مہلب، علامہ ابن بطال اور علامہ ابن التین وغیرہم فرماتے ہیں: بے شک مزنی نے خرق اجماع کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ ان حضرات کی جانب سے علامہ مزنی پر زیادتی ہے کیونکہ جو بات انہوں نے کہی ہے اس کو انہوں نے بعض صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے اور تحقیق اسے ہم عنقریب ذکر کریں گے، ان شاء اللہ عزوجل۔

(3) تیسری بات یہ ہے کہ اس میں احتیاط کو اختیار کرنا ہے کیونکہ انہوں نے اس کی علت امر محتمل سے بیان کی ہے۔

(4) چوتھی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں دعاؤں میں سے نماز میں کسی دعا کو معین کئے بغیر مانگنا ہے۔

(5) پانچویں بات یہ ہے کہ اس حدیث میں نماز میں خشوع پر ابھارنے اور عبادت میں دل کو حاضر رکھنے کا ثبوت ہے اور اس لئے کہ اونگھنے والے کا دل حاضر نہیں ہوتا اور نماز میں خشوع حضور قلب سے ہی ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری، ج3، ص111، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 259

مَا جَاءَ فِيمَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يُصَلِّ بِهِمْ

(جو کہیں مہمان جائے تو وہاں امامت نہ کروائے)

356۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، وَهَنَّادٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أَبَانَ بْنِ يَزِيدَ الْعَطَّارِ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ رَجُلٍ مِنْهُمْ قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يَأْتِينَا فِي مُصَلَّانَا يَتَحَدَّثُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ يَوْمًا، فَقُلْنَا لَهُ: تَقَدَّمْ، فَقَالَ: لِيَتَقَدَّمْ بَعْضُكُمْ حَتَّى أُحَدِّثَكُمْ لِمَ لَا أَتَقَدَّمُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ، وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ، قَالَ ابو عيسىٰ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ قَالُوا: صَاحِبُ الْمَنْزِلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ مِنَ الزَّائِرِ، وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أُذِنَ لَهُ فَلَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِ، وقَالَ إِسْحَاقُ بِحَدِيثِ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، وَشَدَّدَ فِي أَنْ لَا يُصَلِّيَ أَحَدٌ بِصَاحِبِ الْمَنْزِلِ، وَإِنْ أَذِنَ لَهُ صَاحِبُ الْمَنْزِلِ "قَالَ": وَكَذَٰلِكَ فِي الْمَسْجِدِ، لَا يُصَلِّي بِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا

حدیث: حضرت ابوعطیہ فرماتے ہیں: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں آ کر گفتگو کیا کرتے تھے تو ایک دن نماز کا وقت ہو گیا پس ہم نے ان سے کہا: آگے ہو جائیے، تو انہوں نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آگے ہو جائے حتی کہ میں تمہیں بیان کرتا ہوں کہ میں کیوں آگے نہیں ہو رہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو کسی قوم سے ملنے جائے پس وہ ان کی امامت نہ کرے اور چاہیے کہ ان ہی میں سے کوئی ان کی امامت کرے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں سے اکثر اہلِ علم کا اسی پر عمل ہے، وہ فرماتے ہیں: گھر کا مالک مہمان کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اور بعض اہلِ علم فرماتے ہیں: جب گھر کا مالک اجازت دے تو پھر نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام اسحاق حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: "اور اس بارے میں سختی کی گئی ہے کہ مہمان، گھر کے مالک کی امامت نہ کرے اگرچہ گھر کا مالک اجازت دے۔" وہ فرماتے ہیں: "اور اسی طرح مسجد میں بھی یہی حکم ہے کہ جو ان سے ملنے جائے وہ ان کی امامت نہ کرے۔" وہ فرماتے ہیں: "انہیں میں سے کوئی

زَارَہُمْ، یَقُولُ :یُصَلِّی بِہِمْ رَجُلٌ مِنْہُمْ — مردان کی امامت کرے۔"

تخریج حدیث356: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب امامۃ الزائر، حدیث596، ج1، ص162، المکتبۃ العصریۃ بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((اپنے میں سے کسی شخص کو آگے کرو کہ وہ تمہیں نماز پڑھائے اور میں ابھی تمہیں بیان کرتا ہوں کہ میں کیوں تمہیں نماز نہیں پڑھا رہا؟)) یعنی اگرچہ میں تم لوگوں سے صحابی اور عالم ہونے کی بنا پر افضل ہوں۔ ((میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص کسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی شخص ان کی امامت کرے)) کیونکہ وہ مہمان سے زیادہ حق دار ہے اور گویا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اجازت کے باوجود حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے امامت سے رک گئے پھر اگر انہوں نے نماز کے بعد انہیں حدیث بیان کی تو "سین" استقبال کے لئے ہے وگرنہ محض تاکید کے لئے ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب الامامۃ، ج3، ص864، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی (متوفی 388ھ) فرماتے ہیں:

"اور کوئی شخص کسی کے گھر امامت نہ کروائے اس کا معنی یہ ہے کہ گھر کا مالک اپنے گھر میں امامت کا زیادہ حق دار ہے جبکہ وہ قراءت اور علم میں اتنا ہو کہ اسے نماز قائم کرنا ممکن ہو۔" (معالم السنن، ومن باب من احق بالامامۃ، ج1، ص168، المطبعۃ العلمیہ، حلب)

رفعِ تعارض:

علامہ ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اجازت طلب کی تو میں نے انہیں اجازت دی تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرمایا: تو اپنے گھر میں میرا کہاں نماز پڑھنا پسند کرتا ہے؟ تو میں نے اپنی پسندیدہ جگہ کی جانب اشارہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ہم نے سلام پھیرا) یہ حدیث پاک اس حدیث پاک کے معارض ہے جو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے یوں مروی ہے: ((من زار قومًا فلا یؤمھم)) (ترجمہ: جو کسی قوم سے ملنے گیا تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔)، یہ حدیث پاک اس طرح ہے کہ ابو عطیہ ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتا ہے: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ہمارے اس مصلی میں تشریف لائے تو نماز کا وقت ہو گیا تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ امامت کے لئے آگے ہو جایئے۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نہیں تمہیں میں سے کوئی آگے ہو جائے حتی کہ میں تمہیں بیان کروں کہ میں کیوں آگے نہیں ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا:((من زار قومًا فلا یؤمھم، ولیؤمھم رجل منھم))(ترجمہ:جوکسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی ان کی امامت کرے۔)اور یہ اسناد درست نہیں ہے کیونکہ ابوعطیہ مجہول ہے اور اسے مجہول سے روایت کیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر میں نماز پڑھنا اس حدیث کے مخالف ہے۔

اور دونوں حدیثوں کا جمع کرنا ممکن ہے اور وہ یوں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کو کہ((من زار قومًا فلا یؤمھم))(ترجمہ:جوکسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔)جبکہ یہ صحیح ثابت ہو،اس بات محمول کیا جائے کہ یہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے اس بات کا اطلاع دینا ہے کہ بے شک گھر والا اس میں امامت کروانے کے حوالے سے اس کے پاس آنے والوں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے ہاں مگر اس صورت میں کہ جب گھر والا اپنے علاوہ اپنے سے افضل کو آگے کرنا چاہے تو یہ اس کے لئے مستحب ہے،حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے اپنے گھر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے کرنے سے دلیل لیتے ہوئے۔اور دو حدیثوں کو ان دو فائدوں پر محمول کرنا ان کے تعارض پر محمول کرنے سے اولی ہے۔اور تحقیق ابن القاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ "گھر والے کے لئے مستحب ہے کہ جب اس کے پاس اس سے افضل شخص آئے تو اسے ہی امامت کے لئے آگے کرے۔"اور اس بات میں علما کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ گھر والا امامت کا زیادہ حق دار ہے۔اور تحقیق حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے گھر حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کی امامت کروائی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی معاملہ اپنے غلام کے ساتھ کیا تو انہوں نے اپنے غلاموں کے پیچھے نماز پڑھی۔اور عطا کہتے ہیں:کہ گھر والا اپنے پاس آنے والے کی امامت کرے۔اور یہی امام شافعی اور مالک رحمہما اللہ کا قول ہے اور میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں پاتا۔" (شرح صحیح البخاری لابن بطال،باب اذا زار الامام قوما فامہم،ج2،ص307,308،مکتبۃ الرشد،ریاض)

سلطان گھر والے پر مقدم ہوگا:

علامہ ابن حجر عسقلانی(متوفی852ھ)فرماتے ہیں:

"جوکسی قوم کی ملاقات کو جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی شخص ان کی امامت کرے۔"یہ اس پر محمول ہے جو سلطان کے علاوہ ہو۔زین بن منیر کہتے ہیں:ان کی مراد یہ ہے کہ بے شک سلطان اور جو اس کے قائم مقام ہو جب وہ کسی کے مملوکہ مکان میں موجود ہو تو اس پر گھر کا یا اس کی منفعت کا مالک آگے ہو کر امامت نہ کروائے لیکن مالک کو چاہیے کہ وہ اسے اذن دے دے تاکہ وہ دو حقوں کو جمع کرنے والا ہو جائے،آگے کرنے میں امام کے حق کو اور گھر کے مالک کی اجازت کے بغیر منع تصرف کے حق کو۔انتہی ملخصا۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سابقہ حدیث کی جانب

فرماتے ہوئے سنا:((من زار قوما فلا یؤمھم، ولیؤمھم رجل منھم))(ترجمہ: جوکسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی ان کی امامت کرے۔)اور یہ اسناد درست نہیں ہے کیونکہ ابوعطیہ مجہول ہے اور اسے مجہول سے روایت کیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر میں نماز پڑھنا اس حدیث کے مخالف ہے۔

اور دونوں حدیثوں کا جمع کرنا ممکن ہے اور وہ یوں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کو کہ((من زار قوما فلا یؤمھم))(ترجمہ: جوکسی قوم سے ملنے جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔)جبکہ یہ صحیح ثابت ہو، اس بات محمول کیا جائے کہ یہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے اس بات کا اطلاع دینا ہے کہ بے شک گھر والا اس میں امامت کروانے کے حوالے سے اس کے پاس آنے والوں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے ہاں مگر اس صورت میں کہ جب گھر والا اپنے علاوہ اپنے سے افضل کو آگے کرنا چاہے تو یہ اس کے لئے مستحب ہے، حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے اپنے گھر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے کرنے سے دلیل لیتے ہوئے۔ اور دو حدیثوں کو ان دو فائدوں پر محمول کرنا ان کے تعارض پر محمول کرنے سے اولی ہے۔ اور تحقیق ابن القاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ" گھر والے کے لئے مستحب ہے کہ جب اس کے پاس اس سے افضل شخص آئے تو اسے ہی امامت کے لئے آگے کرے۔" اور اس بات میں علما کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ گھر والا امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اور تحقیق حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے گھر حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرتِ حذیفہ رضی اللہ عنہما کی امامت کروائی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی معاملہ اپنے غلام کے ساتھ کیا تو انہوں نے اپنے غلاموں کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور عطا کہتے ہیں: کہ گھر والا اپنے پاس آنے والے کی امامت کرے۔ اور یہی امام شافعی اور مالک رحمہما اللہ کا قول ہے اور میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں پاتا۔" (شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب اذا زار الامام قوما فامہم، ج2، ص308،307، مکتبۃ الرشد، ریاض)

سلطان گھر والے پر مقدم ہوگا:

علامہ ابن حجر عسقلانی(متوفی 852ھ)فرماتے ہیں:

"جوکسی قوم کی ملاقات کو جائے تو وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہیں میں سے کوئی شخص ان کی امامت کرے۔" یہ اس پر محمول ہے جو سلطان کے علاوہ ہو۔ زین بن منیر کہتے ہیں: ان کی مراد یہ ہے کہ بے شک سلطان اور جو اس کے قائم مقام ہو جب وہ کسی کے مملوکہ مکان میں موجود ہو تو اس پر گھر کا یا اس کی منفعت کا مالک آگے ہو کر امامت نہ کروائے لیکن مالک کو چاہیے کہ وہ اسے اذن دے دے تا کہ وہ دو حقوں کو جمع کرنے والا ہو جائے، آگے کرنے میں امام کے حق کو اور گھر کے مالک کی اجازت کے بغیر منع تصرف کے حق کو۔ انتہی ملخصا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سابقہ حدیث کی جانب

اشارہ ہو کہ آدمی بغیر اجازت کے کسی کی سلطنت میں امامت نہ کروائے اور نہ کسی کی نشست گاہ پر بیٹھے۔ پس بے شک کسی شے کے مالک کو اس پر سلطنت حاصل ہوتی ہے اور حاکم کو مالک پر سلطنت حاصل ہوتی ہے اور حدیث میں موجود فرمان" مگر اس کی اجازت سے "یہ دو باتوں کی جانب لوٹنے کا محتمل ہے امامت اور جلوس (کسی کی نشست گاہ پر بیٹھنا) اور امام احمد رحمہ اللہ اسی بات پر جزم فرمایا جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان سے حکایت کیا تو اذن کی ذریعے سے دونوں جانب کی رعایت حاصل ہوتی ہے۔

(فتح الباری لابن حجر، باب اذا زار الامام قوما فامہم، ج2، ص172، دار المعرفۃ بیروت)

صاحب خانہ کے احق بالامامۃ ہونے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

(1) کسی کے مکان میں جماعت قائم ہوئی اور صاحب خانہ میں اگر شرائط امامت پائے جائیں تو وہی امامت کے لیے اولی ہے، اگرچہ اور کوئی اس سے علم وغیرہ میں بہتر ہو، ہاں افضل یہ ہے کہ صاحب خانہ ان میں سے بوجہ فضیلت علم کسی کو مقدم کرے کہ اس میں اس کا اعزاز ہے اور اگر وہ مہمان خود ہی آگے بڑھ گیا، تو بھی نماز ہو جائے گی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی الامامۃ، الفصل الثانی، ج1، ص83)

(2) کرایہ کا مکان ہے، اس میں مالک مکان اور کرایہ دار اور مہمان تینوں موجود ہیں تو کرایہ دار احق ہے، وہی اجازت دے گا اور اسی سے اجازت لی جائے گی، یہی حکم اس کا ہے کہ مکان میں بطور عاریت رہتا ہو کہ یہی احق ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی الامامۃ، الفصل الثانی، ج1، ص83)

(3) سلطان وامیر وقاضی کسی کے گھر مجتمع ہوئے تو احق سلطان ہے، پھر امیر، پھر قاضی، پھر صاحب خانہ اگرچہ کرایہ دار ہو۔

(رد المحتار، باب الامامۃ، ج1، ص559، دار الفکر بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"(گھر والا امامت کا زیادہ حق دار ہے سوائے اس صورت کے کہ ان میں کوئی سلطان ہو) اور اس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک جب کسی گھر میں جماعت قائم کی جائے تو کسی اور کی بجائے گھر والا امامت کا زیادہ حق دار ہے اگرچہ اس میں اس سے بڑا قاری اور فقیہ موجود ہو جب کہ اس کا ان کی امامت کروانا ممکن ہو اور اس کے پیچھے ان کی نماز صحیح ہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابوذر اور حذیفہ رضی اللہ عنہم نے یوں ہی کیا اور تحقیق ان کی احادیث ہم ذکر کر چکے ہیں اور امام عطا اور امام شافعی رحمہما اللہ بھی

اسی بات کے قائل ہیں۔اور ہم اس بارے میں کسی اختلاف سے واقف نہیں ہیں اور اس میں اصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے:((وَلَا يُؤَمَّنَّ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ))(ترجمہ: آدمی کو بغیر اجازت اس کے گھر اور سلطنت میں مقتدی نہ بنایا جائے اور نہ اس کی نشست گاہ پر بیٹھا جائے)اس حدیث کو امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:((مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ))(ترجمہ: جو کسی قوم کی ملاقات کو گیا تو وہ ان کی امامت نہ کروائے اور انہیں میں سے کوئی شخص ان کی امامت کروائے)اس حدیث پاک کو ابوداؤد نے روایت کیا۔اور اگر گھر میں سلطان ہو تو وہ گھر والے کی مقابلے میں زیادہ حق دار ہے کیونکہ اس کی ولایت گھر اور صاحب گھر وغیرہ سب پر ہے اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتبان بن مالک اور حضرت انس رضی اللہ عنہما دونوں کے گھروں میں ان کی امامت کروائی۔"

(المغنی لابن قدامہ،مسئلہ صاحب البیت احق بالامامۃ،ج2،ص151،مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا مؤقف:

علامہ ابوالحسین یحیی بن ابی الخیر یمنی شافعی(متوفی 558ھ)فرماتے ہیں:

"جب کسی شخص کے گھر میں لوگوں کی جماعت حاضر ہو اور نماز کا وقت ہو جائے اور گھر والا اتنا قرآن اچھا پڑھنا جانتا ہو جو نماز کو کفایت کرے تو گھر والا دوسروں کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حق دار ہے اگرچہ دیگر حضرات اس سے زیادہ فقیہ اور قاری ہوں ہاں جبکہ سلطان موجود ہو تو پھر وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے: بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((لا یؤم الرجل فی بیته ولا فی سلطانه ولا یجلس علی تکرمته فی بیته إلی بإذنه))(ترجمہ: کسی شخص کی اجازت کے بغیر اس کے گھر اور اس کی سلطنت میں امامت نہ کروائی جائے اور نہ اس کی نشست گاہ پر بیٹھا جائے۔)اور کیونکہ گھر والے کے لئے اپنے گھر میں خاص ولایت حاصل ہے جس میں اس کا غیر شریک نہیں ہے۔"

(البیان فی مذہب الامام الشافعی،فرع تقدیم صاحب البیت فی الامامۃ،ج2،ص418،دار المنہاج،جدہ)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی(متوفی 520ھ)فرماتے ہیں:

"امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ہمیشہ یہی سنتا رہا کہ اپنے گھر میں گھر کے مالک کے لئے ہی امامت کرنا اولی ہے اور تحقیق مجھے یہ بات پہنچی کہ اگر کچھ فقیہ اور اہلِ فضل کسی شخص کے گھر میں آئیں تو وہ سب اسی کو نماز میں امامت کے لئے مقدم

کریں گے کیونکہ وہ اس کا گھر ہے..... محمد بن رشد کہتے ہیں: صاحب خانہ کا اپنے گھر میں دوسرے کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حقدار ہونے کا معنی یہ ہے کہ کسی کے لئے دوسرے کے گھر میں نماز پڑھانے کی اجازت نہیں ہے حتی کہ صاحب خانہ جس جگہ نماز پڑھنی ہے وہاں نماز پڑھنے کی اجازت دے دے۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ((أین تحب أن أصلی فأشار له إلیٰ مکان من البیت فصلی فیه)) (ترجمہ: تو میرا کس جگہ نماز پڑھنا پسند کرتا ہے تو انہوں نے ایک جگہ کی جانب اشارہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز ادا فرمائی۔) تو جب کسی کے لئے کسی کے گھر بغیر اس کی اجازت امامت کی جگہ کے لئے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ اس جگہ نماز پڑھنے میں دوسروں کے مقابلے میں اولی ہے تو ثابت ہوا کہ وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے ہاں مگر اس کے لئے یہ مستحب ہے کہ اگر قوم میں کوئی اس سے زیادہ امامت کا حق رکھتا ہو تو اسے آگے کردے۔" (البیان والتحصیل، صاحب المنزل اولی بالتقدم الخ، ج 1، ص 343,344، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 260

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَخُصَّ الْإِمَامُ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ

(امام کا خاص اپنے لئے دعا کرنا مکروہ ہے)

357۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ :حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ الْحِمْصِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ أَنْ يَنْظُرَ فِي جَوْفِ بَيْتِ امْرِءٍ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ، فَإِنْ نَظَرَ فَقَدْ دَخَلَ، وَلَا يَؤُمَّ قَوْمًا فَيَخُصَّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ، وَلَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُوَ حَقِنٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي أُمَامَةَ،قَالَ ابو عيسى:حَدِيثُ ثَوْبَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ السَّفْرِ بْنِ نُسَيْرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَأَنَّ حَدِيثَ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ، عَنْ ثَوْبَانَ فِي هَذَا أَجْوَدُ إِسْنَادًا وَأَشْهَرُ

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کو کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا جائز نہیں ہے حتی کہ اسے اجازت مل جائے پس اگر اس نے نظر کرلی تو وہ داخل ہو ہی گیا اور کوئی شخص کسی قوم کی امامت یوں نہ کروائے کہ انہیں چھوڑ کر صرف اپنے دعا کرے پس اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے ان سے خیانت کی اور نماز کے لیے اس حال میں کھڑا نہ ہو کہ اسے پاخانہ، پیشاب کی شدید حاجت ہو۔

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق یہ حدیث پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ معاویہ بن صالح، سفر بن نسیر، یزید بن شریح، حضرت ابوامامہ بھی مروی ہے اور اسی طرح یہ حدیث پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ یزید بن شریح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مروی ہے۔ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث بواسطہ یزید بن شریح، ابوحی مؤذن اس بارے میں اسناد کے اعتبار سے زیادہ عمدہ اور مشہور ہے۔

تخریج حدیث 357:(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب ایصلی الرجل وھو حاقن، حدیث 90، ج1، ص22، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

امام کا صرف اپنے لیے دعا کرنا مکروہ ہے:

علامہ عبد الرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"لہذا امام کا دعا میں اپنے آپ کو مخصوص کرنا مکروہ ہے تو مستحب ہے کہ وہ جمع کے الفاظ استعمال کرے جیسا کہ دعائے قنوت میں ہے۔ ابن رسلان کہتے ہیں: اور تشہد اور اس کی مثل دعاؤں میں بھی ایسا ہی ہے۔"

(فیض القدیر، حرف الثاء، ج3، ص311، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

امام کے صرف اپنے لیے دعا کرنے کو خیانت کہنے کی وجہ:

علامہ محمد بن عبد الہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

"((تو تحقیق اس نے ان سے خیانت کی)) کیونکہ مقتدی اس کی دعا پر بھروسہ کرتے ہیں اور تمام کے تمام آمین کہتے ہیں، جب امام لوگوں کے ساتھ مل کر دعا کر رہا ہے تو وہ کیسے اپنے آپ دعا کے ساتھ خاص کر سکتا ہے۔"

(حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، باب لا یخص الامام نفسہ بالدعاء، ج1، ص287، دار الجیل، بیروت)

علامہ عبد الرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"((پس تحقیق اس نے ان سے خیانت کی)) کیونکہ جس بھی بات کا شارع علیہ السلام حکم دیں تو وہ امانت ہے اور اس کا ترک خیانت ہے۔" (فیض القدیر، حرف الثاء، ج3، ص311، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

علامہ محمود بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

"((تحقیق اس نے ان سے خیانت کی)) کیونکہ اس نے ان کے حق کو ضائع کیا اور ہر وہ شخص جو لوگوں کے حقوق ضائع کرے تو وہ خائن ہے اور خیانت منافقت کے اوصاف میں سے ہے تو جو اللہ عزوجل اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسا نہ کرے۔" (شرح ابی داود للعینی، باب الرجل یصلی وھو حاقن، ج1، ص251، مکتبۃ الرشد، ریاض)

کسی کے گھر جھانکنا گویا داخل ہونا ہے:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((اور کسی گھر کے اندر نہ جھانکے)) گھر کے اندر سے مراد مکان کا وہ داخلی حصہ کہ جسے دوسروں سے چھپایا گیا ہو۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الجماعۃ وفضلھا، ج3، ص840، دار الفکر، بیروت)

"گویا وہ داخل ہو گیا یعنی گویا کہ وہ بغیر اجازت کے داخل ہو گیا حتی کہ وہ گنہگار ہو گا۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الجماعۃ وفضلھا، ج3، ص840، دار الفکر، بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"((**اور وہ گھر کے اندر نظر نہ کرے گھر والوں کی اجازت سے پہلے**)) پس کسی دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر مطلع ہونا حرام ہے ((**تو اگر وہ ایسا کرے**)) یعنی ان کی اجازت کے بغیر مطلع ہو ((**تو تحقیق وہ داخل ہو گیا**)) یعنی تحقیق اس نے (کسی کے) گھر میں داخل ہونے کے گناہ کا ارتکاب کیا۔" (فیض القدیر، حرف الثاء، ج3، ص311، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

حاقن، حاقب اور حازق کے معانی:

"حاقن وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے پیشاب کو روکا ہو۔ اور حاقب وہ شخص ہے کہ جو پاخانہ کو روکنے والا ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ حازق وہ شخص ہے کہ جو اپنی ہوا کو روکنے والا ہو۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب الجماعۃ وفضلھا، ج3، ص840، دار الفکر، بیروت)

حدیث میں مذکور تین افعال کی ممانعت کی حکمتیں اور ان کے ذکر کی ترتیب میں حکمتیں:

علامہ طیبی اس قول "تحقیق اس نے خیانت کی" کے بارے میں کہتے ہیں: اولاً نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیانت کو امام کی طرف منسوب کیا کیونکہ جماعت کی مشروعیت اس لئے ہے کہ تا کہ امام اور مقتدی میں سے ہر ایک اپنے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قرب کی برکت کے ذریعے دوسرے کو خیر پہنچائے تو جس نے اپنے نفس کو خاص کیا تو اس نے اپنے ساتھی سے خیانت کی۔ میں کہتا ہوں: صرف امام کو خیانت سے خاص اس لئے کیا گیا کیونکہ وہی دعا مانگتا ہے ورنہ خیانت کبھی مقتدی کی جانب سے بھی ہو جاتی ہے۔

فرمایا: اجازت چاہنے کی مشروعیت اس لئے ہے کہ کہیں کوئی قاصد اچانک گھر کی چھپانے کی جگہوں پر نہ آ جائے لہٰذا گھر کے اندر نظر کرنا خیانت ہے۔ اور نماز مناجات کرنے، اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے اور غیر سے بے پروائی اختیار کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور حاقن (جس کو پیشاب کی شدت ہو) گویا کہ وہ اپنے حق میں خیانت کر رہا ہے اور شاید نماز کی دونوں حالتوں کے درمیان گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہنے کا ذکر کرنا یہ حق اللہ اور حق العباد کی رعایت کو جمع کرنے کے لئے ہے۔ اور حقوق العباد میں سے گھر میں داخلے کی اجازت چاہنے کو خاص کیا کیونکہ جو اس تھوڑے سے معاملہ کی رعایت کرے گا وہ اس سے اوپر کے معاملات کی بدرجہ اولی رعایت کرے گا۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب الجماعۃ وفضلھا، ج3، ص840، دار الفکر، بیروت)

پیشاب کی شدت کے وقت نماز، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں:

"(پیشاب، پاخانہ یا ریح کی شدت کے وقت نماز پڑھنا حدیث کی ممانعت کی بنا پر مکروہ ہے) "خزائن" میں فرمایا: خواہ ایسا شروع کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہو تو اگر یہ اسے غافل کرے تو وہ نماز کو توڑ دے اگر اسے وقت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اگر وہ نماز مکمل کر لیتا ہے تو وہ گناہ گار ہوگا اس حدیث کی بنا پر جسے ابوداؤد نے روایت کیا: ((لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَاقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ)) (ترجمہ: جو اللہ عزوجل اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کے لئے پیشاب کو روکنے کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے حتی کہ وہ ہلکا پھلکا ہو جائے)

اور اسی کی مثل "حاقب" ہے یعنی پاخانہ کو روکنے والا اور "حازق" یعنی ان دونوں کو روکنے والا اور ایک قول ہے کہ حازق کا معنی ہے ریح کو روکنے والا، اھ۔ اور جو انہوں نے گناہ کا ذکر کیا ہے "شرح المنیہ" کی اس کی صراحت کی ہے، اور انہوں نے کراہتِ تحریمیہ کے ساتھ اس کی ادائیگی کا قول کیا۔ باقی وہ صورت رہ گئی کہ جب جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور جماعت نہ ہو تو کیا وہ اس نماز کو توڑے گا؟ جیسا کہ جب وہ اپنے کپڑوں پر درہم کی مقدار نجاست کا اثر دیکھے تا کہ وہ اسے دھونے کے توڑے یا نہ توڑے؟، اور درست اول ہی ہے کیونکہ جماعت کی سنت کو ترک کرنا کراہت کا ارتکاب کرنے سے اولی ہے جیسا کہ درہم کی مقدار نجاست دھونے کے لئے نماز کو توڑنا کہ وہ واجب ہے پس اس کا بجالانا سنت کے بجالانے سے اولی ہے برخلاف درہم سے کم مقدار کے دھونا کہ وہ مستحب ہے لہٰذا سنتِ مؤکدہ کو اس کی بنا پر ترک نہیں کیا جائے گا اسی طرح "شرح المنیۃ" میں اس کی تحقیق کی ہے۔" (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج1، ص641، دارالفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

(اور جب نماز کا وقت ہو جائے اور اسے بیت الخلاء کی حاجت ہو تو بیت الخلاء سے ابتدا کرے) یعنی جب وہ حاقن ہو تو اس کی نماز مکروہ ہے حتی کہ وہ اپنی حاجت پوری کر لے خواہ اسے جماعت کا خوف ہو یا نہ ہو، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر جسے ہم ذکر کر چکے۔ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ((لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ أَنْ يَنْظُرَ فِي جَوْفِ بَيْتِ امْرِءٍ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ وَلَا يَقُومَ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُوَ حَاقِنٌ)) (ترجمہ: کسی شخص کے لئے یہ

حلال نہیں کہ وہ کسی دوسرے کے گھر میں نظر کرے حتی کہ اس سے اجازت حاصل کر لے اور نہ یہ حلال ہے کہ پیشاب روکنے کی حالت میں نماز کے لئے کھڑا ہو) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ وہ نماز کی جانب اس حال میں کھڑا ہو کہ اس کے ساتھ کوئی ایسے چیز موجود ہو جو اسے نماز کے خشوع وخضوع اور اس میں دل کے حاضر ہونے سے غافل کرے تو اگر اس نے مخالفت کی اور نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہے۔ اور ابن ابوموسی کہتے ہیں: اگر پیشاب، پاخانہ کی شدت ایسی ہو جو اس کی توجہ کو پھیرے اور نماز سے غافل کرے تو وہ مذکورہ مروی احادیث کے ظاہر کے پیش نظر نماز کا اعادہ کرے۔

(المغنی لابن قدامہ، مسئلہ: احضرت الصلاۃ وھو یحتاج الی الخلاء، ج 1، ص 450,451، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ احمد بن محمد ابن المحاملی شافعی (متوفی 415ھ) فرماتے ہیں:

"نماز کے مکروہات کی پانچ صورتیں ہیں: (1) بھوکے ہونے حالت میں نماز پڑھنا (2) پیشاب (3) پاخانہ (4) ریح کو روکنے کی حالت میں نماز پڑھنا (5) یا پیاسا ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا۔"

(اللباب فی الفقہ الشافعی، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 94، دار البخاری، المدینۃ المنورہ)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

"علما کا پیشاب پاخانہ روکنے والے کی نماز بارے میں اختلاف ہے پس اکثر علما اس حالت میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلْيَبْدَأْ بِهِ قَبْلَ الصَّلَاةِ)) (ترجمہ: جب تم میں کوئی پاخانہ کا ارادہ کرے تو وہ نماز سے پہلے اپنی حاجت سے فارغ ہو لے) اور اس حدیث کی بنا پر جو سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور وہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ)) (تم میں کوئی کھانے کی موجودگی میں نماز نہ پڑھے اور نہ اس صورت میں جب دو خبیث چیزیں (یعنی پیشاب اور پاخانہ) اس سے مزاحمت کر رہی ہوں) اور اس بنا پر بھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس بارے میں نہی وارد ہے۔ اور علما کا ایک گروہ اس جانب ہے کہ ایسے شخص کی نماز فاسد ہے اور بے شک وہ نماز کا اعادہ کرے۔ اور ابن القاسم نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے وہ بات روایت کی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ پیشاب روکنے والے کی نماز فاسد ہے اور یہ اس وجہ سے کہ ان سے مروی ہے

کہ انہوں نے وقت میں اور وقت کے بعد ایسی نماز کے اعادہ کا حکم دیا ہے۔

اور ان علما کے اختلاف کا سبب نہی میں اختلاف کا ہونا ہے کہ کیا یہ منہی عنہ کے فساد پر دلالت کرتی ہے یا نہیں کرتی؟ یہ نہی صرف اس فعل کرنے والے کے گناہ گار ہونے پر دلالت کرتی ہے جب کہ وہ اصل فعل جس کے ساتھ نہی متعلق ہے وہ واجب یا جائز ہو۔ اور جو حضرات اس شخص کی نماز کے فساد کے قائل ہیں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جسے شامیوں نے روایت کیا ہے۔ ان میں بعضوں نے اسے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور بعضوں نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَاقِنٌ جِدًّا)) (ترجمہ: کسی مؤمن کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ سخت پیشاب روکنے کی حالت میں نماز پڑھے۔) علامہ ابو عمر بن عبد البر کہتے ہیں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اس میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔"

(بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، الباب الاول فی الاعادۃ مفسدات الصلاۃ، ج1، ص191، دار الحدیث، القاہرہ)

باب نمبر 261

مَا جَاءَ فِيمَنْ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ

(مقتدیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امام بننا)

358- حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ وَاصِلٍ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ الأَسَدِيُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ دَلْهَمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: "لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلاثَةً: رَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَرَجُلٌ سَمِعَ حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ ثُمَّ لَمْ يُجِبْ "، وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَطَلْحَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَبِي أُمَامَةَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَنَسٍ لَا يَصِحُّ، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ تَكَلَّمَ فِيهِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَضَعَّفَهُ، وَلَيْسَ بِالْحَافِظِ وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ فَإِذَا كَانَ الإِمَامُ غَيْرَ ظَالِمٍ فَإِنَّمَا الإِثْمُ عَلَى مَنْ كَرِهَهُ " وَقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ فِي هَذَا: إِذَا كَرِهَ وَاحِدٌ أَوْ اثْنَانِ أَوْ ثَلاثَةٌ فَلا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ بِهِمْ حَتَّى يَكْرَهَهُ أَكْثَرُ الْقَوْمِ "

حدیث: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لوگوں پر لعنت فرمائی: (1) ایک وہ شخص جو ایسے لوگوں کی امامت کروائے جو اسے ناپسند کرتے ہوں (2) وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو (3) وہ شخص جو "حی علی الفلاح" کی آواز سنے پھر اس کا جواب نہ دے۔ اور اس باب میں ابن عباس، طلحہ، عبداللہ بن عمرو اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ حسن مرسلاً مروی ہے۔ اور محمد بن قاسم کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے کلام کیا ہے اور اس کی تضعیف کی ہے اور وہ حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔ اور تحقیق اہلِ علم کی ایک قوم نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ آدمی ایسی قوم کی امامت کروائے جو اسے ناپسند کرتے ہوں پس اگر امام غیر ظالم ہو تو گناہ اسی پر ہوگا جو اس کی امامت کو مکروہ جانے۔ اور امام احمد اور امام اسحاق اس بارے میں فرماتے ہیں: جب ایک، دو یا تین مقتدی اس کی امامت کو مکروہ جانیں تو ان کی امامت کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے حتیٰ کہ مقتدیوں کی اکثریت اس کی امامت کو مکروہ جانے۔

359۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ، قَالَ: كَانَ يُقَالُ " أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا اثْنَانِ: امْرَأَةٌ عَصَتْ زَوْجَهَا، وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ "، قَالَ جَرِيرٌ: قَالَ مَنْصُورٌ: فَسَأَلْنَا عَنْ أَمْرِ الإِمَامِ؟ فَقِيلَ لَنَا: إِنَّمَا عَنَى بِهَذَا الأَئِمَّةَ الظَّلَمَةَ، فَأَمَّا مَنْ أَقَامَ السُّنَّةَ فَإِنَّمَا الإِثْمُ عَلَى مَنْ كَرِهَهُ

حدیث: عمرو بن الحارث بن مصطلق سے روایت ہے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ دو قسم کے بندوں کو لوگوں میں سے سخت ترین عذاب ہوگا: (1) ایک وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے (2) وہ امام جس کی امامت کو لوگ ناپسند کرتے ہوں۔

جریر کہتے ہیں کہ منصور نے فرمایا: پس ہم نے امام کے بارے میں سوال کیا تو ہمیں بتایا گیا: اس سے مراد ظالم ائمہ ہیں بہر حال جو امام سنت کو قائم کرے تو گناہ اس پر ہوگا جو اسے ناپسند کرے گا۔

360۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَالِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ آذَانَهُمْ: الْعَبْدُ الْآبِقُ حَتَّى يَرْجِعَ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ "، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَأَبُو غَالِبٍ اسْمُهُ حَزَوَّرٌ

حدیث: حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین بندوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی (1) بھاگا ہوا غلام حتی کہ لوٹ آئے (2) وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو (3) قوم کا وہ امام جس کے مقتدی اسے ناپسند کرتے ہوں۔

امام ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث پاک اس سند سے حسن غریب ہے۔ ابوغالب کا نام "حزور" ہے۔

تخریج حدیث358:

تخریج حدیث359: (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوات، باب فی الامام یؤم وھم لہ کارھون، حدیث4110، ج1، ص358، مکتبۃ الرشد، ریاض)

تخریج حدیث360: (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوات، باب فی الامام یؤم وھم لہ کارھون، حدیث4113، ج1، ص358، مکتبۃ الرشد، ریاض)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((ان کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی))" "آذان" یہ "سائی عضو" "اُذُن" "(کان) کی جمع ہے، یعنی وہ نماز کامل قبول نہیں ہوتی یا وہ اللہ عزوجل کی جانب عمل صالح کے اٹھائے جانے کی طرح نہیں اٹھائی جاتی۔ علامہ تورپشتی کہتے ہیں: بلکہ بالکل نہیں اٹھتی اور کانوں کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کیونکہ انہیں میں تلاوت اور دعا کا وقوع ہوتا ہے اور وہ نماز اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قبولیت کے درجہ تک نہیں پہنچتی اور یہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول کی مثل ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین سے نکل جانے والوں حق میں فرمایا: ((يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ)) (وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔) تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم قبول کو کانوں سے تجاوز نہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں اٹھائی جائے گی کہ وہ ایسے نمازیوں کو سایہ دے جیسا کہ نیک عمل اپنے صاحب کو بروز محشر سایہ دے گا اور ایک قول یہ ہے کہ جن حقوق کی رعایت کرنا ان حضرات پر واجب ہے یعنی آقا، شوہر اور نماز کے حقوق، ان کے حق کو ادا کرنے کی وصیت کی گئی کہ تو جب انہوں نے وصیت کردہ حقوق کی ادائیگی نہ کی تو ان کی فرمانبرداری نے ان کے کانوں سے تجاوز نہ کیا جیسا کہ کامل قاری وہ ہے کہ جو قرآن میں اپنے دل سے غور وفکر کرے اور اس پر عمل بھی کرے تو جب اس نے ایسا نہ کیا تو قرآن اس کے سینے سے اس کے حلق تک متجاوز نہ ہوا۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الامامۃ، ج3، ص866، دار الفکر بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

"(تین لوگ ایسے ہیں کہ جن کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں اٹھتی) یعنی وہ نماز اللہ عزوجل کی بارگاہ میں قبولیت کے طور پر بلند نہیں ہوتی۔ (بھاگا ہوا غلام) یعنی اپنے آقا سے بھاگا ہوا اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھاگنے کے معاملہ کی شدت کو بیان کرنے کے لئے اپنی گفتگو کو اس سے شروع فرمایا۔ (یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے) یعنی اپنے بھاگنے سے مگر یہ کہ اس کا بھاگنا آقا کے اس کو ضرر دینے کی بنا پر ہو (اور وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو) کسی شرعی معاملہ کی بنا پر برخلاف اس صورت میں کہ جب شوہر اپنی عورت پر پچھلے مقام میں وطی کرنے پر قدرت نہ دینے کی وجہ سے ناراض ہو۔"

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الثاء، ج1، ص477، مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

امام مذکورہ وعید کا مصداق کب ہوگا

یہ وعید اس شخص کے بارے میں جو امامت کا اہل نہ ہو پس وہ امامت میں گھس جائے اور زبردستی اس پر تسلط حاصل کر لے حتی کہ لوگ اس کی امامت کو مکروہ جانیں۔ پس اگر وہ امامت کا استحقاق رکھتا ہو تو ملامت اس پر ہے جو اسے مکروہ جانے نہ کہ امام پر۔ اور ایک شخص نے حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں شکایت کی اور وہ لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا اور وہ اسے ناپسند کرتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "بے شک تو نادان ہے۔" آپ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ بے شک تو اپنے اس کام کو بے راہ روی سے کرنے والا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو اس پر زائد نہیں کیا۔

(معالم السنن، ومن باب الرجل یؤم القوم وہم لہ کارھون، ج1، ص170، المطبعۃ العلمیہ، حلب)

((اور قوم کا امام ہو)) یعنی امامتِ کبریٰ کا حامل یا نماز کی امامت کرنے والا **((اور وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں))** یعنی کسی ایسی وجہ سے جو شریعت میں ناپسندیدہ ہے اور اگر وہ اس کے علاوہ کسی اور بنا پر ناپسند کریں تو برائی لوگوں پر ہے اور کوئی کراہت نہیں ہے۔ ابن الملک کہتے ہیں: یعنی وہ لوگ اس کی بدعت یا اس کے فسق یا اس کی جہالت کی وجہ سے اس کو ناپسند کرتے ہوں۔ بہر حال جب اس کے اور ان کے درمیان کسی دنیاوی معاملہ کی بنا پر عداوت ہو تو پھر اس امام کا یہ حکم نہیں ہے۔ "شرح السنہ" میں ہے: کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ظالم امام ہے، بہر حال جو امام سنت کو قائم کرے تو ملامت اس پر ہے جو اسے ناپسند کرے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز کا وہ امام ہے جو اس کا اہل نہیں ہے پس وہ نماز کی امامت کے لئے مسلط ہو جائے تو اگر وہ امامت کا مستحق ہو تو ملامت اس پر ہے جو اسے ناپسند کرے۔ امام احمد کہتے ہیں: جب اسے ایک، دو یا تین شخص ناپسند کریں تو اسے لوگوں کی امامت کروانے کی اجازت ہے حتی کہ اسے اکثریت ناپسند کرنے لگ جائے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الامامۃ، ج3، ص865، دار الفکر، بیروت)

((اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں)) یعنی کسی شرعی قباحت کی بنا پر۔ بہر حال جب بعض لوگ اُسے ناپسند کریں تو اعتبار عالم کا ہوگا اگرچہ وہ اکیلا ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اکثر کا اعتبار ہوگا اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی بات کو ترجیح دی۔ اور شاید اسے اکثر علما پر محمول کیا جائے گا جب کہ وہ موجود ہوں ورنہ جاہلوں کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: لیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں۔ (پارہ7، سورہ الانعام، آیت37)

(مرقاۃ المفاتیح، باب الامامۃ، ج3، ص866، دار الفکر، بیروت)

((ناپسند کرتے ہوں)) ایسے معاملہ کی بنا پر جو شرعاً مذموم ہو جیسا کہ ظالم والی اور وہ شخص جو نماز کی امامت پر مسلط ہو

جائے اوراس کا مستحق نہ ہو یا وہ نجاست سے نہ بچتا ہو یا وہ نماز کی ہیئت میں کمی کرتا ہو یا اس کا زندگی گزارنے کا ذریعہ ناپسندیدہ ہو یا وہ فاسقوں اوراس کی مثل لوگوں کے ساتھ رہتا ہو خواہ اسے حاکم نے نصب کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(فیض القدیر، حرف الہمزہ، ج3، ص139، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

((اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں)) یعنی ان میں اکثر لوگ ناپسند کرتے ہوں اس بنا پر جو شرعاً مذموم ہو جیسا کہ فسق اور بدعت اور خبیث چیزوں نہ بچنا اور نماز کی حالتوں میں سے کسی حالت میں خلل ڈالے اور مذموم پیشہ اور صحبت اختیار کرے جیسا کہ فاسقوں کی صحبت۔ (فیض القدیر، حرف الثاء، ج3، ص224، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

((اور قوم کا وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں)) کسی ایسی وجہ سے جو شرعی طور پر ممنوع ہو کیونکہ امامت شفاعت ہے اور کوئی بھی شفاعت کو اسی سے طلب کرتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہو۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الثاء، ج1، ص477، مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض)

زوجہ مذکورہ وعید کی مصداق کب ہوگی:

((اور اس کا شوہر اس پر ناراض ہو)) یہ اس وقت ہے جبکہ ناراضگی اس کی بداخلاقی کی وجہ سے ہو یا اس کی بے ادبی کی وجہ سے یا اس کی طاعت کی کمی کی وجہ سے ہو، بہر حال جب شوہر کی ناراضگی کسی جرم کے بغیر ہو تو عورت پر کوئی گناہ نہیں ہے، یہ بات ابن الملک نے کہی ہے۔ اور مظہر کہتے ہیں: یہ حکم اس وقت ہے کہ جب ناراضگی عورت کی بداخلاقی کی بنا پر ہو ورنہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب الامامۃ، ج3، ص865، دار الفکر، بیروت)

مقتدیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امام بننا، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو المعالی برہان الدین محمود بن احمد حنفی (متوفی 616ھ) فرماتے ہیں:

"اور جو شخص کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اگر کراہت اس میں کسی فساد کی بنا پر ہو یا وہ لوگ اس سے زیادہ امامت کے حق دار ہوں تو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر وہی امامت کا زیادہ حق رکھتا ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے کیونکہ فاسق اور جاہل (عمومی طور پر) عالم اور صالح کو ناپسند کرتے ہیں۔"

(المحیط البرہانی، الفصل السادس عشر فی التغنی والالحان، ج1، ص407، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

درمختار میں ہے:

"اور اگر کوئی شخص کسی قوم کی امامت کروائے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو امامت مکروہ ہے بشرطیکہ کراہت اس کی ذات میں کسی فساد کی بنا پر ہو یا وہ لوگ اس سے زیادہ امامت کے حق دار ہوں، ابوداؤد شریف کی اس حدیث کی بنا پر کہ "اللہ عزوجل اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو امامت کے لئے کسی قوم کے آگے کھڑا ہو اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں" اور اگر وہ امامت کا زیادہ حق دار ہو تو کراہت نہیں ہے، اور اب کراہت لوگوں پر ہوگی۔ (درمختار، باب الامامۃ، ج1، ص559، دارالفکر، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) لکھتے ہیں:

"وہ کسی قوم کی امامت کروائے کہ جن میں اکثر اسے کسی حق کی بنا پر ناپسند کرتے ہوں) جیسا کہ اس کے دین یا فضیلت میں خلل ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول کی بنا پر، فرمایا:((ثلاثة لا تجاوز صلاتهم آذانهم العبد الآبق حتى يرجع وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط، وإمام قوم و هم له كارهون)) (ترجمہ: تین لوگوں کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی: (1) بھاگا ہوا غلام حتی کہ وہ لوٹ آئے (2) وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو (3) قوم کا وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ اس حدیث پاک کو ترمذی نے روایت کیا..... پس اگر وہ امام دین دار اور سنت کا پابند ہو اور لوگ اسی بنا پر اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کے حق میں کوئی کراہت نہیں ہے۔"

(الروض المربع، فصل فی احکام الامامۃ، ج1، ص133، دارالمؤید مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

" کسی شخص کا کسی قوم کی اس حالت میں امامت کروانا مکروہ ہے کہ ان میں اکثر اسے ناپسند کرتے ہوں اس حدیث کی بنا پر جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((ثلاثة لا يرفع الله صلاتهم فوق رؤوسهم فذكر فيهم رجلا أمّ قوماً وهم له كارهون)) (ترجمہ: تین اشخاص کی نماز ان کے سروں سے بلند نہیں ہوتی تو ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا بھی ذکر فرمایا جو قوم کی اس حال میں امامت کرے کہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔) تو اگر اسے ناپسند کرنے والے کم ہوں تو پھر اس کا ان لوگوں کی امامت کروانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی ناپسند کرنے والا ہوتا ہے۔"

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب صفۃ الائمۃ، ج1، ص185,186، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ محمد بن عبداللہ خرشی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

"کسی شخص کے لئے ایسی قوم کی امامت کروانا مکروہ ہے جو اسے ناپسند کرتے ہوں یا ان میں اکثر اسے ناپسند کرتے ہوں یا ان میں صاحبانِ فضل وشعور اسے ناپسند کرتے ہوں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔"

(شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل صلاۃ الجماعۃ، ج2، ص28، 27، دار الفکر للطباعۃ، بیروت)

اس کے تحت علامہ ابوالحسن علی بن احمد مالکی (متوفی 1189ھ) فرماتے ہیں:

"یہ مناسب نہیں ہے بلکہ کراہت محل وہ ہے جب کہ تھوڑے لوگ اسے ناپسند کریں اور یہ لوگ صاحبانِ فضل وشعور نہ ہوں، بہرحال اگر وہ سب اسے ناپسند کرتے ہوں یا ان میں اکثر یا ان میں اہلِ فضل وشعور اسے ناپسند کرتے ہوں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں تو اس کا آگے ہونا حرام ہے۔ بہرحال اگر امام کو ان کی پسند وعدمِ پسند میں شک ہو تو وہ اہلِ محلّہ سے اجازت حاصل کرلے نہ کہ مسافروں سے۔"

(حاشیۃ العدوی مع شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل صلاۃ الجماعۃ، ج2، ص28، 27، دار الفکر للطباعۃ، بیروت)

بیوی کا شوہر کی طاعت نہ کرنے سے متعلق فتاوی رضویہ سے ایک فتوی:

سوال: زید اپنی زوجہ کو پردہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے، دیور، بہنوئی وغیرہ سے پردہ جائز ہے یا نہیں؟ زید کی زوجہ پردہ کرنے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اپنے کنبہ میں ایسے قریب رشتہ کے پردہ کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ رسم بزرگوں سے جاری ہے میں ہرگز پردہ نہ کروں گی، دیگر اشخاص کے گھر کی نسبت اور مثال دیتی ہے کہ یہ لوگ بھی اس طریقہ کے پابند نہیں ہیں میں کیونکر پابندی کروں۔ وہ لوگ جو کہ رشتہ میں دیور و بہنوئی وغیرہ پردہ کرنے سے ناراض ہوتے ہیں بلکہ طعن کرتے ہیں کہ یہ خوب نئی رسم جاری ہے۔ زوجہ زوج سے اسی سبب سے کہتی ہے کہ تم مجھ کو طلاق دے دو ورنہ میں پردہ ہرگز نہ کروں گی ان لوگوں سے تو اس زوجہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

جواب:

جیٹھ، دیور، بہنوئی، پھپا، خالو، چچازاد، ماموں زاد، پھپی زاد، خالہ زاد بھائی یہ سب لوگ عورت کے لئے محض اجنبی ہیں بلکہ ان کا ضرر نرے بیگانے شخص کے ضرر سے زائد ہے کہ محض غیر آدمی گھر میں آتے ہوئے ڈرے گا اور یہ آپس کے میل جول کے باعث خوف نہیں رکھتے عورت نرے اجنبی شخص سے دفعۃً میل نہیں کھاسکتی اور ان سے لحاظ ٹوٹا ہوتا ہے۔ ولہذا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے غیر عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا ایک صحابی انصاری نے عرض کی، یارسول اللہ! جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: ((الحمو الموت))؛ رواہ احمد والبخاری عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ۔ جیٹھ دیور تو موت ہیں۔

(امام احمد اور بخاری نے اسے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

خصوصا جو وضع لباس وطریقہ پوشش اب عورات میں رائج ہے کہ کپڑے باریک جن میں سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یوں تو خاص محارم کے جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کسی کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے اور اگر بفرض غلط کوئی عورت ایسی ہو بھی کہ ان اموز کی پوری احتیاط رکھے کپڑے موٹے سر سے پاؤں تک پہنے رہے کہ منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں تلووں کے سوا جسم کا کوئی بال کبھی نہ ظاہر ہو تو اس صورت میں جبکہ شوہر ان لوگوں کے سامنے آنے کو منع کرتا اور ناراض ہوتا ہے تو اب یوں سامنے آنا بھی حرام ہو گیا۔ عورت اگر نہ مانے گی اللہ قہار کے غضب میں گرفتار ہوگی جب تک شوہر ناراض رہے گا عورت کی کوئی نماز قبول نہ ہوگی اللہ کے فرشتے عورت پر لعنت کریں گے اگر طلاق مانگے گی منافقہ ہوگی۔ جو لوگ عورت کو بھڑکاتے شوہر سے بگاڑ پر ابھارتے ہیں وہ شیطان کے پیارے ہیں۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ثلثة لاتجاوز صلوتهم اذانهم العبد الابق حتى يرجع وامرأة باتت و زوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون)) رواه الترمذی و حسنه عن ابی امامة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه۔ تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے اوپر نہیں اٹھتی، آقا سے بھاگا ہوا غلام جب تک پلٹ کر نہ آئے۔ اور عورت کہ سوائے اور اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کے عیب کے باعث اس کی امامت پر راضی نہ ہوں (امام ترمذی نے اس کو حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس کی تحسین فرمائی۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ثلثة لاترفع صلاتهم فوق رؤسهم شبرا رجل ام قوما وهم له كارهون وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط واخوان متصارمان)) رواه ابن ماجة وابن حبان بسند حسن عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما۔ تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے بالشت بھر اوپر بلند نہیں ہوتی۔ ایک وہی امام اور عورت کے سوائے اور شوہر ناراض ہے اور دو بھائی کہ آپس میں علاقہ محبت قطع کئے ہوں۔ (ابن ماجہ اور ابن حبان نے بسند حسن اسے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ثلثة لايقبل اللّٰه لهم صلوة ولاتصعد لهم الى السماء حسنة العبد الأبق حتى يرجع الى مواليه فيضع يده في ايديهم والمرأة الساخط عليها حتى يرضى والسكران حتى يصحو)) رواه الطبرانی فی الاوسط وابناء خزيمة وحبان فی صحيحهما عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما۔ تین شخصوں کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی نہ کوئی نیکی آسمان کو چڑھے، بھاگا ہوا غلام جب تک اپنے آقاؤں کی طرف پلٹ کر اپنے آپ کو ان کے قابو میں دے۔ اور عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو یہاں تک کہ راضی ہو جائے اور نشے والا جب تک

جوش میں آئے۔ (طبرانی نے "الاوسط" میں ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اس کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((اذا باتت المرأة هاجرة فراش زوجها لعنتها الملئكة حتى تصبح)) رواه البخاری و مسلم و النسائی عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب عورت اپنے شوہر کا بچھونا چھوڑ کر سوئے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت کریں (اسے امام بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ان المرأة اذا خرجت من بيتها وزوجها كاره لذلك لعنها كل ملك في السماء وكل شيء تمر عليه غير الجن و الانس حتى ترجع)) رواه الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ جو عورت اپنے گھر سے باہر جائے اور اس کے شوہر کو ناگوار ہو جب تک پلٹ کر نہ آئے آسمان میں ہر فرشتہ اس پر لعنت کرے اور جن و آدمی کے سوا جس جس چیز پر گزرے سب اس پر لعنت کریں (طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ايما امرأة سألت زوجها الطلاق من غير بأس فحرام عليها رائحة الجنة)) رواه احمد و ابوداؤد و الترمذی و حسنه و ابن ماجة و ابن حبان و الحاکم و قال صحيح على شرط البخاری و مسلم و اقروه عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جو عورت بے ضرورت شرعی خاوند سے طلاق مانگے اس پر جنت کی بو حرام ہے۔ (امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی، ابن ماجہ ابن حبان اور حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا اور ان سب نے اسے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برقرار رکھا)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((ان المختلعات هن المنافقات)) رواه الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ خاوندوں سے طلاق مول لینے والیاں وہی منافقہ ہیں۔ (امام طبرانی نے معجم الکبیر میں بسند حسن اسے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کیا۔)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((من خبب على امرء زوجته او مملوكه فليس منا)) رواه احمد و البزار و ابن حبان و الحاکم و قال صحيح و اقروه عن بريدة و ابوداؤد و الحاکم بسند صحيح عن ابی هريرة و الطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ جو کسی شخص پر اس کی زوجہ یا اس کی باندی غلام کو بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ (امام احمد، بزار، ابن حبان اور حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اور سب نے اسے حضرت بریدہ سے روایت کیا۔ ابوداؤد اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور

طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے روایت کیا۔)

رہا اس پر طعن کرنا اور نئی رسم بتانا یہ حکم خدا و رسول پر طعنہ ہے۔ ان لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر چاہئے اور حکم شرع کے مطابق اپنی ناجائز رسم کی سند پکڑنی اور جاہل بزرگوں کا حوالہ دینا یہ کافروں کی خصلت تھی ان سب پر توبہ فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ ج۹ ص [illegible] رضا فاؤنڈیشن لاہور)

باب نمبر 262

مَا جَاءَ إِذَا صَلَّى الإِمَامُ قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا

(جب امام بیٹھ کرنماز ادا کرے تو مقتدی بھی بیٹھ کرنماز ادا کریں)

361۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ:خَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ، فَجُحِشَ، فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ:إِنَّمَا الإِمَامُ -أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ -لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ:سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا :رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ "، وَفِي البَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَمُعَاوِيَةَ، قَالَ أبو عيسى:وَحَدِيثُ أَنَسٍ:أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَّ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هَذَا الحَدِيثِ مِنْهُمْ :جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَأُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَغَيْرُهُمْ، وَبِهَذَا الحَدِيثِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ"وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ:إِذَا صَلَّى الإِمَامُ جَالِسًا لَمْ يُصَلِّ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا

حدیث:حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر کر نیچے تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ہم نے ان کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جب وہ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے تو تم ''ربنا ولک الحمد'' کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ جاؤ۔اور اس باب میں حضرت عائشہ،حضرت ابوہریرہ ،حضرت جابر،حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت مروی ہیں ۔امام ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہ حدیث ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر کر نیچے تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے''حسن صحیح حدیث ہے ۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ اسی حدیث پر عامل ہیں ان میں حضرت جابر بن عبداللہ،اسید بن حضیر،ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ شامل ہیں،اور امام احمد اور اور بعض

قِيَامًا، فَإِنْ صَلَّوْا قُعُودًا لَمْ تُجْزِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ "

اہل علم فرماتے ہیں: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے پس اگر وہ مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھیں تو انہیں کفایت نہیں کرے گی اور یہی امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام عبد اللہ بن مبارک، اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے۔

تخریج حدیث 361: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب انما جعل الامام لیؤتم بہ، حدیث 689، ج 1، ص 139، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب ائتمام المأموم، حدیث 411، ج 1، ص 308، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الامام یصلی من قعود، حدیث 601، ج 1، ص 164، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب الائتمام بالامام یصلی قاعدا، حدیث 832، ج 2، ص 98، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی انما جعل الامام لیؤتم، حدیث 1238، ج 1، ص 392، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

باب نمبر 263

مِنْهُ

(سابق سے متعلق ایک باب)

362۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ : حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ قَاعِدًا ،قَالَ ابو عيسىٰ:حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ : إِذَا صَلَّى الإِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا وَرُوِيَ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي مَرَضِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَصَلَّى إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ، وَالنَّاسُ يَأْتَمُّونَ بِأَبِي بَكْرٍ، وَأَبُو بَكْرٍ يَأْتَمُّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُوِيَ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ قَاعِدًاوَرُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ قَاعِد

حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ،فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں :حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔اور انہیں سے مروی ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض میں نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز ادا کی ،لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کر رہے تھے۔اور انہیں سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

363۔حَدَّثَنَا بِذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ قَالَ :حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں

مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ قَاعِدًا فِي ثَوْبٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ، قَالَ ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهَكَذَا رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ ثَابِتٍ، وَمَنْ ذَكَرَ فِيهِ عَنْ ثَابِتٍ فَهُوَ أَصَحُّ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور اسی طرح یحییٰ بن ایوب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حمید، ثابت اس حدیث پاک کو روایت کیا اور تحقیق کئی حضرات نے بواسطہ حمید اس حدیث پاک کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ان حضرات نے اس میں ثابت کا ذکر نہیں کیا اور جس حدیث میں "ثابت" کا ذکر ہوا وہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔

تخریج حدیث 362: (سنن نسائی، کتاب الامامۃ، باب الائتمام بمن یاتم بالامام، حدیث 797، ج2، ص83، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب المرور بین یدی المصلی، حدیث 945، ج1، ص304، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 363: (سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب صلوۃ الامام خلف رجل من رعیتہ، حدیث 785، ج2، ص79، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

((جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تمام مقتدی بھی بیٹھ کر نماز ادا کریں)) علما کا اس بارے میں اختلاف ہے تو ایک گروہ اس حدیث کے ظاہر کا قائل ہے اور ان حضرات میں امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی شامل ہیں اور امام مالک ایک روایت میں فرماتے ہیں: بیٹھ کر نماز پڑھانے والے کے پیچھے قیام پر قادر شخص کی نماز جائز نہیں ہے نہ بیٹھ کر نہ کھڑے ہو کر۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی اور جمہور بزرگوں کا موقف یہ ہے کہ قیام پر قادر شخص کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھانے والے کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھنا جائز ہے اور ان حضرات نے اس بات سے دلیل لی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اگر چہ بعض علما نے یہ گمان کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقتدی تھے لیکن درست یہی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی امام تھے۔

اور اس بات کو امام مسلم نے اس باب کے بعد صراحتاً یا صراحت کی مانند ذکر فرمایا تو انہوں نے اپنی اس روایت میں امام ابو بکر بن ابی شیبہ کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا، وہ فرماتی ہیں: ((فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يصلي بِالنَّاسِ جَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتَدِي النَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ)) (ترجمہ: "پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔")

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ)) (امام تو اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے) کا معنی امام شافعی اور ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ افعال ظاہرہ میں اس کی اقتدا کی جائے ورنہ نفل والے کے پیچھے فرض پڑھنا جائز ہے اور اس کی عکس بھی جائز ہے اور عصر کی نماز والے کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔ اور امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر حضرات رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ جائز نہیں ہے اور ان حضرات نے یہ فرمایا کہ حدیث کا معنی

یہ ہے کہ افعال اور نیتوں میں بھی اس کی اقتدا کی جائے۔ اور امام شافعی اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن نخل میں اپنے اصحاب کو صلاۃ الخوف دو مرتبہ پڑھائی ہر گروہ کو ایک مرتبہ "تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نماز نفل تھی اور مقتدیوں کی فرض تھی۔ اور اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز ادا فرمائی پھر اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں بھی نماز پڑھائی وہ آپ رضی اللہ عنہ کی نفل اور مقتدیوں کی فرض نماز تھی۔ اس بات پر کہ امام کی اقتداء صرف ظاہری افعال میں ہوتی ہے ان حضرات کی دلیل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمانِ مبارک بھی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے: ((ائْتَمُّوا بِأَئِمَّتِكُمْ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِنْ صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا)) (اپنے اماموں کی اقتدا کرو اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ واللہ اعلم۔ (شرح النووی علی مسلم، باب ائتمام المأموم بالامام، ج4، ص133،134، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو)) یہ فرمان اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب امام سجدہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ کریں اور یہ نہیں ہوتا مگر قصد سے اور باب کے شروع میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ قصد کی دو قسمیں ہیں: قولی اور فعلی۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صفتِ فعلیہ پر دلالت کرتی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سابقہ حدیث ان دونوں باتوں پر دلالت کرتی ہے اور دونوں باتیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سجدہ کی جانب قصد قول و فعل دونوں پر مشتمل تھا اور اس طور پر حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دونوں پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز اور نماز کے معاملات کے بارے میں مروی ہے۔ تو اسے سمجھو۔

(عمدۃ القاری، باب یہوی بالتکبیر حین یسجد، ج6، ص81، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کیسے پڑھے، مذاہب ائمہ

امام اگر قیام پر قادر نہ ہو اور بیٹھ کر نماز پڑھے، جبکہ مقتدی قیام پر قادر ہو تو کھڑے ہو کر پڑھے گا یا بیٹھ کر!!! احناف اور شوافع کا موقف یہ ہے کہ مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا۔

(الام للشافعی، صلاۃ الامام قاعدا، ج1، ص198،199، دار المعرفہ، بیروت ☆ مبسوط للسرخسی، باب صلاۃ المریض، ج1، ص215، دار المعرفہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھے گا۔

(المغنی لابن قدامہ، مسئلہ اذا صلی امام الحی جالسا صلی من وراءہ جلوسا، ج2، ص162، مکتبۃ القاہرہ)

مالکیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ امام اگر قیام پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اور مقتدی قیام پر قادر ہے تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے ہوگی ہی نہیں۔ (بدایۃ المجتہد، الفصل الرابع، ج1، ص162، دار الحدیث، القاہرہ)

حنابلہ کی دلیل:

حنابلہ کی دلیل باب نمبر 162 کی حدیث پاک ہے: ((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ، فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا، فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: إِنَّمَا الإِمَامُ -أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ- لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ)) ترجمہ: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر کر نیچے تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ہم نے ان کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: (إِنَّمَا الإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ) ترجمہ: امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا و لک الحمد" کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ جاؤ۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء اذا صلی الامام قاعدا فصلوا قعودا، ج2، ص194، مطبعہ مصطفی البابی، مصر)

مالکیہ کی دلیل:

بیٹھے ہوئے کی نماز میں کمی ہے، کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی نماز کامل ہے، لہذا کامل ناقص کے پیچھے ادا نہیں ہوگی۔

یہ دلیل اس لیے کمزور ہے کہ بیٹھے ہوئے کے پیچھے نماز ادا کرنا احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت ہے۔

احناف اور شوافع کی دلیل:

ان کی دلیل یہ حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور باقی لوگوں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت کو پہنچا تو حضرت بلال رضی

اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نماز کی خبر دینے کو حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں اور جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو (افسردگی کی بنا پر قراءت وغیرہ) سنا نہ سکیں گے تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو میں نے حضرت سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کریں کہ بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں اور جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قراءت نہ سنا سکیں گے، پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں

قَالَ :إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرِجْلَاهُ يَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَاعِدًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مُقْتَدُونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)) ترجمہ: تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تم صواحبِ یوسف ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں تو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانا شروع ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ میں ہلکا پن پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو مردوں کا سہارا لے کر اس حال میں کھڑے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ سنی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب اشارہ فرمایا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حتی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔ (صحیح بخاری، باب الرجل یأتم بالامام ویأتم الناس، ج 1، ص 144، دار طوق النجاۃ)

حنابلہ کی دلیل کے جوابات:

(1) منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ ہماری پیش کردہ حدیث پاک (کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز ادا فرمائی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور باقی لوگوں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی) ہے کہ یہ

آخری نماز ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو پڑھائی، لہذا اس نے ماقبل کو منسوخ کر دیا۔ اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "اختلاف الحدیث" میں بیان کیا ہے۔ (اختلاف الحدیث، باب صلاۃ الامام جالسا ومن خلفہ قیاما، ج 8، ص 609، دار المعرفۃ، بیروت)

شمس الائمہ سرخسی حنفی نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ (مبسوط للسرخسی، باب صلاۃ المریض، ج 1، ص 215، دار المعرفۃ، بیروت)

(2) یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ علامہ عینی یہ وجہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس میں نظر ہے کیونکہ اصل عدمِ تخصیص ہے جب تک تخصیص پر کوئی دلیل قائم نہ ہو (لہذا یہ تخصیص دلیل کی محتاج ہے)۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب الامام یصلی من قعود، ج 3، ص 111، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(3) "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو" کا معنی یہ ہے کہ جب امام حالتِ جلوس میں ہو تو تم بھی بیٹھ جاؤ، قیام کے ساتھ امام کی مخالفت نہ کرو، ایسے ہی "جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو" کا مطلب ہے کہ جب امام حالتِ قیام میں ہو تو تم بھی کھڑے ہو جاؤ، بیٹھ کر امام کی مخالفت نہ کرو۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب الامام یصلی من قعود، ج 3، ص 111، مکتبۃ الرشد، ریاض)

باب نمبر 162 کی حدیث پاک سے مستنبط شدہ مسائل

حدیث مذکور سے درج ذیل مسائل کا استنباط ہوتا ہے:

(1) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "امام تو اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے" یہ افعال میں امام کی پیروی کرنے کے وجوب پر دلیل ہے حتی کہ کھڑے ہونے کی جگہ اور نیت میں بھی۔ اور امام شافعی اور ایک گروہِ علما اس بات کا قائل ہے کہ نیت کا اختلاف ضرر نہیں دیتا اور انہوں نے حدیث کو افعالِ ظاہرہ کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ان دونوں کا اختلاف ضرر دیتا ہے اور ان دونوں حضرات نے نیتوں کا اختلاف حدیث میں موجود حصر کے تحت داخل فرمایا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کھڑے ہونے کی جگہ میں آگے ہونے کی صورت میں ہیئتِ نماز کا اختلاف ضرر نہیں دیتا اور اس کے سوا انہوں نے حدیث کو عام رکھا۔

(2) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک "تو تم بھی تکبیر کہو" سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ مقتدی امام کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہے گا نہ امام سے آگے ہو گا نہ پیچھے کیونکہ (اس فرمان میں موجود) "فا" حال کے لئے ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں: افضل یہ ہے کہ امام کے تکبیر کہنے کے بعد تکبیر کہے کیونکہ "فا" تعقیب کے لئے ہے اور اگر وہ امام کے ساتھ تکبیر کہہ دے تو امام محمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق یہ اسے کفایت کرے گا اور تحقیق اس نے برا کیا

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی دو روایتوں میں سے اصح کے مطابق بھی یہی حکم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایسی صورت میں وہ نماز کا شروع کرنے والا نہیں کہلائے گا۔

پھر امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے مطابق امام و مقتدی کا تکبیر میں اس طرح ملنا ضروری ہے جس طرح انگوٹھی اور انگلی کا حرکت کرنے میں ملنا ہوتا ہے اور صاحبین کے قول میں بعدیت سے مراد یہ ہے کہ مقتدی اپنی "تکبیر" کا الف امام کے "اکبر" کی را کے ساتھ ملائے۔ اور شیخ الاسلام خواہر زادہ کہتے ہیں: امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ادق اور عمدہ ہے اور صاحبین کا قول آسان اور احوط ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول صاحبین کے قول کی مثل ہے۔ اور علامہ ماوردی امام کے تکبیر کہنے سے فارغ ہونے سے پہلے مقتدی کے تکبیر کہنے کے بارے میں فرماتے ہیں: اس کی نماز منعقد نہیں ہوئی اور اگر وہ امام کے رکوع شروع کرنے کے بعد رکوع کرے پس اگر وہ امام کے ساتھ ملا کر یا اس سے سبقت کر کے رکوع کرے تو اس نے برا کیا اور اس کی نماز باطل نہیں ہوگی پس اگر امام کے سلام پھیرنے سے قبل سلام پھیر دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی مگر یہ کہ وہ امام کی مفارقت کی نیت کرے پس اس میں مشہور اختلاف ہے۔

(3) اس قول ﴿فارکعوا﴾ اور اس قول ﴿فاسجدوا﴾ میں موجود "فا" تعقیب پر دلالت کرتا ہے اور اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ مقتدی کے لئے رکوع و سجود میں امام سے سبقت کرنا جائز نہیں ہے حتی کہ اگر اس نے ان دونوں میں امام سے سبقت کی اور امام اس سے نہ ملا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(4) بے شک خدشہ اور اس کی مثل باتوں کے حصول کے وقت عبادت کا بجالانا مستحب ہے۔

(5) قیام سے عجز کے وقت بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب الصلاۃ فی السطوح الخ، ج4، ص107، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 264

مَا جَاءَ فِي الْإِمَامِ يَنْهَضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ نَاسِيًا

(امام کا دو رکعتوں پر بھول کر کھڑے ہو جانا)

364۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، فَسَبَّحَ بِهِ الْقَوْمُ وَسَبَّحَ بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ بِهِمْ مِثْلَ الَّذِي فَعَلَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، وَسَعْدٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ، :حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ، :وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ابْنِ أَبِي لَيْلَى مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ ، قَالَ أَحْمَدُ :لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى .وقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ :ابْنُ أَبِي لَيْلَى هُوَ صَدُوقٌ، وَلَا أَرْوِي عَنْهُ لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي صَحِيحَ حَدِيثِهِ مِنْ سَقِيمِهِ، وَكُلُّ مَنْ كَانَ مِثْلَ هَذَا فَلَا أَرْوِي عَنْهُ شَيْئًا ،وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، وَرَوَى سُفْيَانُ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ

حدیث: حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پس وہ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے پس مقتدیوں نے تسبیح کی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی تسبیح کی تو جب اپنی نماز مکمل کی تو سلام پھیرا پھر بیٹھے ہوئے ہی سجدہ سہو کیا پھر انہیں بیان کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کے ساتھ یونہی معاملہ کیا جیسا کہ انہوں نے کیا۔ اور اس باب میں حضرت عقبہ بن عامر، حضرت سعد اور حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک بہت طرق سے آپ سے مروی ہے اور تحقیق بعض اہلِ علم نے ابن ابی لیلی کے حافظہ کے حوالہ سے کلام کیا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: ابن ابی لیلی کی حدیث سے دلیل نہیں لی جائے گی۔ اور محمد ابن اسماعیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ابن ابی لیلی سچے ہیں اور میں ان سے روایت نہیں کرتا کیونکہ وہ اپنی حدیث کے صحیح اور کمزور میں فرق نہیں کر پاتے اور جو بھی اس طرح کا ہو تو میں اس سے کچھ بھی روایت نہیں کرتا۔" اور یہ حدیث پاک کئی طرق سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور سفیان نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بواسطہ جابر، مغیرہ بن شبیل، قیس بن ابو حازم بھی اس حدیث کو روایت

قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، وَجَابِرٌ الْجُعْفِيُّ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، تَرَكَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُمَا، "وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ :عَلَى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا قَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مَضَى فِي صَلَاتِهِ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِنْهُمْ مَنْ رَأَى قَبْلَ التَّسْلِيمِ، وَمِنْهُمْ مَنْ رَأَى بَعْدَ التَّسْلِيمِ، وَمَنْ رَأَى قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَحَدِيثُهُ أَصَحُّ لِمَا رَوَى الزُّهْرِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ "

کیا ہے۔اور جابر جعفی کی بعض اہل علم نے تضعیف کی ہے یحیی بن سعید اور عبد الرحمٰن بن مہدی وغیرہما نے ان کو متروک رکھا۔اور اہل علم کے ہاں اسی حدیث پر عمل ہے کہ بے شک مرد جب دو رکعتوں کے بعد کھڑا ہو جائے تو وہ اپنی نماز کو جاری رکھے اور دو سجدے کرے،ان میں سے بعض علما نے سجدوں کو سلام سے پہلے رکھا اور بعض نے سلام کے بعد رکھا تو جنہوں نے ان کو سلام سے پہلے رکھا تو اس کی حدیث زہری اور یحیی بن سعید الانصاری کی بواسطہ عبد الرحمٰن الاعرج اور عبداللہ بن بحینہ روایت کردہ حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

365۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، قَالَ :صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَلَمَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَامَ وَلَمْ يَجْلِسْ، فَسَبَّحَ بِهِ مَنْ خَلْفَهُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ قُومُوا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ سَلَّمَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ :هَكَذَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث: زیاد بن علاقہ سے مروی ہے فرمایا: ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پس جب دو رکعتیں ہو چکیں تو وہ کھڑے ہو گئے اور نہ بیٹھے تو پیچھے والوں نے تسبیح کی تو انہوں نے مقتدیوں کو کھڑے ہونے کا اشارہ کیا تو جب اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو سلام پھیرا اور سجدہ سہو کے دو سجدے کئے اور ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یونہی کیا تھا۔

،قَالَ ابو عيسى:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بواسطہ مغیرہ بن شعبہ کئی طرق سے مروی ہے۔

تخریج حدیث 364,365:(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب من نسی ان یتشھد وھو جالس، حدیث 1037، ج1، ص272، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

مذکورہ حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

اور یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ درمیانی جلسہ نماز کے فرائض میں سے نہیں ہے اور یہ آثار ابن بحسینہ کی حدیث کے من وجہٍ موافق ہیں اور من وجہٍ مخالف ہیں کیونکہ ان میں سلام کے بعد سجود کا ذکر ہے اور انہیں آثار سے وہ شخص استدلال کرتا ہے جو نماز میں زیادت اور نقصان کی صورت میں سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کا قائل ہے۔

(التمہید، الحدیث التاسع والثلاثون، ج10، ص201، وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ)

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

اور حدیث میں ہے کہ پہلے جلسہ کو ترک کرنے والا جب وہ کھڑا ہو جائے تو پھر اس کی طرف نہ لوٹے تو اگر سیدھا کھڑا ہونے کے بعد لوٹے تو جمہور فقہاء کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور انہیں میں امام مالک رحمہ اللہ ہیں کیونکہ اس نے اپنی سابقہ اصل کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور جو اپنی نماز میں بھول کر زیادتی کرے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی تو جو اس عمل کا قصد کرتا ہے جسے اس نے اپنے عمل سے میں ساقط کیا ہے تو یہ زیادہ مناسب ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس طرح نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ اور اس میں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ بے شک پہلا تشہد سنت ہے کیونکہ اگر وہ فرض ہوتا تو وہ ضرور لوٹتے حتی کہ اسے بجالاتے جیسا اگر کوئی رکعت یا سجدہ ترک کیا کیونکہ فرض کے حوالے سے عمد اور سہو برابر ہیں ہاں مگر گناہ میں فرق ہے۔ (شرح الزرقانی علی المؤطا، باب من قام بعد الاتمام او فی الرکعتین، ج1، ص358,359، مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ، القاہرہ)

قعدۂ اولی اور تشہد اول کا حکم، مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) "نماز کے واجبات" بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور انہیں واجبات میں قعدہ اولی بھی ہے دونوں شفعوں میں فصل کرنے کے لئے حتی کہ اگر نمازی اسے جان بوجھ کر ترک کر دے تو وہ برا کرنے والا ہوگا اور اگر بھولے سے ترک کر دے تو اس سے سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام عمر اس پر مواظبت فرمائی اور یہ بات اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہے جبکہ عدم فرضیت کی دلیل قائم ہو اور بے شک یہاں یہ دلیل موجود ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت کی جانب کھڑے ہوئے تو

تسبیح کی گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لوٹے اور اگر فرض ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لوٹتے اور ہمارے اکثر مشائخ اسی پر سنت کا لفظ بھی استعمال فرماتے ہیں یا اس بنا پر کہ اس کا وجوب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی سنت سے معلوم ہوا ہے یا اس لئے کہ سنتِ مؤکدہ واجب کے معنی میں ہی ہوتی ہے کیونکہ دو رکعتیں وہ کم از کم مقدار ہے کہ جس سے نماز جائز ہوتی ہے تو قعدہ ان دونوں اور جو ان دونوں رکعتوں کے ساتھ ملی ہوئی نماز ہے ان میں فاصلہ کے لئے واجب ہوا۔"

(بدائع الصنائع، فصل الواجبات الاصلیہ فی الصلاۃ، ج 1، ص 163، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:

"دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا (واجب ہے)، یوہیں جتنے قعدے کرنے پڑیں سب میں پورا تشہد واجب ہے ایک لفظ بھی اگر چھوڑے گا، ترک واجب ہوگا۔" (بہار شریعت، حصہ 3، ص 518، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"جو شخص تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کوئی اور تکبیر یا رکوع کی تسبیح یا سجدہ کی تسبیح یا "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" یا "رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ" یا "رَبِّ اغْفِرْ لِی" یا پہلے تشہد کو یا آخری قعدہ میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کو جان بوجھ کر ترک کرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور جو ان میں کوئی بھی شے بھول کر ترک کرے تو وہ سجدہ سہو بجالائے یہ واجبات کی دوسری قسم ہے اور یہ آٹھ ہیں اور اس کے وجوب میں دو روایتیں ہیں: ان میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ چیزیں واجب ہیں اور یہ اسحٰق کا قول ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ واجب نہیں ہیں اور وہی اکثر فقہا کا قول ہے مگر یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے اور اس کو نماز کے ارکان میں شامل فرمایا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے موافق بھی موجود ہے اور تحقیق ماقبل میں ہم ان کے وجوب کی دلیل کو ذکر کر چکے ہیں۔"

(المغنی لابن قدامہ، مسئلہ سجود السہو، ج 2، ص 5، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"پہلا تشہد سنت ہے، واجب نہیں ہے..... اور ہماری دلیل حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور تیسری کے لئے کھڑے ہو گئے اور تشہد پڑھنا بھول

گئے پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخر میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو فرمایا۔ پس اگر وہ واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عوض آخر میں سجدہ سہو نہ فرماتے۔ اور مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت کی جانب کھڑے ہوئے تو تسبیح سے لقمہ دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لوٹے پس اگر وہ واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لوٹتے۔ اور کیونکہ ہر وہ فعل کہ جس کو بھول کر ترک کرنے کی صورت میں نماز صحیح ہے تو اس کو جان بوجھ کر بجالانے کی صورت میں بھی نماز صحیح ہے جیسا کہ طرداً (جب جب علت پائی جائے تو حکم بھی پایا جائے) مسنون چیزیں اور عکساً (جب جب علت نہ پائی جائے تو حکم بھی نہ پایا جائے) فرض چیزیں اور اسی بنا پر پہلا تشہد ان کے قیاس کے مطابق دوسرے تشہد سے جدا ہو جاتا ہے کیونکہ نمازی کا اسے سہواً ترک کرنا نماز کی صحت کے مانع ہے لہٰذا یہ واجب ہے اور ان دونوں میں پہلے تشہد کو ترک کرنا نماز کی صحت کے مانع نہیں ہے لہٰذا وہ سنت ہوا۔" (الحاوی الکبیر، ج2، ص132، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ احمد بن محمد ابن المحاملی شافعی (متوفی 415ھ) فرماتے ہیں:

"اور وہ باتیں کہ جن کی بنا پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے تیرہ 13 ہیں: پہلا تشہد ترک کیا جائے یا پہلے تشہد میں بیٹھنے کو ترک کیا جائے یا پہلے تشہد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے یا دعائے قنوت پڑھنے کو ترک کیا جائے...... الخ"

(اللباب فی الفقہ الشافعی، کتاب الصلاۃ، ج1، ص152، دار البخاری، مدینہ منورہ)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو القاسم محمد بن احمد ابن جزی کلبی مالکی (متوفی 741ھ) فرماتے ہیں:

"اور دونوں تشہد سنت ہیں۔" (القوانین الفقہیہ، الباب الخامس عشر فی التشہد، ج1، ص47، مطبوعہ بیروت)

مزید فرماتے ہیں: "جو شخص دونوں تشہد یا ان میں سے ایک کو بھول جائے اور اس نے تشہد کے لیے قعود کیا ہو تو مشہور قول پر سلام سے پہلے سجدہ کرے۔" (القوانین الفقہیہ، الباب العشرون فی السہو، ج1، ص55، مطبوعہ بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"جو شخص نماز کے درمیانی جلسہ کو بھول جائے تو وہ سلام سے قبل سجدہ سہو کرے پھر اگر اسے ہاتھوں کے زمین سے جدا ہونے سے پہلے بیٹھنا یاد آئے تو اسے دوبارہ بیٹھنے کا حکم ہے پس اگر وہ لوٹ آئے تو اس پر مشہور قول کے مطابق سجدہ سہو نہیں ہے اس کے حکم کے ہلکا ہونے کی بنا پر۔ اور اگر نہ لوٹے تو سجدہ سہو کرے اور اگر ہاتھوں کے زمین سے جدا ہونے کے بعد اسے بیٹھنا یاد آئے تو مشہور قول کے مطابق نہ لوٹے پس اگر لوٹ آئے تو پھر اختلاف ہے کہ کیا وہ سجدہ سہو کرے گا یا نہیں اور اگر نہ لوٹے تو سجدہ

سہو کرے اور اگر سیدھا کھڑے ہونے کے بعد یاد آئے تو پھر نہ لوٹے اور سجدہ سہو کرے پس اگر وہ لوٹا تو برا کیا اور مشہور قول کے مطابق اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔" (القوانین الفقہیہ، الباب العشرون فی السہو، ج1، ص55، مطبوعہ بیروت)

قعدۂ اولی بھول کر کھڑا ہو گیا تو کیا کرے:

فتاوی رضویہ میں ہے:

(قعدۂ اولی بھول کر کھڑا ہوا) اگر ابھی قعود سے قریب ہے کہ نیچے کا آدھا بدن ہنوز (ابھی تک) سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور مذہب اصح میں اس پر سجدہ سہو نہیں اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے تو بھی مذہب اصح وارجح میں پلٹ آنے ہی کا حکم ہے مگر اب اس پر سجدۂ سہو واجب، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں بلکہ ختم نماز پر سجدہ سہو کرلے پھر بھی اگر پلٹ آیا بہت برا کیا گناہگار ہوا، یہاں تک کہ حکم ہے کہ فوراً کھڑا ہو جائے، اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کریں کھڑے رہیں یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں آئے، مگر مذہب اصح میں نماز یوں بھی نہ جائے گی صرف سجدہ سہو لازم رہے گا۔

فی تنویر الابصار والدرالمختار وردالمحتار (سهوا عن القعود الا ول من الفرض) ولو عمليا اماالنفل فيعود مالم يقيد بالسجدة(ثم تذكره عاداليه) وتشهد ولا سهو عليه في الاصح (مالم يستقم قائما) في ظاهر المذهب وهو الاصح فتح (تنویر الابصار، ردالمحتار اور درمختار میں ہے کہ (اگر فرض کا قعدہ اول بھول گیا) اگرچہ وہ فرض عملی ہو، رہا معاملہ نفل کا تو لوٹ آئے جب تک رکعت کا سجدہ نہیں کیا (پھر اسے یاد آیا تو اس کی طرف لوٹ آئے) اور تشہد پڑھے اور اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں (جب تک وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا) ظاہر مذہب کے مطابق، اور یہی اصح ہے، فتح) یعنی اذاعاده قبل ان يستقيم قائما وكان الى القعود اقرب فانه لاسجود عليه في الاصح وعليه الاكثر، امااذا عاد وهو الى القيام اقرب فعليه سجود السهو كما في نورالايضاح و شرحه بلا حكاية خلاف فيه وصحح اعتبار ذلك في الفتح بما في الكافي ان استوى النصف الاسفل وظهره بعد منحن فهو اقرب الى القيام وان لم يستو فهو اقرب الى القعود (یعنی سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے لوٹا حالانکہ قعود کے قریب تھا، تو اب اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں، اور اکثریت کی یہی رائے ہے، اور اگر لوٹا لیکن قیام کے قریب تھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو جائے گا جیسا کہ نورالایضاح اور شرح میں اسے بلا اختلاف ذکر کیا ہے اور کافی کی اس عبارت کو فتح میں صحیح اعتبار کیا ہے کہ اگر نصف سیدھا مگر پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو نمازی قیام کے قریب، اور اگر برابر نہیں تو نمازی قعود کے قریب ہوگا۔

وان استقام قائما لایعود و سجدہ للسھو فلو عادالی القعود لا تفسد لکنہ یکون مسیئا (اور اگر کھڑا ہو گیا نہ لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور اگر اب بھی واپس لوٹ آتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی) ای یاثم کما فی الفتح فلو کان اماما لا یعود معہ القوم تحقیقا للمخالفۃ ویلزمہ القیام لـلحال شرح المنیۃ عن القنیۃ (البتہ گنا ہگار ہوگا جیسا کہ فتح میں ہے اگر وہ امام ہے اور کھڑا ہو کر واپس لوٹے تو مقتدی اس کی موافقت میں واپس نہ لوٹیں تا کہ مخالفت ظاہر کریں تو اس امام پر اس وقت قیام لازم ہے، شرح المنیۃ میں قنیہ سے ہے) ویسجد لتاخیر الواجب وھوا الحق بحراہ ملخصا ۔(اور تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کرنے اور یہی حق ہے بحر اھ تلخیصا۔) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، ج8، ص181 تا 182، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لقمہ کی وجہ سے واپس آیا تو کیا حکم ہوگا:

اگر امام (قعدہ اولی بھول کر) ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی گئی۔ اور اگر مقتدی نے اس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں پورا سیدھا ہو گیا اس کے بعد لوٹا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی ہو گئی مگر مخالف حکم کے سبب مکروہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدہ اولی کے لئے لوٹنا جائز نہیں، نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں، تو اعادہ فرض ہے، اسی کی امام زیلعی نے تصریح کی ہے اور یہی مشاہیر کتب میں ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج8، ص213 تا 214، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لقمہ کے تفصیلی مسائل آگے آرہے ہیں۔

باب نمبر 265

مَا جَاءَ فِي مِقْدَارِ الْقُعُودِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ

(پہلی دو رکعتوں میں بیٹھنے کی مقدار)

366۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ هُوَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ، قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ حَرَّكَ سَعْدٌ شَفَتَيْهِ بِشَيْءٍ، فَأَقُولُ: حَتَّى يَقُومَ؟، فَيَقُولُ: حَتَّى يَقُومَ، قَالَ ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، إِلَّا أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ. وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: يَخْتَارُونَ أَنْ لَا يُطِيلَ الرَّجُلُ القُعُودَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَلَا يَزِيدَ عَلَى التَّشَهُّدِ شَيْئًا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، وَقَالُوا: إِنْ زَادَ عَلَى التَّشَهُّدِ فَعَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ، هَكَذَا رُوِيَ عَنِ الشَّعْبِيِّ وَغَيْرِهِ "

حضرت عبیدۃ بن عبد اللہ بن مسعود اپنے والد حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں پر یوں بیٹھتے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرم پتھر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

شعبہ کہتے ہیں: پھر سعد نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی تو میں نے کہا "حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے" تو انہوں نے کہا "حتی کہ وہ کھڑے ہو جاتے۔"

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے لیکن ابو عبیدہ نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا۔ اہلِ علم کے ہاں اسی پر عمل ہے وہ اسی بات کو اختیار کرتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں قعدہ طویل نہ کیا جائے اور پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر کچھ بھی زیادتی نہ کرے اور علما فرماتے ہیں: اگر تشہد پر کچھ زیادہ کرے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اسی طرح شعبی وغیرہ سے مروی ہے۔

تخریج حدیث 366: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی تخفیف القعود، حدیث 995، ج1، ص261، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب التطبیق، باب التخفیف فی التشهد الاول، حدیث 1176، ج2، ص243، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

گرم پتھر پر بیٹھنے سے مراد

علامہ محمد بن عبدالہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

" گرم پتھر پر ہونا یہ تخفیف سے کنایہ ہے۔" (حاشیۃ السندی علی سنن النسائی، کتاب الافتتاح، ج2، ص244، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

" کہا گیا ہے کہ اس سے انہوں نے پہلے تشہد کی تخفیف اور تیسری اور چوتھی رکعت میں قیام کی طرف جلدی کرنے کو مراد لیا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں یعنی پہلے تشہد میں بہت زیادہ نہ ٹھہرے بلکہ اس میں تخفیف کرے اور جلدی کھڑا ہو جائے جیسا کہ وہ شخص جلدی کھڑا ہوتا ہے جو کسی گرم پتھر پر بیٹھا ہوا ہو پس وہ ہمارے مذہب کے مطابق درود اور دعا کی بجائے صرف تشہد پر اکتفاء کرے گا اور شوافع کے ہاں دعا کو چھوڑ کر تشہد اور درود پر اکتفاء کرے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب التشہد، ج2، ص737، دارالفکر، بیروت)

قعدہ اولیٰ میں تخفیف

علامہ ابوالفضل زین الدین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

" بے شک قعدہ اولیٰ میں سنت ائمہ اربعہ وغیرہ کے ہاں تخفیف ہے۔ اور سنن ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: ((كَانَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ قُلْنَا حَتَّى يَقُومَ قَالَ حَتَّى يَقُومَ)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں میں ایسے ہوتے تھے گویا وہ گرم پتھر پر ہیں تو ہم نے عرض کیا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تو انہوں نے فرمایا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے۔) اور اس حدیث کو امام حاکم نے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا۔ اور ابن منذر نے شعبی سے حکایت کیا کہ جو قعدہ اولی میں تشہد پر زیادہ کرے تو اس پر سہو کے دو سجدے لازم ہیں۔" (طرح التثریب، حدیث الاستعاذۃ من عذاب النار والقبر، ج3، ص108، الطبعۃ المصریۃ القدیمۃ)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

" امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے مگر یہ کہ حضرت ابوعبیدہ نے اپنے والد سے سماعت نہیں کی اور اسی پر اہل علم کے ہاں عمل ہے، یہ حضرات اس بات کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی پہلی دو رکعتوں میں قعدہ کو طویل نہ کرے اور تشہد پر کچھ بھی نہ

بڑھائے۔اور وہ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے تشہد پر زیادتی کی تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے۔اور اسی طرح شعبی وغیرہ سے مروی ہے میں (علامہ عینی حنفی) کہتا ہوں: اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب بھی ہے، صاحب محیط کہتے ہیں: اور اس پر زائد نہ کرے یعنی قعدہ اولی میں "التحیات" پر زیادتی نہ کرے۔اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس پر یہ زائد کرے "اللھم صل علی محمد الخ" میں کہتا ہوں: حدیث پاک ان کے مذہب کے خلاف حجت ہے۔" (شرح ابی داؤد للعینی، باب فی تخفیف القعود، ج4، ص278، مکتبۃ الرشد، ریاض)

مذکورہ حدیث کی سند

علامہ علی سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ نے اپنے مجموعہ میں اس کا رد کیا پس آپ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا بلکہ یہ منقطع حدیث ہے۔اور ابن دقیق العید نے بھی ان کی موافقت کی ہے تو انہوں نے فرمایا: بے شک یہ ضعیف ہے اور اسی بنا پر ہمارے متاخرین اصحاب کی ایک جماعت نے اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے، اھ۔(علامہ علی قاری حنفی فرماتے ہیں) اور شاید علامہ نووی رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کے طرق حدیث میں سے کسی کا رد کیا ہے ورنہ امام ترمذی رحمہ اللہ جیسی شخصیت پر حدیث کا انقطاع کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔اور ہماری اس بات پر ان کا یہ کہنا دلیل ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور وہ اس بات پر محمول ہے کہ ان کے ہاں حدیث پاک کی دو سندیں ہیں اور منقطع جسے انہوں نے حسن کہا ہے تو ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حسن لغیرہ ہے اور وہ دوسری سند ہے کہ جو ان کے ہاں صحیح ہے پس غور کر لو۔کیونکہ یہ پھسلنے کا مقام ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اپنے غیر کی بہ نسبت مرتبہ میں بڑے ہیں۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب التشہد، ج2، ص737، دار الفکر، بیروت)

قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھنا، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"قعدہ اولی میں تشہد پر زیادتی کرنا جائز نہیں بر خلاف نوافل کے کیونکہ وہ نص کی بنا پر غیر محصور ہیں لہذا ہم نے اس پر زیادتی کو جائز قرار دیا اور ہمارے نزدیک فرائض میں قعدہ اولی میں تشہد پر زیادتی نہیں کرے گا۔اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک کی زیادتی کرے گا۔اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((فی کل رکعتین تشھد وسلام علی المرسلین، ومن تبعھم من عباد

اللہ الصالحین)) (ہر دو رکعتوں پر تشہد اور مرسلین پر اور جو اللہ عزوجل کے نیک بندے ان کے تابع ہیں ان پر سلام بھیجنا ہے۔) اور ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پاک ہے: ((کان لا یزید علی التشھد فی القعدۃ الأولی)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اولی میں تشہد پر زیادتی نہیں فرمایا کرتے تھے) اور مروی ہے: "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اولی یوں بیٹھا کرتے تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرم پتھر پر موجود ہیں۔" راوی اس بات کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلدی قیام کرنے کو حکایت کر رہے ہیں۔ تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد پر زیادتی نہیں فرماتے تھے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ وہ نوافل کے بارے میں ہے کیونکہ نفل کا ہر شفع علیحدہ نماز ہے یا وہاں تشہد کا سلام مراد ہے۔

(المبسوط للسرخسی، کیفیۃ الدخول فی الصلاۃ، ج1، ص29، دار المعرفہ، بیروت)

در مختار اور رد المحتار میں ہے:

قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد اتنا پڑھا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو سجدہ سہو واجب ہے اس وجہ سے نہیں کہ درود شریف پڑھا بلکہ اس وجہ سے کہ تیسری کے قیام میں تاخیر ہوئی تو اگر اتنی دیر تک سکوت کیا جب بھی سجدہ سہو واجب ہے جیسے قعدہ و رکوع و سجود میں قرآن پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہے، حالانکہ وہ کلام الٰہی ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: درود پڑھنے والے پر تم نے کیوں سجدہ واجب بتایا؟ "عرض کی، اس لیے کہ اس نے بھول کر پڑھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج2، ص657، مطبوعہ بیروت)

حنابلہ کا موقف

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"(ایک جماعت نے ذکر کیا کہ "وَحْدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ" کو زیادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کی بنا پر (اور اولی اس کی تخفیف اور اس پر زیادتی نہ کرنا ہی ہے) یعنی تشہد پر، حضرت ابو عبیدہ کی حدیث کی بنا پر جو انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ اور حضرت مسروق کے قول کی بنا پر کہ "جب ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قعدہ اولی میں بیٹھا کرتے تھے تو گویا وہ گرم پتھر پر ہوتے تھے حتی کہ وہ کھڑے ہو جاتے۔" اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اور حنبل کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو جب وہ دو رکعات کے بعد قعدہ میں بیٹھتے تو بیٹھنے کو خفیف رکھتے پھر وہ کھڑے ہو جاتے گویا کہ وہ گرم پتھر پر موجود ہیں۔" فرماتے ہیں کہ انہوں نے صرف نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے دو اصحاب کی اقتدا کا قصد کیا ہے۔"

(کشاف القناع،فصل یصلی الرکعۃ الثانیۃ کالرکعۃ الاولی،ج1،ص358،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

شوافع کا مؤقف

علامہ ابوالحسن یحییٰ بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی558ھ) فرماتے ہیں:

اور کیا پہلے تشہد میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا سنت ہے؟ تو اس بارے میں دو قول ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ مسنون نہیں ہے اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ((ان النبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان إذا جلس في التشهد الأول . كأنما يجلس على الرضف)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پہلے تشہد میں بیٹھا کرتے تھے تو یوں بیٹھتے گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گرم پتھر پر موجود ہیں) اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ تشہد اول میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنا نہیں ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مسنون ہے اور دعا مسنون نہیں ہے کیونکہ یہ تشہد ہے لہٰذا اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مسنون ہے جیسا کہ آخری قعدہ میں ۔۔۔۔ اور کیا اس تشہد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر بھی درود وسلام پڑھنا مسنون ہے؟ ہمارے اکثر اصحاب کہتے ہیں: یہ مسنون نہیں ہے جیسا کہ اس میں دعا مسنون نہیں ہے۔ اور صاحب الفروع کہتے ہیں: اگر ہم کہیں کہ اس میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مسنون نہیں ہے تو پھر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود پڑھنا بھی مسنون نہیں ہے ۔ اور اگر ہم کہیں کہ اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر درود پڑھنا مسنون ہے تو کیا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر بھی درود پڑھنا مسنون ہے؟ تو اس میں دو اقوال ہیں۔ (البیان فی مذہب الامام الشافعی،مسئلۃ الفاظ التشہد،ج2،ص236,237،دارالمنہاج،جدہ)

مالکیہ کا مؤقف

علامہ ابوعبداللہ رُعینی مالکی (متوفی954ھ) فرماتے ہیں:

پہلے تشہد میں دعا وغیرہ کی زیادتی نہ کرے پس اگر اس نے دعا کی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پہلے تشہد میں بیٹھا کرتے تھے تو اس میں تخفیف فرماتے تھے گویا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گرم پتھر پر ہیں، انتہی۔

(مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل،فرع اخفاء التشہد،ج1،ص543،دارالفکر،بیروت)

باب نمبر 266

مَا جَاءَ فِی الْإِشَارَةِ فِی الصَّلَاةِ

(نماز میں اشارہ کرنا)

367۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ:حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ نَابِلٍ صَاحِبِ الْعَبَاءِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صُهَيْبٍ، قَالَ :مَرَرْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ إِلَيَّ إِشَارَةً ، وَقَالَ :لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ :إِشَارَةً بِإِصْبَعِهِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ بِلَالٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَعَائِشَةَ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نماز ادا فرما رہے تھے تو میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کیا، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے اشارے سے جواب دیا۔ اور نابل کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا مگر یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: کہ انگلی سے اشارہ کیا۔ اور اس باب میں حضرت بلال، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

368۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ :حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ :قُلْتُ لِبِلَالٍ :كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: كَانَ يُشِيرُ بِيَدِهِ ،قَالَ ابو عيسىٰ : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَحَدِيثُ صُهَيْبٍ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ عَنْ بُكَيْرٍ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قُلْتُ لِبِلَالٍ :كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حَيْثُ كَانُوا

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سلام کا جواب کس طرح دیا کرتے تھے جب صحابہ کرام علیہم الرضوان انہیں سلام کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے کہ اسے ہم صرف لیث کی بکر سے روایت کردہ حدیث سے ہی جانتے ہیں۔ اور تحقیق زید بن اسلم نے بھی حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: بنی عمرو بن عوف کی مسجد

عَوْفٍ، قَالَ: كَانَ يَرُدُّ إِشَارَةً قَالَ ابو عيسى: وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ عِنْدِي صَحِيحٌ، لِأَنَّ قِصَّةَ حَدِيثِ صُهَيْبٍ غَيْرُ قِصَّةِ حَدِيثِ بِلَالٍ، وَإِنْ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَوَى عَنْهُمَا فَاحْتَمَلَ أَنْ يَكُونَ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيعًا

میں جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح جواب ارشاد فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواباً کہا: وہ اشارہ سے جواب دیا کرتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: اور دونوں حدیثیں میرے نزدیک صحیح ہیں کیونکہ حضرت صہیب کے قصہ والی حدیث حضرت بلال کے قصہ کے علاوہ ہے اگرچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں حضرات سے روایت کیا ہے تو ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ان دونوں سے ہی سنا ہو۔

تخریج حدیث 367: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب رد السلام فی الصلوۃ، حدیث 925، ج1، ص243، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السہو، باب رد السلام بالاشارۃ فی الصلوۃ، حدیث 1186، ج3، ص5، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب المرور بین یدی المصلی، حدیث 945، ج1، ص304، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 368: (مسند احمد بن حنبل، حدیث بلال، حدیث 23888، ج39، ص320، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمد بن عبد الہادی سندی فرماتے ہیں:

"(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ سے اشارہ فرمایا کرتے تھے) یہ اس بات پر دلیل ہے کہ ہاتھ سے اشارہ کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا۔" (حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، باب المصلی یسلم علیہ کیف یرد، ج1، ص318، دار الجیل، بیروت)

نماز میں سلام کا جواب دینے کے بارے میں مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ نماز میں قولاً (زبان سے) سلام کا جواب دینے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(شرح منح الجلیل، ج1، ص183 ☆ المغنی لابن قدامہ، ج1، ص815 ☆ درمختار، ج1، ص615 ☆ نہایۃ المحتاج، ج2، ص44)

اور چاروں اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اشارے سے جواب دینے سے نماز نہیں ٹوٹے گی، دلیل اس باب کی احادیث مبارکہ ہیں۔

ہاں اشارے سے جواب دینے کے حکم کے درجہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مالکیہ کے راجح قول کے مطابق اشارے سے جواب دینا واجب ہے۔ (منح الجلیل، ج1، ص183)

شوافع مستحب کہتے ہیں۔ (نہایۃ المحتاج، ج2، ص44)

حنابلہ کہتے ہیں کہ نماز میں اشارے سے سلام کا جواب دیا جائے گا۔ (المغنی لابن قدامہ، ج1، ص815)

احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔ (درمختار، ج1، ص616)

یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فعل بیانِ جواز کے لیے ہے، لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل کراہت سے موصوف نہیں۔ (ردالمحتار، ج1، ص616)

احناف کے نزدیک مکروہ کیوں؟

علامہ ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی (متوفی 321) فرماتے ہیں:

"ان احادیث طیبہ میں وہ چیز ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک اشارہ کرنا نماز کو نہیں توڑتا اور تحقیق یہ احادیث طیبہ متواتر طور پر وارد ہوئی ہیں سوائے اس حدیث کے جو ان احادیث کے مخالف آئی ہے تو وہ احادیث اس حدیث سے اولی ہیں۔ اور بنگاہِ دانائی اشارہ کو کلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ ایک عضو کی حرکت ہے اور تحقیق ہم نے نماز میں ہاتھ کے

علاوہ دیگر اعضاء کے حرکت کرنے کو دیکھا کہ وہ نماز کو نہیں توڑتے تو اسی طرح ہاتھ کے حرکت کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ تو اگر کوئی کہنے والا یوں کہے کہ "اگر نماز میں اشارہ کرنا تمہارے ہاں ثابت ہے برخلاف کلام کرنے کے اور اشارہ کرنا نماز کو نہیں توڑتا جیسا کہ کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے اور اس بارے میں تم نے ان احادیث سے استدلال کیا جنہیں تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت کیا تو پھر کیوں تم نے نمازی کا اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ قرار دیا حالانکہ جن احادیث کو تم نے روایت کیا ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کیا؟ (یعنی ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دیا) اور اگر یہ احادیث اس بات پر تمہاری دلیل ہیں کہ اشارہ نماز کو نہیں توڑتا تو وہ اس معاملہ میں تمہارے خلاف بھی حجت ہیں کہ نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تو اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ ان احادیث سے ہم نے جس بات پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے کہ اشارہ کرنا نماز کو نہیں توڑتا تو تحقیق ان آثار سے جس بات پر ہم نے استدلال کیا تو وہ ثابت ہے اور بہر حال جس بات کا تم نے ذکر کیا کہ نماز میں سلام کا جواب دینے کے لئے اشارہ کرنا مباح ہے تو ان احادیث میں اس بات پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

اور وہ یوں کہ وہ بات جو ان احادیث میں ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جانب اشارہ فرمایا تو اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہمیں ارشاد فرمادیتے کہ بے شک اس اشارہ کرنے سے میں نے اپنے اوپر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دینے کا ارادہ فرمایا تھا تو پھر ثابت ہو جاتا کہ نمازی کو نماز میں اگر کوئی سلام کرے تو اس کا حکم بھی یہی ہے ۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا تو اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ کرنا سلام کا جواب دینے کے لئے ہو جیسا کہ آپ لوگوں نے ذکر کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اشارہ کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز کی حالت میں سلام کرنے سے منع کرنے کے لئے ہو، تو جب ان احادیث میں ایسی کوئی بات نہیں ہے اور یہ احادیث فریقین میں سے ہر ایک کی تاویل کا احتمال رکھتی ہیں تو پھر ایک فریق کی تاویل دوسرے سے اولی نہیں ہو گی مگر ایسی حجت کی بنا پر کہ جسے وہ فریق مخالف پر قائم کرے وہ حجت کتاب اللہ سے ہو یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو یا اجماع سے ہو۔

تو اگر کوئی کہنے والے کہے کہ اس کی کراہت پر کیا دلیل ہے؟

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ہم سے ابو بکرہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے مؤمل نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عاصم نے ابو وائل کے حوالے سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: ((كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ وَنَأْمُرُ بِالْحَاجَةِ وَنَقُولُ السَّلَامُ عَلَى جِبْرَائِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمِيكَائِيلَ وَكُلِّ عَبْدٍ صَالِحٍ يُعْلَمُ اسْمُهُ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ .فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَبَشَةِ وَهُوَ يُصَلِّي ,فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ ,فَأَخَذَنِي مَا قَدُمَ وَمَا حَدَثَ .فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ

قَالَ:لَا،وَلٰكِنَّ اللهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ))(ترجمہ: ہم نماز میں گفتگو کیا کرتے تھے اور ہم حاجت کا حکم دیا کرتے تھے اور ہم جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام اور ہر اس نیک بندے پر کہ جسے آسمان وزمین میں جانا جاتا ہے سلام بھیجا کرتے تھے ۔پس حبشہ سے لوگ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب عنایت نہیں فرمایا،پس مجھے وہ چیز پہنچی جو اس سے پہلے نہ پہنچی تھی تو جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز ادا فرمالی،تو میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے بارے میں کوئی شے نازل ہوئی ہے؟ ارشاد فرمایا:نہیں۔لیکن اللہ عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے بھیجتا ہے۔)

ہم سے علی بن شیبہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے اسرائیل نے انہوں نے عبداللہ سے بواسطہ ابواسحٰق،ابوالاحوص بیان کیا وہ فرماتے ہیں:((خَرَجْتُ فِي حَاجَةٍ،وَنَحْنُ يُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فِي الصَّلَاةِ،ثُمَّ رَجَعْتُ فَسَلَّمْتُ،فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ:إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا))(میں کسی کام سے نکلا اور ہم نماز میں ایک دوسرے پر سلام کرتے تھے پھر میں لوٹا تو پھر میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب عنایت نہ فرمایا اور(نماز کے بعد)ارشاد فرمایا:بے شک نماز میں ایک مشغولیت ہے۔)

ہم سے ابوبکرہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابوداؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے مسعودی نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:((قَدِمْتُ مِنَ الْحَبَشَةِ وَعَهْدِي بِهِمْ وَهُمْ يُسَلِّمُونَ فِي الصَّلَاةِ،وَيَقْضُونَ الْحَاجَةَ،فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي،فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ.فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ:إِنَّ اللهَ يُحْدِثُ لِلنَّبِيِّ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ،وَقَدْ أَحْدَثَ لَكُمْ أَنْ لَا تَتَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ،وَأَمَّا أَنْتَ أَيُّهَا الْمُسْلِمُ،فَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ))ترجمہ:میں حبشہ سے آیا اور میرے ذہن میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حوالہ سے یہ بات تھی کہ وہ نماز میں سلام کرتے ہیں اور حاجت کو پورا کرتے ہیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے میں سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب عنایت نہ فرمایا تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل فرمالی تو ارشاد فرمایا:بے شک اللہ عزوجل نبی کے لئے اپنے حکم سے جو چاہتا بھیجتا ہے اور تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم نماز میں گفتگو نہ کرو اور بہرحال اے مسلمان تجھ پر اللہ عزوجل کی طرف سے سلامتی اور رحمت ہو۔

ہم سے فہد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے حمانی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا وہ مطرف سے،وہ ابوالجہم سے،وہ ابوالرضراض سے،وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں،وہ فرماتے ہیں:((كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ.فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ،فَوَجَدْتُ

فِي نَفْسِي ,فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ:إِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهٖ مَا يَشَاءُ)) ترجمہ:" میں نماز میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جواب عنایت فرمایا کرتے تھے تو ایک دن میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب عطا نہ فرمایا تو میں نے اپنے جی میں اس بات کو محسوس کیا تو میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے بھیجتا ہے۔

ابو جعفر کہتے ہیں: تو ابو بکرہ کی حدیث میں ہے، ابو داؤد سے روایت ہے:((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تعالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ عَلَى الَّذِي سَلَّمَ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ فَرَاغِهٖ مِنْهَا)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس شخص کو سلام کا جواب عنایت فرمایا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا تھا۔) تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نماز میں سلام کا جواب نہیں دیا تھا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں سلام کا جواب عطا فرماتے تو یہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سلام کا جواب دینے سے کفایت کرتا جیسا کہ وہ شخص کہتا ہے جو نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینے کا قائل ہے اور یہ کہ بے شک نمازی جب اپنے اوپر سلام کرنے والے کے ساتھ یہ معاملہ کرلے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہوتا۔ اور مؤمل سے مروی حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ہے کہ " آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب عنایت نہیں فرمایا تو مجھے وہ بات پہنچی جو اس سے پہلے نہ پہنچی تھی۔" تو اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ وغیرہ کسی چیز سے سلام کا جواب عنایت نہیں فرمایا کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ سے سلام کا جواب عطا فرماتے تو صحابی رضی اللہ عنہ یہ نہ کہتے کہ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب عطا نہ فرمایا" اور ضرور یہ کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارہ سے سلام کا جواب عطا فرمایا اور انہیں وہ چیز نہ پہنچتی جس کی انہوں نے اس طرح خبر دی کہ مجھے وہ چیز پہنچی جو اس سے پہلے نہ پہنچی تھی۔

اور علی بن شیبہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " بے شک نماز میں ایک مشغولیت ہے۔" تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بے شک نمازی اس مشغولیت کی بنا پر اپنے اوپر سلام کرنے والے کا جواب دینے سے معذور ہے اور (اس پر بھی) کہ کسی اور شخص کا نمازی کو سلام کرنا بھی ممنوع ہے۔

اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے وہ جسے فہد نے ہم سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد سعید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شریک نے اعمش کے حوالے سے انہوں نے ابراہیم کے حوالے سے انہوں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے خبر دی کہ ((اَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يُسَلِّمَ عَلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ)) (حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں کسی قوم پر سلام کرنے کو مکروہ جانتے تھے)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارے میں اسی طرح کی بات روایت کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، (وہ روایت یہ ہے) ہم سے احمد بن داؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے مسدد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن عبداللہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوالزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَبَعَثَنِي فِي حَاجَةٍ، فَانْطَلَقْتُ إِلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، وَرَأَيْتُهُ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ، فَلَمَّا سَلَّمَ، رَدَّ عَلَيَّ)) (ترجمہ: ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی حاجت کے لئے بھیجا تو میں حاجت کی جانب چلا پھر میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب لوٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب عنایت نہیں فرمایا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع و سجود فرماتے دیکھا تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو مجھے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔)

ہم سے ابوبکرہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوداؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ہشام نے بیان کیا تو انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ اسی کی مثل ذکر کیا مگر انہوں نے یہ جملہ ذکر نہیں کیا "پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب عنایت نہیں فرمایا" اور یہ بات ذکر کی کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: ((أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي)) (مجھے تجھ کو سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے منع کیا تھا کہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔) تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کا جواب نہیں دیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ تو اس میں بھی وہی کلام ہے جو ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ماقبل مروی حدیث میں ذکر کیا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مجھے تجھ کو سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے منع کیا تھا کہ میں نماز ادا کر رہا تھا" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دی کہ انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا تو یہ اس بات کے منافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ وغیرہ کسی ذریعے سے سلام کا جواب عطا فرمایا تھا۔

اور تحقیق ہم سے ابن ابوداؤد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابوالولید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابوالزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، فَجَاءَ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَكَتَ، ثُمَّ أَوْمَى بِيَدِهِ، ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِ، فَسَكَتَ ثَلَاثًا، فَلَمَّا فَرَغَ

قال: أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ عنہ کو اپنے کسی کام بھیجا تو وہ واپس آئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز پڑھ رہے تھے تو جابر رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تین مرتبہ یوں ہوا تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: مجھے تجھ کو سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے منع کیا تھا کہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔) تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں خبر دی کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہاتھ سے اشارہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں ارشاد فرمایا: ''مجھے تجھ کو سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے منع کیا تھا کہ میں نماز ادا کر رہا تھا'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سلام کا جواب ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ کرنا سلام کے جواب کے لئے نہ تھا وہ تو صرف منع کرنے کے لئے تھا اور یہ جائز ہے۔ پس تحقیق یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جیسا ہم نے ذکر کیا۔

اور تحقیق آپ سے وہ حدیث مروی ہے جس کو ہم سے فہد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے اعمش نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھ سے ابوسفیان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ((مَا أُحِبُّ أَنْ أُسَلِّمَ عَلَى الرَّجُلِ وَهُوَ يُصَلِّي ,وَلَوْ سَلَّمَ عَلَيَّ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ)) (مجھے کسی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے سلام کرنا پسند نہیں ہے اور اگر وہ مجھے سلام کرے تو میں ضرور اسے جواب دوں۔) ہم سے محمد بن خزیمہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے احمد بن اِشکاب نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے معاویہ نے اعمش کے حوالے سے بیان کیا تو انہوں نے اپنے اسناد کے ذریعے اسی کی مثل ذکر کیا۔ تو یہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو نمازی کو سلام کرنا ناپسند فرما رہے ہیں اور تحقیق انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں سلام عرض کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب اشارہ فرمایا تھا تو اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کا جواب دینے کے لئے اشارہ کیا ہوتا تو وہ اسے مکروہ نہ جانتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا لیکن انہوں نے اس بات کو مکروہ اس لئے جانا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ فرمانا ان کے نزدیک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں سلام کرنے سے منع کرنے کے لئے تھا۔

تو اگر کوئی کہنے والا کہے: تحقیق جابر رضی اللہ عنہ نے تمہاری اس حدیث میں یہ فرمایا اور اگر وہ مجھ پر سلام کرتا تو میں اسے ضرور جواب دیتا۔ تو جواباً اسے کہا جائے گا کہ کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے کہ میں اسے نماز میں جواب دوں، ہو سکتا

ہے کہ انہوں نے اپنے اس فرمان سے کہ "میں اسے ضرور جواب دیتا" یہ ارادہ کیا ہو کہ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد ضرور جواب دوں گا اور ان کے اس مذہب پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ جسے ہم سے علی بن زید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے موسیٰ بن داؤد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ نے عطا سے سوال کیا: کیا آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو آپ کو نماز کی حالت میں سلام کرے تو انہوں نے اس کے جواب میں یوں فرمایا: تو اس کے سلام کا جواب نہ دے حتیٰ کہ تو اپنی نماز کو مکمل کر لے۔ تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث اول میں جابر رضی اللہ عنہ کا سلام کا جواب دینے سے مراد نماز سے فراغت کے بعد سلام کا جواب دینا ہے تو تحقیق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ بھی اس کے موافق ہے اور یہ اپنے معنیٰ سے اس بات پر دلالت کرتی ہے جسے ہم نے ذکر کیا۔ اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں اسی کی مثل مروی ہے۔

ہم سے عبداللہ بن محمد بن خشیش نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عارم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے جریر بن حازم نے قیس کے حوالے سے انہوں نے عطاء کے حوالے سے بیان کیا: ((اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سَلَّمَ عَلَیْہِ رَجُلٌ وَھُوَ یُصَلِّی ، فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْہِ شَیْئًا ، وَغَمَزَہٗ بِیَدِہٖ)) (بے شک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک شخص نے نماز کی حالت میں سلام کیا تو آپ رضی اللہ عنہما نے اس کا کچھ بھی جواب نہ دیا اور اسے ہاتھ سے اشارہ کیا) تو یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں کہ جنہوں نے اپنے اوپر نماز میں سلام کرنے والے کو کوئی جواب نہ دیا لیکن اپنی طرف سے اس کے فعل پر کراہت کا اظہار کرنے کے لئے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ تو جب حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں سلام کیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دونوں حضرات نے نمازی پر سلام کرنے کو مکروہ جانا تو اس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں حضرات نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جس اشارہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا وہ سلام کا جواب دینے کے لئے نہ تھا بلکہ منع کرنے کے لئے تھا۔ کیونکہ نماز موضع کلام نہیں ہے کیونکہ سلام کلام ہے اور اس کا جواب بھی اسی طرح ہے تو جب نماز موضع کلام نہیں ہے تو پھر سلام کے جواب کا بھی موضع نہیں۔

اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں اعضائے بدن کو سکون واطمینان سے رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، اس بات کو ہم سے فہد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے محمد بن سعید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں شریک نے اعمش کے حوالے سے، انہوں نے مسیب بن رافع کے حوالے سے، انہوں نے حضرت جابر بن سمرہ کے حوالے سے ہمیں خبر دی، وہ فرماتے ہیں: ((دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَرَاٰی قَوْمًا یُصَلُّوْنَ وَقَدْ رَفَعُوْا اَیْدِیَھُمْ . فَقَالَ : مَالِیْ اَرَاکُمْ

تَرْفَعُونَ اَیْدِیَکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ ، اُسْکُنُوا فِی الصَّلَاةِ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رفع یدین کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا ہے کہ میں تمہیں یوں ہاتھوں کو بلند کئے دیکھتا ہوں گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔) تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور اشارہ سے سلام کا جواب دینا یا اس حکم کو چھوڑنا ہے کیونکہ اس میں ہاتھ کا ہلانا اور انگلیوں کا حرکت دینا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں سکون اختیار کرنے کے حکم میں یہ بات بھی شامل ہے اور یہ قول جسے ہم نے اس باب میں بیان کیا، امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار، باب الاشارۃ فی الصلاۃ، ج1، ص454 تا 458، عالم الکتب، بیروت)

باب نمبر 267

مَا جَاءَ أَنَّ التَّسْبِيحَ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقَ لِلنِّسَاءِ

(مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے ہاتھ مارنا ہے)

369۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَابْنِ عُمَرَ قَالَ عَلِيٌّ: كُنْتُ إِذَا اسْتَأْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي سَبَّحَ ،قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارنا ہے۔ اور اس باب میں علی، سھل بن سعد، جابر، ابو سعید اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت طلب کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح کی۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہلِ علم کا اسی پر عمل ہے اور احمد اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔

تخریج حدیث 369: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب التصفیق للنساء، حدیث 1203، ج 2، ص 63، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب تسبیح للرجال وتصفیق للنساء، حدیث 422، ج 1، ص 318، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السہو، باب التصفیق فی الصلوۃ، حدیث 1207، ج 3، ص 11، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"تصفیق کا مطلب ہے "ہاتھ پر ہاتھ مارنا" عورتوں کو تسبیح کے بجائے تصفیق کا حکم اس لیے دیا کہ ان کی آواز بھی عورت (یعنی پوشیدہ رکھنے کی چیز) ہے۔" (شرح مسند ابی حنیفہ، حدیث فتح الامام، ج1، ص188، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"مراد یہ ہے کہ جسے نماز میں کوئی معاملہ پیش آئے جیسا کہ اپنے پاس آنے کی اجازت مانگنے والے کو (اپنے نماز پڑھنے کی) خبر دینا اور امام کو تنبیہ کرنا وغیرہ تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ تسبیح کرے یعنی سبحان اللہ کہے اگر مرد ہو اور اگر عورت ہو تو تصفیق کرے یعنی اپنے دائیں ہاتھ کے باطن کو اپنے بائیں ہاتھ پر مارے اور ایک ہاتھ کے باطن کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر کھیل کود کے طور پر نہ مارے تو اگر عورت نے ایسا کھیل کود کے طور پر کیا تو اس عمل کے نماز کے منافی ہونے کی وجہ سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اسی بنا پر صاحب محیط نے فرمایا: جب نمازی سے کوئی غیر آنے کی اجازت چاہے تو وہ یہ بتانے کے لئے تسبیح کرے کہ وہ نماز میں ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی پھر فرمایا: اور عورت اطلاع دینے کے لئے تصفیق کرے۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب التصفیق فی الصلاۃ، ج4، ص203، مکتبۃ الرشد، ریاض)

مزید فرماتے ہیں:

"اور اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ جب مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔"

(عمدۃ القاری، باب ما یجوز من التسبیح الخ، ج7، ص276، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"اور تحقیق اس بات پر اجماع ہے کہ مرد کو جب نماز میں کوئی معاملہ پہنچے تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ تسبیح کرے۔ اور علما کا عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے تو ایک گروہ نے ان کے تصفیق کرنے کو اختیار کیا ہے اور یہی حدیث کا ظاہر ہے اور امام اسحٰق، شافعی اور ابو ثور اسی کے قائل ہیں اور یہی ایک روایت امام مالک سے بھی ہے جسے ابن شعبان نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور یہی امام نخعی اور اوزاعی کا مذہب ہے اور دوسرے گروہ نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے کہ ان کے لئے سنت تسبیح کرنا ہے اور یہی امام مالک کا ایک قول ہے۔ اور امام مالک کے اصحاب نے ان کے اس قول "عورتوں کے لئے تو صرف تصفیق ہے" کی یہ تاویل کی ہے کہ نماز کے علاوہ بھی وہ اسی طرح کرتی ہیں تو یہ انہوں نے بطورِ مذمت کہا ہے لہٰذا نماز میں مرد و عورت کوئی

بھی تصفیق نہ کرے۔اور مالکیہ کے اس قول کا ردوہ حدیث کرتی ہے کہ جس میں امر کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ "مرد تسبیح کریں اور عورتیں تصفیق کریں"اور عورتوں کے لئے تسبیح کو اس وجہ سے ناپسند کیا گیا ہے کہ ان کی آواز میں فتنہ ہے اسی وجہ سے ان کو اذان، امامت اور نماز میں جہری قراءت سے منع کیا گیا ہے۔" (عمدۃ القاری، باب التصفیق للنساء، ج7،ص279، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

لقمہ کے مسائل، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو المعالی محمود بن احمد حنفی (متوفی 616) فرماتے ہیں:

"اور اگر امام کو کوئی معاملہ درپیش ہوا تو اس (کو لقمہ دینے) کے لئے تسبیح کی گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسی طرح جب اس نے اپنے غیر کو اس بات کی اطلاع دینے کے لئے تسبیح کی کہ وہ نماز میں ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔"

(محیط برہانی، ج1،ص384، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی (متوفی 786ھ) فرماتے ہیں:

"بہرحال عورتیں تصفیق کریں (یعنی) اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ظاہری حصے سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے اس روایت کی بنا پر جو گزری کہ عورتوں کے لئے تصفیق ہے کیونکہ ان کی آواز میں فتنہ ہے تو ان کے لئے تسبیح کرنا مستحب نہیں ہے۔" (العنایہ شرح الہدایہ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، ج1،ص409، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"اور جب امام کو سہو ہوا اور وہ غیر موضع میں کسی فعل کو بجالائے تو مقتدیوں کو لازم ہے کہ اس کو متنبہ کریں پس اگر وہ مرد ہوں تو وہ تسبیح کریں اور اگر وہ عورتیں ہوں تو وہ اپنی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارتے ہوئے تصفیق کریں اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مردوں اور عورتوں (دونوں کے لئے) تسبیح ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ((مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ:سُبْحَانَ اللهِ))(جسے نماز میں کوئی معاملہ درپیش آجائے تو اسے چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہے، متفق علیہ)......

ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:((التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ))(مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے تصفیق ہے۔)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((اِذَا نَابَكُمْ فِي صَلَاتِكُمْ شَيْءٌ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْتُصَفِّقِ النِّسَاءُ)) (جب تمہیں نماز میں کوئی معاملہ درپیش ہو تو مردوں کو تسبیح کرنی چاہیے اور عورتوں کو چاہیے کہ تصفیق کریں۔ متفق علیہما) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا، فرماتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ نماز میں سلام کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح جواب ارشاد فرماتے تھے؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارہ سے جواب عنایت فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں یہی جانتا ہوں کہ: اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ اور تحقیق ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ذکر کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ بہر حال امام مالک رحمہ اللہ کی حدیث تو وہ مردوں کے بارے میں ہے پس بے شک ہماری حدیث اس کی تفسیر بیان کرتی ہے کیونکہ اس میں تفصیل اور زیادتی بیان ہے تو اسی کو لینا متعین ہے۔"

(المغنی لابن قدامہ، فصل سہا الامام فاتی بفعل فی غیر موضعہ، ج2، ص15,16، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا موقف:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ جوینی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

"جب کوئی شخص کسی امام کا مقتدی ہو اور اس امام کو کوئی معاملہ درپیش آئے تو اسے تسبیح کرنی چاہیے اور عورت تسبیح نہ کرے کیونکہ یہ تسبیح کرنا اس عورت کو مشہور کرے گا بلکہ وہ تصفیق کرے۔" (نہایۃ المطلب، باب صفۃ الصلاۃ، ج2، ص189,190، دار المنہاج)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"نماز میں عورتوں کو کوئی معاملہ درپیش ہو تو وہ مردوں کی طرح تسبیح کی بجائے تصفیق کریں، وہ اقوال کی ہیئت اور ترک جہر میں مردوں کی مخالفت کریں گی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ ''جسے نماز میں کوئی معاملہ پہنچے تو اسے چاہیے کہ وہ تسبیح کرے۔ اور تسبیح صرف مردوں کے لئے ہے اور تصفیق عورتوں کے لئے ہے کیونکہ ان کی آواز بھی عورت ہے اور کبھی ان کی آواز کو سننے والا فتنہ میں پڑ جاتا ہے اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کسی اجنبی عورت کی بات نہ سنے جس کا وہ مالک نہ ہو اگرچہ دیوار کے پیچھے سے ہو پس بے شک دل کا ٹیڑھا پن اعمال کو مٹانے والا ہے۔ اور شاعر کہتا ہے: اگر وہ سنیں جیسا کہ میں نے اس عورت کی بات کو سنا...... تو وہ رکوع وسجود میں گر جائیں۔ تو اس نے کلام سننے کو

مئۃ اور میلان کے حوا

مزید فرماتے ہیں:

"امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اور اگر عورت کو نماز میں کوئی معاملہ درپیش ہو تو وہ تصفیق کرے اور مردوں کے لئے تسبیح ہے اور تصفیق عورتوں کے لئے ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ ماوردی کہتے ہیں: اور یہ صحیح ہے، ہم نے ذکر کیا ہے کہ بے شک مردوں کو نماز میں کوئی معاملہ درپیش ہو تو ان کے سنت یہ ہے کہ وہ تسبیح کریں خواہ وہ امام ہو یا مقتدی اور عورت کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ تصفیق کرے اور تسبیح نہ کرے۔" (الحاوی الکبیر، ج2، ص163، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

اس بات پر علما کا اتفاق ہے کہ جسے نماز میں سہو ہو تو سنت ہے کہ اس کے لیے تسبیح کی جائے، اور تسبیح کا حکم مرد کے لئے ہے اس حدیث کی بنا پر کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَالِي أَرَاكُمْ أَكْثَرْتُمْ مِنَ التَّصْفِيقِ؟ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)) (کیا ہے مجھے کہ تمہیں کثرت سے تصفیق کرتے دیکھتا ہوں؟ تو جسے نماز میں کوئی معاملہ درپیش ہو تو اسے تسبیح کرنی چاہیے کیونکہ جب وہ تسبیح کرے گا تو اس کی جانب توجہ کی جائے گی اور تصفیق کرنا عورتوں کے لئے ہے) اور عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے پس امام مالک رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لئے تسبیح کرنا ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ مردوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے تصفیق کرنا ہے۔

اور ان حضرات کے اختلاف کا سبب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "عورتوں کے لیے تصفیق ہے" کے مفہوم میں اختلاف ہے تو جو اس جانب گئے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ سہو کے حوالے سے عورتوں کے تصفیق کرنے کا حکم ہے اور یہی ظاہر ہے۔ فرمایا کہ عورتیں تصفیق کریں اور تسبیح نہ کریں۔ اور جس نے اس فرمان سے تصفیق کی مذمت کو سمجھا ہے اس کا کہنا یہ ہے کہ تسبیح کرنے میں مرد وعورت برابر ہے۔ اور اس میں ضعف ہے کیونکہ یہ بغیر دلیل کے حدیث پاک کے ظاہر سے خروج ہے مگر یہ ہے عورت کو اس معاملہ میں مرد پر قیاس کیا جائے اور حال یہ ہے کہ نماز میں بہت سے مقامات پر عورت کا حکم مرد کے مخالف ہوتا ہے اسی وجہ سے قیاس میں ضعف ہے۔ (بدایۃ المجتہد، السہو والذی یکون للملک، ج1، ص207، دارالحدیث، القاہرہ)

نماز میں لقمہ کے تفصیلی احکام

لقمہ کے بارے میں احادیث وآثار

(1) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)) ترجمہ: تمہیں کیا ہوا کہ میں تمہیں کثرت کے ساتھ تصفیق کرتے دیکھتا ہوں، جب نماز میں کوئی معاملہ پیش آجائے تو سبحان اللہ کہو، جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو امام متوجہ ہو جائے گا، تصفیق (ہاتھ پر ہاتھ مار کر متوجہ کرنا) صرف عورتوں کے لئے ہے۔

(بخاری، باب من دخل لیؤم الناس الخ، ج1، ص137، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم الخ، ج1، ص316، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)) ترجمہ: تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تصفیق عورتوں کے لئے ہے۔

(صحیح بخاری، باب التصفیق النساء، ج2، ص63، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب تسبیح الرجل وتصفیق المرأۃ اذا الخ، ج1، ص318، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) حضرت مسور بن یزید مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَرَكْتَ آيَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلَّا أَذْكَرْتَنِيهَا)) ترجمہ: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں قراءت کی تو کچھ چھوڑ دیا، ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے یہ آیت چھوڑ دی، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو نے مجھے (لقمہ دے کر) یاد کیوں نہ کرائی۔

(سنن ابی داؤد، باب الفتح علی الامام فی الصلاۃ، ج1، ص238، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

(4) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((كُنَّا نَفْتَحُ عَلَى الْأَئِمَّةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لقمہ دیا کرتے تھے۔

(سنن دار قطنی، باب تلقین المأموم الخ، ج2، ص254، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(5) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَرُدَّ عَلَى الْإِمَامِ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم امام پر اس کی غلطی کو رد کریں یعنی اسے لقمہ دیں۔

(مستدرک للحاکم، احادیث عبد الرحمن بن مہدی، ج1، ص403، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(6) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً فَقَرَأَ سُورَةً

فَأَسْقَطَ مِنْهَا آيَةً فَلَمَّا فَرَغَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ آيَةَ كَذَا وَكَذَا أُنْسِخَتْ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَإِنَّكَ لَمْ تَقْرَأْهَا قَالَ: أَفَلَا لَقَنْتَنِيهَا؟)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سورت کی تلاوت کی، اس میں سے ایک آیت چھوڑ دی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا: کیا فلاں آیت منسوخ ہوگئی، فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: آپ نے اسے نہیں پڑھا، فرمایا: تم نے مجھے اس کے بارے میں لقمہ کیوں نہ دیا۔

(سنن دارقطنی، باب تلقین المأموم لاامام، ج2، ص255، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(7) حدیث پاک میں ہے: ((أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الصَّلَاةِ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ كَلِمَةً فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: أَلَمْ يَكُنْ فِيكُمْ أُبَيٌّ؟ قَالَ بَلَى، قَالَ: هَلَّا فَتَحْتَ عَلَيَّ؟ فَقَالَ: ظَنَنْتُ أَنَّهَا نُسِخَتْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ نُسِخَتْ لَأَعْلَمْتُكُمْ)) ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں سورۂ مؤمنون کی تلاوت فرمائی اور ایک کلمہ چھوڑ دیا جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم میں ابی نہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! موجود ہوں، فرمایا: تم نے مجھے لقمہ کیوں نہ دیا؟ عرض کیا: میں سمجھا کہ یہ حصہ منسوخ ہوگیا ہے، ارشاد فرمایا: اگر منسوخ ہوجاتا تو میں تمہیں بتادیتا۔ (فتح القدیر، ج1، ص348، نوریہ رضویہ، سکھر)

(8) حدیث پاک میں ہے: ((أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَامَ إِلَى الْخَامِسَةِ فَسُبِّحَ بِهِ فَعَادَ وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پانچویں کے لئے کھڑے ہوئے، لقمہ دیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، سلام پھیر کر سجدہ سہو فرمایا۔ (الاختیار لتعلیل المختار، باب سجود السہو، ج1، ص73، مطبعۃ الحلبی، القاہرہ ☆ امداد الفتاح، ص519، صدیقی پبلشرز، کراچی)

(9) حضرت ابو عبدالرحمٰن فرماتے ہیں: ((قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَفْتَحَ عَلَى الْإِمَامِ إِذَا اسْتَطْعَمَكَ. قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ: مَا اسْتِطْعَامُ الْإِمَامِ؟ قَالَ: إِذَا سَكَتَ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سنت میں سے ہے کہ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو۔ (ابو عبدالرحمٰن سے پہلے والے راوی کہتے ہیں) میں نے ابو عبدالرحمٰن سے عرض کیا کہ امام کا مانگنا کیا ہے، فرمایا: جب پڑھتے پڑھتے چپ ہوجائے۔

(السنن الکبری للبیہقی، اذا حصر الامام لقن، ج3، ص302، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(10) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((إِذَا اسْتَطْعَمَكُمُ الْإِمَامُ فَأَطْعِمُوهُ)) ترجمہ: جب امام تم سے لقمہ چاہے تو لقمہ دو۔

(سنن دارقطنی، باب تلقین المأموم لاامام، ج2، ص256، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ☆ مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج1، ص417، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(11) حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((صَلَّى بِنَا ابْنُ عُمَرَ قَالَ فَتَرَدَّدَ، قَالَ: فَفَتَحْتُ عَلَيْهِ فَأَخَذَ عَنِّي)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمیں نماز پڑھائی، بھول گئے، تو میں نے انہیں لقمہ دیا، انہوں نے مجھ سے لقمہ

لے لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج1، ص418، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(12) بدائع میں ہے: ((عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَلَمْ يَتَذَكَّرْ سُورَةً فَقَالَ نَافِعٌ: إِذَا زُلْزِلَتْ فَقَرَأَهَا)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ہے کہ انہوں نے نماز مغرب میں سورۂ فاتحہ پڑھی تو آگے سورت یاد نہ آئی، پس حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ﴿اذا زلزلت﴾ کہہ کر لقمہ دیا تو آپ نے اس سورت کی تلاوت کی۔ (بدائع الصنائع، فصل فی بیان حکم الاستخلاف، ج1، ص236، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(13) عبیدہ بن ربیعہ کہتے ہیں: ((أَتَيْتُ الْمَقَامَ فَإِذَا رَجُلٌ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيحِ يُصَلِّي فَقَرَأَ وَرَجُلٌ إِلَى جَنْبِهِ يَفْتَحُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالُوا: عُثْمَانُ)) ترجمہ: میں مقام پر آیا، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی جس نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور بہترین خوشبو لگائی ہوئی ہے نماز پڑھ رہا ہے، وہ قراءت کرتا ہے اور ایک آدمی اس کے پہلو میں کھڑا ہے، وہ اسے لقمہ دیتا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج1، ص417، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(14) یونس کہتے ہیں: ((عَنِ الْحَسَنِ، وَابْنِ سِيرِينَ أَنَّهُمَا كَانَا لَا يَرَيَانِ بَأْسًا بِتَلْقِينِ الْإِمَامِ)) ترجمہ: حضرت حسن بصری اور امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام کو لقمہ دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج1، ص417، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(15) ابن ادریس کہتے ہیں: ((عَنِ الْحَسَنِ، وَابْنِ سِيرِينَ قَالَا: لَقِّنِ الْإِمَامَ)) ترجمہ: حضرت حسن بصری اور امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: امام کو لقمہ دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج1، ص417، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(16) مصنف ابن شیبہ میں ہے: ((أَنَّ ابْنَ مُغَفَّلٍ أَمَرَ رَجُلًا يُلَقِّنُهُ إِذَا تَعَايَا)) ترجمہ: حضرت ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ امام کو لقمہ دے جب امام غلطی کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج1، ص417، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(17) حضرت عطاء فرماتے ہیں: ((لَا بَأْسَ بِتَلْقِينِ الْإِمَامِ)) ترجمہ: امام کو لقمہ دینے میں حرج نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج1، ص418، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(18) یزید بن رومان کہتے ہیں: ((كُنْتُ أُصَلِّي إِلَى جَنْبِ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ فَيَغْمِزُنِي فَأَفْتَحُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي)) ترجمہ: میں نے نافع بن جبیر بن مطعم کے پہلو میں نماز پڑھی، انہوں نے (بھولنے کی وجہ سے) مجھ سے لقمہ طلب کیا، تو میں نے انہیں لقمہ دیا اس حال میں کہ وہ نماز میں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج1، ص418، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(19) بلال بن ابی حُمید کہتے ہیں: ((كُنْتُ أَفْتَحُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَكِيمٍ إِذَا تَعَايَا فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ لِي يَوْمًا أَمَا صَلَّيْتَ مَعَنَا؟ قَالَ فَقُلْتُ: لَا، قَالَ فَقَدِ اشْتَكَوْتُ ذٰلِكَ تَرَدَّدْتُ الْبَارِحَةَ فَلَمْ أَجِدْ مِنْ يَفْتَحُ عَلَيَّ)) ترجمہ: میں عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کو لقمہ دیا کرتا تھا جب وہ نماز میں غلطی کرتے تھے تو ایک دن انہوں نے مجھے ارشاد فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو میں عرض کیا: نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا بے شک مجھے اس بات کا (آپ سے) شکوہ ہے، گزشتہ رات مجھے (نماز میں) تردد ہوا پس میں خود کو لقمہ دینے والا کوئی نہ پایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 417، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(20) صحابہ کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لقمہ دیا گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لقمہ لیا، اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا۔ محیط برھانی میں ہے: ((وعن عمر رضی اللہ عنه أنه قرأ سورة النجم وسجد فلما عاد إلى القيام ارتج عليه فلقّن إذا زلزلت فقرأها ولم ينكر عليه)) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، آپ نے سورۂ نجم کی تلاوت کی اسی دوران آیت سجدہ پر سجدہ کر کے جب قیام کی طرف لوٹے تو آپ بھول گئے، کسی نے ﴿اذا زلزلت الارض﴾ کا لقمہ دیا، پس آپ نے اس کو پڑھا اور اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا۔ (محیط برھانی، الفصل السادس عشر، ج 1، ص 389، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(21) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((كَانَ مَرْوَانُ يُلَقَّنُ فِي الصَّلَاةِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِينَةِ)) ترجمہ: امام زہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: (مدینہ منورہ میں) مروان کو نماز میں لقمہ دیا جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مدینہ منورہ میں موجود تھے (یعنی اس بات پر کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من رخص فی الفتح علی الامام، ج 1، ص 417، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(22) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَقِّنُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّلَاةِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ایک دوسرے کو نماز میں لقمہ دیا کرتے تھے۔ (سنن دار قطنی، ج 2، ص 255، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

لقمہ دینے کا شرعی حکم:

لقمہ دینا کبھی فرض ہوتا ہے، کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی جائز ہوتا ہے، کبھی مکروہ اور کبھی حرام۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

فرض: امام جب ایسی غلطی کرے جو نماز کو فاسد کرنے والی ہو تو لقمہ دے کر اس کی اصلاح کرنا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "امام جب ایسی غلطی کرے جو موجب فساد نماز ہو تو

اس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے ان میں سے جو بتادے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہوجائے گی'' وذلك لان الغلط لما كان مفسدا كان السكوت عن اصلاحه ابطالا للصلاة وهو حرام بقوله تعالى ﴿ولا تبطلوا اعمالكم﴾'' وجہ یہ کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی، نماز کے بطلان کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ ''تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری ہو اور امام کو وثوق حاصل ہو، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتائے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 280، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واجب: اگر امام ایسی غلطی کرے کہ جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے اگر ایک بتادے اور اس کے بتانے سے کاروائی ہوجائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 280، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جائز: قراءت میں ایسی غلطی ہو جس سے فساد نماز یا ترک واجب لازم نہ آرہا ہو تو لقمہ دینا جائز ہے۔ امام اہلسنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''اگر (قراءت کی) غلطی میں نہ فساد نماز ہے نہ ترک واجب، جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 7، صفحہ 281، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مذکورہ صورت صرف جائز ہے (یعنی واجب نہیں ہے) مگر دو صورتوں میں مذکورہ صورت حال میں بھی لقمہ دینا واجب ہوجاتا ہے:

(1) یہ خطرہ ہو کہ امام تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چپ ہوجائے گا تو لقمہ دینا واجب ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار سکوت کرنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوجاتی ہے۔

(2) امام کی عادت معلوم ہے کہ جب بھولتا ہے تو اس کے منہ سے اُوں آں جیسے الفاظ نکلنے لگ جاتے ہیں تو اس صورت میں بھی لقمہ دینا واجب ہے کہ اس طرح کے الفاظ نکالنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اوپر والی عبارت سے متصل آگے فرماتے ہیں ''مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب (واجب کرنے والی چیز کے نہ ہونے کی وجہ سے)، اقول (میں کہتا ہوں) مگر دوصورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کر کے خود متنبہ ہوا اور یاد نہیں آتا، یاد کرنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رکے گا نماز میں کراہتِ تحریم آئے گی اور سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ تو اس صورت میں جب اسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے۔ دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراراً ان سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں، کوئی اُوں اُوں کہتا ہے کوئی کچھ اور، اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے، تو جس کی یہ عادت معلوم ہو وہ جب رکنے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 281، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مکروہ: امام اگر قراءت میں رکے تو اسے فوراً بتانا مکروہ (تنزیہی) ہے۔ شامی میں ہے ''یکرہ ان یفتح من ساعتہ'' ترجمہ: فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار، ج 1، ص 623، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

امام اہلسنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج 7، ص 286، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حرام: بے محل لقمہ دینا حرام ہے اور اس سے لقمہ دینے والے کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور امام لقمہ لے تو اس کی نماز بھی فاسد جاتی ہے۔

لقمہ کے کچھ بنیادی قواعد

لقمہ دینے کا محل کیا ہے

لقمہ کے محل بنیادی طور پر دو ہیں:

(1) جس مقام پر لقمہ لینا دینا احادیث سے ثابت ہے، وہ لقمہ دینے کا محل ہے اگرچہ فسادِ نماز یا ترک واجب نہ ہو رہا ہو۔ امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"صورتِ ثانیہ میں اگرچہ جب قراءت رواں ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فسادِ نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نص وارد۔" (فتاوی رضویہ، ج 7، ص 258، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) احادیث سے ثابت شدہ مواضع کے علاوہ وہاں اجازت ہے جہاں اصلاح نماز کی حاجت ہو، اور حاجت وہاں ہوتی ہے جہاں فسادِ نماز یا ترک واجب ہو رہا ہو، لہذا جہاں اس سے کم معاملہ ہو وہاں لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ اسی

طرح مقتدی صرف اپنے امام کولقمہ دے سکتا ہے کہ اپنی نماز بچانے کے لئے اسے اس کی حاجت ہے۔

اپنے امام کے علاوہ کولقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

نمازی کے اپنے امام کے علاوہ کولقمہ دینے سے اس کی نماز ٹوٹ جائے گی ،جس کولقمہ دیا ہے وہ نماز میں ہو یا نہ ہو،مقتدی ہو یامنفرد یا کسی اور کا امام، کیونکہ نمازی کو اس کی حاجت نہیں ہے۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:''(قولہ و فتحہ علی غیر إمامہ)لأنہ تعلم و تعلیم ''ترجمہ:مفسدات صلوۃ میں سے اپنے امام کے علاوہ کسی اور کولقمہ دینا ہے کیونکہ یہ تعلیم وتعلم ہے۔ (فتاوی شامی، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ، جلد 02، صفحہ 461، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بہار شریعت میں ہے:

مصلی (نمازی) نے اپنے امام کے سوا دوسرے کولقمہ دیا نماز جاتی رہی ،جس کولقمہ دیا ہے وہ نماز میں ہو یا نہ ہو،مقتدی ہو یا منفرد یا کسی اور کا امام۔ (بہار شریعت، حصہ 3، ص607، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اپنے مقتدی کے علاوہ کا لقمہ لینا مفسد نماز ہے:

اپنے مقتدی کے سوا دوسرے کا لقمہ لینا بھی مفسدِ نماز ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3، ص607، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

خود یاد آ گیا تو کیا حکم ہے:

اگر اپنے مقتدی کے علاوہ شخص کے بتاتے وقت اسے خود یاد آ گیا اس کے بتانے سے نہیں، یعنی اگر وہ نہ بتاتا جب بھی اسے یاد آ جاتا، اس کے بتانے کو کچھ دخل نہیں تو اس کا پڑھنا مفسد نہیں۔

(فتاوی شامی، ج2، ص461، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ☆ بہار شریعت، حصہ 3، ص607، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مقتدی نے غیر مقتدی سے سن کر لقمہ دیا:

اگر مقتدی نے دوسرے سے سن کر جو نماز میں اس کا شریک نہیں ہے لقمہ دیا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز گئی اور امام نے نہ لیا تو صرف اس مقتدی کی گئی۔ (الدر المختار مع رد المحتار، ج2، ص461، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ☆ بہار شریعت، حصہ 3، ص607، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بے محل لقمہ دینے سے نماز ٹوٹنے کی وجہ:

لقمہ دینا اگرچہ ذکر وقراءت سے ہو درحقیقت کلام ہے کہ اس سے مقصود تنبیہ کرنا ہے کہ تم غلطی کر رہے ہو، جب یہ کلام ہے تو اس سے ہر صورت میں نماز ٹوٹنی چاہئے تھی مگر اصلاح نماز کی حاجت کے وقت یا جہاں لقمہ دینے کی اجازت خاص احادیث

میں آگئی وہاں خلافِ قیاس اجازت دی گئی۔

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قراءت یا ذکر مثلاً تسبیح وتکبیر ہے اور یہ سب اجزاء واذکارِ نماز سے ہیں مگر معنًی کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا، اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہئے، پُر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم، تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورۃً قرآن یا ذکر (ہو)۔۔اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ برمحل ہو مفسدِ نماز ہو کہ جب وہ بلحاظِ معنی کلام ٹھہرا تو بہر حال افسادِ نماز کرے گا مگر حاجتِ اصلاحِ نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے ائمہ نے قیاس کو ترک فرمایا اور بحکمِ استحسان جس کے اعلیٰ وجوہ سے نص وضرورت ہے جواز کا حکم دیا۔ (فتاوی رضویہ، ج7، ص257، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور ان دو مواضع کے علاوہ معاملہ اصل قیاس پر جاری ہوگا اور لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پس جو بتانا حاجت ونص کے مواضع سے جدا ہو وہ بے شک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اس کے حکم کا کوئی معارض نہیں، اس لئے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہو جائے گی کہ اس کی غلطی سے اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجتِ اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اس کی نماز کا خلل بعینہٖ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بنانا ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج7، ص260، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نفل نماز میں بھی لقمہ دیا جا سکتا ہے:

نفل نماز کی جماعت میں بھی اپنے امام کو ضرورتاً لقمہ دے سکتے ہیں۔امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "امام جب نماز میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل۔"

(فتاوی رضویہ، ج7، ص288، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نماز جمعہ میں بھی لقمہ دیا جا سکتا ہے:

امام کو ضرورۃً لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز۔فتاوی رضویہ میں ہے "امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے، نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو

سب کی نماز جاتی رہے گی۔" (فتاوی رضویہ،ج7،ص289،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

لقمہ دینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا:

لقمہ لینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔فتاوی رضویہ میں ہے"لقمہ دینے سے سجدۂ سہو نہیں آتا۔"

(فتاوی رضویہ،ج7،ص289،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

فتاوی امجدیہ میں ہے:"امام سے غلطی ہوئی اور کسی نے صحیح لقمہ دیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔"

(فتاوی امجدیہ،ج1،ص277،مکتبہ رضویہ کراچی)

ایک سے زیادہ لوگوں کا لقمہ دینا جائز ہے:

ضرورۃً ایک سے زیادہ لوگوں کا لقمہ دینا جائز ہے۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں"بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتائے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے۔" (فتاوی رضویہ،جلد7،صفحہ280،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

سمجھدار نابالغ لقمہ دے سکتا ہے:

لقمہ دینے کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں،مراہق(بلوغت کے قریب)بھی لقمہ دے سکتا ہے،بشرطیکہ نماز جانتا ہو اور نماز میں ہو۔ (بہار شریعت،حصہ3،ص608،مکتبۃ المدینہ،کراچی☆فتاوی ہندیہ،ج1،ص99،مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ☆فتاوی رضویہ،جلد7،صفحہ284،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

کھنکار کے ذریعہ لقمہ دینا:

اگر امام سے غلطی ہوئی تو لقمہ دینے کے بجائے کھنکار کر اسے تنبیہ کی تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"کھانسنا کھنکارنا جبکہ بعذر یا کسی غرض صحیح کے لئے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو مذہب صحیح میں ہرگز مفسد نماز نہیں۔" (فتاوی رضویہ،ج6،ص274،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

امام نے لقمہ نہ لیا تو کیا حکم ہے:

(امام نے قراءت میں غلطی کی،مقتدی نے لقمہ دیا،امام نے نہ لیا تو اس صورت میں)اگر وہ غلطی کہ امام نے کی مغیر معنی مفسد نماز تھی اور مقتدی نے بتایا اور اس نے نہ لیا اسی طرح غلط پڑھ کر آگے چل دیا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سے

سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی مفسد نہ تھی تو سب کی نماز ہو گئی اگرچہ امام غلطی پر قائم رہا اور لقمہ نہ لیا۔

(فتاوی رضویہ، ج6، ص330-331، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہرے امام نے لقمہ نہ لیا تو کیا حکم ہے

بہرے امام کو لقمہ دیا گیا، اس نے نہ لیا، نماز کا کیا ہوگا، اسی طرح کے سوال کے جواب میں امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "وہ غلطی جس پر لقمہ نہ لیا اگر مفسدِ نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص617، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک ہی مرتبہ غلط لقمہ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

ایک ہی بار غلط لقمہ دینے سے دینے والی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، تکرار شرط نہیں، یہی اصح ہے۔

(فتاوی ہندیہ، ج1، ص99، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

لقمہ دینے کے الفاظ

امام قراءت کے علاوہ جہاں بھولے تو افضل یہ ہے کہ تسبیح یعنی سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دیا جائے، اور تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر بھی دے سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من نابہ شیء فی صلوتہ فلیسبح فانہ اذا سبّح التفت الیہ)) ترجمہ: جب نماز میں کوئی معاملہ پیش آجائے تو سبحان اللہ کہو، جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو امام متوجہ ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم، ج1، ص225، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت)

تاتارخانیہ میں ہے: نمازی جب اس نیت سے تکبیر کہے کہ غیر کو بتائے کہ وہ نماز میں ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، افضل یہ ہے کہ تسبیح کہی جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تصفیق (ہاتھ پر ہاتھ مارنا) عورتوں کے لئے۔

(فتاوی تاتارخانیہ، ج1، ص575، ادارۃ القرآن)

فتاوی امجدیہ میں ہے "مقتدی ایسے موقع پر جبکہ امام کو متوجہ کرنا ہو سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے جس سے امام کو خیال ہو جائے اور نماز کو درست کرے۔"

(فتاوی امجدیہ، ج1، ص187، مکتبہ رضویہ، کراچی)

اگر قراءت میں بھولے تو افضل یہ ہے کہ جس آیت پر امام بھولا ہے، لقمہ دینے والا پہلے اس سے پچھلی آیت پڑھے اور پھر وہ آیت پڑھے جس کو بھولا ہے، جو آیت بھولا ہے وہی پڑھ دے تب بھی جائز ہے۔ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: فتاوی حجہ میں ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ جب مقتدی امام کو لقمہ دے تو ماقبل والی آیت پڑھے، پھر ساتھ والی آیت اس سے ملا دے تاکہ تعلیم و تعلم کا شبہہ نہ ہو اور یہ حکم لازم نہیں ہے۔

(فتاوی تاتارخانیہ، ج1، ص581، ادارۃ القرآن)

اگر امام کوئی سورت پڑھتے پڑھتے بھول گیا تو کسی اور سورت کا لقمہ بھی دے سکتے ہیں۔ محیط برھانی میں ہے ((عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قرأ سورۃ النجم وسجد فلما عاد الی القیام ارتج علیہ فلقنہ واحد ﴿اذا زلزلت الارض﴾ فقرأ ھا ولم ینکر علیہ)) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، آپ نے سورۂ نجم کی تلاوت کی، اسی دوران آیت سجدہ پر سجدہ کرکے جب قیام کی طرف لوٹے تو آپ بھول گئے، کسی نے ﴿اذا زلزلت الارض﴾ کا لقمہ دیا، پس آپ نے اس کو پڑھا اور اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا۔ (محیط برھانی، ج2، ص154، ادارۃ القرآن، کراچی)

سورۂ فاتحہ کے بعد امام کو کوئی سورت یاد نہیں آ رہی تو کسی بھی سورت یا آیت کا لقمہ دیا جا سکتا ہے۔ بدائع میں ہے ((عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ قرأ الفاتحۃ فی صلاۃ المغرب فلم یتذکر سورۃ فقال نافع ﴿اذا زلزلت﴾ فقرأ)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ہے کہ انہوں نے نماز مغرب میں سورۂ فاتحہ پڑھی تو آگے سورت یاد نہ آئی، پس حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ﴿اذا زلزلت﴾ کہہ کر لقمہ دیا تو آپ نے اس سورت کی تلاوت کی۔

(بدائع الصنائع، ج1، ص236، ایچ ایم سعید، کراچی)

"بیٹھ جاؤ" کہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی:

امام نے بیٹھنا تھا، بھول کر کھڑا ہونے لگا تو مقتدی نے اسے کہا "بیٹھ جاؤ" تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ کلام ہے اور کلام ہر صورت میں نماز فاسد کر دیتا ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: "اذا تکلم فی صلاتہ ناسیاً او عامداً خاطئاً او قاصداً قلیلاً او کثیراً تکلم لاصلاح صلاتہ بان قام الامام فی موضع القعود فقال لہ مقتدی اقعد او قعد فی موضع القیام فقال لہ قم" ترجمہ: نماز کے اندر کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے، چاہے کلام بھول کر ہو یا عمداً ہو، خطا سے ہو یا قصداً ہو، تھوڑا ہو یا زیادہ ہو، خواہ نماز کی اصلاح کے لئے ہو جیسا کہ امام بیٹھنے کی جگہ کھڑا ہونے لگا تو اسے کہا کہ "بیٹھ جاؤ" یا قیام کی جگہ بیٹھنے لگا تو اسے کہا کہ "کھڑے ہو جاؤ"۔ (فتاوی ہندیہ، ج1، ص98، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو لقمہ دینا کیسا:

کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہیں کرے گا، پھر اس کے پیچھے نماز پڑھی اور اسے نماز میں لقمہ دیا، تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، کیونکہ لقمہ دینا (جبکہ اپنی شرائط کے ساتھ ہو) شرعاً مطلق طور پر کلام نہیں ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ، ج1، ص198، المطبعۃ الخیریہ)

سورۃ فاتحہ میں لقمہ کے مسائل

ظہر یا عصر میں جہری قراءت شروع کردی تو کب تک لقمہ دے سکتے ہیں:

امام نے (ظہر یا عصر میں) سری قراءت کرنا تھی، بھول کر بلند آواز سے شروع کردی، کب تک لقمہ دے سکتے ہیں؟

اس کا جواب سمجھنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کرلیں:

(۱) مایجوز بہ الصلوۃ (یعنی اتنی مقدار جس سے نماز کا فرض ادا ہوجاتا ہے) سری کرنی تھی بھول کر جہری کرلی یا جہری کرنی تھی بھول کر سری کرلی تو سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الصلوۃ، ج1، ص128، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا "آیت مایجوز بہ الصلوۃ کتنی مقدار ہے؟ تو جواباً ارشاد فرمایا" وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو۔"

(فتاوی رضویہ، ج6، ص344، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "چھوٹی آیت جس میں دو یا دو سے زائد کلمات ہوں پڑھ لینے سے فرض ادا ہوجائے گا۔" (بہارِ شریعت، حصہ3، ص512، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(۲) جہری نماز میں سری یا سری نماز میں جہری پڑھنا شروع کی، سورۂ فاتحہ نصف سے کم پڑھی تھی کہ اصلاح کرلی اور شروع سے اس کا اعادہ کرلیا تو سجدۂ سہو جو واجب ہوا تھا وہ ختم ہوجاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن "جدالممتار" میں فرماتے ہیں: "لو خافت ببعض الفاتحة يعيده جهرا لان تكرار البعض لا يوجب السهو و لا الاعادة و الاخفاء بالبعض يوجبه فبالاعادة جهرا يزول الثاني و لايلزم الاول." ترجمہ: اگر بعض فاتحہ آہستہ قرأت کی تو وہ جہراً اس کا اعادہ کرے کیونکہ بعض کا تکرار سجدہ سہو اور نماز کے اعادہ کو واجب نہیں کرتا اور بعض کو آہستہ پڑھنا اس کو واجب کرتا ہے تو جہراً اعادہ کرنے سے دوسرا (نماز کے اعادہ کا وجوب) زائل ہوجاتا اور پہلا (سجدہ سہو کا وجوب) لازم نہیں ہوتا۔

(جدالممتار، کتاب الصلوۃ، فصل فی القراءۃ، ج3، ص237، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اس جزئیہ میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً فرمایا ہے کہ جہری نماز میں اگر بعض سورہ فاتحہ کو آہستہ پڑھا تھا تو جہراً شروع سے سورہ فاتحہ پڑھے تاکہ اعادہ یا سجدہ سہو کا حکم مرتفع ہوجائے۔

(۳) اگر فاتحہ نصف سے زیادہ پڑھ چکا تھا تو شروع سے اعادہ نہیں کرسکتا کہ نصف فاتحہ کا تکرار خود ترکِ واجب ہے۔ صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: "اور اگر پہلی رکعتوں میں الحمد کا زیادہ حصہ پڑھ لیا تھا۔ پھر اعادہ کیا تو سجدہ سہو واجب ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ711، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی فتاویٰ امجدیہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: ''آہستہ آہستہ سورہ فاتحہ پڑھتا رہا ، پھر بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا، تو اگر سورہ فاتحہ کا اکثر حصہ پڑھ لیا تھا پھر شروع سے پڑھنا شروع کیا تو بھی سجدہ سہو واجب کہ یہ اکثر سورہ فاتحہ کی تکرار ہوئی اور یہ موجب سجدہ سہو ہے اگر دونوں دفعہ بلا قصد سہوا ہوا ہو تو اور اگر بالقصد تکرار کی تو اعادہ واجب ، اور اگر سورہ فاتحہ کا اکثر حصہ نہیں پڑھا تھا تو نہ سجدہ سہو ہے نہ اعادہ۔'' (فتاویٰ امجدیہ، کتاب الصلوۃ، باب سجود السہو، ج1، ص282، مکتبہ رضویہ کراچی)

(۴) جس مقام پر ترک واجب ہو گیا ہو اور لقمہ دینے میں سجدہ سہو کے لزوم کا ارتفاع ہو سکے تو وہاں لقمہ دینا درست ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''ترک واجب ولزوم سجدۂ سہو وہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو ہی رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہیے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل وفسادِ نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول وبے فائدہ کے کیا باقی رہا لہٰذا اقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فسادِ نماز ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج7، ص264، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اس جزئیہ کی ابتدائی وانتہائی عبارت سے پتا چلا کہ اگر لقمہ دینے سے ترک واجب ولزوم سجدہ سہو کا ارتفاع ہو سکے تو لقمہ دینا برمحل ہے۔

اس کی نظیر وہ صورت ہے جس میں امام قراءت میں کوئی ایسی غلطی کرے جو مفسد نماز ہے اب بعد غلطی اس کو لقمہ دینا ضروری ہے تاکہ دفع فساد ہو۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج7، ص286، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ان مقدمات کی روشنی میں سوال کا جواب واضح ہو گیا کہ اگر ظہر وعصر میں امام نے سورۂ فاتحہ جہر سے پڑھنا شروع کی تو جب تک نصف سورۂ فاتحہ تک نہ پہنچا اسے لقمہ دے سکتے ہیں کہ اگرچہ سجدۂ سہو واجب ہو چکا ہے مگر نصف سورۂ فاتحہ سے پہلے دوبارہ آہستہ شروع سے پڑھنے سے اس سجدۂ سہو کا ازالہ ممکن ہے لہٰذا یہ لقمہ کا محل ہے۔ ہاں اگر نصف تک سورۂ فاتحہ جہری (بلند) آواز میں پڑھ چکا تو اسے لقمہ نہیں دے سکتے کہ سجدۂ سہو کا ازالہ ممکن نہیں، لہٰذا اگر اس صورت میں لقمہ دیں گے تو دینے والے کی نماز ٹوٹ جائے گی اور امام لے گا تو امام کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اور اس کے پیچھے مقتدیوں کی بھی فاسد ہو جائے گی۔

قراءت شروع کرنے میں تاخیر کردی تو لقمہ دینے کا حکم:

سوال :امام نے (مغرب، مغرب یا عشاء میں) جہری قراءت کرنا تھی، قرأت شروع کرنے میں زیادہ دیر لگا دی ،اس سے مقتدیوں نے اندازہ لگایا کہ امام نے بھول کر آہستہ آواز سے شروع کردی ہے، کیا اس صورت میں امام کو لقمہ دے سکتے ہیں؟

جواب :اس صورت میں مقتدی کے لیے لقمہ دینا جائز نہیں، کیونکہ اگر اس نے ثناء وغیرہ کو اتنی ترتیل سے پڑھا کہ ابھی تک سورۂ فاتحہ شروع ہی نہ کی ہو تو ابھی تک لقمہ کا محل نہ ہوا، اور اگر نصف سورت تک یا اس سے آگے تک پڑھ چکا ہوا تو اب بھی محل نہ رہا کہ جو سجدۂ سہو واجب ہونا تھا ہو چکا۔ اب سلام تک سجدۂ سہو کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا، ہاں اب اگر آخر میں ایک طرف سلام کے بعد اگر سجدۂ سہو چھوڑ کر دوسری طرف سلام پھیرنے لگے تو سجدۂ سہو کے لئے لقمہ دے سکتے ہیں کیونکہ اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہو جائے گی۔

بالفرض اگر مقتدی اتنا قریب ہے کہ اس نے سن لیا کہ امام نے فاتحہ آہستہ شروع کردی ہے، اس نے نصف تک پہنچنے سے پہلے لقمہ دے دیا تو صحیح ہے۔

اس میں تفصیل یہ ہے کہ محض شبہ کی بنا پر لقمہ دینا جائز نہیں ہے لہذا جہری نماز میں امام آہستہ آواز کے ساتھ پڑھ رہا ہے تو جب تک یقین نہ ہو جائے کہ امام نے سورہ فاتحہ آہستہ شروع کردی ہے اور ابھی تک اکثر سورہ فاتحہ تلاوت نہیں کی، اس وقت تک لقمہ دینا جائز نہیں ہے۔ اور یقین ہونے کی صورت یہ ہے کہ مقتدی قریب تھا کہ اسے آواز آرہی تھی یا کوئی ایک آدھ کلمہ امام سے بلند آواز کے ساتھ نکل گیا۔ اور اگر ان میں سے کوئی صورت نہیں تھی اور مقتدی نے بس یہ خیال کر کے کہ اتنی دیر ثناء میں نہیں لگتی لقمہ دے دیا تو اس کا اس طرح لقمہ دینا جائز نہیں تھا کیونکہ لقمہ حقیقت میں کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز ہاں بوجہ ضرورت روا رکھا گیا ہے اور جس صورت میں ضرورت کے متحقق ہونے میں شک ہو تو ایسی صورت میں جواز کی صورت میں شک ہے اور حرام والی صورت موجود ہے لہذا شک کی وجہ سے جواز ثابت نہیں ہوگا۔ چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :"محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں..... حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقۃ کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو مبیح میں شک واقع ہوا اور محرم موجود ہے لہذا حرام ہوا، جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا۔" (فتاوی رضویہ، ج7، ص287، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''اس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا ہاں اگر یہ اتنا قریب ہے کہ اس کی آواز اس نے سنی کہ التحیات کے بعد اس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام "اللھم صلی علی" سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سبحان اللہ کہہ کر بتائے۔'' (فتاوی رضویہ، ج8، ص212، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عشاء کی تیسری رکعت میں امام نے جہر کر دیا:

امام صاحب نے بھول کر عشاء میں فرضوں کی تیسری رکعت میں جہراً قراءت شروع کر دی، اب مقتدی کے لقمہ دینے کے حوالہ سے کیا حکم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عشاء کے فرضوں کی تیسری رکعت میں سری قراءت واجب ہے۔ بہار شریعت میں ہے ''مغرب کی تیسری اور عشاء کی تیسری چوتھی یا ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔''

(بہار شریعت، حصہ 3، ص544، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

لہٰذا بھول کر ایک آیت کی مقدار جہر (بلند آواز سے قراءت) کرنے سے سجدۂ سہو لازم ہو گیا۔

یہاں بھی لقمہ دینے کے حوالہ سے وہی حکم ہے جو پہلی یا دوسری رکعت میں سری قراءت میں بلند آواز سے قراءت کی صورت میں ہے یعنی نصف تک سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو لقمہ دیا جا سکتا ہے کہ جو ترکِ واجب ہوا اس کا ازالہ (شروع سے سورۂ فاتحہ آہستہ آواز میں پڑھ کر) ہو سکتا ہے اور اگر نصف یا اس سے زیادہ پڑھ لی تو لقمہ نہیں دے سکتے کہ جو ترکِ واجب اور سجدۂ سہو ہو چکا اب اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر دیں گے تو دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام لے گا تو امام اور مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

اس صورت میں لقمہ اس وقت دیں گے جب سلام پھیرنے لگے کہ اس وقت حاجت متحقق ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لقمہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''ترکِ واجب و لزوم سجدۂ سہو وہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو ہی رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فسادِ نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا لہٰذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فسادِ نماز ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 07، صفحہ 264، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

قراءت میں لقمہ کا بیان

امام بقدرِ واجب قراءت کر چکنے کے بعد بھول گیا تو لقمہ دینے کا حکم:

امام بقدرِ واجب قراءت کر چکا ہو اور بھول جائے تو مقتدی اس کو لقمہ دے سکتا ہے۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج6، ص371، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لقمہ دینے والا لقمہ کی نیت کرے گا:

امام قراءت میں بھولا، قراءت سے لقمہ دیا گیا، تو لقمہ دینے والا قراءت کی نیت نہ کرے، بلکہ لقمہ دینے کی نیت سے وہ الفاظ کہے کہ مقتدی کو قراءت منع ہے بوقتِ حاجت لقمہ منع نہیں۔ (ردالمحتار، جلد 02، صفحہ 461، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

قراءت میں بھولنے پر لقمہ دینے طریقہ:

امام قراءت میں بھولا تو مقتدی کو فوراً ہی لقمہ دینا مکروہ ہے، تھوڑا توقف چاہیے کہ شاید امام خود نکال لے، مگر جب کہ اس کی عادت اسے معلوم ہو کہ رکتا ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو فوراً بتائے۔

(محیط برہانی، الفصل السادس عشر، ج1، ص389، دار الکتب العلمیہ، بیروت ☆ بہار شریعت، حصہ 3، ص607، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امام قراءت میں بھولے تو اسے کیا کرنا چاہیے:

امام اگر قراءت میں بھولا تو اسے مکروہ ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے، بلکہ کسی دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے یا دوسری آیت شروع کر دے بشرطیکہ اس کا وصل مفسدِ نماز نہ ہو اور اگر بقدرِ حاجت پڑھ چکا ہے تو رکوع کر دے، مجبور کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بار بار پڑھے یا ساکت کھڑا رہے، مگر وہ غلطی ایسی ہے جس میں فسادِ معنی تھا تو اصلاحِ نماز کے لیے اس کا اعادہ لازم تھا (یعنی اسے درست کر کے پڑھنا لازم تھا) اور یاد نہیں آتا تو مقتدی کو آپ ہی مجبور کرے گا اور وہ بھی نہ بتا سکے تو (نماز) گئی۔" (محیط برہانی، الفصل السادس عشر، ج1، ص389، دار الکتب العلمیہ، بیروت ☆ بہار شریعت، حصہ 3، ص607، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک آیت چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنا اور بقدرِ واجب قراءت:

سوال: مذکورہ بالا مسئلہ سے دو سوال پیدا ہوئے:

(1) ایک آیت کو چھوڑ کر کسی دوسری آیت کو شروع کرنا کب مفسدِ نماز ہے اور کب نہیں؟

(2) بقدرِ حاجت پڑھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ایک آیت کو چھوڑ کر دوسری آیت شروع کر دی تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(ا) پہلی آیت پر وقف کیا پھر دوسری آیت کو پڑھا تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی چاہے ملا کر پڑھنے سے معنی فاسد ہوں یا نہ ہوں۔

(ب) اگر وصل کیا اور معنی فاسد نہ ہوئے تو نماز ہو جائے گی۔

(ج) اگر وصل کیا اور معنی فاسد ہو گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

بہار شریعت میں ہے "ایک آیت کو دوسری کی جگہ پڑھا، اگر پورا وقف کر چکا ہے تو نماز فاسد نہ ہوئی جیسے ﴿والعصر ○ ان الانسان﴾ پر وقف کر کے ﴿ان الابرار لفی نعیم﴾ پڑھا، یا ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت﴾ پر وقف کیا، پھر پڑھا ﴿اولئک ھم شر البریۃ﴾ نماز ہو گئی اور اگر وقف نہ کیا تو معنی متغیر ہونے کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے یہی مثال ورنہ نہیں، جیسے ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت کانت لھم جنت الفردوس﴾ کی جگہ ﴿فلھم جزآء الحسنی﴾ پڑھا نماز ہو گئی۔" (بہار شریعت، حصہ 3، ص556، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(2) بقدرِ حاجت سے مراد قراءت کی وہ کم از کم مقدار جو واجب ہے یعنی سورۂ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت یا ایک چھوٹی سورت۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ واجبات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "سورت ملانا ایک چھوٹی سورت جیسے ﴿انا اعطینک الکوثر﴾ یا تین چھوٹی آیتیں جیسے ﴿ثم نظر ○ ثم عبس وبسر ○ ثم ادبر واستکبر ○﴾ یا ایک یا دو آیتیں تین چھوٹی کے برابر پڑھنا۔" (بہار شریعت، حصہ 3، ص517، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

لقمہ لینے دینے میں اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار چپ رہا تو کیا حکم ہے:

یاد نہیں آتا یاد کرنے کے لئے رکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رکے گا نماز میں کراہتِ تحریم آئے گی اور سجدۂ سہو واجب ہو گا....... تو اس صورت میں جب اسے رکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہو گا کہ سکوت قدرِ ناجائز تک نہ پہنچے۔

(فتاوی رضویہ، ج7، ص281، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مقتدی نے غلط لقمہ دیا تو کیا حکم ہے:

امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکہ ہوا، اس نے غلط بتایا، اس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی، پھر اگر امام نے نہ لیا تو امام

اور دیگر مقتدیوں کی نماز صحیح رہی اور اگر لے لیا تو سب کی گئی۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص331، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نوٹ: یہ مسئلہ تراویح کے علاوہ ہے، تراویح کا مسئلہ آگے آ رہا ہے۔

نماز میں خلاف ترتیب قرآن پڑھنے کا حکم:

امام نے سورتیں بے ترتیبی سے (یعنی پہلی رکعت میں اگلی سورت پڑھی اور دوسری رکعت میں اس سے پچھلی سورت کی تلاوت کی، مثلاً سورۂ فلق کے بعد سورۂ اخلاص کی تلاوت کی) سہواً پڑھیں تو کچھ حرج نہیں، قصداً پڑھیں تو گناہ گار ہے، نماز میں کچھ خلل نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص239، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جو سورت شروع کر چکا اسے ہی پڑھے:

کسی نے دوسری رکعت میں سہواً پچھلی سورت شروع کر دی، اسے یاد آ گیا تو اسے شرعاً اجازت نہیں کہ اسے چھوڑ کر اگلی سورت پڑھے، جو شروع کر چکا اسے ہی پڑھے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "زبان سے سہواً جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ مکرر۔" (فتاوی رضویہ، ج6، ص350، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

خلاف ترتیب پڑھنے پر لقمہ دینے کا حکم:

مذکورہ بالا مسئلہ سے یہ بات واضح ہے کہ خلاف ترتیب پڑھنے کے بعد اگر کسی نے لقمہ دے دیا تو اس کا لقمہ دینا اور امام کا اسے قبول کرنا جائز نہیں کہ امام کو اوپر والی سورت شروع کرنے کے بعد اسی کو پورا کرنے کا حکم ہے، اسے چھوڑ کر بعد والی سورت پڑھنے کی اجازت نہیں...... ایسی صورت میں لقمہ دینے والے کی نماز بے جا لقمہ دینے کے سبب فاسد ہو گئی اور اگر امام نے ایسا لقمہ لے لیا تو امام کی اور اس کے ساتھ سب کی نماز خراب ہو گئی۔ (فتاوی فقیہ ملت، ج1، ص165، شبیر برادرز، لاہور)

رکوع میں لقمہ کا بیان

دعائے قنوت بھول کر رکوع میں جانے پر لقمہ دینے کا حکم

(رمضان میں وتر کی جماعت ہو رہی تھی، امام دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلا گیا، کچھ مقتدیوں نے لقمہ دیا، امام ان کے لقمہ دینے سے قیام میں پلٹ آیا، اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے اسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے۔۔۔۔ تو جن مقتدیوں نے اسے اس عودِ ناجائز (ناجائز لوٹنے) کی طرف بلانے کے لئے تکبیر کہی ان کی نماز فاسد ہوئی....... اب کہ وہ ان مقتدیوں کے بتانے سے پلٹا اور یہ نماز سے خارج تھے

تو خود اس کی بھی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سب کی گئی۔ (فتاوی رضویہ، ج8،ص219، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سورۂ فاتحہ کے بعد امام رکوع میں چلا گیا تو لقمہ دینے کا حکم

سوال: امام فرضوں کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا تین چھوٹی آیات پڑھے بغیر رکوع میں چلا گیا، کیا مقتدی اس کو لقمہ دے سکتا ہے؟ اور کیا امام اس کا لقمہ لے کر واپس آ سکتا ہے؟

جواب: اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے چند باتیں ذہن نشین کر لیں:

(1) فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت یا ایک چھوٹی سورت ملانا واجب ہے۔

(2) کوئی شخص سورۂ فاتحہ کے بعد ان کو پڑھے بغیر رکوع میں چلا جائے اسے یاد آ جائے تو حکم ہے کہ واپس آئے اور مقدارِ واجب پڑھ کر پھر دوبارہ رکوع کرے کہ پہلا رکوع لوٹنے سے باطل ہو جائے گا، اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے، اگر اسے رکوع میں یاد نہ آئے، سجدہ میں یاد آئے تو آخر میں سجدۂ سہو کر لے، اس کی نماز ہو جائے گی۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "جو سورت ملانا بھول گیا اگر اسے رکوع میں یاد آیا تو فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے، پھر رکوع دوبارہ کرے، پھر نماز تمام کر کے سجدۂ سہو کرے اور اگر رکوع کے بعد سجدہ میں یاد آیا تو صرف آخیر میں سجدۂ سہو کر لے، نماز ہو جائے گی اور پھیرنی نہ ہوگی۔" (فتاوی رضویہ، ج8،ص196، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) یہ لوٹنا فرض سے واجب کی طرف نہیں بلکہ فرض سے فرض کی طرف ہے کیونکہ قراءت کا وہ حصہ اگرچہ واجب ہے مگر قراءت من حیث القراءۃ فرض ہے اور وہ قراءت کی طرف لوٹ رہا ہے۔ ردالمحتار میں ہے: کیونکہ جب وہ قراءت کے لئے رکوع سے قیام کی طرف لوٹا تو فرض قراءت واقع ہوئی، یہ اس کے منافی نہیں کہ اس میں تو ایک آیت فرض ہے اور اس سے زائد واجب اور سنت ہے، کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ فرض کا اقل ایک آیت ہے، یہاں تک کہ اگر پورا قرآن بھی پڑھا تو سب فرض واقع ہوگا۔ (ردالمحتار، ج2،ص656، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ان امور کو ذہن نشین کرنے کے بعد صورت مسئلہ بالکل واضح ہے کہ جب امام مقدارِ واجب کو چھوڑ کر رکوع میں چلا گیا تو سجدۂ سہو واجب ہو گیا، اب اگر اسے لقمہ نہ بھی دیا جائے تو سجدۂ سہو کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا، لہذا مقتدی کو لقمہ دینے کی اجازت نہیں، دے گا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر امام لے گا تو اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی۔

قعدۂ اولیٰ میں لقمہ کا بیان

امام قعدۂ اولیٰ کو چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا تو لقمہ دینا کیسا؟:

امام اگر چار رکعت میں سے دو پڑھ کر بغیر تشہد پڑھے بھول کر سیدھا کھڑا ہو جائے تو اسے لقمہ دینے کی اجازت نہیں کیونکہ امام سیدھا کھڑا ہو جائے تو اسے لوٹنا جائز نہیں، اگر کسی نے لقمہ دیا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی، اور امام لے کر لوٹا تو اس کی اور اس کے پیچھے سب مقتدیوں کی بھی ٹوٹ جائے گی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی گئی۔" (فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 214، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام قعدۂ اولیٰ کو بھول کر کھڑا ہونے لگا، ابھی بیٹھنے کے قریب تھا تو لقمہ دینا کیسا؟:

امام قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہونے لگا، ابھی بیٹھنے کے قریب تھا، لقمہ دیا گیا، وہ لقمہ لے کر بیٹھ گیا، اس صورت میں لقمہ دینا لینا درست تھا اور سب کی نماز ہو گئی کیونکہ جب تک امام بیٹھنے کے قریب ہے اس وقت تک سجدۂ سہو وغیرہ کچھ واجب نہ ہوا۔ ردالمحتار میں ہے: اگر سیدھا کھڑا ہونے سے قبل لوٹا اور بیٹھنے کے زیادہ قریب تھا تو اصح قول کے مطابق سجدہ سہو نہیں اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں۔ (درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب سجود السھو، جلد 2، صفحہ 661، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اور خطرہ ہے کہ اسے لقمہ نہ دیا گیا تو یہ کھڑے ہونے کے قریب ہو جائے گا اور بھول کر کھڑا ہونے کے قریب ہونے سے سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے لہذا اس سے بچانے کے لئے لقمہ دینے کی اجازت ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی۔" (فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 214، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام لقمہ ملنے کے بعد سیدھا کھڑا ہو گیا:

سوال: امام ابھی بیٹھنے کے قریب تھا کہ کسی نے لقمہ دیا، لقمہ کو سمجھتے سمجھتے امام سیدھا کھڑا ہو گیا، پھر واپس لوٹ آیا، اس لقمہ دینے کا اور امام کے سیدھا کھڑے ہو کر لوٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں مقتدی کے لقمہ دینے سے اس کی نماز تو فاسد نہ ہوئی لیکن امام کا کھڑا ہو کر لوٹنا ناجائز تھا جس کے سبب نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوئی۔ سیدی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں "اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی۔

گی۔ اور اگر مقتدی نے اس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں پورا سیدھا ہوگیا اس کے بعد لوٹا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی ہوگئی مگر مخالف حکم کے سبب مکروہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے لوٹنا جائز نہیں، نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں، تو اعادہ فرض ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 08، صفحہ 14-213، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

قعدۂ اولیٰ میں زیادہ دیر بیٹھنے پر لقمہ دینا:

سوال: چار رکعتوں والی نماز میں امام قعدہ اولیٰ میں بیٹھا اور کافی دیر ہوگئی تو مقتدی نے لقمہ دے دیا اور امام نے اس کا لقمہ لے کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا تو اس صورت میں لقمہ دینے والے اور لینے والے کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں مقتدی کو لقمہ دینے کی اجازت نہیں، اگر لقمہ دے گا تو دینے والے کی نماز ٹوٹ جائے گی اور امام لے گا تو امام کی اور سب مقتدیوں کی نماز ٹوٹ جائے گی، ہاں اگر امام سلام پھیرنے لگے تو اس وقت لقمہ دے سکتا ہے۔

امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جب امام کو قعدۂ اولیٰ میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ (امام) قعدۂ اخیرہ سمجھا ہے، تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں:

(1) یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہوگا یعنی امام قعدۂ اولیٰ ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی، جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسدِ نماز ہوا۔

(2) یا اس کا گمان صحیح تھا، غور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاحِ نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ امام قعدۂ اولیٰ میں اتنی تاخیر کر چکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدرِ کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترکِ واجب ولزوم سجدۂ سہو وہ ہو چکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہوسکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو ہی رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فسادِ نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کر چکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہو جائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا لہٰذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فسادِ نماز ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 264، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ہاں اگر لقمہ دینے والا اتنا قریب ہے کہ امام کی آواز اس نے سنی کہ التحیات کے بعد اس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللھم صل علی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سبحان اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللھم صل علی سیدنا یا صل علی محمد کہہ لیا ہے تو اب بتانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے، اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے تو ٹھیک ہے اور اگر سلام پھیرنے لگے تو اس وقت بتائے۔ فتاوی رضویہ میں ہے "یہ اتنا قریب ہے کہ اس کی آواز اس نے سنی کہ التحیات کے بعد اس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللھم صل علی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سبحان اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللھم صل علی سیدنا یا صل علی محمد کہہ لیا ہے تو اب بتانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے، اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے فبہا اور اگر سلام پھیرنے لگے تو اس وقت بتائے، اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اس کے بتانے سے امام لے گا تو اس کی اور سب کی جائے گی۔ (فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 212، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہر میں دوسری رکعت پر سلام:

ظہر کی نماز میں غلطی سے امام دو رکعت پر سلام پھیر دے، تو مقتدیوں کو لقمہ دینا چاہیے اور جب مقتدی نے لقمہ دے دیا تو امام کو نماز پوری کر لینا چاہیے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ (وقار الفتاوی، ج 2، ص 233، بزم وقار الدین، کراچی)

پہلی یا تیسری رکعت میں بھول کر بیٹھنا:

سوال: اگر امام بھول کر پہلی یا تیسری رکعت کے بعد بیٹھ گیا تو اسے کب تک لقمہ دے سکتے ہیں؟

جواب: امام کو بیٹھے اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار نہیں ہوئی تو اسے لقمہ دے سکتے ہیں کیونکہ اس مقدار سے کم میں سجدۂ سہو وغیرہ کچھ نہیں ہوتا، لہذا یہ لقمہ کا محل ہے کہ کہیں امام تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار نہ بیٹھ جائے اور اس پر سجدہ سہو نہ واجب ہو جائے، لہذا اسے اس سے بچانے کے لئے لقمہ دینے کی اجازت ہے۔ حبیب الفتاوی میں بھول کر تیسری رکعت میں بیٹھنے کے بارے میں سوال ہوا تو جواباً ارشاد فرمایا "اگر امام تین تسبیح کی مقدار بیٹھا رہا۔۔۔ تو قیام میں اتنی تاخیر کرنے سے سجدۂ سہو لازم و واجب ہوگا۔" (حبیب الفتاوی، ص 427، شبیر برادرز، لاہور)

اگر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھ چکا تو اب اس پر سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا، اب لقمہ نہیں دے سکتے کیونکہ جب سجدۂ سہو واجب ہو گیا تو اب لقمہ دینے کا محل نہ رہا کیونکہ اب سلام تک سجدۂ سہو سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا، ہاں اگر امام سلام پھیرنے لگے گا تو اسے لقمہ دینے کی اجازت ہے کہ اب امام نماز کو فاسد کر سکتا ہے۔

قعدۂ اخیرہ میں لقمہ کا بیان

سوال: امام بھول کر پانچویں رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہو گیا، اس کو کسی مقتدی نے لقمہ دیا وہ لقمہ لے کر واپس لوٹ آیا اور سجدہ سہو کر لیا تو کیا اس صورت میں امام اور مقتدیوں کی نماز ہو گئی؟ کیا اس صورت میں امام کو لقمہ دیا جا سکتا ہے، امام قعدہ اخیرہ پڑھ کر کھڑا ہو یا چھوڑ کر دونوں صورتوں کا حکم بیان فرما دیں۔

جواب: جی ہاں! امام اور مقتدیوں کی نماز ہو گئی کیونکہ صورت مسئولہ میں امام کو لقمہ دیا جا سکتا ہے چاہے وہ قعدہ اخیرہ پڑھ کر یا بغیر پڑھے کھڑا ہو۔ نور الایضاح میں ہے: "ولو زاد الامام سجدة او قام بعد القعود الاخير ساهياًلا يتبعه المؤتم وان قيدها سلم وحده وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهياًانتظره" اور اگر امام نے سجدہ زائد کیا یا قعدہ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا تو مقتدی اس کی اتباع نہیں کرے گا اور اگر اس نے رکعت کو سجدہ سے مقید کر دیا تو اکیلے سلام پھیر دے گا، اور اگر قعدہ اخیرہ سے پہلے بھول کر کھڑا ہو گیا تو مقتدی انتظار کرے۔ (نور الایضاح مع المراقی والطحطاوی، ص310، قدیمی کتب خانہ کراچی)

"وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهياًانتظره" کے تحت مراقی الفلاح میں ہے "سبح ليتنبه امامه" (امام قعدہ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو مقتدی انتظار کرے گا اور) امام کو تنبیہ کرنے کے لئے لقمہ دے۔

(المراقی مع الطحطاوی، ص310، قدیمی کتب خانہ کراچی)

"قام بعد القعود الاخير ساهياًلا يتبعه المؤتم" کے تحت طحطاوی میں ہے "المناسب ان يزيد هنا ما ذكره بعد من قوله وسبح ليتنبه امامه" مناسب یہ تھا کہ (قعدہ اخیرہ کرنے کے بعد بھول کر کھڑے ہونے والی صورت میں بھی) اپنا قول وسبح لیتنبه امامه ذکر کرتے جو بعد میں (قعدہ اخیرہ سے پہلے بھول کر کھڑے ہونے کی صورت میں) ذکر کیا ہے۔ (طحطاوی علی المراقی، ص310، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امداد الفتاح میں ہے "وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهياً انتظره وسبح لينبه امامه۔" ترجمہ: اور اگر امام قعدۂ اخیرہ کرنے سے پہلے بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی انتظار کرے اور اپنے امام کو تنبیہ کرے۔

(امداد الفتاح، ص350، صدیقی پبلشرز، کراچی)

اسی میں اس کی دلیل دیتے ہوئے ایک حدیث پاک بیان کی ہے: ((لِاَنَّه عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَامَ إِلَى الْخَامِسَةِ فَسُبِّحَ بِهِ فَعَادَ وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ)) ترجمہ: کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پانچویں کے لئے کھڑے ہوئے، لقمہ دیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، سلام پھیر کر سجدہ سہو فرمایا۔ (امداد الفتاح، ص519، صدیقی پبلشرز، کراچی)

یہی حدیث پاک "الاختیار" میں بھی انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار، باب سجود السہو، ج1، ص73، مطبعۃ الحلبی، القاہرہ)

تراویح میں لقمہ کے مسائل

سامع غیر مقتدی ہو تو اس کا لقمہ:

سوال: اگر رمضان میں سماعت کرنے والا حافظ کسی عذر کی وجہ سے نماز تراویح نہ پڑھ سکتا ہو، وہ پاس بیٹھ جائے اور امام جہاں بھولے اسے لقمہ دے، ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا اس سے نماز تراویح پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

جواب: اس طرح کرنا ہرگز جائز نہیں، اس حافظ کا لقمہ لینے سے امام کی نماز ٹوٹ جائے گی اور امام کی نماز ٹوٹنے کی وجہ سے سب مقتدیوں کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی کیونکہ امام اپنے مقتدی کے علاوہ کسی کا لقمہ نہیں لے سکتا۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کسی شخص کو پاس بیٹھا لینا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا نماز باطل کرے گا۔''

(فتاوی رضویہ، ج8، ص217، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سامع کا دیکھ کر لقمہ دینا:

سوال: سامع کا قرآن مجید وغیرہ سے دیکھ کر لقمہ دینا کیسا ہے؟

جواب: نماز کے اندر دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، جب سامع کی ٹوٹ گئی اور اس کا لقمہ امام نے لیا تو غیر مقتدی کا لقمہ لینے کی وجہ سے اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور اس کی وجہ سے سب کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: قرآن مجید سے دیکھ کر قراءت کرنے سے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(فتاوی ہندیہ، ج1، ص101، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

درمختار میں ہے: قرآن مجید سے دیکھ کر قراءت کرنا مطلقاً مفسداتِ نماز میں سے ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، جلد2، صفحہ463، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ایک دو کلمات چھوڑنے پر لقمہ دینا:

سوال: تراویح میں ایک دو کلمات چھوڑ کر امام آگے بڑھ گیا، اور ان کلمات سے نماز میں کسی طرح کی خرابی بھی واقع نہیں ہو رہی، تو اب پیچھے سے لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں بھی لقمہ دینا چاہئے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب تراویح میں ختمِ قرآنِ عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہئے جب کہ اما ا سے نہ نکلے یا وہ آگے رواں ہو جائے اگرچہ اس غلطی سے نماز

میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہوگا۔" (فتاوی رضویہ، ج7، ص286، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر تراویح پڑھنے کے دوران لقمہ نہ دے سکیں:

سوال: اگر نماز میں نہ بتا سکیں تو کیا کریں؟

جواب: سلام کے بعد بتادیں تا کہ امام دوسری تراویح میں اتنے الفاظ کریمہ کا اعادہ کرلے، مگر افضل یہی ہے کہ نماز میں ہی بتائے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نہ بتائے بعدِ سلام اطلاع کردے، امام دوسری تراویح میں اتنے الفاظ کریمہ کا صحیح طور پر اعادہ کرلے، مگر اولی ابھی بتانا ہے کہ حتی الامکان نظمِ قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو۔" (فتاوی رضویہ، ج7، ص282، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تراویح میں لقمہ دینا صرف سامع کا حق نہیں:

سوال: تراویح کے لئے جو سامع مقرر ہے کیا لقمہ دینا صرف اسی کا حق ہے؟

جواب: لقمہ دینا صرف مقرر شدہ سامع کا حق نہیں، ہر مقتدی کا حق ہے، لہذا ہر مقتدی لقمہ دے سکتا ہے بشرطیکہ لقمہ کی حاجت ہو اور لقمہ صحیح ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں، ارشادات حدیث وفقہ سب مطلق ہیں....... قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرعِ مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیوں کر سلب ہوسکتا ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 283-284، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حافظ کو تنگ کرنے کے لیے لقمہ دینا:

سوال: بعض حفاظ کی عادت ہوتی ہے کہ تراویح پڑھانے والے کو پریشان کرنے کے لئے اور اپنا حفظ جتانے کے لئے بار بار لقمہ دیتے ہیں، حالانکہ بعض اوقات انہیں بھی غلطی کنفرم نہیں ہوتی اور وہ سامع بھی نہیں ہوتے، تو ان کا پریشان کرنے کے لئے اور صرف شبہہ کی وجہ سے لقمہ دینا کیسا ہے؟

جواب: اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں "یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہوجائے گا:

(1) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے...... ہاں اگر غلطی کرکے رواں ہوجائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسدِ معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے، اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا

افساد ہے اور دفعِ فساد لازم اور اگر مفسدِ معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو...... بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ اُلجھ جاتے اور کچھ حروف اس گھبراہٹ میں ان سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ ان کا بولنا باعثِ فسادِ نماز ہوگا۔

(2) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا)) ترجمہ: لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ، آسانی پیدا کرو تنگی پیدا نہ کرو۔

(صحیح بخاری، ج 1، ص 16، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بے شک (ایسا کرنا) آج کل بہت حفاظ کا شیوہ ہے، یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقۃً یہود کے اس فعل میں داخل ہے ﴿لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ﴾ ترجمہ: اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو۔

(3) اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہہ پر روکنا ریاء ہے اور ریاء حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

(4) جبکہ غلطی مفسدِ نماز نہ ہو تو محض ذرا ذرا شبہہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعدِ سلام تحقیق کرلی جائے، اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیلِ ختم کے لئے حافظ اتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کرلے گا۔ حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح (لقمہ دینا) حقیقۃً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسدِ نماز، مگر بضرورت اجازت ہوئی، جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو مبیح میں شک واقع ہوا اور محرم موجود ہے لہذا حرام ہوا۔ جب اسے شبہہ ہے تو ممکن ہے کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے (یعنی لقمہ لے) گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہوسکتا۔

(5) غلطی کا مفسدِ معنی ہونا (کہ) بنائے افسادِ نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل (آسان) جان لیا جائے، ہندوستان میں جو علماء گنے جاتے ہیں ان میں چند ہی ایسے ہوسکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہوجائیں، ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقۃً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاوی کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ان امور سے حکمِ مسئلہ واضح ہوگیا، صورتِ فساد میں یقیناً بتایا جائے گا ورنہ تشویشِ قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جو ریاء و تشویش چاہیں ان کو روکا جائے، نہ مانیں تو ان کو مسجد نہ آنے دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب۔" (فتاوی رضویہ، ج 7، ص 286-287، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تراویح میں غلط لقمہ دیا تو نماز کا کیا حکم ہے:

سوال: تراویح میں سامع یا کسی اور نے غلط لقمہ دیا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں:

(1) اگر قصداً (جان بوجھ کر) غلط لقمہ دیا تو لقمہ دینے والے کی نماز ٹوٹ جائے گی اور امام نے لیا تو امام اور سارے مقتدیوں کی ٹوٹ جائے گی۔

(2) اگر سہواً (بھول کر) غلط لقمہ دیا تو حرج کی وجہ سے تراویح کے اندر معافی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "بتانا تعلیم وکلام تھا اور بضرورتِ اصلاحِ نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت، تو (حکم) اصل پر رہنا چاہیے، تو عمرو نے اگر قصداً مغالطہ دیا جب تو یقیناً اس کی نماز جاتی رہی اور اگر اس کے مغالطے کو لے گا عام ازیں امام نے غلط پڑھا ہو یا صحیح، تو ایک شخص خارج از نماز کا امتثال یا اس سے تعلم ہوگا اور یہ خود مفسدِ نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی۔۔۔ اور اگر سہواً بتایا تو بظاہر حکم کتاب وقضیۂ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں تیسیر (آسانی) فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اسے لے لیتا یا اس کے امتثال (پیروی) کے لئے پھر عود کرتا (لوٹتا) ہے تو اگر ہر بار بحالِ سہو فسادِ نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والحرج مدفوع بالنص (دین میں تنگی کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے) بہر حال یہ حکم قابلِ غور ومحتاجِ تحریر تام ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج7، ص285، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مقتدی نے ایک رکعت سمجھ کر لقمہ دیا:

سوال: امام دو رکعت پوری کر کے قعدے میں بیٹھا، مقتدی نے سمجھا کہ ابھی ایک رکعت ہوئی ہے، اس نے لقمہ دے دیا، اس لقمہ دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب امام دو رکعت صحیح بیٹھا تھا تو لقمہ دینے والوں نے بلاضرورت لقمہ دیا لہٰذا ان کی نماز فاسد ہوگئی۔

(وقار الفتاوی، ج2، ص236، بزم وقار الدین، کراچی)

نماز عید میں لقمہ دینے کا مسئلہ

سوال: نماز عید کی دوسری رکعت میں امام تکبیر زوائد بھول کر رکوع میں چلا گیا، ایک مقتدی نے لقمہ دیا، تو امام نے لوٹ کر تکبیر زوائد کہیں۔ نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورتِ مذکورہ میں مقتدی کو لقمہ دینے کی اجازت نہیں تھی کیونکہ امام کے لئے حکم ہے کہ اگر زوائد بھول کر رکوع میں چلا جائے تو نہ لوٹے، لہذا مقتدی کے غلط لقمہ دینے کی وجہ سے اس کی نماز ٹوٹ گئی اور امام اس کے بتانے سے لوٹا تو امام کی نماز فاسد ہوگئی اور اس سبب سے تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگئی۔ بہار شریعت میں ہے: امام تکبیر کہنا بھول گیا، رکوع میں چلا گیا تو قیام کی طرف نہ لوٹے۔ (بہار شریعت، حصہ 4، ص783، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے:

امام کے لئے حکم ہے کہ اگر زوائد بھول کر رکوع میں چلا جائے تو نہ لوٹے...... لہذا مقتدی غلط لقمہ دینے کے سبب نماز سے خارج ہوگیا...... امام اس کے بتانے سے لوٹا تو امام کی نماز گئی اور اس کے سبب تمام مقتدیوں کی بھی نماز چلی گئی۔

(فتاوی فقیہ ملت، ج1، ص254، شبیر برادرز، لاہور)

باب نمبر 268

مَا جَاءَ فِی کَرَاهِيَةِ التَّثَاؤُبِ فِی الصَّلَاةِ

(نماز میں جماہی لینا مکروہ ہے)

370۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ:أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :التَّثَاؤُبُ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ،وَجَدِّ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ،قَالَ ابو عيسىٰ : حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ التَّثَاؤُبَ فِي الصَّلَاةِ "، قَالَ إِبْرَاهِيمُ :إِنِّي لَأَرُدُّ التَّثَاؤُبَ بِالتَّنَحْنُحِ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز میں جماہی لینا شیطان کی طرف سے ہے تو جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو وہ اپنی استطاعت کے مطابق اسے روکے۔اور اس باب میں حضرت ابو سعید خدری اور عدی بن ثابت کے داد سے بھی روایات مروی ہیں۔امام ابو عیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور تحقیق اہلِ علم کی ایک قوم نے نماز میں جماہی لینے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ابراہیم کہتے ہیں: میں جماہی کو کھنکارنے کے ذریعے دور کرتا ہوں۔

تخریج حدیث370: (صحیح بخاری،کتاب بدء الخلق،باب صفۃ ابلیس وجنودہ،حدیث3289،ج4،ص125 ،دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم،کتاب الزھد والرقائق،باب تشمیت العاطس،حدیث2994،ج4،ص2293،دار احیاء التراث العربی،بیروت ☆ سنن ابی داؤد،کتاب الادب،باب ماجاء فی التثاؤب،حدیث5028،ج4،ص306،المکتبۃ العصریہ،بیروت)

شرح حدیث

جماہی کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((جب تم میں کسی کو نماز میں جماہی آئے)) یعنی سستی، پیٹ کے بھرے ہونے یا نیند کے غلبہ کے سبب منہ کھلے اور یہ تمام کی تمام باتیں ناپسندیدہ ہیں کیونکہ یہ طاعت اور طاعت میں حضوری سے سستی کا سبب ہیں۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ الخ، ج2، ص783، دار الفکر، بیروت)

جماہی کی نسبت شیطان کی طرف کرنے کی وجوہات:

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

"علامہ ابن بطال کہتے ہیں: جماہی کی نسبت شیطان کی جانب کرنا اُس کی رضا مندی اور ارادہ کی جانب اضافت کرنے معنی میں ہے یعنی شیطان انسان کو ست دیکھنا پسند کرتا ہے کیونکہ یہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ جس میں اس کی صورت متغیر ہوجاتی ہے تو وہ اس بات سے ہنستا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ جماہی شیطان لیتا ہے۔ علامہ ابن العربی کہتے ہیں: شریعت نے ہر فعل مکروہ کی نسبت شیطان کی جانب کی ہے کیونکہ وہ اس کا واسطہ ہے اور ہر اچھے فعل کی نسبت فرشتہ کی جانب کی ہے کیونکہ وہ اس کا واسطہ ہے۔ فرمایا: اور جماہی پیٹ کے بھرے ہونے کی بنا پر ہے اور اس سے سستی پیدا ہوتی ہے اور یہ شیطان کے واسطہ سے ہے اور چھینک غذا کی کمی کی بنا پر ہے اور اس سے چستی پیدا ہوتی ہے اور یہ فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا ہے۔"

(فتح الباری لابن حجر، قولہ باب اذا تثاءب، ج10، ص612، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"((جماہی شیطان کی جانب سے ہے)) یعنی اس کی جانب سے سستی اور اس کے اس بات کا سبب بننے کی وجہ سے اور کہا گیا کہ شیطان کی جانب اس بات کی اضافت کی گئی ہے کیونکہ وہ اس بات سے راضی ہوتا ہے اور بخاری میں ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إنَّ الله تعالى يحب العطاس ويكره التثاوب)) (بے شک اللہ عزوجل چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے) علما فرماتے ہیں: کیونکہ چھینک چستی اور بدن کے ہلکا ہونے پر دلالت کرتی ہے اور جماہی اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ اکثر طور پر بدن کے بھاری ہونے اور پیٹ کے بھرے ہونے اور اس کے ست

ہونے اور سستی کی جانب میلان کی بنا پر ہوتی ہے اور اس کی اضافت شیطان کی جانب ہے کیونکہ شیطان ہی شہوات کی طرف بلاتا ہے اور مراد یہ ہے کہ اس سبب سے بھی ڈرایا جائے جس سے یہ بات پیدا ہوتی ہے اور وہ کھانوں میں وسعت ہونا اور کھانے کی کثرت کرنا ہے۔" (شرح النووی علی مسلم، باب تشمیت العاطس وکراہۃ التثاؤب، ج18، ص122، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"عراقی کہتے ہیں: اور تحقیق روایت میں شیطان کے نمازیوں کے جماہی لینے کا سبب بننے کی صفت موجود ہے۔ تحقیق ابن ابی شیبہ مصنف میں سندِ صحیح کے ساتھ تابعین میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی، فرماتے ہیں: ''مجھے اس بات کی خبر دی گئی کہ شیطان کے پاس ایک شیشے کا برتن ہے جسے وہ نماز میں لوگوں کو سونگھاتا ہے تاکہ وہ جماہی لیں۔'' اور ایک روایت میں ہے فرمایا: ''شیطان کے پاس ایک شیشہ کا برتن ہے جس میں سے بو آتی ہے تو جب وہ نماز کی جانب کھڑے ہوتے ہیں تو وہ ان کو سونگھاتا ہے تو اسی بنا پر لوگوں کو ناک صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' اور اسی طرح حضرت یزید بن عاصم سے مروی ہے، فرمایا: ''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی نماز میں جماہی نہیں لی۔''"

(قوت المغتذی علی جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص180، جامعہ ام القری مکۃ المکرمہ)

جماہی روکنے میں حکمتیں:

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"جماہی روکنے کی اصل یہ ہے کہ جو نفس میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اسے روکا جائے کیونکہ جماہی عادت سے زیادہ منہ کے کھلنے کو لازم ہے اور کبھی کبھی اس کے ساتھ ایک عجیب سی آواز بھی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ جماہی لینے والے کا ''ہاہ، ہاہ'' کی آواز نکالنا۔" (کشف المشکل، کشف المشکل من مسند ابی سعید بن مالک، ج3، ص171، دار الوطن، ریاض)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"علما فرماتے ہیں: جماہی کو روکنے اور اسے رد کرنے اور منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے تاکہ شیطان جماہی والے کی صورت کے بگاڑنے اور اس کے منہ میں داخل ہونے اور اس سے ہنس کر اپنی مراد تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔"

(کشف المشکل، کشف المشکل من مسند ابی سعید بن مالک، ج3، ص123، دار الوطن، ریاض)

جماہی کے وقت شیطان کے منہ میں داخل ہونے کا ذکر حدیث پاک میں بھی موجود ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا

اسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ)) ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے تو وہ اپنی استطاعت کے مطابق اسے روکے کہ بے شک شیطان (منہ میں) داخل ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، باب تشمیت العاطس وکراہۃ التثاؤب الخ، ج4، ص2293، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس وقت شیطان کے ہنسنے کا ذکر بھی حدیث پاک میں موجود ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللَّهَ كَانَ حَقًّا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ: فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ)) ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے تو جب تم میں کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ عزوجل کی حمد بجالائے تو اسے سننے والے ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ یوں کہے "يَرْحَمُكَ اللَّهُ" بہر حال جماہی تو وہ شیطان کی جانب سے ہے تو جب تم میں کسی کو جماہی آئے تو وہ اپنی استطاعت کے مطابق اسے رد کرے پس بے شک جب تم میں کسی کو جماہی آتی ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔

(صحیح بخاری، باب اذا تثاءب فلیضع یدہ علی فیہ، ج8، ص50، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

شیطان کے منہ میں داخل ہونے سے کیا مراد ہے:

"مسلم کی روایت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "پس شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے" اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے حقیقۃً داخل ہونا مراد ہو اور وہ شیطان اگرچہ انسان میں خون کی جگہ پر دوڑتا ہے لیکن جب تک وہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتا رہتا ہے تو شیطان اس پر قدرت نہیں پاتا اور جماہی لینے والا اس حالت میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والا نہیں ہوتا تو شیطان حقیقۃً اس کے منہ میں داخل ہونے پر قدرت پالیتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ دخول کا ذکر فرما کر اس شخص پر قدرت پالینا مراد لیا ہو کیونکہ کسی شے میں داخل ہونے والے کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اس پر قدرت پالیتا ہے۔"

(فتح الباری لابن حجر، قولہ باب اذا تثاءب، ج10، ص612، دار المعرفہ، بیروت)

جماہی روکنے سے کیا مراد ہے:

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

"((پس اس کو حتی الامکان رد کرے)) یعنی جماہی کو رد کرنے کے اسباب کو اختیار کرے اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اس کے دفع کرنے کا مالک ہوتا ہے کیونکہ جو واقع ہو چکا وہ حقیقۃً رد نہیں ہو سکتا اور ایک قول یہ ہے کہ حدیث کے ان الفاظ "جب تم

میں کسی کو جمائی آئے'' کا معنی یہ ہے کہ ''جب تم میں کوئی جمائی کا ارادہ کرے۔"

(فتح الباری لابن حجر، قولہ باب اذا تثاءب، ج10، ص612، دار المعرفۃ، بیروت)

جمائی مطلقاً مکروہ ہے یا صرف نماز میں:

علامہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"((نماز میں جمائی شیطان کی جانب سے ہے)) عراقی کہتے ہیں: اس روایت میں اسے نماز سے مقید کیا گیا ہے اور صحیحین میں اسے مطلق رکھا گیا ہے، اس میں یہ احتمال ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ شیطان نماز کے حوالے سے نمازی کو تشویش میں ڈالنے اور اسے نماز سے غافل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ یہ کہا جائے کہ مطلق کو مقید پر محمول امر میں کیا جاتا ہے نہ کہ نہی میں، انتہی۔ اور شے کا ذکر اس کی مذمت اور اس سے نفرت دلانے کی جگہ میں نہی پر محمول کیا جائے گا، اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ نماز کے علاوہ بھی جمائی لینا مکروہ ہے کیونکہ وہ شیطان کی جانب سے ہے۔ علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اور اسی طرح جمائی کو ہر حال میں روکے، اور نماز کو خاص کیا کیونکہ یہ تمام احوال میں سب سے اولی ہے۔"

(قوت المغتذی علی جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص179، جامعہ ام القری، مکۃ المکرمہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"جمائی کا حکم مطلق ہے اور تحقیق مسلم کی روایت میں حضرت ابو سعید کی حدیث میں یہ حالتِ نماز کے ساتھ مقید ہے، کہ فرمایا: "جب تم میں کسی کو نماز میں جمائی آئے تو وہ حتی الامکان اسے روکے پس بے شک شیطان (اس کے منہ) داخل ہو جاتا ہے۔" میں کہتا ہوں کہ ہمارے شیخ زین الدین کہتے ہیں: مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا اور نمازی کو اس کی نماز کے حوالے سے تشویش میں مبتلا کرنے میں شیطان کی قوی غرض ہوتی ہے۔ اور کہا گیا کہ مطلق کو مقید پر محمول امر میں کیا جاتا ہے نہ کہ نہی میں۔ اور علامہ ابن العربی کہتے ہیں: ہر حال میں جمائی کو روکنا چاہیے اور نماز کو اس وجہ سے خاص کیا ہے کیونکہ جمائی کو دفع کرنے کے حوالے سے یہ احوال میں سب سے اولی حالت ہے (اس کو روکنے کا حکم اس بنا پر ہے) کیونکہ جمائی میں معتدل ہیئت سے خروج اور خلقت کا ٹیڑھا ہونا پایا جاتا ہے۔"

(عمدۃ القاری، باب اذا تثاءب فلیضع یدہ علی فیہ، ج22، ص228، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"اور یہ بات اس کے نماز میں اور نماز سے باہر (دونوں حالتوں میں) مکروہ ہونے کو لازم کرتی ہے اور اسی بنا پر علامہ

نووی وغیرہ نے فرمایا: نماز اور خارج نماز اذکار میں جماہی لینا مکروہ ہے، اھ۔ اور حدیث اور علما کے قول سے ظاہر ہے کہ بے شک جماہی شیطان کی جانب سے نماز اور غیر نماز میں تلاوت، ذکر اور دعا میں عبادت کی حالت میں ہوتی ہے نہ کہ مطلق تمام حالات میں، و اللہ تعالیٰ اعلم" (مرقاۃ المفاتیح، باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاۃ الخ، ج2، ص787، دار الفکر، بیروت)

جماہی کے حکم کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

نماز میں بالقصد جماہی لینا مکروہ تحریمی ہے اور خود آئے تو حرج نہیں، مگر روکنا مستحب ہے اور اگر روکے سے نہ رُکے تو ہونٹ کو دانتوں سے دبائے اور اس پر بھی نہ رُکے تو داہنا یا بایاں ہاتھ منہ پر رکھ دے یا آستین سے منہ چھپا لے، قیام میں دہنے ہاتھ سے ڈھانکے اور دوسرے موقع پر بائیں سے۔ (مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، فصل فی مکروہات الصلاۃ، ص130، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

فائدہ: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس سے محفوظ ہیں، اس لیے کہ اس میں شیطانی مداخلت ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 3، ص627، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "جماہی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں کسی کو جماہی آئے تو جہاں تک ممکن ہو روکے۔ "اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں روایت کیا۔

(صحیح بخاری، باب اذا تثاءب فلیضع یدہ علی فیہ، ج8، ص50، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

بلکہ بعض روایتوں میں ہے، کہ "شیطان منہ میں گھس جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، باب تشمیت العاطس وکراہۃ التثاؤب الخ، ج4، ص2293، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بعض میں ہے،" شیطان دیکھ کر ہنستا ہے۔" (صحیح بخاری، باب اذا تثاءب فلیضع یدہ علی فیہ، ج8، ص50، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

علماء فرماتے ہیں: کہ "جو جماہی میں مونھ کھول دیتا ہے، شیطان اس کے مونھ میں تھوک دیتا ہے اور وہ جو قاہ قاہ کی آواز آتی ہے، وہ شیطان کا قہقہہ ہے کہ اس کا منہ بگڑا دیکھ کر ٹھٹھا لگاتا ہے اور وہ جو رطوبت نکلتی ہے، وہ شیطان کا تھوک ہے۔" اس کے روکنے کی بہتر ترکیب یہ ہے کہ جب آتی معلوم ہو تو دل میں خیال کرے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس سے محفوظ ہیں، فوراً رُک جائے گی۔ (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، آداب الصلاۃ، ج2، ص498)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"جب نماز میں کسی کو جماہی آئے تو حتی الامکان روکنا مستحب ہے تو اگر قادر نہ ہو تو مستحب ہے کہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ "جب تم میں سے کسی کو نماز میں جماہی آئے تو وہ حتی الامکان اسے روکے پس بے شک شیطان (اس کے منہ میں) داخل ہو جاتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے جب تم میں کسی کو جماہی آئے تو وہ اپنے منہ پر اپنا ہاتھ رکھے کیونکہ شیطان (منہ میں) داخل ہو جاتا ہے۔ سعید نے اسے اپنی سنن میں روایت کیا۔ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔"

(المغنی لابن قدامہ، عد الآی فی الصلاۃ، ج2، ص10، مکتبۃ القاہرۃ)

شوافع کا مؤقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے اصحاب کہتے ہیں: پس نماز میں جماہی لینا مکروہ ہے اور اسی طرح نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہے پس اگر اسے جماہی آئے تو وہ اسے حتی الامکان رد کرے اور اپنا ہاتھ منہ پر رکھنا مستحب ہے خواہ جماہی نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ ہو۔"

(المجموع شرح المہذب، مسائل تتعلق بالکلام فی الصلاۃ، ج4، ص100، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی مالکی (متوفی 684ھ) فرماتے ہیں:

"علامہ ابن القاسم نے "کتاب" میں کہا: میں نے امام مالک کو دیکھا جب انہیں جماہی آتی تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیتے اور نماز کے علاوہ تھوتھو کرتے تھے اور میں نہیں جانتا کہ نماز میں وہ کیا کرتے تھے؟ اس حدیث کی بنا پر جو ابو داؤد شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ اللّٰہَ یحب العطاس وَیکرہُ التثاؤب فَإِذا تَثَاءَبَ أَحَدُکُمْ فَلْیَرُدَّہُ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا یَقُلْ ھَا ھَا فَإِنَّمَا ذٰلِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ یَضْحَکُ مِنْہُ)) (بے شک اللہ عزوجل چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے تو جب تم میں کسی کو جماہی آئے تو وہ اسے حتی الامکان دور کرے اور "ہاہا" نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان اس سے ہنستا ہے۔) اور ایک روایت میں ہے کہ "اپنے منہ کو (کھلنے سے) روکے کیونکہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔" صاحب طراز کہتے ہیں: تھوکنا جماہی کے احکامات سے نہیں ہے بلکہ کبھی انسان کے منہ میں تھوک اکٹھا ہو جاتا ہے تو وہ اسے تھوک دیتا ہے اور اگر وہ اسے نگل لے تو یہ بھی جائز ہے اور اسے چاہیے کہ روزہ دار ہونے کی حالت میں تھوک دے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ "واضحہ" فرماتے ہیں: نماز میں اپنے ہاتھ سے منہ بند کرے حتی کہ اس کی جماہی منقطع ہو جائے۔ فرمایا

:پس اگر وہ جماعی کی حالت میں قراءت کرے تو اگر تو اس کا کہا سمجھ میں آئے تو مکروہ ہے اور اسے کفایت کرے گا اور اگر سمجھ نہ آئے تو اپنے پڑھے کا اعادہ کرے تو اگر اس نے اعادہ نہ کیا تو اگر وہ فاتحہ میں ہے تو اسے کفایت نہ کرے گا وگرنہ کرے گا۔

(الذخیرۃ البرہانی، فصل الرعاف، ج2، ص147، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 269

مَا جَاءَ أَنَّ صَلَاةَ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ

(بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت آدھا ثواب ہے)

371۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ؟ فَقَالَ: مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّاهَا قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّاهَا نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأَنَسٍ، وَالسَّائِبِ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

372۔ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ بِهَذَا الإِسْنَادِ، إِلَّا أَنَّهُ يَقُولُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الْمَرِيضِ؟ فَقَالَ: صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ. حَدَّثَنَا بِذَلِكَ هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ ابو عيسى: لَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ

حدیث: حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت نصف اجر ہے اور جس نے سوتے ہوئے (لیٹ کر) نماز پڑھی تو اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت نصف اجر ہے۔ اور اس باب میں حضرت عبداللہ عمرو، حضرت انس اور حضرت سائب رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔ امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث: ابراہیم بن طہمان اسی سند سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مریض کی نماز کے متعلق دریافت کیا؟ تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس اگر تم استطاعت نہ رکھو تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر استطاعت نہ ہو تو پہلو پر نماز پڑھو۔ اور ہناد نے بھی بواسطہ وکیع اور ابراہیم بن طہمان، حسین المعلم سے اسی حدیث کو روایت کیا۔ امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: ہمیں ایسا کوئی راوی معلوم نہیں کہ جس نے ابراہیم بن

نَحْوَ رِوَايَةِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ .وَقَدْ رَوَى أَبُو أُسَامَةَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ نَحْوَ رِوَايَةِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، .وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ

طہمان کی طرح حسین معلم سے روایت کیا ہو۔اور تحقیق ابو اسامہ اور کئی محدثین نے حسین معلم سے عیسی بن یونس کی روایت کی طرح روایت کیا اور بعض اہلِ علم کے ہاں اس کا معنی نفل نماز سے متعلق ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ:حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ :إِنْ شَاءَ الرَّجُلُ صَلَّى صَلَاةَ التَّطَوُّعِ قَائِمًا، وَجَالِسًا، وَمُضْطَجِعًا، " وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي صَلَاةِ الْمَرِيضِ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ جَالِسًا، فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ :إِنَّهُ يُصَلِّي عَلَى جَنْبِهِ الأَيْمَنِ، وقَالَ بَعْضُهُمْ :يُصَلِّي مُسْتَلْقِيًا عَلَى قَفَاهُ وَرِجْلَاهُ إِلَى الْقِبْلَةِ "وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ :فِي هَذَا الْحَدِيثِ :مَنْ صَلَّى جَالِسًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ قَالَ :هَذَا لِلصَّحِيحِ وَلِمَنْ لَيْسَ لَهُ عُذْرٌ، فَأَمَّا مَنْ كَانَ لَهُ عُذْرٌ مِنْ مَرَضٍ أَوْ غَيْرِهِ فَصَلَّى جَالِسًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ الْقَائِمِ ، قَالَ ابو عيسى:وَقَدْ رُوِيَ فِي بَعْضِ هَذَا الْحَدِيثِ مِثْلُ قَوْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ "

حدیث :حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،

فرمایا:اگر آدمی چاہے تو نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور چاہے تو بیٹھ کر اور پہلو کے بل لیٹ کر پڑھے۔ اور مریض اگر بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکے تو اس کی نماز کے بارے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے تو بعض اہلِ علم نے کہا کہ وہ اپنے دائیں پہلو پر نماز پڑھے اور بعض نے کہا کہ وہ چت لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کے دونوں قدم قبلہ کی طرف ہوں۔اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اس حدیث پاک میں جو یہ ارشاد فرمایا"جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کے لئے کھڑے ہونے والے کی بہ نسبت نصف اجر ہے۔"تو اس کے بارے میں سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تندرست اور اس کے لئے ہے جسے کوئی عذر نہیں ہے بہر حال جسے کوئی عذر ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی طرح اجر ہے۔امام ابو عیسی ترمذی فرماتے ہیں :اور تحقیق امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے قول کی مثل اس حدیث کی بعض مرویات میں موجود ہے۔

تخریج حدیث 371:(صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب صلوۃ القاعد، حدیث 1115، ج، ص 47، دارطوق النجاۃ ☆سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ القاعد، حدیث 951، ج 1، ص 250، المکتبۃ العصریہ، بیروت☆سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النھار، باب فضل صلوۃ القاعد علی صلوۃ النائم، حدیث 1660، ج 3، ص 223، مکتب المطبوعات

الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب صلوۃ القاعد علی النصف، حدیث 1231، ج1، ص388، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 372: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب اذا لم یطق قاعدا، حدیث 1117، ج2، ص48، دار طوق النجاۃ ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ القاعد، حدیث 952، ج1، ص250، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی صلوۃ المریض، حدیث 1223، ج1، ص386، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"اور اس بات پر علما متفق ہیں کہ جو قیام کی طاقت نہ رکھتا ہو فرض نماز بیٹھ کر پڑھے..... بہر حال حدیث عمران تو وہ نفل نماز کے بارے میں وارد ہے کیونکہ فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے والا دو حال سے خالی نہیں ہے کہ قیام کی طاقت رکھتا ہے یا اس سے عاجز ہے پس اگر وہ طاقت رکھتا ہے اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اسے تمام علما کے ہاں اس کی نماز اسے کفایت نہیں کرے گی اور اس پر اس کا اعادہ کرنا لازم ہے تو نمازی کے ثواب کا نصف اس کے لئے کیونکر ہوگا، پس اگر وہ قیام سے عاجز ہو تو اس سے قیام کا فرض ساقط ہو جائے گا اور اس پر بیٹھ کر نماز پڑھنا فرض ہوگا پس اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کھڑے ہو کر پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہوگا۔

بہر حال نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان (جو اشارہ سے نماز پڑھے تو اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا نصف اجر ہوگا) تو اس حدیث پاک کا (ظاہری) معنی علما کے ہاں صحیح نہیں ہے کیونکہ اس بات پر علما کا اجماع ہے کہ قیام پر قادر شخص نفل نماز اشارے سے نہیں پڑھے گا ہاں اس حدیث کے نقل کرنے والے پر وہم ہو گیا تو اس نے نفل کے لفظ میں فرض کا معنی داخل کر دیا۔ کیا تو راوی کا یہ قول نہیں دیکھتا کہ (عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بواسیر کے مرض میں مبتلا تھے) اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فرض کی ادائیگی سے زیادہ پر قادر نہ تھے اور فرض نماز کا بیان ہے اور اس بات میں علما کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو کسی شے پر قادر نہیں ہے اسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ تیرے لئے قادر شخص کے مقابلے میں نصف اجر ہے۔ بلکہ جو آثار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں (ان سے یہ ثابت ہوتا ہے) کہ جسے اللہ عزوجل کسی مرض وغیرہ کے ذریعے عمل سے روک لے تو اس کے لئے اس کے عمل کا اجر لکھا جائے گا اور یہی صحیح ہے۔" (شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب صلاۃ القاعد، ج3، ص102، مکتبۃ الرشد، ریاض)

"اور تحقیق امام نسائی نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالے سے غلطی کی اور اس کا ترجمۃ الباب "باب صلاۃ النائم" رکھا پس انہوں نے گمان کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "جس نے اشارہ سے نماز پڑھی" وہ وہی ہے جس نے سوتے ہوئے نماز پڑھی۔ اور اس میں غلطی ظاہر ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ بے شک نمازی پر جب نیند کا غلبہ ہو تو اسے نماز توڑنے کی اجازت ہے پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ہو سکتا ہے کہ وہ استغفار کرنا چاہے لیکن اپنے آپ کو گالیاں دیتا ہو" تو کیونکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نماز کے توڑنے کا حکم دیں حالانکہ وہ اس

[illegible] نماز کا نصف اجر ہو۔ اور نماز کے تین احوال ہیں ان میں پہلا [illegible] میں عاجز آ جائے تو اشارہ ہے اور نیند نماز کے احوال سے نہیں ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب صلاۃ القاعد، ج3، ص103، مکتبۃ الرشد، ریاض)

"((حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: مجھے بواسیر تھی تو میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو کر پڑھو تو اگر کھڑے ہو کر پڑھنے کی استطاعت نہ رکھو تو بیٹھ کر تو اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھو تو کروٹ پر پڑھو)) یہ حدیث پاک فرض نماز کے بارے میں ہے اور علما اس بات پر متفق ہیں کہ وہ جس طرح نماز پڑھنے پر قادر ہو اس طرح نماز پڑھے حتی کہ معاملہ پیٹھ کے بل یا کروٹ پر لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھنے تک پہنچتا ہے جیسے اس کے لئے آسانی ہو۔ تو اگر وہ کروٹ پر لیٹ کر نماز ادا کرے تو اس کا چہرہ میت کو دفن کرنے کے طرز پر قبلہ کی جانب ہو اور اگر وہ پیٹھ کے بل لیٹ کر نماز پڑھے تو اس کے دونوں پاؤں قبلہ کی جانب ہوں اور سر سے اشارہ کرے۔

اور ابراہیم بن طہمان نے اس حدیث کے بیان میں اس بات کو ذکر نہیں فرمایا کہ "اس کے لئے کھڑے ہونے والے کے ثواب کا نصف ہے" تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ فرض نماز ہے اور اس بات پر بھی کہ قیام کا فرض عدمِ استطاعت کی صورت میں ہی ساقط ہوتا ہے پھر اسی طرح بیٹھنے کا معاملہ ہے تو اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو تو اس کا فرض کروٹ پر لیٹ کر اشارہ کرنے یا جس طرح بھی آسانی ہو اس طرح نماز پڑھنے کی جانب منتقل ہو جاتا ہے حتی کہ قدرت نہ ہونے کی صورت یہ بھی ساقط ہو جاتا ہے پس بے ہوشی کی حالت میں اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوتا اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پاک کو اصولوں سے مضبوطی حاصل ہوتی ہے اور فقہا اس کے معنی میں اختلاف نہیں رکھتے اور یہ حدیث روح بن عبادہ اور عبدالوارث کی حسین سے روایت کردہ حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔" (شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب صلاۃ القاعد، ج3، ص103،104، مکتبۃ الرشد، ریاض)

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں، اسی طرح اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔

(حنابلہ: المغنی لابن قدامہ، ج1، ص776 ☆ احناف: بدائع الصنائع، ج1، ص297 ☆ شوافع: نہایۃ المحتاج، ج1، ص451 ☆ مالکیہ: الشرح الصغیر، ج1، ص358)

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلّٰی قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلّٰی قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ)) ترجمہ: جس نے کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی تو یہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر پڑھی تو اس کے لیے کھڑے شخص کی بنسبت

نصف اجر ہے۔ (صحیح بخاری، باب صلاۃ القاعد بالایماء، ج2، ص47، دار طوق النجاۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

((انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتَّى كَانَ كَثِيرٌ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ نہ فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کثیر نماز بیٹھ کر ہوتی۔

(صحیح مسلم، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، ج1، ص506، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

اصل یہ ہے کہ فرض نماز بغیر کسی چیز سے ٹیک لگائے کھڑے ہو کر ادا کی جائے، اگر اس سے عاجز آجائے مرض کی وجہ سے، تو کھڑے ہو کر ٹیک لگا کر ادا کرلے، اگر اس سے عاجز آجائے تو بیٹھ کر ادا کرے بغیر ٹیک لگائے اور اگر اس سے عاجز آجائے تو بیٹھ کر ٹیک لگا کر ادا کرے، اگر اس سے عاجز آجائے تو دائیں جانب کروٹ کے بل اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کرتے ہوئے، پھر چت لیٹ کر اپنی پاؤں قبلہ کی طرف کرتے ہوئے، پھر بائیں جانب کروٹ کے بل، اور لیٹ کر ادا کرنے کی صورت میں رکوع وسجود کے لیے اشارہ کرے گا، ان مسائل میں فقہا کا اختلاف نہیں۔

اور اگر اس پر بھی قادر نہیں اور اس کی عقل سلامت ہے تو اس صورت میں مالکیہ، شوافع اور جمہور حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ دل سے نیت کرے گا اور آنکھ سے اشارہ کرے گا۔

اور احناف کا مؤقف، مالکیہ کا ایک قول اور حنابلہ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر سر سے اشارہ کرنے سے عاجز آگیا تو اس سے نماز ساقط ہو جائے گی کیونکہ صرف عقل توجہِ خطاب کے لیے کافی نہیں۔

مگر احناف کے نزدیک اس صورت میں نماز ساقط تب ہو گی جب یہ کیفیت ایک دن رات کی نمازوں سے زیادہ ہو جائے، اور اگر ایک دن رات کی نمازیں یا اس سے کم ہوں تو ساقط نہیں ہوں گی بلکہ اگر تندرست ہو گیا تو قضا کرنی ہوں گی، اور اگر اسی حالت میں مر گیا تو قضا لازم نہیں ہو گی یعنی اس کی وصیت اس پر لازم نہیں ہو گی۔

(احناف: ردالمحتار، ج2، ص508,510,511 ☆ فتاوی خانیہ علی ہامش الفتاوی الہندیہ، ج1، ص172 ☆ مالکیہ: القوانین الفقہیہ، ص63,64 ☆ شوافع: الوجیز، ج1، ص42 ☆ اسنی المطالب، ج1، ص148 ☆ حنابلہ: المغنی ج2، ص149 ☆ الانصاف، ج2، ص308,309 ☆ مطالب اولی النہی، ج1، ص706)

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع اور قیام کی حد

بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہوں تو رکوع کی ادنی مقدار یہ ہے کہ سر جھکائے اور پیٹھ کو تھوڑا خم دے اور پورا رکوع یہ ہے کہ

پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اور قیام میں ادنی مقدار یہ ہے کہ کم از کم سر جھکا ہوا اور پیٹھ خم نہ ہو اور پورا قیام یہ ہے کہ بالکل سیدھا ہو۔ خاتم المحققین علامہ امین المعروف بابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فی حاشیة الفتال عن البرجندی ولو كان يصلى قاعداً ينبغى ان يحاذى جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع،قلت:ولعله محمول على تمام الركوع والا فقد علمت حصوله باصل طاطأ الرأس اى مع انحناء الظهر۔تأمل "ترجمہ: حاشیۃ الفتال میں برجندی کے حوالے سے ہے کہ اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ رکوع میں اس کی پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے، (علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ شاید یہ رکوع تام پر محمول ہے ورنہ اصل رکوع کا حصول تو فقط پیٹھ کو قدرے خم دے کر سر جھکانے سے حاصل ہو جائے گا۔ (ردالمحتار، مطلب قد يطلق الفرض الخ، ج1، ص447، دارالفکر، بیروت)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر جھکائے اور پیٹھ کو قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجہ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے، اس قدر کے لیے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدرے اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث و بیجا میں داخل ہو جائے گا" (فتاوی رضویہ ج6 ص157 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

درمختار کی عبارت "منها القيام" کے تحت کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں قیام کی حد بیان کرتے ہوئے علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "يشمل التام منه وهو الانتصاب مع الاعتدال وغير التام وهو الانحناء القليل بحيث لاتنال يداه ركبتيه "ترجمہ: (فرائض میں سے قیام بھی ہے) یہ قیام تام کو بھی شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ اعتدال کے ساتھ سیدھا کھڑے ہونا ہے اور یہ قیام غیر تام کو بھی شامل ہے اور وہ اتنا تھوڑا جھکنا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں۔

(ردالمحتار، مطلب قد يطلق الفرض الخ، ج1، ص444، دارالفکر، بیروت)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

ہمارے زمانے میں کرسی پر نماز پڑھنے کا بہت رواج ہو گیا ہے، ہم اسے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی سعی کرتے ہیں تاکہ معذور افراد کے لئے حکم واضح ہو جائے اور غیر معذور اپنی نمازوں کی حفاظت کے لئے درست حکم شرعی پر عمل کریں۔

کرسی پر نماز پڑھنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

(1) ایک وہ جو قیام پر قادر نہیں (2) دوسرے وہ جو سجدے پر قادر نہیں۔

قیام پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں کرسی پر نماز پڑھنا:

فرض، وتر، عیدین اور سنت فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا نہ ہوں گی۔ قیام کب ساقط ہوگا کب بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی، اس کے بالترتیب یہ مسائل ذہن نشین کرلیں:

اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لئے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑا ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے جماعت میسر ہو تو جماعت سے ورنہ تنہا، کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں، بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے، اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے، اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے، اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔

یہ بات یاد رہے کہ قیام پر قادر نہ ہونے سے سجدہ ساقط نہیں ہوتا، لہذا کھڑا ہونے پر قادر نہیں اس وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے تو ضروری ہے سجدہ باقاعدہ طور پر زمین پر کرے، لہذا بہتر ہے کہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھے تا کہ آسانی سے زمین پر سجدہ کر سکے، بہرحال اگر کرسی پر بھی بیٹھا تب بھی سجدہ زمین پر کرنا پڑے گا ورنہ نماز نہ ہوگی۔

قیام پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں زمین پر بیٹھنے کا اس لیے کہا ہے کہ اس صورت میں اگر بیٹھنے والا زمین پر بیٹھے تو رکوع اور سجدے کرنے میں اسے کوئی دقت نہ ہوگی لیکن اگر کرسی پر بیٹھا ہو تو سجدہ کرنے کے لئے اسے کرسی پر سے اُترنا پڑے گا اور سجدہ زمین پر درست طریقے سے کرنے کے بعد دوبارہ کرسی پر بیٹھنا ہوگا، اس میں چونکہ دقت بھی ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنے والا اس طرح کرے تو بڑا عجیب و غریب منظر دکھائی دیتا ہے، سجدہ بھی اسے صف سے آگے نکل کر کرنا پڑتا ہے، یوں صف کی درستگی میں بھی خلل آجاتا ہے۔

مذکورہ بالا احکام پر جزئیات درج ذیل ہیں:

صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہا کتب احادیث میں ہے: ((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ:صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ)) ترجمہ: حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی تو میں نے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے (اس مرض میں) نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھو۔ (صحیح البخاری، باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب، ج2، ص48، دار طوق النجاۃ ☆ سنن ابی داؤد، باب فی صلاۃ القاعد، ج1، ص250،

المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ جامع ترمذی، باب ماجاء ان صلاۃ القاعد علی النصف من صلاۃ القائم، ج2، ص208، مصطفی البابی، مصر ☆ سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی صلاۃ المریض، ج1، ص388، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

درمختار میں ہے:

"فرض، وتر، عیدین اور سنت فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا نہ ہوں گی۔"

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، بحث القیام، ج2، ص163)

"اگر اتنا کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لئے جانے کے بعد کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑا ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے جماعت میسر ہو تو جماعت سے ورنہ تنہا۔"

("الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، مبحث فی الرکن الاصلی ... الخ، ج2، ص165)

غنیۃ المتملی میں ہے:

"کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں، بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قراءت سے مجبور محض ہو جاتا ہے۔ یوہیں کھڑا ہو تو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابلِ برداشت تکلیف ہوگی، تو بیٹھ کر پڑھے۔"

("غنیۃ المتملی"، فرائض الصلاۃ، الثانی، ص261)

"اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔"

("غنیۃ المتملی"، فرائض الصلاۃ، الثانی، ص261)

"اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے، اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے، تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔"

("غنیۃ المتملی"، فرائض الصلاۃ، الثانی، ص262)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آج کل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی، حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں باوجود قدرت قیام بیٹھ کر پڑھی ہوں ان کا اعادہ فرض ہے۔ یوہیں اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں، ان کا پھیرنا فرض۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔"

(بہار شریعت، حصہ 3، ص511، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:

"آج کل بہت جہال ذرا سی بے طاقتی مرض یا کبرِ سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اولاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پورے فرض کھڑے ہو کر ادا کر سکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گر پڑنے کی حالت ہو نہ دورانِ سَر (سر چکرانے) وغیرہ کوئی سخت اَلم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے وہی لوگ جنہوں نے بحیلہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھتے اور وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اُتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کر لیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔کافی شرح وافی میں ہے:ان لحقه نوع مشقة لم يجز ترك القيام اگر ادنٰی مشقت لاحق ہو تو ترکِ قیام جائز نہ ہوگا۔

ثانیاً: مانا کہ انہیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اِخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظرِ صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو بظنِ غالب معلوم ہے کہ قیام سے کوئی مرضِ جدید یا مرضِ موجود شدید و مدید ہو گا مگر یہ بات طولِ قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا کہ جتنے قیام کی طاقت تھی اُتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہُ اَکْبَر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی تو بیٹھ جاتے یہ ابتدا سے بیٹھ کر پڑھنا بھی ان کی نماز کا مفسد ہوا۔

ثالثاً: ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدرِ تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار یا تکیہ لگا کر کل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کر سکے بجالائے کل تو کل یا بعض تو بعض ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی فقد مر من الدر ولو متكئًا على عصا او حائط (دُر کے حوالے سے گزرا اگرچہ عصا یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے۔)

تبیین الحقائق میں ہے:لو قدر على القيام متكئًا (قال الحلواني) الصحيح انه يصلى قائمًا متكئًا ولا يجزيه غير ذلك وكذلك لو قدر ان يعتمد على عصا او على خادم له فانه يقوم ويتكى (اگر سہارے سے قیام کر سکتا ہو (حلوانی نے کہا) تو صحیح یہی ہے کہ سہارے سے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے اس کے علاوہ کفایت نہ کریگی اور اسی طرح اگر عصا یا خادم کے سہارے سے کھڑا ہو سکتا ہے تو قیام کرے اور سہارے سے نماز ادا کرے۔)

یہ سب مسائل خوب سمجھ لئے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیلِ تام و تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور و اَہم کہ آجکل ناواقفی سے جاہل بعض مدعیانِ علم بھی ان احکام کا خلاف کر کے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحۃً مرتکب

گناہ و تارک الصلوٰۃ ہوتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج6، ص160،161، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سجدے پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے کرسی پر نماز پڑھنا:

قیام کے ساقط ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر چہ قیام پر قادر ہو مگر رکوع اور سجدے یا صرف سجدے پر قادر نہ ہو یعنی سجدہ زمین پر یا زمین پر اتنی اونچی رکھی ہوئی چیز پر کہ جس کی اونچائی بارہ اُنگل سے زیادہ نہ ہو کرنے سے عاجز ہو تو اس سجدۂ حقیقی سے عاجز ہونے کی صورت میں اصلاً قیام ساقط ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اس صورت میں مریض بیٹھ کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے بلکہ اس کے لئے افضل بیٹھ کر پڑھنا ہے۔

اور ایسا مریض اگر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کی بھی گنجائش ہے کہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے رکوع و سجود بھی اشارہ سے بآسانی کیے جاسکتے ہیں، یوں پوری نماز بیٹھے بیٹھے ادا ہو جائے گی۔

مگر چونکہ حتی الامکان دوزانو بیٹھنا چاہئے کہ مستحب ہے اس لئے کرسی پر پاؤں لٹکا کر بیٹھنے سے احتراز کرنا چاہئے، اگر آسانی ہو تو زمین ہی پر بیٹھ کر نماز ادا کی جائے، دوزانو بیٹھنا آسان ہو یا دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دوزانو بیٹھنا سنت مستحبہ ہے ورنہ جس میں آسانی ہو چار زانوں یا اُکڑوں یا ایک پاؤں کھڑا کر کے ایک بچھا کر اسی طرح بیٹھ جائے۔

ہاں اگر زمین پر بیٹھا ہی نہ جائے تو کرسی یا اِسٹول یا تخت وغیرہ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ سکتے ہیں، مگر بلا وجہ ٹیک لگانے سے پھر بھی احتراز کیا جائے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی جنہیں اجازت ہوتی ہے حتی الامکان انہیں ٹیک لگانے سے احتراز کرنا چاہئے اور ادب و تعظیم اور سنت کے مطابق اَفعال بجالانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مذکورہ بالا احکام پر جزئیات درج ذیل ہیں:

خاتم المحققین علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لَوْ كَانَ قَادِرًا عَلَى وَضْعِ شَيْءٍ عَلَى الْأَرْضِ مِمَّا يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْهِ أَنَّهُ يَلْزَمُهُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ قَادِرٌ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ حَقِيقَةً، وَلَا يَصِحُّ الْإِيمَاءُ بِهِمَا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِمَا بَلْ شَرْطُهُ تَعَذُّرُهُمَا “ ترجمہ: اگر مریض زمین پر کوئی ایسی چیز جس پر سجدہ کرنا درست ہو وہ رکھ کر اس پر سجدہ کرنے پر قادر ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ایسا کرے اس لئے کہ یہ آدمی حقیقۃً رکوع و سجدہ کرنے پر قادر ہے لہٰذا اس کو اشارے سے رکوع اور سجدہ کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ اشارے سے سجدہ اور رکوع کرنے کی اجازت اس وقت ہے جبکہ وہ حقیقۃً سجدہ اور رکوع کرنے سے قاصر ہو۔ (ردالمحتار، باب صلاۃ المریض، ج2، ص99، دار الفکر، بیروت)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" کھڑا ہو سکتا ہے مگر رکوع وسجود نہیں کر سکتا یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا مثلاً حلق وغیرہ میں پھوڑا ہے کہ سجدہ کرنے سے بہے گا تو بھی بیٹھ کر اشارہ سے پڑھ سکتا ہے بلکہ یہی بہتر ہے اور اس صورت میں یہ بھی کر سکتا ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے اور رکوع کے لیے اشارہ کرے یا رکوع پر قادر ہو تو رکوع کرے پھر بیٹھ کر سجدہ کے لیے اشارہ کرے۔ (بہار شریعت حصہ 4،ص 721،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

" اگر کوئی اونچی چیز زمین پر رکھی ہوئی ہے اُس پر سجدہ کیا اور رکوع کے لئے صرف اشارہ نہ ہوا بلکہ پیٹھ بھی جھکائی تو صحیح ہے بشرطیکہ سجدہ کے شرائط پائے جائیں مثلاً اس چیز کا سخت ہونا جس پر سجدہ کیا کہ اس قدر پیشانی دب گئی ہو کہ پھر دبانے سے نہ دبے اور اس کی اونچائی بارہ (12) اُنگل سے زیادہ نہ ہو۔ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد حقیقتاً رکوع وسجود پائے گئے اشارہ سے پڑھنے والا اسے نہ کہیں گے......

جو شخص زمین پر سجدہ نہیں کر سکتا مگر شرائط مذکور کے ساتھ کوئی چیز زمین پر رکھ کر سجدہ کر سکتا ہے اس پر فرض ہے کہ اسی طرح سجدہ کرے اشارہ جائز نہیں۔" (بہار شریعت حصہ 4 ص 722،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"وَفِي الذَّخِيرَةِ رَجُلٌ بِحَلْقِهِ خُرَّاجٌ إنْ سَجَدَ سَالَ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى الرُّكُوعِ وَالْقِيَامِ وَالْقِرَاءَةِ يُصَلِّي قَاعِدًا يُومِءُ؛ وَلَوْ صَلَّى قَائِمًا بِرُكُوعٍ وَقَعَدَ وَأَوْمَأَ بِالسُّجُودِ أَجْزَأَهُ، وَالْأَوَّلُ أَفْضَلُ لِأَنَّ الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ لَمْ يُشْرَعَا قُرْبَةً بِنَفْسِهِمَا بَلْ لِيَكُونَا وَسِيلَتَيْنِ إلَى السُّجُودِ .اهـ .قَالَ فِي الْبَحْرِ :وَلَمْ أَرَ مَا إذَا تَعَذَّرَ الرُّكُوعُ دُونَ السُّجُودِ غَيْرُ وَاقِعٍ اهـ أَيْ لِأَنَّهُ مَتَى عَجَزَ عَنْ الرُّكُوعِ عَجَزَ عَنْ السُّجُودِ نَهْرٌ" ترجمہ: ذخیرہ میں ہے: ایسا شخص جس کے حلق میں پھنسی ہو کہ اگر وہ سجدہ کرے گا تو وہ بہے گا تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے گا حالانکہ وہ قیام ورکوع وقراءت پر قادر ہے، اور اگر کھڑے ہو کر رکوع کے ساتھ نماز پڑھی اور سجود کا اشارہ کیا تو اسے کافی ہے اور پہلا طریقہ یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہے کیونکہ قیام اور رکوع بنفسہ مشروع نہیں بلکہ یہ دونوں سجود کے لیے وسیلہ ہیں، اھ، بحر میں فرمایا: رکوع متعذر ہو سجود کے علاوہ غیر واقع ہے، اھ مطلب یہ کہ جب رکوع سے عاجز ہو گا تو سجود سے بھی عاجز ہو گا، نہر۔ (ردالمحتار، باب صلاۃ المریض، ج 2، ص 97، دار الفکر، بیروت)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: "فَلَوْ قَدَرَ عَلَيْهِ دُونَ السُّجُودِ نُدِبَ إيمَاؤُهُ قَاعِدًا" یعنی اگر نمازی قیام پر قادر ہے مگر سجدے پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کے لئے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، ج 1، ص 445، دار الفکر، بیروت)

ردالمحتار میں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "انَّ الْقِيَامَ وَسِيلَةٌ إلَى السُّجُودِ لِلْخُرُورِ، وَالسُّجُودُ أَصْلٌ لِأَنَّهُ شُرِعَ عِبَادَةً بِلَا قِيَامٍ كَسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ وَالْقِيَامُ لَمْ يُشْرَعْ عِبَادَةً وَحْدَهُ،۔۔۔وَإِذَا عَجَزَ عَنْ الْأَصْلِ سَقَطَتْ الْوَسِيلَةُ" ترجمہ: قیام وسیلہ ہے سجدے میں جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر

رکھنے کا، اور نماز میں اصل سجدہ ہے، کیونکہ یہ بغیر قیام کے بھی عبادت کے طور پر مشروع ہے، جیسا کہ سجدۂ تلاوت، اور قیام اکیلے عبادت کے طور پر مشروع نہیں.... تو جب کوئی اصل یعنی سجدے سے عاجز آ جائے تو اس سے وسیلہ یعنی قیام بھی ساقط ہو گیا۔

(درمختار مع ردالمحتار، ج2، ص445، دارالفکر بیروت)

علامہ شامی لکھتے ہیں: ''اَلْحَقُّ التَّفْصِيلُ وَهُوَ أَنَّهُ إِنْ كَانَ رُكُوعُهُ بِمُجَرَّدِ إِيمَاءِ الرَّأْسِ مِنْ غَيْرِ انْحِنَاءٍ وَمَيْلِ الظَّهْرِ فَهَذَا إِيمَاءٌ لَا رُكُوعٌ فَلَا يُعْتَبَرُ السُّجُودُ بَعْدَ الْإِيمَاءِ مُطْلَقًا وَإِنْ كَانَ مَعَ الْإِنْحِنَاءِ كَانَ رُكُوعًا مُعْتَبَرًا.... فَحِينَئِذٍ يُنْظَرُ إِنْ كَانَ الْمَوْضُوعُ مِمَّا يَصِحُّ السُّجُودُ عَلَيْهِ كَحَجَرٍ مَثَلًا وَلَمْ يَزِدْ ارْتِفَاعُهُ عَلَى قَدْرِ لَبِنَةٍ أَوْ لَبِنَتَيْنِ فَهُوَ سُجُودٌ حَقِيقِيٌّ فَيَكُونُ رَاكِعًا سَاجِدًا لَا مُومِئًا حَتَّى إِنَّهُ يَصِحُّ اقْتِدَاءُ الْقَائِمِ بِهِ....وَإِنْ لَمْ يَكُنْ الْمَوْضُوعُ كَذَلِكَ يَكُونُ مُومِئًا فَلَا يَصِحُّ اقْتِدَاءُ الْقَائِمِ بِهِ'' ترجمہ: یعنی حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر رکوع صرف سر کے اشارہ سے کیا اور جھکا نہیں اور نہ ہی کمر کو جھکایا تو یہ اشارہ ہے نہ کہ رکوع اور اس کے بعد کیے گئے سجود کا بھی اعتبار نہ ہوگا اور اگر جھکا اور کمر بھی جھکائی تو یہ رکوع ہے اب دیکھا جائے گا کہ جس چیز پر سجدہ کر رہا ہے اگر وہ ایسی ہے جس پر سجدہ کرنا جائز ہے جیسا کہ ایسا پتھر جس کی بلندی ایک اینٹ یا دو اینٹوں کی مقدار ہے تو یہ سجود حقیقی کہلائیں گے اور یہ شخص رکوع و سجود کرنے والا ہوگا، اشارے سے نماز پڑھنے والا نہ ہو یہاں تک کہ کھڑے ہونے والے شخص کا اس کی اقتدا کرنا درست ہوگا.....اور اگر وہ رکھی ہوئی چیز ایسی نہیں ہے تو یہ پھر یہ شخص اشارہ کرنے والا کہلائے گا لہذا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا اس کی اقتدا نہیں کر سکتا۔

(ردالمحتار، باب صلاۃ المریض، ج2، ص98,99، دارالفکر بیروت)

بہار شریعت میں سنتوں کے بیان میں ہے:

"(۱) دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر، (۲) دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا، (۳) اور داہنا قدم کھڑا رکھنا، (۴) اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ کرنا یہ مرد کے لیے ہے، (۵) اور عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے، (۶) اور بائیں سرین پر بیٹھے۔"

(بہار شریعت، حصہ3، ص530، مکتبۃ المدینہ کراچی)

<u>بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کے لیے ایک اہم مسئلہ:</u>

بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع و سجود کا اشارہ کرنا ہوگا اور (چاہے کرسی پر بیٹھ کر پڑھے چاہے زمین پر) سجدے کے اشارہ میں رکوع سے زیادہ سر جھکانا ضروری ہے، اس بات کا بھی خیال رکھا جائے ورنہ نماز نہ ہوگی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، عَادَ مَرِیضًا فَرَآہُ یُصَلِّی عَلَی

وِسَادَۃٍ فَاَخَذَھَا فَرَمٰی بِھَا فَاَخَذَ عُوْدًا لِیُصَلِّیَ عَلَیْہِ فَاَخَذَہٗ فَرَمٰی بِہٖ وَقَالَ:صَلِّ عَلَی الْاَرْضِ اِنِ اسْتَطَعْتَ وَاِلَّا فَاَوْمِ اِیْمَاءً، وَاجْعَلْ سُجُوْدَکَ اَخْفَضَ مِنْ رُکُوْعِکَ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کوتشریف لے گئے، دیکھا کہ تکیہ پرنماز پڑھتا ہے یعنی سجدہ کرتا ہے اسے پھینک دیا،اس نے ایک لکڑی لی کہ اس پرنماز پڑھے،اسے بھی لے کر پھینک دیا اور فرمایا :زمین پرنماز پڑھے اگر استطاعت ہو،ورنہ اشارہ کرے اور سجدہ کو رکوع سے پست کرے۔

(معرفۃ السنن والآثار،صلاۃ المریض،ج3،ص224،دارقتیبہ،بیروت)

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی710)فرماتے ہیں:

"تعذّر علیه القیام أو خاف زیادۃ المرض صلّی قاعدًا یرکع ویسجد أو مومئًا إن تعذّر وجعل سجودہ أخفض من رکوعه ولا یرفع إلی وجهه شیئًا یسجد علیه فإن فعل وهو یخفض رأسه صحّ وإلّا لا"یعنی(مریض) پراگرقیام کرنامُتعذّر رہو یا اسے قیام کرنے کی صورت میں مرض بڑھ جانے کا خوف ہوتو بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز ادا کرے، اور اگر حقیقتاً رکوع وسجود بھی متعذر رہوں تو اشارے سے نماز پڑھے اور سجدہ کا اشارہ رکوع کی بنسبت پست کرے،اور کوئی چیز پیشانی کے قریب اُٹھا کر اس پر سجدہ کرنے کی اجازت نہیں لیکن اگر کوئی چیز اُٹھا کر اس پر سجدہ کر لیتا ہے تو اگر سجدہ میں بنسبت رکوع کے زیادہ سر جھکایا تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں ہوگی۔ (کنزالدقائق،باب صلاۃ المریض،ج1،ص184،دارالبشائرالاسلامیہ،دارالسراج)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اشارہ کی صورت میں سجدہ کا اشارہ رکوع سے پست ہونا ضروری ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ سر کو بالکل زمین سے قریب کر دے۔" (بہارشریعت،حصہ4،ص721،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

کرسی پرنماز پڑھنے کی صورت صف کے مسائل

کرسی پر بیٹھ کر جماعت سے نماز پڑھنے والا اگر سجدے پر قادر نہیں تو اسے چاہیے کہ مکمل نماز کرسی پر بیٹھ کر ہی پڑھے کہ ویسے بھی اس صورت میں بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے،اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ کھڑا ہو کر پڑھے گا تو صف میں خلل آئے گا کیونکہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اگر قیام کرے تو اس کی دو صورتیں بنیں گی:

(۱)صف کی سیدھ میں کرسی ہونے کی وجہ سے وہ خود صف سے آگے جدا ہو کر کھڑا ہوگا جیسا کہ عام طور پر لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔

(۲)یا پھر کرسی صف سے پیچھے کر کے خود صف کی سیدھ میں کھڑا ہوگا تو بیٹھنے کی صورت میں صف سے جدا ہوگا اور اس کی

کرسی کی وجہ سے پچھلی صف بھی خراب ہوگی۔

پہلی صورت میں صف کا تسویہ (سیدھا ہونا) فوت ہو رہا ہے اور دوسری صورت میں پچھلی صف خراب ہوگی، اس کا واجب تراص (کندھے سے کندھے ملے ہوئے ہونا) فوت ہوگا اور بیٹھنے کی صورت میں اس صف کا تسویہ بھی فوت ہوگا۔

لہٰذا دونوں صورتوں میں صف بندی میں خلل کی مکروہ صورت کا ارتکاب لازم آئے گا جبکہ صف کی درستگی کی احادیث میں بہت تاکید آئی ہے کہ صف برابر ہو، مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں، سب کی گردنیں، کندھے، ٹخنے آپس میں محاذی یعنی ایک سیدھ میں ہوں۔

اور جو سجدہ پر قادر ہے پورے قیام پر قادر نہیں بعض پر قادر ہے اس کے لئے چونکہ ضروری ہے کہ جتنے پر قادر ہے اتنا قیام کرے یہاں تک کے تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہو تو وہی کھڑے ہو کر کہے ورنہ اس کی نماز نہ ہوگی۔

ایسے حضرات صف میں زمین پر نماز پڑھیں، جتنا قیام کر سکتے ہوں صف میں کھڑے ہوں، باقی بیٹھ جائیں اور رکوع و سجود حقیقتاً کر کے اپنی نماز مکمل کریں، بہر حال ایسے حضرات اگر کرسی پر بھی بیٹھے تب بھی سجدہ زمین پر کرنا پڑے گا ورنہ نماز نہ ہوگی۔

ہوسکتا ہے کہ بہت سے اس قسم کے لوگ محض کرسی کے چکر میں رکوع و سجود پر قادر ہونے کے باوجود اشارے سے نماز پڑھتے ہوں یوں ان کی نمازیں ضائع ہوجاتی ہیں۔

مذکورہ بالا احکام پر جزئیات درج ذیل ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((عِبَادَ اللهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ)) ترجمہ: اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

(صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف، ج1، ص324، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ)) ترجمہ: اپنی صفوں کو سیدھا کرو بے شک صف کو سیدھا کرنا نماز کے کمال میں سے ہے۔

(صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف، ج1، ص324، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا، وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيَاطِينَ تَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ)) ترجمہ: اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنہ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔

(سنن نسائی، حث الامام علی رص الصفوف والمقاربۃ بینھا، ج2، ص92، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دربارہ صفوف شرعاً تین باتیں بتاکید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول: تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو.........

دوم: اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جاکر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمائے گا.......

سوم: تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾ ایسی صف کے گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ (پ، سورۃ، آیت)

رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے....... اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں..........

(چہارم) اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے زائد فضول فاصلہ نہ چھوٹے۔

(فتاوی رضویہ، ج7، ص219 تا 223، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کرسی کے آگے لگی ہوئی تختی پر سر رکھ کر سجدہ کرنے کا حکم:

کرسی کے آگے سجدے کیلئے جو ٹیبل نما تختی لگی ہوتی ہے کرسی پر بیٹھنے والے اس پر سر جما کر سجدہ کر لیتے ہیں ان کا یہ طریقہ درست نہیں کیونکہ یہ حقیقتاً سجدہ نہیں بلکہ سجدے کا اشارہ ہے۔ اور اشارہ سر سے کرنا ہوتا ہے اس کے ساتھ کمر جھکانا ضروری نہیں، رکوع کے اشارے میں سر کو جھکائیں اور سجدے کے اشارے میں اس سے زیادہ جھکائیں، تو کرسی کے ساتھ لگی تختی پر سر رکھنا بالکل غیر ضروری ہے اور عام طور پر وہ لوگ ایسا کرتے ہیں جو مریض کی نماز پڑھنے کے ضروری مسائل سے واقف نہیں

ہوتے انہیں نرمی کے ساتھ سمجھا دیا جائے کہ وہ ایسا نہ کریں۔

اور حقیقتاً سجدہ جن پر کرنا ضروری ہوتا ہے ان کا اس تختی پر سر رکھنے کو کافی سمجھنا بالکل غلط ہے، ان کی نماز ہی نہیں ہوتی ہے، کرسی کی تختی پر سر رکھنے سے حقیقتاً سجدہ ادا نہیں ہوتا، جب سجدہ ادا نہیں ہوتا تو نماز بھی نہیں ہوتی، سجدہ زمین پر یا زمین پر رکھی ہوئی کسی ایسی چیز پر جس کی بلندی بارہ اُنگل سے زیادہ نہ ہو کیا جائے تو حقیقی سجدہ ادا ہوتا ہے، اس پر قادر نہ ہو تو قیام بھی اصلاً ساقط ہو جاتا ہے، رکوع و سجود کے اشارے کرنے ہوتے ہیں جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا۔

لہٰذا سجدہ کا اشارہ کرنے والوں کا کرسی کی تختی پر سر رکھنا لغو و بے جا ہے مگر چونکہ اشارہ پایا گیا اس لئے ان کی نماز ہو جاتی ہے جبکہ حقیقی سجدہ پر قادر حضرات کا ایسا کرنا واضح طور پر ناجائز ہے، ان کی نمازیں اس سے برباد ہوتی ہیں۔

یاد رہے کہ جو مسئلہ حدیث شریف اور فقہی جزئیات میں مذکور ہے کہ نمازی کا کوئی چیز اُٹھا کر سجدہ کرنا یا دوسرے کا اس کے لئے اُٹھانا مکروہ تحریمی ہے اس کا کرسی کی تختی سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ خود اس کے ہاتھ میں یا کسی اور کے ہاتھ میں اس کے لئے بلند نہیں ہوتی بلکہ زمین پر رکھی کرسی کے ساتھ ہی لگی ہوتی ہے، اگر کوئی کرسی کی تختی پر سر رکھے گا تو اس بناء پر اسے مکروہِ تحریمی قرار دینا درست نہیں ہے۔

اس کے جزئیات درج ذیل ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((انَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَادَ مَرِيضًا، فَرَآهُ يُصَلِّي عَلَى وِسَادَةٍ فَأَخَذَهَا فَرَمَى بِهَا فَأَخَذَ عُودًا لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ فَرَمَى بِهِ وَقَالَ: صَلِّ عَلَى الْأَرْضِ إِنِ اسْتَطَعْتَ وَإِلَّا فَأَوْمِ إِيمَاءً، وَاجْعَلْ سُجُودَكَ أَخْفَضَ مِنْ رُكُوعِكَ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے، دیکھا کہ تکیہ پر نماز پڑھتا ہے یعنی سجدہ کرتا ہے اسے پھینک دیا، اس نے ایک لکڑی لی کہ اس پر نماز پڑھے، اسے بھی لے کر پھینک دیا اور فرمایا: زمین پر نماز پڑھے اگر استطاعت ہو، ورنہ اشارہ کرے اور سجدہ کو رکوع سے پست کرے۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، صلاۃ المریض، ج3، ص224، دار قتیبہ، بیروت)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 956ھ) فرماتے ہیں: "وَلَا يرفع إِلَى وَجهه شَيْئا للسُّجُود" ترجمہ: معذور شخص سجدہ کرنے کیلئے اپنے چہرے کی طرف کسی چیز کو بلند نہیں کرے گا۔

(ملتقی الابحر، باب صلاۃ المریض، ج1، ص228، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس کے تحت علامہ عبد الرحمٰن بن محمد کلیبو لی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1078ھ) نے مذکورہ بالا روایت نقل کی: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاد مریضًا فراہ یصلی علی وسادۃ فاخذھا فرمی بھا، واخذ عودًا لیصلی علیہ فاخذہ

فرمی به، وقال صل علی الارض إن استطعت و إلا فاوم و اجعل سجودك اخفض من ركوعك ''یعنی نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ایک بیمار شخص کی عیادت کے لئے گئے آپ صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے دیکھا کہ وہ سامنے تکیہ رکھ کر نماز پڑھ رہا ہے آپ صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے تکیہ لے کر پھینک دیا۔اس نے ایک لکڑی لے لی۔آپ صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس لکڑی کو بھی لے کر پھینک دیا اور ارشاد فرمایا کہ سجدہ زمین پر کرو اگر اِستطاعت ہے ورنہ اشارے سے پڑھو اور سجدہ کرنے میں رکوع سے زیادہ جھکو۔ (مجمع الانہر،باب صلاۃ المریض،ج1،ص154،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

مزید اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:''وفی القهستانی لو سجد علی شیء مرفوع موضوع علی الأرض لم یکره ''ترجمہ:قہستانی میں ہے:اگر کسی ایسی بلند چیز پر سجدہ کیا جو زمین پر رکھی ہوئی ہے تو مکروہ نہیں۔

(مجمع الانہر،باب صلاۃ المریض،ج1،ص154،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

علامہ ابن نُجیم مصری حنفی رَحْمَۃُ اللہِ تعالٰی عَلَیْہِ(متوفی 970ھ)بحرالرائق میں نقل فرماتے ہیں:''رُوِیَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ دَخَلَ عَلَى أَخِيهِ يَعُودُهُ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي وَيُرْفَعُ إلَيْهِ عُودٌ فَيَسْجُدُ عَلَيْهِ فَنَزَعَ ذَلِكَ مِنْ يَدِ مَنْ كَانَ فِي يَدِهِ وَقَالَ هَذَا شَيْءٌ عَرَضَ لَكُمْ الشَّيْطَانُ أَوْمِ بِسُجُودِك وَرُوِيَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَأَى ذَلِكَ مِنْ مَرِيضٍ فَقَالَ أَتَتَّخِذُونَ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً اهـ.وَاسْتَدَلَّ لِلْكَرَاهَةِ فِي الْمُحِيطِ بِنَهْيِهِ -عَلَيْهِ السَّلَامُ- عَنْهُ وَهُوَ يَدُلُّ عَلَى كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ ''ترجمہ:حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تعالٰی عَنْہُ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ اپنے بھائی کی عیادت کرنے کے لئے گئے تو ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ کوئی شخص ان کی طرف لکڑی بڑھاتا ہے اور وہ اس پر سجدہ کرتے تو آپ رَضِیَ اللہ تعالٰی عَنْہُ نے اس کے ہاتھ سے لکڑی پکڑ لی اور فرمایا یہ چیز تمہیں شیطان نے پیش کی ہے بس تم اشارے سے ہی سجدہ کرو۔اسی طرح حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہ تعالٰی عَنْہُ نے کسی کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو خدا ٹھہراتے ہو۔اور محیط میں اس کراہت پر نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منع فرمانے سے اِستدلال کیا گیا ہے اور آپ کا وہ فرمان کراہت تحریمی پر دلالت کرتا ہے۔

(بحرالرائق،لعذر علی المریض القعود فی الصلاۃ،ج2،ص123،دار الکتاب الاسلامی،بیروت)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''قَالَ فِي الْبَحْرِ :وَاسْتَدَلَّ لِلْكَرَاهَةِ فِي الْمُحِيطِ بِنَهْيِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَنْهُ، وَهُوَ يَدُلُّ عَلَى كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ اهـ وَتَبِعَهُ فِي النَّهْرِ.أَقُولُ :هَذَا مَحْمُولٌ عَلَى مَا إذَا كَانَ يَحْمِلُ إلَى وَجْهِهِ شَيْئًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ مَوْضُوعًا عَلَى الْأَرْضِ يَدُلُّ عَلَيْهِ مَا فِي الذَّخِيرَةِ حَيْثُ نَقَلَ عَنْ الْأَصْلِ الْكَرَاهَةَ فِي الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ فَإِنْ كَانَتْ الْوِسَادَةُ مَوْضُوعَةً عَلَى الْأَرْضِ وَكَانَ يَسْجُدُ عَلَيْهَا جَازَتْ صَلَاتُهُ، فَقَدْ صَحَّ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ كَانَتْ تَسْجُدُ عَلَى مِرْفَقَةٍ مَوْضُوعَةٍ بَيْنَ يَدَيْهَا لِعِلَّةٍ كَانَتْ بِهَا وَلَمْ يَمْنَعْهَا

رَسُولُ اللّٰہِ -صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -مِنْ ذٰلِكَ اھ۔ فَإِنَّ مُفَادَ هٰذِهِ الْمُقَابَلَةِ وَالِاسْتِدْلَالِ عَدَمُ الْكَرَاهَةِ فِي الْمَوْضُوعِ عَلَى الْأَرْضِ الْمُرْتَفِعِ ثُمَّ رَأَيْتُ الْقُهُسْتَانِيَّ صَرَّحَ بِذٰلِكَ .'' یعنی بحر میں فرمایا کہ محیط میں اس کراہت پر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نہی کی بناء پر استدلال کیا گیا ہے اور وہ نہی کراہت تحریمی پر دلالت کرتی ہے اھ۔ اور نہر الفائق میں بھی اسی کی پیروی کی ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کراہت اس صورت پر محمول ہے کہ جب سجدہ کے لئے کوئی چیز پیشانی کی طرف اُٹھائی جائے، برخلاف اس صورت کے کہ جب وہ چیز زمین پر رکھی ہو (اس صورت میں یہ کراہت نہیں ہے) ذخیرہ کی عبارت بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے چنانچہ انہوں نے پہلی صورت کے متعلق اصل سے کراہت کا قول اسی پہلی صورت کے بارے میں نقل کیا اور پھر فرمایا: تو اگر تکیہ زمین پر رکھا ہوا ہو اور مریض اس پر سجدہ کرے تو نماز درست ہو جائے گی کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیماری کی وجہ سے سامنے زمین پر رکھے ہوئے تکیہ پر سجدہ فرماتی تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے انہیں اس سے منع نہیں فرمایا اھ۔ (یہ نقل کرنے کے بعد علامہ شامی فرماتے ہیں) تو صاحب ذخیرہ کا اس صورت کو صورتِ اول کے مقابل ذکر کرنا پھر حدیث اُمِ سلمہ سے استدلال کرنے کا مفاد یہ ہے کہ زمین پر رکھی ہوئی کسی بلند چیز پر سجدہ کرنا مکروہ نہیں ہے، پھر اسی بات کی تصریح میں نے قہستانی میں بھی ملاحظہ کی۔ (ردالمحتار، باب صلاۃ المریض، ج2، ص98، دارالفکر، بیروت)

مسجد میں کرسیاں کہاں رکھنی چاہئیں:

کرسیاں آخری صفوں میں سے کسی صف کے کناروں پر رکھی جائیں، پہلی صفوں میں اور صف کے درمیان رکھنے کی وجہ سے بلاوجہ نمازیوں کو وحشت ہوگی، صف درست کرنے میں بعض اوقات درمیان میں رکھی ہوئی کرسی کی وجہ سے خلل آتا ہے، بعض مساجد میں پہلی ہی صف میں دائیں بائیں کنارے پر لائن سے چار پانچ کرسیاں سجائی ہوتی ہیں بعض کرسی پر بیٹھنے والے تکبیر اولیٰ کے بعد آتے ہیں، اس طرح بعض کرسیاں خالی ہوتی ہیں عین نماز شروع ہوتے وقت خالی کرسیوں کو اُٹھانے میں کافی وقت ہوتی ہے، بعض لاپرواہی سے ایسے ہی نیت باندھ لیتے ہیں صف پوری نہیں کرتے، اس جانب بھی توجہ دینی چاہئے، پہلے سے کرسیاں نہ سجائی جائیں، کوئی معذور و مریض ہوگا تو پہلی دوسری تیسری جس صف میں اسے جگہ ملے گی اسی کے کنارے اپنی کرسی رکھ لے گا۔

جمعۃ المبارک کے دن کا اہم مسئلہ:

ایک اور مسئلہ جو عام طور پر جُمعہ کی نماز میں دیکھا جاتا ہے کہ کرسیاں چونکہ اگلی صفوں میں کناروں پر رکھی ہوتی ہیں اور بعض معذور و مجبور حضرات دیر میں آتے ہیں اور دورانِ خطبہ اپنی کرسی تک پہنچنے کے لئے گردنوں کو پھلانگتے ہوئے جاتے ہیں، یہ

بھی جائز نہیں کہ حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جِسْرًا إِلٰی جَهَنَّمَ)) ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم کی طرف پل بنایا۔

(جامع الترمذی، باب ما جاء فی کراہیۃ التخطی یوم الجمعۃ، ج2، ص388، مصطفی البابی، مصر)

ایک اور حدیث شریف میں ہے: ((جَاءَ رَجُلٌ یَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اجْلِسْ فَقَدْ آذَیْتَ)) ترجمہ: ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے، ارشاد فرمایا: بیٹھ جا! تو نے ایذا پہنچائی۔

(سنن ابی داؤد، باب تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ، ج1، ص292، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

باب نمبر 270

بَابُ فِيمَنْ يَتَطَوَّعُ جَالِسًا

(بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا)

373۔حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ:حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ، عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ:مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا، حَتَّى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَامٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا، وَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ وَيُرَتِّلُهَا، حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،قَالَ أبو عيسى: حَدِيثُ حَفْصَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ جَالِسًا، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ وَرُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَاعِدًا، فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَاعِدٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ قَالَ أَحْمَدُ، وَ إِسْحَاقُ:وَالْعَمَلُ عَلَى كِلَا الْحَدِيثَيْنِ كَأَنَّهُمَا

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتی کہ وفات سے ایک سال قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے اور سورت کو ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ اپنے سے طویل سورت سے زیادہ طویل ہو جاتی۔ اور اس باب میں حضرت ام سلمہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سے تیس یا چالیس آیات کی مقدار رہ جاتی تو کھڑے ہو جاتے پس قراءت فرماتے پھر رکوع فرماتے پھر دوسری رکعت میں بھی یونہی کرتے۔" اور یہ بھی مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے پس جب کھڑے ہونے کی حالت میں قراءت فرماتے تو اسی حالت میں رکوع و سجود فرماتے اور جب بیٹھنے کی حالت میں قراءت فرماتے تو رکوع و سجود بھی اسی حالت پر فرماتے۔" امام احمد و اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں: عمل دونوں

رَأَيَا كِلَا الحَدِيثَيْنِ صَحِيحًا مَعْمُولًا بِهِمَا

374۔ حَدَّثَنَا الأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، قَالَ أبو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

375۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ وَهُوَ الحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ: سَأَلْتُهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا، وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا، فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ، قَالَ أبو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہی حدیثوں پر ہے۔ گویا کہ یہ دونوں حضرات ان دونوں احادیث کو ہی صحیح اور قابلِ عمل سمجھا کرتے تھے۔ حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے اور قراءت بھی بیٹھ کر ہی فرمایا کرتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سے تیس یا چالیس آیات کی مقدار رہ جاتی تو قیام فرما کر اسی حالت میں (بقیہ) قراءت فرماتے پھر رکوع اور سجدہ فرماتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی کی مثل کرتے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سیدتنا عائشہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کا کافی حصہ حالتِ قیام میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور کافی حصہ حالتِ قعود میں نماز ادا فرماتے پس جب حالتِ قیام میں قراءت فرماتے تو اسی حالت میں رکوع و سجود بھی کرتے اور اگر بیٹھ کر قراءت فرماتے تو اسی حالت میں رکوع و سجود کرتے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 373: (صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، حدیث 733، ج1، ص507، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار، باب صلوۃ القاعد فی النافلۃ، حدیث 1658، ج3، ص223، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

تخریج حدیث 374: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب اذا صلی قاعدا، ثم صح او وجد خفۃ، حدیث 1119، ج2، ص48، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، حدیث 731، ج1، ص505، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ القاعد، حدیث 954، ج1، ص250، المکتبۃ

العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب صلوۃ القاعد فی النافلۃ، حدیث 1648، ج3، ص220، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

تخریج حدیث 375: (صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، حدیث 730، ج1، ص505، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ القاعد، حدیث 955، ج1، ص251، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب فرض تکبیرۃ الاولی، حدیث 884، ج2، ص124، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب اتمام الصلوۃ، حدیث 1060، ج1، ص336، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

باب نمبر 271

مَا جَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي لَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فِي الصَّلَاةِ، فَأُخَفِّفُ

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کرنا

376۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأُخَفِّفُ، مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَتَنَ أُمُّهُ، وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! میں نماز میں بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ کہیں اس کی ماں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

اور اس باب میں حضرت ابو قتادہ، حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث376: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من اخف الصلوۃ عند بکاء الصبی، حدیث708، ج1، ص143، دار طوق النجاۃ)

شرح حدیث

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی676ھ) فرماتے ہیں:

"((نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں لمبی نماز پڑھنے کے ارادے سے نماز میں داخل ہوتا ہوں تو میں بچے کے رونے کو سنتا ہوں پس میں ماں کی بچے کی وجہ سے شدتِ غم کی بنا پر نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں)) لفظِ "وَجد" کا غم پر اطلاق ہوتا ہے اور اسی طرح محبت پر بھی اور اس مقام پر دونوں جائز ہیں اور غم والا معنی لینا زیادہ ظاہر ہے یعنی ماں کے غم اور اس کے دل کے بچے کے ساتھ مشغولیت کی بنا پر میں نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں اور اس حدیث میں مقتدیوں اور اپنے اتباع پر نرمی کرنے اور ان کے مصالح کی رعایت کرنے پر دلیل ہے اور یہ کہ بلاضرورت کے ان پر مشقت داخل نہ ہو اگرچہ وہ تھوڑی ہو۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب اعتدال ارکان الصلاۃ الخ، ج4، ص187، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں لمبی نماز پڑھنے کے ارادے سے نماز میں داخل ہوتا ہوں تو میں بچے کے رونے کی آواز کو سنتا ہوں تو میں اپنی نماز کو اس خوف سے مختصر کر دیتا ہوں کہ کہیں اس کی ماں فتنہ میں نہ پڑ جائے۔ علما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز احوال کے مختلف ہونے کی بنا پر لمبی اور مختصر ہونے کے حوالے سے مختلف ہوتی تھی تو جب مقتدی طوالت کو ترجیح دیتے تھے اور اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نمازیوں کو کوئی مشغولیت نہ ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو طول دیتے تھے اور جب ایسا نہ ہوتا تو نماز میں تخفیف کرتے تھے۔

اور بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کو لمبا کرنے کا ارادہ رکھتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز میں) وہ معاملہ پیش آتا جو نماز کے مختصر کرنے کا مقتضی ہوتا جیسا کہ بچے کا رونا وغیرہ اور اسی کے ساتھ یہ بات بھی شامل ہوگی کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقت کے دوران میں نماز میں داخل ہوا کرتے تھے تو پھر (وقت کی قلت کی بنا پر اسے) مختصر کر دیتے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات نماز کو طول دیتے تھے اور یہ کم ہوتا تھا اور اکثر اوقات نماز میں تخفیف کرتے تھے تو طول دینا بیانِ جواز کے لئے ہوتا تھا اور تخفیف اس لئے کہ وہ افضل ہے۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی تخفیف کا حکم ارشاد فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ((إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ فَأَيُّكُمْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ السَّقِيمَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ)) (بے شک تم میں کچھ لوگ متنفر کرنے والے ہیں تو تم میں جو کوئی

لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ تخفیف کرے پس بے شک ان میں بیمار و کمزور اور حاجت والے ہوتے ہیں) اور ایک قول یہ ہے کہ کبھی طوالت فرماتے تھے اور کبھی تخفیف فرماتے تھے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ فاتحہ سے زائد قراءت شرط ہونے کے اعتبار سے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ قلیل و کثیر قراءت جائز ہے اور شرط صرف فاتحہ پڑھنا ہے اور اسی بنا پر روایات اس (فاتحہ) پر متفق ہیں اور اس سے زائد کے حوالے سے مختلف ہیں اور مجموعی طور پر سنت نماز میں تخفیف کرنا ہے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان کر کے اس کا حکم ارشاد فرمایا اور علت کے منتفی ہونے کی بنا پر صرف بعض اوقات نماز میں طول دیا تو اگر کوئی علت کے انتفاء کی تحقیق کرلے تو نماز کو طویل کرلے۔ (شرح النووی علی مسلم، باب القراءۃ فی الظہر والعصر، ج4، ص174، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان "پس میں مختصر کر دیتا ہوں" اس سے مراد قراءت میں کمی کرنا ہے جیسا کہ اس بات کو ابن سابط وغیرہ نے ذکر کیا ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں موجود ہے "پس وہ خفیف سورت کی تلاوت کرے۔" اور اس سے بعض شوافع نے امام کے انتظار کرنے پر استدلال کیا ہے جب وہ رکوع میں ہو تو وہ کسی ایسے شخص کو محسوس کرے جو نماز میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اس کا انتظار کرے تا کہ وہ اس کے ساتھ جماعت میں رکعت کی فضیلت کو پالے اور یہ اس لئے کہ امورِ دنیا میں بعض انسانی حاجات کی بنا پر جب اسے نماز میں تخفیف کرنے کی اجازت ہے تو اسی بنا پر اسے نماز میں اللہ عزوجل کی عبادت کی غرض سے زیادہ کرنے کی بھی اجازت ہے بلکہ یہ احق واولی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: اس میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں ہے کیونکہ یہ نماز میں ایک عمل کی زیادتی ہے بخلاف کمی کرنے کے۔ اور ابن بلال کہتے ہیں: اور جن لوگوں نے اس بات کی اجازت دی ان میں امام شعبی، حسن اور عبد الرحمٰن بن ابی لیلی شامل ہیں۔ اور دوسرے حضرات کہتے ہیں: وہ انتظار کرے جب تک اس کے ساتھیوں پر یہ شاق نہ ہو اور یہی امام احمد، اسحٰق اور ابو ثور کا قول ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں: وہ انتظار نہ کرے کیونکہ یہ اس کے پیچھے والوں کو ضرر دے گا اور یہی امام اوزاعی، امام ابو حنیفہ اور شافعی کا قول ہے۔ اور سفاقسی، سحنون کے حوالے سے کہتے ہیں: ان کی نماز باطل ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ روایت ہمارے بعض اصحاب سے بھی مروی ہے حتی کہ ان کے بعض نے فرمایا کہ اس پر کفر کا خدشہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب امام داخل ہونے والے جانتا ہو تو مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر داخل ہونے والا غنی ہو تو مکروہ ہے اور اگر فقیر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔" (شرح ابی داؤد للعینی، باب تخفیف الصلاۃ ۔۔۔، ج3، ص453،454، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچہ کے رونے کی آواز سنتے تھے تو نماز میں تخفیف کر دیتے تھے)) یعنی اس کو لمبا کرنے کے ارادے کے بعد اپنی نماز کو مختصر کر دیتے تھے جیسا کہ عنقریب صراحت کے ساتھ آئے گا (اس خوف سے کہ کہیں اس کی ماں فتنہ

میں نہ پڑ جائے) یہ لفظ فتنہ سے یا افتتان سے ماخوذ ہے یعنی اس خوف سے کہ کہیں تشویش اور غم میں مبتلا نہ ہو اور ایک قول یہ ہے اس کا دل تشویش میں مبتلا ہوگا اور نماز میں اس کی حضوری اور اس کا ذوق ختم ہو جائے، یہ ''فتن الرجل'' سے ماخوذ ہے یعنی اسے فتنہ پہنچا اور بعید نہیں ہے کہ یہ ماں اور بچہ دونوں پر رحمت بھی ہو۔ خطابی کہتے ہیں: اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ بے شک امام جب کسی ایسے شخص کو محسوس کرے جو اس کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو اور امام رکوع میں ہو تو امام کو حالتِ رکوع میں اس کا انتظار کرنا جائز ہے تاکہ وہ رکعت کو پالے۔ کیونکہ جب اس کا دنیاوی معاملہ میں کسی حاجتِ انسانی کے لئے نماز میں کمی کرنا جائز ہے تو اخروی معاملہ کے پیشِ نظر نماز میں زیادتی کرنا بھی جائز ہے اور بعض نے اسے مکروہ قرار دیا اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس پر شرک کا خوف ہے اور یہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ انتہی۔

اور اس استدلال میں نظر ہے کیونکہ انہوں نے طاعت کی تخفیف اور کسی غرض کی بنا پر طاعت میں ترکِ اطالت اور کسی شخص کی وجہ سے عبادت کو طویل کرنے کے درمیان فرق کیا کیونکہ یہ متعارف ریا کاری میں شامل ہے۔ اور فضیل اس میں مبالغہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: غیر اللہ کے لئے عبادت کرنا شرک ہے اور غیر اللہ کے لئے عبادت کا ترک کرنا ریا کاری ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ عزوجل تمہیں ان دونوں باتوں سے نجات دے۔

اسی طرح امام کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم اور اس میں طوالت سے منع کیا گیا ہے اور اسی طرح ترکِ تخفیف ایسا ضرر ہے کہ جس کا تدارک ممکن نہیں برخلاف نماز میں طوالتِ مذکورہ کو ترک کرنا کیونکہ اس سے اصلاً کوئی شے بھی فوت نہیں ہوتی ہاں اگر اس مسئلہ کو قعدہ اخیرہ میں بیان کیا جائے تو اس کے لئے کوئی اچھی وجہ ہو سکتی ہے لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جس نے اسے ذکر کیا ہو۔ واللہ اعلم۔ اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ بے شک امام اگر آنے والے کے لئے رکوع کو طویل کرے اور رکوع کے ذریعے اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور اس پر ایک بڑے معاملہ کا خوف ہے لیکن اس سبب سے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس بات سے اس نے غیر اللہ کی عبادت کی نیت نہیں کی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ آنے والے کو نہ جانتا ہو تو رکوع کو طویل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے وگرنہ صحیح یہ ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے، بہر حال اگر وہ اللہ عزوجل کا تقرب حاصل کرنے کے لئے رکوع کو لمبا کرے بغیر اس کے کہ اس کے دل میں تقرب کے علاوہ کسی اور شے کا خلجان پیدا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حالت نہایت نادر ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ ریا کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے پس اس میں احتیاط اور احتراز اولیٰ ہے اسی طرح ''شرح منیہ'' میں ہے۔ بہر حال جو ابوداؤد نے روایت کیا کہ ''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جوتوں کی آواز سننے تک نماز میں انتظار فرمایا کرتے تھے۔'' تو یہ ضعیف ہے۔ اور اگر صحیح بھی ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نماز کو قائم کرنے میں توقف فرماتے تھے یا کراہت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا جب وہ آنے والے کو جانتا ہو۔ اور اس بات پر وہ صحیح روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کی پہلی رکعت کو طول دیا کرتے تھے تاکہ مقتدی اس رکعت کو پالیں لیکن اس میں یہ ہے کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ کا گمان ہو سکتا ہے۔ اور اللہ عزوجل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ مبارکہ کو بہتر جاننے والا ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب ما علی الامام، ج3، ص879، دار الفکر، بیروت)

تخفیفِ نماز سے متعلق ایک فتوی

امام اہل سنت امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نمازِ حضر یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں:

اوّل فجر وظہر میں طوالِ مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر وعشاء میں اوساطِ مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے۔ مفصل قرآن کریم کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو سورہ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال، بروج سے لم یکن تک اوساط، لم یکن سے ناس تک قصار

دوم فجر وظہر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموع قرأت چالیس پچاس آیت ہے اور ایک روایت میں ساٹھ آیت سے سو تک۔ اور عصر وعشاء کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت، اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔

سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت ومقتدیان وامام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے، مثلاً نمازِ فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدر سنّت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بوڑھا ضعیف ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اُس کا کام حرج ہوتا ہے اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر اس خیال رحمت سے کہ اُس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طولِ قراءت سے اُدھر بچہ پھڑکے گا اِدھر ماں کا دل بے چین ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ بربّ الناس سے نماز پڑھا دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم اجمعین، اور اگر دیکھے کہ وقت میں وسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدر سنّت قرأت ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار ومعمول بہ ہے وانا اقول لاخلاف بینهما وانما الثالثة تقييد الاولى كما لا يخفى (میری رائے میں ان دونوں روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں تیسری پہلی کو مقید کررہی ہے جیسا کہ واضح ہے۔ت) **تو حاصل مذہب معتمد یہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری وضعف وحاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدر گنجائش پر عمل کرے ورنہ وہی طول واوساط وقصار کا حساب ملحوظ رکھے** اور قلت گنجائش کے لئے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یا کام کا

ضرورت مند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں سے اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اسکے بچے کے خیال سے نماز فجر معوذتین سے پڑھا دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک شدّتِ جلال سے سرخ ہو گئے اور فرمایا: ((افتان انت یا معاذ افتان انت یامعاذ افتان انت یا معاذکما فی الصحاح وغیرھا)) (کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے، کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ! جیسا کہ صحاح وغیرہا میں ہے۔ت) وفی الھدایة مرفوعاً لقوله علیه الصلوة والسلام ((من ام قوما فلیصل بھم صلوة اضعفھم فان فیھم المریض والکبیر و ذالحاجة)) ہدایہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص کسی قوم کا امام بنے وہ انھیں ان کے ضعیف کے اعتبار سے نماز پڑھائے کیونکہ ان میں مریض، بوڑھے اور صاحب حاجت بھی ہوں گے۔ت)

اس بیان سے واضح ہوا کہ امام کا مغرب میں سورہ والشمس یا والضحیٰ یا اول میں "افحسب الذین کفروا" دوسری میں "ان للمتقین" یہ دونوں رکوع پڑھنا خلاف سنّت اور تینوں سے الگ ہوا کہ نہ یہ قصار مفصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا ایسی حالت میں مقتدیوں کی شکایت برمحل ہے اور امام پر ضرور لازم ہے۔ ہاں "الھکم التکاثر" ایک رکعت میں اور اس سے پہلی میں "القارعة" یا دوسری میں "والعصر" پڑھنا مطابق سنّت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اُس حال میں کہ کوئی بیمار یا بوڑھا ناتواں اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس سے بھی تخفیف کا حکم ہے۔ فی فتح القدیر قد بحثنا ان التطویل هو الزیادة علی القرأة المسنونة فانه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم نهی عنه و کانت قرأته هی المسنونة فلا بد من کون مانهی عنه غیر ماکان دابه الالضرورة اه و باقی ماذکرنا من المسائل معرفة فی الدرالمختار و ردالمحتار وغیرهما من الکتب المتداولة فلا حاجة بایراد العبارات واللّٰہ سبحانه وتعالیٰ اعلم۔ (فتح القدیر میں ہے ہم نے اس پر بحث کی ہے کہ قراءت میں طوالت وہ زیادتی ہے جو قرأت مسنونہ پر ہو، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی ہی زیادتی سے منع فرمایا ہے اور آپ کی قراءت قرأۃ مسنونہ ہی تھی لہذا جس سے آپ نے روکا وہ اس مسنونہ کے علاوہ ہوئی مگر ضرورت کے وقت اھ اور دیگر مسائل جو ہم نے ذکر کئے وہ درمختار، ردالمحتار اور دیگر متداول کتب میں معروف ہیں اس لئے تمام عبارات کے تذکرے کی ضرورت نہیں۔ت)

(فتاوی رضویہ، ج6، ص324,325، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر272

مَا جَاءَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ

(حائضہ (بالغہ) کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہے)

377۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ الحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ، وَفِي البَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: أَنَّ المَرْأَةَ إِذَا أَدْرَكَتْ فَصَلَّتْ وَشَيْءٌ مِنْ شَعْرِهَا مَكْشُوفٌ لَا تَجُوزُ صَلَاتُهَا "وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ قَالَ: لَا تَجُوزُ صَلَاةُ المَرْأَةِ وَشَيْءٌ مِنْ جَسَدِهَا مَكْشُوفٌ، قَالَ الشَّافِعِيُّ ": وَقَدْ قِيلَ: إِنْ كَانَ ظَهْرُ قَدَمَيْهَا مَكْشُوفًا فَصَلَاتُهَا جَائِزَةٌ"

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ،فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: حائضہ (بالغہ) عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہے۔ اور اس باب میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہے۔

امام ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے۔ اور اہلِ علم کے ہاں اسی پر عمل ہے۔ بے شک عورت جب بالغ ہو جائے پھر اس طرح نماز پڑھے کہ اس کے بالوں میں سے کچھ کھلا ہوا رہ جائے تو اس کی نماز جائز نہیں ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں: عورت کی نماز اس طرح جائز نہیں ہے کہ اس کے بدن سے کچھ کھلا ہوا ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور تحقیق کہا گیا ہے: ''کہ اگر عورت کے قدموں کا اوپر والا حصہ کھلا ہوا ہو تو اس کی نماز جائز ہے۔''

تخریج حدیث 377: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب المرأۃ تصلی بغیر خمار، حدیث 641، ج1، ص173، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب اذا حاضت الجاریۃ لم تصل الا بخمار، حدیث 655، ج1، ص215، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

حدیث مذکور میں حائضہ سے مراد

یہاں حائض سے مراد وہ عورت ہے جو حیض آنے کی مدت کو پہنچ چکی ہو یعنی بالغہ ہو چکی ہو۔ وہ عورت مراد نہیں جس کے ایام حیض چل رہے ہوں کیونکہ جس کے ایامِ حیض چل رہے ہوں وہ تو کسی صورت نماز نہیں پڑھے گی۔

(معالم السنن، باب تصلی المرأۃ بغیر خمار، ج1، ص180، المطبعۃ العلمیہ، حلب)

نماز میں ستر کے وجوب پر استدلال

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:

"اور معنی یہ ہے کہ نماز صحیح نہیں ہے کیونکہ قبولیت کی نفی میں صحت کی نفی ہے مگر دلیل کی بنا پر اور تحقیق اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ (الاعراف، 31) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد کپڑے ہیں۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور جب کوئی بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ (الاعراف 28) حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد کفار کا برہنہ ہو طواف کرنا ہے۔ اور نماز میں سترِ عورت کے وجوب پر اجماع ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الستر، ج2، ص634، دار الفکر، بیروت)

سر اور اس کے بال بالاجماع ستر کے اندر شامل ہیں، لہذا اگر سر یا لٹکے ہوئے بالوں کا چوتھائی حصہ نماز میں کھلا رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی، اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

قبول اور صحت میں فرق کی تحقیق

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

"متقدمین کی ایک جماعت نے عدمِ قبول سے عدمِ صحت پر استدلال کیا ہے جیسا کہ علما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ عزوجل حائضہ یعنی وہ عورت جو حیض والی عمر کو پہنچ چکی ہو کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا۔ اور اس حدیث سے مقصود نماز کے صحیح ہونے کے لئے حدث سے طہارت کے شرط ہونے پر استدلال کرنا ہے اور یہ

استدلال تام نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ جب نفی قبولیت نفیِ صحت پر دلیل ہو اور تحقیق متاخرین نے اس بارے میں بحث تحریر کی ہے کیونکہ صحت کے باوجود قبولیت کی نفی متعدد جگہوں پر وارد ہوئی ہے جیسا کہ بھاگے ہوئے غلام کی نماز قبول نہیں ہوتی اور جیسا کہ کاہن کے پاس آنے والے کے بارے میں اور شراب پینے والے کے بارے میں بھی وارد ہوا تو جب قبولیت کی نفی سے صحت کی نفی پر دلیل کی تقریر کا ارادہ ہو تو پھر قبول کے معنی کی تفسیر کرنی ضروری ہے۔

اور تحقیق کسی شے کی غرضِ مطلوب کی دوسری شے پر ترتب سے بھی اس کی تفسیر کی گئی ہے کہا جاتا ہے کہ "فلاں نے فلاں کا عذر قبول کرلیا" جب وہ اس کے عذر پر اس سے غرضِ مطلوب کو مرتب کرے اور وہ جنایت اور گناہ کا مٹانا ہے تو جب یہ ثابت ہو گیا تو اس مقام پر بھی یہ کہا جائے گا کہ نماز سے غرض اس کا حکم کے مطابق کفایت کرنے والی واقع ہونا ہے تو جب یہ غرض حاصل ہوگئی تو مذکورہ تفسیر کے مطابق قبول ثابت ہو گیا اور جب اس تفسیر کے مطابق قبول ثابت ہو گیا تو صحت بھی ثابت ہوگئی اور جب اس تفسیر کے مطابق قبولیت کا انتفاء ہو گیا تو صحت کا بھی انتفا ہو گیا۔ اور بعض متاخرین کی جانب سے بعض مقامات پر یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی عبادت کا قبول اس کا اس طرح ہونا ہے کہ اس پر ثواب اور درجات مرتب ہوں۔ اور "اِجزا" اس کا حکم کے مطابق ہونا ہے اور دو معنی جب ایک دوسرے کے مغایر ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے سے اخص ہو تو اخص کی نفی سے اعم کی نفی لازم نہیں آتی اور "قبول" اس تفسیر پر "صحت" سے اخص ہے پس بے شک ہر مقبول صحیح ہے اور ہر صحیح مقبول نہیں ہے۔

اور جن احادیث میں بقاءِ صحت کے ساتھ قبول کی نفی کی گئی تو یہ بات نفی قبول سے نفی صحت کے استدلال میں ضرر دے گی، جیسا کہ ہم نے مقدمین سے حکایت کیا۔ اے اللہ! مگر یہ کہا جائے کہ دلیل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قبولیت، صحت کے لوازمات سے ہے تو جب قبول منتفی ہوا صحت بھی منتفی ہوگئی لہٰذا اس وقت نفیِ قبول سے نفی صحت پر استدلال کرنا صحیح ہے۔ اور جن احادیث میں صحت کی باوجود قبولیت کی نفی کی گئی ہے ان میں تاویل یا تخریج جواب کی جانب محتاجی ہوگی اس بنا پر کہ بے شک یہ اس کو رد کرتا ہے جس نے عبادت کی قبولیت کی تفسیر اس پر ثواب ملنے یا اس کے پسندیدہ ہونے سے کی ہے جب اُس کا مقصود یہ ہو کہ نفیِ قبول سے نفی صحت ہونا لازم نہیں آتا یوں کہا جائے گا کہ قواعد شرعیہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ بے شک عبادت کو جب حکم کے مطابق لایا جائے تو وہ ثواب و درجات اور کفایت کا سبب ہے اور ظواہر اس بارے میں بے شمار ہیں۔"

(احکام الاحکام، شرح عمدۃ الاحکام، حدیث لا یقبل اللہ صلاۃ احدکم اذا احدث، ج1، ص63،64، مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور یہاں قبول سے مراد وہ ہے کہ جو صحت کے مرادف ہے اور وہ کفایت کرنا ہے اور حقیقتِ قبول یہ ہے کہ طاعت کفایت کرنے والی اور جو ذمہ پر واجب ہے اس کی رافع ہو اور جب طاعت کو اس کی شرائط کے ساتھ بجالانا میں اس کے کفایت

کرنے کا مظنہ موجود ہے وہ جو کہ قبولیت ہے تو اسے مجازا ''قبول'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بہرحال جس قبولیت کی نفی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس فرمان کی مثل احادیث میں کی گئی ہے (فرمایا): ((من اَتٰی عرافا لم تقبل لہٗ صَلَاۃ)) یعنی (جو کسی کاہن کے پاس آیا تو اس کی نماز قبول نہیں ہے۔) تو یہ قبولِ حقیقی ہے کیونکہ عمل کبھی صحیح ہوتا ہے لیکن قبولیت کسی مانع کی بنا پر حاصل نہیں ہوتی اور اسی بنا پر بعض سلف صالحین کہتے ہیں: میری ایک نماز کا قبول ہونا مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ اور یہاں تحقیق یہ ہے کہ شرعاً قبول سے حصولِ ثواب مراد لیا جاتا ہے اور کبھی وہ صحت کے ساتھ نہیں پایا جاتا ہے اس دلیل کی بنا پر کہ بھاگے ہوئے غلام اور خمر پینے والے کی نماز صحیح ہے اور صحیح قول کے مطابق مغصوبہ گھر میں نماز پڑھنا بھی صحیح ہے شوافع کے نزدیک بھی۔

بہرحال قبولیت کا صحت کو لازم ہونا تو وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے: ((لَا یقبل اللہ صَلَاۃ حَائِض اِلَّا بخمار)) (اللہ عزوجل حائضہ عورت کی نماز کو بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا) اور حائض سے مراد وہ ہے جو حیض کی عمر کو پہنچ کو بالغ ہوئی ہو پس بے شک اس کی نماز بغیر ستر کے قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی صحیح ہوتی ہے اور قبول کی تفسیر کسی شے کی غرضِ مطلوب کے دوسری شے پر مرتب ہونے کے ساتھ کی جاتی ہے۔ پس نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ((لَا یقبل اللہ صَلَاۃ من احدث حَتّٰی یتوَضّأ)) (اللہ عزوجل محدث شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا حتی کہ وہ وضو کرلے) یہ حدیث عدمِ قبول کے حوالے سے تمام مُحدِثین کو نماز کی تمام انواع میں عام ہے اور قبول سے مراد حکم کے مطابق نماز کا کفایت کرنے والا تو اس بنا پر قبول سے نماز کا ظاہراً و باطناً صحیح ہونا لازم آتا ہے اور اسی طرح اس کا عکس ہے۔ اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ عبادت پر درجات اور ثواب کے مرتب ہونے کو صحت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کفایت کرنا یہ امر کی مطابقت کو کہا جاتا ہے تو یہ دونوں متغایر ہیں ان میں ایک دوسرے سے اخص ہے اور اخص کی نفی سے اعم کی نفی لازم نہیں آتی تو اس تفسیر پر قبول صحت سے اخص ہے تو ہر مقبول صحیح ہے اور اس کا عکس نہیں ہے۔" (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب لا تقبل الصلاۃ بغیر طہور، ج 2، ص 244، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نماز میں عورت کا ستر، مذاہب ائمہ

احناف، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک آزاد بالغہ عورت کا تمام بدن نماز کے اعتبار سے ستر ہے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے۔ حنابلہ کے فقہاء میں چہرے اور ہتھیلیوں کے ستر ہونے میں اختلاف ہے، ان کے نزدیک بھی صحیح مذہب پر چہرہ ستر نہیں، اور ہتھیلیاں ایک روایت میں ستر نہیں اور ایک روایت میں ستر ہیں۔

احناف کا ہاتھوں کی پشت کے ستر ہونے میں اختلاف ہے، ظاہر الروایہ میں یہ ستر ہیں اور شرح منیہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ یہ دونوں ستر نہیں اور اسی پر علامہ شرنبلالی نے اعتماد کیا ہے۔ امام احمد رضا خان حنفی نے بھی عدمِ ستر کی روایت کو من حیث

الدلیل قوی قرار دیا ہے۔

دونوں قدم مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ستر ہیں، اور یہی حنابلہ کے نزدیک راجح مذہب ہے اور یہی بعض احناف کی رائے ہے اور احناف کے نزدیک معتمد مذہب یہ ہے کہ دونوں قدم ستر نہیں اور یہی شوافع میں سے علامہ مزنی کا مذہب ہے۔

(درج بالا مضمون مذہب اربعہ کی درج ذیل کتب میں موجود ہے: الزیلعی، ج1، ص96 ☆ ردالمحتار، ج1، ص271 ☆ الاختیار، ج1، ص46 ☆ الدسوقی، ج1، ص213 ☆ مغنی المحتاج، ج1، ص185 ☆ نہایۃ المحتاج، ج1، ص185 ☆ المہذب، ج1، ص71 ☆ المغنی، ج1، ص601,603 ☆ الانصاف، ج1، ص449 ☆ منتہی الارادات، ج1، ص142)

احناف کے نزدیک پاؤں کے تلوے ستر میں شامل ہیں یا نہیں، اس حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا تفصیلی کلام آگے آرہا ہے۔

عورت تمام کی تمام محل ستر ہے فقہاء نے اس پر بطور دلیل کے درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

(1) ایک تو اسی باب کی حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ)) ترجمہ: حائضہ (بالغہ) عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہے۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء لاتقبل صلاۃ الحائض الا بخمار، ج2، ص215، مصطفی البابی، مصر)

(2) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((المَرْأَةُ عَوْرَةٌ)) ترجمہ: عورت تمام کی تمام محل ستر ہے۔

(جامع ترمذی، ج3، ص468، مصطفی البابی، مصر)

عورت کے اعضائے ستر کی تفصیل

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

زنِ آزاد (آزاد عورت) کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت (چھپانے کی چیز) ہے مگر منہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالاجماع (ستر نہیں) اور عبارت خلاصہ سے مستفاد کہ ناخنِ پا (پاؤں کے ناخنوں) سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشتِ قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں، تلووں اور پشتِ کف دست (ہاتھ کی پشت) میں اختلاف تصحیح ہے، اصلِ مذہب یہ کہ وہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے مستثنیٰ ہوئے، منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پشتِ پا (قدموں کی پشت)۔ ان کے سوا سارا بدن عورت ہے۔

اور وہ تیس (30) عضووں پر مشتمل کہ اُن میں جس عضو کی چوتھائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فتوے میں

اعضاءِ عورت مرد کی نسبت لکھا۔

وہ تیس عضو یہ ہیں:

(1) سر یعنی طول میں پیشانی کے اُوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک جتنی جگہ پر عادۃً بال جمتے ہیں۔

(2) بال یعنی سر سے نیچے جو لٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں۔

(3,4) دونوں کان۔

(5) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے۔

(6,7) دونوں شانے یعنی جانبِ پشت کے جوڑ سے شروع بازو کے جوڑ تک۔

(8,9) دونوں بازو یعنی اُس جوڑ سے کہنیوں سمیت کلائی کے جوڑ تک۔

(10,11) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے اُس جوڑ سے گٹوں کے نیچے تک۔

(12,13) دونوں ہاتھوں کی پشت۔

(14) سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں تک۔

(15,16) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اُٹھیں یا خفیف نوخاستہ ہیں کہ ٹوٹ کر سینہ سے جُدا عضو کی صورت نہ بنی ہوں تو اس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب اُبھار کی اُس حد پر آجائیں کہ سینہ سے جدا عضو قرار پائیں تو اس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور دو عورتیں یہ، اور وہ جگہ کہ دونوں پستان کے بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل رہے گی۔

(17) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارۂ زیریں (نیچے والے کنارے) تک، ناف پیٹ ہی میں شامل ہے۔

(18) پیٹھ یعنی پیٹ کے مقابل پیچھے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کمر تک جتنی جگہ ہے۔

(19) اُس کے اُوپر جو جگہ پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹھ کے بیچ سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہراً جدا عورت ہے، ہاں بغل کے نیچے سینہ کی زیریں حد تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اُس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور پچھلا اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیرِ سینہ سے شروع کمر تک جو دونوں پہلو ہیں ان کا اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں داخل ہوگا۔

(20,21) دونوں سرین یعنی اپنے بالائی جوڑ سے رانوں کے جوڑ تک۔

(22)فرج۔

(23)دُبر۔

(24,25)دونوں رانیں یعنی اپنے بالائی جوڑ سے زانوؤں کے نیچے تک دونوں زانو بھی رانوں میں شامل ہیں۔

(26)زیرِ ناف کی نرم جگہ اور اس سے متصل ومقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارۂ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ کمر پر کھینچے اس دائرے کے اوپر اوپر تو سیدہ تک اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سرین اور دونوں رانوں کے شروع جوڑ اور دُبر فرج بالائی (اوپر والے) کنارے تک جو کچھ حصّہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عانہ یعنی بال جمنے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے۔

(27,28)دونوں پنڈلیاں یعنی زیرِ زانو سے ٹخنوں تک۔

(29,30)دونوں تلوے۔

تنبیہ اوّل: ملاحظہ حُلیہ وغنیہ و بحر و ردالمختار وغیر ہا سے ظاہر کہ قدمِ حرہ (آزاد عورت کے قدم) میں ہمارے علما رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اختلافِ شدید مع اختلافِ تصحیح ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے، امام اقطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اس کی تصحیح اور حلیہ میں بدلیلِ احادیث اسی کی ترجیح کی، امام اسبیجابی وامام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا۔

بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں، امام برہان الدین نے ہدایہ اور امام قاضی خان نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی نے کافی میں اسی کی تصحیح فرمائی، اسی کو محیط میں اختیار کیا اور دُرِّ مختار میں معتمد اور مراقی الفلاح میں اصح الروایتین (دو روایتوں میں سے زیادہ صحیح) کہا، کنز وغیرہ اکثر متون کتاب الصلوۃ میں اسی طرف ناظر ہیں۔

بعض کے نزدیک بیرونِ نماز عورت ہیں نماز میں نہیں، یعنی اجنبی کو ان کا دیکھنا حرام مگر نماز میں کھل جانا مفسد نہیں، اختیار شرح مختار میں اسی کی تصحیح فرمائی۔

پھر کلامِ خلاصہ وغیر ہا سے مستفاد کہ یہ اختلافات صرف تلووں میں ہیں پشتِ قدم بالاتفاق عورت نہیں، مگر کلام علامہ قاسم وحلیہ وغنیۃ وغیر ہا سے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شک نہیں کہ بعض احادیث اس کے عورت ہونے کی طرف ناظر کما یظهر بمراجعة الحلية و غيرها (جیسا کہ حلیہ وغیرہ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہو جائے گا)۔

تو اگر زیادتِ احتیاط کی طرف نظر جائے تو نہ صرف تلووں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخنِ پا تک سارے پاؤں کو عورت سمجھا جائے، یوں بھی شمارِ اعضا تیس (30) ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضاء اٹھائیس ہی رہیں گے۔ آدمی ان معاملات میں مختار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے۔

تنبیہ دوم: پشتِ دست (ہاتھ کی پشت) اگر چہ اصلِ مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل (دلیل کے اعتبار سے) یہی روایت قوی ہے کہ گٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں۔

تو روایت قوی پر دو پشتِ دست نکال کر اٹھائیس ہی عضو عورت رہے، اور اگر بنظرِ آسانی اُس قولِ مصحح پر عمل کر کے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھبیس (26) ہی ہیں اور اصلِ مذہب پر تیس (30)۔

(فتاوی رضویہ، ج6، ص39 تا 46، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نماز میں ایک عضو کی چہارم یا کم کھلنے کے احکام

فتاوی رضویہ میں ہے:

"جدا جدا اعضاء بیان کرنے میں یہ نفع ہے کہ ان میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں، مثلاً:

(1) اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی اگر چہ اس کے بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی۔

(2) اگر صورتِ مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سُبحان اللہ کہہ لیتا تو بھی مذہبِ مختار پر جاتی رہی۔

(3) اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی چہارم بلا ضرورت کھولی تو فوراً نماز جاتی رہی اگر چہ معاً چھپا لے، یہاں ادائے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں۔

(4) اگر تکبیر تحریمہ اُسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی اگر چہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے۔

(5) ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی اگر چہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے اگر چہ بعض صورتوں میں گناہ وسوئے ادب (بے ادبی) بیشک ہے۔

(6) اگر ایک عضو دو جگہ سے کھلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی چوتھائی نہیں ہوتی تو نماز ہو جائے گی اور چوتھائی ہو جائے تو بتفاصیل مذکورہ نہ ہوگی۔

(7) متعدد عضووں مثلاً دو میں سے اگر کچھ کچھ حصّہ کھلا ہے تو سب جسمِ مکشوف (ظاہر ہونے والا جسم) ملانے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ بتفصیلِ سابق باطل مثلاً ران وزیرِ ناف سے کچھ کچھ

کپڑا الگ ہے تو دونوں کی قدرِ منکشف اگر زیرِ ناف کی چہارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگرچہ مجموعہ ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان دونوں میں زیرِ ناف چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زیرِ ناف میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے ربع تک پہنچنا چاہیے اگرچہ زیرِ ناف کی چوتھائی نہ ہو کہ ان میں سرین عضوِ اصغر (چھوٹا عضو) ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی اُن میں سب سے چھوٹے عضو کی چہارم تک پہنچنا کافی ہے اگرچہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصّہ ہو۔" (فتاوی رضویہ، ج6، ص30، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مرد کے اعضائے ستر کی تفصیل

فتاوی رضویہ میں ہے:

"مرد کے لئے ناف سے زانو تک عورت ہے، ناف خارج، گھٹنے داخل، مگر جدا جدا اعضاء بیان کرنے میں یہ نفع ہے کہ ان میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں (پھر اعلیٰ حضرت نے مذکورہ بالا احکام ارشاد فرمائے، پھر فرمایا:)

میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقوی ارجح (زیادہ راجح) واحوط (زیادہ محتاط) قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لئے بس ہے۔

بالجملہ ان احکام سے معلوم ہو گیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک سترِ عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضاء کو جدا جدا پہچاننا ضروری ہے۔

اور وہ علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی محشیانِ درمختار رحمۃ اللہ علیہم نے مرد میں آٹھ گنے:

(1) ذکر مع اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ وقصبہ وقلفہ کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی چوتھائی یا فقط حشفہ کا نصف کھلنا مفسد نماز نہیں، اگر باوجود علم وقدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گرد سے کوئی پارہ جسم اس میں شامل نہ کیا جائے گا، یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز ہے۔

(2) انثیین یعنی بیضے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ ان میں ایک کی چہارم بلکہ تہائی کھلنی بھی مفسد نہیں.... پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول (اردگرد) سے کچھ ضم (ملایا) نہ کیا جائے گا، یہ دونوں تنہا عضو مستقل ہیں۔

(3) دُبر یعنی پاخانہ کی جگہ، اُس سے بھی صرف اس کا حلقہ مراد، یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد۔

(4,5) الیتین یعنی دونوں چُوتڑ (سرین)، ہر چوتڑ مذہبِ صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی باعثِ فساد ہے۔

(6,7) فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں رکب ورفغ ومغبن اور فارسی میں پیغولۂ ران

اور اردو میں چڈھا کہتے ہیں، گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے، ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے، یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پورے کھلے ہوں تو صحیح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے ربع کو نہیں پہنچتے، ہاں خلافِ ادب و کراہت ہونا جدا بات ہے۔

(8) کمر باندھنے کی جگہ ناف سے اور اس کی سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کمر کولہوں کا جو ٹکڑا باقی رہتا ہے وہ سب مل کر ایک عورت ہے۔

اقول و باللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں) یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں:

مقام اوّل: آیا عورتِ ہشتم (آٹھویں عضوِ ستر) میں پیٹ کا وہی نرم حصہ جو ناف کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیڑو کہتے ہیں تینوں طرف یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے ذکر کے متصل وہ سخت بدن جو بال اُگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانہ کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدارِ اول کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز نہ ہو اگرچہ عانہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چہارم سے کم رہے یا عانہ سمیت ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوتڑوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے۔ یہاں تک کہ افسادِ نماز کے لئے اس مجموع کی چوتھائی درکار ہو اور مقدارِ اول کا ربع کفایت نہ کرے۔

جتنی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں اُن میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بظرِ ظاہر کلماتِ علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعدِ غور و تعمق اظہر و اشبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے، تو یوں سمجھئے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و سرین و ذکر، اُن کا آغاز تو معلوم ہی ہے ان سے اُوپر اُوپر ناف کے کنارۂ زیریں اور سارے دور میں اس کنارے کی سیدھ تک جسم باقی رہا اس سب کا مجموعہ عضوِ واحد ہے۔

اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی رحمہم اللہ تعالیٰ کا کلامِ مذکور ناظر کہ انہوں نے عانہ عضو جداگانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقدیرِ اوّل پر اس قدر ٹکڑا اس میں داخل نہ تھا اور اس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہونا خود ظاہر، تو واجب تھا کہ اس پارۂ جسم یعنی عانہ کو نواں عضو شمار فرماتے، اس مقام کی تحقیقِ کامل بقدرِ قدرت فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالۂ مذکورہ "البطرة فی ستر العورة" میں ذکر کی یہاں ان شاء اللہ تعالیٰ اسی قدر کافی کہ عانہ اور عانہ سے اوپر ناف تک سارا جسم جسمِ واحد ہے حقیقۃً وحساً وحکماً سب طرح متصل، تو اسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔

مقام دوم: وہ بدن جو دُبر و انثیین کے درمیان ہے اس گنتی میں نہ آیا، نہ اُسے عورت ہشتم کے توابع سے قرار دے سکتے ہیں کہ بیچ میں دو مستقل عورتیں یعنی ذکر و انثیین فاصل ہیں..... نہ یہ صحیح کہ اسے دو حصے کر کے دُبر و اُنثیین میں شامل مانیے کہ

مذہب صحیح پر تنہا انثیین عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقہ دُبر عضوِ مستقل ہے کہ اُن کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا۔

جب ثابت ہولیا کہ یہ جسم یعنی مابین الدبر والانثیین (دبر اور انثیین کے درمیان موجود حصہ) اُن آٹھوں عورتوں سے کسی میں شامل اور کسی کا تابع نہیں ہوسکتا اور وہ بھی قطعاً سترِ عورت میں داخل تو واجب کہ اُسے عضو جداگانہ شمار کیا جائے، مرد میں عددِ اعضائے عورت نو قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اُس کا عدم ذکر ذکرِ عدم نہیں کہ آخر اُن میں نہ استیعاب (احاطہ کرنے) کی طرف ایماء (اشارہ) نہ کسی تعداد کا ذکر، وہ سترِ عورت کی دونوں حدیں ذکر فرما چکے اور اتنے اعضا کے استقلال وانفراد پر بھی تصریحیں کر گئے تو جو باقی رہا لاجرم عضوِ مستقل قرار پائے گا۔ (ج6، ص29 تا 38، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر273

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں سدل مکروہ ہے)

378۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عِسْلِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ، وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِسْلِ بْنِ سُفْيَانَ وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ، فَكَرِهَ بَعْضُهُمُ السَّدْلَ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالُوا: هَكَذَا تَصْنَعُ اليَهُودُ، وقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا كُرِهَ السَّدْلُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ، فَأَمَّا إِذَا سَدَلَ عَلَى القَمِيصِ فَلَا بَأْسَ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَكَرِهَ ابْنُ الْمُبَارَكِ السَّدْلَ فِي الصَّلَاةِ

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بواسطہ عطاء حدیث کو ہم مرفوع نہیں جانتے مگر عسل بن سفیان کی روایت سے۔ اور تحقیق اہلِ علم نے نماز میں سدل کرنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے پس بعض نے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا ہے اور علما فرماتے ہیں: یہود اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اور بعض نے کہا: نماز میں سدل کرنا اس وقت مکروہ ہے کہ جب نمازی کے بدن پر ایک ہی کپڑا ہو بہرحال جب اس نے قمیص کو سدل کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا ہے۔

تخریج حدیث 378: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی السدل فی الصلوۃ، حدیث 643، ج 1، ص 174، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

سدل کی تعریف:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور سدل لٹکانا ہے..... اور ہمارے اصحاب جن میں صاحب ہدایہ ہیں نے اس کی یہ تفسیر کی ہے: اور سدل یہ ہے کہ اپنے کپڑے کو اپنے سر اور اپنے دونوں کندھوں پر ڈال دے پھر اس کی اطراف کو جوانب سے لٹکا دے۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب السدل فی الصلاۃ، ج3، ص180، مکتبۃ الرشد، ریاض)

ممانعت سدل کی وجہ و حکمت:

علامہ عینی فرماتے ہیں:

"سدل سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں اہلِ کتاب سے مشابہت ہے۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب السدل فی الصلاۃ، ج3، ص181، مکتبۃ الرشد، ریاض)

اس وجہ کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے:

حضرت سعید بن وہب فرماتے ہیں: ((انَّ عَلِیًّا رَأَی قَوْمًا یُصَلُّونَ وَقَدْ سَدَلُوا فَقَالَ: كَأَنَّهُمُ الْيَهُودُ خَرَجُوا مِنْ فُهْرِهِمْ)) ترجمہ: بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو سدل کرنے کی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا تو ارشاد فرمایا گویا کہ یہ یہودی ہیں جو اپنی عیدگاہ سے باہر آرہے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کرہ السدل فی الصلاۃ، ج2، ص62، مکتبۃ الرشد، ریاض)

حضرت نافع فرماتے ہیں: ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَرِهَ السَّدْلَ فِي الصَّلَاةِ مُخَالَفَةً لِلْيَهُودِ وَقَالَ: إِنَّهُمْ يَسْدُلُونَ)) ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہود کی مخالفت کرتے ہوئے نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا اور فرمایا: وہ سدل کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کرہ السدل فی الصلاۃ، ج2، ص63، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"اس کی حکمت و اللہ اعلم دل کا اس کی حفاظت اور درستگی میں مشغول ہونا ہے اور اسی وجہ سے اگر اس کی دو طرفوں میں سے ایک طرف دوسری طرف میں داخل ہو یا بندھی ہوئی ہو اس طرح کہ اس کے گرنے کا خوف نہ ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الستر، ج2، ص635، دار الفکر، بیروت)

سدل کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"اور اپنے کپڑے کو سدل کرنا مکروہ ہے اسی طرح منیۃ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے کپڑے کو اپنے سر یا دونوں کندھوں پر رکھ کر اس کی جوانب کو لٹکا دے اور یہ بھی سدل ہے کہ قباء کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈالے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو داخل نہ کرے اسی طرح تبیین میں ہے خواہ اس کے نیچے قمیص ہو یا نہ ہو اسی طرح "نہایہ" میں ہے..... اور نماز سے باہر سدل کے مکروہ ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے جیسا کہ درایہ میں ہے اور قنیہ کے باب الکراہۃ میں اس بات کی تصحیح ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اسی طرح بحرالرائق میں ہے۔"

(فتاویٰ ہندیہ، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ الخ، ج 1، ص 106، دارالفکر بیروت)

نماز میں سدل مکروہ تحریمی ہے، اس بارے میں نہی وارد ہونے کی وجہ سے۔

(درمختار، مکروہات الصلاۃ، ج 1، ص 639، دارالفکر بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

"(اور نماز میں سدل مکروہ ہے) اور وہ یہ ہے کہ کپڑے کو اپنے کندھے پر ڈالے اور اس کی ایک طرف کو دوسرے کندھے پر نہ ڈالے اور یہ حضرت ابن مسعود، امام ثوری اور امام شافعی کا قول ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے۔" اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ اگر نمازی نے ایسا کیا تو اس پر اعادہ نہیں ہے۔ اور ابن ابی موسیٰ کہتے ہیں: دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق وہ نماز کا اعادہ کرے اس کے بارے میں نہی کی وجہ سے بہرحال اگر اس نے دونوں طرفوں میں سے ایک کو دوسرے کندھے پر رکھ دیا یا دو اطراف کو اپنے ہاتھوں سے ملایا تو پھر زوالِ سدل کی بنا پر مکروہ نہیں ہے۔"

(الشرح الکبیر، مسئلہ یکرہ فی الصلاۃ السدل، ج 1، ص 469، دارالکتاب العربی للنشر والتوزیع)

شوافع کا موقف:

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"(اور نماز اور غیر نماز میں سدل کرنا مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ چادر کی دونوں طرفوں کو دونوں جانبوں سے لٹکا دے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو نماز میں سدل کئے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ یہود ہیں جو اپنی عیدگاہوں سے نکلے ہیں)...... بہر حال حکم مسئلہ کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ سدل کرنا نماز اور غیر نماز میں برابر ہے تو اگر وہ تکبر کی بنا پر سدل کرے تو یہ حرام ہے اور اگر تکبر کے بغیر ہو تو وہ مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے بویطی میں فرمایا: سدل نماز اور غیر نماز میں تکبر کی بنا پر جائز نہیں ہے تو بہر حال نماز میں تکبر نہ کرتے ہوئے سدل کرنا تو اس کا حکم ہلکا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ فرمانے کی بنا پر جبکہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ میرا ازار ایک جانب سے سرک جاتا ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: تم تکبر کرنے والوں میں سے نہیں ہو۔" (المجموع شرح المہذب، باب ستر العورۃ، ج3، ص 176,177، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں سدل کرنے کے بارے میں سوال ہوا اور اس پر قمیص نہ ہو مگر یہ کہ وہ چادر کو لٹکا دے اور اس کا پیٹ کھلا ہوا ہو تو فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس بدن پر اس کے علاوہ کچھ ہو۔ محمد بن رشد کہتے ہیں: سدل کی تعریف یہ ہے کہ اپنی چادر کی دونوں طرفوں کو اپنے سامنے لٹکا لے اور اس کا پیٹ اور سینا کھلا ہوا ہو، لہذا جب اس پر اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا ہو تو اس کی اجازت ہے، مراد یہ ہے واللہ اعلم اگر اس کے بدن پر ازار کے ساتھ کوئی اور ایسا کپڑا ہو جو اس کے تمام بدن کو چھپا لے۔ اور انہوں نے اس بات کی مدونہ میں اجازت دی ہے اگر چہ اس کے جسم پر صرف ازار یا شلوار ہو جو اس کی شرم گاہ کو چھپائے ہوئے ہو اور انہوں نے حکایت کیا کہ انہوں نے عبد اللہ بن حسن وغیرہ کو اس طرح کرتے دیکھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان پر گرمی کا غلبہ تھا کیونکہ آدمی کو بغیر عذر کے پیٹ اور سینا کھولے ہوئے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے۔" بعض اہلِ علم نے آدمی کے نماز میں سدل کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے اگر چہ اس پر ازار کے ساتھ قمیص ہو اور انہوں نے فرمایا یہ یہود کا فعل ہے۔ اور اللہ عزوجل ہی زیادہ جاننے والا ہے اور توفیق اسی کی جانب سے ہے۔"

(البیان والتحصیل، مسائل فی الصلاۃ، ج1، ص 250، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر274

ما جاء فی کراھیۃ مسح الحصی فی الصلاۃ

(نماز میں کنکریوں کو چھونا مکروہ ہے)

379۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَمْسَحِ الحَصَى، فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ، وَفِي البَابِ عَنْ مُعَيْقِيبٍ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ،قَالَ ابو عيسىٰ:حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَرِهَ المَسْحَ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَ:إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَمَرَّةً وَاحِدَةً كَأَنَّهُ رُوِيَ عَنْهُ رُخْصَةٌ فِي المَرَّةِ الوَاحِدَةِ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ

حدیث: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو کنکری نہ چھوئے پس بے شک رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

اور اس باب میں حضرت معیقیب، حضرت علی بن ابو طالب، حضرت حذیفہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کنکریاں ہٹانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا: ''اگر تجھے ایسا کرنا لازمی ہو تو ایک مرتبہ کر لے۔'' گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کرنے کی رخصت مروی ہے اور اسی پر اہلِ علم کے ہاں عمل ہے۔

380۔حَدَّثَنَا الحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ :حَدَّثَنَا الوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ :حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُعَيْقِيبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسْحِ الحَصَى فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ :إِنْ كُنْتَ

حدیث: حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز میں کنکریاں ہٹانے کے حوالے سے سوال کیا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تجھے کرنا ضروری ہو تو ایک مرتبہ کر لے۔

لَا بُدَّ فَاعِلًا فَمَرَّةً وَاحِدَةً،

قَالَ ابو عيسى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 379: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی مسح الحصی فی الصلوٰۃ، حدیث 945، ج1، ص249، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السہو، باب النہی عن مسح الحصی فی الصلوٰۃ، حدیث 1191، ج3، ص6، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب مسح الحصی فی الصلوٰۃ، حدیث 1027، ج1، ص328، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 380: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب مسح الحصا فی الصلوٰۃ، حدیث 1207، ج2، ص64، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب کراہۃ مسح الحصی، حدیث 546، ج1، ص387، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی مسح الحصی فی الصلوٰۃ، حدیث 946، ج1، ص349، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السہو، باب الرخصۃ فیہ مرۃ، حدیث 1192، ج3، ص7، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، مسح الحصی فی الصلوٰۃ، حدیث 1026، ج1، ص327، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

نماز میں کنکریوں کو چھونے کی ممانعت کی وجوہات:

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

اور یہ اس بنا پر کہ کنکریوں کو چھونے سے آواز ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ گفتگو کرنے والے سے آواز ظاہر ہوتی ہے۔

(کشف المشکل، کشف المشکل من مسند ابی ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ، ج3، ص556، دار الوطن، ریاض)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اگر تجھے ضروری کرنا ہو تو ایک مرتبہ کرو اس کا معنی ہے کہ ایسا نہ کرو اور اگر تمہیں کرنا ہی ہو تو ایک مرتبہ پر زیادتی نہ کرو اور یہ نہی کراہتِ تنزیہی کے لئے ہے اور کنکریوں کو چھونے کی کراہت پر علما کا اتفاق ہے کیونکہ یہ عاجزی کے منافی ہے اور کیونکہ یہ نمازی کو مشغول کر دیتا ہے۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب کراہۃ مسح الحصی، ج5، ص37، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اسی سے ہمارے اصحاب نے استدلال کیا ہے کہ بے شک نمازی کنکریوں کو الٹ پلٹ نہ کرے کیونکہ یہ فضول کام ہے اور اس کے ممنوع ہونے کی علت کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے بیان فرمایا کہ "پس بے شک رحمتِ باری اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے" تو کنکریوں کو الٹ پلٹ کرنا اور ان کو چھونا اس سے غفلت ہے۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب مسح الحصی فی الصلاۃ، ج4، ص212، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"جب تم میں کوئی نماز کی جانب کھڑا ہو یعنی جب نماز شروع کرے تو وہ کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ یہ اسے غافل کرتا ہے بہر حال تکبیرِ تحریمہ کہنے سے پہلے نہی میں داخل نہیں۔"

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص184، جامعہ ام القری، مکۃ المکرمۃ)

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

اور لیث بن ابو سلیم کہتے ہیں: میں نے علما کو فرماتے ہوئے سنا کہ نماز میں کنکریوں کو حرکت دینا اور ان کو چھونا یہ دونوں فرشتوں کے لئے باعثِ اذیت ہے۔ اور اس کی کراہیت کے سبب کے حوالے سے یہ بھی مروی ہے کہ بے شک رحمت نمازی کی

جانب متوجہ ہوتی ہے تو جب اس نے اپنے سامنے موجود مٹی اور کنکریوں کو زائل کر دیا تو اس نے اس میں موجود رحمت و برکت کو زائل کر دیا پس زہری نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ ابوالاحوص، حضرت ابوذر روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:((إذا قام أحدكم إلى الصلاة فلا يمسح الحصى؛ فإن الرحمة تواجهه)) (جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو وہ کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ رحمتِ باری اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے) اس حدیث کو امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا۔

اور جان لو کہ بے شک نماز میں کنکریوں کا چھونا دو صورتوں پر ہے ان میں ایک یہ ہے کہ یہ بغیر کسی وجہ کے محض فضول ہو تو یہ مکروہ ہے جیسا کہ یہ خطبہ سننے کے وقت مکروہ ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے:((ومن مس الحصى فقد لغا)) (جس نے کنکریوں کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا۔) تو اس معاملہ میں اگر ایک مرتبہ رخصت ہے تو مناسب ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ اس ایک مرتبہ کی رخصت ہے جو سہو اور غفلت سے ہو اور اسے دوبارہ کرنا یہ عمداً اور قصداً ہوگا جیسا کہ اچانک نظر پڑنے کے بارے میں فرمایا:((إن لك الأولى، و ليست لك الأخرى)) (بے شک تمہیں پہلی نظر معاف ہے اور دوسری معاف نہیں ہے) اور اس کی شاہد وہ حدیث پاک ہے جسے امام احمد نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ شرحبیل بن سعد اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((لإن يمسك أحدكم يده عن الحصى خير له من مائة ناقة كلها سود الحدقة فإن غلب أحدكم الشيطان فليمسح مسحة واحدة)) (تم میں کسی کا اپنے ہاتھ کو کنکریوں سے روکنا سو 100 گول سیاہ آنکھوں والی اونٹنیوں سے بہتر ہے تو اگر تم پر شیطان غالب آجائے تو ایک مرتبہ چھو لے۔) اور شرحبیل کے معاملہ میں اختلاف ہے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کنکریوں سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء سے بھی خشوع ظاہر ہوتا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کی کوئی ضرورت ہو مثلاً یہ کہ کنکریاں شدید گرم ہوں تو یہ ان کو پلٹے تاکہ سجدہ میں اس پر پیشانی رکھنا ممکن ہو یا ان میں کوئی ایسا معاملہ ہو کہ ان پر سجدہ کرنا ایذا کا باعث ہو اور وہ اسے درست و زائل کرے تو اپنے سے اذیت دور کرنے کی مقدار اسے زائل کرنے کی رخصت ہے اور یہ ایک مرتبہ میں پوری ہو جاتی ہے۔

امام احمد کہتے ہیں: اگر ان پر سجدہ کئے بغیر چارہ نہ ہو تو کنکریوں کو سیدھا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اثرم نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ "انہوں نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا تو کنکریوں کو سیدھا کیا پھر اسے اپنے ہاتھ سے جمع کیا۔" زبرقان بن عبداللہ بن عمرو بن وامیہ نے ابوسلمہ سے روایت کیا، انہوں نے جعفر بن عمرو بن امیہ سے

،انہوں نے اپنے والد سے کہ انہوں نے کہا کہ" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کنکریاں برابر کرتے ہوئے دیکھا۔" اور یہ حدیث نہایت غریب ہے۔ اور اس سے قریب وہ حدیث ہے جسے امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں: ((كنت أصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم (الظهر) فآخذ قبضة من الحصى؛ لتبرد في كفي أضعها لجبهتي أسجد عليها لشدة الحر)) ترجمہ: میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے مٹھی بھر کنکریاں لیں تاکہ میرے ہاتھ ٹھنڈے ہوں، انہیں میں اپنی پیشانی کے لئے رکھوں اور ان پر گرمی کی شدت کی بناپر سجدہ کروں۔

(فتح الباری لابن رجب، باب مسح الحصی فی الصلاۃ، ج9، ص323 تا326، دارالحرمین، القاہرہ)

نماز میں کنکریاں چھونے کے بارے میں مذہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

" کنکریوں کا پلٹنا مکروہ ہے مگر اس وقت جب سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو وہ انہیں ایک مرتبہ سیدھا کر لے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر "اے ابوذر ایک مرتبہ کر لے یا پھر چھوڑ دے۔" اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے۔" اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو جائے سجدہ کی مٹی کو درست کر رہا تھا کہ اگر تجھے کرنا ہے تو ایک مرتبہ۔" اس کا معنی یہ ہے کہ نہ چھوؤ اور اگر تو چھوئے تو ایک مرتبہ پر زیادتی نہ کر۔"

(تبیین الحقائق، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، ج1، ص162، المطبعۃ الکبری الامیریہ، القاہرہ)

حنابلہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

مکروہ ہے کنکریوں کا پلٹنا اور ان کا چھونا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کی بنا پر (فرمایا) "جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو وہ کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے۔" اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

(کشاف القناع، فصل ما یکرہ وما یباح وما یستحب فی الصلاۃ، ج1، ص372، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ البعلی الخلوتی حنبلی (متوفی 1192ھ) فرماتے ہیں:

" کنکریوں کا چھونا اور ان کا برابر کرنا بلا عذر مکروہ ہے۔"

(کشف المخدرات، ج1، ص140، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی676ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں کنکریوں کا چھونا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا تَمْسَحْ الحصى وأنت تصلي فإن كنت لابد فاعلا فواحدة تسوية الحصى)) (نماز پڑھتے ہوئے کنکریوں کو مس نہ کرو پس اگر تمہارے لیے کرنا لازمی کرنا ہو تو ایک مرتبہ کنکریاں درست کرلو) یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے اپنے الفاظ سے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا جو بخاری اور مسلم کی شرط پر ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کے ہم معنی حدیث کو روایت کیا اور ان کے الفاظ بھی معیقیب رضی اللہ عنہ سے یہ ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا جو اپنی جائے سجدہ کی مٹی کو درست کر رہا تھا، فرمایا: اگر تمہیں کرنا ہی ہو تو ایک مرتبہ کرو۔" پس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کنکریوں کو مس نہ کرو اور گر تمہیں چھونا پڑ ہی جائے تو ایک مرتبہ پر زیادتی نہ کرو اور یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔ علما نے اس حدیث کی بنا پر اس کے مکروہ ہونے پر اتفاق کیا ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو وہ کنکریوں کا نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کی جانب متوجہ ہوتی ہے۔" اس حدیث کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس کی اسناد جید ہے لیکن اس سند میں ایک شخص ہے کہ جس کی حالت کو علما نے بیان نہیں کیا لیکن ابوداؤد نے اس کی تضعیف بھی نہیں کی اور بے شک ماقبل میں گزر چکا ہے کہ جس کی وہ تضعیف نہ کریں تو وہ حدیث پاک حسن ہوتی ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں (کراہت اس وجہ سے ہے کہ) یہ تواضع اور خشوع کے منافی ہے۔" (المجموع شرح المہذب، مسائل تتعلق بالکلام فی الصلاۃ، ج4، ص99، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابن عربی مالکی (متوفی543ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ رحمت پر توجہ رکھے اور کنکریوں سے مشغول نہ ہو، چاہے حاجت کی وجہ سے کیوں نہ ہو جیسا کہ سجدے کی جگہ کی تعدیل کے لیے یا مضر چیز کو دور کرنے کے لیے، امام مالک اسے کرتے ہیں اور ان کے علاوہ ائمہ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں۔ (عارضۃ الاحوذی، ابواب الصلاۃ، الجزء الثانی، ص172، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

"(امام مالک نے مسلم بن ابو مریم سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: مجھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا اور

میں نماز میں حصباء سے کھیل رہا تھا) یعنی چھوٹی کنکریوں سے (تو جب میں نماز سے پھرا تو انہوں نے مجھے منع کیا) اس کے مکروہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ہر شے کے ساتھ کھیلنا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں اعادہ کا حکم نہیں دیا کیونکہ یہ تھوڑا سا فعل تھا جو نماز سے غافل نہیں کرتا۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ ''اور کنکریوں کا چھونا ایک مرتبہ ہے اور اس کا ترک کرنا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔'' ابو عمر اس بات کے قائل ہیں۔ اور ابن عیینہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ مسلم روایت میں ہے تو جب وہ پھرے اور ایک مرتبہ، فرمایا: وہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کنکریوں کو نہ پلٹو پس بے شک کنکریوں کا پلٹنا شیطان کی جانب سے ہے۔"

(شرح الزرقانی علی الموطا، باب العمل فی الجلوس فی الصلاۃ، ج1، ص333,334، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرہ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے نماز میں کنکریاں چھونے کے بارے میں امام مالک کا مؤقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:"
اور امام مالک کنکریاں چھونے کے حوالے سے خفیف حرکت کرنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔"

(فتح الباری لابن رجب، باب مسح الحصی فی الصلاۃ، ج9، ص323، دار الحرمین، القاہرہ)

باب نمبر275

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ النَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں پھونکنا مکروہ ہے)

381۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ :أَخْبَرَنَا مَيْمُونٌ أَبُو حَمْزَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، مَوْلَى طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ :رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَنَا يُقَالُ لَهُ أَفْلَحُ إِذَا سَجَدَ نَفَخَ، فَقَالَ :يَا أَفْلَحُ، تَرِّبْ وَجْهَكَ ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ :وَكَرِهَ عَبَّادٌ النَّفْخَ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَ :إِنْ نَفَخَ لَمْ يَقْطَعْ صَلَاتَهُ ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ :وَبِهِ نَأْخُذُ ، :وَرَوَى بَعْضُهُمْ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ هَذَا الْحَدِيثَ، وَقَالَ :مَوْلًى لَنَا يُقَالُ لَهُ رَبَاح

حدیث:حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے،فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمارے ایک لڑکے افلح کو دیکھا کہ جب وہ سجدہ کرتا تو وہ پھونک مارتا،تو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اے افلح!اپنے چہرے کو خاک آلود کرو۔احمد بن منیع کہتے ہیں:عباد نے نماز میں پھونکنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور کہا:اگر وہ پھونکے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔احمد بن منیع کہتے ہیں:اور ہم اسی مسلک کو اختیار کرتے ہیں۔اور بعض نے ابوحمزہ سے اس حدیث کو روایت کیا اور فرمایا:ہمارے غلام کو''رباح'' کہا جاتا تھا۔

382۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ مَيْمُونٍ أَبِي حَمْزَةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَقَالَ: غُلَامٌ لَنَا يُقَالُ لَهُ رَبَاحٌ،قَالَ ابو عيسى: وَ حَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ، وَمَيْمُونٌ أَبُو حَمْزَةَ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي النَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ:إِنْ نَفَخَ فِي الصَّلَاةِ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، وقَالَ بَعْضُهُمْ :يُكْرَهُ النَّفْخُ فِي

حدیث:حماد بن زید نے میمون بن ابوحمزہ سے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی اور اس میں فرمایا: ہمارے غلام کو''رباح'' کہا جاتا تھا۔امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں:حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث کی سند ایسی نہیں ہے اور میمون ابوحمزہ کی بعض اہلِ علم نے تضعیف کی ہے۔اور اہلِ علم نے نماز میں پھونکنے کے حوالہ سے اختلاف کیا ہے تو بعض نے کہا:اگر نماز میں پھونکے تو نماز دوبارہ پڑھے اور یہی سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ کا قول ہے اور بعض نے کہا:نماز میں پھونکنا مکروہ ہے اور اگر وہ

الصَّلَاةِ وَإِنْ نَفَخَ فِيصَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ " نماز میں پھونکے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی اور یہی احمد و اسحاق کا قول ہے۔

تخریج حدیث 381: (مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی النفخ فی الصلوۃ، حدیث 6549، ج2، ص67، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

تخریج حدیث 380:

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((ام المؤمنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے غلام افلح کو دیکھا جب وہ سجدہ کرتا)) یعنی جب وہ سجدہ کا ارادہ کرتا ((تو پھونک مارتا)) یعنی زمین میں تا کہ اس سے مٹی دور ہو جائے تو وہ سجدہ کرلے ((تو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے افلح اپنے چہرے کو خاک آلود کر)) یعنی اسے مٹی کے ساتھ ملا کیونکہ یہ عاجزی کے زیادہ قریب ہے اور ثواب میں عظیم ہے اور یہ نہ پھونکنے سے کنایہ ہے کیونکہ یہ مٹی کے چہرے کے ساتھ چمٹنے کو مستلزم ہے یعنی چہرے کے افضل حصہ کے ساتھ اور وہ پیشانی ہے اور یہ عاجزی کی انتہا ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ الخ، ج2، ص792، دار الفکر، بیروت)

نماز میں پھونک مارنے کی وجہ ممانعت:

علامہ ابن بطال ابو الحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"اور ابن ابی شیبہ نے ابو صالح کے حوالے سے ذکر کیا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کسی قریبی نے نماز پڑھی تو پھونکا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے غلام اسود کو فرمایا: "اے رباح! اپنے چہرے کو خاک آلود کرو" ابن بریدہ کہتے ہیں: کہا جاتا تھا کہ یہ بات بھی جفا ہے کہ آدمی اپنی نماز میں پھونکے۔ تو یہ اس بات پر دال ہے کہ جس نے اسے مکروہ جانا اس نے اسے جفا اور بے ادبی قرار دیا نہ یہ کہ اس کے ہاں یہ کلام کے قائم مقام ہے، کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قریبی کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا جب اس نے اپنی نماز میں پھونکا اور اگر یہ ان کے ہاں کلام کے قائم مقام ہوتا تو وہ اس کے بیان کرنے کو ترک نہ کرتیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔"

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب ما یجوز من النفخ فی الصلاۃ، ج3، ص205، مکتبۃ الرشد، ریاض)

حدیث مذکور کی فنی حیثیت:

علامہ ابن رجب فرماتے ہیں:

"ترمذی نے ابو حمزہ میمون کی حضرت ام سلمہ سے بواسطہ ابو صالح روایت کردہ حدیث کی تخریج کی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمارے ایک غلام کو دیکھا جسے افلح کہا جاتا ہے کہ جب وہ سجدہ کرتا ہے تو پھونکتا ہے

تو اسے فرمایا: (اے افلح اپنے چہرے کو خاک آلود کرو) اور فرمایا: اس کی سند ایسی نہیں ہے اور میمون ابوحمزہ ہیں، اہل علم نے ان کی تضعیف کی ہے اور امام احمد نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور میمون اعور وہ ابوحمزہ ہیں۔ امام احمد کہتے ہیں: متروک ہے لیکن اس کی متابعت کی گئی ہے پس امام احمد نے سعید ابوعثان الوراق کے طریق سے ابوصالح سے روایت کردہ حدیث کی تخریج کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو انہوں نے حدیث کو مرفوعاً ذکر کیا اور اس میں ہے (اپنے چہرے اللہ عزوجل کے لئے خاک آلود کرو)۔

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو عدی بن عبدالرحمٰن کے طریق سے روایت کیا انہوں نے داؤد بن ابو ہند اور انہوں نے ابوصالح جو آلِ طلحہ بن عبید اللہ کے غلام ہیں ان سے روایت کیا وہ کہتے ہیں: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر تھا پھر انہوں نے مکمل حدیث کو ذکر کیا اسی طرح روایت میں ہے (ابوصالح جو آل طلحہ کے غلام ہیں) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ بے شک وہ ام سلمہ کے غلام ہیں: ابوزرعہ دمشقی نے اپنی تاریخ میں کہا: ابوصالح جو ام سلمہ کے غلام ہیں ان سے سجدہ میں مٹی میں پھونک مارنے کے حوالے سے حدیث بیان کی جاتی ہے ان کا نام زاذان ہے۔ انتھی۔ اور وہ اس کے ساتھ غیر مشہور ہیں۔ اور ان الفاظ کے ساتھ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پھونکنا کلام نہیں ہے صرف موضع سجود سے مٹی کا پھونکنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سجدہ میں پیشانی کے خاک آلود کرنے کے مانع ہے اور سجدہ کرنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے چہرے کو اللہ عزوجل کے لئے خاک آلود کرے اور اسی بنا پر اس کا مٹی پر سجدہ کرنا اس کے اور مٹی کے درمیان حائل چیز پر سجدہ کرنے سے افضل ہے اور نماز میں پھونکنے کے مکروہ ہونے کے حوالے سے دوسری مرفوع احادیث موجود ہیں جو صحیح نہیں ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب، باب مایجوز من البصاق والنفخ فی الصلاۃ، ج9، ص 348,347، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینہ المنورہ)

نماز میں پھونک مارنے کے حکم کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

علامہ محمد بن احمد سمرقندی حنفی (متوفی 540ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں پھونکنا مکروہ ہے جبکہ وہ مسموع نہ ہو کیونکہ وہ نماز کے اعمال سے نہیں ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ عرفاً کلام نہیں ہے اور نہ عملِ کثیر ہے بہرحال جب وہ مسموع ہو تو طرفین کہتے ہیں: اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس سے وہ اُف کہنے کا ارادہ کرے یا نہ کرے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اولاً فرمایا کرتے تھے اگر وہ "اف" کہنے کا ارادہ کرے یعنی کسی شے مکروہ جانتے ہوئے یا ہلکا سمجھ کر اسے دور کرتے ہوئے اف یا تف کہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ اس سے

''اف'' کہنے کا ارادہ نہ کرے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی پھر انہوں نے رجوع کرلیا اور فرمایا کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ لوگوں کے عرف میں یہ کلام نہیں ہے بلکہ یہ کھانسنے اور کھنکھارنے کے قائم مقام ہے اور صحیح طرفین کا قول ہے کیونکہ عرف میں کلام ایسے منظوم حروف کو کہا جاتا ہے جو سنے جا سکتے ہوں اور کم از کم مقدار جس سے حروف منظوم ہوجاتے ہیں وہ دو حرف ہیں اور تحقیق وہ پائے گئے ہیں۔" (تحفۃ الفقہاء، باب مایستحب فی الصلاۃ، ج1، ص145، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

علامہ شمس الدین محمد بن احمد شربینی شافعی (متوفی 977ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں پھونکنا مکروہ ہے کیونکہ یہ فضول ہے۔"

(مغنی المحتاج، فصل تبطل الصلاۃ بالنطق بحرفین الخ، ج1، ص422، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"نماز میں پھونکنے کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر اس سے دو حرف نکلیں اور وہ ایسا اس کی حرمت کو جان کر عمداً کرے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی وگرنہ نہیں۔" (المجموع شرح المہذب، مسائل تتعلق بالکلام فی الصلاۃ، ج4، ص89، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ محمد بن عبداللہ الخرشی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

"مشہور قول کے مطابق جان بوجھ کر منہ سے پھونکنے کی صورت میں اس کی نماز باطل ہوجائے گی، نہ کہ ناک سے پھونکنے کی صورت میں۔ سنہوری کہتے ہیں پھونکنے کی صورت میں نماز کے ابطال میں حرف کا ظاہر ہونا شرط نہیں ہے جیسا کہ ہمارے بعض علما اور مخالفین بھی اس بات کے قائل ہیں، اھ۔ گویا کہ ان کی مراد بعض علماء سے ابن قداح ہیں کیونکہ انہی نے ان سے نقل کیا ہے کہ پھونکنا کلام کی مانند ہے جس میں الف اور فاء کے ذریعے سے نطق کیا جاتا ہے۔

(شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل حکم السہو وما یتعلق بہ، ج1، ص330، دار الفکر للطباعۃ، بیروت)

علامہ احمد بن غانم النفراوی مالکی (متوفی 1126ھ) فرماتے ہیں:

"اور (نماز میں پھونکنا) منہ سے (وہ کلام کرنے کی طرح ہے) تو اگر وہ سہواً واقع ہو اور کثیر نہ ہو تو سلام کے بعد سجدہ کرے۔ (اور اسے عمداً کرنے والا) اور اس کے حکم سے جاہل بھی (اپنی نماز کو فاسد کرنے والا ہے) اگرچہ وہ تھوڑا ہو اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس سے کوئی حرف ظاہر ہو یا نہ ہو۔ بہر حال ناک سے پھونکنے والا تو اس کا عمداً یوں کرنا بھی نماز کو باطل نہیں

کرے گا اور سجدہ سہو بھی نہیں ہے۔" (الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید، مبطلات الصلاۃ، ج 1، ص 228، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان المرداوی حنبلی (متوفی 885ھ) فرماتے ہیں:

"(یا وہ پھونکے اور دو حرف ظاہر ہوں تو وہ کلام کرنے کی طرح ہے) اور یہ مذہب ہے اور اسی پر اصحاب ہیں اور شیخ تقی الدین کا مختار یہ ہے کہ بے شک پھونکنا کلام کرنے کی طرح نہیں ہے اگر چہ دو یا اس سے زیادہ حرف ظاہر ہوں اس سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور یہ امام احمد ایک روایت ہے۔ تنبیہ: متن کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ جب اس سے دو حرف ظاہر نہ ہوں تو اس کی نماز صحیح ہے اور وہی مذہب ہے اور اسی پر اکثر اصحاب ہیں اور انہوں نے اسی کی تائید کی ہے اور اسے صاحب فروع نے اسے فروع میں مقدم رکھا اور انہیں سے مروی ہے کہ دو حرفوں سے کم بھی دو حرفوں کی طرح ہے اور ان دونوں کو صاحب الفائق اور ابن تمیم نے مطلق رکھا۔ مصنف کا قول (یا وہ روئے تو دو حرف ظاہر ہوں) تو وہ کلام کرنے کی طرح ہے مگر وہ جو اللہ عزوجل کے خوف سے ہو تو صحیح مذہب یہ ہے کہ بے شک اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اسی پر جمہور اصحاب ہیں اور ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب، مستوعب، خلاصہ، محرر، مجد نے اپنی شرح میں اور مجمع البحرین، حاوی کبیر اور ادراک الغایہ اور وجیز اور منور وغیرہ کتب میں اسی بات پر جزم کیا اور اسی کو فروع، رعایتین اور حاوی صغیر میں مقدم رکھا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ اگر اس پر غلبہ پالے تو باطل نہیں ہو گی ورنہ باطل ہو جائے گی۔ مصنف کہتے ہیں: اور یہ امام احمد کے اصول کے زیادہ موافق ہے اور فائق میں اور ابن تمیم نے دونوں کو مطلق رکھا ہے۔" (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف، باب سجود السہو، ج 2 ص 138، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر276

مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الِاخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا ممنوع ہے)

383۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا، وَفِي البَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ الِاخْتِصَارَ فِي الصَّلَاةِ، وَالِاخْتِصَارُ: هُوَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ فِي الصَّلَاةِ، وَكَرِهَ بَعْضُهُمْ أَنْ يَمْشِيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا، وَيُرْوَى أَنَّ إِبْلِيسَ إِذَا مَشَى مَشَى مُخْتَصِرًا"

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اس باب میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت موجود ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق بعض اہل علم نے نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور "اختصار" یہ ہے کہ "بندہ نماز میں اپنے ہاتھ کو اپنی کمر پر رکھے۔" اور بعض علما نے کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے چلنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے اور مروی ہے کہ "جب ابلیس چلتا ہے تو کمر پر ہاتھ رکھ کر چلتا ہے۔"

تخریج حدیث 383: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الخصر فی الصلوۃ، حدیث 1220، ج2، ص67، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعھا، باب کراہۃ الاختصار فی الصلوۃ، حدیث 545، ج1، ص387، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الرجل یصلی مختصرا، حدیث 947، ج1، ص249، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب النھی عن الخصر، حدیث 890، ج2، ص127، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہات:

علامہ ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

(1) مہلب کہتے ہیں: نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کیونکہ وہ تکبر کرنے والوں کے مشابہ ہے اور "خصر" یہ ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں پہلوؤں پر رکھے۔ اور اس میں تکبر کا معنی موجود ہے پس اس میں سے قلیل بھی حلال نہیں ہے تو نماز میں کیونکر حلال ہوسکتا ہے جو خشوع کے لئے وضع کی گئی ہے اور عجب اور تکبر خشوع کے منافی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اور امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مکروہ قرار دیا اور یہی امام مالک، اوزاعی اور کوفیوں کا قول ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو نماز میں اپنے پہلوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ نماز میں بہت سخت بات ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(2) اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ یہود کا فعل ہے۔

(3) اور ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اہلِ نار آگ میں اسی طرح ہوں گے۔

(4) اور مجاہد کہتے ہیں: پہلو پر ہاتھ رکھنا یہ جہنمیوں کی راحت ہے۔ اور خطابی کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ یہود اپنی نماز میں اسی طرح کرتے ہیں اور وہ جہنمی ہیں نہ یہ کہ جہنمیوں کے لئے راحت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿لا یفتر عنهم وهم فیه مبلسون﴾ ترجمۂ کنزالایمان: وہ کبھی ان پر سے ہلکا نہ پڑے گا اور وہ اس میں بے آس رہیں گے۔

(پارہ 25، سورہ زخرف، آیت 75)

(5) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شیطان پہلو پر اسی طرح ہاتھ رکھتا ہے۔

(6) حمید بن ہلال کہتے ہیں: نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کیونکہ بے شک ابلیس کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے اترا تھا۔"

(شرح صحیح البخاری، باب الخصر فی الصلاۃ، ج3، ص 208،209، مکتبۃ الرشد ریاض)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

پہلو پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت میں حکمت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(1) اس کی ممانعت کی ایک وجہ یہ ہے کہ ابلیس جنت سے پہلو پر ہاتھ رکھے ہوئے ہی اترا تھا۔ اس بات کو ابن ابی شیبہ

نے حمید بن ہلال کے طریق سے موقوفاً روایت کیا۔

(2) اور ایک قول یہ ہے کہ یہود بکثرت یہ فعل کرتے ہیں لہٰذا ان سے مشابہت کے مکروہ ہونے کی بنا پر اس سے منع فرمایا۔ اس بات کو بخاری نے بنی اسرائیل کے ذکر میں ابوالفتح کی سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ مسروق روایت میں یوں ذکر فرمایا کہ "سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پہلو پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ سمجھتی تھیں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ یہود ایسا کرتے ہیں۔" ابن ابی شیبہ نے اپنی ایک روایت میں "نماز میں" ہونے کے الفاظ کا بھی ذکر فرمایا اور ایک دوسری روایت میں ہے: ((لَا تشبهــــوا باليهود)) (یہود سے مشابہت نہ کرو)

(3) ابن ابی شیبہ نے خالد بن معدان نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ((انّهَا رأَتْ رجلا وَاضِعا يَدہ على خاصرته فَقَالَتْ هٰكَذَا أهل النَّار فِي النَّار)) (بے شک انہوں نے ایک شخص کو اپنے پہلو پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا جہنمی جہنم میں اسی طرح ہوں گے) اور یہ حدیث منقطع ہے۔ اور یہ بات حدیث مرفوع میں بھی آئی ہے جسے بیہقی نے عیسی بن یونس سے انہوں نے ہشام بن حسان سے انہوں نے ابن سیرین سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الِاخْتِصَار فِي الصَّلَاة رَاحَة أهل النَّار)) (نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنا یہ جہنمیوں کی راحت ہے۔) اور اس اسناد کا ظاہر صحت ہے مگر طبرانی نے اس کو اوسط میں روایت کیا تو عیسی بن یونس اور ہشام کے درمیان عبداللہ بن الازور کو داخل کیا ہے اور فرمایا کہ ہشام سے اس حدیث کو عبداللہ بن الازور نے ہی روایت کیا ہے عیسی بن یونس اس میں تنہا ہی ہیں اور عبداللہ بن الازور کی ازدی نے تضعیف کی ہے۔ واللہ اعلم۔

(4) اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عجب کرنے والوں اور تکبر کرنے والوں کا فعل ہے، مہلب بن ابوصفرہ اس بات کے قائل ہیں۔

(5) اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مصیبت زدہ لوگوں کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں پر رکھتے ہیں جب وہ گناہوں میں مست ہوں، اس بات کے قائل خطابی ہیں۔

(عمدۃ القاری، باب الخصر فی الصلاۃ، ج7، ص 297، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

(1) اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے منع اس لئے فرمایا ہے کہ یہ یہود کا فعل ہے۔

(2) اور یہ بھی قول ہے کہ یہ شیطان کا فعل ہے

(3) اور ایک قول یہ ہے کہ ابلیس جنت سے یونہی اترا تھا

(4) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ متکبرین کا فعل ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب کراہۃ الاختصار فی الصلاۃ، ج5، ص36، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا، مذاہب ائمہ

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن محمد ابن مفلح حنبلی (متوفی 884ھ) فرماتے ہیں:

(نماز میں تخصر مکروہ ہے) تخصر کا معنی ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی کمر (کوکھ) پر رکھنا، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: ((انَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھَی أَنْ یُصَلِّیَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے۔ اور یہ اس وجہ سے منع ہے کہ یہ خضوع وخشوع سے مانع ہے۔

(المبدع فی شرح المقنع، مکروہات الصلاۃ، ج1، ص427، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسن یحیی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی: ((أن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نھی أن یصلی الرجل مختصرًا)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو پہلو پر ہاتھ رکھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے) ابو داؤد کہتے ہیں: اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کو نماز میں اپنے پہلو پر رکھے۔ کہا گیا کہ یہ جہنمیوں کی راحت ہے۔"

(البیان فی مذہب الامام الشافعی، مکروہات الصلاۃ، ج2، ص319، دار المنہاج، جدہ)

احناف موقف:

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی 970ھ) فرماتے ہیں:

"تخصر" ہاتھ کے پہلو پر رکھنے کو کہتے ہیں اور یہ وہ جگہ ہے جو کمر اور پسلیوں کے پیٹ کی جانب کنارے کے اوپر ہو اسی طرح "مغرب" میں ہے۔ اس کے مکروہ ہونے کی وجہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس سے منع فرمانا ہے جیسا کہ ابو داؤد شریف میں ہے اور یہی تفسیر صحیح ہے اور اہل لغت، فقہا اور محدثین میں سے جمہور اسی بات کے قائل ہیں اور اسی طرح مفسَّر طور پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی وارد ہوا ہے جیسا کہ سنن میں ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ بے شک نماز میں ایسا کرنا یہ جہنمیوں

کی راحت ہے۔ جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، ابن حبان کہتے ہیں: یعنی یہود ونصاری اسے اپنی نماز میں کرتے ہیں اور وہ جہنمی ہیں نہ یہ کہ ان کے لئے آگ میں راحت ہے یا یہ متکبرین کا فعل ہے اور یہ نماز کے لائق نہیں ہے یا یہ شیطان کا فعل ہے حتی کہ یہ کہا گیا ہے کہ بے شک ابلیس کو جنت سے زمین پر اسی حالت پر اتارا گیا تو اسی بنا پر مبسوط اور مجتبی میں فرمایا کہ نماز سے باہر بھی پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مذکورہ نہی کی بنا پر نماز میں مکروہ تحریمی ہے۔

اور اس کے علاوہ بھی اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے ان میں ایک یہ ہے نماز میں عصا پر ٹیک لگائے۔ اور ان میں ایک یہ ہے کہ سورت کو مختصر کرے تو اس کے اول سے ایک یا دو آیات پڑھ لے۔ اور ان میں ایک یہ ہے کہ سورت کو مختصر کرے پس اس کے آخر میں سے قراءت کرے۔ اور ان میں یہ ہے کہ آیتِ سجدہ کو حذف کردے۔ اور ان میں یہ بھی ہے کہ اپنی نماز کو مختصر کردے اور اس کی حدود کو پورا نہ کرے اور فرض میں بلا ضرورت ٹیک لگانے کے مکروہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے جیسا کہ علما نے اس بات کی تصریح کی ہے نہ کہ نفل میں اصح قول کے مطابق جیسا کہ مجتبی میں ہے۔ بہر حال قراءت میں اختصار کرنا تو اگر وہ کسی واجب میں خلل انداز ہو بایں طور کہ وہ سورہ فاتحہ کے ساتھ تین چھوٹی آیات سے کم ہو تو ایسا کرنا بعض واجب کے ترک کی بنا پر مکروہِ تحریمی ہے اور اگر یوں نہ ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔ اور تحقیق اصحاب فتاوی نے تصریح کی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سورت کے آخر سے قراءت کرنا مکروہ نہیں ہے اور تحقیق علما نے اس بات کے مکروہ ہونے کی صراحت کی ہے کہ سورت کی قراءت کی جائے اور آیتِ سجدہ کو اس کی جگہ پر چھوڑ دیا جائے۔ بہر حال نماز کو مختصر کرنا اس طرح کہ اس کی حدود کو مکمل نہ کیا جائے تو اگر اس سے ترکِ واجب لازم آئے تو ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر کسی سنت میں خلل ڈالے تو مکروہِ تنزیہی ہے، یہ وہ بات ہے کہ قواعد جس کا تقاضا کرتے ہیں۔ واللہ سبحانہ الموفق للصواب۔ (البحر الرائق، التخصر فی الصلاۃ، ج2، ص22، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

درمختار میں ہے:

"(نماز میں تخصر مکروہ ہے) تخصر کا معنی ہے ہاتھ کمر (کوکھ) پر رکھنا، نماز سے باہر کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔"

(درمختار، مکروہات الصلاۃ، ج1، ص642، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ محمد بن یوسف غرناطی مالکی (متوفی 897ھ) فرماتے ہیں:

"نماز کے مکروہات میں سے "اختصار" بھی ہے اور وہ قیام میں ہاتھ کا پہلو پر رکھنا ہے اور وہ یہود کا فعل ہے۔"

(التاج والاکلیل لمختصر خلیل، فصل فی فرائض الصلاۃ، ج2، ص262، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر 277

مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ كَفِّ الشَّعْرِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں بالوں کا لپیٹنا مکروہ ہے)

384۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّهُ مَرَّ بِالحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَهُوَ يُصَلِّي، وَقَدْ عَقَصَ ضَفِرَتَهُ فِي قَفَاهُ، فَحَلَّهَا، فَالتَفَتَ إِلَيْهِ الحَسَنُ مُغْضَبًا، فَقَالَ: أَقْبِلْ عَلَى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ، وَفِي البَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَبِي رَافِعٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: كَرِهُوا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ مَعْقُوصٌ شَعْرُهُ"، وَعِمْرَانُ بْنُ مُوسَى هُوَ القُرَشِيُّ المَكِّيُّ وَهُوَ أَخُو أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى

حدیث: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے اور تحقیق انہوں نے اپنی گدی پر بالوں کا جُوڑا بنایا ہوا تھا پس ابورافع نے اسے کھول دیا تو امام حسن رضی اللہ عنہ حالتِ غضب میں ان کی طرف متوجہ ہوئے تو ابورافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز ادا کریں اور غصہ نہ کریں پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے "یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔"

اور اس باب میں حضرت ام سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اہلِ علم کے ہاں اسی پر عمل ہے اور انہوں نے بال باندھ کر آدمی کے نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا۔ اور عمران بن موسیٰ وہ قرشی مکی ہیں اور ایوب بن موسیٰ کے بھائی ہیں۔

تخریج حدیث 384: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الرجل یصلی عاقصا، حدیث 646، ج1، ص174، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

جوڑے کی ممانعت اور بال کھلے رکھنے کا حکم صرف مردوں کے لیے ہے:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"جوڑے کی ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے، عورتوں کے لیے یہ ممانعت نہیں، کیونکہ عورتوں کے بال بھی عورت ہیں، ان کو نماز میں چھپانا واجب ہے، اگر عورت بال کھلے چھوڑے گی تو کبھی وہ لٹکے ہوں گے تو ان کو چھپانا متعذر ہوگا۔"

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص186، جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی فرماتے ہیں:

"جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لئے ضرور ہے، حدیث میں صاف ((نھی الرجل)) ہے، عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے، مرد کے لئے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گریں اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاۃ وغیرہ (جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ت) اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں، لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا: ھو مختص بالرجال دون النساء (یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں کے لئے۔ت) واللہ تعالی اعلم"

(فتاوی رضویہ، ج7، ص298، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مرد کے لیے جوڑے کی ممانعت کی وجہ:

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی (متوفی 388ھ) فرماتے ہیں:

"اور مرد کو بالوں کے لٹکانے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا تاکہ وہ زمین کے اس حصہ پر گریں جس پر نمازی نماز پڑھتا ہے تو وہ بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں اور تحقیق مروی ہے کہ مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ میں بال اور کپڑے نہ سمیٹوں۔"

(معالم السنن، ومن باب الرجل یصلی عاقصا شعرہ، ج1، ص181، المطبعۃ العلمیہ، حلب)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی "علامہ خطابی" کے حوالہ سے مذکورہ بالا علت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اور ہمارے بعض اصحاب کہتے ہیں: اس میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ عورتوں سے مشابہت ہے۔"

(شرح ابی داود للعینی، باب الرجل یصلی عاقصا شعرہ، ج3، ص185، مکتبۃ الرشد، ریاض)

حدیث الباب کے طرق مختلفہ اور الفاظ متنوعہ

علامہ عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

"صحیح مسلم میں حضرت کریب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے سر کے بال پیچھے کی جانب بندھے ہوئے تھے تو وہ انہیں کھولنا شروع ہو گئے تھے اور دوسروں نے اسے برقرار رکھا تو جب وہ نماز سے پھرے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب متوجہ ہوئے تو کہا کہ آپ کو میرے سر کے بارے میں کیا معاملہ درپیش ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ((إنما مثل هذا مثل الذي يصلي وهو مكتوف)) (اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں۔)

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے اور وہ اس حال میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی چوٹی ان کی گدی کی جانب بندھی ہوئی تھی تو حضرت ابورافع نے اسے کھول دیا تو امام حسن رضی اللہ عنہ حالتِ غضب میں ان کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا: نماز ادا کریں اور غصہ نہ کریں پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ((ذلك كفل الشيطان)) (یہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔) امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور امام احمد اور ابن ماجہ نے ایک اور سند سے ابورافع سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے بال بندھے ہوئے تھے تو ابورافع نے اسے کھول دیا یا اس سے منع فرمایا اور فرمایا: ((نهى رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أن يصلي الرجل وهو عاقص شعره)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو بال باندھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔)

اور اس باب میں دوسری احادیث بھی ہیں اور جنہوں نے بال باندھے ہوئے نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے ان میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور حضرت علی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ بے شک بال اپنے صاحب کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات کو زائد کیا کہ اس کے لئے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ وہ بال خاک آلود نہ ہو جائیں تو انہوں نے فرمایا: ان کا خاک آلود ہونا یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: "اس کی مثال جو بال باندھے ہوئے نماز پڑھتا ہے اس کی طرح ہے جو

اس طرح نماز پڑھے کہ اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں۔" اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بیٹے کو چوٹی باندھے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کے بالوں کو کاٹ دیا۔"

(فتح الباری لابن رجب، باب لا یکف شعرا، ج7، ص267،268، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، مدینہ منورہ)

نماز میں مرد کے لیے جُوڑے کا حکم، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی970ھ) فرماتے ہیں:

"(اور اپنے بالوں کا جوڑا بنانا مکروہ ہے) یعنی نماز میں سر کے بالوں کا جوڑا بنانا اس معنی میں کہ وہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے یوں کرے پھر نماز میں اسی طرح داخل ہو، اس حدیث کی بنا پر جو اصحاب کتب ستہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، ارشاد فرمایا: ((أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ وَأَنْ لَا أَكُفَّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا)) (مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور یہ کہ میں بالوں اور کپڑوں کو نہ سمیٹوں۔) اور جوڑا باندھنے میں بالوں کا سمیٹنا پایا جاتا ہے۔ اور جو امام مسلم نے حضرت کریب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ((انَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ وَرَائِهِ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَالَكَ وَلِرَأْسِي قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَقُولُ إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ)) (حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد اللہ بن حارث کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے سر کے بال پیچھے کی جانب بندھے ہوئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ انہیں کھولنا شروع ہو گئے تھے تو جب وہ نماز سے پھرے تو انہوں نے کہا کہ آپ کو میرے سر کے حوالے سے کیا معاملہ ہے تو انہوں نے کہا کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس کی مثال اس کی طرح ہے جو یوں نماز پڑھے کہ اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں)

اور علما نے اس سے ممانعت کی حکمت کو بیان فرمایا کہ اس کے بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔ اور ظاہر یہی ہے کہ بلا کسی صارف کے مذکورہ نہی کی بنا پر یہ کراہت تحریمی ہے اور نماز کے لئے جان بوجھ کر یوں کرنے یا نہ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

(البحر الرائق، عقص شعر الرأس فی الصلاۃ، ج2، ص25، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

علامہ سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی (متوفی1231ھ) فرماتے ہیں:

"پھر کراہت اس وقت ہے جب وہ ایسا نماز سے پہلے کرے اور اسی ہیئت پر نماز ادا کرے خواہ ایسا نماز کے لئے عمداً کرے یا نہ کرے۔ بہر حال اگر نماز میں ایسا کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ بالا جماع عملِ کثیر ہے جیسا کہ حلبی

میں ہے۔"
(حاشیۃ الطحاوی علی المراقی، فصل فی المکروہات، ج1، ص350، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"اسی طرح نمازی کے لئے مکروہ ہے (بالوں کا جوڑا بنانا اور کفِ ثوب کرنا) اور آستین کا چڑھانا اگرچہ نماز سے پہلے کسی کام کی وجہ سے ہو اس حدیث کی بنا پر "اور نہ میں اپنے کپڑے سمیٹوں اور نہ بال" اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے سر کے بال پیچھے سے بندھے ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر انہیں کھولنا شروع ہو گئے تو جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب متوجہ ہوئے کر کہا کہ آپ کو میرے سر کے حوالے سے کیا معاملہ درپیش ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اس طرح نماز پڑھے کہ اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں۔"
(شرح منتھی الارادات، فصل ما یکرہ فی الصلاۃ، ج1، ص209، مطبوعہ عالم الکتب)

مالکیہ کا مؤقف:

مدونہ میں ہے:

"اور میں نے امام مالک سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی کمر کسے ہوئے یا اپنے بالوں کو کسی شے سے جمع کئے ہوئے یا اپنی آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھے؟ تو فرمایا: اگر نماز سے پہلے ہی اس کا لباس یا اس کی ہیئت یوں ہو یا وہ کوئی ایسا کام کرتا ہو کہ جس کی بنا پر وہ اپنی آستین چڑھا لیتا ہو اور یونہی وہ اپنی نماز میں داخل ہو تو پھر اس حالت میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ ایسا صرف اپنے بالوں یا کپڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے کرے تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ حضرت ابورافع سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو اس طرح نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ اس کے بال بندھے ہوئے ہوں۔" اور اس بات کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مکروہ قرار دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کے بالوں کو سختی سے کھولا جس کے بال نماز میں بندھے ہوئے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا: بے شک تیرے بال تیرے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور تیرے لئے ہر بال کے بدلے اجر ہے۔ اور ابان بن عثمان کہتے ہیں: اس شخص کی مثال جو اپنے بالوں کو باندھے ہوئے نماز پڑھتا ہے اس کی طرح ہے کہ جس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں۔"
(المدونہ، الصلاۃ فی السراویل، ج1، ص186،187، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"اور ایسے لمبے بالوں والے شخص کے متعلق سوال ہوا جو اپنے بالوں پر عمامہ باندھتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اگر وہ بالوں کو باندھے تو پھر مکروہ ہے اور اگر گرمی کی وجہ سے ایسا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مؤلف کہتے ہیں: نماز میں اپنے بالوں کو لپیٹنا اس حدیث کی بنا پر مکروہ ہے جو مروی ہے کہ ((نهى أن يصلي الرجل وشعره معقوص)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کا اس طرح نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ اس کے بال بندھے ہوئے ہوں) اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کی بنا پر کہ بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کے لئے ہر بال کے بدلے میں اجر ہے۔ اور یہ بات ان کی اپنی رائے سے نہیں ہے اور یہ اس کی مثل ہے جو "مدونہ" میں ہے۔ اور توفیق اللہ عزوجل کی جانب سے ہی ہے۔" (البیان والتحصیل، القول الشعر علی شعرہ الخ، ج 1، ص 444، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"اس کا سر پر جوڑا بندھا ہوا ہو یا اس کے بال اس کے عمامہ کے نیچے بندھے ہوں یا اس کی مثل کچھ ہو تو یہ تمام کا تمام باتفاقِ علما ممنوع ہے اور یہ مکروہِ تنزیہی ہے تو اگر وہ اسی طرح نماز پڑھے تو تحقیق اس نے برا کیا اور اس کی نماز صحیح ہے۔ اور ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے اس بارے میں علما کے اجماع سے استدلال کیا ہے اور ابن المنذر نے اس بارے میں امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اعادہ کرنا حکایت کیا ہے، پھر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یوں نماز پڑھنے والے کے لئے ممانعت مطلق ہے خواہ نماز کے لئے اس نے عمداً ایسا کیا ہو یا نماز سے پہلے ہی اس نے یوں کسی اور بنا پر کیا ہو نہ کہ نماز کے لئے۔

اور داودی کہتے ہیں: ممانعت اس شخص کے ساتھ مختص ہے کہ جس نے نماز کے لئے ایسا کیا ہو اور مختار اور صحیح وہ پہلا قول ہی ہے اور وہی صحابہ وغیرہ سے منقول اقوال کا ظاہر ہے اور اسی پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ فعل دلالت کرتا ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ اور اس سے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ بال بھی نمازی کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اسی بنا پر ایسے شخص کو اُس شخص کے ساتھ تشبیہ دی کہ جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں مصنف کا قول (حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک انہوں نے ابن الحارث کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کے سر پر جوڑا بندھا ہوا تھا تو وہ کھڑے ہو کر اسے کھولنے لگے) اس میں نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ہے اور بے شک اسے مؤخر نہیں کیا جائے گا جبکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز سے فراغت تک اسے مؤخر نہیں کیا اور بے شک مکروہ بھی بری بات ہے جس

طرح کہ حرام بری بات ہے اور بے شک جو کوئی بری بات دیکھے اور اس کے لئے اس کو ہاتھ سے بدلنا ممکن ہو تو وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی بنا پر اسے ہاتھ سے بدل دے۔اور اس میں یہ بھی ہے کہ خبر واحد مقبول ہے۔واللہ اعلم۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر والثوب، ج4، ص209، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

سر کے بال رکھنے میں سنت کیا ہے

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بال مبارک کبھی نصف کان تک ہوتے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:((كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ)) ترجمہ:حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بال مبارک آدھے کانوں تک تھے۔

(سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی الشعر، ج4، ص81، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

کبھی بال مبارک کان کی لوتک ہوتے۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوعًا بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهُ شَعَرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنِهِ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ)) ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا درمیانہ قد تھا آپ کے دوشانوں کے درمیان زیادہ فاصلہ تھا آپ کے بال لمبے تھے جو کانوں کی لوتک آتے تھے آپ نے دوسرخ چادروں کا جوڑا پہنے ہوئے تھے میں نے آپ سے زیادہ کسی کو حسین نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ج4، ص188، مطبوعہ دارطوق النجاۃ)

اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:((كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْكِبَيْهِ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بال مبارک کندھوں کو چھوتے۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الجعد، ج7، ص161، مطبوعہ دارطوق النجاۃ)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے موئے مبارک کبھی نصف کان تک، کبھی کان کی لوتک ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے۔"

(بہار شریعت، حصہ 16، ص586، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مطلب یہ کہ مذکورہ تینوں طریقوں سے بال رکھنا سنت سے ثابت ہے۔نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مبارک زلفوں کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوۃ" میں یوں تحقیق فرماتے ہیں:

"آپ (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک دوسری روایت میں کانوں تک اور ایک تیسری روایت کے بموجب کانوں کی لوتک تھی ان کے علاوہ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک کی روایتیں بھی ہیں ان سب روایتوں

میں مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر بال ترشوانے سے پہلے اور بعد ان میں اختصار، طول ہوتا رہتا تھا۔ مواہب لدنیہ میں اور اس کے موافق "مجمع البحار" میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کے ترشوانے میں طویل وقفہ ہو جاتا تو بال لمبے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہو جاتے تھے اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم بالوں کو ترشواتے تھے مونڈواتے نہ تھے۔

(مدارج النبوۃ، جلد نمبر 1، ص 27، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

مرد کے لیے کندھوں سے نیچے بال رکھنے کا حکم

مرد کے لیے کندھوں سے نیچے تک بال بڑھانا حرام ہے۔ حضرت ابن الحنظلیہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ((نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ لَوْلَا طُولُ جُمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْمًا فَعَجِلَ فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ)) ترجمہ: خریم اسدی بہت اچھا شخص ہے اگر اس کے سر کے بال بڑے نہ ہوتے اور تہبند نیچا نہ ہوتا۔ جب یہ خبر خریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو جلدی سے چھری لے کر بال کاٹ ڈالے اور کانوں تک کر لیے اور تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا کر لیا۔ (سنن ابی داؤد، باب ما جاء فی اسبال الازار، ج 4، ص 57، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے اور صحیح حدیث میں لعنت فرمائی ہے اس مرد پر جو عورت کی وضع بنائے اور اس عورت پر جو مرد کی وضع بنائے، صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: ((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی، ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کریں۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء والمتشبھات بالرجال، ج 7، ص 159، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بال نصف کان سے کندھوں تک بڑھانا شرعاً جائز ہے اور اس سے زیادہ بڑھانا مرد کو حرام ہے خواہ فقراء ہوں خواہ دنیادار، احکام شرع سب پر یکساں ہیں، زیادہ میں عورتوں سے تشبیہ ہے اور صحیح حدیث میں لعنت فرمائی ہے اس مرد پر جو عورت کی وضع بنائے اور اس عورت پر جو مرد کی وضع بنائے اگرچہ وہ وضع بنانا ایک ہی بات میں ہو۔ جو لوگ چوٹی گندھواتے یا جوڑا باندھتے یا کمر یا سینہ کے قریب تک بال بڑھاتے ہیں وہ شرعاً فاسق معلن ہیں اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی پھیرنا واجب ہے اگرچہ پڑھے ہوئے دس برس گذر گئے ہوں اور یہ خیال کہ باطن صاف ہونا چاہیے ظاہر کیسا ہی ہو محض باطل ہے

حدیث میں فرمایا کہ اس کا دل ٹھیک ہوتا تو ظاہر آپ ٹھیک ہو جاتا۔" (فتاوی رضویہ، ج22، ص605، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مرد کو یہ جائز نہیں کہ عورتوں کی طرح بال بڑھائے، بعض صوفی بننے والے لمبی لمبی لٹیں بڑھا لیتے ہیں جو اُن کے سینہ پر سانپ کی طرح لہراتی ہیں اور بعض چوٹیاں گوندتے ہیں یا جوڑے بنا لیتے ہیں یہ سب ناجائز کام اور خلاف شرع ہیں۔ تصوف بالوں کے بڑھانے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا نام نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پوری پیروی کرنے اور خواہشات نفس کو مٹانے کا نام ہے۔" (بہار شریعت، حصہ 16، ص587، مکتبۃ المدینہ کراچی)

باب نمبر 278

مَا جَاءَ فِي التَّخَشُّعِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں خشوع اختیار کرنا)

385- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعِ ابْنِ الْعَمْيَاءِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّلَاةُ مَثْنَى مَثْنَى، تَشَهَّدُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَتَخَشَّعُ، وَتَضَرَّعُ، وَتَمَسْكَنُ، وَتُقْنِعُ يَدَيْكَ، يَقُولُ: تَرْفَعُهُمَا إِلَى رَبِّكَ، مُسْتَقْبِلًا بِبُطُونِهِمَا وَجْهَكَ، وَتَقُولُ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَهُوَ كَذَا وَكَذَا "، قَالَ ابو عيسىٰ: وقَالَ غَيْرُ ابْنِ الْمُبَارَكِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: مَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَهِيَ خِدَاجٌ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: رَوَى شُعْبَةُ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ فَأَخْطَأَ فِي مَوَاضِعَ، فَقَالَ: عَنْ أَنَسِ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، وَهُوَ عِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ، وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، وَإِنَّمَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعِ ابْنِ الْعَمْيَاءِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، وَقَالَ

حدیث: حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز دو دو رکعتیں ہیں، ہر دو رکعتوں پر تشہد ہے اور (نماز) خشوع اور خضوع اور سکون ہے اور تو اپنے ہاتھوں کو اٹھائے، راوی کہتے ہیں (یعنی) تو اپنے ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے کہ ہاتھوں کے اندرونی حصہ کو اپنے چہرہ کی طرف کئے ہوئے ہو اور تو کہے: اے میرے رب، اے میرے رب اور جو اس طرح نہ کرے تو وہ یوں یوں ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر علما نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: ''جو یوں نہ کرے تو اس کی نماز ناقص ہے۔'' میں نے امام محمد بن اسماعیل (بخاری) کو فرماتے ہوئے سنا: شعبہ نے اس حدیث کو عبدربہ بن سعید سے روایت کیا تو چند جگہوں پر خطا کی تو یوں کہا: انس بن ابوانس سے روایت ہے جبکہ وہ عمران بن انس ہیں۔ اور انہوں نے کہا عبد اللہ بن الحارث سے روایت ہے جبکہ وہ عبد اللہ بن نافع بن عمیاء ہیں جنہوں نے ربیعہ بن الحارث سے روایت کیا۔ شعبہ کہتے ہیں: عبد اللہ بن الحارث نے مطلب سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حالانکہ وہ ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب

شُعْبَةُ:عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الحَارِثِ، عَنِ المُطَّلِبِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا هُوَ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ الحَارِثِ بْنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ، عَنِ الفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "، قَالَ مُحَمَّدٌ:وَحَدِيثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ

ہیں جو فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ محمد کہتے ہیں: لیث بن سعد کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

تخریج حدیث 385: (مسند احمد بن حنبل، مسند فضل بن عباس، حدیث 1799، ج3، ص315، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (1014ھ) فرماتے ہیں:

((نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر تشہد ہے)) ابن الملک کہتے ہیں: یعنی نماز دو دو رکعتیں ہیں اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں نوافل کے بارے میں ہے کیونکہ دن ہو یا رات ہو ان کے ہاں افضل یہ ہے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا کی جائیں۔ اور صاحبین رحمہما اللہ دن میں نوافل پڑھنے کے حوالے سے امام اعظم رحمہ اللہ کے ساتھ ہیں جبکہ رات کے نوافل کے حوالے سے امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ بے شک حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، تو یہ حدیث پاک بُتَیْرَاء (ایک رکعت) کی ممانعت کا فائدہ دے رہی ہے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے اور ان دونوں کے بعد تشہد واجب ہے اور ان دونوں رکعتوں کے بعد زیادتی کرنے پر کوئی منع وارد نہیں اور نہ دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے پر کوئی دلالت ہے تا کہ یہ مذکورہ جائے اختلاف کی صلاحیت رکھے اور جنس کو اس کی اصل پر باقی رکھنا یہ اسے نفل کے ساتھ مقید کرنے سے اولی ہے، نفل کے ساتھ مقید کرنے سے یہ وہم ہوگا کہ بعد والے اوصاف صرف نفل کے ساتھ خاص ہیں (حالانکہ ایسا نہیں ہے)۔

((وَتَخَشَّعٌ)) تخشع سکون اور عاجزی کو کہتے ہیں اور ایک قول یہ کہ یہ خضوع کے قریب المعنی ہے مگر یہ کہ خضوع بدن میں ہوتا ہے اور خشوع آنکھوں، بدن اور آواز میں ہوتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ خضوع ظاہر میں ہوتا ہے اور خشوع باطن میں ہوتا ہے اور زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر، ارشاد فرمایا: ((لَوْ خَشَعَ قَلْبُهُ لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهُ)) (اگر اس کا دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا) ابن الملک کہتے ہیں: اور خشوع ظاہر و باطن میں آدمی کے اطمینان کو کہتے ہیں، اس طرح کہ نہ وہ حرکت کرے نہ دائیں بائیں متوجہ ہو۔

اور خشوع نماز کے کمال سے ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔ (سورہ مؤمنون، پارہ 18، آیت 1,2) اور نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فرمان "تخشع" میں اس جانب اشارہ ہے کہ اگر اسے خشوع حاصل نہ ہو تو وہ تکلف کر کے اپنے اندر خشوع پیدا کرے اور خشوع کرنے والوں سے مشابہت اختیار کرے۔

((اور گریہ زاری ہے)) یعنی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں، "مختصر النہایہ" میں ہے: تضرع، عاجزی کرنے اور سوال میں

مبالغہ کرنے کو کہتے ہیں۔((اور تمسکن ہے)) تمسکن کہتے ہیں کسی شخص کا اپنے آپ میں مسکینی کا اظہار کرنا،اس بات کے ابن الملک قائل ہیں۔یا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ،اس کے امر،اس کے حکم،اس کے فیصلے اور اس کی تقدیر کی ساتھ سکون چاہنا یا اللہ عزوجل کے ذکر سے اطمینان حاصل کرنا۔مظہر کہتے ہیں: حدیث کا فرمان: "تمسکن" یہ مسکین سے ماخوذ ہے جو مفعیل کے وزن پر ہے اور اس کی اصل سکون ہے کیونکہ وہ (مسکین) لوگوں کی جانب سکون پاتا ہے اور فعل میں "میم" کی زیادتی شاذ ہے اور سیبویہ نے اسے صرف اس میں اور لفظِ "تمدرع" میں روایت کیا ہے،طیبی نے اسے نقل کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ "تمسکن" سکینہ سے ماخوذ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی وقار اور سکون اور میم ان دونوں میں زائدہ ہے۔

((پھر تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے)) یہ اقناع الیدین سے ماخوذ ہے یعنی ان دونوں کا دعا میں اٹھانا اور اسی سے اللہ عزوجل کا قول ہے ﴿مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اپنے سر اٹھائے ہوئے۔(سورہ ابراہیم،پارہ13،آیت43) یعنی تو نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھائے تو اس کا عطف محذوف پر ہے یعنی جب تو نماز سے فارغ ہو تو سلام پھیر پھر اپنی حاجت کا سوال کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے تو خبر کو طلب کے قائم مقام کر دیا گیا ہے (وہ کہتے ہیں) یعنی راوی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ((تو ان دونوں کو اٹھا ہاتھوں کے پیٹ کو اپنے چہرے کی جانب کئے ہوئے اور تو کہے یارب! یارب!)) ظاہر یہی ہے کہ یہاں تکرار سے مراد کثرت ہے ((اور جو یوں نہ کرے)) یعنی نماز کے حوالے سے جو چیزیں مذکور ہوئیں انہیں بجا نہ لائے ((تو وہ یوں یوں ہے)) طیبی کہتے ہیں: یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس کی نماز ناقص غیر تام ہے،اس بات کو دوسری روایت نے بیان کیا میری مراد نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فرمان ہے: ((فَهُوَ خِدَاجٌ)) (تو وہ ناقص ہے۔) (مرقاۃ المفاتیح،باب صفۃ الصلاۃ،ج2،ص666,667،دارالفکر،بیروت)

دعا میں "یاربّ،یاربّ" کہنے کی فضیلت

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

"بزار نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو مرفوعاً روایت کیا کہ ((إِذَا قَالَ الْعَبْدُ: يَا رَبِّ أَرْبَعًا، قَالَ اللَّهُ: لَبَّيْكَ عَبْدِي سَلْ تُعْطَهْ)) (جب بندہ چار مرتبہ یارب! کہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے میرے بندے میں موجود ہوں،سوال کر دتم عطا کئے جاؤ گے۔) اور طبرانی وغیرہ نے حضرت سعد بن خارجہ کی حدیث کو روایت کیا کہ ((أَنَّ قَوْمًا شَكَوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوطَ الْمَطَرِ، فَقَالَ: اجْثُوا عَلَى الرُّكَبِ وَقُولُوا: يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَرَفَعَ السَّبَّابَةَ إِلَى السَّمَاءِ فَسُقُوا حَتَّى أَحَبُّوا أَنْ يُكْشَفَ عَنْهُمْ)) (بے شک ایک قوم نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سے بارش کے قحط کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: ''گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ اور یوں کہو: یارب، یارب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ شہادت کو آسمان کی جانب اٹھایا تو وہ اتنا سیراب کئے گئے حتیٰ کہ انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ یہ ان سے دور کر دی جائے۔) اور ''مسند'' وغیرہ میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ''نماز دو دو رکعات ہیں اور ہر دو رکعت پر تشہد پڑھنا ہے اور گریہ وزاری اور خشوع اور سکون ہے اور تو اپنے ہاتھوں کو اٹھائے۔ راوی کہتے ہیں: تو ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے کی جانب کئے ہوئے اپنے رب کی جانب اٹھائے۔ اور تو کہے: یارب! یارب! تو جو ایسا نہ کرے تو وہ ناقص ہے۔'' اور یزید رقاشی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: کوئی بھی شخص یوں کہے کہ یارب! یارب! یارب! مگر اس کا رب اسے جواب عطا فرماتا ہے: لبیک، لبیک۔" (جامع العلوم والحکم، الحدیث العاشر، ج 1، ص 273، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

علامہ ابن رجب مزید فرماتے ہیں:

"پھر حضرت ابو الدرداء اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک وہ دونوں فرماتے تھے: اللہ عزوجل کا اسمِ اعظم یہ ہے: "اے میرے رب، اے میرے رب" اور حضرت عطا سے روایت ہے فرمایا: جو بندہ بھی یارب یارب تین مرتبہ کہے تو اللہ عزوجل اس کی جانب نظر فرماتا ہے۔ اس بات کو امام حسن کے لیے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ کیا آپ لوگوں نے قرآن نہیں پڑھا پھر اللہ عزوجل کا یہ فرمان تلاوت کیا ﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ - رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ - رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ - رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ - فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ اے رب ہمارے بے شک جسے تو دوزخ میں لے جائے اُسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرما دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا، تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت۔) (آل عمران 191 تا 195)

اور جو شخص قرآن میں موجود دعاؤں میں غور وفکر کرے تو وہ اکثر وہی دعائیں پائے گا جو رب کے نام سے شروع ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں دوزخ سے بچا۔) (سورہ بقرہ، پارہ2، آیت201) ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ﴾ (ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا کہ تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا، اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو۔) (سورۃ البقرۃ، پارہ3، آیت286) اور اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾ (ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی) (سورہ ال عمران، پارہ3، آیت8) اور اس کی مثل قرآن پاک میں کثیر ہے۔ اور امام مالک اور سفیان ثوری رحمہما اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دعا میں یوں کہے: "یا سیدی" تو ان دونوں حضرات نے فرمایا: وہ "یا رب" کہے تو امام مالک رحمہ اللہ نے اس بات کو زائد کیا "جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی دعاؤں میں یوں کہا۔"

(جامع العلوم والحکم، الحدیث العاشر، ج1، ص274، موسسۃ الرسالہ بیروت)

رات اور دن میں ایک سلام کے ساتھ نوافل، ائمہ اربعہ

احناف کا موقف:

امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی189ھ) فرماتے ہیں:

"اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رات کی نماز اگر تو چاہے تو دو رکعت پڑھ اور اگر تو چاہے تو چار رکعت پڑھ اور اگر چاہے تو چھ رکعات پڑھ اور اگر چاہے تو آٹھ رکعات پڑھ ایک سلام کے ساتھ، ان کے درمیان فاصلہ نہ کر، اور دن میں اسکی چار رکعات پر کچھ زیادہ کرنے کو وہ مکروہ قرار دیتے ہیں کہ جن میں سلام کے ذریعے سے فاصلہ نہ کیا جائے۔"

(الحجۃ علی اہل المدینہ، باب صلاۃ النافلۃ، ج1، ص272، عالم الکتب، بیروت)

علامہ محمد بن احمد سرخسی (متوفی483ھ) فرماتے ہیں:

"(اور رات میں نفل دو دو رکعات ہیں یا چار چار یا چھ چھ یا آٹھ آٹھ اس میں جو تو چاہے) اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے کہ ((كان يصلي بالليل خمس ركعات سبع ركعات تسع ركعات إحدى عشرة ركعة ثلاث عشرة ركعة)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں پانچ، سات، نو، گیارہ، تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے) وہ جس نے پانچ

رکعات کہا تو اس سے مراد دو رکعتیں صلاۃ اللیل اور تین وتر اور وہ جس نے نو رکعات کہا تو چھ رکعات صلاۃ اللیل اور تین وتر اور وہ جس نے تیرہ رکعات کہا تو آٹھ رکعات صلاۃ اللیل اور تین وتر اور دو رکعات سنتِ فجر ہیں اور ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام نماز پڑھا کرتے تھے پھر بعض کو بعض پر ترجیح دی اسی طرح حماد بن سلمہ نے ذکر کیا اور آٹھ رکعات پر ایک سلام کے ساتھ زیادتی کرنے کی کراہت کو ذکر نہیں کیا گیا اور اصح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس میں عبادت کے ساتھ وصل ہے اور یہ افضل ہے۔

پھر فرمایا (اور چار رکعات پڑھنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے) اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے بہر حال صاحبین اور امام شافعی رحمہم اللہ کے ہاں افضل دو رکعات پڑھنا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((صلاۃ اللیل مثنی مثنی ففی کل رکعتین فسلم)) ("رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں پس ہر دو رکعتوں پر سلام کرو۔") اور تراویح سے استدلال کرتے ہوئے کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس بات پر اتفاق تھا کہ ان میں سے ہر دو رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ تو یہ اس کے افضل ہونے پر دال ہے۔

اور ہماری دلیل وہ ہے جو سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے رمضان کی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ((کان قیامه فی رمضان وغیره سواء کان یصلی بعد العشاء أربع رکعات لا تسل عن حسنهن وطولهن ثم أربعا لا تسل عن حسنهن وطولهن ثم کان یوتر بثلاث)) (یعنی "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رمضان اور غیرِ رمضان میں برابر ہوا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات ادا فرمایا کرتے تھے تو ان کے حسن وطوالت کے بارے میں نہ پوچھ پھر چار ادا فرمایا کرتے تھے تو ان کے حسن وطوالت کے بارے میں نہ پوچھ پھر تین رکعات وتر ادا فرمایا کرتے تھے)

اور اس وجہ سے بھی کہ ایک سلام کے ساتھ چار رکعات ادا کرنے میں وصل کا معنی موجود ہے اور عبادت میں تتابع ہے اور یہ افضل ہے اور نفل بھی فرائض کی نظیر ہوتے ہیں اور رات کی نماز میں عشاء کے فرض ایک سلام کے ساتھ چار رکعات ہیں تو اسی طرح نفل کا معاملہ ہے بہر حال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ہر دو رکعات پر سلام پھیرو تو اس کا معنی ہے کہ تشہد پڑھو اور تشہد کو بھی سلام کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں سلام موجود ہے اور نمازِ تراویح کی دو رکعات ایک سلام کے ساتھ اس وجہ سے ہیں تاکہ یہ بدن کے لئے زیادہ راحت کا باعث ہوں اور جس عبادت میں عام لوگ شریک ہوں ان کی بنا آسانی پر رکھی جاتی ہے لیکن افضل وہ عمل ہے جو بدن پر زیادہ شاق ہو (بہر حال دن کے نفل تو افضل ایک سلام کے ساتھ چار رکعات ہیں) ہمارے نزدیک دن کی نماز کے فرائض پر قیاس کرتے ہوئے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پر مواظبت فرمایا کرتے تھے۔"

(المبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج1، ص159، دار المعرفۃ، بیروت)

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

"بہر حال وہ معاملہ جو رکعات کی مقدار کی طرف راجع ہے تو دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات پر زیادتی کرنا مکروہ ہے اور رات میں مکروہ نہیں ہے اور اسے چھ آٹھ رکعتیں پڑھنے کی اجازت ہے اس بات کو "اصل" میں ذکر فرمایا اور جامع صغیر میں رات کی نماز کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ایک تکبیر کے ساتھ دو رکعات پڑھو اور اگر چاہو تو چار رکعت پڑھو اور اس پر زیادتی نہ ہو اور اصل اس بارے میں یہ ہے کہ نوافل فرائض کے تابع ہوتے ہوئے مشروع ہیں اور تابع ،اصل کے مخالف نہیں ہوتا تو اگر دن میں چار پر زیادتی کی جائے تو یہ فرائض کی مخالفت ہوگی اور یہی قیاس رات کے بارے میں بھی ہے مگر یہ رات میں چار پر آٹھ یا چھ تک زیادتی کو ہم نے نص کے ذریعے سے جانا اور وہ مروی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں پانچ ،سات ،نو، گیارہ اور تیرہ رکعات ادا فرمایا کرتے تھے اور ان اعداد میں سے ہر ایک میں تین رکعات وتر کی ہیں اور تیرہ رکعات میں سے دو رکعتیں سنتِ فجر کی ہیں تو دو، چار، چھ اور آٹھ رکعات باقی رہ جاتی ہیں تو اس مقدار تک ایک سلام کے ساتھ نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

اور ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات پر زیادتی کرنے کے حوالے سے علما کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں: مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر زیادتی کرنا مروی نہیں اور بعض کہتے ہیں مکروہ نہیں ہے اور یہی شیخ امام زاہد سرخسی رحمہ اللہ کا مسلک ہے انہوں نے فرمایا: کیونکہ اس میں عبادت کو عبادت کے ساتھ ملانا ہے لہٰذا مکروہ نہیں ہے اور یہی بات دن میں چار رکعات پر زیادتی کرنے پر اشکال وارد کرتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اس وجہ سے جسے ہم نے ذکر کیا اور اسی مسلک پر عام مشائخ ہیں۔" (بدائع الصنائع، فصل بیان ما یکرہ الخ، ج1، ص295، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"(اور رات اور دن کی نماز دو دو رکعات ہیں) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کی بنا پر کہ "رات کی نماز دو دو رکعات ہیں۔" اس حدیث کو پانچ محدثین نے روایت کیا اور بخاری نے اسے صحیح قرار دیا اور "مثنیٰ" کو "اثنین اثنین" سے معدول کیا گیا اور اس کا معنیٰ وہ ہے کہ جو مکرر لفظ کا معنیٰ ہوتا ہے اور اس کا تکرار الفاظ کی تاکید کے لئے ہے نہ کہ معنیٰ کی تاکید کے لئے ..... (اور اگر وہ دن میں چار رکعات پڑھے) دو تشہد کے ساتھ (جیسا کہ ظہر کی نماز تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے) اس حدیث کی بنا پر جو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعات پڑھا کرتے

تھے ان میں سلام کے ساتھ فاصلہ نہیں کرتے تھے اور اگر وہ صرف آخر میں بیٹھے تو اس نے ترک اولیٰ کیا اور ہر رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت کی تلاوت کرے اور اگر رات میں دو پر یا دن میں چار پر زیادتی کرے اور اگر دن میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات سے تجاوز کر جائے تو صحیح ہے۔" (الروض المربع فصل فی صلاۃ اللیل، ج1، ص118، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"دن اور رات کے نوافل میں افضل دو دو رکعات ہیں ہر دو رکعات پر سلام کے ذریعے فاصلہ کرے پھر ان کے مابعد کو تحریمہ سے شروع کرے اور جتنی رکعتیں بھی ایک سلام سے پڑھے گا تو وہ اسے کفایت کرے گا اور مکروہ نہیں ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دن اور رات کی نماز میں چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ظہر سے قبل چار رکعات کہ جن کو ایک سلام سے ادا کیا جائے تو ان کی برکت سے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور اس حدیث کی بنا پر جو سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ((كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں آٹھ رکعات پڑھتے تھے کہ جن کے آخر میں سلام کرتے تھے)

اور ہماری دلیل وہ ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے نافع سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِنْ خَشِيَ أحدكم الصبح فليوتر بواحدة قَبْلَهَا)) (رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں پس اگر تم میں کسی کو صبح کا خوف ہو تو وہ ایک رکعت کے ساتھ ماقبل کو وتر بنا لے) اور شعبہ نے یعلی بن عطا سے وہ حضرت علی الازدی سے وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات اور دن کی نماز کی دو دو رکعتیں ہیں۔'' پس اگر کہا جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''دو دو'' سے مراد یہ ہے کہ ہر دو رکعت پر تشہد پڑھے، تو کہا گیا کہ حدیث میں موجود لفظِ ''مثنیٰ'' کا اطلاق نہیں ہوتا مگر سلام کے ساتھ، کیونکہ اس سے مراد نماز کا جمع کرنا ہے اور نماز وہ ہے جو سلام اور احرام پر مشتمل ہو۔ اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ ((انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نو رکعات پڑھا کرتے تھے ہر دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے تھے) اور جب جماعت سے پڑھے جانے والے نوافلِ مسنونہ میں زیادہ تاکید ہے اور وہ دو دو رکعات ہیں تو یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ جن نوافل میں جماعت مسنون نہیں ہے ان میں افضل بھی دو دو

رکعتیں ہی ہوں اس کی جنس کی اصل کا اعتبار کرتے ہوئے اور اس لئے تا کہ غالب فرائض اور ان کے درمیان فرق واقع ہو۔"

(الحاوی الکبیر بالقول فی کیفیۃ قیام اللیل، ج2، ص289، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

مدونہ میں ہے:

"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ رات اور دن کے نوافل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ دو دو رکعات ہیں۔"

(المدونۃ، صلاۃ النافلۃ، ج1، ص189، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر279

مَا جَاءَ فِی کَرَاهِیَةِ التَّشْبِیکِ بَیْنَ الْأَصَابِعِ فِی الصَّلَاةِ

(نماز میں انگلیوں کے درمیان تشبیک کا مکروہ ہونا)

386۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِیدٍ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُکُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَی الْمَسْجِدِ فَلَا یُشَبِّکَنَّ بَیْنَ أَصَابِعِهِ، فَإِنَّهُ فِی صَلَاةٍ ،قَالَ ابو عیسیٰ:حَدِیثُ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَوَاهُ غَیْرُ وَاحِدٍ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ مِثْلَ حَدِیثِ اللَّیْثِ، وَرَوَی شَرِیكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِیهِ، عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا الْحَدِیثِ، وَحَدِیثُ شَرِیكٍ غَیْرُ مَحْفُوظٍ

حدیث:حضرت سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:جب تم میں سے کوئی وضوکرے تواچھاوضوکرے پھرمسجد کے قصد سے نکلے تواپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے پس بے شک وہ نماز میں ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :لیث کی حدیث کی طرح کعب بن عجرہ کی حدیث کوبواسطہ ابن عجلان متعددلوگوں نے روایت کیا۔اورشریک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل بواسطہ شریک،ابن عجلان،ان کے والدعجلان اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا۔اور شریک کی حدیث غیرمحفوظ ہے۔

تخریج حدیث 386:(سنن ابی داؤد،کتاب الصلوۃ،باب ماجاءفی الھدی فی المشی الی الصلوۃ،حدیث 562،ج1،ص154،المکتبۃ العصریہ،بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((اور جب تم میں کوئی وضو کرے تو اچھا وضو کرے)) سننِ وضو، حضورِ قلب اور تصحیح نیت کی رعایت کرتے ہوئے ((پھر وہ نکلے)) یعنی اپنے گھر سے ((مسجد کی طرف قصد کرتے ہوئے)) مسجد کی جانب اس کا قصد فاسد نہ ہو اور یہ قیود بیانِ کمال اور حسنِ حال کے لئے ہیں ((تو وہ اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ نماز ہے)) یعنی حکماً.....اور ذی الیدین کی حدیث میں ثابت ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں اپنی انگلیوں میں تشبیک فرمائی اور یہ بات عدمِ تحریم کا فائدہ دیتی ہے اور کراہت کے مانع نہیں ہے یعنی ان کے علاوہ کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے نادر ہونے کی وجہ سے یعنی بیانِ جواز کے لئے یا کسی (اور) معنی کی وجہ سے جیسا کہ حدیثِ اخبار میں موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو ممانعت سے پہلے ہونے پر محمول کیا جائے پس بے شک ذوالیدین کی حدیث نسخِ کلام سے پہلے کی ہے مزید یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشبیک کرنا اس گمان کی بنا پر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "پس بے شک وہ نماز میں ہے" یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز میں تشبیک جائز نہیں ہے بلکہ وہ بدرجہ اولی جائز نہیں ہے پس اس میں کراہت شدید ہے۔ سنن ابن ماجہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں اپنی انگلیوں میں تشبیک کرتے ہوئے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی انگلیوں کو کھول دیا۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب مالا یجوز الخ، ج2، ص788، دار الفکر، بیروت)

تشبیک کے معنی، نماز میں اور نماز کی طرف جاتے ہوئے اس کی ممانعت کی وجوہات

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"تشبیک کا مطلب ہے بعض انگلیوں کو بعض میں داخل کرنا اور تحقیق بعض لوگ اسے کھیل کود کے طور پر کرتے ہیں اور بعض اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ انگڑائی لینے کے وقت اپنی انگلیوں کو چٹخائیں اور کبھی کبھی انسان اپنی انگلیوں میں تشبیک کر کے اپنے ہاتھوں سے احتباء کی صورت میں بیٹھ جاتا ہے اس طرح سے وہ استراحت کر لیتا ہے اور کبھی اس کا سبب نیند ہوتی ہے پھر وہ اس کے وضو کے ٹوٹنے کا سبب بنتی ہے تو جو طہارت حاصل کر کے نماز کی جانب متوجہ ہوتا ہے اسے کہا گیا کہ کہ "تم اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرو" کیونکہ اپنی کیفیت کے اختلاف کے باوجود مذکورہ تمام وجوہ میں سے کوئی بھی نماز کے مناسب نہیں ہے اور نہ

نمازی کے حال کے موافق ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''پس بے شک وہ نماز میں ہے'' یعنی نماز کے حکم میں ہے کیونکہ جو کسی شے کے قریب ہوتا ہے وہ اسی شے کے حکم میں ہوتا ہے۔" (شرح ابی داؤد للعینی، باب الہدیٰ فی المشی، ج3، ص46، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ عینی "عمدۃ القاری" میں فرماتے ہیں:

"تشبیک سے ممانعت کا حکم کس بنا پر ہے؟ اس کے چند جوابات ہیں:

(1) پہلا یہ ہے کہ اس کے شیطان کی جانب سے ہونے کی وجہ سے۔

(2) دوسرا یہ ہے کہ یہ نیند کا سبب ہے اور وہ حدث کا سبب ہے۔

(3) تیسرا یہ ہے کہ تشبیک کی صورت اختلاف کی صورت کے مشابہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس پر تنبیہ موجود ہے پس اسے مکروہ قرار دیا اس شخص کے لئے جو نماز کے حکم ہے تا کہ وہ اس میں واقع نہ ہو جس سے منع کیا گیا جیسا نمازیوں کو حدیث پاک میں فرمایا: ((وَلَا تختلفوا فتختلف قُلُوبھم)) (اور صفوں میں اختلاف نہ کرو کہ کہیں تمہارے دل مختلف نہ ہو جائیں)" (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب تشبیک الاصابع، ج4، ص262، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نماز میں تشبیک کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

درمختار میں ہے:

"(اور انگلیوں کا چٹخانا مکروہ ہے) اور ان میں تشبیک کرنا اگرچہ نماز کا انتظار کرتے ہوئے ہو یا اس کی طرف جاتے ہوئے ہو نہی کی وجہ سے اور نماز سے باہر حاجت کی بنا پر مکروہ نہیں ہے۔" (درمختار، مکروہات الصلاۃ، ج1، ص641، دار الفکر، بیروت)

اس کے تحت علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

"اور "معراج" میں نماز میں انگلیوں کے چٹخانے اور تشبیک کرنے کی کراہت پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ اور مذکورہ نہی کی بنا پر یہ مکروہِ تحریمی ہونا چاہیے۔ حلیہ، بحر۔ (ماتن کا قول کسی حاجت کی بنا پر نماز سے باہر یوں کرنے میں کراہت نہیں ہے) نماز کے خارج سے مراد وہ ہے جو نماز کے توابع سے نہیں ہے کیونکہ نماز کی جانب سعی کرنا اور نماز کی وجہ سے مسجد میں بیٹھنا بھی نماز کے حکم میں ہی ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں گزرا کہ ''تم میں کوئی اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک نماز اسے روکے رکھتی ہے۔'' اور حاجت سے مراد جیسا کہ انگلیوں کو راحت دینے کے لئے ایسا کرنا پس اگر بغیر حاجت کے کھیل کود کے طور پر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور نماز سے باہر بھی انگلیاں چٹخانے کی کراہت پر نص وارد ہے۔ بہر حال تشبیک کرنا تو ''حلیہ'' میں فرمایا: میں اس

بارے میں اپنے مشائخ کی کسی رائے سے واقف نہیں ہوا اور ظاہر یہی ہے کہ اگر یہ کھیل کود کے لئے نہ ہو بلکہ کسی غرض صحیح کے لئے ہو اگرچہ انگلیوں کو راحت دینے کے لئے ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے پس تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مؤمن ایک عمارت کی طرح ہے جس کا بعض بعض کو مضبوط کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں تشبیک کی۔'' کیونکہ یہ معنیٰ تمثیل کے افادہ کے لئے ہے اور وہ صورتِ حسیہ کے ذریعے ان کے ایک دوسرے کو مضبوط کرنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کو بیان کرنا ہے۔" (ردالمحتار، مکروہات الصلاۃ، ج1، ص642، دارالفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"(اور نماز کے لئے نکلتے ہوئے انگلیوں کے درمیان تشبیک کرنا مکروہ ہے) اپنے گھر سے مسجد کا قصد کرتے ہوئے، حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث کی بنا پر (اور وہ یعنی انگلیوں کے درمیان تشبیک کرنا مسجد میں زیادہ مکروہ ہے) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک کی بنا پر کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ فَإِنَّ التَّشْبِيكَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَزَالُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهُ)) (جب تم میں کوئی مسجد میں ہو تو وہ ہرگز تشبیک نہ کرے پس بے شک تشبیک شیطان کی جانب سے ہے اور بے شک تم میں کوئی اس وقت تک نماز میں رہتا ہے جب تک وہ مسجد میں ہو حتی کہ وہ اس سے نکل جائے۔) اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔

بعض علماء نے احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ نماز کا انتظار کر رہا ہو پس بے شک وارد ہوا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے منتقل ہوئے جس کے مکمل ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک کی (اور) انگلیوں کے درمیان تشبیک کرنا (نماز میں زیادہ شدید ہے) یعنی کراہت کے اعتبار سے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے قول کی بنا پر کہ ''بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں اپنی انگلیوں میں تشبیک کرتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی انگلیوں کو کھول دیا۔'' اس حدیث پاک کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو نماز پڑھتے ہوئے تشبیک کرتا ہے کہ یہ ان لوگوں کی نماز ہے کہ جن پر اللہ عزوجل کا غضب ہے۔"

(کشاف القناع عن متن الاقناع، باب آداب المشی الی الصلاۃ، ج1، ص325، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ احمد سلامۃ قلیوبی شافعی (متوفی 1069ھ) فرماتے ہیں:

"ابن حجر کہتے ہیں: مسجد میں نماز کا انتظار کرنے والے کے لئے تشبیک کرنا مکروہ ہے جیسا کہ نماز کے اندر مکروہ ہے نہ کہ اس کے علاوہ اگرچہ نماز کے بعد یوں کرے اور اسی پر ذی الیدین کی خبر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کی جانے والی تشبیک کو محمول کیا گیا ہے۔" (حاشیتا قلیوبی وعمیرۃ، فصل یسن الغسل لمن یرید حضور الجمعۃ، ج1، ص332، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ محمد بن عبد اللہ الخرشی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

"(اور انگلیوں میں تشبیک کرنا اور ان کو چٹخانا) یعنی نماز میں خاص طور پر انگلیوں میں تشبیک کرنا مکروہ ہے اگرچہ غیرِ مسجد میں ہو اور نماز کے علاوہ میں یوں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔"

(شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل فی فرائض الصلاۃ، ج1، ص292، دار الفکر للطباعۃ، بیروت)

باب نمبر280

مَا جَاءَ فِي طُولِ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ

(نماز میں قیام کا طویل ہونا)

387۔حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: طُولُ الْقُنُوتِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُبْشِيٍّ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

حدیث: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا، کونسی نماز افضل ہے؟ تو فرمایا: طویل قنوت (قیام) والی۔

اور اس باب میں عبد اللہ بن حبشی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور یہ متعدد طرق سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تخریج حدیث 387:(صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعھا، باب افضل الصلوۃ طول القنوت، حدیث 756، ج1، ص520، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب ما جاء فی طول القیام، حدیث 1421، ج1، ص456، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

قنوت کے معنی اور طول القنوت والی نماز کے افضل ہونے کی وجہ

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

((نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افضل نماز وہ ہے جس میں قنوت طویل ہو)) قنوت سے یہاں مراد قیام ہے (ایک دوسرے مقام پر علامہ نووی نے یہاں قنوت سے قیام مراد ہونے پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ ہاشم) طویل قیام والی نماز اس لیے افضل ہے کہ قیام کا ذکر قراءت ہے اور سجود کا ذکر تسبیح ہے اور قراءت تسبیح سے افضل ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم طویل قیام زیادہ فرماتے بہ نسبت سجود کے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج4، ص200، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

علامہ ابن عبد البر مالکی نے فرمایا کہ طویل قیام والی نماز کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے۔

(شرح الزرقانی علی المؤطا، باب فضل صلاۃ القائم علی صلاۃ القاعد، ج1، ص485، مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ، القاہرہ)

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"اور کثرتِ رکوع وسجود، قیام کو طویل کرنے سے افضل ہے اس نماز میں کہ جس میں اس نے قیام کو طویل کرنے کا ارادہ نہ کیا ہو۔"

(الروض المربع، فصل فی صلاۃ اللیل، ج1، ص118، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

مفتی امجد علی اعظمی حنفی فرماتے ہیں:

"نماز میں قیام طویل ہونا کثرتِ رکعات سے افضل ہے یعنی جب کہ کسی وقت معین تک نماز پڑھنا چاہے مثلاً دو رکعت میں اتنا وقت صرف کر دینا چار رکعت پڑھنے سے افضل ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص667، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

باب نمبر 281

مَا جَاءَ فِی کَثْرَةِ الرُّکُوعِ وَالسُّجُودِ

(رکوع وسجود کی کثرت ہونا)

388۔حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا الوَلِیدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ الأَوْزَاعِیِّ، قَالَ :حَدَّثَنِی الوَلِیدُ بْنُ هِشَامٍ المُعَیْطِیُّ، قَالَ :حَدَّثَنِی مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ الیَعْمَرِیُّ، قَالَ :لَقِیتُ ثَوْبَانَ مَوْلَی رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهُ: دُلَّنِی عَلَی عَمَلٍ یَنْفَعُنِی اللَّهُ بِهِ وَیُدْخِلُنِی اللَّهُ الجَنَّةَ؟ فَسَكَتَ عَنِّی مَلِیًّا، ثُمَّ التَفَتَ إِلَیَّ فَقَالَ :عَلَیْكَ بِالسُّجُودِ، فَإِنِّی سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ :مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْجُدُ لِلَّهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیئَةً

حدیث:حضرت معدان بن طلحہ الیعمری سے روایت ہے،فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے ان سے عرض کی: میری ایسے عمل پر رہنمائی فرمایئے جس کے ذریعے اللہ عزوجل مجھے نفع دے اور داخلِ جنت فرمائے ؟ تو آپ رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر میری طرف متوجہ ہوئے تو ارشاد فرمایا: اپنے اوپر سجدوں کو لازم کرلو پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ”جو بندہ بھی اللہ عزوجل کے لئے سجدہ کرتا ہے، اللہ عزوجل اس سجدے کی بدولت اسے درجہ عطا فرماتا ہے اور اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

389۔ قَالَ مَعْدَانُ :فَلَقِیتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَسَأَلْتُهُ عَمَّا سَأَلْتُ عَنْهُ ثَوْبَانَ؟ فَقَالَ :عَلَیْكَ بِالسُّجُودِ، فَإِنِّی سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ :مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْجُدُ لِلَّهِ سَجْدَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیئَةً ، وَفِی البَابِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، وَأَبِی فَاطِمَةَ،قَالَ ابو عیسیٰ: حَدِیثُ ثَوْبَانَ، وَأَبِی الدَّرْدَاءِ فِی كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَ السُّجُودِ حَدِیثٌ حَسَنٌ

حدیث: معدان کہتے ہیں: پس میں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے ان سے اس سوال کے بارے میں پوچھا جو میں نے حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا؟ تو انہوں نے بھی ارشاد فرمایا: اپنے اوپر سجدوں کو لازم کرلو، پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ”جو بندہ بھی اللہ عزوجل کے لئے سجدہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ایک درجہ بڑھاتا ہے اور اس کے گناہ کو مٹاتا ہے۔“ اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور ابو فاطمہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے

صَحِيحٌ وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هَذَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ :طُولُ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنْ كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وقَالَ بَعْضُهُمْ: كَثْرَةُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ أَفْضَلُ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ "وقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ :قَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا حَدِيثَانِ وَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ وقَالَ إِسْحَاقُ :أَمَّا بِالنَّهَارِ فَكَثْرَةُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَأَمَّا بِاللَّيْلِ فَطُولُ الْقِيَامِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ لَهُ جُزْءٌ بِاللَّيْلِ يَأْتِي عَلَيْهِ، فَكَثْرَةُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فِي هَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ، لِأَنَّهُ يَأْتِي عَلَى جُزْئِهِ وَقَدْ رَبِحَ كَثْرَةَ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ : وَإِنَّمَا قَالَ إِسْحَاقُ هَذَا لِأَنَّهُ كَذَا وُصِفَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، وَوُصِفَ طُولُ الْقِيَامِ، وَأَمَّا بِالنَّهَارِ فَلَمْ يُوصَفْ مِنْ صَلَاتِهِ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ مَا وُصِفَ بِاللَّيْلِ

ہیں :حضرت ثوبان اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما کی کثرتِ رکوع وسجود والی حدیث حسن صحیح ہے۔اور تحقیق اہلِ علم کا اس بارے میں اختلاف ہے تو بعض نے کہا: نماز میں قیام کا طویل ہونا رکوع وسجود کی کثرت سے افضل ہے۔اور بعض نے کہا: رکوع وسجود کی کثرت طولِ قیام سے افضل ہے۔اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دو حدیثیں مروی ہیں اور اس بارے میں انہوں نے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔اور اسحاق کہتے ہیں :بہر حال دن کے وقت کثرتِ رکوع وسجود افضل ہے اور رات کے وقت طولِ قیام افضل ہے مگر یہ کہ کسی شخص نے رات کے کسی جز کو قیام کے لئے مقرر رکھا تو اس کے لئے میرے نزدیک کثرتِ رکوع وسجود افضل ہے کیونکہ اپنے مقررہ وقت میں تلاوت کرتا ہے اور کثرتِ رکوع وسجود سے نفع حاصل کرتا ہے اور اسحاق نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز اور قیام کے طویل ہونے کا طریقہ یونہی بیان کیا گیا ہے بہر حال دن کے اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا وہ وصف بیان نہیں کیا گیا جو رات کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث 388:(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، حدیث 488، ج1، ص353، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆سنن نسائی، کتاب التطبیق، باب ثواب من سجد للہ، حدیث 1139، ج2، ص228، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی کثرۃ السجود، حدیث 1423، ج1، ص457، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 389:

شرح حدیث

علامہ عبدالرؤف بن تاج العارفین مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"((کوئی بھی بندہ اللہ عزوجل کے لئے سجدہ کرتا ہے)) یعنی نماز میں تو اس سے سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر خارج ہو گئے کیونکہ ان کی کثرت کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ ان پر ابھارا گیا ہے کیونکہ یہ کسی عارضہ کی وجہ سے مشروع ہیں جیسا کہ گزرا ((اللہ عزوجل اس کا ایک درجہ بلند فرماتا اور ایک گناہ مٹاتا ہے)) حضرت عبادہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ زائد ہے: "اور اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔" زین عراقی کہتے ہیں: اور اس کی اسناد صحیح ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ درجہ کے بلند کرنے اور نیکی کے لکھنے میں کیا فرق ہے کیونکہ درجہ کی بلندی تو نیکی لکھنے کے سبب ہوگی؟ ہم کہتے ہیں درجہ کی بلندی اگرچہ نیکی کے حصول کے ذریعے سے ہی ہوگی لیکن سبب، مسبب کا غیر ہوتا ہے تو وہ دونوں مختلف چیزیں ہیں اور اسی طرح درجہ کی بلندی کبھی اس کے نیکی کے حصول پر مرتب نہیں ہوتی پس کبھی نیکی کے لکھنے کی وجہ سے دوسرے گناہ کو مٹا دیا جاتا ہے اور اس حدیث سے ان لوگوں نے بھی استدلال کیا ہے جو قیام کے طویل کرنے پر سجدہ کے طویل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(فیض القدیر، حرف المیم، ج5، ص486، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

علامہ ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی (متوفی 321ھ) فرماتے ہیں:

"((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص ایک رکوع کرتا ہے اور ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے ذریعے سے اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے)) ابوجعفر کہتے ہیں: تو علما کا ایک گروہ اس جانب ہے کہ نفل نماز میں رکوع و سجود کی کثرت قیام و قراءت کی طوالت سے بہتر ہے اور انہوں نے اس بات پر اس حدیث سے استدلال کیا اور دوسرے علما نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے پس انہوں نے کہا: اس میں طولِ قیام افضل ہے اور ان کی دلیل اس بارے میں وہ حدیث ہے جسے ہم نے سابق میں اپنی اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طویل قنوت والی اور بعض روایات میں طولِ قیام کے الفاظ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں رکوع و سجود کی کثرت پر طولِ قیام کو فضیلت عطا فرمائی۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں ہمارے نزدیک اس کا خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ بھی جائز ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان "جو اللہ عزوجل کے لیے رکوع کرے اور اللہ عزوجل کے لئے سجدہ کرے" سے مراد یہ ہے کہ اس سے

قبل طویل قیام ہو۔اور یہ تاویل بھی جائز ہے کہ جو اللہ عزوجل کے لئے ایک رکوع کرے اور ایک سجدہ کرے تو اللہ عزوجل اس کے ذریعے اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اگر اس میں طول قیام سے زیادتی کرے تو یہ افضل ہے اور اس پر اللہ عزوجل کا عطا کردہ ثواب بھی زیادہ ہے، تو حدیث کو اس معنی پر محمول کرنا اولی ہے تاکہ یہ ہماری مذکورہ احادیث کے مخالف نہ ہوں۔" (شرح معانی الآثار، الافضل فی صلاۃ التطوع ھل ھو طول القیام الخ، مطبوعہ عالم الکتب)

طویل قیام افضل ہے یا کثرت رکوع وسجود، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"(طول قیام، کثرت سجود کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ ((أفضل الصلاۃ طول القنوت)) (افضل نماز، طویل قنوت والی نماز ہے یعنی طویل قیام والی) اور اس وجہ سے بھی کہ طول قیام کے ذریعے قراءت زیادہ ہوتی ہے اور رکوع وسجود کی کثرت کی بنا پر تسبیح زیادہ ہوتی ہے اور قراءت تسبیح سے افضل ہے اور اس وجہ سے کہ قراءت رکن ہے تو اس کے اجزاء کا اجتماع رکن اور سنت کے اجتماع سے اولی وافضل ہے"۔

(تبیین الحقائق، باب الوتر والنوافل، ج1، ص173، المطبعۃ الکبری الامیریہ، القاہرہ)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اعمال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ان میں مشکل ہو یعنی بدن پر زیادہ مشقت والا ہو اور طویل قیام زیادہ مشقت والا کام ہے اور اس میں دو فرضوں قیام اور قراءت کا جمع کرنا ہے اور ان میں سے ہر ایک کام فرض ہے۔" (مبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج1، ص158، دار المعرفہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"قیام کو طویل کرنا رکوع اور سجود کی طوالت سے افضل ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نماز کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طول قنوت والی۔" اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا اور قنوت سے مراد قیام ہے اور سجود کو طویل کرنا باقی ارکان کی طوالت سے افضل ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، مسائل تتعلق بالقیام، ج3، ص267، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"اہلِ علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نماز میں کثرتِ رکوع وسجود افضل ہے یا طولِ قیام؟ تو ان اہلِ علم میں سے بعض اس جانب ہیں کہ کثرتِ رکوع وسجود افضل ہے اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((من ركع ركعة وسجد سجدة رفعه الله بها درجة وحط بها عنه خطيئة))(جس نے ایک رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا اللہ عزوجل اس کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور اس کا ایک گناہ مٹائے گا) اور ان میں بعض اس جانب گئے ہیں کہ طولِ قیام افضل ہے اس حدیث کی بنا پر جو مروی ہے کہ ((ان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سئل أي الصلوات أفضل؟ قال:طول القنوت وفي بعض الآثار:طول القيام))(بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی نماز افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:طولِ قنوت والی اور بعض روایات میں "طولِ قیام" کا لفظ وارد ہے۔) اور یہ قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ پہلی حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جو اس حدیث کے معارض ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ رکوع وسجود پر فضیلت کا ملنا جو پہلی حدیث میں مذکور ہے اللہ عزوجل طولِ قیام پر اس سے زیادہ فضیلت عطا فرمائے۔ اور اسی طرح وہ حدیث جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مروی ہے کہ ((أن العبد إذا قام فصلى أتى بذنوبه فجعلت على رأسه وعاتقيه فكلما ركع أو سجد تساقطت عنه))(بے شک بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے تمام گناہوں کو اپنے سر اور کندھوں پر رکھے ہوئے آتا ہے تو جب وہ رکوع کرتا یا سجدہ کرتا ہے تو وہ گناہ اس سے جھڑ جاتے ہیں) اس حدیث میں بھی اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ کثرتِ رکوع وسجود، طولِ قیام سے افضل ہے۔ کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ اللہ عزوجل طولِ قیام پر جو ثواب عطا فرماتا ہے وہ ان تمام سے زیادہ ہو۔" (البیان والتحصیل، مسئلہ: صلاۃ اللیل أطلاث عشر رکعۃ ام احدی عشر رکعۃ، ج1، ص379، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

"مسائل الامام احمد" میں ہے:

"میں نے عرض کیا طولِ قنوت آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے یا رکوع وسجود کی کثرت؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس بارے میں دو حدیثیں ہیں۔ انہوں نے اس بارے میں کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا۔ پھر میں نے ان سے سوال کیا میں نے کہا: طولِ قنوت آپ کے نزدیک محبوب ہے یا کثرتِ رکوع وسجود؟ تو انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک محبوب یہ ہے کہ کوئی شخص دن اور رات میں معلوم رکعات ادا کرتا ہو اگر چاہے تو ان میں طول دے اور اگر چاہے تو ان میں کمی کرے۔"

(مسائل الامام احمد واسحاق بن راھویہ،طول القنوت الخ،ج2،ص659 تا 661،عمادۃ البحث العلمی الجامعۃ الاسلامیہ،مدینہ منورہ)

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی620ھ) فرماتے ہیں:

"اور جن رکعتوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تخفیف یا تطویل وارد ہے تو اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا افضل ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم افضل کو ہی بجالاتے ہیں اور تحقیق ہم نے بعض وہ چیزیں ذکر کیں کہ جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تخفیف وتطویل دونوں باتیں بجالاتے تھے۔ اور اس کے علاوہ میں روایات واقوال مختلف ہیں،ایک قول یہ ہے کہ کثرت رکوع وسجود افضل ہے،حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی بنا پر کہ بے شک میں ان افضل سورتوں کو جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت میں جن میں سے دو سورتوں کو ملایا کرتے تھے، وہ مفصل میں سے بیس سورتیں ہیں۔اس بات کو مسلم نے روایت کیا۔اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:''جو بھی بندہ سجدہ کرتا ہے اللہ عزوجل اس کے بدلے میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اس کے ذریعے اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اللہ عزوجل اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے۔''اور دوسرا قول یہ ہے کہ تطویل افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بنا پر:"افضل نماز وہ ہے کہ جو طولِ قنوت والی ہے۔"اس حدیث پاک کو امام مسلم نے روایت کیا۔اور اس وجہ سے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تہجد پڑھا کرتے تھے اور اسے طویل کرتے تھے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف افضل پر ہی دوام اختیار فرماتے تھے۔تیسرا قول یہ ہے کہ اس بارے احادیث کے تعارض کی بنا پر وہ دونوں برابر ہیں۔واللہ اعلم۔"

(المغنی لابن قدامہ،فصل ما ورد عن النبی تخفیفہ وتطویلہ فالافضل اتباعہ فیہ،ج2،ص103،104،مکتبۃ القاھرہ)

باب نمبر282

مَا جَاءَ فِی قَتْلِ الْأَسْوَدَیْنِ فِی الصَّلَاۃِ

(نماز میں دوسیاہ چیزوں (یعنی سانپ اور بچھو) کو قتل کرنا)

390- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ الْحَيَّةُ وَالْعَقْرَبُ ، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي رَافِعٍ ،قَالَ ابو عيسى:حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَكَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ قَتْلَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ فِي الصَّلَاةِ "قَالَ إِبْرَاهِيمُ :إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا ، وَالْقَوْلُ الْأَوَّلُ أَصَحُّ

حدیث: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دوسیاہ چیزوں (سانپ اور بچھو) کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور اس باب حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض اہلِ علم وغیرہ کا اسی پر عمل ہے اور احمد و اسحاق بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اور بعض اہلِ علم نے نماز میں سانپ اور بچھو کے مارنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابراہیم کہتے ہیں: بے شک یہ نماز میں ایک مشغولیت ہے۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

تخریج حدیث 390: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب العمل فی الصلوۃ، حدیث 921، ج 1، ص 242، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی قتل الحیۃ والعقرب فی الصلوۃ، حدیث 1245، ج 1، ص 394، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"((دو سیاہ چیزیں))، اسود کہتے ہیں سانپوں میں سب سے زیادہ خبیث اور سب سے زیادہ بڑے سانپ کو۔ اور یہ اس کی صفتِ غالبہ سے ہے حتی کہ پھر اسے اسماء کی جگہ استعمال کر لیا گیا..... اور بچھو پر 'اسود' کا اطلاق کرنا بھی غلبہ دینے کے قبیل سے ہے جیسا کہ عمرین اور قمرین اور اس کی مثل الفاظ۔ اور اسی سے ہمارے علما نے اس بات کو اخذ کیا کہ نمازی جب سانپ اور بچھو کو قتل کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک سببِ غفلت کا ازالہ ہے تو یہ مال کو دور ہٹانے کے مشابہ ہو گیا ..... اور خطابیہ کہتے ہیں: اور ہر وہ جانور جو ضرر دینے والا ہو وہ بھی سانپ اور بچھو کے معنی میں ہی ہے جیسا کہ بھڑ اور شبثان اور اس کی مثل۔ میں کہتا ہوں: شبثان، شبث کی جمع ہے اور یہ چھوٹا سے کیڑا جو حشرات الارض میں سے ہے، کثیر ٹانگوں والا ہوتا ہے، ریت میں رہتا ہے...... اور فرمایا: سوئے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے عام اہلِ علم نے نماز میں دونوں سیاہ چیزوں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابو بکر بن شیبہ نے روایت کی اور فرمایا: ہم سے ہشیم نے مغیرہ کے حوالے سے بیان کیا وہ ابراہیم نخعی سے کہ ان سے نماز میں بچھو کے قتل کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک یہ نماز میں ایک مشغولیت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شاید انہیں یہ حدیث نہ پہنچی ہو، اسی بنا پر انہوں نے منع فرما دیا ہو۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب العمل فی الصلاۃ، ج4، ص153,154، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

علامہ ابن الملک کہتے ہیں: ایک ضرب یا دو ضربوں کے ذریعے اس کا قتل کرنا جائز ہے نہ کہ زیادہ کے ساتھ کیونکہ عملِ کثیر نماز کو باطل کر دیتا ہے، اھ۔ اور شرح المنیہ میں ہے: بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے کہ جب اسے بہت زیادہ چلنے کی محتاجی نہ ہو جیسا کہ پے در پے تین قدم چلنا اور نہ کثیر عمل کی جانب حاجت ہو جیسا کہ تین پے در پے ضربیں لگانا بہر حال جب اسے محتاجی ہو تو وہ چلے یا عمل کثیر کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اگر وہ اپنی نماز میں لڑائی کرے (تو بھی یہی حکم ہے) کیونکہ یہ عملِ کثیر ہے اس بات کو "سرخسی" نے "مبسوط" سے ذکر کیا۔ پھر فرمایا: اور اظہر یہ ہے کہ اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے کیونکہ یہ رخصت ہے جیسا کہ حدث لاحق ہونے کی صورت میں چلنے کی اجازت ہے اور حدیث کا اطلاق بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ اور اصح فساد کا ہونا ہی ہے مگر یہ ان دونوں کے قتل کے لئے نماز کا فاسد کرنا مباح ہے جیسا کہ مظلوم کی مدد کرنے کے لئے یا

کسی کو ہلاکت سے نجات دینے کے لئے جیسے چھت سے گرنے والے کو یا جلنے والے کو یا غرق ہونے والے کو اور اسی طرح جب ایک درہم کی مقدار قیمتی شے کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس کے علاوہ اور وجوہات کی بنا پر نماز توڑنے کی اجازت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ الخ، ج2، ص792,793، دار الفکر، بیروت)

نماز میں سانپ یا بچھو کو مارنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی620ھ) فرماتے ہیں:

"سانپ اور بچھو کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دو سیاہ چیزوں سانپ اور بچھو کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔" (الکافی فی فقہ الامام احمد، باب ما یکرہ فی الصلاۃ، ج1، ص286، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

احناف کا مؤقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی587ھ) فرماتے ہیں:

"اور نماز میں سانپ اور بچھو کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دل کو مشغول کرتا ہے اور یہ بات اس کے قتل سے بڑی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اقتلوا الأسودین ولو کنتم فی الصلاۃ)) (دو سیاہ چیزوں کو قتل کرو اگرچہ تم نماز میں ہو) اور وہ دونوں سانپ اور بچھو ہیں اور یہ رخصت و اباحت ہے اگرچہ اس کا صیغہ، صیغہ امر ہے کیونکہ ان دونوں کا قتل کرنا نماز کے اعمال سے نہیں ہے حتی کہ اگر وہ ان کے قتل میں عمل کثیر کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔"

(بدائع الصنائع، فصل بیان ما یستحب فی الصلاۃ وما یکرہ، ج1، ص218، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

علامہ ابو الحسین یحیی بن ابی الخیر شافعی (متوفی558ھ) فرماتے ہیں:

نماز میں سانپ اور بچھو کو مارنا جائز ہے، مکروہ نہیں اور امام نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔

(البیان فی مذہب الامام الشافعی، فرع قتل الاسودین، ج2، ص316)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی676ھ) فرماتے ہیں:

"اور اگر وہ کوئی ایسا عمل کرے جو نماز کی جنس سے نہیں ہے پس اگر وہ قلیل ہو مثلاً اگر وہ اپنے آگے سے گزرنے والے کو

دور کرے یا سانپ کو مارے یا بچھو کو یا اپنے جوتوں کو اتار دے یا اپنی چادر کو درست کرے یا وہ کوئی چیز اٹھائے یا اسے کوئی شخص سلام کرے تو وہ اسے اشارہ سے جواب دے اور جو اس کے مشابہ ہو تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دور کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دو سیاہ چیزوں سانپ اور بچھو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور اپنے جوتوں کو اتارا ہے اور نماز میں امامہ بن بنت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو بھی اٹھایا ہے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو انہیں رکھ دیتے پس جب کھڑے ہوتے تو انہیں اٹھا لیتے

اور انصار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ اور اس وجہ سے بھی نمازی نماز میں عملِ قلیل سے خالی نہیں ہوتا پس اس بنا پر اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر وہ عملِ کثیر کرے بایں طور کہ وہ پے در پے چند قدم چلے یا پے در پے چند ضربیں لگائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اکثر اس جانب حاجت متقاضی نہیں ہوتی اور اگر وہ دو قدم چلے یا دو ضربیں لگائے تو اس میں دو اقوال ہیں: ایک یہ کہ نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں جوتوں کو اتارا اور ان دونوں کو ایک جانب رکھ دیا اور یہ پے در پے دو فعل ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ مکرر عمل ہے تو وہ کسی کام کو بھی تین مرتبہ کرنے کی طرح ہی ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، مسائل تتعلق بالکلام فی الصلاۃ، ج4، ص92، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دو سیاہ چیزوں کو مارنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی سانپ اور بچھو۔ اور یہ اسناد کی جہت سے حدیثِ حسن ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ دونوں اس کا ارادہ کریں۔ اور اسی طرح انہوں نے عبد الملک کے اول سماع میں فرمایا، اس کے بعد، کہ وہ ان دونوں سیاہ چیزوں کو قتل نہ کرے مگر جب وہ اس کا ارادہ کریں تو جب وہ اس کا ارادہ کریں تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ ان دونوں کو قتل کرے اور نماز جاری رکھے مگر یہ کہ ایسا معاملہ طویل ہو جائے اور اس میں مشغولیت زیادہ ہو جائے تو پھر وہ اپنی نماز دوبارہ شروع کرلے ۔ بہر حال جب وہ اس کا ارادہ نہ کریں تو امام مالک کے نزدیک ان کو قتل کرنا مناسب نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو برا کیا اور نماز جاری رکھے، ہاں اگر عمل طویل ہو جائے تو نئے سرے سے نماز شروع کرے۔"

(البیان والتحصیل، مسئلہ صلی بقوم فمرت بہ حیۃ او عقرب، ج2، ص113، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 283

مَا جَاءَ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ

(سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنا)

391۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ:حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، يُكَبِّرُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ، قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ، مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ ،وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ:حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، وَأَبُو دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَالسَّائِبَ الْقَارِءَ، كَانَا يَسْجُدَانِ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ ،قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ ابْنِ بُحَيْنَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ ابو عيسى:حَدِيثُ ابْنِ بُحَيْنَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ يَرَى سَجْدَتَيِ السَّهْوِ كُلِّهِ قَبْلَ السَّلَامِ، وَيَقُولُ هَذَا النَّاسِخُ

حدیث:حضرت عبداللہ بن بحینہ الاسدی (بنی عبد المطلب کے حلیف) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں کھڑے ہوئے حالانکہ ان پر بیٹھنا لازم تھا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو سجدہ سہو کیا (یوں کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے ہوئے ہر سجدہ پر تکبیر فرماتے اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا یہ سجدہ اس جلوس کے بدلہ میں تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بھول گئے تھے ۔اور اس باب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی روایت موجود ہے۔حدیث:محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اور سائب القاری رضی اللہ عنہما سلام سے پہلے سجدہ سہو فرمایا کرتے تھے۔امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں :حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔اور اسی حدیث پر بعض اہلِ علم کا عمل ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے کہ آپ کی رائے سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنے کی ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دیگر احادیث کی ناسخ ہے اور بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل مبارک بھی اسی طرح تھا ۔اورامام احمد اور اسحٰق فرماتے ہیں :جب کوئی شخص دو رکعتوں پر بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو جائے تو بے شک"

لِغَيْرِهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ، وَيُذْكَرُ أَنَّ آخِرَ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى هٰذَا "وقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ :إِذَا قَامَ الرَّجُلُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَإِنَّهُ يَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ، عَلَى حَدِيثِ ابْنِ بُحَيْنَةَ ، وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ بُحَيْنَةَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَالِكٍ ابْنُ بُحَيْنَةَ مَالِكٌ أَبُوهُ ، وَبُحَيْنَةُ أُمُّهُ "، هٰكَذَا أَخْبَرَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ، " :وَاخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ مَتَى يَسْجُدُهُمَا الرَّجُلُ قَبْلَ السَّلَامِ أَوْ بَعْدَهُ؟ فَرَأَى بَعْضُهُمْ: أَنْ يَسْجُدَهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الْكُوفَةِ ،و قَالَ بَعْضُهُمْ : يَسْجُدُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، مِثْلِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَرَبِيعَةَ، وَغَيْرِهِمَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ "، وقَالَ بَعْضُهُمْ :إِذَا كَانَتْ زِيَادَةٌ فِي الصَّلَاةِ فَبَعْدَ السَّلَامِ، وَإِذَا كَانَ نُقْصَانًا فَقَبْلَ السَّلَامِ ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وقَالَ أَحْمَدُ :مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فَيُسْتَعْمَلُ كُلٌّ عَلَى جِهَتِهِ، يَرَى إِذَا قَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ عَلَى حَدِيثِ ابْنِ بُحَيْنَةَ فَإِنَّهُ يَسْجُدُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ، وَإِذَا صَلَّى الظُّهْرَ

حضرت ابن بحینہ کی حدیث کی بنا پر سلام سے پہلے سجد سہو کرے۔اور عبد اللہ بن بحینہ وہ عبد اللہ بن مالک بن بحینہ ہیں، مالک ان کے والد اور بحینہ مالک کی والدہ ہیں۔اس طرح اسحٰق بن منصور نے علی بن مدینی کے حوالہ سے مجھے خبر دی۔اور اہلِ علم نے سجدہ سہو کے حوالے سے اختلاف کیا ہے کہ آدمی انہیں سلام سے پہلے کرے یا بعد میں۔تو بعض نے کہا سلام کے بعد سجدہ کرے اور یہ امام سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ کا قول ہے۔اور بعض نے کہا: سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اکثر فقہائے مدینہ کا قول ہے جیسا کہ یحییٰ بن سعید اور ربیعہ وغیرہما۔اور امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں۔اور بعض نے کہا: جب نماز میں کوئی زیادتی کرے تو پھر بعد سلام کرے اور نماز میں کوئی کمی کرے تو سلام سے پہلے کرے۔اور یہ مالک بن انس کا قول ہے اور امام احمد فرماتے ہیں: سجدہ سہو کے بارے میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اس کو اسی جہت پر استعمال کیا جائے،ان کی رائے یہ ہے کہ ابن بحینہ کی حدیث کی بنا پر جب نمازی دو رکعتیں پڑھ کر (بغیر بیٹھے) کھڑا ہو جائے تو وہ سلام سے پہلے سجدہ کرے اور جب ظہر میں پانچویں پر کھڑا ہو جائے تو وہ سلام کے بعد سجدہ کرے اور جب ظہر اور عصر میں دوسری رکعت پر سلام پھیر دے تو وہ سلام کے بعد سجدہ سہو کرے،اور ہر روایت کو اس کی جہت پر استعمال کیا جائے گا اور ہر وہ سہو جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی

خَمْسًا فَإِنَّهُ يَسْجُدُهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ، وَإِذَا سَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالعَصْرِ فَإِنَّهُ يَسْجُدُهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ، وَكُلٌّ يُسْتَعْمَلُ عَلَى جِهَتِهِ، وَكُلُّ سَهْوٍ لَيْسَ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذِكْرٌ فَإِنَّ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فِيهِ قَبْلَ السَّلَامِ، "وَقَالَ إِسْحَاقُ نَحْوَ قَوْلِ أَحْمَدَ فِي هَذَا كُلِّهِ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ : كُلُّ سَهْوٍ لَيْسَ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذِكْرٌ فَإِنْ كَانَتْ زِيَادَةً فِي الصَّلَاةِ يَسْجُدُهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ، وَإِنْ كَانَ نُقْصَانًا يَسْجُدُهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ"

روایت موجود نہیں ہے تو اس میں سجدہ سہو سلام سے پہلے کیا جائے گا۔اور ان تمام مسائل میں امام اسحاق بھی امام احمد کی طرح ہی فرماتے ہیں ہاں مگر یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ سہو جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت مروی نہیں تو اگر اس میں نماز میں کوئی زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدہ کرے اور اگر کوئی کمی کرے تو سلام سے پہلے سجدہ کرے۔

تخریج حدیث 391:(صحیح البخاری،کتاب الجمعۃ،باب اذا صلی خمسا،حدیث 1226،ج 2،ص 68،دار طوق النجاۃ☆صحیح مسلم،کتاب المساجد ومواضعھا،باب السھو فی الصلوۃ،حدیث 572،ج 1،ص 401،داراحیاء التراث العربی،بیروت☆سنن ابی داؤد،کتاب الصلوۃ،باب اذا صلی خمسا،حدیث 1019،ج 1،ص 268،المکتبۃ العصریہ،بیروت☆سنن نسائی،کتاب السھو،باب ما یفعل من صلی خمسا،حدیث 1254،ج 3،ص 31،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،بیروت☆سنن ابن ماجہ،کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا،باب من صلی الظہر خمسا،حدیث 1205،ج 1،ص 380،داراحیاء الکتب العربیہ،بیروت)

باب نمبر 284

مَا جَاءَ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَالْكَلَامِ

(سلام اور کلام کے بعد سجدہ سہو کرنا)

392۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ:حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيلَ لَهُ :أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ أَمْ نَسِيتَ؟ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَمَا سَلَّمَ، قَالَ ابو عيسىٰ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: کیا نماز میں کچھ اضافہ ہوگیا ہے یا بھول ہوگئی ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد دو سجدے فرمائے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

393۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَا :حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ الْكَلَامِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاوِيَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ

حدیث: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرنے کے بعد سجدہ سہو فرمایا۔"

اور اس باب میں حضرت معاویہ، عبداللہ بن جعفر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

394۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ :حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَهُمَا بَعْدَ السَّلَامِ قَالَ ابو عيسىٰ:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ سہو فرمایا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور تحقیق ایوب اور متعدد راویوں نے امام ابن سیرین سے اس حدیث کو روایت کیا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن

أَيُّوبُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ ابو عيسىٰ: وَحَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ قَالُوا: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ الظُّهْرَ خَمْسًا فَصَلَاتُهُ جَائِزَةٌ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ، وَإِنْ لَمْ يَجْلِسْ فِي الرَّابِعَةِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا وَلَمْ يَقْعُدْ فِي الرَّابِعَةِ بِقَدْرِ التَّشَهُّدِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَبَعْضِ أَهْلِ الكُوفَةِ

مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے، وہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص ظہر کی پانچ رکعتیں ادا کرلے تو اس کی نماز جائز ہے اور وہ سجدہ سہو کرلے اگرچہ چوتھی پر نہ بیٹھا ہو اور یہی امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں: جب اس نے ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھ لیں اور چوتھی پر تشہد کی مقدار نہ بیٹھا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی اور یہی سفیان ثوری اور بعض اہل کوفہ کا قول ہے۔

تخریج حدیث 392: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب اذا صلی خمسا، حدیث 1226، ج 2، ص 68، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعھا، باب السہو فی الصلوۃ، حدیث 572، ج 1، ص 401، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب اذا صلی خمسا، حدیث 1019، ج 1، ص 268، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السہو، باب ما یفعل من صلی خمسا، حدیث 1254، ج 3، ص 31، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب من صلی الظہر خمسا، حدیث 1205، ج 1، ص 380، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 393: (صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعھا، باب السہو فی الصلوۃ، حدیث 572، ج 1، ص 402، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تخریج حدیث 394: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب اذا صلی خمسا، حدیث 1226، ج 2، ص 68، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعھا، باب السہو فی الصلوۃ، حدیث 572، ج 1، ص 401، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب اذا صلی خمسا، حدیث 1019، ج 1، ص 268، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السہو، باب ما یفعل من صلی خمسا، حدیث 1254، ج 3، ص 31، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب من صلی الظہر خمسا، حدیث 1205، ج 1، ص 380، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

باب نمبر 283 اور باب نمبر 284 میں موجود احادیث مبارکہ میں درج ذیل مسائل موجود ہیں:

(1) سجدۂ سہو کا محل کیا ہے، سلام کے بعد یا سلام سے پہلے، اس پر مذاہب ائمہ کی روشنی میں تفصیلی کلام آ رہا ہے۔

(2) چار کے بجائے پانچ رکعتیں پڑھ لیں (جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے) تو کیا حکم ہے، اس بارے میں احناف کا مؤقف یہ ہے کہ پانچویں کے لیے کھڑا ہو گیا تو جب تک چھٹی کا سجدہ نہ کیا ہو واپس آ جائے اور سجدۂ سہو کر لے اس کی نماز ہو جائے گی، اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو اب دو صورتیں ہیں اگر چوتھی پر بقدرِ تشہد قعدہ کیا تھا تو اس صورت میں ایک رکعت اور ملا لے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے تو چار فرض ہو جائیں گے اور دو نفل، یہ ایک رکعت اور ملانا مستحب اور بہتر ہے، اگر اس کے خلاف کیا تب بھی نماز ہو جائے گی (حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا محمل یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چوتھی پر قعدہ فرمایا تھا اور پانچویں رکعت مکمل کر لی پھر معلوم ہونے پر سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لی) اور اگر چوتھی پر قعدہ نہ کیا تھا اور پانچویں کا سجدہ کر لیا تو فرض باطل ہو گئے، اور تمام نماز نفل ہو گئی، ایک رکعت اور ملا کر سلام پھیر دے اور فرض دوبارہ پڑھے۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ کا مؤقف یہ ہے کہ پانچ رکعتیں پڑھ لیں تو سجدہ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی اگرچہ چوتھی پر قعدہ نہ کیا ہو، ان کی دلیل حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ہے۔

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی مذکورہ بالا مسئلہ میں مذاہب اربعہ نقل کرنے کے بعد ائمہ ثلاثہ کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک سے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی پر نہیں بیٹھے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی پر بیٹھے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعلِ مبارک کو صواب پر محمول کرنا یہ غیرِ صواب پر محمول کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے لائق ہے، اس بنا پر جو دوسری روایت میں مروی ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں ادا فرمائیں۔'' اور ظہر اس کے تمام ارکان کا نام ہے۔ اور ان کا قول کہ ''بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں رکعت سے رجوع نہیں کیا اور نہ اس کے ساتھ چھٹی کو ملایا'' یہ ہمیں ضرر نہیں دیتا کیونکہ ہم بطریق وجوب چھٹی رکعت کے ساتھ ملانے کو لازم قرار نہیں دیتے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: اور اگر وہ نہ ملائے تو اس پر کچھ نہیں کیونکہ وہ ظن پر مشتمل ہے۔ اور صاحب البدائع کہتے ہیں: اولیٰ یہ ہے کہ اس میں ایک رکعت اور ملائی جائے تاکہ وہ دو رکعات نفل ہو جائیں ..... ہمارے اصحاب کہتے

ہیں: اس میں ایک رکعت اور ملانا مستحب ہے تاکہ وہ ایک شفعہ ہوجائے کیونکہ ایک رکعت نفل پڑھنے کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے اور وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے، ارشاد فرمایا: ((واللہ ما أجزتُ رکعۃً)) ترجمہ: اللہ عزوجل کی قسم میں ایک رکعت کو جائز قرار نہیں دیتا۔ (شرح ابی داؤد للعینی، باب اذا صلی خمسا، ج4، ص320، مکتبۃ الرشد ریاض)

(3) کلام کے بعد سجدۂ سہو ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کلام کے بعد سجدۂ سہو نہیں ہوسکتا، یہ جو حدیث پاک میں مذکور ہے وہ نماز میں کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے کی بات ہے، بعد میں نماز میں کلام کو منع کر دیا گیا، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: ((عن زید بن أرقم، قال: کنا نتکلم فی الصلاۃ یکلم الرجل صاحبہ وھو إلی جنبہ فی الصلاۃ حتی نزلت ﴿وقوموا للہ قانتین﴾ (البقرۃ 238) فأمرنا بالسکوت ونھینا عن الکلام)) ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے آدمی نماز میں اپنے ساتھی سے گفتگو کرتا تھا اور وہ اس کے پہلو میں ہوتا تھا حتی کہ یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ﴿وقوموا للہ قانتین﴾ ترجمہ: اور کھڑے ہو اللہ عزوجل کے حضور ادب سے۔ (پارہ 2، سورہ البقرۃ، آیت 238) پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور ہمیں گفتگو سے منع کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ، ج1، ص383، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور اس مسئلہ کے بارے میں امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب وہ بھول کر دو رکعتوں پر سلام پھیرے اور اپنی جگہ پر ہو، اس نے اپنے چہرہ کو قبلہ سے نہ پھیرا ہو اور نہ کلام کیا ہو تو جو اس پر لازم تھا اس کی قضا کی جانب عود کر لے اور اگر کوئی شخص اس کی اقتدا کر لے تو اس کی اقتدا صحیح ہے۔ بہر حال جب وہ اپنے چہرے کو قبلہ سے پھیرے تو اگر وہ مسجد میں ہو اور کلام نہ کرے تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ مسجد تمام کی تمام ایک مکان کے حکم میں ہے کیونکہ وہ تمام نماز کی جگہ ہے اور اگر وہ مسجد سے نکل گیا تھا پھر اسے یاد آیا تو نہ لوٹے اور اس کی نماز فاسد ہوجائے گی..... اور علما نے حدیث کا یہ جواب دیا کہ حدیث منسوخ ہے اور یہ اس لئے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس عمل کا خلاف کیا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ذا الیدین" والے دن کیا تھا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں موجود تھے جو "ذی الیدین" والے دن حاضر ہوئے تھے پس اگر آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس عمل کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا خلاف عمل نہ کرتے اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں کیا اور کسی نے بھی آپ رضی اللہ عنہ پر انکار نہ کیا تو یہ ان کی جانب سے اجماع ہوگیا۔ امام طحاوی نے اسے ابن مرزوق سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا وہ عثمان بن اسود سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: میں نے حضرت عطا کو فرماتے ہوئے سنا: ((صلی عمر بن الخطاب بأصحابہ فسلم فی رکعتین ثم انصرف فقیل لہ فی ذلک فقال: إنی جھزت عیرا من العراق بأحمالھا وأقتابھا حتی

وردت المدينة قال:فصلی بھم أربع ركعات)) (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی پس آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا پھر آپ پھر گئے تو ان سے اس بارے میں عرض کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:''میں نے عراق سے کچھ گدھے ان کے پالان اور ساز وسامان کے ساتھ منگوائے ، یہاں تک کہ مدینہ آگیا۔حضرت عطا کہتے ہیں: پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو چار رکعات پڑھائیں۔)"

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ، ج4،ص 267، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

سہو کے سجدوں کے محل کے بارے میں مذاہب ائمہ

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی620ھ) فرماتے ہیں:

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام کے تمام سجود امام احمد رحمہ اللہ کے ہاں سلام سے پہلے ہیں مگر دو جگہوں میں کہ جن میں سلام کے بعد سجدہ کرنے کے حوالے سے نص وارد ہوئی ہے اور وہ دونوں جگہیں یہ ہیں کہ جب نمازی نماز میں کسی نقص کی بنا پر سلام پھیرے یا امام تحری کرے پس وہ اپنے ظنِ غالب پر بنا کرے اور جو ان دونوں کے علاوہ مقامات ہیں تو ان میں سلام سے پہلے سجدہ کرے۔اثرم کی روایت میں اس پر نص موجود ہے،فرماتے ہیں:میں کہتا ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی سہو منقول ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ کیا ہے،(اس میں نمازی سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے گا)اور اس کے علاوہ تمام سجود میں سلام سے قبل سجدہ کرے گا یہی بات معنی کے اعتبار سے اصح ہے۔اور یہ اس وجہ سے کہ یہ نماز کے معاملہ سے ہے تو وہ اسے سلام سے پہلے ادا کرے۔

پھر فرمایا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مواضع میں سلام کے بعد سجدہ فرمایا اور ان کے علاوہ میں سلام سے پہلے۔میں کہتا ہوں:ان تین مواضع کی وضاحت کیجیے کہ جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا؟تو انہوں نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا،یہ معاملہ حضرت ذوالیدین کی حدیث میں ہوا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات پر سلام پھیرا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور موضعِ تحری کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا۔قاضی کہتے ہیں: ان جگہوں کے حوالے سے امام احمد رحمہ اللہ کے قول میں اختلاف نہیں ہے کہ نمازی ان دونوں میں سلام کے بعد سجدہ کرے۔اور اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے کہ جس نے بھول

کر پانچ رکعات پڑھ لیں کیا وہ سلام سے پہلے سجدہ کرے یا بعد میں؟ اس میں دو روایتیں ہیں اور ان جگہوں کے علاوہ وہ سلام سے پہلے سجدہ کرے یہ ایک ہی روایت ہے۔" (المغنی لابن قدامہ، سجود السہو قبل السلام ام بعدہ، ج2، ص18، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا مؤقف:

علامہ یحییٰ بن شرف النووی شافعی (متوفی676) فرماتے ہیں:

"اور محل سجدہ کے حوالے سے تین اقوال ہیں: ان میں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ سلام سے پہلے ہو۔ اور دوسرا قول یہ ہے اگر وہ بھول کر نماز میں کوئی زیادتی کرے تو وہ سلام کے بعد سجدہ کرے اور اگر بھول کر کوئی کمی کر دی تو سلام سے پہلے سجدہ کرے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اسے اختیار ہے چاہے تو سلام سے پہلے سجدہ کرے اور اگر چاہے تو سلام کے بعد سجدہ کرے۔ اور اول وہی قول جدید ہے اور آخری دو قدیم قول ہیں۔ پھر صحیح مذہب پر یہ اختلاف کفایت کرنے کے حوالے سے ہے اور ایک قول ہے کہ افضل ہونے کے حوالے سے ہے۔" (روضۃ الطالبین، فصل فی کیفیۃ سجود السہو ومحلہ، ج1، ص315,316، المکتب الاسلامی، بیروت)

شوافع کے اظہر قول کی دلیل حدیث ابن بحینہ ہے۔

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی للشیرازی، باب سجود السہو، ج1، ص173، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یعنی باب نمبر283 کی درج ذیل حدیث پاک ان کی دلیل ہے:

((عن عبد الله ابن بحينة الأسدي حليف بني عبد المطلب أن النبي صلى الله عليه وسلم قام في صلاة الظهر وعليه جلوس فلما أتم صلاته سجد سجدتين، يكبر في كل سجدة وهو جالس، قبل أن يسلم، وسجدهما الناس معه مكان ما نسي من الجلوس)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن بحینہ الاسدی (بنی عبد المطلب کے حلیف) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر کی نماز میں کھڑے ہوئے حالانکہ ان پر بیٹھنا لازم تھا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو سجدہ سہو کیا (یوں کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے ہوئے ہر سجدہ پر تکبیر فرماتے اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا یہ سجدہ اس جلوس کے بدلہ میں تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بھول گئے تھے۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء فی سجدتی السہو قبل السلام، ج2، ص236، مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی (متوفی463ھ) فرماتے ہیں:

"ہر نقصان کے لئے وہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور جب سہواً کوئی زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے اور جس

نے سہواً زیادتی اور نقصان دونوں کو جمع کیا تو وہ دونوں کے لئے سلام سے قبل سجدہ کرے۔"

(الکافی فی فقہ اہل المدینہ، باب السہو فی الصلاۃ، ج1، ص229، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ریاض)

احناف کا موقف اور اس پر دلائل:

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

ہمارے ہاں سجدۂ سہو کا مسنون محل بعد سلام ہے خواہ سہو نماز میں زیادتی کو داخل کرنے کے سبب ہو یا کمی کرنے کے سبب ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں دونوں صورتوں میں تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی نقصان کی بنا پر سجدہ کرے تو اس کا محل سلام سے پہلے ہے اور اگر کسی زیادتی کی بنا پر سجدہ کرے تو سلام کے بعد کرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا جو حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدہ سہو فرمایا اور جو مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ سہو فرمایا تو وہ تشہد پر محمول ہے جیسا کہ آپ حضرات نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں سلام کو تشہد پر محمول کیا کہ ((وفی کل رکعتین فسلم)) (ہر دو رکعت پر سلام پھیرو یعنی تشہد پڑھو) اور جس حدیث کو ہم نے روایت کیا تو اس کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ دو وجوں سے اس کی تائید ہوتی ہے: ان میں ایک یہ ہے کہ سجدہ سہو اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے ادا کیا جاتا ہے جو نماز میں ہوتا ہے اور جابر (نقصان پورا کرنے والی شے یعنی سجدہ سہو) کی تحصیل موضعِ نقص میں واجب ہوتی ہے نہ کہ اس کے غیر میں اور سلام کے بعد سجدہ سہو کو ادا کرنا یہ محلِ نقصان کے علاوہ میں جابر کی تحصیل ہے اور سلام سے قبل اسے ادا کرنا یہ محلِ نقصان میں جابر کی تحصیل ہے لہٰذا یہ اولیٰ ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ نقصان کی تلافی یہ اصل کے قیام کے ہوتے ہوئے ہی متحقق ہوتی ہے اور سلام جو نماز کی تحریمہ کو قطع کرنے والا ہے اس سے اصل فوت ہو جاتی ہے لہٰذا اس کے بعد سجدہ کے ذریعے سے نقصان کو پورا کرنا متصور نہیں ہے

اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی دو رکعات ادا فرمائیں تو سلام سے پہلے سجدہ سہو فرمایا اور یہ سہو نقصان کے حوالے سے تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پانچ رکعات ادا فرمائیں تو سلام کے بعد سجدہ سہو فرمایا۔ اور یہ سہو زیادتی کے حوالے سے تھا اور بے شک سہو جب نقصان کے حوالے سے ہو تو جابر کو محلِ نقصان میں ادا کرنے کی حاجت ہوتی ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں بہر حال نقصان جب زیادتی کے حوالے سے ہو تو سلام سے قبل سجدہ ادا کرنا یہ نماز میں دوسری زیادتی کو لازم کرتا ہے اور یہ کسی شے کے رفع کرنے کو لازم نہیں ہے پس اسے سلام کے بعد تک

مؤخر کیا جائے گا۔

احناف کے دلائل:

اور ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:

(1) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لکل سھو سجدتان بعد السلام)) ترجمہ: "یعنی ہر سہو کے لئے سلام کے بعد دو سجدے ہیں"۔ اسے بغیر زیادتی ونقصان میں فرق بیان کئے فرمایا۔

(2) حضرت عمران بن حصین اور مغیرہ بن شعبہ اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ((ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجد للسھو بعد السلام)) ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سہو کے لئے سجدہ فرمایا۔

(3) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود، سیدتنا عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

(4) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من شك فی صلاته فلم یدر أثلاثا صلی أم أربعا فلیتحر أقرب ذلك إلی الصواب ولیبن علیه ولیسجد سجدتین بعد السلام)) ترجمہ: جسے اپنی نماز میں شک ہو پس اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھیں یا چار، پس وہ اس کی تحری کرے، جو درستگی کے زیادہ قریب ہو اور اس پر بنا کرے اور سلام کے بعد دو سجدے کرے۔

(5) اور اس وجہ سے کہ سجدہ سہو کو محلِ نقصان سے بالاجماع مؤخر کیا جائے گا اور یہ ایک معنی کی وجہ سے ہے اور وہ معنی اس کے سلام سے مؤخر ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور وہ معنی یہ ہے کہ (اگر سجدہ سہو سلام سے پہلے ہو یعنی نماز کے اندر تو) وہ سجدہ سہو ادا کرے پھر دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ اور چوتھی مرتبہ سہو ہو جائے تو اسے ہر ایک میں سجدہ سہو کی ادائیگی کی جانب محتاجی ہوگی اور ایک نماز میں سجدہ سہو کا تکرار غیر مشروع ہے لہٰذا تکرار سے بچنے کے لئے اسے سلام تک مؤخر کیا گیا ہے لہٰذا اسے سلام سے مؤخر کرنا چاہیے حتی اگر وہ سجدہ سہو میں بھول گیا تو اسے دوسرا سجدہ لازم نہیں ہوگا۔ پس سلام سے پہلے ہونا سجدہ سہو کے تکرار کی جانب لے جائے گا۔

(6) اور اس وجہ سے بھی کہ نماز میں کسی زیادتی کا داخل کرنا یہ بھی اس میں نقصان کا موجب ہے پس اگر وہ سلام سے پہلے سجدہ سہو ادا کرتا ہے تو اس بات کی جانب مؤدی ہے کہ نقصان کو پورا کرنے والی شے زیادتی نقص کی موجب بن جائے اور یہ بات درست نہیں ہے۔

شوافع اور مالکیہ کے پیش کردہ دلائل کے جوابات:

مخالفین کے استدلالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

(1) فعلی روایات متعارض ہیں پس ہمارے لئے بغیر تعارض کے قولی روایت باقی رہ گئی۔

(2) یا جسے ہم نے ذکر کیا اسے ترجیح دی جائے گی کیونکہ ہم نے جو وجہ ذکر کی ہے وہ اس کی مؤید ہے۔

(3) یا موافقت پیدا کی جائے گی پس جو ہم نے روایت کیا اسے محمول کیا جائے گا اس بات پر کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سلام اول کے بعد سجدہ فرمایا اور اس کے علاوہ کوئی اور محمل نہیں ہے پس یہی محکم ہے اور جو انہوں نے روایت کی وہ محتمل ہے کہ اس میں اس بات کا احتمال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام اول سے قبل سجدہ فرمایا ہو اور اس بات کا بھی کہ سلام ثانی سے قبل سجدہ فرمایا ہو پس یہ متشابہ ہوا تو اسے محکم کی موافقت کی جانب پھیرا جائے گا اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام اخیر سے پہلے سجدہ فرمایا ہو نہ کہ سلام اول سے قبل، محتمل کو محکم کی جانب پھیرنے کے لئے۔

(4) اور جو امام مالک رحمہ اللہ نے زیادت ونقصان میں فرق کے حوالے سے ذکر فرمایا وہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ برابر ہے خواہ نماز میں نقص ہو یا زیادتی یہ تمام کا تمام نقصان ہی ہے۔

(5) اور اس بنا پر کہ اگر وہ دو مرتبہ بھولتا ہے ایک مرتبہ زیادتی کے ذریعے اور دوسری مرتبہ نقصان کے ذریعے تو وہ کیا کرے گا اور سجدہ سہو کا تکرار غیر مشروع ہے۔ مروی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے خلیفہ کے سامنے امام مالک رحمہ اللہ کو اس فرق کے حوالے سے الزام لگاتے ہوئے فرمایا کہ آپ اس بارے میں بتائیں کہ اگر کوئی نماز میں (سہواً) زیادتی اور نقص دونوں کرے تو وہ کیا کرے گا؟ تو امام مالک رحمہ اللہ متحیر ہو گئے۔

(6) اور امام شافعی رحمہ اللہ کی ایک دلیل کہ "جابر محلِ جبر (محل نقصان) میں حاصل ہوگا" کا جواب ہو گیا اس وجہ کی بنا پر جو گزری کہ اسے محل جبر میں بالاجماع نہیں بجالائے گا بلکہ اس سے مؤخر کیا جائے گا اس وجہ سے جو اسے سلام سے مؤخر کرنے کی مقتضی ہے۔

(7) بہر حال ان کا یہ قول کہ بے شک جبر اصلِ نماز کی حالت میں ہی متحقق ہوگا تو ہاں ایسا ہی ہے لیکن آپ حضرات نے یہ کیونکر کہا کہ جس پر سہو ہو اس کا سلام نماز کی تحریمہ کا قاطع ہے؟ اور تحقیق ہمارے مشائخ کا اس بارے میں اختلاف ہے پس امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ کے ہاں یہ اصلاً تحریمہ کا قاطع نہیں ہے پس جبر کے معنی متحقق ہوں گے اور اور امام اعظم ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے ہاں سجود کی جانب لوٹنے کی صورت میں یہ تحریمہ کا قاطع نہیں ہے یا اسے قطع کر دے گا پھر سجدہ کی جانب عود کرنے سے تحریمہ عود کر آئے گی پس پھر بھی جبر کے معنی متحقق ہوں گے۔ (بدائع الصنائع، فصل بیان محل السجود للسهو، ج1، ص172,173، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ کمال الدین ابن ہمام (متوفی 861ھ) فرماتے ہیں:

(مصنف کا قول کہ مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے قبل سجدہ سہو فرمایا) کتب ستہ میں یہ حدیث موجود ہے۔اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں:((عن عبد الله بن بحينة أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى الظهر فقام في الركعتين الأوليين ولم يجلس فقام الناس معه.حتى إذا قضى الصلاة وانتظر الناس تسليمه كبر وهو جالس فسجد سجدتين قبل أن يسلم)) (حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی تو پہلی دو رکعتوں کو شروع فرمایا اور ان میں نہ بیٹھے تو لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی اور لوگ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے ہوئے تکبیر فرمائی پس سلام سے قبل دو سجدے فرمائے۔) اور اسی طرح آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا سلام کے بعد سجدہ سہو فرمانا بھی کتب ستہ میں مروی ہے، حضرت ذوالیدین کی حدیث میں ہے:((أنه صلى اثنتين أخريين ثم سلم ثم كبر ثم سجد)) (آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے آخری دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہی، پھر سجدہ فرمایا۔) اور مسلم، ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا فرمائی تو تین رکعات پر سلام پھیر دیا، یہاں تک کہ راوی نے کہا:((فصلى ركعة ثم سلم ثم سجد سجدتين ثم سلم)) (پس آپ نے ایک رکعت ادا فرمائی پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے ادا فرمائے، پھر سلام پھیرا۔)

بہر حال نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا یہ فرمان:((لكل سهو سجدتان بعد السلام)) (ہر سہو کے لئے سلام کے بعد دو سجدے ہیں) پس اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسماعیل بن عیاش کے واسطہ سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((لكل سهو سجدتان بعد السلام)) (ہر سہو کے لئے سلام کے بعد دو سجدے ہیں) امام بیہقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اسماعیل بن عیاش منفرد ہیں اور وہ قوی نہیں ہیں۔ ہم اس بات کو مطلقاً منع کرتے ہیں بلکہ ابن عیاش کے بارے میں حق یہی ہے کہ مطلقاً ان کی توثیق کی جائے جیسا کہ رجال کے حوالے سے گفتگو کرنے میں سب سے زیادہ شدید امام یحیی بن معین سے مروی ہے۔عباس، امام یحیی بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں اور ابواسحق فرازی سے مروی ان کی توہین قبول نہیں کی جائے گی اور تجھے ابوزرعہ کا یہ قول ہی کافی ہے کہ انہوں نے فرمایا: شام میں اوزاعی اور سعید بن عبدالعزیز کے بعد اسماعیل بن عیاش سے زیادہ بڑا حافظ نہیں ہے۔اور امام ابن معین سے جو نقل کیا گیا اس کی غایت یہ ہے کہ شامیوں سے اور مدنیوں کے ایک گروہ سے ان کی حدیث صحیح ہے اور ابن حنبل اور کثیر لوگوں کی رائے اسی تفصیل پر مستقر ہے۔

اور اس حدیث میں ان کی روایت شامیوں سے ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو عبید اللہ بن عبید الکلاعی سے روایت کیا اور وہ شامی، دمشقی، ثقہ ہیں۔اور امام ابن معین کہتے ہیں: اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔زہیر بن سالم العنسی سے مروی ہے اور وہ

ابو مخارق شامی ہیں، اس بات کو ابن حبان نے ''ثقات'' میں عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر الحضرمی ابو حمید کے حوالے سے ذکر کیا اور انہیں ابو حمیر الحمصی کہا جاتا ہے، امام ابوذرعہ اور امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ صالح الحدیث ہیں اور اس بات کو امام ابن حبان نے ''ثقات'' میں ذکر کیا، اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے، اور بعض لوگ ان کی حدیث کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور بے شک اس بات کی جانب التفات نہیں کیا گیا پس تحقیق امام بخاری نے ''الادب'' میں ان سے روایت کی اور وہ حضرت ثوبان سے روایت کرتے ہیں۔

اور صحیح بخاری میں ''باب التوجہ نحو القبلۃ'' میں ہے جہاں انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ انہوں نے زائد کیا یا کمی کی، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نماز میں کوئی نئی بات ہوئی ہے؟ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا معاملہ ہوا؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں یوں نماز ادا فرمائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ٹانگوں کو لپیٹا اور قبلہ کی جانب متوجہ ہوئے اور دو سجدے کئے اور سلام پھیرا پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ((فإذا نسیت فذکرونی وإذا شك أحدكم فی صلاته فلیتحر الصواب فلیتم علیه ثم لیسلم ثم یسجد سجدتین)) (پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرا دیا کرو اور جب تم میں کوئی شخص نماز میں بھول جائے تو درستگی کی تحری کرے پس اسی پر نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے) تو یہ اس شخص کے لئے سلام کے بعد تحری یا شک کے سہو کی بنا پر عام قولی تشریع ہے اور اس کے اور زیادتی اور نقص کے تحقق کے درمیان فرق کا کوئی قائل نہیں ہے پس اس کی حجیت کے حق میں حدیث کا معاملہ تام ہو گیا۔ (فتح القدیر، باب سجود السہو، ج1، ص498 تا 501، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر285

مَا جَاءَ فِي التَّشَهُّدِ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

(سجدہ سہو میں تشہد پڑھنا)

395۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فَسَهَا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ تَشَهَّدَ، ثُمَّ سَلَّمَ ،قَالَ ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ، وَرَوَى ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، وَهُوَ عَمُّ أَبِي قِلَابَةَ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ ، وَرَوَى مُحَمَّدٌ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، أَبُو الْمُهَلَّبِ اسمه عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو، وَيُقَالُ أَيْضًا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو ، وَقَدْ رَوَى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، وَهُشَيْمٌ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ بِطُولِهِ وَهُوَ حَدِيثُ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَ فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ مِنَ الْعَصْرِ ،فَقَامَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ :الْخِرْبَاقُ "وَ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي التَّشَهُّدِ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ، فَقَالَ

حدیث:حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہو گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے ادا فرمائے پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیر دیا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے، اور ابن سیرین نے ابو قلابہ کے چچا ابوالمہلب سے اس حدیث کے علاوہ کو روایت کیا، اور محمد نے اس حدیث کو ابوالمہلب سے بواسطہ خالد الحذاء اور ابو قلابہ روایت کیا، اور ابوالمہلب کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو ہے اور انہیں معاویہ بن عمرو بھی کہا جاتا ہے۔اور عبدالوہاب الثقفی اور ہشیم اور بہت سے راویوں نے اس حدیث کو بواسطہ خالد الحذاء اور ابو قلابہ اپنی طوالت کے ساتھ روایت کیا اور'' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ'' بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی تین رکعات پر سلام پھیر دیا تو ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا جسے ''خرباق'' کہا جاتا تھا۔'' اور اہل علم نے سجدہ سہو میں تشہد پڑھنے کے حوالے سے اختلاف کیا تو بعض نے کہا: ان میں تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔اور بعض نے کہا: ان میں تشہد اور سلام نہیں ہے

بَعْضُهُمْ :يَتَشَهَّدُ فِيهِمَا وَيُسَلِّمُ "وقَالَ بَعْضُهُمْ :لَيْسَ فِيهِمَا تَشَهُّدٌ وَتَسْلِيمٌ وَإِذَا سَجَدَهُمَا قَبْلَ السَّلَامِ لَمْ يَتَشَهَّدْ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ قَالَا :إِذَا سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَبْلَ السَّلَامِ لَمْ يَتَشَهَّدْ "	اور جب سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے تو تشہد نہ پڑھے اور امام احمد اور امام اسحاق اسی بات کے قائل ہیں، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: جب سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے تو تشہد نہ پڑھے۔

تخریج حدیث 395: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب سجدتی السہو، حدیث 1039، ج1، ص273، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السہو، باب ذکر الاختلاف علی ابی ھریرۃ، حدیث 1236، ج3، ص26، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور اس حدیث پاک میں یہ ہے کہ سجدہ سہو کے دو سجدوں کے بعد تشہد اور سلام پھیرنا ہے اور اس حدیث پاک کو ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ: سجدہ سہو میں تشہد پڑھنے کے بارے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے تو بعض نے کہا: ان دونوں کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ اور بعض نے کہا: اور اس میں تشہد اور سلام پھیرنا نہیں ہے، جب وہ ان دونوں سجدوں کو سلام سے پہلے ادا کرے تو تشہد نہ پڑھے اور یہ امام احمد اور اسحٰق کا قول ہے کہ ان دونوں نے فرمایا: جب سجدہ سہو سلام سے پہلے ادا کرے تو تشہد نہ پڑھے۔ اور ابو بکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں، ہم سے معاذ بن معاذ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں ابن جریر نے عطاء کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: "سجدہ سہو میں تشہد اور سلام نہیں ہے۔..... اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سجدۂ سہو کے بعد تشہد ہے اور اسی طرح انہوں نے امام ابراہیم نخعی سے تشہد اور سلام روایت کیا۔ اور اسی طرح حکم اور حماد سے بھی روایت کیا ہے کہ سجدۂ سہو میں تشہد اور سلام ہے۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب سجدتی السہو فیہما تشہد الخ، ج4، ص346، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے)) یعنی سلام پھیرنے کے بعد جیسا کہ آگے آنے والی حدیث اس کی شاہد ہے ((**پھر تشہد پڑھا اور سلام پھیرا**)) اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے روایت کیا اور انہوں نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ علامہ ابن حجر شافعی کہتے ہیں: تشہد کی زیادتی میں اس حدیث کے رواۃ منفرد ہیں، مزید یہ کہ اس روایت کے راوی بقیہ رواۃ کے مخالف ہیں مزید براں یہ کہ جن راویوں نے تشہد کو روایت نہیں کیا وہ کثیر بھی ہیں، حفظ و اتقان والے بھی ہیں اور اس روایت کے راوی ان کے مرتبہ تک نہیں پہنچتے، اھ۔ میں (علامہ علی قاری حنفی) کہتا ہوں: مقررہ قواعد میں سے یہ بات بھی ہے کہ ثقہ کی زیادتی قبول ہوتی ہے اور اس کے علاوہ روایات میں تشہد کا کوئی ذکر نہیں ہے نہ نفیاً نہ اثباتاً۔ اور وہ جس میں اثبات ہوتا ہے وہ نافی پر مقدم ہوتا ہے، اور جس نے یاد رکھا وہ حجت ہے اس پر کہ جس نے یاد نہیں رکھا۔

اور اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف غیر مضر ہے کیونکہ اس کی مثل موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی

ہے اوراس کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ بے شک متاخرین شافعیہ کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ بات اخذ کی ہے کہ بے شک اصح یہ ہے کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا مستحب ہے بلکہ اصحابِ شافعی میں سے شیخ ابو حامد امام نے اس بات پر اتفاق کا دعوی کیا ہے۔ شوافع نے کہا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا اس حدیث کے غریب ہونے دعوی غیر مؤثر ہے کیونکہ اس کی غایت یہ ہے کہ یہ ضعیف کی طرح ہے اور یہ بالاتفاق فضائل اعمال میں قابلِ عمل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اصولِ حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ حدیث کا غریب ہونا اس کی صحیح اور حسن ہونے کے منافی نہیں ہے اوراسی بنا پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے پس اس پر ضعف کا اطلاق صحیح نہیں۔ اور تحقیق اس بات سے ابن حجر رحمہ اللہ غافل رہ گئے پس انہوں نے اپنے اصحاب کے کلام کو رد کیا کہ فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کا محل اس وقت ہے جبکہ کوئی حدیث صحیح اس کے معارض نہ ہو، اھ۔ اور اس بارے میں کوئی حدیث ضعیف بھی اس کے معارض نہیں ہے چہ جائیکہ کہ اس کے علاوہ کوئی اور ہو۔ اوراسی بنا پر شوافع کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ تشہد کا قول کرنا یہ قولِ قدیم پر مبنی ہے کہ سجود کا محل سلام کے بعد ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب السہو، ج2، ص806، دار الفکر، بیروت)

سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی (متوفی743ھ) فرماتے ہیں:

"ان افعال کے بیان میں جو سجدہ سہو کے بعد کئے جائیں گے تو کتاب میں فرمایا: تشہد اور سلام کے ساتھ یعنی ان دونوں کو سجود کے بعد ادا کیا جائے گا، اس حدیث کی بنا جو ابوداؤد نے روایت کی کہ ((أنه عليه الصلاة والسلام سجد سجدتين ثم تشهد ثم سلم)) یعنی بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔"

(تبیین الحقائق، باب سجود السہو، ج1، ص192، المطبعۃ الکبری الامیریہ، القاہرہ)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین عبد اللہ ابن قدامہ حنبلی (متوفی620ھ) فرماتے ہیں:

"جو سلام سے پہلے سجدہ کرے تو تشہد سے فارغ ہونے کی بعد کرے، حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر: پس وہ سجود کے لئے اور اس سے اٹھنے کے تکبیر کہے اور دو سجدے کرے جیسا کہ نماز کے دو سجدوں کے لئے ہوتا ہے اور ان کے بعد سلام پھیرے اور اگر سلام کے بعد سجدہ کرے تو سجدہ کرنے اور اس سے اٹھنے کے لئے تکبیر کہے، حضرت ذوالیدین کی حدیث

کی بنا پر، اور تشہد پڑھے اور سلام پھیرے، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((ان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صلی بھم فسھا فسجد سجدتین، ثم تشھد وسلم)) (نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے پھر تشہد پڑھا اور سلام پھیر دیا) اور یہ حدیث حسن ہے۔ اور اس وجہ سے کہ ان سجدوں کے لئے سلام پھیرا جاتا ہے پس اس کے ساتھ تشہد کا پڑھنا ہے جیسا کہ نماز کے سجدوں کا معاملہ ہے۔" (الکافی فی فقہ الامام احمد، باب سجود السہو، ج1، ص282، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی شافعی (متوفی 502ھ) فرماتے ہیں:

"ہر وہ جگہ جہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ سلام کی ادائیگی کے بعد سجدۂ سہو کرے۔ تو وہ سجدہ کرے گا اور اس کے بعد تشہد پڑھے پھر سلام پھیرے۔ اس بات کو مزنی نے لفظاً نقل کیا۔ اور "قدیم" میں اس پر نص فرمائی اور یہی مزنی کے بعض نسخوں میں اس کے بعد مذکور ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: جب سلام کے بعد سجدہ سہو ہو تو اس کے بعد تشہد پڑھا جائے اور اگر سلام سے پہلے ہو تو پہلا تشہد ہی کافی ہے۔ اور ہر وہ مقام جہاں ہم نے کہا کہ وہ سلام سے پہلے سجدہ کرے تو اس میں نظر ہے پس اگر سلام سے قبل سجدہ کرے تو اس کے فوری بعد سلام پھیر دے اور تشہد نہ پڑھے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے بعض نے کہا کہ تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ اس بات کو قاضی طبری نے حکایت کیا اور وہ ضعیف ہے اور اگر اس نے اسے سلام کے بعد بھول کر مؤخر کر دیا تو اس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے تو صاحب "تلخیص" نے فرمایا کہ وہ تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ اور بظاہر مزنی کا امام شافعی رحمہ اللہ کا نقل کردہ کلام سماع سے متعلق ہے۔

اور "حاوی" میں فرمایا اور یہ امام شافعی اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی جماعت کا مذہب ہے کیونکہ سجدہ سہو کے حکم میں تشہد پڑھنا اور سلام پھیرنا بھی ہے پس جب وہ سلام کے بعد سجدہ کرے گا تو اسے اس کا وصل لازم ہوگا۔ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجد سجدتین، ثم تشھد بعد ذلك وسلم)) (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے پھر اس کے بعد تشہد پڑھا اور سلام پھیرا) اور ابو اسحٰق اور صاحب "الافصاح" کہتے ہیں: وہ دو سجدے کرے اور سلام پھیرے اور تشہد نہ پڑھے۔ اور یہی مذہب صحیح ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اگر سلام پھیرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی سجدہ سہو یاد آ جائے تو ان دونوں کا اعادہ کرے اور انہوں نے تشہد کو ذکر نہ کیا۔

(بحر المذہب للرویانی، ج2، ص161,162، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابومحمد عبدالوہاب بن علی بغدادی مالکی (متوفی 422ھ) فرماتے ہیں:

"فصل (سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کے بارے میں ہے) تو جب نمازی سلام کے بعد سجدہ سہو کرے تو اس کے بعد تشہد پڑھے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کیا ہے اور اس بنا پر کہ سلام کا مقام تشہد کے بعد ہے کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ بے شک نماز سے نکلنے کا سلام تشہد کے بعد ہی ہوتا ہے یا یہ نہیں دیکھتے کہ جب وہ تشہد سے فارغ ہو پھر کھڑا ہوا اور سلام بھول جائے پس اگر وہ جلد لوٹے تو وہ تشہد کا اعادہ کرے پھر سلام پھیرے اور اس کے سلام سے مؤخر ہونے کی بنا پر پہلا تشہد کفایت نہیں کرے گا۔

فصل (کیا وہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کے دونوں سجدے کرنے کی بنا پر تشہد پڑھے گا؟) بہر حال سلام سے قبل دو سجدے تو ان میں دو روایتیں ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ وہ ان کے بعد تشہد پڑھے اور دوسری یہ ہے کہ وہ ان دونوں کے بعد تشہد نہ پڑھے تو ان کے اس قول کی وجہ کہ ان دونوں سجود کے بعد تشہد پڑھا جائے گا وہ حدیث ہے جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ((ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سھی فسجد سجدتین ثم تشھد وسلم))(بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے فرمائے پھر تشہد پڑھا اور سلام پھیر دیا) اور اس بنا پر کہ یہ سہو کا سجدہ ہے پس یہ سلام کے بعد سجدہ سہو کے مشابہ ہو گیا اور اس بنا پر کہ سلام اس بات کا تقاضا کرتا کہ وہ تشہد کے بعد ہو اس نماز کا اعتبار کرتے ہوئے کہ جس میں کوئی سہو نہیں ہوتا اور اس تشہد کا اعتبار کرتے ہوئے کہ جسے ادا کیا جاتا ہے اور اس کے اور سلام کے درمیان سجدہ سہو حائل ہو جاتا ہے پس واجب ہے کہ اس کے غیر کو دوبارہ شروع کیا جائے تا کہ سلام اس کے بعد واقع ہو۔ اور اس قول کی وجہ کہ اس کے بعد تشہد نہیں پڑھا جائے گا یہ ہے کہ پہلا تشہد ہی اسے کفایت کرے گا کیونکہ اس کے اور سجدہ سہو کے درمیان سلام کے ذریعے سے فاصلہ نہیں کیا گیا اور اس بنا پر کہ ایک رکعت میں دو تشہد نہیں پڑھے جاتے۔"

(المعونۃ علی مذہب عالم المدینۃ، باب السہو فی الصلاۃ، ج1، ص235,236، جامعہ ام القری، مکۃ المکرمۃ)

باب نمبر286

فِيمَنْ يَشُكُّ فِي الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ

نماز میں زیادتی وکمی کے حوالے سے شک ہو جانا

396- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ هِلَالٍ، قَالَ : قُلْتُ لِأَبِي سَعِيدٍ: أَحَدُنَا يُصَلِّي فَلَا يَدْرِي كَيْفَ صَلَّى؟ فَقَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَمْ يَدْرِ كَيْفَ صَلَّى فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ : إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي الْوَاحِدَةِ وَالثِّنْتَيْنِ فَلْيَجْعَلْهُمَا وَاحِدَةً، وَإِذَا شَكَّ فِي الِاثْنَتَيْنِ وَالثَّلَاثِ فَلْيَجْعَلْهُمَا اثْنَتَيْنِ، وَلْيَسْجُدْ فِي ذَلِكَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ : إِذَا شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى فَلْيُعِدْ

حدیث: حضرت عیاض بن ہلال سے روایت ہے، فرمایا میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ہم میں کوئی ایک نماز پڑھتا ہے پس وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی ایک نماز پڑھتا ہے تو وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے پس اسے چاہیے کہ بیٹھے ہوئے دو سجدے کر لے۔

اور اس باب میں حضرت عثمان، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور تحقیق یہ حدیث پاک حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اس سند کے علاوہ بھی مروی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو نماز میں ایک یا دو رکعتوں کے حوالے سے شک ہو جائے تو وہ اسے ایک ہی شمار کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔" اور ہمارے اصحاب کے ہاں اسی پر عمل ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں: جب کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اسے نہ پتہ چلے کہ اس نے کتنی پڑھی ہیں تو وہ دوبارہ پڑھ لے۔

397۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِي أَحَدَكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَيَلْبِسُ عَلَيْهِ، حَتَّى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلَّى، فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَالَ ابو عيسى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: بے شک شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس نماز میں آتا ہے تو اسے شک میں مبتلا کرتا ہے حتیٰ کہ اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، پس جب تم میں سے کسی کے ساتھ ایسا معاملہ ہو تو اسے چاہیے بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

398۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ ابْنُ عَثْمَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ :حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ :سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :إِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ وَاحِدَةً صَلَّى أَوْ ثِنْتَيْنِ فَلْيَبْنِ عَلَى وَاحِدَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثِنْتَيْنِ صَلَّى أَوْ ثَلَاثًا فَلْيَبْنِ عَلَى ثِنْتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلَّى أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَبْنِ عَلَى ثَلَاثٍ، وَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ قَالَ ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ، رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حدیث: حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں کسی کو نماز میں سہو ہو تو اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو اسے چاہیے کہ وہ ایک رکعت پر بنا کرے، پس اگر اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے دو رکعتیں پڑھیں یا تین تو وہ دو پر بنا کرے، اگر اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے تین پڑھی یا چار تو اسے چاہیے کہ وہ تین پر بنا کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق یہ حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے اس سند کے علاوہ بھی مروی ہے۔ اسے امام زہری نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، ابن عباس اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم روایت کیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تخریج حدیث 396: (سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها، باب السهو فی الصلوة، حدیث 1204، ج1، ص380، داراحیاء الکتب العربیه، بیروت)

تخریج حدیث 397: (صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب السهو فی الفرض والتطوع، حدیث 1232، ج2، ص69، دارطوق النجاة ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعها، باب السهو فی الصلوة، حدیث 389، ج1، ص398، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوة، باب من قال یتم علی اکبر ظنه، حدیث 1030، ج1، ص271، المکتبة العصریة، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السهو، باب التحری، حدیث 1252، ج3، ص30، مکتب المطبوعات الاسلامیه، بیروت ☆ سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها، باب ماجاء فی سجدتی السهو، حدیث 1216، ج1، ص384، داراحیاء الکتب العربیه، بیروت)

تخریج حدیث 398:

شرح حدیث

شیطان کو ذلیل کرنے سے مراد:

مذکورہ حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ شک کی صورت میں اگر رکعت ملانے کی صورت میں چار مکمل ہوئیں تو سجدہ سہو کے دو سجدے شیطان کو ذلیل کرنے والے ہوں گے، اس کی شرح کرتے ہوئے محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

"((اور اگر چار رکعتیں ہو گئیں تو دو سجدے شیطان ذلیل کرنے کے لئے ہوں گے)) اسے غیظ دلانے کے لئے اور اسے ذلیل کرنے کے لئے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک شیطان اس پر اس کی نماز میں شبہ ڈالتا ہے اور وہ اس شبہ کا تدارک کرتا ہے پس شیطان ذلیل ہو جاتا ہے اور وہ رُسوا اور اپنی مراد میں دھتکارا ہوا ہو جاتا ہے اور ابن آدم کی نماز کامل ہو جاتی ہے اور اس نے اللہ عزوجل کے اس حکم کی پیروی کی جس میں ابلیس نے نافرمانی کی تھی یعنی سجدے سے رک جانا۔" (شرح الزرقانی علی الموطا، باب اتمام المصلی ماذکر اذا شک الخ، ج 1، ص 356، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرہ)

کم پر بنا کرنے کی احناف کے نزدیک شرائط:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"اور اسی طرح فقہا کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جسے اپنی نماز میں شک ہوا پس وہ نہ جانے کہ کیا اس نے ایک رکعت پڑھی یا دو یا وہ نہ جانے کہ دو رکعتیں پڑھی یا تین یا وہ نہ جانے کہ اس نے تین رکعات پڑھیں یا چار؟ پس امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: وہ یقین پر بنا کرے گا اور تحری کرنا اسے کفایت نہیں کرے گا...... اور اس بارے میں ان کی حجت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو اس باب میں مذکور ہے..... اور امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر یہ اس کا پہلا شک ہو تو وہ دوبارہ نماز پڑھے اور تحری نہ کرے اور اگر ایسا متعدد مرتبہ ہو تو وہ تحری کرے۔"

(الاستذکار، باب اتمام المصلی ماذکر اذا شک الخ، ج 1، ص 518، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"اور امام مالک، شافعی اور احمد اور جمہور رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: جب اسے اپنی نماز میں شک ہو کہ کیا اس نے مثلاً تین پڑھیں یا چار تو اسے یقین پر بنا کرنا لازم ہوگا پس واجب ہے کہ چوتھی رکعت کو ادا کرے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی اس

حدیث پر عمل کرتے ہوئے سجدہ سہو کرے، کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إذا شك أحدكم في صلاته فلم يدر كم صلى ثلاثا أم أربعا فليطرح الشك وليبن على ما استيقن ثم يسجد سجدتين قبل أن يسلم فإن كان صلى خمسا شفعن له صلاته وإن كان صلى إتماما لأربع كانتا ترغيما للشيطان)) (جب تم میں کسی کو نماز میں شک ہو جائے پس وہ نہ جانے کہ اس نے تین رکعات پڑھیں یا چار پس وہ شک کو دور کرے اور یقینی بات پر بنا کرے پھر سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے پس اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھی ہوں تو یہ سجدے اس کی نماز کو جفت کر دیں گے اور اگر اس نے چار رکعات کو پورا کر لیا ہو تو یہ دو سجدے شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ہوں گے) یہ علما فرماتے ہیں: یہ حدیث یقین پر بنا کرنے کے حوالے سے صریح ہے اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مفسر ہے، لہٰذا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھی اس پر محمول کیا جائے گا اور یہ متعین ہے پس اسی کی جانب رجوع کرنا واجب ہے مزید یہ کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مفقود کی میراث اور حدث میں شک ہونے کی صورت میں قواعدِ شرع کی موافقت بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب السہو فی الصلاۃ والسجود لہ، ج5، ص58، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور اس حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ جب اسے اپنی نماز میں شک ہو پس وہ نہ جانے کہ اس نے دو رکعتیں پڑھیں یا تین؟ یا تین پڑھیں یا چار؟ پس وہ شک کو ترک کرے اور یقین پر بنا کرے اور اسی بات کو امام شافعی رحمہ اللہ نے لیا ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اسے پہلی مرتبہ شک ہو تو وہ نماز دوبارہ پڑھے اس حدیث کی بنا پر جو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنف'' میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ '' آپ رضی اللہ عنہما نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ جو یہ نہ جانتا ہو کہ اس نے تین پڑھیں یا چار؟ فرمایا: ((يُعيدُ حتى يحفظ)) (وہ اعادہ کرے جب تک اسے (کنفرم) یاد نہ آ جائے).....اور اس کی مثل انہوں نے سعید بن جبیر اور ابن الحنفیہ اور شریح سے روایت کی اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب ایسا بار بار ہو اور کسی بات پر اس کا ذہن نہ جمتا ہو۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، اذا شک فی الثنتین والثلاث ، ج4، ص323، مکتبۃ الرشد، ریاض)

نماز میں رکعتوں کی تعداد میں شک کی صورت میں مذاہب ائمہ

جس کو شمار رکعت میں شک ہو، مثلاً تین ہوئیں یا چار تو

احناف کے نزدیک حکم یہ ہے کہ بلوغت کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو سلام پھیر کر یا کوئی عمل منافی نماز کر کے توڑ دے یا

غالب گمان کے بموجب پڑھ لے مگر بہر صورت اس نماز کو سرے سے پڑھے محض توڑنے کی نیت کافی نہیں اور اگر یہ شک پہلی بار نہیں بلکہ پیشتر بھی ہو چکا ہے تو اگر غالب گمان کسی طرف ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ کم کی جانب کو اختیار کرے یعنی تین اور چار میں شک ہو تو تین قرار دے، دو اور تین میں شک ہو تو دو، وعلیٰ ھذا القیاس اور تیسری چوتھی دونوں میں قعدہ کرے کہ تیسری رکعت کا چوتھی ہونا محتمل ہے اور چوتھی میں قعدہ کے بعد سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے اور گمان غالب کی صورت میں سجدہ سہو نہیں مگر جبکہ سوچنے میں بقدر ایک رکن کے وقفہ کیا ہو تو سجدہ سہو واجب ہو گیا۔ (ہدایہ، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، ج1، ص76)

مالکیہ اور شوافع کے نزدیک اقل پر بنا کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔

(الدسوقی، ج1، ص275 ☆ نہایۃ المحتاج، ج1، ص79 ☆ الوجیز، ج1، ص51)

حنابلہ کے مشہور قول میں امام اور منفرد میں فرق ہے، اگر امام کو شک ہو تو تحری کرے اور غالب ظن پر عمل کرے، جبکہ منفرد اقل پر بنا کرے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ منفرد بھی امام کی طرح غالب ظن پر عمل کرے۔ (المغنی، ج2، ص17,18)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:

ہر صورت میں اقل پر بنا کرنے کے قائلین کی دلیل اس باب کی حدیث پاک ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا شك أحدكم في الواحدة والثنتين فليجعلهما واحدة وإذا شك في الاثنتين والثلاث فليجعلهما اثنتين، وليسجد في ذلك سجدتين قبل أن يسلم)) ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو نماز میں ایک یا دو رکعتوں کے حوالے سے شک ہو جائے تو وہ اسے ایک ہی شمار کرے اور جب دو اور تین کے حوالے سے شک ہو جائے تو وہ انہیں دو شمار کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔ (جامع الترمذی، باب فیمن یشک فی الزیادۃ والنقصان، ج2، ص243، مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر)

احناف کے دلائل:

احناف کے نزدیک اقل پر بنا اسی صورت میں کرے گا جب یہ شک پہلی بار نہ ہو اور کسی طرف غالب گمان نہ ہو۔ شک کی صورت میں غالب ظن پر عمل کرنے کی دلیل یہ حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((وإذا شك أحدكم في صلاته فليتحر الصواب فليتم عليه ثم ليسلم، ثم يسجد سجدتين)) ترجمہ: اور جب تم میں کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو وہ درستگی کی تحری کرے پس اسی پر نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیرے، پھر دو سجدے کرے۔

(صحیح بخاری، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان، ج1، 89، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

اور پہلی مرتبہ ہونے کی صورت میں دوبارہ نماز پڑھنے کی دلیل یہ حدیث پاک ہے، مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((

عن ابن عمر، فی الذی لا یدری ثلاثا صلی او اربعا قال: یعید حتی یحفظ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس شخص کے بارے میں جو نہیں جانتا کہ اس نے تین پڑھیں یا چار؟ تو آپ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: وہ اعادہ کرے حتی کہ اسے یاد آ جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من قال اذا شک فلم یدر کم صلی اعاد، ج1، ص385، مکتبۃ الرشد، ریاض)

احناف کے نزدیک اس باب کی حدیث پاک یعنی حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک اسی صورت پر محمول ہے جبکہ یہ بلوغت کے بعد پہلی مرتبہ کا واقعہ کا نہ ہو اور کسی طرف غالب گمان نہ ہو۔

(شرح ابی داؤد للعینی، اذا شک فی الثنتین والثلاث الخ، ج4، ص323، مکتبۃ الرشد، ریاض)

باب نمبر287

مَا جَاءَ فِی الرَّجُلِ یُسَلِّمُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

(ظہر اور عصر کی دو رکعتوں پر سلام پھیر دینا)

399۔حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِیُّ قَالَ:حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ:حَدَّثَنَا مَالِکٌ، عَنْ أَیُّوبَ بْنِ أَبِی تَمِیمَةَ وَهُوَ السَّخْتِیَانِیُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیرِینَ، عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَیْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْیَدَیْنِ: أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِیتَ یَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :أَصَدَقَ ذُو الْیَدَیْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ :نَعَمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّی اثْنَتَیْنِ أُخْرَیَیْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ کَبَّرَ، فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ کَبَّرَ، فَرَفَعَ، ثُمَّ سَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ .وَفِی الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَذِی الْیَدَیْنِ .قَالَ ابو عیسی: وَحَدِیثُ أَبِی هُرَیْرَةَ حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِی هَذَا الْحَدِیثِ فَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْکُوفَةِ :إِذَا تَکَلَّمَ فِی الصَّلَاةِ نَاسِیًا أَوْ جَاهِلًا أَوْ مَا کَانَ فَإِنَّهُ یُعِیدُ الصَّلَاةَ، وَاعْتَلُّوا بِأَنَّ هَذَا الْحَدِیثَ کَانَ قَبْلَ تَحْرِیمِ الْکَلَامِ فِی الصَّلَاةِ، وَأَمَّا الشَّافِعِیُّ

حدیث: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر پھرے تو ان سے ذوالیدین نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کمی کی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، جی ہاں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر فرمائی تو اپنے سجدہ کی مثل یا اس سے زیادہ طویل سجدہ فرمایا۔ پھر تکبیر کہی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا پھر اپنے سجدہ کی مثل یا اس سے بھی طویل سجدہ فرمایا۔ اور اس باب میں حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عمر اور حضرت ذوالیدین سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اہلِ علم نے اس حدیث کے بارے میں اختلاف کیا تو بعض اہلِ کوفہ نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز میں بھول کر یا غلطی سے یا کسی بھی صورت میں کلام کرے تو وہ نماز کا اعادہ کرے اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ یہ حکم نماز میں گفتگو کے حرام ہونے سے پہلے کا تھا ۔ بہرحال امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا تو انہوں

فَرَأَى هٰذَا حَدِيثًا صَحِيحًا فَقَالَ بِهِ، وقَالَ :هٰذَا أَصَحُّ مِنَ الحَدِيثِ الَّذِي رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ نَاسِيًا فَإِنَّهُ لَا يَقْضِي وَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ، قَالَ الشَّافِعِيُّ وَفَرَّقَ هٰؤُلَاءِ بَيْنَ العَمْدِ وَالنِّسْيَانِ فِي أَكْلِ الصَّائِمِ، لِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وقَالَ أَحْمَدُ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ :إِنْ تَكَلَّمَ الإِمَامُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ قَدْ أَكْمَلَهَا ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ لَمْ يُكْمِلْهَا يُتِمُّ صَلَاتَهُ وَمَنْ تَكَلَّمَ خَلْفَ الإِمَامِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ عَلَيْهِ بَقِيَّةً مِنَ الصَّلَاةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَسْتَقْبِلَهَا، وَاحْتَجَّ بِأَنَّ الفَرَائِضَ كَانَتْ تُزَادُ وَتُنْقَصُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّمَا تَكَلَّمَ ذُو اليَدَيْنِ، وَهُوَ عَلَى يَقِينٍ مِنْ صَلَاتِهِ أَنَّهَا تَمَّتْ وَلَيْسَ هٰكَذَا اليَوْمَ لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَكَلَّمَ عَلَى مَعْنَى مَا تَكَلَّمَ ذُو اليَدَيْنِ لِأَنَّ الفَرَائِضَ اليَوْمَ لَا يُزَادُ فِيهَا وَلَا يُنْقَصُ، قَالَ أَحْمَدُ نَحْوًا مِنْ هٰذَا الكَلَامِ، وقَالَ إِسْحَاقُ نَحْوَ قَوْلِ أَحْمَدَ فِي هٰذَا البَابِ

نے اسی کے مطابق رائے دی اور انہوں نے ارشاد فرمایا: یہ حدیث اُس حدیث سے زیادہ صحیح ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے بارے میں مروی ہے جب بھول کر کھالے تو قضا نہ کرے اور وہ رزق ہے جو اللہ عزوجل نے اسے عطا فرمایا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان حضرات نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر روزہ دار کے جان بوجھ کر اور بھول کر کھانے میں فرق کیا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر امام نماز کے کسی جز میں کلام کرے اور اس کا خیال ہے کہ اس نے نماز کو مکمل کر لیا ہے پھر اسے معلوم ہوا کہ اس نے نماز کو مکمل نہیں کیا ہے تو وہ اپنی نماز کو مکمل کر لے اور جس نے امام کے پیچھے کلام کیا اور اسے معلوم ہے کہ ابھی اس کی بقیہ نماز رہتی ہے تو اس پر دوبارہ نماز پڑھنا لازم ہے اور انہوں نے اس بات سے استدلال کیا کہ نماز کے فرائض نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دور مبارک میں کم اور زیادہ ہوا کرتے تھے تو حضرت ذوالیدین نے اس وقت کلام کیا کہ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ بے شک نماز مکمل ہوگئی ہے اور فی زمانہ ایسا معاملہ نہیں ہے ہم میں کوئی شخص اس طور پر کلام نہیں کرتا جس طور پر حضرت ذوالیدین نے کلام کیا تھا کیونکہ ہمارے فرائض میں کمی، بیشی نہیں ہو سکتی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اسی کی مثل کلام کیا ہے اور امام اسحاق نے اس باب میں امام احمد کی مثل فرمایا ہے۔

تخریج حدیث 399: (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد، حدیث 482، ج 1، ص 103، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعھا، باب باب السھو فی الصلوۃ والسجود لہ ۔۔۔، حدیث 573، ج 1، ص 404، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب السھو فی السجدتین، حدیث 1008، ج 1، ص 264، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السھو، باب ما یفعل من سلم رکعتین ناسیا، حدیث 1225، ج 3، ص 22، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

حضرت ذوالیدین کا نام اور ذوالیدین کی وجہ تسمیہ:

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

((حضرت ذوالیدین نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا)) ان کا نام خرباق بن عمرو السلمی ہے۔ پس صحیح مسلم میں ابوسلمہ کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے: "ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا، اسے خرباق کہا جاتا تھا اور ان کے ہاتھ طویل تھے۔" (اس حدیث سے ان کے نام پر استدلال اس وجہ سے کیا کیونکہ) حضرت عمران اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں۔ اور حافظ نے اسے ترجیح دی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ذوالیدین خرباق کے علاوہ کوئی اور صحابی تھے اور دونوں ہاتھوں کا طول حقیقت پر ہی محمول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ محنت اور عطاو بخشش سے کنایہ ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: ابن قتیبہ نے اس بات پر جزم کیا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے (یکساں) کام کیا کرتے تھے اور بعضوں نے گمان کیا کہ وہ چھوٹے ہاتھوں والے تھے اور گویا کہ انہوں نے گمان کیا کہ وہ حُمید طویل تھے پس وہ وہی ہیں کہ جن میں اختلاف ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ ذوالیدین دیہات میں ہوتے تھے پس وہ آتے تھے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔ (شرح الزرقانی علی الموطا، باب ما یفعل من سلم من رکعتین ساھیا، ج 1، ص 347، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرہ)

سوال کرنے کی وجہ:

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

"((کیا نماز میں کمی کر دی گئی ہے)) مطلب یہ کہ اللہ عزوجل نے اسے کم کر دیا ہے یعنی وہ کم ہو گئی ہے ((یا آپ بھول گئے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)) پس انہوں نے یہ سمجھا کیونکہ وہ زمانہ نسخ کا زمانہ تھا اور اس میں صحابی رضی اللہ عنہ کے ورع پر دلالت ہے کیونکہ انہوں نے کسی شے پر بغیر علم کے جزم نہیں کیا ہے۔"

(شرح الزرقانی علی الموطا، باب ما یفعل من سلم من رکعتین ساھیا، ج 1، ص 347، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرہ)

سجدۂ سہو کے محل کے بارے میں پانچ احادیث اور ائمہ کا ان سے استدلال:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"شیخ محی الدین نووی نے فرمایا کہ امام ابوعبداللہ مازری فرماتے ہیں: اس باب کی پانچ احادیث ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس شخص کے بارے میں کہ جسے شک ہو پس وہ نہ جانے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں اور اس میں یہ ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے کئے" اور سجدۂ سہو کی جگہ کو انہوں نے ذکر نہیں فرمایا۔

(2) اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس شخص کے بارے میں ہے کہ جسے شک ہو اور اس میں یہ ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے دو سجدے فرمائے"

(3) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور اس میں پانچویں رکعت کی جانب قیام کا ذکر ہے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا۔

(4) اور حضرت ذوالیدین والی حدیث ہے اور اس میں دو رکعات پر سلام کا تذکرہ ہے اور چلنا اور کلام کرنا موجود ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ فرمایا۔

(5) اور حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور اس میں دو رکعات کے بعد (قعود کی بجائے) قیام کرنے اور سلام سے قبل سجدہ کرنے کا تذکرہ ہے۔

اور علما کا ان احادیث سے دلیل اخذ کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے تو داؤد نے کہا: ان پر قیاس نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں ان مواضع پر استعمال کیا جائے گا کہ جن میں وارد ہوئی ہیں۔ اور امام احمد بھی ان خاص نمازوں میں داؤد کی طرح ہی کہتے ہیں اور ان کے علاوہ نمازوں میں ان کی مخالفت کی ہے۔ اور انہوں نے فرمایا: اور ان کے علاوہ وہ ہر سہو کے لئے سلام سے قبل سجدہ سہو کرے گا۔ بہرحال جو قیاس کے قائلین ہیں انہوں نے بھی اختلاف کیا پس ان میں بعض نے کہا: اسے ہر سہو میں اختیار ہے نقص و زیادتی دونوں صورتوں اگر چاہے تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرے اور اگر چاہے تو سلام سے قبل سجدہ سہو کرے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصل سلام کے بعد سجدہ کرنا ہے اور انہوں نے باقی احادیث کو اسی کی طرف پھیرا ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر سہو زیادتی کی صورت میں ہو تو سلام کے بعد سجدہ کرے اور اگر نقص کی صورت میں ہو تو سلام سے قبل

بہرحال امام شافعی رحمہ اللہ پس وہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالے سے کہتے ہیں: پس اگر نماز کی پانچویں رکعت ہو جائے تو ایک اور ملا لے اور انہوں نے سلام سے قبل سجدہ کرنے پر نص فرمائی زیادتی کی صورت میں...... اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک کی پانچویں رکعت کی جانب کھڑے ہونے اور سلام کے بعد سجدہ کرنے کے بارے میں وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سہو کا علم سلام کے بعد ہی ہوا اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام سے قبل علم ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام سے قبل سجدہ فرماتے۔ اور حضرت ذوالیدین کی حدیث کے یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی نماز پر بنا رکھی جس میں سجدہ سہو ہوا تھا پس سلام سے پہلے سجود منع ہو گئے تو اس کا تدارک سلام کے بعد کیا۔ قاضی کہتے ہیں: اختلاف کرنے والے علما وغیرہ کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر اس نے سلام کے قبل یا بعد زیادتی یا

نقص کی بنا پر کوئی سجدہ کیا تو وہ اسے کفایت کرے گا اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور ان کا اختلاف صرف افضل بات کے بارے میں ہے۔

اور حازمی اپنی کتاب "ناسخ ومنسوخ" میں کہتے ہیں: لوگوں کا اس مسئلہ میں چار طرح کے اقوال پر اختلاف ہے:

(1) پس ایک گروہ کی رائے حضرت ذوالیدین کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کی ہے اور یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس بات کے قائل ہیں: (ان میں سے) حضرت علی بن ابو طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور تابعین میں سے حضرت حسن، ابراہیم نخعی، عبدالرحمٰن بن ابولیلی، ثوری، حسن بن طالح اور اہلِ کوفہ جمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں۔

(2) اور ایک گروہ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس جانب ہے کہ سجدہ سہو سلام سے قبل ہے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت ذوالیدین کی حدیث پاک منسوخ ہے اور حضرت ابن بحینہ کی حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے جسے مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے۔

(3) تیسرا مذہب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک سے استدلال کرتے ہوئے یہ ہے کہ سہو اگر زیادتی کے حوالے سے ہو تو سجدہ سہو سلام کے بعد ہو اور حدیثِ بحینہ سے استدلال کرتے ہوئے سہو جب نقصان کے حوالے سے ہو تو سجدہ سہو سلام سے قبل ہوگا۔

(4) اور چوتھا مذہب داؤد کے قول کی مثل ہے اور اسے ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

میں (علامہ عینی حنفی) کہتا ہوں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب تمام مذاہب میں سب سے قوی ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((فإذا شك أحدكم في صلاته فليتحر الصواب فليتم عليه ثم ليسلم ثم ليسجد سجدتين)) (تو جب تم میں کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو وہ درستگی کی تحری کرے پس اسی پر نماز کو پورا کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے) اسے بیہقی نے روایت کیا ہے اور بخاری کی جانب منسوب کیا ہے، یہ عام ہے جو زیادتی و نقص دونوں کو شامل ہے اور عموم لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ خصوصِ سبب کا جیسا کہ اہلِ اصول کے ہاں مشہور ہے، اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے پس وہ ضعیف اختلاف ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب اذا صلی خمسا، ج4، ص313,314، مکتبۃ الرشد ریاض)

باب نمبر288

مَا جَاءَ فِی الصَّلَاةِ فِی النِّعَالِ

جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھنا

400۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي مَسْلَمَةَ، قَالَ :قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ :أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ :نَعَمْ ، وَفِي البَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، وَشَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، وَأَوْسٍ الثَّقَفِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَطَاءٍ، رَجُلٍ مِنْ بَنِي شَيْبَةَ،قَالَ ابو عيسى :حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ

حضرت سیدنا سعید بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں میں نماز ادا فرمالیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: جی ہاں۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن ابو حبیبہ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عمرو بن حریث، حضرت شداد بن اوس، حضرت اوس ثقفی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بنی شیبہ کے ایک شخص سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اہلِ علم کے ہاں اسی پر عمل ہے۔

تخریج حدیث 400: (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی النعال، حدیث 386، ج 1، ص 86، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعها، باب جواز الصلوۃ فی النعلین، حدیث 555، ج 1، ص 391، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب القبلۃ، باب الصلوۃ فی النعلین، حدیث 775، ج 2، ص 74، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449) فرماتے ہیں:

"((نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نعلین مبارک میں نماز ادا فرمالیا کرتے تھے)) مؤلف کہتے ہیں: علما کے ہاں اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب جوتوں میں کوئی نجاست نہ ہو تو ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے پس اگر ان میں نجاست ہو تو اسے صاف کرے اور ان میں نماز ادا کرلے۔ اور تحقیق یہ بات نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، حماد بن سلمہ نے روایت کی انہوں نے فرمایا ہم سے ابونعامہ السعدی نے، انہوں نے ابونضرہ سے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((بينما رسول الله يصلي إذ خلع نعليه فوضعهما على يساره فلما رأى الناس ذلك ألقوا نعالهم، فلما قضى رسول الله صلاته قال: (ما حملكم على إلقائكم نعالكم؟)، قالوا: رأيناك ألقيت نعليك فألقينا، قال: (إن جبريل أخبرني أن فيهما أذى، أو قذرًا، فألقيتهما فإذا جاء أحدكم إلى المسجد فلينظر، فإن كان فيهما أذى أو قذرًا فليمسحه وليصل فيهما)) (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان نماز ادا فرمارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین مبارک کو اتار کر انہیں اپنے بائیں جانب رکھ لیا تو جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار لئے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل فرمائی تو ارشاد فرمایا: تمہیں کسی بات نے اپنے جوتے اتارنے پر ابھارا؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جوتے اتار دیے ہیں تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جبریل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ ان میں نجاست یا گندگی موجود ہے پس میں نے ان کو اتار دیا تو جب تم میں کوئی مسجد کی جانب آئے تو وہ انہیں دیکھے پس اگر ان میں کوئی نجاست یا گندگی ہو تو اسے صاف کرلے اور ان میں نماز ادا کرے۔" (شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب الصلاۃ فی النعال، ج2، ص49,50، مکتبۃ الرشد ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"علامہ خطابی کہتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نماز میں جوتے اتار دینا ادب ہے اور حدیث پاک موجود اجازت اور امام شافعی کی ممانعت کے درمیان یوں تطبیق ہوگی کہ حدیث پاک میں موجود اجازت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا جب ان جوتوں کی طہارت کا یقین ہو اور ان کے ساتھ مکمل سجدہ ادا کرنے پر قدرت ہو بایں طور کہ وہ اپنی دونوں پاؤں کی تمام انگلیوں پر سجدہ کرسکے اور اگر جوتے ایسے نہ ہو تو امام شافعی کے قول کے مطابق منع کیا جائے گا۔

اور یہ خطا ظاہر ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جب طہارت کا یقین نہ ہو اور اس کے ساتھ سجود کی تمامیت ممکن نہ ہو تو پھر بھی جوتے اتارنا ادب کہلائے حالانکہ اس وقت جوتے اتارنا واجب ہے۔ پس اولی یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ ادب وہ ہے کہ جس پر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا آخری معاملہ رہا وہ یہ کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے جوتے اتار ڈالے یا ادب ہمارے زمانے میں (دارالاسلام) یہود و نصاری کے نہ ہونے کی بنا پر ہے یا یہود و نصاری کے جوتوں کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے۔ پھر میرے لئے یہ ظاہر ہوا کہ بے شک حدیث کا معنی یہ ہے کہ موزوں اور جوتوں کے ساتھ نماز کی ادائیگی کو جائز کہہ کر یہود کی مخالفت کرو پس بے شک وہ ان میں نماز نہیں پڑھتے یعنی وہ ان میں نماز کو جائز قرار نہیں دیتے اور اس سے فعل کرنا لازم نہیں آتا اور نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اسے صرف مخالفت کی تاکید اور جواز کی تائید کے لئے کیا جیسا کہ آنے والی حدیث میں موجود ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب الستر، ج2، ص336، دار الفکر بیروت)

فی زمانہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر جوتا بالکل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور پنجہ اتنا سخت نہ ہو کہ سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے، اور یہی امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کی سنت ہے کہ وہ جوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارہ مسجد پر آتے اُسے اتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اُسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اور اگر پنجہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا تو نماز نہ ہوگی۔ (فتاوی رضویہ، ج7، ص221، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تو" ہے اور یہاں باپ کو "تو" کہے بیشک بے ادب گستاخ اور اس ایہ کریمہ کا مخالف ہے: ﴿لا تقل لھما اف و لا تنھرھما و قل لھما قولا کریما﴾ (ماں باپ کو ہُوں نہ کہہ نہ جھڑک اور ان سے عزّت کی بات کہہ)۔

صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ائمہ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی، امام برہان الملّۃ والدّین صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید اور محقق بحر زین ابن نجیم کی بحر الرائق اور فتاوی سراجیہ اور عالمگیریہ جلد پنجم کتاب الکراہیۃ باب خامس میں ہے: دخول المسجد متنعلا مکروہ (مسجد میں جوتا پہن

کر داخل ہونا مکروہ ہے۔)

آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جوتا پہنے جائے تو بےادب ٹھہرے، نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے، مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ وفساد پیدا کرنا اور انھیں نفرت دلانا قرآنِ عظیم واحادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ ج6، ص633 تا 636، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ استعمال جوتیاں پہنے ہوئے مسجد جانا بے ادبی ومکروہ ہے، امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید پھر علامہ بحر بحرالرائق میں فرماتے ہیں: فـقـيـل دخول المسجد متنعلا من سوء الادب (مسجد میں جوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بےادبی ہے۔)

ردالمحتار میں عمدۃ المفتی سے ہے: دخول المسجد متنعلا من سوء الادب (مسجد میں جوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بےادبی ہے۔)

فتاوٰی سراجیہ وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے: دخـول الـمسجد متنعلا مکروه (مسجد میں جوتے پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔)

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دو جوڑے رکھتے تھے استعالی جوتا پہن کر دروازہ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے۔ (بحرالرائق) ذکـره ايـضا فی البحر عن التجنيس واذاالامر دار علی العرف فالحکم الحظر الآن مع ثبـوتـه عن سيدالمتادبين صلی اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم وذلك كترك الكلاب تدور فی المسجد ووضع السرير وادخـال الـبـعـيـر وضـرب الـخـيـمة للمرضى وغيرهم فيه ولنا رسالة فی الباب سميناها "جـمـال الاجمال لتوقيف حكم الصلاة فی النعال "واخرى "نـفـيـسـة حـافلة فيماتصان عنه المساجد "۔ (اسے بحر میں تجنیس کے حوالے سے ذکر کیا اور مسئلہ کا مدار عرف پر ہوتا ہے اس دور میں یہ ممنوع ہے باوجودیکہ اس کا ثبوت سید المتادبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کتوں کا مسجد میں آنا جانا، چارپائی کا بچھانا، اونٹوں کا داخل ہونا، بیمار لوگوں اور دیگر ضروریات کے لئے خیمہ نصب کرنے کا حکم متروک ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک رسالہ "جمال الاجمال لتوقيف حكم الصلاة فی النعال "اور دوسرا "نفيسة حافلة فيماتصان عنه المساجد" لکھا ہے۔) (فتاوی رضویہ ج7، ص316 تا 317، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک مقام پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سخت اور تنگ پنجے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہوا ایسا

جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت واساءت درکنار مذہب مشہورہ ومفتی بہ کی رو سے راسا مفسد نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہوا سجدہ نہ ہوا اور جب سجدہ نہ ہوا نماز نہ ہوئی، امام ابوبکر جصاص وامام کرخی وامام قدوری وامام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلہ ائمہ نے اس کی تصریح فرمائی، محیط وخلاصہ وبزازیہ وکافی وفتح القدیر وسراج وکفایہ ومجتبی وشرح المجمع للمصنف ومنیہ وغنیتہ شرح منیہ وفیض المولی الکریم وجوہرۂ نیرہ ونورالایضاح ومراقی الفلاح ودرمنتقی ودرمختار وعالمگیریہ وفتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری وحواشی علامہ نوح آفندی وغیرہا کتب معتمدہ میں اسی پر جزم فرمایا زاہدی نے کہا یہی ظاہر الروایۃ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر فتوی ہے، جامع الرموز میں قنیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے، ردالمحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے۔۔۔۔

اور شک نہیں کہ ان بلاد میں اکثر جوتے سلیم شاہی پنجابی خوردنوکے منڈے گرگابی وغیرہا خصوصاً جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر باعتماد تمام بچھنے نہ دیں گے گوان جوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ وناجوازی تو ضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چمڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لئے تسمہ جسے شراکت کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم ورقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پرت کی زیادہ پسند رکھتے، مجمع بحارالانوار میں زیر حدیث: ((ان رجلا شكا اليه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یمشی بنعل فرد)) (ایک آدمی نے رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے ایک پرت والے جوتے پہننے والوں میں افضل ترین ذات) ہے: والفرد هی التی تخصف ولم تطارق وانما هی طارق واحد والعرب یمدح برقة النعال ویجعلها من لباس الملوك (فرداس نعل کو کہتے ہیں جس کا ایک پرت ہو، اور عرب جوتے کی نرمی کو پسند کرتے ہیں اور یہ ملوک کا لباس ہے۔)

تو وہ کیسے ہی نئے ہوتے سجدہ میں فرض وواجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے اُن نعال پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں، پھر اگر اسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔ درمختار میں ہے: صلاته فیهما افضل (ان میں نماز افضل ہے۔)

مگر عندالتحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو کہ حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک رب العرش عز جلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہوگیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استخفاف نری کراہت بھی اس حالت میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہنے جانا ہی ممنوع وناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے، شرکت جماعت نماز ودخول مسجد کے یہ احکام بحمد اللہ تعالی دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی

لہٰذا چند کلمات نافع وسود مند باذن اللہ تعالیٰ سے القا کرے کہ بعونہ تعالیٰ احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں۔

فاقول و باللہ استعین (پس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں)

افادۂ اول متون وشروح وفتاوٰی تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریف صاف ہے کہ ثیاب بذلت ومہنت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنہیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے......

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا: بھلا بتاؤ تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انہیں کپڑوں سے چلا جائے گا؟ کہا نہ۔ فرمایا: تو اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت وادب کے ساتھ حاضر ہو......

سبحان اللہ! کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ نہ ہو، معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اُن سے نماز میں کراہت ہو اور مستعمل جوتے کہ نجاست سے بچائے نہیں جاتے اُن سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بداہت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے......

افادہ دوم: متون وشروح وفتاوٰی تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست کامل احتیاط دشوار ہے......

محل انصاف ہے کہ نمازی پرہیزگار نابینا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ ومظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جوتوں پر جنہیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے۔

افادہ سوم: علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کرسکتا ہے!

اقول اور اگر نادراً کوئی شئے واقع ہو تو جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہو کر عرض کردیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوٰۃ سے ثابت ہے۔ مجمع بحار الانوار میں برمز "ن" فرمایا: یصلی فی النعلین لا یوخذ منه لغیره صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم لان حفظ غیره لا یلحق به (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعلین میں نماز ادا کی اس سے کوئی دوسرا استدلال نہیں کرسکتا کیونکہ کوئی دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کرسکتا۔)

افادہ چہارم: بے جرم نجاست مثل بول وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتمدہ تمام ائمہ مذہب کے خلاف ہے، امام محمد کے نزدیک تو نعل وخف بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہو سکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جومر دار اور خشک ہوگئی ہو اس کے بعد اس قدر رگڑیں کہ اس کا اثر زائل ہو جائے اس وقت طہارت ہوگی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے، اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگر چہ خشک ہو جانا شرط نہیں تر بھی ملنے ولنے اثر زائل کر دینے سے پاک ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے، اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار للفتوی ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر ائمہ ثلثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار للفتوی کے بھی خلاف ہے۔۔۔۔اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجے کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم " (فتاوی رضویہ ملتقطا، ج 7، ص 363 تا 383، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"مسجد میں جوتا پہن کر جانا خلاف ادب ہے ردالمحتار میں ہے: دخول المسجد متنعلا سوء الادب (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔)

اب کی بنا عرف ورواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک وقوم سے بدلتا ہے، عرب میں باپ سے أنتَ کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تو۔ زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں بھی یونہی خطاب ہوتا تھا، سیّدنا اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیّدنا ابراہیم شیخ الانبیاء خلیل کبریا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی اے میرے باپ! تو کر جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو تُو تُو کہا کرے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پہن کر جائے، یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابہ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے۔ ردالمحتار میں ہے: نعالهم المتنجسة (لوگوں کے جوتے ناپاک ہوتے ہیں۔)

پھر بوٹ غالبًا ایسا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ سجدے میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے نہ دے گا تو آداب درکنار سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، ج 7، ص 392 تا 393، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر289

مَا جَاءَ فِی الْقُنُوتِ فِی صَلَاةِ الْفَجْرِ

فجر میں دعائے قنوت پڑھنا

401۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَخُفَافِ بْنِ إِيْمَاءَ بْنِ رَحْضَةَ الْغِفَارِيِّ،قَالَ ابو عيسى:حَدِيثُ الْبَرَاءِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُنُوتِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ :الْقُنُوتَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ "وقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ :لَا يُقْنَتُ فِي الْفَجْرِ إِلَّا عِنْدَ نَازِلَةٍ تَنْزِلُ بِالْمُسْلِمِينَ، فَإِذَا نَزَلَتْ نَازِلَةٌ فَلِلْإِمَامِ أَنْ يَدْعُوَ لِجُيُوشِ الْمُسْلِمِينَ "

حدیث:حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت علی ،حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ ،حضرت ابن عباس اور حضرت خفاف بن ایماء بن رحضہ الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں:حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے ۔اور اہلِ علم کا نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں سے بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ قنوت فجر کی نماز میں ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔اور احمد اور اسحاق رحمہما اللہ فرماتے ہیں: فجر میں دعائے قنوت نہ پڑھے مگر اس وقت جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو پس جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام گروہِ مسلمین کے لئے دعا کرے۔

تخریج حدیث 401:(صحیح مسلم،کتاب المساجد ومواضع،باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوۃ،حدیث 678،ج1،ص470،دار احیاء التراث العربی،بیروت☆سنن نسائی،کتاب التطبیق،باب القنوت فی المغرب،حدیث 1076،ج2،ص202،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،بیروت)

باب نمبر290
فی ترک القنوت
ترکِ قنوت

402۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ، قَالَ : قُلْتُ لِأَبِي :يَا أَبَةِ، إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، هَاهُنَا بِالكُوفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ، أَكَانُوا يَقْنُتُونَ؟ ، قَالَ : أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ؟، هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ وقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ :إِنْ قَنَتَ فِي الفَجْرِ فَحَسَنٌ، وَإِنْ لَمْ يَقْنُتْ فَحَسَنٌ ، وَاخْتَارَ أَنْ لَا يَقْنُتَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ المُبَارَكِ القُنُوتَ فِي الفَجْرِ ، :وَأَبُو مَالِكٍ الأَشْجَعِيُّ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ أَشْيَمَ

حدیث:حضرت ابو مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا:اے میرے والد! آپ نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور یہاں کوفہ میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے پیچھے تقریباً پانچ سال نماز پڑھی ہیں، کیا یہ حضرات قنوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا:اے میرے بیٹے یہ بدعت ہے۔
یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے یہاں اس پر عمل ہے۔امام سفیان ثوری نے فرمایا:اگر فجر میں قنوت پڑھے تو اچھا ہے اور اگر قنوت نہ پڑھے تو (بھی) اچھا ہے۔اور انہوں نے قنوت نہ پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔اور امام عبداللہ بن مبارک فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے قائل نہیں۔اور ابو مالک اشجعی کا نام سعد بن طارق بن اشیم ہے۔

403۔حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حدیث:ہم سے صالح بن عبد اللہ نے بیان کیا،وہ فرماتے ہیں:ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا،وہ ابو مالک اشجعی سے اسی سند کے ساتھ اسی طرح اسی کے ہم معنی روایت کرتے ہیں۔

تخریج حدیث 402:(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی القنوت فی صلوۃ الفجر، حدیث 1241، ج1، ص393 ، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 403:

فجر میں قنوت پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف اور حنابلہ کے نزدیک فجر میں قنوت غیر مشروع ہے، اور یہی حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ (بدائع الصنائع، ج1، ص273 ☆ المغنی لابن قدامہ، ج2، ص585)

مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ فجر میں قنوت مستحب ہے۔ (مواہب الجلیل، ج1، ص539)

شوافع کے نزدیک نماز فجر میں قنوت سنت ہے اور علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ (الاذکار، ص88، مکتبۃ دار البیان)

مالکیہ اور شوافع کے دلائل:

(1) حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((مَا زَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر میں قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے پردہ فرمایا۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج20، ص95، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(2) حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ((اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ)) ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، باب استحباب القنوت الخ، ج1، ص470، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ جامع الترمذی، باب ماجاء فی القنوت فی صلاۃ الفجر، ج2، ص251، مصطفی البابی، مصر)

احناف اور حنابلہ کے دلائل:

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهُ)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرب کے بعض قبائل کے لئے دعائے ضرر فرماتے تھے پھر اسے چھوڑ دیا۔

(صحیح مسلم، باب استحباب القنوت الخ، ج1، ص469، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترک کرنا نسخ کی دلیل ہے لہذا فجر وغیرہ میں قنوت منسوخ ہے۔

(2) جامع ترمذی میں ہے: ((عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: يَا أَبَهْ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ هَاهُنَا بِالْكُوفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ، أَكَانُوا

يَقْنُتُونَ؟، قَالَ:أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ)) ترجمہ: حضرت ابو مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے والد! آپ نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے پیچھے یہاں کوفہ میں تقریباً پانچ سال نماز پڑھی ہے، کیا یہ حضرات قنوت پڑھتے تھے؟ جواب دیا: اے میرے بیٹے یہ بدعت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے یہاں اس پر عمل ہے۔

(جامع ترمذی، باب فی ترک القنوت، ج2، ص252، مطبعہ مصطفی البابی، مصر)

(3) الآثار لابی یوسف میں ہے: ((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَمْ يَقْنُتْ فِي الْفَجْرِ إِلَّا شَهْرًا وَاحِدًا حَارَبَ حَيًّا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، قَنَتَ يَدْعُو عَلَيْهِمْ، لَمْ يُرَ قَانِتًا قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فجر میں صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مشرکین کے ایک قبیلہ سے مقاتلہ فرمایا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے قنوت پڑھی جس میں آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان کے لئے دعائے ضرر فرماتے، اس سے قبل و بعد آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو قنوت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

(الآثار لابی یوسف، فی الاخفیٰ، ج1، ص70، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(4) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ((عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ: أَنَّهُمَا قَالَا: صَلَّى بِنَا عُمَرُ زَمَانًا لَمْ يَقْنُتْ)) ترجمہ: حضرت علقمہ اور اسود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: ہمیں ایک زمانہ تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو آپ رضی اللہ عنہا نے قنوت نہ پڑھی۔

(مصنف عبد الرزاق، باب القنوت، ج3، ص105، المکتب الاسلامی، بیروت)

(5) امام زہری فرماتے ہیں: ((قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَهُمْ لَا يَقْنُتُونَ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ وہ قنوت نہ پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق، باب القنوت، ج3، ص105، المکتب الاسلامی، بیروت)

(6) مصنف عبد الرزاق میں ہے: ((عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ وَعَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَا: صَلَّيْنَا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الْفَجْرَ فَلَمْ يَقْنُتْ)) ترجمہ: اسود بن یزید اور عمرو بن میمون اودی دونوں حضرات فرماتے ہیں: ہم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز ادا کی پس آپ رضی اللہ عنہ نے قنوت نہ پڑھی۔

(مصنف عبد الرزاق، باب القنوت، ج3، ص105، المکتب الاسلامی، بیروت)

حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں: ((انَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَقْنُتُ إِذَا حَارَبَ وَيَدَعُ الْقُنُوتَ إِذَا لَمْ يُحَارِبْ)) ترجمہ: بے شک عمر رضی اللہ عنہ جب مقاتلہ فرماتے تو قنوت پڑھا کرتے اور جب مقاتلہ نہ فرماتے تو قنوت چھوڑ دیا کرتے تھے۔

(الآثار لابی یوسف، فی الاخفیٰ، ج1، ص71، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(7) حضرت علقمہ بن قیس کہتے ہیں: ((اِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: بے شک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص106، المکتب الاسلامی، بیروت ☆ مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص101، مکتبۃ الرشد، ریاض)

اسی طرح حضرت عرفجہ فرماتے ہیں: ((اِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ)) ترجمہ: بے شک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فجر میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص101، مکتبۃ الرشد، ریاض)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قنوت نہ کرنے کے بارے میں اسی طرح حضرت ابراہیم نخعی کا فرمان بھی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص102، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(8) الآثار لابی یوسف میں ہے: ((عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا لَا يَقْنُتُونَ فِي الْفَجْرِ)) ترجمہ: ابوحنیفہ سے مروی ہے وہ حماد وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اوران کے اصحاب فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ (الآثار لابی یوسف، فی الاضحیٰ، ج1، ص74، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یہ روایت "الآثار لمحمد بن الحسن" میں بھی ہے۔ (الآثار لمحمد بن الحسن، باب القنوت فی الصلاۃ، ج1، ص589، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(9) حضرت نافع کہتے ہیں: ((اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ)) ترجمہ: بے شک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فجر میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص106، المکتب الاسلامی، بیروت)

موطا مالک بروایۃ محمد بن الحسن الشیبانی میں ہے: ((أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ)) ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے ہمیں خبر دی وہ نافع سے روایت کرتے ہیں فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فجر میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (موطا مالک بروایۃ محمد بن الحسن الشیبانی، باب القنوت فی الفجر، ج1، ص91، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

(10) حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں: ((صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ الْفَجْرَ فَلَمْ يَقْنُتْ فِيهَا)) ترجمہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازِ فجر پڑھی پس آپ رضی اللہ عنہ نے اس میں قنوت نہ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص101، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(11) حضرت سعید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: ((اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ صَلَّى الْغَدَاةَ فَلَمْ يَقْنُتْ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فجر کی نماز پڑھی پس آپ رضی اللہ عنہما نے قنوت نہ پڑھی۔

(مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص106، المکتب الاسلامی، بیروت)

حضرت عمران بن حارث فرماتے ہیں: ((صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي دَارِهِ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَلَمْ يَقْنُتْ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَلَا بَعْدَهُ)) ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کے گھر میں صبح کی نماز پڑھی پس انہوں نے رکوع سے قبل و بعد قنوت نہ پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من كان لا يقنت في الفجر، ج2، ص102، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(12) حضرت علقمہ اور حضرت اسود فرماتے ہیں: ((مَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا إِذَا حَارَبَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهِنَّ وَلَا قَنَتَ أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ وَلَا عُثْمَانُ حَتَّى مَاتُوا حَتَّى لَا قَنَتَ عَلِيٌّ حَتَّى حَارَبَ أَهْلَ الشَّامِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں سے کسی نماز میں قنوت نہ پڑھتے مگر یہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقاتلہ فرماتے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نمازوں میں قنوت پڑھتے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے قنوت نہ پڑھی حتی کہ یہ حضرات وفات پا گئے حتی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی قنوت نہ پڑھی، حتی کہ اہلِ شام سے آپ نے جنگ کی۔ (مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص107، المكتب الاسلامی، بیروت)

(13) حضرت ابوالشعثاء کہتے ہیں: ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الْفَجْرِ، فَقَالَ: مَا شَعَرْتُ أَنَّ أَحَدًا يَفْعَلُهُ)) ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فجر میں قنوت پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں ہے کہ کسی نے ایسا کیا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص107، المكتب الاسلامی، بیروت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوالشعثاء کی روایت اس طرح ہے، آپ فرماتے ہیں: ((سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الْفَجْرِ، فَقَالَ: وَأَيُّ شَيْءٍ الْقُنُوتُ؟ قُلْتُ: يَقُومُ الرَّجُلُ سَاعَةً بَعْدَ الْقِرَاءَةِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا شَعَرْتُ)) ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فجر میں قنوت پڑھنے کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: قنوت کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: آدمی قراءت کے بعد ایک ساعت کے لئے قیام کرتا ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من كان لا يقنت في الفجر، ج2، ص102، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(14) مصنف عبدالرزاق میں ہے: ((عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: كَانَ يَقُولُ: مِنْ أَيْنَ أَخَذَ النَّاسُ الْقُنُوتَ؟ وَتَعَجَّبَ وَيَقُولُ: إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامًا ثُمَّ تَرَكَ ذَلِكَ)) ترجمہ: زہری سے مروی ہے، وہ فرمایا کرتے تھے لوگوں نے قنوت کو کہاں سے لیا ہے؟ اور وہ تعجب فرماتے تھے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن قنوت پڑھی پھر اسے ترک فرما دیا۔ (مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص105، المكتب الاسلامی، بیروت)

(15) حضرت ابن ابی نجیح کہتے ہیں: ((سَأَلْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ هَلْ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ أَحْدَثَهُ النَّاسُ بَعْدُ)) ترجمہ: میں نے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں، یہ ایک ایسی شے ہے کہ جسے بعد میں لوگوں نے ایجاد کرلیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص107، المکتب الاسلامی، بیروت)

(16) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں: ((لَمْ يَكُنْ عُمَرُ يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ)) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھا کرتے۔ (مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص108، المکتب الاسلامی، بیروت)

(17) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں: ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا كَانَا لَا يَقْنُتَانِ فِي الْفَجْرِ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ بے شک یہ حضرات فجر میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص102، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(18) حضرت عمرو بن دینا فرماتے ہیں: ((انَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى بِهِمِ الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی پس آپ رضی اللہ عنہ نے قنوت نہ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص102، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(19) حضرت طلحہ فرماتے ہیں: ((انَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَقْنُتْ فِي الْفَجْرِ)) ترجمہ: بے شک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فجر میں قنوت نہیں پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص102، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(20) حضرت ابو بشر کہتے ہیں: ((عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ)) ترجمہ: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص103، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(21) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ((إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامًا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چند دن قنوت پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص103، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(22) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((قَدْ عَلِمُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّمَا قَنَتَ شَهْرًا)) ترجمہ: تحقیق صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ معلوم ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص103، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(23) حضرت شیخ کہتے ہیں: ((أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَقْنُتْ)) ترجمہ: انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، پس آپ رضی اللہ عنہ نے قنوت نہ پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من کان لا یقنت فی الفجر، ج2، ص103، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"فرض نمازوں میں قنوت پڑھنے کے بارے میں جو بھی روایات مروی ہیں وہ منسوخ ہیں۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم سے ابن ابی داؤد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے مقدمی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے ابومعشر نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوحمزہ نے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: ((قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى عُصَيَّةَ وَذَكْوَانَ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ عصیہ اور ذکوان کے خلاف دعا فرماتے تھے)، امام طحاوی مزید نقل فرماتے ہیں: ((فَلَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهِمْ تَرَكَ الْقُنُوتَ وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَهٰذَا ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُخْبِرُ أَنَّ قُنُوتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَانَ إِنَّمَا كَانَ مِنْ أَجْلِ مَنْ كَانَ يَدْعُو عَلَيْهِ ,وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ تَرَكَ ذٰلِكَ فَصَارَ الْقُنُوتُ مَنْسُوخًا فَلَمْ يَكُنْ هُوَ مِنْ بَعْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْنُتُ)) اور جب ان پر فتح ہوگئی تو قنوت کو ترک فرما دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے ۔پھر فرمایا: پس یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خبر دے رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قنوت پڑھنا ان کے خلاف دعا کرنے کی بنا پر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ترک فرما دیا تھا پس قنوت منسوخ ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد قنوت نہ پڑھی۔

امام طحاوی مزید فرماتے ہیں: اور جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو روایت کیا ان میں ایک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں پھر انہوں نے خبر دی کہ بے شک اللہ عزوجل نے اس بات کو منسوخ فرما دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نازل ہوا ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔(پارہ4، سورہ ال عمران، آیت 128) پس یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں منسوخ ہے پس آپ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قنوت نہ پڑھا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ قنوت پڑھنے والے کو ناپسند فرماتے تھے۔اور جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قنوت کے بارے میں روایت کیا (امام طحاوی کی عبارت ختم ہوئی)۔

ان میں ایک حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بھی ہیں پس انہوں نے اپنی حدیث میں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف دعا فرماتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعا کرتا تھا اور بے شک اللہ عزوجل اس کو اپنے اس فرمان سے منسوخ فرمادیا ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔(پارہ4، سورہ ال عمران، آیت 128) پس اس میں بھی

فجر میں قنوت ترک کرنے کے وجوب کا بیان ہے۔

اگر کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے تو کس طرح یہ آیت پاک قنوت کی ناسخ قرار پائے گی اور اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ اس کا انکار کرتے ہیں ،انہوں نے ''کتاب المعرفہ''میں اس پر تفصیلی کلام فرمایا پس ارشاد فرمایا: اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں ایمان لائے اور یہ وقت کثیر آیات کے نازل ہونے کے بعد کا تھا کیونکہ یہ آیتِ کریمہ احد میں نازل ہوئی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قنوت پڑھا کرتے تھے؟ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ اس آیتِ کریمہ کے نزول کا انہیں علم نہ ہو پس وہ اسی پر عمل کرتے ہوں جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے قنوت پڑھنا معلوم تھا حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی کیونکہ حجت ان کے ہاں ثابت نہ ہوئی برخلاف باقیوں کے، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہم جب ان دونوں حضرات کو اس آیت کے نزول کا علم ہوا اور ان دونوں حضرات نے اس آیت کا ناسخ ہونا جانا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے قنوت کو ترک فرما دیا تھا۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب القنوت فی الصلوات، ج5، ص352,353، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ عینی ایک مقام پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"امام شافعی، مالک، احمد اور اسحق رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے: صبح کی نماز میں قنوت پڑھی جائے اور اس کا محل رکوع کے بعد ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ قنوت صرف وتر میں رکوع سے پہلے ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ فرائض میں قنوت پڑھنے کی احادیث منسوخ ہیں۔ اور امام شافعی اور ان کے ہم مذہب حضرات کی مستدل احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے حافظ عبد الرزاق نے اپنی "مصنف" میں روایت کیا ہے کہ ہمیں خبر دی ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس کے حوالے سے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ((ما زال رسول اللہ علیہ السلام یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں قنوت پڑھتے رہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے)......

اور صاحب "التنقیح علی التحقیق" فرماتے ہیں: یہ حدیث مخالفین کی اس معاملہ میں پیش کردہ احادیث میں سب سے زیادہ جید ہے اور علما کی ایک جماعت نے ابو جعفر رازی کی توثیق کو ذکر کیا۔ اور ابو موسیٰ مدینی کی ''کتاب القنوت''میں اس حدیث کے اور بھی طرق موجود ہیں۔

پھر اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اور اگر وہ صحیح ہو تو یہ اس بات پر محمول ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصائب میں ہمیشہ

قنوت پڑھا کرتے تھے یا اس پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں طول دیتے تھے پس بے شک قنوت کا لفظ طاعت، قیام، خشوع اور سکوت وغیرہ کے درمیان مشترک ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: بیشک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرمانبردار اور سب سے جدا۔ (پارہ 14، سورہ النحل، آیت 120) اور فرمایا ﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں۔ (پارہ 23، سورہ زمر، آیت 9) فرمایا: ﴿وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور رسول کی۔ (پارہ 22، سورہ احزاب، آیت 31) اور فرمایا: ﴿يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو۔ (پارہ 3، سورہ ال عمران، آیت 43) اور فرمایا: ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ (پارہ 2، سورہ بقرہ، آیت 238) اور فرمایا: ﴿كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: سب اس کے زیرِ حکم ہے۔ (پارہ 21، سورہ روم، آیت 26) اور حدیث میں ہے کہ "افضل نماز طویل قنوت والی ہے۔" انتھی۔

اور "کتاب التحقیق" اور "العلل المتناہیہ" میں اس کی تضعیف کی پس انہوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کہ ابو جعفر رازی (اس حدیث کے راوی) کا نام عیسی بن ماہان ہے، ابن المدینی کہتے ہیں کہ وہ خلط کر دیتا تھا۔ اور یحیی کہتے ہیں کہ وہ خطا کرتا تھا اور امام احمد کہتے ہیں: وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔ اور ابو زرعہ کہتے ہیں: وہ بہت زیادہ وہم کرتا تھا۔ اور ابن حبان کہتے ہیں: وہ مشاہیر سے منکر احادیث ذکر کرنے میں منفرد ہے۔ انتھی۔

اور امام طحاوی نے اسے "شرح الآثار" میں ذکر فرمایا اور اس کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی مگر یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کے مخالف ہے کہ: ((أنه عليه السلام إنما قنت شهرًا يدعو على أحياء من العرب ثم تركه)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے قبیلوں کے خلاف دعا فرماتے تھے پھر اسے ترک فرما دیا۔) انتھی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اُس حدیث کے معارض ہے کہ جسے امام طبرانی نے اپنی "معجم" میں ذکر فرمایا: ہم سے عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شیبان بن فروخ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے غالب بن فرقد الطحان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں: میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دو مہینے رہا پس آپ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھی۔ انتھی۔ امام محمد بن حسن نے "کتاب الآثار" میں روایت کیا: ہمیں امام ابو حنیفہ نے خبر دی، انہوں نے حماد بن ابو سلیمان سے، وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ((لم يُرَ النبي -عليه السلام- قانتاً في الفجر حتى فارق الدنيا)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر میں قنوت پڑھتے ہوئے نہ دیکھا گیا کہ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے

گئے۔ابن الجوزی "التحقیق" میں کہتے ہیں کہ شوافع کی احادیث چار اقسام پر ہیں: ان میں وہ ہے جو مطلق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی اور اس بات میں کوئی نزاع نہیں ہے کیونکہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی۔اور دوسری قسم وہ ہے کہ جو اس بات سے مقید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی پس ہمارے دلائل کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ایک ماہ پڑھنے پر محمول کیا جائے گا۔تیسری قسم وہ ہے کہ جو براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور احمد نے روایت کیا۔اور امام احمد فرماتے ہیں: اس حدیث کے علاوہ کسی میں مغرب میں قنوت پڑھنا مروی نہیں ہے۔اور چوتھی قسم وہ ہے جو ان کی حجت ہونے میں صریح ہے جیسا کہ وہ حدیث کہ جسے عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا اور تحقیق ہم اسے ابھی ذکر کر چکے اور اس کا جواب دے چکے۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب القنوت فی الصلوات، ج5، ص354 تا 356، مکتبۃ الرشد، ریاض)

باب نمبر 291

مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَعْطِسُ فِي الصَّلَاةِ

(آدمی کا نماز میں چھینکنا)

404۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيُّ، عَنْ عَمِّ أَبِيهِ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسْتُ، فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فَقَالَ: مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ؟، فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ: مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ؟، فَلَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ: مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ ابْنُ عَفْرَاءَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: كَيْفَ قُلْتَ؟، قَالَ: قُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدِ ابْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَثَلَاثُونَ مَلَكًا، أَيُّهُمْ يَصْعَدُ بِهَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ

حدیث: معاذ بن رفاعہ اپنے والد حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو مجھے چھینک آئی تو میں نے یوں کہا: (الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه، مباركا عليه، كما يحب ربنا ويرضى) تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم فرمائی تو آپ پھر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز میں کس نے کلام کیا تھا؟ تو کسی نے جواب نہ دیا، پھر دوسری مرتبہ استفسار فرمایا: نماز میں کس نے کلام کیا تھا؟ تو بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: نماز میں کس نے کلام کیا تھا؟ تو رفاعہ بن رافع بن عفراء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا کہا تھا؟ وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی: (الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه، مباركا عليه، كما يحب ربنا و يرضى) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میری جان ہے تحقیق تیس سے زائد فرشتوں نے جلدی کی کہ کون اس کا ثواب پہلے لکھتا ہے۔ اور اس باب میں حضرت انس، وائل بن حجر اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِفَاعَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَكَأَنَّ هٰذَا الحَدِيثَ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ أَنَّهُ فِي التَّطَوُّعِ لِأَنَّ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنَ التَّابِعِينَ قَالُوا: إِذَا عَطَسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ المَكْتُوبَةِ إِنَّمَا يَحْمَدُ اللّٰهَ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُوَسِّعُوا بِأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ "	حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔اور بعض اہل علم کے ہاں یہ حدیث پاک نفل نماز کے بارے میں ہے کیونکہ بہت سے تابعین فرماتے ہیں: جب فرض نماز میں کسی کو چھینک آئے تو وہ اپنے دل میں اللہ عزوجل کی حمد بجالائے اور اس سے زیادہ کی انہوں نے اجازت نہیں دی۔

تخریج حدیث404: (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل اللھم ربنا لک الحمد، حدیث799، ج2، ص159، دار طوق النجاۃ ☆سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب ما یستفتح به الصلوۃ من الدعاء، حدیث770، ج1، ص204، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب قول المأموم اذا عطس خلف الامام، حدیث931، ج2، ص145، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز میں کلام کرنے والا کون ہے؟ تو کسی نے جواب نہ دیا)) اس گمان کی بنا پر کہ شاید میں نے غیر مناسب کام کیا ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پوچھنا ناپسندیدگی کی بنا پر ہے ((پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ استفسار فرمایا پس کسی نے جواب نہ دیا)) سابقہ وجہ کی بنا پر یا اس لئے کہ جواب کا حق متکلم کے لئے ہوتا ہے ((پھر تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا پس عرض کیا)) جب ان کے لئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ استفہام ناپسندیدگی کے علاوہ کسی اور وجہ کی بنا پر ہے یا ایسا ہوتے ہوئے بھی وہ عرض گزار ہوئے تا کہ اپنے کہے کے بارے میں اللہ عزوجل کا حکم جان لیں ((رفاعہ نے)) اس میں تجرید ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ پس میں نے کہا ((میں ہوں)) کلام کرنے والا ((یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے)) اس جان کا تخلیق کرنا اور اس میں زیادتی کرنا جس کی قدرت اور ارادے سے ہے ((تحقیق اس کی جانب جلدی کی)) یعنی اس کی طرف سبقت کی ((تیس سے زیادہ فرشتوں نے)) کلمات کے حروف پینتیس ہیں تنوینوں کے علاوہ ((کہ ان میں کون اسے لے کر چڑھتا ہے)) یعنی بعض نے بعض پر اس بات پر سبقت کرنے کی کوشش کی کہ وہ اسے لے کر چڑھے ابن الملک اس بات کے قائل ہیں..... ابن الملک کہتے ہیں: حدیث نماز میں چھینکنے والے کے حمد کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے یعنی صحیح معتمد قول کے مطابق بخلاف بطلان کی روایت کے کیونکہ وہ روایت شاذہ ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اپنے دل میں حمد کرے یا سکوت کرے اختلاف سے خروج کے لئے جیسا کہ "شرح المنیہ" میں ہے اور ممکن ہے کہ حدیث کو نماز میں کلام کرنے کی منسوخیت سے پہلے ہونے پر محمول کیا جائے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ الخ، ج2، ص786,787، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"((تیس سے کچھ زیادہ فرشتے)) "بضع" تین سے لے کر نو کے درمیان تک کے عدد کو کہتے ہیں ((وہ جلدی کرتے ہیں کہ ان میں کون اسے پہلے لکھتا ہے)) یہ ان کلمات کے ثواب کے عظیم ہونے اور انہیں پڑھنے والے کے درجہ کی بلندی پر دلیل ہے اور یہ کہ اسے پہلے لکھنے والے کے لئے فضیلت ہے اگرچہ وہ سب اسے لکھیں گے۔"

(المنتقی شرح الموطا، ما جاء فی ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ، ج1، ص356، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

صحیح بخاری کی روایت میں حمد کرنے والے کا نام مذکور نہیں، اسی طرح وہاں چھینکنے پر حمد کا ذکر نہیں، صرف حمد کا ذکر ہے، اس پر کلام کرتے ہوئے علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور اس شخص سے مراد رفاعہ بن رافع جو اس حدیث کے راوی ہیں، ابن بشکوال اس بات کے قائل ہیں اور اس بارے میں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جسے نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے قتیبہ سے وہ رفاعہ بن یحیی الزرقی سے وہ اپنے والد کے چچا معاذ بن رفاعہ سے وہ اپنے والد رفاعہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ((صليت خلف النبي، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، فعطست فَقلت :الْحَمد لله حمدا كثيرا طيبا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يحب رَبنَا ويرضى .فَلَمَّا صلى رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، انْصَرف فَقَالَ :من الْمُتَكَلّم فِي الصَّلَاة؟ فَلم يكلمهُ أحد، ثمَّ قَالَهَا الثَّانِيَة :من الْمُتَكَلّم فِي الصَّلَاة؟ فَقَالَ رِفَاعَة بن رَافع :أَنا يَا رَسُول الله .قَالَ :كَيفَ قلت؟ قَالَ :الْحَمد لله حمدا كثيرا طيبا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يحب رَبنَا ويرضى، فَقَالَ النَّبِي، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :وَالَّذِي نَفسِي بِيَدِهِ لقد رَأَيْت بضعَة وَثَلَاثِينَ ملكا أَيهمْ يصعد بهَا)) (میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو مجھے چھینک آئی تو میں نے کہا: "الْحَمد لله حمدا كثيرا طيبا مُبَارَكًا فِيهِ، مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يحب رَبنَا ويرضى" تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھرے پس ارشاد فرمایا: نماز میں کس نے کلام کیا تھا؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ ارشاد فرمایا: نماز میں کلام کس نے کیا تھا؟ تو رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کیا تھا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے کیا کہا تھا تو انہوں نے عرض کیا: "الْحَمد لله حمدا كثيرا طيبا مُبَارَكًا فِيهِ، مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يحب رَبنَا ويرضى" تو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو دیکھا کہ ان میں کون اسے لے کر چڑھتا ہے۔ انتہی۔

کہا گیا کہ قصہ کے اختلاف کی وجہ سے اس تفسیر میں نظر ہے، اس کا جواب دیا گیا ہے کہ دونوں حدیثوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے اس احتمال کی بنا پر کہ چھینک کا وقوع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اٹھانے کے وقت ہوا ہو اور باب کی حدیث میں انہوں نے اپنے عمل کو چھپانے اور تجرید کے طریقہ کا قصد کرتے ہوئے اپنا ذکر نہیں کیا اور یہ بھی ہو سکتا کہ بعض راوی ان کا نام بھول گئے ہوں اور انہیں لفظ "رجل" سے ذکر کیا ہو، بہر حال نسائی کی روایت میں جو زیادتی ہے تو وہ راوی کے اسے مختصر کرنے کی بنا پر ہے پس یہ اسے ضرر نہیں دے گا۔ اگر تم کہو کہ وہ کون سی نماز ہے کہ جس کا ذکر رفاعہ نے اپنے اس قول میں ذکر کیا ہے (ہم ایک دن نماز پڑھ رہے تھے؟) تو میں کہتا ہوں: اس بات کو بشر بن عمر زہرانی نے اپنے رفاعہ سے روایت کردہ حدیث میں ذکر کیا ہے کہ یہ مغرب کی نماز تھی۔"

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج6، ص75، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

چھینک کے وقت کیا کہے:

علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

"ابن بطال نے طبرانی کے حوالے سے نقل کیا کہ چھینکنے والے کو اختیار ہے کہ وہ "الحمد للہ" کہے یا "رب العلمین" یا "علی کل حال" کا اضافہ کرے اور وہ جو دلائل سے بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک جملہ کفایت کرنے والا ہے لیکن جس میں ثنا زیادہ ہوگی وہ افضل ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ ماثور ہو۔ اور علامہ نووی رحمہ اللہ "اذکار" میں فرماتے ہیں: علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چھینکنے والے کے چھینک کے بعد "الحمد للہ" کہنا مستحب ہے اور اگر وہ "الحمد للہ رب العلمین" کہے تو زیادہ اچھا ہے، اگر وہ "الحمد اللہ علی کل حال" کہے تو یہ افضل ہے، اسی طرح انہوں نے فرمایا اور جو احادیث میں نے ذکر کی ہیں وہ تخییر کی متقضی ہیں پھر اولویت کی جیسا کہ گزرا۔ واللہ اعلم"

(فتح الباری لابن حجر، باب الحمد للعاطس، ج 10، ص 601، دار المعرفہ بیروت)

فوائد حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

اس حدیث سے مستفاد ہونے والے مسائل درج ذیل ہیں:

(1) اس میں اللہ عزوجل کی حمد اور اس کا ذکر کرنے کا ثواب ہے۔

(2) اس حدیث میں بآواز بلند ذکر کرنے پر دلیل موجود ہے جبکہ ساتھ والے کو تشویش نہ ہو۔

(3) اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نماز میں چھینکنے والا بغیر کراہت کے "الحمد للہ" کہہ سکتا ہے کیونکہ اس کا جواب ہونا متعارف نہیں ہے لیکن اگر یہ دوسرے کو "یرحمک اللہ" کہہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ بات لوگوں کے مخاطبات (خطاب کے طریقوں) میں سے ہے تو یہ ان کے کلام سے ہی شمار ہوگا۔ بعض نے حدیث کو نفل نماز کے ساتھ خاص کیا اور وہ صحیح نہیں ہے اس بنا پر جو ہم نے بیان کیا کہ وہ مغرب کی نماز تھی، اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ چھینکنے والا اپنے دل میں اللہ عزوجل کی حمد بجالائے اور اپنی زبان کو حرکت نہ دے اور اگر وہ زبان کو حرکت دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح محیط میں ہے، اور صحیح اس کا خلاف ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

(4) اور اس میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ جو شخص نماز میں ہو تو وہ کسی شخص کے چھینکنے کو سنے تو اس پر جواب دینا لازم نہیں ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ اگر وہ اس کی چھینک کا جواب دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(عمدۃ القاری، ج 6، ص 76، دار احیاء التراث العربی بیروت)

نماز میں چھینک آنے پر الحمدللہ کہنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"دوسری قسم وہ ہے کہ جو کسی آدمی کے تنبیہ کرنے سے متعلق نہیں ہے مگر یہ کہ وہ نماز کے علاوہ کسی اور سبب کی بنا پر ہو مثلاً کسی کو نماز میں چھینک آئی تو اس نے اللہ عزوجل کی حمد کی یا اس کو بچھو نے ڈس لیا تو اس نے "بسم اللہ" کہا یا اس نے ایسی بات سنی یا دیکھی جو اسے غمگین کرے تو وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہے یا وہ تعجب والی چیز دیکھے اور "سبحان اللہ" کہے تو یہ نماز میں مستحب نہیں ہے اور یہ نماز کو باطل نہیں کرے گا، ایک جماعت کی روایت میں امام احمد رحمہ اللہ اس پر کی نص موجود ہے کہ جسے چھینک آئی پس اس نے اللہ عزوجل کی حمد کی تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔" (المغنی لابن قدامہ، فصل اذا ارتج علی الامام فی الفاتحہ، ج2، ص43، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا مؤقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

" کسی نے نماز میں چھینکا تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ "الحمدللہ" کہے اور اپنے آپ کو سنائے۔"

(المجموع شرح المہذب، تشمیت العاطس، ج4، ص630، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابو عبداللہ زرکشی شافعی (متوفی 794ھ) فرماتے ہیں:

"جب کسی کو نماز میں چھینک آئے تو یہ اپنی زبان سے اللہ عزوجل کی حمد کرے اور اپنے آپ کو سنائے، اس بات کو روضہ میں کتاب السیر کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ لیکن امام غزالی رحمہ اللہ نے "احیاء العلوم" میں تصریح کی ہے کہ وہ اپنے دل میں حمد کرے اور اپنی زبان کو حرکت نہ دے۔" (خبایا الزوایا، مقدمۃ المؤلف، ج1، ص93،94، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ بالکویت)

مالکیہ کا مؤقف:

المدونہ میں ہے:

"اور امام مالک رحمہ اللہ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جسے نماز میں چھینک آئی: وہ اللہ عزوجل کی حمد نہ کرے۔ فرمایا: اگر وہ ایسا کرے تو اپنے دل میں کرے۔ فرمایا: اور میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اس کے ترک کرنے کو بہتر سمجھتے تھے۔"

(المدونہ، الضحک والعطاس فی الصلاۃ، ج1، ص190، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"جب کسی شخص کو نماز میں چھینک آئے تو وہ اللہ عزوجل کی حمد بجالائے اور اسے اپنی نفس میں مخفی رکھے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں ان کا ترک کرنا زیادہ محبوب ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔"

(البیان والتحصیل، مسلی بقوم فمر بہ انسان الخ، ج2، ص120، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

احناف کا موقف:

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"نماز میں چھینک آئے، تو سکوت کرے اور الحمد للہ کہہ لیا تو بھی نماز میں حرج نہیں اور اگر اس وقت حمد نہ کی تو فارغ ہو کر کہے۔" (فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السابع، الفصل الاول، ج1، ص98)

باب نمبر292

فِی نَسْخِ الْکَلَامِ فِی الصَّلَاۃِ

(نماز میں گفتگو کا منسوخ ہونا)

405- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: كُنَّا نَتَكَلَّمُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ، يُكَلِّمُ الرَّجُلُ مِنَّا صَاحِبَهُ إِلَى جَنْبِهِ، حَتَّى نَزَلَتْ: (وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ)، فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ، وَنُهِينَا عَنِ الكَلَامِ، وَفِي البَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَمُعَاوِيَةَ بْنِ الحَكَمِ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ قَالُوا: إِذَا تَكَلَّمَ الرَّجُلُ عَامِدًا فِي الصَّلَاةِ أَوْ نَاسِيًا أَعَادَ الصَّلَاةَ، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ المُبَارَكِ، وقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا تَكَلَّمَ عَامِدًا فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ، وَإِنْ كَانَ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا أَجْزَأَهُ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ

حدیث: حضرت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں گفتگو کیا کرتے تھے ہم میں سے ایک شخص اپنے ساتھ والے سے گفتگو کرتا تھا حتی کہ یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔) تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع فرما دیا گیا۔ اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود، اور حضرت معاویہ بن حکم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک حسن صحیح ہے۔ اور اسی پر اکثر اہلِ علم کا عمل ہے۔ وہ فرماتے ہیں: جب بندہ نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھے۔ اور یہی امام سفیان ثوری اور امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں: جب نماز میں جان بوجھ کر کلام کرے تو اعادہ کرے اور اگر بھول کر یا غلطی سے کلام کرے تو اسے کفایت کرے گا اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔

تخریج حدیث405: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب ما ینھی عنہ من الکلام فی الصلوۃ، حدیث1200، ج2، ص62، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضعھا، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ، حدیث539، ج1، ص383، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب النھی عن الکلام فی الصلوۃ، حدیث949، ج1، ص249، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السھو، باب الکلام فی الصلوۃ، حدیث1219، ج3، ص18، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

"((ہم نماز میں گفتگو کیا کرتے تھے، کوئی شخص اپنے ساتھی سے گفتگو کر لیتا تھا)) اس پر چند وجوہ سے کلام کیا ہے:

(1) یہ ان الفاظ میں سے ایک ہے کہ جن کے ذریعے سے ناسخ ومنسوخ پر استدلال کیا جاتا ہے اور وہ راوی کا دو حکموں میں سے ایک کو دوسرے پر مقدم کرنا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور یہ اس کے قول کی طرح نہیں ہے کہ جو تاریخ کا بیان کئے بغیر کہے کہ یہ منسوخ ہے پس بے شک علما نے اس بارے میں ذکر کیا کہ یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ احتمال ہے کہ نسخ کا حکم کہنے والے کے اپنے اجتہاد سے ہو۔

(2) "قنوت" چند معانی میں استعمال ہوتا ہے: طاعت، عبودیت کا اقرار، خضوع، دعا، طولِ قیام اور سکوت۔ اور بعض کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ مشترک معنی کے لئے موضوع ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہا گیا ہے کہ اس کی اصل کسی شے پر دوام اختیار کرنا ہے تو جب یہ اس کی اصل ہے تو طاعت پر دوام اختیار کرنے والا قانت کہلائے گا اور اسی طرح نماز میں قیام کرنے والا اور دعا کرنے والا اور اس میں مخلص اور اس میں سکوت اختیار کرنے والے تمام کے تمام لوگ قانتین کہلائیں گے اور اس جانب اشارہ ہے جسے ہم نے ذکر کیا کہ یہ معنی مشترک میں مستعمل ہے اور یہ اہل زمانہ کے متاخرین اور جو ان کے قریب کے ہیں ان کا طریقہ ہے۔

(3) راوی کے الفاظ اس بات کا شعور دیتے ہیں کہ آیت میں قنوت سے مراد "سکوت" ہے کیونکہ اس پر لفظِ حتی دلالت کر رہا ہے جو کہ غایت کے لئے آتا ہے اور ''فا'' وہ جو کہ ماقبل کے مابعد کے لئے علت ہونے کو بتاتا ہے اور تحقیق یہ بھی کہا گیا ہے کہ بے شک آیت میں قنوت، طاعت کے معنی میں ہے۔ اور ان کے بعض کے کلام سے یہ سمجھ آتا ہے کہ اسے معروف دعا پر محمول کیا جائے حتی کہ اس بات پر دلیل بنایا جائے کہ ''صلاۃ وسطی'' سے مراد صبح کی نماز ہے اس کے قنوت سے ملے ہونے کی وجہ سے۔ اور اس تمام میں زیادہ راجح اس بات پر محمول کرنا ہے کہ راوی کا کلام جس کی خبر دیتا ہے کیونکہ وحی اور قرآن کے نزول کے مشاہدین نزول اور اسے گھیرے ہوئے قرائن کی بنا پر وہ بات جانتے ہیں جو ان کی محتملات کی تعیین اور مجملات کے بیان کی جانب رہنمائی کرتی ہے تو وہ ان تمام باتوں میں ان الفاظ کے ناقلین کی مانند ہیں جو الفاظ تعلیل اور تسبیب پر دلالت کرتے ہیں۔

(4) علما نے کہا کہ بے شک کسی آیت کے بارے میں صحابی کا یہ کہنا کہ ''یہ اس بارے میں نازل ہوئی ہے'' یہ ''مسند

" کے قائم مقام ہوتا ہے۔

(5) "ان کا قول "تو ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا اور ہمیں کلام سے منع کر دیا گیا۔" یہ قول اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جس کو کلام کہا جاسکتا ہے تو وہ ممنوع ہے اور جسے کلام نہیں کہا جاسکتا تو حدیث پاک کی دلالت اس سے ممانعت کے معاملہ میں قاصر ہے۔ اور فقہاء کا چند چیزوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس سے نماز باطل ہوگی نہیں؟ جیسا کہ پھونکنا، اور کسی وجہ سے اور بیماری کے بغیر کھنکارنا اور رونا۔ اور قیاس جس بات کا مقتضی ہے وہ یہ ہے کہ جسے کلام کہا جائے تو وہ الفاظِ حدیث کے تحت داخل ہے اور جسے کلام نہیں کہا جاسکتا تو جو اس کو اس کے ساتھ لاحق کرنے کا ارادہ کرے تو یہ بطریق قیاس ہوگا تو فرع کی اس کی اصل سے مساوات یا اس کی اصل پر زیادتی کے حوالے سے شرط کی رعایت رکھے اور اصحابِ شافعی رحمہم اللہ نے دو حرفوں کے ظہور کا اعتبار کیا ہے اگرچہ وہ مُفْہِم نہ ہوں کیونکہ اقلِ کلام دو حرفوں پر مشتمل ہوتا ہے۔"

(احکام الاحکام، المراد بالقنوت، ج1، ص291,292، مطبعۃ السنۃ المحمدیہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

"اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نماز میں کلام کرنا اولِ اسلام میں مباح تھا پھر منسوخ ہو گیا کیونکہ نمازی اپنے رب کو ندا کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی مناجات کو مخلوق سے کلام کرنے کے ذریعے قطع نہ کرے اور اپنے رب کی جانب توجہ رکھے اور خشوع کا التزام کرے اور اس کے ماسوا سے اعراض کرے اور ہم نے قریب ہی ذکر کیا ہے کہ جب یہ حرام ہوا اور حرمت اس فرمان کی بنا پر ہے ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: "اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔" یعنی خاموشی کے ساتھ اس بنا پر جو ہم نے ذکر کیا اور انہوں نے اپنے اس قول "پس ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا" سے ارادہ فرمایا یعنی انسانوں کے کلام کی جمیع انواع سے۔

اور علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز میں جان بوجھ کر بغیر مصلحت کلام کرنا اس کی حرمت کو جانتے ہوئے کسی مصلحت کے بغیر یا کسی ہلاک ہونے والے کو بچانے کے عذر کے بغیر یا شبہہ کے بغیر کلام کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے اور بہر حال مصلحت کی بنا پر کلام کرنا تو امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور اوزاعی اور بعض اصحابِ مالک اور ایک قلیل گروہ نے مصلحت کے لیے کلام کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور شافعیہ نے دو حرفوں کے ظہور کا اعتبار کیا ہے اگرچہ وہ مفہم نہ ہوں۔ بہر حال جو بھول کر کلام کرے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قلیل کلام سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور امام احمد، مالک اور جمہور اسی بات کے قائل ہیں اور ہمارے اصحاب کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی۔ اور علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل حضرت ذی الیدین کی حدیث پاک ہے پس اگر بھول کر کلام کرنے والا زیادہ

کلام کرلے تو اس میں ہمارے اصحاب سے دو مشہور اقوال ہیں، ان دونوں میں سے اصح یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ وہ نادر ہے۔ بہر حال جاہل کا کلام کرنا تو اگر اسے اسلام قبول کئے تھوڑا عرصہ ہی ہوا ہو تو وہ بھولنے والے کے کلام کرنے کی طرح ہے لہٰذا تھوڑے کلام سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور ہمارے اصحاب نے یہ جواب دیا کہ حضرت ذی الیدین کے قصہ والی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بنا پر منسوخ ہے کیونکہ ذوالیدین بدر والے دن شہید ہو گئے اسی طرح امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے اور بے شک ان کا نماز کا قصہ بدر سے پہلے کا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسے روایت کرنا اس سے مانع نہیں ہے حالانکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے بعد اسلام قبول کیا ہے کیونکہ صحابی رضی اللہ عنہ کبھی وہ بات روایت کرتے ہیں کہ جس میں وہ خود حاضر نہیں ہوتے بایں طور کہ انہوں نے اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو یا کسی دوسرے صحابی سے سنا ہو۔" (عمدۃ القاری، باب ما ینھی من الکلام فی الصلاۃ، ج7، ص271، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نماز میں کلام کی منسوخیت مکہ میں ہوئی یا مدینہ میں

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) فرماتے ہیں:

"اور تیسری حدیث میں ہے: ((كُنَّا نسلم على النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَهُوَ فِي الصَّلَاة فَيرد علينا فَلَمَّا رَجعْنَا من عِنْد النَّجَاشِيّ سلمنَا عَلَيْهِ فَلم يرد علينا وَقَالَ:إِن فِي الصَّلَاة شغلا)) ترجمہ: "ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کرتے تھے پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں سلام کا جواب ارشاد فرماتے تھے پس جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کا جواب ارشاد نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا: "بے شک نماز میں یہ ایک مشغولیت ہے۔" یہ صحیح کے الفاظ ہیں۔ اور تحقیق امام احمد نے اس حدیث پاک کو اپنی مسند میں روایت کیا تو اس میں ارشاد فرمایا: ((إِن الله يحدث فِي أمره مَا يَشَاء وَإِنَّه قد أحدث أَن لَا تتكلموا فِي الصَّلَاة)) ترجمہ: "بے شک اللہ عزوجل اپنے حکم کے حوالے سے جو چاہتا ہے معرضِ وجود میں لاتا ہے اور بے شک اس نے اس حکم کا اظہار فرمایا کہ نماز میں کلام نہ کرو۔" نماز میں کلام کرنا مباح تھا پھر حرام کر دیا گیا اور علما میں اختلاف ہے کہ کلام کرنا کب حرام ہوا۔ تو ایک قوم یہ کہتی ہے کہ کلام کرنا اس وقت حرام ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا۔ انہوں نے کہا: اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے پاس سے مکہ کی جانب لوٹے تھے۔

اور دوسرے حضرات کہتے ہیں: نماز میں کلام کرنا مدینہ منورہ میں حرام ہوا، اس دلیل کی بنا پر جو صحیحین میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے کہ انہوں نے فرمایا: ((كُنَّا نتكلم فِي الصَّلَاة يكلم الرجل صَاحبه وَهُوَ إِلَى جنبه

فِی الصَّلَاۃِ حَتّٰی نَزَلَتۡ ﴿وَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ﴾ (البقرۃ 238) فَاُمِرۡنَا بِالسُّکُوۡتِ)) ترجمہ: "ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے آدمی اپنے پہلو میں موجود ساتھی سے کلام کرتا تھا حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ پس ہمیں نماز سکوت کا حکم دے دیا گیا۔" اور حضرت انصار میں سے تھے اور یہ مدینہ منورہ میں اسلام لائے، اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حبشہ سے مکہ واپس آئے، دوسری ہجرت میں پھر نجاشی کی طرف تشریف لے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مدینہ منورہ اس وقت حاضر ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کی تیاری میں تھے، علامہ خطابی نے کہا کہ ہجرت کی تھوڑی مدت کے بعد کلام منسوخ ہوا۔ پہلے گروہ نے یہ جواب دیا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس حال کا تجدد حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی غیبت میں ہوا، کیونکہ انہوں نے فرمایا: جب ہم نجاشی سے واپس آئے، انہوں نے دوسری مرتبہ کے الفاظ نہ کہے، اور پہلے گروہ نے حضرت زید کی حدیث کو متقدمین صحابہ کے خبر دینے پر محمول کیا ہے، جیسا کہ کہنے والے نے کہا: ہم نے تمہیں قتل کیا اور تمہیں شکست دی، یہاں مراد اباء واجداد لیے ہیں اور علامہ خطابی کا قول تاریخ کا محتاج ہے اور تاریخ بعید ہے۔

اور میں نے ابو حاتم بن حبان الحافظ کو دیکھا کہ انہوں نے اس بارے میں اچھی گفتگو کی پس بے شک انہوں نے فرمایا: تحقیق اسے وہم ہوا جسے علم کے فن میں پختگی نہ ہوئی اس بارے میں کہ نماز میں گفتگو کرنے کا نسخ مدینہ پاک میں ہوا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ نماز میں کلام کرنا اولِ اسلام میں مباح تھا حتی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو انہوں نے کلام کی اباحت کو منسوخ پایا اور مدینہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو قراءت سناتے تھے اور انہیں دین کی سمجھ دیتے تھے اور اس وقت مدینہ میں (بھی نماز کی حالت میں) کلام کرنا مباح تھا جیسا کہ مکہ میں مباح تھا، پس جب مکہ مکرمہ میں منسوخ ہوا تو لوگوں نے مدینہ منورہ میں بھی ترک کر دیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو حکایت کیا نہ کہ کلام کا نسخ مدینہ منورہ میں ہوا۔"

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، کشف المشکل من مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج1، ص267 تا 269، دارالوطن، ریاض)

نماز میں کلام کرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

تیسری قسم یہ ہے کہ نماز کے درمیان میں کلام کرے تو اگر یہ عمداً ہو تو یہ اجماعاً نماز کو باطل کر دے گا اس حدیث کی بنا پر جو

ہم نے روایت کی اور اس بنا پر جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت کی انہوں نے فرمایا:((كنا نتكلم في الصلاة يكلم الرجل صاحبه حتى نزلت ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ (البقرة238) فأمرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام)) (ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے آدمی اپنے ساتھی سے کلام کرتا تھا حتی کہ یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: "اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔" پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع کر دیا گیا۔ متفق علیہ)

اور اگر وہ بھول کر کلام کرے یا اس کی حرمت سے جہالت کی بنا پر کلام کرے تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں: ان میں ایک روایت ہے کہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی اس حدیث کی بنا پر جسے ہم نے روایت کیا ہے اور اس وجہ سے کہ یہ نماز کی جنس کے علاوہ ہے پس یہ عملِ کثیر کے مشابہ ہو گیا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ نماز کو فاسد نہیں کرے گا اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:((بينما أنا أصلي مع النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إذ عطس رجل من القوم، فقلت: يرحمك الله فرماني القوم بأبصارهم، فقلت: واثكل أمياه! ما شأنكم تنظرون إلي؟ فجعلوا يضربون بأيديهم على أفخاذهم لكي أسكت، فلما صلى رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فبأبي هو وأمي، ما رأيت معلمًا قبله ولا بعده أحسن تعليمًا منه فوالله ما كهرني، ولا ضربني، ولا شتمني، ثم قال: إن هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، إنما هي التسبيح والتكبير وقراءة القرآن)) (ترجمہ: ایک مرتبہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: "یرحمک اللہ" تو بقیہ قوم مجھے گھورنے لگی تو میں نے کہا: میری ماں مجھے گم کرے! کیا بات ہے کہ تم مجھے گھور رہے ہو تو وہ حضرات اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے لگے تاکہ میں خاموش جاؤں تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما چکے تو میرے ماں باپ اُن پر قربان ہوں، میں نے تعلیم دینے میں کوئی معلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہ آپ سے پہلے کوئی دیکھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، تو اللہ عزوجل کی قسم! نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گھورا نہ مجھے مارا اور نہ بُرا بھلا کہا پھر ارشاد فرمایا: بے شک اس نماز میں لوگوں کے کلام سے کچھ بھی کرنے صلاحیت نہیں ہے یہ صرف تکبیر، تسبیح اور قراءتِ قرآن کا نام ہے) اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اعادہ کا حکم نہیں دیا کیونکہ انہوں معلوم نہ تھا اور بھولنے والا بھی اسی معنی میں ہے۔ (الکافی فی فقہ الامام احمد، باب سجود السہو، ج1، ص276، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور جو بھول کر سلام یا کلام کرے یا نماز میں سے کسی شے کو بھول جائے تو وہ اسی پر بنا کرے جب تک یہ تیرے لئے زیادہ طویل نہ ہو جائے اور اگر طویل ہو جائے تو وہ نماز دوبارہ شروع کرے۔ ماوردی کہتے ہیں: اور یہ صحیح ہے اور نماز میں کلام کرنے کی دو قسمیں ہیں: نسیان، پس نماز میں بھول کر کلام کرنے والے کی نماز جائز ہے جب تک اس کا کلام کرنا طویل نہ ہو اور ان میں سے ایک قول میں اس پر سجدہ سہو ہوگا۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جنس کلام عمداً ہو یا سہواً ہو یہ نماز کو باطل کر دے گا مگر یہ کہ وہ بھول کر سلام پھیرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

عبید اللہ بن حسن العنبری کہتے ہیں: نماز تمام قسم کے کلام اور غیر موضع میں سلام سے باطل ہو جاتی ہے اور انہوں نے استدلال کیا اس حدیث پاک سے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: ((كُنَّا نكلم النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نُهَاجِرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ فَلَمَّا قَدِمْنَا مِنَ الْحَبَشَةِ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَأَخَذَنِي مَا قَرُبَ وَمَا بَعُدَ فَلَمَّا فَرَغَ قُلْتُ: لَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ وَقَدْ أَحْدَثَ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ)) (ترجمہ: سرزمینِ حبشہ کی جانب ہجرت کرنے سے پہلے ہم (نماز میں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا کرتے تھے تو جب ہم حبشہ سے آئے تو میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب عطا نہ فرمایا: تو (ایسا لگا کہ) مجھے قریب و بعید ہر چیز نے پکڑ لیا ہو تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب نہیں عنایت فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے اپنے حکم سے جو چاہتا ہے ظاہر فرما دیتا ہے اور تحقیق اللہ عزوجل نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ تم نماز میں گفتگو نہ کرو۔)

تو یہ عمداً اور سہواً کلام کے حوالے سے اپنے عموم پر ہے۔ اور حضرت معاویہ بن حکم السلمی سے مروی ہے کہ فرمایا: ((صَلَّيْتُ خَلْفَ رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَحَدَّقَنِي النَّاسُ عَلَى شِفَاهِهِمْ، وَغَمَزُونِي بِأَبْصَارِهِمْ، فَلَمَّا صَلَّيْتُ دَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَمَا ضَرَبَنِي وَلَا كَهَرَنِي بِأَبِي هُوَ وَأُمِّي مِنْ معلم وَقَالَ: إِنَّ صَلَاتَنَا هَذِهِ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ الْآدَمِيِّينَ، إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَالْقِرَاءَةُ)) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی تو مقتدیوں میں سے ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے ''یرحمک اللہ'' کہا تو لوگ اپنے ہونٹوں کو چبانے لگے اور اپنی آنکھوں سے مجھے اشارہ کرنے لگے تو جب میں نماز پڑھ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے مارا نہ ڈانٹا میرے ماں باپ ایسے عظیم معلم پر قربان ہوں ارشاد فرمایا: بے شک ہماری یہ نماز آدمیوں کے کلام کی کچھ بھی صلاحیت نہیں رکھتی یہ صرف تسبیح، تکبیر اور قراءت کا نام ہے)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اَلْكَلَامُ يُبْطِلُ الصَّلَاةَ وَلَا يُبْطِلُ الْوُضُوءَ)) (کلام کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے اور وضو کو باطل نہیں کرتا) علما نے فرمایا: اور اس وجہ سے کہ یہ ایک ایسی جنس ہے کہ جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے پس واجب ہے کہ اس کا سہواً کرنا بھی نماز کو باطل کر دے جیسا کہ "حدث" علما نے فرمایا: اور اس بنا پر کہ کلام کا کثیر نماز کو باطل کر دیتا ہے تو واجب ہے کہ اس کا قلیل نماز کو باطل کر دے جیسا کہ اس کا عمداً کرنا۔ اور ہماری دلیل اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ (پارہ 3، سورۃ البقرۃ، آیت 286) اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میری امت سے خطا اور نسیان مرفوع ہیں اور جس بات پر وہ مجبور کیے جائیں۔" پس اگر کہا جائے کہ اس سے مراد گناہ کا اٹھانا ہے، تو کہا گیا کہ خطا کا اٹھانا یہ اس کے حکم گناہ وغیرہ کے اٹھانے کا مقتضی ہے۔

اور امام شافعی، امام مالک سے وہ داؤد بن حصین سے وہ ابو سفیان سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پس دو رکعات پر سلام پھیر دیا تو ذو الیدین نے عرض کیا کہ کیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ذو الیدین نے سچ کہا؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: جی ہاں تو اسی پر باقی نماز کو مکمل فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد بیٹھے ہوئے سجدہ سہو فرمایا۔" (الحاوی الکبیر، ج2، ص178، 177، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

"بہر حال وہ چیزیں کہ جن کے ترک کرنے کو نماز میں شرط رکھا گیا ہے پس مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ ان میں کچھ قولی ہیں اور کچھ فعلی ہیں، بہر حال جو ترک کرنے والے افعال ہیں تو وہ تمام مباح افعال ہیں کہ جو نماز کے افعال سے نہیں ہیں مگر بچھو اور سانپ کا نماز میں قتل کرنا پس اس حوالے سے علما میں اختلاف ہے کیونکہ اس بارے میں اثر قیاس کے معارض ہے۔ اور فعل خفیف کے جواز پر میرے گمان کے مطابق اتفاق ہے۔ بہر حال جو ترک کرنے والے اقوال ہیں تو اس سے مراد بھی وہ تمام اقوال ہیں جو نماز میں نہیں بولے جاتے اور ان میں بھی اختلاف علما نہیں ہے کہ ان کا عمداً کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اللہ عزوجل کے اس فرمان کی بنا پر ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: "اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔" اور اس فرمان کی بنا پر جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ ((إِنَّ اللَّهَ يُحْدِثُ فِي أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ وَمِمَّا أَحْدَثَ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِي

الصَّلَاۃِ))(بے شک اللہ عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے ظاہر فرمادیتا ہے اور جو اس نے ظاہر فرمایا ان میں یہ ہے کہ تم نماز میں کلام نہ کرو)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اور وہی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے فرمایا:((کُنَّا نَتَکَلَّمُ فِی الصَّلَاۃِ حَتّٰی نَزَلَتْ:(وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ)(البقرۃ238)فَأُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ وَنُھِیْنَا عَنِ الْکَلَامِ))(ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے حتی کہ یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان:"اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے "پس ہمیں سکوت کرنے کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع کر دیا گیا۔"اور حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے سنا کہ((اِنَّ صَلَاتَنَا لَا یَصْلُحُ فِیْھَا شَیْءٌ مِنْ کَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا ھُوَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّھْلِیْلُ وَالتَّحْمِیْدُ))(بے شک ہماری نماز لوگوں کے کلام سے کسی بات کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ صرف تسبیح، تہلیل، تحمید اور قراءتِ قرآن کا نام ہے)ہاں مگر فقہاء نے اس حوالے سے دو جگہوں پر کلام کیا ہے:ان میں ایک یہ ہے جب وہ بھول کر کلام کرے اور دوسری وہ کہ جب وہ نماز کی اصلاح کے لئے جان بوجھ کر کلام کرے......اور امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نماز کی اصلاح کی غرض سے جان بوجھ کر نماز میں کلام کرنا نماز کو فاسد نہیں کرے گا۔اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کلام کرنا کسی طرح بھی ہو وہ نماز کو باطل کر دے گا مگر بھول کر کیا تو نہیں۔اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ کلام جس طرح بھی ہو نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔"

(بدایۃ المجتہد، الباب السابع فی معرفۃ التروک، ج1، ص126,127، دارالحدیث، القاہرہ)

احناف کا موقف:

علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی (متوفی743ھ) فرماتے ہیں:

(کلام کرنا نماز کو فاسد کر دے گا) اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بھولنے والے کا اور خطا سے بولنے والے کا کلام نماز کو باطل نہیں کرتا مگر جبکہ وہ کلام طویل ہو جائے اور کلام کی طوالت کو عرف سے جانا جائے گا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ((رفع عن أمتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیہ))(میری امت سے خطا، نسیان اور جس پر وہ مجبور کئے جائیں اٹھا لیا گیا)اور اس حدیث کی بنا پر جو ذی الیدین کی حدیث میں مروی ہے کہ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھول کر سلام پھیرا اور اپنی نماز کا اعادہ نہ فرمایا"اگر بھول کر کلام کرنا مفسد ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اعادہ فرماتے اور اس وجہ سے کہ عملِ قلیل کو معاف رکھا گیا ہے تو اسی طرح کلام قلیل کا معاملہ ہے اور ہمارے نزدیک حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک ہے

کہ انہوں نے فرمایا: ہم نماز میں گفتگو کیا کرتے تھے آدمی اپنے پہلو میں موجود شخص سے نماز میں گفتگو کرتا تھا حتی کہ یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ﴿وقوموا لله قانتين﴾ ترجمۂ کنزالایمان: "اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔" پس ہمیں سکوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إن هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس)) (بے شک اس نماز میں کلام الناس میں سے کچھ بھی درست نہیں ہے۔)

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا: ((إن الله تعالى يحدث من أمره ما يشاء وأنه قد أحدث من أمره أن لا نتكلم في الصلاة)) (ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہے ظاہر فرما دیتا ہے اور بے شک اس نے اپنے حکم سے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ ہم نماز میں کلام نہ کریں) اور اس بنا پر کہ جو شے نماز میں درست نہیں ہے اس کا نماز میں کرنا یہ مفسد نماز ہے عمداً ہو یا بھول کر، تھوڑا ہو یا زیادہ جیسا کہ کھانا اور پینا۔ اور عملِ قلیل کی معافی اس بنا پر ہے کہ اس کی اصل سے احتراز ممکن نہیں ہے کیونکہ زندہ وجود میں ایسی حرکات ہوتی ہیں جو طبعاً نماز سے تو نہیں ہوتیں تو ان کی معافی ہے جب تک کثرت سے نہ ہوں اور ممکن الاحتراز کی حد میں داخل نہ ہو اور اسی بنا پر اس میں عمداً اور نسیان برابر ہیں اور کلام کرنا ایسا نہیں ہے کیونکہ طبعاً اس سے کلام کرنا صادر نہیں ہوتا لہٰذا اس کی معافی نہیں ہے اور اس کو روزے پر قیاس کرنا جائز نہیں کیونکہ نماز کی حالت یاد دلانے والی ہے اس کے تھوڑی دیر کے لئے ایسی مخصوص ہیئت پر ہونے کی وجہ سے جو عادت کے مخالف ہے لہٰذا اس میں نسیان کثیر نہیں ہوگا بخلاف روزے کے۔

اور حدیث اول سے مراد حکم کا اٹھانا ہے کیونکہ خطا اور اس کی ساتھ کی دو باتوں کی ذاتیں مرفوع نہیں ہیں اور اس کا حکم دو قسموں پر ہے ایک جواز اور دنیا میں فساد۔ اور ان دونوں کی بنیاد سبب کے پائے جانے پر ہے اور دوسری ثواب اور عقاب کے حوالے سے ہے اور اس کی بنیاد عزیمت کے وجود پر ہے پس یہ مشترک ہوگئی اور اس کی عمومیت نہیں ہے اور تحقیق آخرت کا حکم ہی مراد ہے پس دوسرا حکم منتفی ہوگیا یا ہم کہیں گے کہ بے شک حکم مقتضی ہے کیونکہ حدیث میں اس میں ذکر نہیں ہے اور اس کے لئے بھی کوئی عموم نہیں ہے اور ذی الیدین کی حدیث منسوخ ہے اس آیت کریمہ کی بنا پر کہ جسے ہم نے تلاوت کیا اور ان روایات کی بنا پر جنہیں ہم نے روایت کیا، کیا تم یہ نہیں دیکھتے انہوں نے عمداً کثیر کلام کیا پس حضرت ذوالیدین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نماز کم کردی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہ مجھے بھول ہوئی ہے نہ نماز میں کمی تو انہوں نے عرض کیا لیکن یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کی جانب متوجہ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ کیا ذوالیدین نے سچ کہا تو ان حضرات نے اشارہ سے اثبات کیا۔" اور ان کے نزدیک کلام کثیر مفسدِ نماز ہے اگرچہ بھول کر ہو اور اسی طرح عامد کا کلام بھی مفسد ہے اگرچہ تھوڑا ہو تو کیونکر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

اور سلام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ من وجہ دعا ہے تو اس کا اعتبار کرتے ہوئے نماز باطل نہیں ہوگی جبکہ بھول کر سلام پھیرا ہو، اور من وجہ کلام ہے تو اس کا اعتبار کرتے ہوئے نماز باطل ہو جائے گی جب کہ وہ عمداً سلام پھیرے دونوں مشابہتوں پر عمل کرتے ہوئے۔ **اگر کہا جائے کہ خطابی کہتے ہیں** کہ اس میں نسخ کا دعوی کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ نماز میں کلام کرنے کی حرمت مکہ میں ہوئی تھی اور حدیث کے راوی حضرت ذوالیدین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما متاخر الاسلام ہیں اور تحقیق انہوں نے اس میں کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو نسخ کا دعوی کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ **تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں** کہ ناسخ آیتِ کریمہ مدنیہ ہے کیونکہ یہ سورۃ البقرۃ میں ہے اور وہ اجماعاً مدنی ہے پس خطابی کے لئے کون سے دلیل ہے کہ نماز میں کلام کرنے کی حرمت مکہ میں تھی اور ان کے اسلام کے مؤخر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت پہلے کی ہو کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ آیت ان کے اسلام کے بعد نازل ہوئی ہو

اور اگر آیتِ کریمہ کا ان کے اسلام پر مقدم ہونا صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ حدیث آیت سے متاخر ہو کیونکہ احتمال ہے کہ انہوں نے اسے غیر سے نقل کیا ہو اور اپنی اس بات کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی'' سے مراد یہ ہو کہ ہمارے ساتھیوں کو نماز پڑھائی تو انہوں نے مضاف کو حذف کر دیا اور مضاف الیہ کو مضاف کے قائم مقام قرار دے دیا اور اس کی مؤید وہ بات ہے کہ جسے زہری نے نقل کیا کہ ذوالیدین بدر میں شہید ہوئے اور یہ خیبر سے بہت زمانہ پہلے کی بات ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا خیبر کے سال تھا اور وہ متاخر الاسلام ہیں اور انہوں نے صرف چار سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی پس علامہ خطابی کا دعوی صحیح نہیں ہے حتی کہ ہر فصل کے حوالے سے صراحۃً بلا احتمال وضاحت ہو جائے مزید یہ کہ ہم نے مدنی آیت کے ذریعے سے نماز میں کلام کرنے کی منسوخیت کو درست قرار دیا اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحبت مکہ میں نہیں پائی اور ان کو صحبت صرف مدینہ میں حاصل ہوئی ہے اور انہوں نے ہی نسخ کو روایت کیا ہے۔ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، ج 1، ص 155، 154، المطبعۃ الکبری الامیریہ، القاہرہ)

باب نمبر 293
مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ التَّوْبَةِ
(نمازِ توبہ کا بیان)

406۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ:حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ الْفَزَارِيِّ، قَالَ : سَمِعْتُ عَلِيًّا، يَقُولُ :إِنِّي كُنْتُ رَجُلًا إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا نَفَعَنِي اللَّهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، وَإِذَا حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ فَإِذَا حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ، وَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ، ثُمَّ يُصَلِّي، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ، ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ :(وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ)، وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَمُعَاذٍ، وَوَاثِلَةَ وَأَبِي الْيَسَرِ وَاسْمُهُ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو،قَالَ ابو عيسى:حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ

حدیث: حضرت سیدنا اسماء بن حکم الفزاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: میں وہ شخص ہوں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کو سنتا تو اللہ عزوجل مجھے اس کے ذریعے جتنا نفع دینا چاہتا عطا فرماتا۔اور جب میں کسی صحابی سے کوئی حدیث سنتا ہوں تو میں ان سے حلف لیتا ہوں تو جب وہ حلف اٹھاتا ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور بے شک مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی بھی شخص گناہ کرتا ہے پھر وہ کھڑا ہوتا ہے پھر طہارت حاصل کر کے نماز پڑھتا ہے پھر اللہ عزوجل سے استغفار کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی ﴿والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔(پارہ4،سورہ ال عمران،آیت135) اور اس باب میں عبداللہ بن مسعود، ابوالدرداء، انس، ابومعاویہ، معاذ، واثلہ اور ابو یسر جن کا نام کعب بن عمرو ہے سے بھی روایات مروی ہیں۔امام

الْمُغِيرَةِ، وَرَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، فَرَفَعُوهُ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ، وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمِسْعَرٌ، فَأَوْقَفَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعَاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مِسْعَرٍ هَذَا الْحَدِيثُ مَرْفُوعًا أَيْضًا

ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے ہم اس حدیث کو عثمان بن مغیرہ کی اسی سند سے جانتے ہیں۔ اوران سے شعبہ اور بہت لوگوں نے روایت کی پس انہوں نے ابوعوانہ کی حدیث کی مثل اسے مرفوع بیان کیا اور اس حدیث کو سفیان ثوری اور مسعر نے بھی روایت کیا لیکن ان حضرات نے اسے موقوفاً روایت کیا اور مرفوعاً روایت نہیں کیا اور تحقیق مسعر سے اس حدیث کو مرفوع بھی روایت کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث 406: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی الاستغفار، حدیث 1521، ج2، ص86، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی ان الصلوۃ کفارۃ، حدیث 1395، ج1، ص446، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: مجھ سے حضرت ابو بکر نے بیان کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا)) یہ ہم عصر لوگوں کی روایت کی قبیل سے ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرنا اور اس کا عکس ،اور امام شافعی رحمہ اللہ کا امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے روایت کرنا۔ ان کی یہ بات کہ "ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا" علامہ ابن حجر اس بارے میں کہتے ہیں: یہ جملہ معترضہ ہے جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جلالتِ شان اور ان کے صدق میں مبالغہ کے پیشِ نظر بیان فرمایا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا۔

میں کہتا ہوں: اور اس میں ایک دوسری وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس بات کا التزام کرتے تھے کہ اسی حدیث کو روایت کریں جو الفاظ کے ساتھ یاد ہو نہ کہ روایت بالمعنی برخلاف دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے۔ اسی بنا پر ان کی روایات کم ہیں جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس خصوصیت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تابع ہیں۔ تو یہ اس کہنے کی وجہ ہے۔ **((حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کوئی بھی شخص جو گناہ کرتا ہے))** یعنی کوئی سا بھی گناہ **((پھر وہ کھڑا ہوتا ہے پس وہ طہارت حاصل کرتا ہے))** یعنی وضو کرتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے۔ اور غسل کرنا افضل ہے اور ٹھنڈے پانی کے ساتھ زیادہ کامل ہے اسی طرح کہا گیا ہے اور شاید اس کا ماخذ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ((اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)) (اے اللہ عزوجل! میری خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال) اور اس میں قلب کو نفسِ امارہ کی حرارت سے ٹھنڈا کرنے کی جانب اشارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

((پھر وہ نماز پڑھے)) اور ابن السنی کی روایت میں ہے کہ دو رکعتیں پڑھے یعنی سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کے ساتھ یا آنے والی آیتِ مبارکہ کے ساتھ اور اس آیت کے ساتھ ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ عزوجل سے بخشش چاہے تو اللہ عزوجل کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ (سورۃ النساء، پارہ 5، آیت 110) **((پھر وہ اللہ عزوجل سے استغفار کرے))** یعنی اس گناہ سے جیسا کہ ابن السنی کی روایت میں ہے اور استغفار سے مراد توبہ پر دوام اور گناہ چھوڑنا اور دوبارہ کبھی بھی اسے نہ کرنے کا عزم ہے اور اگر حقوق ہوں تو ان کا بھی تدارک کرے۔ **((مگر یہ کہ اللہ عزوجل اس کی بخشش فرما دے گا))** اور حصن میں ہے کہ مگر یہ کہ اللہ عزوجل

اس کی بخشش فرمادے گا یعنی اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا بلکہ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کردے گا جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت اور اللہ تعالیٰ کی بخشش کا بہت زیادہ ہونا اس کا شاہد ہے ((پھر آپ نے قراءت فرمائی)) یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات پر استشہاد کرتے اور اسے مضبوط کرتے ہوئے یا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے تصدیق و توفیق چاہتے ہوئے تلاوت فرمایا۔ ﴿والذین إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبهم﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب التطوع، ج3، ص988، دار الفکر، بیروت)

توبہ کے آداب:

اسی حدیث پاک کی شرح میں ملا علی قاری مزید فرماتے ہیں:

"امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تُو توبہ کا ارادہ کرے تو غسل کر اور اپنے کپڑوں کو دھولے اور نماز پڑھ جو اللہ عزوجل نے تیرے مقدر میں لکھی ہے پھر ایسی جگہ جہاں اللہ عزوجل کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو، اپنے چہرے کو زمین پر رکھ دے، پھر اپنے سر پر مٹی ڈال اور اپنے اعضاء میں سے سب سے بہترین عضو چہرے کو بہتے ہوئے آنسوؤں اور غمگین قلب اور بلند آواز کے ساتھ مٹی میں لوٹ پوٹ کرے اور حتی الامکان اپنے گناہوں کو ایک ایک کر کے ذکر کرے اور ان گناہوں پر اپنے گناہگار نفس کو ملامت کرے اور اسے زجر و توبیخ کرے اور یوں کہے کہ اے نفس کیا تجھے حیا نہیں آتی؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تُو توبہ کرے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں رجوع کرے؟ کیا تجھ میں اللہ عزوجل کا عذاب سہنے کی طاقت ہے؟ کیا تیرے پاس اللہ عزوجل کی ناراضگی کو روکنے والی کوئی شے ہے؟ اور روتے ہوئے اس بات کو کثرت سے ذکر کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو ربِ رحیم کی بارگاہ میں بلند کرے اور یوں کہے کہ یاالٰہی تیرے بھاگا ہوا غلام تیرے دروازے پر حاضر ہے، تیرا گناہگار صلح کی جانب لوٹ آیا ہے، تیرا گناہگار تیرے پاس معذرت لے کر حاضر ہے تو اپنے جود و کرم کے طفیل مجھے معاف فرمادے اور اپنے فضل سے مجھے قبول فرمالے اور اپنی رحمت کے ساتھ میرے جانب نظر فرما اور اے اللہ عزوجل میرے سابقہ گناہوں کی بخشش فرما اور بقیہ زندگی مجھے گناہوں سے محفوظ فرما، پس بے شک خیر تمام کی تمام تیرے دستِ قدرت میں ہے اور تو ہم پر مہربانی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب التطوع، ج3، ص990، دار الفکر، بیروت)

اسماء بنت حکم الفزاری سے ایک ہی حدیث مروی ہے

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"((اسماء بنت حکم الفرازی سے مروی ہے)) عراقی کہتے ہیں: ان سے کتب میں صرف یہی حدیث ہے اور میں علی بن ربیعہ کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا جس نے ان سے روایت کیا ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان سے صرف یہی حدیث مروی ہے اور کوئی دوسری حدیث اس کی متابع نہیں ہے۔" (قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص192، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ)

نمازِ توبہ کے بارے میں مذاہبِ اربعہ

احناف اور مالکیہ کے نزدیک نمازِ توبہ مندوب (مستحب) ہے۔

(فتاوی شامی، باب الوتر والنوافل، ج2، ص28، دار الفکر، بیروت ☆ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، ج1، ص314، دار الفکر، بیروت)

شوافع اور حنابلہ کے ہاں صلاۃ التوبہ سنت ہے۔

(اسنی المطالب، فرع وقت الوتر والتراویح، ج1، ص205، دار الکتاب الاسلامی ☆ کشاف القناع، صلاۃ التوبہ، ج1، ص443، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صلاۃ التوبہ کے ثبوت پر سب ہی نے اس باب کی حدیث پاک بیان کی ہے۔

باب نمبر 294

مَا جَاءَ مَتَى يُؤْمَرُ الصَّبِيُّ بِالصَّلَاةِ

(بچے کو کب نماز کا حکم دیا جائے)

407۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو،قَالَ ابو عيسى :حَدِيثُ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ حَدِيثٌ حَسَنٌ ، "وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَقَالَا :مَا تَرَكَ الْغُلَامُ بَعْدَ الْعَشْرِ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُعِيدُ "، " :وَسَبْرَةُ هُوَ ابْنُ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيُّ، وَيُقَالُ :هُوَ ابْنُ عَوْسَجَةَ "

حدیث:حضرت سیدنا سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :بچہ کو سات سال کی عمر میں نماز کی تعلیم دو اور دس سال کی عمر میں مار کر پڑھاؤ۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی روایت مروی ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں :حضرت سبرہ بن معبد الجھنی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔اور اسی پر بعض اہلِ علم کے ہاں عمل ہے اور امام احمد اور امام اسحٰق بھی اس کے قائل ہیں یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: دس سال کے بعد لڑکا جو نماز چھوڑے تو اس کا اعادہ کرے۔اور سبرہ بن معبد الجھنی کو ابن عوسجہ بھی کہا جاتا ہے۔

تخریج حدیث 407:(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ، حدیث 494، ج 1، ص 133، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمد بن اسماعیل عزالدین (متوفی 1182ھ) فرماتے ہیں:

"((سکھاؤ)) یہ اولیاء سے خطاب ہے ((بچے کو)) اور بچی کو ((نماز سات سال کی عمر میں)) جب وہ عمر کے ساتویں سال میں پہنچ جائے اور اس میں اس کا رد ہے کہ جس نے یہ زعم کیا کہ صبی (بچے) کا اطلاق صرف دودھ پینے والے پر ہی ہوتا ہے پھر سات سال تک غلام (لڑکے) کا لفظ استعمال کیا جائے گا...... ((اور دس سال کی عمر میں نہ پڑھنے پر اسے مارو)) مارنے کے حکم سے بعض علما نے یہ اخذ کیا ہے کہ اتنی عمر کے بچے پر نماز واجب ہے کیونکہ سزا ترکِ واجب پر ہی ہوتی ہے اور امام احمد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ اور جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ نماز بالغ ہونے پر ہی واجب ہوتی ہے اور انہوں نے فرمایا: مارنے کا حکم استحباباً ہے۔"

(التنویر شرح الجامع الصغیر، حرف العین المھملہ، ج7، ص264، مکتبہ دار السلام، ریاض)

علامہ عبد الرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"((بچوں کو نماز سکھاؤ جبکہ وہ سات سال کے ہوں)) کیونکہ اس عمر میں بچہ تمیز کر لیتا ہے جیسا کہ غالب ہے اور یہ اس بنا پر کہ جب وہ بالغ ہو تو وہ نماز سے مانوس ہو جائے۔" (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف العین، ج2، ص136، مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض)

علامہ محمد علی بن محمد البکری (متوفی 1057ھ) فرماتے ہیں:

"((بچوں کو سکھاؤ)) اس سے مراد وہ معنی ہے کہ جو بچی کو بھی شامل ہے کیونکہ یہ فعیل بمعنی فاعل ہے اور فعیل جب اس طرح ہو تو اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہوتے ہیں ((نماز سات سال کی عمر میں اور اس بات پر مارو جب وہ دس سال کے ہوں)) اور ولی پر واجب ہے کہ جب بچہ تمیز کرنا شروع کر دے تو بچہ کو وہ باتیں سکھائے کہ جن کا اعتقاد اللہ تعالیٰ کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر تمام رسولوں کے لیے رکھنا واجب ہے، یا جائز ہے یا محال ہے۔ اور یہ بات بتائے کہ تمام انبیاء کی شریعتیں ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شریعت سے منسوخ ہو گئی ہیں، اور ہماری شریعت کبھی منسوخ نہ ہوگی اور بے شک محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی، رسول، عربی ہیں جو مکہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور بچے کو شریعت کے احکامات سکھائے تا کہ یہ اس میں راسخ ہو جائیں کیونکہ چھوٹی عمر میں حاصل کیا گیا علم پتھر پر نقش کی طرح ہوتا ہے۔"

(دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب وجوب امرہ اھلہ، ج3، ص134,133، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"اور حکم رہنمائی اور ادب سکھانے کے لئے ہے اور وجوب کے لئے نہیں ہے کیونکہ بچہ مرفوع القلم ہے لہٰذا وہ اوامر ونواہی کا مکلف نہیں ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کی عمر کو متعین اس لئے فرمایا کیونکہ یہ تمیز کی عمر ہے، کیا یہ نہیں معلوم کہ پرورش کا حکم بچہ کے سات سال کی عمر میں پہنچنے کی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے؟ اور اس وجہ سے کہ عدد مرکب کے عقود کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ دس کا ہے اور سات اس کا اکثر ہے اور دس سال کی عمر میں مارنے کا حکم اس بنا پر دیا گیا ہے کیونکہ اس وقت وہ قریب البلوغ ہو جاتا ہے کیونکہ بلوغ کی کم از کم عمر بچہ کے حق میں بارہ سال ہے اور یہ امر تادیب وارشاد کے لئے ہے تا کہ وہ مسلمانوں کے اخلاق سے مزین ہو اور عبادات قائم کرنے کا عادی بنے۔

اور علامہ خطابی کہتے ہیں: اور یہ حدیث اس کے لئے سخت سزا ہونے پر دلالت کرتی ہے جب کہ وہ نماز کو بلوغت کے بعد جان بوجھ کر چھوڑے۔ اور بعض اصحاب شافعی رحمہم اللہ اس سے اس شخص کے قتل کے وجوب پر استدلال کرتے ہیں جو بلوغت کے بعد جان بوجھ کر نماز کو ترک کرے اور وہ کہتے ہیں جب بچہ غیر بالغ ہونے کی صورت میں مار کا مستحق ہے تو سمجھ آتا ہے کہ وہ بلوغت کے بعد ایسی سزا کا مستحق ہو جو مارنے سے زیادہ سخت ہو اور علما کے قول کے مطابق مارنے کے بعد قتل سے زیادہ سخت کوئی شے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ بلوغت سے پہلے اس پر مارنا واجب تھا حتی کہ وہ مارنے سے زیادہ عقوبت کا مستحق قرار پائے اور وہ بلوغت کے بعد قتل کرنا ہے اور ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ قتل کرنا گناہ کی وجہ سے واجب ہو حدیث مشہور کی وجہ سے: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ قتال کروں حتی کہ وہ "لا الہ الا اللہ" کہیں۔" اور اسی طرح مارنا بھی متفاوت ہے پس بلوغت کے بعد اسے ایسی ضرب شدید ماری جائے حتی کہ اس سے خون نکل آئے اور اسے قید رکھا جائے جیسا کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے تو یہ محض مارنے سے زیادہ شدید ہے۔

تو یہ قائل کیونکر کہہ سکتا ہے کہ "اور مارنے کے بعد قتل سے زیادہ شدید کچھ نہیں ہے"؟ اور اسی طرح بلوغت سے پہلے مارنا ادب سکھانے کے طور پر ہے اور اس کے بعد زجر و تعزیر کے طور پر ہے تو یہ ضرب اول سے زیادہ شدید ہے، کاش میں اس بات کو سمجھ سکوں کہ وہ شخص جو اس کمزور دلیل سے استدلال کرتا ہے تو وہ اس حدیث کے پیش نظر چھوٹے بچے کے اسلام کو کس طرح صحیح قرار نہیں دے گا کیونکہ جب اسے سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا جاتا ہے اور دس سال عمر میں مارا جاتا ہے تو اس کا اسلام کیونکر صحیح نہیں ہوگا وہ جو کہ تمام عبادات کی اصل ہے اور نماز وغیرہ اس کے بغیر قبول نہیں ہوتی مزید یہ کہ بچے کو بہت سے امور (مثلاً) استنجاء، طہارت، وقت کی معرفت اور اس کے علاوہ نماز کی شرائط اور ارکان کی جانب حاجت ہوتی ہے بخلاف اسلام کے کہ وہ محض قول کا نام ہے۔ تو اسے سمجھو۔" (شرح ابی داؤد للعینی، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، ج2، ص414،415، مکتبۃ الرشد، ریاض)

نماز کا حکم کرنے اور نہ پڑھنے پر سزا دینے کی عمر، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

"(اگرچہ ولی پر واجب کہ وہ دس سال کی عمر میں بچے کو نماز نہ پڑھنے پر ہاتھ سے مارے نہ کہ ڈنڈے کے ساتھ) اس حدیث کی بناپر، ارشاد فرمایا: ((مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر)) (اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں مار کر پڑھاؤ)۔" (درمختار، کتاب الصلاۃ، ج1، ص352، دار الفکر، بیروت)

اس کے تحت علامہ امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

"(اگرچہ ولی پر واجب ہے) یہ مبالغہ ہے اس قول "ہر مکلف" کے مفہوم پر گویا کہ انہوں فرمایا کہ غیر مکلف پر نماز فرض نہیں ہے اگرچہ ولی پر واجب ہے کہ وہ دس سال کی عمر میں بچے کو مارے اور یہ اس وجہ سے تاکہ وہ فعل نماز اس کے اخلاق کا حصہ بنے اور اسے اس کی عادت ہو نہ کہ اس کے فرض ہونے کی بنا پر۔ اور حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دینا واجب ہے جیسا کہ دس برس کی عمر میں مارنا واجب ہے، اور اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ وجوب اپنے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ہے نہ کہ بمعنی فرض کیونکہ حدیث پاک ظنی ہے پس اسے سمجھو۔ (ماتن کا قول کہ ہاتھ کے ساتھ) اور تین ضربوں سے تجاوز نہ کرے، اسی طرح معلم کے لئے تین سے زیادہ ضربوں کی اجازت نہیں ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک معلم مرداس سے فرمایا: ((إياك أن تضرب فوق الثلاث فإنك إذا ضربت فوق الثلاث اقتص الله منك)) (تین سے زیادہ ضرب لگانے سے بچو، پس بے شک جب تو تین سے اوپر ضربیں لگائے گا تو اللہ عزوجل تجھ سے بدلہ لے گا) اس روایت کو اسماعیل نے استروشنی کی احکام الصغار کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ نماز کے علاوہ بھی عصا سے نہیں مارا جائے گا۔" (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، ج1، ص352، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"(اور لڑکے کی عمر جب دس سال ہو جائے تو اسے نماز وطہارت کے حوالے سے تادیب کی جائے گی) تادیب کا معنی مارنا، دھمکانا، عتاب کرنا ہے۔ قاضی کہتے ہیں: بچے کے ولی پر واجب ہے کہ وہ اسے طہارت، نماز سکھائے جب وہ سات سال کو پہنچ جائے اور اسے نماز کا حکم دے اور اس پر لازم ہے جب وہ دس سال کا ہو جائے تو اسے نماز پر تادیب کرے۔ اور اس بارے

میں اصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ)) (بچے کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال پر مار کر نماز پڑھاؤ) اس حدیث پاک کو اثرم، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور فرمایا: یہ حدیث حسن ہے اور یہ ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں اور ان کے علاوہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ)) (بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور انہیں دس سال کی عمر میں مارو اور ان کے بستر الگ کردو۔)

اور یہ حکم اور تادیب بچے کے حق میں اس کو نماز کا عادی بنانے کے لئے مشروع ہیں تا کہ اسے نماز سے الفت پیدا ہو اور اس کی عادت ہو، تا کہ بالغ ہو کر اسے ترک نہ کرے اور نماز ظاہرِ مذہب میں اس پر واجب نہیں ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے بعض نے کہا: اس پر اس حدیث کی بنا پر نماز واجب ہے کیونکہ عقوبت مشروع نہیں مگر ترکِ واجب کی بنا پر کیونکہ واجب کی تعریف یہ ہے کہ جس کے ترک پر سزا دی جائے اور اس بنا پر کہ امام احمد رحمہ اللہ سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کے حوالے سے مروی ہے کہ جب وہ نماز کو ترک کرے تو وہ قضا کرے۔

اور ہوسکتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس بات کا احتیاطاً حکم دیا ہو کیونکہ بے شک حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے: ((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ: عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَبْلُغَ)) (تین لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے بچے سے حتی کہ بالغ ہو جائے) اور اس وجہ سے کہ وہ صبی (بچہ) ہے تو اس پر نماز واجب نہیں ہے جیسا کہ صغیر (چھوٹے بچے) پر واجب نہیں اور اس کی پختگی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بچہ اس عمر میں اپنی فطرت اور عقل کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ اور اس کے لئے ایک ایسے ضابطہ کا ہونا ضروری ہے کہ جو اس حد کو مقرر کرے کہ جس میں اس کی عقل اور فطرت کامل ہو جاتی ہے پس بے شک اس میں تھوڑا تھوڑا ابتدریج اضافہ ہو جاتا ہے تو وہ خود سے اس بات کو نہیں جانتا لہٰذا بلوغ اس کے لئے ضابطہ ہے اور اسی بنا پر حدود واجب ہوتی ہیں اور ذمی سے جزیہ اس وقت لیا جاتا ہے جب وہ بالغ ہو جائے اور اکثر احکامِ تکلیف بلوغت سے ہی متعلق ہیں تو اسی طرح نماز کا معاملہ ہے اور اس بارے میں امام احمد رحمہ اللہ کے قول کو اس کے بالغ ہونے کے خوف کی وجہ سے احتیاط پر محمول کیا جائے گا اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے چودہ سال کی قید لگائی اور اگر ان کی مراد وہ ہوتی جو دیگر حضرات کہتے ہیں تو وہ اس حکم کو چودہ سال سے مختص نہ کرتے اور اس مقام پر تادیب اسے نماز کی مشق کروانے اور عادت ڈالنے کے لئے ہے جیسا کہ خط، قرآن، پیشہ اور اس کی مثل چیزوں کے سیکھنے پر مارا جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نماز عاقل بچہ سے درست ہوتی ہے اور ہماری ذکر کردہ گفتگو میں مذکر و مؤنث کا فرق نہیں ہے۔" (المغنی لابن قدامہ، باب امر الغلام علی الطہارۃ والصلاۃ اذا تمت لہ عشر سنین، ج 1، ص 440،441، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"اور سوائے بچہ کے جس پر نماز واجب نہیں اسے نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا، پس بچے کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا جاتا ہے اور ترک نماز پر دس سال کی عمر میں مارا جائے گا اس حدیث کی بنا پر جو سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: بچے کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو۔"

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، ج1، ص100، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو عبد اللہ رُعینی مالکی (متوفی 954ھ) فرماتے ہیں:

"(اور بچے کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا جائے گا اور دس سال کی عمر میں مارا جائے گا) یعنی بچہ کو نماز کا حکم دیا جائے گا جب وہ سات سال کو پہنچ جائے اور اس کے ترک پر مارا جائے گا جب وہ دس سال کو پہنچ جائے اور اس بارے میں اصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ((مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ)) (سات سال کی عمر میں اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں مار کر پڑھاؤ اور ان کے بستر علیحدہ کر دو) اس حدیث پاک کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ "بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں مار کر پڑھاؤ۔"

(مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، ج1، ص412، دار الفکر بیروت)

باب نمبر 295

مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُحْدِثُ فِي التَّشَهُّدِ

(تشہد میں حدث کا لاحق ہونا)

408- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ رَافِعٍ، وَبَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ، أَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَحْدَثَ -يَعْنِي الرَّجُلَ- وَقَدْ جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلَاتُهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ، وَقَدِ اضْطَرَبُوا فِي إِسْنَادِهِ وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا قَالُوا: إِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَأَحْدَثَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ "وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا أَحْدَثَ قَبْلَ أَنْ يَتَشَهَّدَ وَقَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ"، وَقَالَ أَحْمَدُ: إِذَا لَمْ يَتَشَهَّدْ وَسَلَّمَ أَجْزَأَهُ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ وَالتَّشَهُّدُ أَهْوَنُ، قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اثْنَتَيْنِ فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ، وَلَمْ يَتَشَهَّدْ، وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: إِذَا تَشَهَّدَ وَلَمْ يُسَلِّمْ أَجْزَأَهُ، وَاحْتَجَّ

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد نے فرمایا: جب کسی شخص کو نماز میں سلام سے پہلے حدث ہو تو اس کی نماز جائز ہو گئی۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور تحقیق محدثین نے اس حدیث میں اضطراب کا ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور بعض اہلِ علم اسی بات کے قائل ہیں، وہ فرماتے ہیں: جب وہ تشہد کی مقدار بیٹھے اور سلام سے پہلے اسے حدث ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔ اور بعض اہلِ علم فرماتے ہیں: جب تشہد سے اور سلام سے پہلے حدث ہو جائے تو نماز کا اعادہ کرے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اس نے تشہد نہ پڑھا اور سلام پھیر دیا تو اسے کفایت کرے گا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر "اور نماز سے نکلنا سلام کے ذریعے سے ہے۔" اور تشہد کا درجہ کم ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز کو جاری رکھا اور تشہد نہ پڑھا۔ اور اسحٰق بن ابراہیم فرماتے ہیں: "جب وہ تشہد پڑھ لے اور سلام نہ پھیرے تو اسے کفایت کرے گا۔" اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن

بِحَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ حِينَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ، فَقَالَ :إِذَا فَرَغْتَ مِنْ هَذَا فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ ، :وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ، هُوَ الْإِفْرِيقِيُّ، وَقَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ

تخریج حدیث408:

مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد سکھایا تو ارشاد فرمایا: ”جب تو اس سے فارغ ہو جائے تو تحقیق تو نے اس کو مکمل کر لیا جو تجھ پر لازم تھا۔“ اور عبدالرحمٰن بن زیاد وہ افریقی ہیں اور تحقیق بعض اہلِ علم نے ان کی تضعیف کی ،ان میں یحییٰ بن سعید القطان اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((جب تم میں کسی کو حدث ہو)) یعنی جان بوجھ کر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور مطلقاً صاحبین کے نزدیک اس پر بنا کرتے ہوئے کہ خروج بصنعہ (اپنے کسی فعل کے ذریعے نماز سے نکلنا) امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فرض ہے برخلاف صاحبین کے۔((اور وہ نماز کے آخر میں بیٹھ چکا ہو)) تشہد کی مقدار ((سلام پھیرنے سے پہلے تو اس کی نماز جائز ہو جائے گی)) امام اعظم اور آپ کے اصحاب کے نزدیک برخلاف امام شافعی کے کیونکہ سلام پھیرنا ان کے ہاں فرض ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ الخ، ج2، ص795، دارالفکر، بیروت)

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور اسی حدیث پاک سے ہمارے اصحاب نے استدلال کیا کہ تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد جب نمازی کو حدث لاحق ہو جائے تو یہ اس کی نماز میں ضرر نہیں دے گا پس وہ کھڑا ہو اور وضو کرے اور سلام پھیر دے کیونکہ اس پر صرف سلام کرنا ہی باقی ہے پس وہ اسے بجالائے اور اگر وہ جان بوجھ کر اس حالت میں حدث لاحق کرے یا گفتگو کرے یا نماز کے منافی کوئی عمل کرے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی کیونکہ نماز کے ارکان میں سے اس پر کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اور تیمم کرنے والا پانی کو دیکھے یا مسح کرنے والے کی مدت مکمل ہوگئی ہو یا اس نے اپنے دونوں موزوں کو عملِ یسیر سے اتار دیا ہو یا وہ اَن پڑھ ہو تو اس نے کوئی سورت سیکھ لی ہو یا برہنہ نماز پڑھنے والا کپڑے کو پائے یا اشارہ کرنے والا رکوع وسجود پر قادر ہو جائے یا اسے اس سے پہلے فوت شدہ نماز یاد آجائے یا قاری اس حالت میں ان پڑھ کو خلیفہ بنادے یا فجر میں سورج طلوع ہو جائے یا جمعہ میں عصر کا وقت داخل ہو جائے یا اس نے پٹی پر مسح کیا تھا تو وہ صحت حاصل ہونے سے گر گئی یا وہ صاحبِ عذر تھا اور اس کا عذر ختم ہو گیا جیسا کہ مستحاضہ اور جو اس کی طرح ہو تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس حدیث کی بنا پر ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان تمام صورتوں میں نماز باطل ہو جائے گی اور یہ اس وجہ سے کہ اپنے کسی فعل کے ذریعے نماز سے نکلنا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فرض ہے اور ان تمام صورتوں میں وہ نہ پایا گیا۔ اور انہوں نے اس بات کی تفسیر بیان کی بایں طور کہ وہ اپنی نماز پر بنا کرے چاہے فرض ہو یا نفل ہو، یا وہ قہقہہ لگا کر ہنسے یا وہ عمداً حدث کرے یا کلام کرے یا وہ چلا جائے یا وہ سلام کرے اور یہاں ایک بڑی بحث ہے اور اس کا محل کتبِ فروع ہے۔" (شرح ابی داؤد للعینی، باب الامام یحدث بعد مایرفع الخ، ج3، ص138، 137، مکتبۃ الرشد، ریاض)

حدیث الباب کی تضعیف کا جواب:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور وہ اس کی سند میں اضطراب ہیں اور دارقطنی اور پھر بیہقی نے اپنی اپنی سنن میں اسے روایت کیا۔ دارقطنی کہتے ہیں: عبدالرحمٰن بن زیاد ضعیف ہے اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ اور بیہقی کہتے ہیں: اور اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن زیاد الافریقی کے ذریعے سے پہچانا جاتا ہے اور یحییٰ بن معین اور یحییٰ بن سعید القطان اور احمد بن حنبل اور عبدالرحمٰن بن مھدی رحمہم اللہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ فرمایا: اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو یہ سلام کے فرض ہونے سے پہلے کی ہے۔ اور خطابی کہتے ہیں: حدیث ضعیف ہے اور بے شک لوگوں نے اس کے بعض ناقلین میں کلام کیا ہے اور اس کے معارض وہ احادیث ہیں کہ جن میں تشہد اور سلام کا ایجاب موجود ہے اور میں کسی ایسے فقیہ کو نہیں جانتا جس نے اس کے ظاہر کا قول کیا ہو کیونکہ اصحاب رائے نفس قعود سے نماز کے تمام ہونے کی رائے نہیں رکھتے حتی کہ وہ تشہد کی مقدار ہو جیسا کہ اس بات کو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور پھر انہوں نے اس بارے میں اپنے قول کی رعایت نہیں کی کیونکہ انہوں نے کہا: جب سورج طلوع ہو جائے یا تیمم والا پانی کو دیکھ لے اور وہ سلام سے پہلے تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تھا تو تحقیق اس کی نماز باطل ہو گئی اور ان حضرات نے اس شخص کے بارے میں کہا کہ جس نے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد قہقہہ لگایا کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا مگر یہ کہ وہ نماز میں ہو اور ان اقوال کے اختلاف اور ان کی حدیث کے مخالفت کرنے کا معاملہ واضح ہے۔ علامہ خطابی کا کلام ختم ہوا۔

میں (علامہ عینی) کہتا ہوں کہ یہ حدیث ان پر حجت ہے تو اسی بنا پر وہ اس کے لئے ضعف کی زیادتی کو ثابت کرتے ہیں اگرچہ عبدالرحمٰن بن زیاد کی بعض نے تضعیف کی ہے تو دوسرے حضرات نے ان کو سچا بھی جانا ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں: میں نے احمد بن صالح سے کہا کہ کیا افریقی کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے کہا: کیا وہ صحیح الکتاب ہیں؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں۔ اور احمد بن محمد بن حجاج بن رشد نے احمد بن صالح سے نقل کیا، فرمایا: جو ابن انعام کے متعلق گفتگو کرے تو وہ مقبول نہیں ہے، ابن انعام ثقات میں سے ہے۔ اور عباس بن محمد کہتے ہیں: میں نے ابن معین کو کہتے سنا کہ "ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" اور اسحٰق بن راھویہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو فرماتے ہوئے سنا: وہ ثقہ ہیں۔ اور امام بخاری کہتے ہیں: اس سے ثوری نے روایت کیا۔ اور ابو عبدالرحمٰن نے کہا: ان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اور احمد کہتے ہیں: میں نے محمد بن اسماعیل کو دیکھا کہ وہ ان کے معاملہ کو تقویت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: یہ مقارب

الحدیث ہیں....

(۱) اور اس حدیث کو اسحق بن راھویہ نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے کہ ہمیں جعفر بن عون نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمٰن بن رافع اور بکر بن سوادہ نے خبر دی وہ دونوں حضرات کہتے ہیں: ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً سنا پس انہوں نے اسے ذکر کیا۔

(۲) اور اسی طرح امام طحاوی رحمہ اللہ نے بسندِ سنن اسے روایت کیا اور ان کے لفظ یہ ہیں فرمایا: جب امام نماز پڑھے اور وہ قعدہ کرے تو اسے حدث لاحق ہو یا ان میں سے کوئی ایک کہ جنہوں نے امام کے ساتھ نماز مکمل کی امام کے سلام سے پھیرنے سے پہلے تو تحقیق اس کی نماز مکمل ہوگئی پس وہ اس کا اعادہ نہ کرے۔

(۳) اور اس کی مؤید وہ حدیث ہے کہ جسے ابونعیم نے اپنی کتاب "حلیہ" میں عمر بن ابوذر کے حالات میں بیان کیا ہے کہ ہم سے محمد بن مظفر نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے صالح بن احمد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے یحیی بن مخلد المقسمی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن الحسن ابومسعود الزجاج نے عمر بن ذر سے، انہوں نے عطا سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ "بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد سے فارغ ہوئے تو ہماری جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ((مَنْ أحدَثَ بعد ما فرغ من التشهد فقد تمت صلاته)) (ترجمہ: جسے تشہد سے فارغ ہونے کے بعد حدث لاحق ہوا تو اس کی نماز ہوگئی)

(۴) اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ ہم سے ابومعاویہ نے حجاج سے انہوں نے ابواسحق سے، انہوں نے حارث سے، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: ((إذا جلس الإمام في الرابعة ثم أحدث فقد تمت صلاته فليقم حيث شاء)) (ترجمہ: جب امام چوتھی رکعت میں بیٹھے پھر اسے حدث لاحق ہو تو تحقیق اس کی نماز ہوگئی پس وہ جہاں چاہے کھڑا ہو)

(۵) اور بیہقی نے ابواسحق سے وہ عاصم بن ضمرہ سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی پس انہوں نے اس حدیث پاک کو ذکر کیا، اس میں تشہد کی مقدار کے الفاظ وارد ہیں۔

(۶) اور اسی طرح ابن ابی شیبہ نے حسن سے، وہ ابن مسیب سے، وہ عطا سے اور ابراہیم نخعی سے اس کی مثل روایت کی۔

اور بیہقی کا قول کہ اگر وہ صحیح ہو بھی تو یہ حکم سلام کی فرضیت سے پہلے کا ہے" تو یہ غیر مسلم ہے کیونکہ یہ محض دعوی ہے اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ سلام پھیرنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر فرض ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

فرمان سے اس کی فرضیت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ "اور نماز سے نکلنا سلام پھیرنے کے ذریعے سے ہے۔" کیونکہ اس میں سلام کے علاوہ نماز سے نکلنے کی نفی نہیں ہے مگر سلام کے واجب ہونے کی بنا پر اسے خاص کیا اور اسی تقریر کے ذریعے خطابی کے اس قول کا بھی رد کیا جاسکتا ہے "اور احادیث اس کے معارض ہیں" الی اخرہ۔

اور خطابی کا یہ قول کہ "میں فقہا میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ جنھوں اس حدیث کے ظاہر کا قول کیا ہو" صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمارے علما خصوصاً امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اس بات کے قائل ہیں۔ اور حدیث میں "قعد" سے نفس قعود مراد نہیں ہے بلکہ تشہد کی مقدار بیٹھنا مراد ہے جیسا کہ عمر بن ذر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ اور ان کا قول بھی درست نہیں کہ "ان حضرات کا فرمان ہے جب سورج طلوع ہو جائے الی اخرہ" یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں نماز کا بطلان امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس بنا پر ہے کہ نمازی کا اپنے فعل سے نماز سے نکلنا فرض ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حدیث مذکور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہر حال امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تو یہ حضرات اس حدیث کی بنا پر ان صورتوں میں نماز کے بطلان کا قول نہیں کرتے جیسا کہ ہم نے اس بات کو مفصلاً ذکر کیا اور خطابی کا کلام کیونکر درست ہوسکتا ہے یا وہ کیونکر اس حدیث کی تضعیف کے لئے حجت ہوسکتا ہے۔ (شرح ابی داؤد للعینی، باب الامام یحدث بعد ما یرفع، ج3، ص138 تا 140، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"حدیث میں صراحتاً یہ بات ہے کہ "جب تم میں کسی کو حدث ہو اور سلام سے پہلے وہ اپنی نماز کے آخر میں بیٹھا ہو تو تحقیق اس کی نماز جائز ہے" اور ایک دوسری حدیث میں ہے: "جب وہ تشہد کی مقدار بیٹھے پھر اسے حدث ہو پس تحقیق اس کی نماز مکمل ہوگئی۔" اور اس کے دیگر طرق بھی ہیں جنہیں امام طحاوی وغیرہ نے ذکر کیا، وہ حسن کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس کی اصل کی قوت پر مجتہد کا اس کے ساتھ تعلق ہونا بھی دلالت کرتا ہے اور اس کے بعد ضعف طاری کا ہونا ضرر نہیں دیتا پس ابن حجر کا قول کہ "وہ دونوں احادیث باتفاق حفاظ ضعیف ہیں" یہ ان کا محض دعویٰ بلا دلیل کے ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الدعاء فی التشہد، ج2، ص754، دار الفکر، بیروت)

ایک اور مقام پر اسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"((اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے، اس کی سند مضطرب ہے)) ابن الصلاح کہتے ہیں: مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف متفاوت صورتوں پر روایت کی جاتی ہے اور اضطراب کبھی سند میں ہوتا ہے، کبھی متن میں، کبھی ایک راوی میں، کبھی راویوں میں۔

اور مضطرب حدیث ضعیف ہے کیونکہ یہ اس بات کا شعور دیتی ہے کہ اس میں ضبط نہیں ہے، اس بات کو علامہ طیبی نے

ذکر کیا۔ میں (علامہ علی قاری) کہتا ہوں: اس حدیث کے متعدد طرق ہیں جسے امام طحاوی نے ذکر کیا اور حدیث کے طرق کا تعدد اسے حسن کے درجے تک پہنچا دیتا ہے۔

اور ابن ہمام کہتے ہیں: اور جو حدیث کے متعلق یہ کہتا ہے کہ صحیح نہیں ہے اس کا کہنا اگر تسلیم کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ حجت ہونا دلیل کی صحت پر موقوف نہیں ہے بلکہ حسن کافی ہے، پس مجتہد حدیث کی صحت کے اختلاف جانتا ہے اور اس کی رائے پر اس کا صحیح ہونا غالب ہے تو وہ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے صحیح ہے کیونکہ اس میں محض اختلاف کا ہونا یہ اس کی ترجیح اور ثبوتِ صحت کے مانع نہیں ہے، اھ۔ پس اسے یاد رکھو تو یہ تمہیں کثیر نفع دے گا"

(مرقاۃ المفاتیح، باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ وما یباح، ج2، ص795، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 296

مَا جَاءَ إِذَا كَانَ الْمَطَرُ فَالصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ

بارش کے وقت خیموں میں نماز پڑھنا

409- حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَصَابَنَا مَطَرٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ فَلْيُصَلِّ فِي رَحْلِهِ، وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَسَمُرَةَ، وَأَبِي المَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ ابو عيسىٰ: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَخَّصَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُعُودِ عَنِ الْجَمَاعَةِ وَالْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ وَالطِّينِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، قَالَ ابو عيسىٰ: سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ، يَقُولُ: رَوَى عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ حَدِيثًا، وقَالَ أَبُو زُرْعَةَ: "لَمْ نَرَ بِالبَصْرَةِ أَحْفَظَ مِنْ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ: عَلِيِّ بْنِ المَدِينِيِّ، وَابْنِ الشَّاذَكُونِيِّ، وَعَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ، وَأَبُو المَلِيحِ اسْمُهُ عَامِرٌ، وَيُقَالُ: زَيْدُ بْنُ أُسَامَةَ بْنِ عُمَيْرٍ الهُذَلِيُّ"

حدیث: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے پس ہم پر بارش برسنا شروع ہوگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چاہے وہ اپنے خیمہ میں نماز پڑھ لے۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سمرہ، ابوالملیح کی اپنے والد سے اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق بعض اہلِ علم نے بارش اور مٹی ہونے کی صورت میں جمعہ اور جماعت چھوڑنے کی اجازت دی ہے اور امام احمد اور امام اسحٰق رحمہما اللہ اسی کے قائل ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابوزرعہ کو فرماتے ہوئے سنا: عفان بن مسلم نے عمرو بن علی سے حدیث روایت کی اور ابوزرعہ فرماتے ہیں: ہم نے بصرہ میں ان تین حضرات 1۔علی بن مدینی 2۔ابن شاذکونی 3۔عمرو بن علی سے زیادہ کسی کو قوتِ حافظہ والا نہیں دیکھا۔ اور ابوالملیح کا نام عامر ہے اور ان کو زید بن اسامہ بن عمیر الھذلی کہا جاتا ہے۔

تخریج حدیث 409: (صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وموضعھا، باب الصلوۃ فی الرحال فی المطر، حدیث 698، ج 1، ص 484، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب التخلف عن الجماعۃ، حدیث 1065، ج 1، ص 279، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"یہ حدیث بارش وغیرہ اعذار کی صورت میں جماعت کے حکم میں تخفیف پر دلیل ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب الصلاۃ فی الرحال فی المطر، ج5، ص207، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی 449ھ) فرماتے ہیں:

"علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ شدید بارش، اندھیرا، آندھی اور اس کی مثل اعذار کے پائے جانے کی صورت میں جماعت سے پیچھے رہ جانا ان احادیث کی بنا پر مباح ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں ایسی جگہ نماز پڑھیں کہ جسے وہ جائے نماز بنالیں جب بارش اور سیلاب ہوا کرے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمادیا۔"

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب الرخصۃ فی المطر الخ، ج2، ص291، مکتبۃ الرشد، ریاض)

جماعت چھوڑنے کے اعذار

عندالاحناف:

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

(1) مریض جسے مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔ (2) اپاہج۔ (3) جس کا پاؤں کٹ گیا ہو۔ (4) جس پر فالج گرا ہو۔ (5) اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہے۔ (6) اندھا اگرچہ اندھے کے لیے کوئی ایسا ہو جو ہاتھ پکڑ کر مسجد تک پہنچا دے۔ (7) سخت بارش اور (8) شدید کیچڑ کا حائل ہونا۔ (9) سخت سردی۔ (10) سخت تاریکی۔ (11) آندھی۔ (12) مال یا کھانے کے تلف ہونے کا اندیشہ۔ (13) قرض خواہ کا خوف ہے اور یہ تنگ دست ہے۔ (14) ظالم کا خوف۔ (15) پاخانہ۔ (16) پیشاب۔ (17) ریاح کی حاجت شدید ہے۔ (18) کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہو۔ (19) ارادہ سفر ہو، جماعت نماز کھڑی ہوگئی ہو اور قافلہ (یا گاڑی وغیرہ کے) چلے جانے کا اندیشہ ہے، جبکہ نفس سفر عذر نہیں جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (20) مریض کی تیمارداری کہ جماعت کے لیے جانے سے اس کو تکلیف ہوگی اور گھبرائے گا، یہ سب ترک جماعت کے لیے عذر

ہیں۔ (درمختار ورد المحتار ملخصا، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج1، ص555,556، دار الفکر، بیروت)

عند الحنابلہ:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"اور مریض جماعت اور جمعہ سے معذور ہے اور وہ جسے دو خبیث چیزوں (بول و براز) میں سے ایک کی شدت ہو یا کھانا حاضر ہو اور اسے کھانے کی جانب محتاجی ہو یا جسے اپنے مال کے ضائع ہونے یا اس کے فوت ہونے یا اس میں ضرر کا اندیشہ ہو یا اپنے کسی قریبی کی موت کا خوف ہو یا اپنے آپ پر ضرر یا سلطان کا خوف ہو یا قرض خواہ کے مطالبہ کا خوف ہو اور اس کے پاس کچھ نہ ہو یا اپنے ساتھیوں کے جدا ہونے کا خوف ہو یا نیند کا غلبہ ہو یا بارش یا کیچڑ ہو یا ٹھنڈی اور اندھیری رات میں سخت آندھی ہو۔" (المقنع مع المبدع، الاعذار فی التخلف عن الجمعۃ والجماعۃ، ج2، ص103، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عند الشوافع:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

"اور اعذار کی بنا پر جماعت کا ترک کرنا جائز ہے اور اعذار کی دو قسمیں ہیں: عامہ اور خاصہ۔ پس عام اعذار جیسا کہ بارش اور اس کے ہم معنی دوسرے اعذار کا ہونا اور بعض مصنفین نے کیچڑ کے بارے میں خلاف ذکر کیا ہے کیونکہ اس میں استعداد باقی رہتی ہے اور اظہر یہی ہے کہ یہ بھی عذر ہے کیونکہ کیچڑ میں چلنے میں واضح تکلیف موجود ہے اور یہ اختلاف اس وقت ہے جب بہت زیادہ نہ ہو اور سخت آندھی بھی رات کے وقت عذر ہے۔ اور خاص اعذار جیسا کہ مرض کا ہونا اور کسی ایسے مریض کی تیمارداری کرنا جسے کسی انسان کی ضرورت ہو اور اس کے ترک میں اس کو ضرر پہنچا ہو۔ اور انہیں اعذار میں سے انسان کا کسی مال پر قیام ہے کہ اگر اسے چھوڑا جائے تو وہ ضائع ہو جائے گا یا اسے چھوڑنے میں اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔ اور بعض ائمہ نے اعذار میں سے اس بات کو بھی ذکر کیا کہ وہ تنگدست مقروض ہو اور دائن اس کی تصدیق نہیں کرے گا پس وہ اسے قید کروا دے گا تو اسے جماعت سے پیچھے رہنے کی اجازت ہے اور انہیں اعذار میں سے یہ ہے کہ اس پر قصاص لازم ہو چکا ہو اور اگر اس کا مستحق اس پر قابو پا لیتا ہے تو وہ اسے قتل کر دے گا اور اگر وہ روپوش رہے تو اس کا غم ختم ہونے کی صورت میں اس کی جانب سے معافی کی امید ہے پس تحقیق امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بنا پر جماعت سے پیچھے رہ جانے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔"

(نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب، باب فضل الجماعۃ والعذر بترکہا، ج2، ص367,368، مطبوعہ دار المنہاج)

عند المالکیہ:

علامہ محمد بن عبداللہ الخرشی مالکی (متوفی 1101ھ) فرماتے ہیں:

"(جمعہ اور جماعت کے ترک کا عذر کیچڑ کا ہونا، بارش کا ہونا، جذام کا ہونا، مرض کا ہونا، تیمارداری کرنا، کسی قریبی کا قریب الموت ہونا وغیرہ) اور مطلب یہ ہے کہ جمعہ اور پانچوں نمازوں میں جماعت کے ترک کو جائز کرنے والے اعذار میں سے شدید کیچڑ کا ہونا اور وہ گیلی مٹی کو کہتے ہیں اور بالفاظِ دیگر وہ کہ جو لوگوں کو جوتے اتارنے پر ابھارے۔ اور انہیں اعذار میں سے شدید بارش کا ہونا ہے اور اس سے مراد وہ ہے کہ جو لوگوں کو اپنے سروں کو ڈھانپنے پر ابھارے۔ اور انہیں اعذار میں سے شدید جذام کا ہونا یوں کہ اس کی بدبو لوگوں کو ضرر دے تاکہ اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو..... اور جذام کی مثل برص جس کی بدبو ضرر دیتی ہے۔

اور انہی اعذار میں سے ایسے شدید مرض کا ہونا کہ اس کی وجہ سے جماعت سے ادائیگی باعثِ مشقت ہو اور اسی کی مثل عمر کا زیادہ ہونا اور انہیں اعذار میں سے تیمارداری کرنا اس کے لئے کہ جس پر موت کا خوف ہو اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو لیکن خاص قریبی کی عیادت کرنا اگرچہ اس پر موت کا خوف نہ ہو اور نہ اس کی تیمارداری ترک کرنے سے ضائع ہونے کا خوف ہو اور بہرحال قریب غیرِ خاص تو ابن حاجب کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس کا حکم بھی اسی طرح ہے اور ابن عربی کا کلام اس بات کا افادہ کرتا ہے کہ بے شک اس کی تیمارداری کرنا اجنبی کی تیمارداری کرنے کی طرح ہے اور ''شامل'' کے کلام کا ظاہر ہے کہ بے شک وہ تیمارداری جو جماعت کو ساقط کرنے والی ہے وہ ہے کہ جس کے ذریعے سے مریض کی ہلاکت کا حصول ہو اگرچہ وہ خاص قریبی ہو اور یہ ابن عرفہ اور ابن حاجب کے کلام کے افادہ کے خلاف ہے لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ اور کسی قریبی وغیرہ کا مثلاً دوست اور شیخ اور زوجہ اور مملوک کا قریب الموت ہونا اگرچہ مریض کو اس کی محتاجی نہ ہو کیونکہ اس کا پیچھے رہ جانا اس کی تیمارداری کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس بنا پر جو معلوم ہے کہ شدتِ مصیبت قرابت داروں کو غمگین کر دیتی ہے۔ ابن القاسم مالک سے روایت کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں میں سے کسی کی میت کے معاملہ میں نظر کرنے کی بنا پر جماعت سے پیچھے رہ جانا جائز ہے ان باتوں میں کہ جو میت کے معاملات سے ہیں۔ ابن رشد سے مروی ہے اگر اس کے ضائع ہونے یا اس کے تغیر ہونے کا خوف ہو اور اسی سے ظاہر ہوا کہ ان کا قول ''کسی قریبی کا قریب الموت ہونا'' یہ ان کے اس قول ''کسی مریض کی تیماری داری کرنا'' کے علاوہ ہے۔

(اور مال پر خوف ہونا یا قید ہونے یا مار کا خوف ہونا) یعنی جمعہ اور جماعت سے پیچھے رہنے کے مباح ہونے کے اعذار میں سے ظالم یا غاصب کا خوف یا اپنے یا پرائے مال پر آگ کا اس شرط کے ساتھ کہ اس مال کی پروا کی جائے بایں طور کہ اس کے تلف ہونے کی صورت میں مالک مشقت میں پڑ جائے اور اسی طرح عزت یا دین پر خوف ہو جیسا کہ کسی شخص کے قتل یا اسے

مارنے یا ظالم کی بیعت پر قسم کھانے کا الزام ہو یا قید ہونے یا مار کا خوف ہو..... (یا تنگدست کے قید ہونے کا خوف ہو) یعنی ان جماعت چھوڑنے کے اعذار مبیحہ میں سے تنگدست مقروض کا اس بات سے ڈرنا ہے کہ اس کے قرض خواہ اسے قید کروا دیں گے کیونکہ وہ اپنی باطنی حالت کو جانتا ہے جب تک وہ محقق نہ ہو تو اس پر قید واجب نہیں ہے تو وہ باطنی مظلوم ہے کہ جس پر ظاہری حق کی وجہ سے حکم لگایا گیا ہے جیسا کہ ابن رشد اس بات کے قائل ہیں......

(ننگا ہونا) یعنی جماعت چھوڑنے کے اعذارِ مبیحہ میں سے کسی ایسی چیز کا نہ پانا بھی ہے کہ جس سے وہ اپنی شرم گاہ چھپا سکے وہ کہ جس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے (قصاص کی معافی کی امید ہونا) اس سے مراد یہ ہے کہ جب اسے ظاہر ہونے کی صورت میں اپنے نفس پر ہلاک ہونے کا خوف ہو اپنے اوپر خون بہانے کی الزام کی وجہ سے اور اسے جمعہ یا جماعت سے پیچھے رہ جانے کی صورت میں معافی کی امید ہو تو اس کے لئے جمعہ اور جماعت سے پیچھے رہ جانے کی اجازت ہے، پھر قصاص نفس وغیر نفس کو شامل ہے اور اسی طرح حدود کی وہ تمام اقسام بھی شامل ہیں کہ جن میں معافی فائدہ دیتی ہے جیسا کہ حد قذف اسی تفصیل پر بخلاف اس صورت کے کہ جس میں معافی فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ چوری وغیرہ کی حد۔ (اور لہسن کا کھانا) یعنی جمعہ اور جماعت چھوڑنے کے اعذار مبیحہ میں سے اس چیز کا کھا لینا ہے کہ جس کی بو اذیت دیتی ہو جیسا کہ آگ پر پکنے سے پہلے لہسن کا کھانا اور مولی کا کھانا اس کے ڈکار سے ایذا ہونے کی بنا پر اور ان دونوں کی مثل وہ چیزیں کہ جن کی بو گندی ہوتی ہے اور مذکورہ اشیاء کا مسجد میں کھانا حرام ہے۔ بہر حال جب ان اشیاء کو مسجد سے باہر کھایا جائے تو کیا ان کو کھانے والے کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے یا مکروہ ہے، اس بارے میں دو قول ہیں، پھر ان اشیاء کا جمعہ والے دن نماز سے قبل کھانا حرام ہے جبکہ اس کے پاس کوئی ایسی شے نہ ہو جس کے ذریعے اس کی بو زائل کی جا سکے (اور اگر ہو تو) پھر حرام نہیں ہے اور مسواک اور پودینہ کا چبانا ان اشیاء میں سے ہے کہ جو لہسن وغیرہ کی بدبو کو زائل کر دیتی ہیں۔ (رات کے وقت تیز ہوا کا چلنا) یہ جماعت سے پیچھے رہ جانے والے اعذارِ مبیحہ سے ہے، جمعہ کے اعذار میں سے نہیں ہے کیونکہ جمعہ رات میں نہیں ہوتا۔

(شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل فی بیان شروط الجمعۃ الخ، ج2، ص90 تا 92، دار الفکر للطباعۃ، بیروت)

ترکِ جماعت کے اعذار احادیث کی روشنی میں:

(1) مرض کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلاَثًا، فَأُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ، فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِالحِجَابِ فَرَفَعَهُ .....فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ، وَأَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ)) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک باہر تشریف نہ لائے پھر اقامت کہی گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہاتھ کے اشارے سے آگے بڑھ کر نماز پڑھانے کا حکم دیا اور پھر آپ نے پردہ گرادیا پھر آپ نماز پڑھانے پر قادر نہ ہوئے حتی کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب اہل العلم والفضل، ج1، ص137، دار طوق النجاۃ)

(2) نماز کے وقت کھانا آجائے تو جماعت کو ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے: ((عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ)) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز قائم ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاۃ، ج1، ص135، دار طوق النجاۃ)

(3) جب کوئی نماز کو وقت پر پڑھنا بھول جائے تو جماعت کو ترک کرنا۔

صحیح مسلم میں ہے: ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ، سَارَ لَيْلَهُ حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْكَرَى عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ، فَصَلَّى بِلَالٌ مَا قُدِّرَ لَهُ وَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلَالٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ مُوَاجِهَ الْفَجْرِ، فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَهُمُ اسْتِيقَاظًا فَفَزِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيْ بِلَالُ فَقَالَ بِلَالٌ: أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ بِنَفْسِكَ قَالَ: اقْتَادُوا، فَاقْتَادُوا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، فَإِنَّ اللهَ قَالَ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (طہ14) قَالَ يُونُسُ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَؤُهَا لِلذِّكْرَى)) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے لوٹے تو رات بھر چلتے رہے جب آپ کو نیند آنے لگی تو آخر رات میں اترے اور بلال سے فرمایا کہ رات میں ہماری حفاظت کرو حضرت بلال سے جس قدر ہوسکا نماز پڑھتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سو گئے پھر جب صبح قریب ہوئی تو حضرت بلال نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی سواری سے ٹیک لگائی سواری سے ٹیک لگائے ان کی آنکھ لگ گئی پھر نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ بلال نہ کوئی صحابی حتی کہ انہیں دھوپ لگی ان سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال تب حضرت بلال بولے کہ میرے نفس کو وہ ہی لے گیا جو آپ کے نفس مبارک کو لے گیا آپ نے فرمایا ہانکو صحابہ نے اپنی سواریاں کچھ ہانکیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے نماز کی تکبیر کہی پھر ان سب کو فجر پڑھائی جب نماز پوری کر چکے تو فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو یاد آنے پر پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد پر نماز قائم کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الفائتۃ، ج1، ص471، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(4) بھاری جسم کی وجہ سے جماعت ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے:((أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الأَنْصَارِيَّ، قَالَ :قَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ وَكَانَ ضَخْمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنِّي لاَ أَسْتَطِيعُ الصَّلاَةَ مَعَكَ فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ بِمَاءٍ،فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ)) ترجمہ: حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک بھاری جسم والے شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانے کا اہتمام کیا اور آپ کو اپنے گھر دعوت دی تو آپ نے وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب صلاۃ الضحی، ج2، ص58، دار طوق النجاۃ)

(5) قضائے حاجت کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا۔

سنن نسائی میں ہے:((انَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَرْقَمَ كَانَ يَؤُمُّ أَصْحَابَهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ يَوْمًا فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلْيَبْدَأْ بِهِ قَبْلَ الصَّلَاةِ)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے ایک دن وہ قضائے حاجت کے لئے چلے گئے پھر لوٹے تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جب تم میں سے کسی کو بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہو تو نماز سے پہلے بیت الخلاء جائے۔

(سنن نسائی، کتاب الامامۃ، العذر فی ترک الجماعۃ، ج2، ص110، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب)

(6) مسجد کے راستے میں اگر جان و مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو جماعت کو ترک کرنا۔

سنن نسائی میں ہے:((عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ:أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ أَعْمَى، وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّهَا تَكُونُ الظُّلْمَةُ وَالْمَطَرُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ؟ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) حضرت محمود بن ربیع سے روایت ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور اپنی قوم کی امامت فرماتے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کبھی اندھیرا بارش اور کیچڑ ہوتا ہے

اور میری بینائی کمزور ہے تو آپ میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں تا کہ میں اس جگہ کو مصلی بنا لوں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا کہ تو کہاں پسند کرتا ہے کہ میں تمہارے لئے نماز پڑھ دوں تو انہوں نے گھر کے ایک حصے کی طرف اشارہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز ادا فرمائی۔ (سنن نسائی، کتاب الامامۃ، ج2، ص80، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

(7,8,9) بارش، سخت سردی اور سخت آندھی کے عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے: ((عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ، يَقُولُ: أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ)) حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سردی اور ہوا والی رات اذان دی، پھر فرمایا کہ خبردار اپنے گھروں میں نماز پڑھو، پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو سردی اور بارش کی رات حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الرخصۃ فی المطر، ج1، ص134، دار طوق النجاۃ)

(10) کچا لہسن اور پیاز کھانے کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا۔

صحیح بخاری میں ہے: ((أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: زَعَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا)) ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے دور رہے یا یہ فرمایا کہ وہ ہماری مسجدوں سے دور رہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب ما یطعم من الثوم، ج7، ص81، دار طوق النجاۃ)

باب نمبر 297
مَا جَاءَ فِي التَّسْبِيحِ فِي أَدْبَارِ الصَّلاَةِ
نماز کے بعد تسبیح کرنا

410 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَعِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الأَغْنِيَاءَ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ أَمْوَالٌ يُعْتِقُونَ وَيَتَصَدَّقُونَ، قَالَ: "فَإِذَا صَلَّيْتُمْ، فَقُولُوا: سُبْحَانَ اللَّهِ ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ مَرَّةً، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ مَرَّةً، وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَرْبَعًا وَثَلاَثِينَ مَرَّةً، وَلاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ عَشْرَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّكُمْ تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَلاَ يَسْبِقُكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ" وَفِي الْبَابِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي ذَرٍّ، قَالَ أَبُو عِيسَى: وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "خَصْلَتَانِ لاَ يُحْصِيهِمَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ إِلاَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ: يُسَبِّحُ اللَّهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلاَةٍ

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: فقرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اغنیاء لوگ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ روزہ رکھتے ہیں جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں اور ان کے پاس پیسے ہیں وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پس جب تم نماز پڑھ لو تو تینتیس مرتبہ ''سبحان اللہ'' اور تینتیس مرتبہ ''الحمد للہ'' اور چونتیس مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہو اور دس مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' کہو پس بے شک اس کے ذریعے سے تم انہیں پالو گے جو تم سے آگے بڑھ گئے ہیں اور تمہارے بعد والے تم سے آگے نہ بڑھ سکیں گے۔ اور اس باب میں حضرت کعب بن عجرہ، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو الدرداء، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن غریب ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جن کو مرد مسلم شمار نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ داخلِ جنت ہو جاتا ہے: وہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ ''سبحان اللہ'' اور دس مرتبہ

عَشْرًا، وَيَحْمَدُهُ عَشْرًا، وَيُكَبِّرُهُ عَشْرًا، وَيُسَبِّحُ اللَّهَ عِنْدَ مَنَامِهِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَيَحْمَدُهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَيُكَبِّرُهُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ

"الحمد للہ" اور دس مرتبہ "اللہ اکبر" کہتا ہے اور سوتے ہوئے بھی تینتیس مرتبہ "سبحان اللہ" اور تینتیس مرتبہ "الحمد للہ" اور چونتیس مرتبہ "اللہ اکبر" کہتا ہے۔

تخریج حدیث 410: (سنن نسائی، کتاب السہو، باب نوع آخر، حدیث 1353، ج3، ص78، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

فقراء کتنے اور کون سے تھے:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"(فقراء آئے) فقراء فقیر کی جمع ہے اور یہاں ان کی تعداد معلوم نہیں ہے اور ابوداؤد کی روایت میں محمد بن ابی عائشہ سے ہے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان میں سے تھے۔"

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج6، ص128، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تسبیح، تحمید اور تکبیر میں ترتیب کی حکمتیں:

((تم تسبیح و تحمید و تکبیر کہو)) اور اسی طرح اکثر احادیث میں تسبیح کو تحمید پر مقدم کرنا اور تکبیر کو مؤخر کرنا واقع ہوا ہے اور ابن عجلان کی روایت میں تکبیر کو تحمید سے مقدم کیا گیا ہے۔ اور ابن ماجہ کی حدیث میں تحمید، تسبیح پر مقدم ہے۔ تو یہ اختلاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان میں کوئی ترتیب نہیں ہے اور اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے وہ جس میں الباقیات الصالحات ہے :((لَا یَضرك بأیهن بدأت)) (ان میں کسی سے بھی شروع کرنا تجھے ضرر نہیں دے گا) لیکن ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ تسبیح سے شروع کرنا اولی ہے کیونکہ یہ اللہ عزوجل سے نقائص کی نفی کو متضمن ہے پھر تحمید کو پڑھا جائے کیونکہ یہ اللہ عزوجل کے لئے کمال کے اثبات کو متضمن ہے کیونکہ جمیع محامد اللہ عزوجل کے لئے ہیں، پھر تکبیر پڑھی جائے کیونکہ یہ تعظیم ہے اور جو نقائص سے منزہ ہے اور جمیع محامد کا مستحق ہے تو اس کی تعظیم واجب ہے اور یہ تکبیر کے ذریعے سے ہوتی ہے پھر اس تمام کو تہلیل پر ختم کرے جو اللہ عزوجل کی وحدانیت اور انفرادیت پر دلالت کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج6، ص129،130، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فرض نماز کے بعد یا نفل کے بعد:

"((نماز کے بعد)) یہ فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے، لیکن اکثر علما نے اسے فرض پر محمول کیا ہے کیونکہ امام مسلم کی کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرض نماز کی تقیید موجود ہے، گویا علما نے مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے۔"

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج6، ص130، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تعیین عدد میں حکمت:

بعض روایات میں ایک مرتبہ کرنے کا ذکر ہے، بعض میں چھ مرتبہ تسبیحات کرنے کا ذکر ہے، بعض میں دس مرتبہ، بعض میں گیارہ مرتبہ، بعض میں پچیس مرتبہ، بعض میں تینتیس مرتبہ کا ذکر ہے، ان اعداد کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی فرماتے ہیں:

"پھر اس عدد کی تعیین کے حوالے سے جواب یہ ہے کہ ہم پر اس بارے میں اولاً فرمانبرداری کرنا لازم ہے اگرچہ ہم پر اس کی وجہ مخفی رہ جائے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام حکمتوں سے خالی نہیں ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ ہم اس سے فیض لیتے ہوئے کہتے ہیں جو مبہم معاملات میں اللہ عزوجل نے ہمارے دلوں پر اپنے انوار نازل فرمائے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ان اعداد میں اختلاف احوال، زمانے اور اشخاص کے اختلاف کی بنا پر ہے تو ممکن ہے کہ ایک مرتبہ ذکر کرنے کے بارے میں کہا جائے کہ یہ ذکر کی کم از کم مقدار ہے کیونکہ اس کے نیچے کوئی شے نہیں ہے۔

اور چھ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دن میں چھ پہر ہیں تو جو چھ مرتبہ ذکر کرلے تو گویا اس نے ہر پہر میں ایک مرتبہ ذکر کرلیا پس اس کے تمام پہر ذکر کی برکت میں مستغرق رہیں گے۔ اور دس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایک نیکی نص کی بنا پر دس کے برابر ہوتی ہے اور گیارہ میں بھی اسی طرح ہے لیکن دس پر ایک کی زیادتی دس کے تحقق پر جزم کرنے کے لئے ہے۔ اور پچیس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دن رات کی ساعتیں چوبیس ہیں تو جس نے پچیس مرتبہ ذکر کرلیا تو گویا اس نے دن رات کی ہر ساعت میں ذکر کرلیا اور ایک کا زائد کرنا ان کے تحقق پر جزم کے لئے ہے۔

اور تینتیس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ تینتیس کو تین سے ضرب دی جائے تو یہ ننانوے بن جاتا ہے، تو جس نے تینتیس مرتبہ ذکر کیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں ان کے ساتھ اس کا ذکر کیا۔ ستر کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس نے اتنے عدد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو کے لیے سات سو کا ثواب ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک دس کے برابر ہوگا، اس کی صراحت حدیث زمیل جہنی میں ہے۔ اور سو کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس سے تکثیر میں مبالغہ کا قصد کیا گیا ہے کیونکہ یہ اعداد کا درجہ ثالثہ ہے۔" (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج 6، ص 131، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

معین عدد سے کم یا زیادہ پڑھنا کیسا:

"اگر تو کہے کہ جب کوئی اس عدد معین سے کم کردے یا زیادہ کردے تو کیا اسے وہ ثواب ملے گا کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے؟ میں کہتا ہوں: ہمارے شیخ زین الدین "شرح ترمذی" میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہیں: بے شک یہ تعداد جو نماز وغیرہ کے بعد صبح وشام وغیرہ کے اذکار کے بارے میں وارد ہے جب یہ عدد مخصوص اور ثواب مخصوص کے ساتھ وارد ہو تو اس کو

بجالانے والا جان بوجھ کر اس میں زیادتی کرے تو اسے یہ ثواب حاصل نہیں ہوگا جو اس سے کم تعداد پر وارد ہوا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس تعداد میں کوئی حکمت اور کوئی خصوصیت ہو جو اس عدد سے تجاوز کرنے پر فوت ہو جاتی ہے اور اسی بنا پر دعا میں حد سے بڑھنے کو منع فرمایا گیا ہے۔ انتھی۔ شیخ کہتے ہیں: ان کی بات میں نظر ہے کیونکہ اس نے اتنی مقدار کو ادا کرلیا ہے کہ جس کو بجالانے پر ثواب مرتب کیا گیا ہے تو اس مخصوص عدد کے حصول کے بعد اس پر زیادتی کرنا اس کے ثواب کو زائل کرنے والا نہیں ہوگا۔ انتھی۔ میں کہتا ہوں: درست وہ ہے کہ جو شیخ نے فرمایا کیونکہ یہ ان حدود میں سے نہیں ہے کہ جن سے تجاوز کرنے کو منع فرمایا ہے۔" (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج6، ص131، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بہار شریعت میں ہے:

احادیث میں کسی دُعا کی نسبت جو تعداد وارد ہے اس سے کم زیادہ نہ کرے کہ جو فضائل ان اذکار کے لیے ہیں وہ اسی عدد کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں کم زیادہ کرنے کی مثال یہ ہے کہ کوئی قفل (تالا) کسی خاص قسم کی کنجی سے کھلتا ہے اب اگر کنجی میں دندانے کم یا زائد کردیں تو اس سے نہ کھلے گا، البتہ اگر شمار میں شک واقع ہو تو زیادہ کرسکتا ہے اور یہ زیادت نہیں بلکہ اتمام ہے۔ (بہار شریعت، حصہ 3، ص539، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک اشکال کا جواب:

"اور علامہ کرمانی کہتے ہیں: یہ کلمات کیونکر جہاد اور اس کی مثل کاموں کے مساوی ہوسکتے ہیں حالانکہ ان میں سہولت اور عدم مشقت ہے اور وہ دوسرے امور جہاد وغیرہ شاق اور مشکل ہیں اور عبادات میں افضل وہ ہے کہ جو زیادہ مشقت والا ہو؟ میں کہتا ہوں: ان کلمات کا حق یہ ہے کہ ان کو اخلاص سے ادا کیا جائے، خاص طور حالتِ فقر میں حمد کرنا یہ اعمال میں سے افضل اور زیادہ مشقت والا ہے، پھر یہ بھی لازم نہیں ہے کہ ثواب، مشقت کی مقدار ہو، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ کلمہ شہادت پڑھنے میں وہ ثواب ہے جو بہت سی مشکل عبادات میں نہیں ہے اور اسی طرح اُس کلمہ کا معاملہ بھی ہے کہ جو کسی عام خیر والے قاعدہ وغیرہ کی تمہید کو متضمن ہو۔ علما فرماتے ہیں: بے شک ایک لمحہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ ایسی خیر وفضیلت ہے کہ جس کے برابر کوئی عمل نہیں ہے اور کوئی شے اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔ پھر اگر ان کی نیت یہ ہو کہ اگر وہ غنی ہوتے تو وہ ضرور ان کی مثل اور کچھ زیادہ عمل کرتے۔ (اور مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) تو ان کے لئے اس نیت اور ان اذکار (دونوں) کا ثواب ہے۔" (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج6، ص129، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

فوائد حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

ان باتوں کا ذکر جو اس حدیث سے مستفاد ہیں:

(1) اسی حدیث سے غنی شاکر اور فقیر صابر کے درمیان فضیلت کا مسئلہ بھی متعلق ہے تو جمہور صوفیہ فقیر صابر کی ترجیح کی جانب مائل ہیں کیونکہ طریقت کا دارومدار نفس کی تہذیب وریاضت پر ہے اور یہ چیز غنی کی بہ نسبت فقر میں زیادہ ہے تو یہ افضل بمعنی زیادہ شرف والا ہے۔ اور قرطبی نے ذکر کیا: اس مسئلہ میں پانچ اقوال ہیں: (۱) بعض غنی کی فضیلت کے قائل ہیں (۲) اور بعض فقیر کی فضیلت کے قائل ہیں (۳) اور بعض اس کی فضیلت کے قائل ہیں کہ جس کا گزارہ اس کی حاجت کے مطابق ہو (۴) اور بعض لوگوں کے احوال کی جانب اسے رد کرنے کے قائل ہیں (۵) اور بعض اس میں توقف کے قائل ہیں کیونکہ اس مسئلہ میں مقامِ غور ہے اور اس بارے میں متعارض احادیث ہیں۔

فرمایا: اور جو مجھے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ افضل وہ ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جمہور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے منتخب فرمایا اور یہ وہ فقر ہے کہ جس میں محتاج نہ ہو اور تمہیں یہی بات کافی ہے کہ بے شک مسلمین فقراء، اغنیاء سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔ اور مال والے جنت و دوزخ کے درمیان پل پر روکے جائیں گے، جن سے ان کے زائد اموال کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور ابن بطال، مھلب کے حوالے سے اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: غنی کی فضیلت نصاً ہے نہ کہ تاویلاً جبکہ فقیر اور غنی کے اعمال اللہ عزوجل کے عائد کئے گئے فرائض میں برابر ہوں تو اس وقت غنی کو صدقہ وغیرہ نیک اعمال کی وجہ سے فقیر پر فضیلت حاصل ہوگی جس جانب فقیر کو استطاعت نہیں ہے۔

فرمایا: اور میں نے بعض متکلمین کو دیکھا کہ وہ اس جانب گئے ہیں کہ ذکر کرنے پر جو فضیلت مرتب ہے وہ فقراء کے ساتھ خاص ہے نہ کہ دوسروں کے ساتھ، فرمایا: اور وہ اس قول سے غافل رہ گئے ((مگر جو اس کی مثل عمل کرے)) تو فضیلت اس کے قائل کے ساتھ مخصوص ہے وہ کوئی بھی ہو۔ اور ابن دقیق العید کہتے ہیں: حدیث کا ظاہر اس بات پر نص کے قریب ہے کہ یہ غنی کی فضیلت ہے۔ اور بعض حضرات نے اس کی عجیب تاویل کی ہے، انہوں نے کہا: نظر وفکر کا جو مقتضی ہے وہ یہ ہے کہ غنی، افضل ہو جبکہ وہ دونوں برابر ہوں اور عبادتِ مالیہ زائد ہو جائے اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے اور نظر اس صورت میں ہے کہ جب وہ دونوں برابر ہوں اور ان میں سے ہر ایک اپنی مصلحت کی بنا پر منفرد ہو تو ان میں سے افضل کون ہے؟ اگر فضیلت کی تفسیر زیادتی ثواب سے کی جائے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے وہ مصالح جو متعدی ہوں وہ مصالح قاصرہ سے افضل ہوں تو یوں غنی کو ترجیح دی جائے گی اور اگر نفس کی صفات کی جانب نسبت کرتے ہوئے تفسیر کی جائے تو جو اسے فقر کے اعتبار سے تطہیر حاصل ہے تو وہ زیادہ شرف کی بات ہے تو اس اعتبار سے فقر کی ترجیح حاصل ہوگی اور اسی بنا پر جمہور صوفیہ نے صابر فقیر کی ترجیح کو اختیار کیا ہے۔

(2) اور حدیث مذکور کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ عالم سے جب کسی ایسے مسئلہ کے حوالے سے سوال کیا جائے کہ جس میں اختلاف ہو تو وہ ایسا جواب دے جو مفضول کو فاضل کے درجہ تک پہنچا دے اور صرف فاضل کی ذات کے حوالے سے جواب نہ دے تا کہ اختلاف واقع نہ ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں جواب دیا: (کیا میں تمہاری ایسے کام پر رہنمائی نہ کروں کہ جو تمہیں اس معاملہ میں ان کے برابر کر دے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول سے عدول فرمایا کہ ہاں "وہ اس معاملہ میں تم سے افضل ہیں۔"

(3) اور انہیں فوائد میں سے یہ ہے کہ ایسے اعمال جو درجات عالیہ تک پہنچا دیں ان میں مسابقت و مقابلہ کا جواز ہے، کہ اغنیاء نے اس عمل کی جانب جلدی کیا جو انہیں اس درجہ تک پہنچا دے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔

(4) اس سے یہ بھی مستنبط ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان (مگر اس کی مثل عمل کرے) یہ فقراء اور اغنیاء کو عام ہے اور اس کے علاوہ کی جانے والی تاویل مردود ہے۔

(5) اور انہیں فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ کبھی قاصر عمل بھی متعدی کے مساوی ہو جاتا ہے برخلاف اس شخص کے کہ جو یہ کہتا ہے کہ متعدی عمل مطلقاً افضل ہے۔ میں کہتا ہوں: اور ان باتوں میں سے جو اس کی تائید کرتی ہیں یہ کہ اللہ عزوجل کے عطا کردہ ثواب کا انسان اذکار اور اموال کے دیے جانے سے مستحق نہیں ہوتا، وہ تو اللہ عزوجل کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو صحیحین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((بے شک فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے)) الحدیث. اور اس میں ہے ((ابو صالح کہتے ہیں: فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنے صاحبانِ مال بھائیوں کے بارے میں سنا کہ جو ہم کرتے ہیں وہ بھی وہی کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ عزوجل کا فضل ہے کہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔))

(6) اور انہیں فوائد میں سے ہے کہ اس حدیث پاک سے مفہوم ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے آدمی کے نیک اعمال پر رشک کرے اور اس کی یہ تمنا ہو کہ کاش وہ بھی اس کی مثل عمل کرے اور اس نیک عمل کی تحصیل کے اسباب اکٹھے کرے یا جو نیک اعمال میں سے اس کے قائم مقام ہوں۔ اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح میں فرمایا: ((حسد صرف دو کے بارے میں ہے)) اور اس مقام پر حسد کا اطلاق کیا گیا ہے اور مراد رشک ہے کیونکہ حقیقتاً حسد تو مذموم ہے اور محسود کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ ابلیس کا آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے حسد کرنا اللہ عزوجل کے ان کو اس (لعین) پر فضیلت دینے کی بنا پر۔

بہر حال اللہ عزوجل کا یہ فرمان ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو

جس سے اللہ عزوجل نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی۔ (پارہ4، سورہ النساء، آیت 32) تو اس سے مراد اس چیز کی تمنی کرنا ہے کہ جس کا حصول ممکن نہیں ہے کہ جس سے اللہ عزوجل نے اس کے غیر کو خاص کیا ہے جیسا کہ عورتوں کا ان باتوں کی تمنی کرنا جو مردوں کے ساتھ خاص ہیں یعنی امامت واذان اور طلاق کا اختیار اپنے لیے ہونے کی تمنی کرنا اور جیسے اس امت میں سے کسی کا نبی ہونے کی تمنی کرنا حالانکہ اللہ عزوجل نے اس بات کی خبر دے دی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج6، ص131، 132، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 298

مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الدَّابَّةِ فِي الطِّينِ وَالْمَطَرِ

(بارش اور کیچڑ کی صورت میں سواری پر نماز پڑھنا)

411۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الرَّمَّاحِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْتَهَوْا إِلَى مَضِيقٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَمُطِرُوا، السَّمَاءُ مِنْ فَوْقِهِمْ، وَالبِلَّةُ مِنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، "فَأَذَّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَأَقَامَ، فَتَقَدَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، فَصَلَّى بِهِمْ يُومِئُ إِيمَاءً: يَجْعَلُ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ"، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، تَفَرَّدَ بِهِ عُمَرُ بْنُ الرَّمَّاحِ البَلْخِيُّ لَا يُعْرَفُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ، وَكَذَلِكَ رُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ صَلَّى فِي مَاءٍ وَطِينٍ عَلَى دَابَّتِهِ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

حدیث: حضرت سیدنا یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک ایک سفر میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو وہ ایک تنگ جگہ پر ٹھہرے تو نماز کا وقت ہو گیا تو ان پر آسمان سے بارش برسنا شروع ہو گئی اور ان کے نیچے کیچڑ ہو گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر ہی اقامت کہنے کی اجازت عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سواری پر ہی کچھ آگے ہو گئے اور اشاروں سے سب کی امامت کروائی، سجدہ کے اشارے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی بہ نسبت پست رکھا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ عمر بن رماح اس میں متفرد ہیں یہ حدیث صرف انہیں سے معروف ہے اور تحقیق بہت سے اہلِ علم نے ان سے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور کیچڑ کی صورت میں اپنی سواری پر نماز ادا فرمائی۔" اور اہلِ علم کے ہاں اسی حدیث پر عمل ہے اور امام احمد اور امام اسحٰق بھی اسی کے قائل ہیں۔

تخریج حدیث 411:

شرح حدیث

علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

((تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر اذان دی)) اس سے علامہ نووی وغیرہ رحمہ اللہ وغیرہ نے اس بات پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اذان دی ہے اور اذان اور اقامت کو جمع کرنے پر استدلال کیا ہے۔ اس بات کو "شرح مہذب" میں تفصیلاً اور "روضہ" میں مختصراً ذکر فرمایا۔ اور سننِ سعید بن منصور میں اس بارے میں صراحۃً روایت وارد ہے۔ اور جس نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اس عبادت کو ادا نہیں فرمایا اور اس بارے میں یوں کہہ کر پہیلی بنائی کہ وہ کون سی سنت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا حکم دیا اور خود عمل نہیں کیا۔؟ تو تحقیق وہ اس سے غافل رہ گیا اور میں نے اس مسئلہ کو شرح موطا اور روضہ کے حواشی میں تفصیل سے ذکر کیا۔ (قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج 1، ص 194، جامعہ ام القری مکۃ المکرمۃ)

علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی (متوفی 1182) فرماتے ہیں:

"ترمذی کہتے ہیں: حدیث غریب ہے اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے اور عبدالحق نے اس کی تصحیح کی اور ثوری نے اس کی تحسین کی ہے اور بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا اور بعض اس جانب ہیں کہ فرض نماز سواری پر صحیح ہے جب وہ ہودج میں قبلہ کو منہ کئے ہوئے ہو اگرچہ وہ چل رہی ہو جیسا کہ کشتی کیونکہ اس میں اجماعاً نماز پڑھنا صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں: ان دونوں میں فرق کیا جائے گا کیونکہ سمندر میں زمین کا پانا متعذر ہے لہٰذا اس کی معافی ہے جب کہ ہودج کے سوار کا معاملہ یوں نہیں ہے۔ بہر حال جب سواری کھڑی ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرض نماز صحیح ہے جیسا کہ ان کے ہاں اس جھولے میں نماز صحیح ہے جو رسیوں سے باندھا گیا ہو اور اس پلنگ پر کہ جسے مردوں نے اٹھایا ہو جب کہ وہ کھڑے ہوں۔"

(سبل السلام، صحۃ صلاۃ النافلۃ علی الراحلۃ الخ، ج 1، ص 202،203، مطبوعہ دار الحدیث)

باب نمبر 299

مَا جَاءَ فِي الِاجْتِهَادِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں مشقت اٹھانا

412- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيلَ لَهُ: أَتَتَكَلَّفُ هَذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سوجھ گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت فرمادی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 412: (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب قیام النبی اللیل، حدیث 1130، ج2، ص50، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ، باب اکثار الاعمال والاجتھاد، حدیث 2819، ج4، ص2171، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب السہو، باب الاختلاف علی عائشۃ فی احیاء اللیل، حدیث 1644، ج3، ص219 مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی طول القیام فی الصلوات، حدیث 1419، ج1، ص456، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

((حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک سوجھ گئے تو عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا تکلف فرماتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت فرمادی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں)) اور ایک روایت میں "حتی تفطرت رجلاہ" کے الفاظ ہیں اور "تفطرت" کا معنی پھٹنا ہے، علمانے فرمایا: اسی سے یہ جملہ بھی ہے "فطر الصائم وافطر الصائم" کیونکہ اس کا روزہ پھٹ جاتا ہے اور شق ہو جاتا ہے۔ قاضی کہتے ہیں: محسن کے احسان کی معرفت اور اسے بیان کرنے کو شکر کہتے ہیں اور اچھے کام کا بدلہ دینے کو بھی شکر کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اس کی تعریف وثناء کو متضمن ہے تو بندے کا اللہ عزوجل کا شکرادا کرنا یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کا اعتراف اور اس پر اس کی ثنا کرے اور اس کی طاعت پر مکمل مواظبت اختیار کرے اور اللہ عزوجل کا اپنے بندوں کے افعال کا شکر کرنا یہ ہے کہ ان پر اُن کو جزا عطا فرمائے اور ان کا ثواب بڑھائے اور ان پر اپنے کئے ہوئے انعامات کو بیان فرمائے تو اللہ عزوجل معطی اور مثنی ہے اور شکور اللہ تبارک وتعالی کے اسماء میں سے اسی معنی پر ہے۔ واللہ اعلم۔

(شرح النووی علی مسلم، باب اکثار الاعمال والاجتہاد فی العبادۃ، ج17، ص162،163، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

"ابن بطال نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: انسان کو عبادت کے معاملہ میں اپنے نفس پر شدت کرنی چاہیے اگرچہ وہ اس کے بدن کو ضرر دے کیونکہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان وعظمت کے بارے میں علم ہونے کے باوجود عبادت میں مشقت اٹھائی ہے تو اس کا کیا معاملہ ہے جو اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا چہ جائیکہ وہ شخص جو اپنے بارے میں مستحق نار ہونے بھی سے امن میں نہ ہو۔ انتھی۔ اور اس کا محل یہ ہے کہ جب یہ ملال کی جانب نہ لے جائے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت تمام حالتوں میں سب سے کامل تھی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی عبادت سے تنگ دل نہ ہوتے تھے اگرچہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو ضرر دیتا ہو بلکہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ((وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ)) (نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے) جیسا کہ نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو اگر اپنے پر تنگ دلی کا خوف ہو تو اسے یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کو مجبور کرے اور

اسی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو محمول کیا جائے گا کہ فرمایا: ((خذوا من الأعمال ما تطیقون فإن اللہ لا یمل حتی تملوا)) (ان اعمال کو بجالاؤ جن کی تم طاقت رکھتے ہو پس بے شک اللہ عزوجل عطا فرماتا ہے حتی کہ تم تنگدل ہو جاؤ) اور اس سے شکر کے لئے نماز کی مشروعیت بھی ثابت ہوتی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح شکر زبان سے ہوتا ہے اسی طرح عمل سے بھی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿اعملوا آل داود شکرا﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اے داؤد والو! شکر کرو۔ (پارہ22، سورہ سبا، آیت13) اور اس حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت میں کوشش کرنا اور اپنے رب سے ڈرنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے جانوں پر شدتِ خوف کو اس لئے لازم کیا کیونکہ وہ اللہ عزوجل کی اپنے اوپر عظیم نعمتوں کو جانتے تھے۔ (فتح الباری لابن حجر، باب قیام النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ج3، ص15، دار المعرفہ، بیروت)

عصمت انبیاء اور مغفرت ذنب کا بیان

اس باب کی حدیث پاک میں یہ آیت مبارکہ موجود ہے: ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ (سورہ فتح، آیت2)، اس آیت مبارکہ میں ذنب کی نسبت اگر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف کی جائے تو اس کا لفظی ترجمہ یوں بنتا ہے: تاکہ اللہ تعالی تمہارے ماقبل اور مابعد ذنب بخش دے۔ اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، لہذا مفسرین نے اس آیت کی تفسیر اس انداز سے کی ہے کہ عقیدۂ عصمت انبیاء پر کوئی حرف نہ آئے، اس آیت پاک کی تفاسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف کی جائے تو اس کا معنی ہرگز گناہ نہیں اور اگر اس کا معنی گناہ لیا جائے تو پھر یہاں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ذنب مراد نہیں۔

ہم اس مقام پر چند عنوانات کے تحت کلام کریں گے:

(1) عصمت کا معنی ومفہوم

(2) انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں علما کی آراء

(3) عصمت انبیاء پر دلائل

(4) آیت ذنب میں ذنب کے مطالب

(5) اعلی حضرت کا ترجمہ

عصمت کا معنی ومفہوم

عصمت کا لغوی معنی "منع" (یعنی روکنا) ہے اور اصطلاح شرع میں عصمت کہتے ہیں گناہ پر قدرت واختیار کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ۔

عصمت کے معنی ومفہوم میں علماء کی تعبیرات مختلف ہیں جن کا مآل ایک ہی ہے، ذیل میں کچھ عبارت نقل کرتے ہیں:

علامہ ابن منظور انصاری افریقی (متوفی 711) فرماتے ہیں:

"العِصْمة فِي كَلَامِ الْعَرَبِ: المَنْعُ. وعِصْمةُ اللَّهِ عَبْدَه: أَنْ يَعْصِمَه مِمَّا يُوبِقُه" ترجمہ: کلام عرب میں عصمت کا معنی "منع" یعنی روکنا ہے، اللہ تعالی کا اپنے بندے کو عصمت دینا یہ ہے کہ اسے ہلاک کرنے والے کاموں سے بچالیتا ہے۔

(لسان العرب، العین، ج12، ص403، دار صادر، بیروت)

علامہ مرتضی زبیدی (متوفی 1205) فرماتے ہیں:

"(والعِصْمَةُ بالكَسْر: المَنْع) هَذَا أَصلُ مَعْنَى اللُّغَة، وَيُقَال: أَصلُ العِصْمَةِ الرَّبْطُ، ثمَّ صَارَت بِمَعْنَى المَنْع" ترجمہ: عصمت کسرہ کے ساتھ، اس کا معنی "منع" ہے یہی لغت میں اس کا اصل معنی ہے، اور کہا گیا ہے کہ عصمت کا اصل معنی "ربط" ہے، پھر یہ منع کے معنی میں ہو گیا۔ (تاج العروس، ج33، ص100، مطبوعہ دار الہدایہ)

علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 816ھ) عصمت کا معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "العصمة: ملكة اجتناب المعاصي مع التمكن منها" ترجمہ: گناہ کر سکنے کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

(التعریفات، باب العین، ج1، ص150، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شرح عقائد میں ہے: "حقيقة العصمة ان لا يخلق الله في العبد الذنب مع بقاء قدرته واختياره وهذا معنى قولهم هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار" ترجمہ: عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ بندے میں قدرت اور اختیار کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالی اس میں گناہ کو پیدا نہ فرمائے، اور علماء نے جو بیان کیا ہے کہ عصمت اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ لطف ہے جو بندے میں گناہ کی قدرت ہونے کے باوجود اسے خیر پر ابھارتا اور شر سے روکتا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ (شرح عقائد نسفی، مبحث الامامۃ، ص90، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ عصمت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير و يزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقا للابتلاء" ترجمہ: عصمت اللہ تعالی کا لطف ہے جو بندے کو اچھائی پر ابھارتا اور شر سے بچاتا ہے باوجود اس کے کہ گناہ اس کے اختیار میں ہوتا ہے تاکہ ابتلاء کا تحقق ہو سکے۔

(نسیم الریاض، ج4، ص39)

مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:

"عصمتِ انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہولیا، جس کے سبب اُن سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے۔"

(بہارِ شریعت، ج 1، حصہ اول، ص 38، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ عصمت کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں:

"عصمت ایک لطف خداوندی ہے جو نبی کے شامل حال رہتا ہے ایک ملکہ نفسانیہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی ذات میں پیدا کر دیتا ہے جو نبی کی ذات مقدسہ میں عدم خلق معصیت کا سبب بن جاتا ہے جس کے باعث باوجود قدرت و اختیار کے نبی سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔"

(حجیت حدیث، 24)

انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں علما کی آراء

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر اور اس کی شرح "منح الروض" میں ہے:

"(والأنبياء عَلَيهِم الصَّلاة وَالسَّلام كلهم منزهون) اى معصومون (عَن الصَّغَائِر والكبائر) اى من جميع المعاصي (وَالْكفْر و القبائح) ثم هذه العصمة ثابتة للانبياء قبل النبوة وبعدها على الاصح (وَقد كَانَت مِنهُم) اى من بعض الانبياء (زلات وخطايا) اى عثرات بالنسبة الى مالهم من على المقامات وسنى الحالات" ترجمہ: تمام انبیاء علیہم السلام صغیرہ کبیرہ تمام گناہوں سے معصوم ہیں، (بالخصوص) کفر اور قبیح امور سے معصوم ہیں، پھر یہ عصمت اصح مذہب پر نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد دونوں حالتوں میں ثابت ہیں۔ البتہ بعض انبیاء علیہم السلام سے کچھ لغزشوں کا صدور ہوا یعنی ان کے بلند مقامات کے لحاظ سے لغزش قرار پائے۔ (یعنی عام صالحین اور ابرار کے اعتبار سے لغزش نہیں)۔

(الفقہ الاکبر، القول فی عصمۃ الانبیاء، ج 1، ص 37، مکتبۃ الفرقان، عرب ☆ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری، ص 171,172، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت)

نبراس میں ہے:

"جمہور علماء کی جماعت کا موقف یہ ہے کہ انبیاء نبوت سے پہلے اور بعد گناہ صغیرہ و کبیرہ سے معصوم ہیں اور یہی مختار ہے۔"

(النبراس شرح شرح عقائد، ص 284، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے اس باب میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام صغائر (غیر رزیلہ) سے بھی پاک اور صاف ہیں ان کا صدور آپ سے نہ ہوا اور آپ کے قول کے متعلق یہ خیال کیسے کیا جا سکتا ہے کہ اس میں کوئی غیر مناسب بات ہو سکتی ہے جبکہ

خدائے قدوس قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ کوئی بات آپ اپنی خواہش سے نہیں کہتے وہ محض وحی ہے جو ان کے رب کی طرف سے انہیں کی جاتی ہے، اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل میں بھی کوئی نازیبا بات نہیں ہو سکتی کیونکہ اجماع صحابہ سے بطور یقین یہ بات معلوم ہے کہ وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کی اقتدا و پیری کرتے تھے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا تھوڑا ہو یا زیادہ، اور اس میں صحابہ کرام کو کوئی توقف نہیں تھا، نہ وہ کسی تحقیق و جستجو کے پیچھے پڑتے تھے (کہ اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے) یہاں تک کہ وہ لوگ خلوت اور راز کی باتوں کے جاننے کے لئے انتہائی مشتاق تھے، اور اس کی پیری کے لئے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے خواہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی اقتدا و پیروی کا علم ہو یا نہ ہو۔" (مدارج النبوۃ، باب سوم، بیان فضل و شرافت، ج 1، ص 79)

شرح مواقف میں ہے:

"اجمع اهل الملل و الشرائع كلها على وجوب عصمتهم عن تعمد الكذب فيما دل المعجز القاطع على صدقهم فيه .....واما سائر الذنوب يعنى به ما سوى الكذب فى التبليغ فهى اما كفر او غيره من المعاصى واما الكفر فاجمعت الامة على عصمتهم منه قبل النبوة وبعدها ولا خلاف لاحد منهم فى ذلك......واما غير الكفر فاما كبائر او صغائر ..... اما الكبائر اى صدورها عنهم عمدا فمنعه الجمهور من المحققين والائمة ولم يخالف فيه الا الحشوية .....فامتناع الكبائر عنهم عمدا مستفاد من السمع واجماع الامة قبل ظهور المخالفين فى ذلك" ترجمہ: تمام اصحاب ملت و شرائع کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام کی جن باتوں کی تصدیق معجزہ سے ثابت ہو ان میں جھوٹ سے آپ حضرات کا معصوم ہونا ضروری ہے، اور گناہ دو طرح کے ہیں کفر اور غیر کفر، امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کفر سے معصوم ہیں، اور اس بات میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اور جو گناہ غیر کفر ہوں تو وہ دو طرح کے ہیں کبیرہ اور صغیرہ، آپ حضرات سے قصداً گناہ کبیرہ کا صدور جمہور آئمہ و محققین کے نزدیک ناممکن ہے، اور اس میں حشویہ فرقہ کے علاوہ کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اور انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبائر کا امتناع دلیل سمعی (کتاب و سنت) اور اجماع امت سے مستفاد ہے اس میں مخالفین کے ظہور سے پہلے۔

(شرح المواقف، المقصد الخامس فی عصمۃ الانبیاء، ج 8، ص 288، نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور)

شفاء اور شرح الشفاء میں ہے:

"(وعصمته) أى ومن عصمة النبى صلى الله تعالى عليه وسلم (عن الكذب) فى القول مطلقا (وخلف القول) فى الاخبار (منذ نبأه الله تعالى) أى من ابتداء ما أظهر نبوته خصوصا (وأرسله) إلى أمته (قصدا أو غير

قصد)أی لا عن عمد ولا عن خطأ(واستحالة ذلك)أی ومن استحالة ما ذكر من الكذب والخلف(عليه شرعا)أی سمعا(وإجماعا و نظرا)أی عقلا(وبرهانا وتنزيهه عنه)أی عن الكذب(قبل النبوة قطعا)لئلا تقع الأمة في الشبهة بعدها أصلا (وتنزيهه عنه الكبائر إجماعا وعن الصغائر تحقيقا)لحملها على خلاف الأولى تدقيقا ''ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم ظہور نبوت کے وقت سے جان بوجھ کر یا بھول چوک سے خلاف واقعہ خبر دینے سے اور جھوٹ بولنے سے تو مطلقا معصوم ہیں، اور یہ کذب وخلف کتاب وسنت کے نصوص، اجماع امت اور عقل وبرہان کے مستحکم دلائل کی بنیاد پر آپ سے محال ہے، ظہور نبوت سے پہلے بھی جھوٹ سے آپ کا معصوم ہونا قطعی ویقینی ہے، تا کہ بعد نبوت کسی بھی طرح سے امت شبہ میں نہ پڑے، اور آپ کبیرہ گناہوں سے بالا جماع معصوم ہیں، اور بر بنائے تحقیق صغیرہ گناہوں سے بھی منزہ ہیں کیونکہ وقتِ نظر سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جن امور کو صغائر سمجھا گیا ہے وہ خلاف اولی سے زیادہ نہیں۔

(شفاء وشرح الشفاء، الباب الاول، ج2، ص213، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شفاء اور شرح الشفاء میں ایک مقام پر ہے:

''(وذهبت طائفة أخرى من المحققين من الفقهاء والمتكلمين إلى عصمتهم من الصغائر كعصمتهم من الكبائر)أی المتفق على عدم صدورها عنهم ''ترجمہ: محققین فقہا اور متکلمین کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ انبیائے کرام صغائر سے بھی معصوم ہیں، جیسا کہ کبائر سے بالاتفاق معصوم ہیں۔ (شفاء وشرح الشفاء، الباب الاول، ج2، ص258، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اسی شفا اور اس کی شرح میں ہے:

''(وأما ما يكون بغير قصد وتعمد كالسهو والنسيان في الوظائف الشرعية مما تقرر الشرع بعدم تعلق الخطاب به وترك المؤاخذة عليه) كالسهو في الصلاة والكلام والنسيان في الصيام (فأحوال الأنبياء في ترك المؤاخذة به وكونه ليس بمعصية لهم مع أممهم سواء) كما يشير إليه قوله تعالى ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا وحديث رفع عن أمتي الخطأ والنسيان وأما استكرهوا عليه كما رواه الطبراني عن ثوبان مرفوعا بسند صحيح ''ترجمہ: انبیائے کرام سے بغیر قصد وارادے کے بھول چوک ہو جاتی ہے یا کوئی ایسا کام کہ جس سے شریعت کے مطابق خطاب الٰہی متعلق ہی نہیں اور اس پر کوئی مواخذہ بھی نہیں، جیسے نماز میں سہو اور روزے میں بھول جانا، تو جیسے یہ امت کے لئے گناہ نہیں اسی طرح انبیاء کے لئے بھی قابل مؤاخذہ نہیں، جیسا کہ مذکورہ آیت وحدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے، آیت یہ ہے کہ اے ہمارے رب ہماری بھول یا خطا پر ہم سے مؤاخذہ نہ فرما، اور حدیث یہ ہے کہ میری امت سے خطا، نسیان اور اکراہ کو اٹھا لیا گیا

ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سند صحیح کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(شفاء و شرح شفاء، الباب الاول، ج 2، ص 268، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انبیا علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو، جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مُروّت کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمدِ صغائر سے بھی قبلِ نبوّت اور بعدِ نبوّت معصوم ہیں۔"

(بہار شریعت، حصہ 1، ص 39، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد خان رحمۃ اللہ علیہ ایک مقلد کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ملاحظہ ہو کہ فقہ اکبر شریف کی عبارت خود نقل کی جس میں امام الائمہ سراج الامۃ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف ارشاد فرمایا کہ "تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جملہ گناہان کبیرہ وصغیرہ سب سے پاک ومنزہ ہیں" پھر حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بالخصوص فرمایا" کہ وہ اللہ کے حبیب و بندہ و نبی و رسول و برگزیدہ ہیں جنہوں نے کبھی کوئی گناہ صغیرہ بھی نہ کیا" پھر (وہ غیر مقلد) اس عبارت کو اس افترا کی سند بناتا ہے کہ حنفیہ کے یہاں انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی ہرگز قدر نہیں"

(رسالہ: انبیا کرام گناہوں سے پاک ہیں، ص 15، ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت، پاکستان)

مزید فرماتے ہیں:

"انبیائے کرام مطلقاً معاصی سے پاک ومنزہ ہیں خود انہی علمائے کرام نے جابجا اس کی تصریح فرمائی ہے۔"

(رسالہ: انبیا کرام گناہوں سے پاک ہیں، ص 21، ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت، پاکستان)

عصمت انبیا پر دلائل

امام فخر دین رازی رحمۃ اللہ علیہ "عصمت انبیاء" پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) الحجۃ الاولی: لو صدر الذنب عنهم لكان حالهم في استحقاق الذم عاجلا و العقاب آجلا اشد من حال عصاة الامة، وهذا باطل فصدور الذنب ايضا باطل بيان الملازمة، ان اعظم نعم الله على العباد هي نعمة الرسالة والنبوة، وكل من كانت نعم الله تعالى عليه اكثر كان صدور الذنب عنه افحش، وصريح العقل يدل عليه، ثم يؤكده من النقل ثلاثة وجوه (الوجه الاول) قوله تعالى ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ وقال تعالى: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾، (الوجه الثاني) ان المحصن

يرجم وغيره يحلد(الوجه الثالث)ان العبد يحد نصف حد الحر ، فثبت بما ذكرنا انه لو صدر الذنب عنهم لكان حالهم في استحقاق الذم العاجل والعقاب الآجل فوق حال جميع عصاة الامة ، وهذا يدل على عدم صدور الذنب عنهم

اگران سے گناہ کا صدور ہوتو یہ امت کے گناہگاروں کے مقابلے میں زیادہ مذمت اور عقاب کے مستحق ہوں گے اور یہ باطل ہے تو ان سے گناہوں کا صدور بھی باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت نبوت اور رسالت ہے، تو جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی اس سے گناہوں کا صدور بھی زیادہ سخت ہوگا، اور عقل صراحتا اس پر دلالت کرتی ہے، اور اس بات کی تین وجوہ سے تاکید ہوتی ہے: پہلی وجہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو) (سورۃ الاحزاب، آیت32)، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾ (اے نبی کی بیبیو جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دونا عذاب ہوگا) (سورۃ الاحزاب، آیت30)، دوسری وجہ یہ کہ محصن کو رجم کیا جاتا ہے اور اس کے غیر کو صرف کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ کہ غلام کو آزاد کے مقابلے میں آدھی حد لگائی جاتی ہے۔ پس جو ہم نے ذکر کیا وہ ثابت ہوگیا کہ اگر ان سے گناہ کا صدور ہوتو یہ گناہگار امتیوں کے مقابلے میں زیادہ مذمت اور عقاب کے مستحق ہوں گے، اور یہ بات ان سے گناہ کے صادر نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(2) الحجة الثانيه :لو صدر الذنب عنهم لما كانوا مقبولي الشهادة لقوله تعالى: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا﴾، امر بالتثبت والتوقف في قبول شهادة الفاسق ، الا ان هذا باطل فان من لم تقبل شهادته في حال الدنيا فكيف تقبل شهادته في الاديان الباقية الى يوم القيامة ، وايضا فانه تعالى شهد بان محمدا عليه الصلاة والسلام شهيد على الكل يوم القيامة ، قال، ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾، ومن كان شهيدا لجميع الرسل يوم القيامة كيف يكون بحال لا تقبل شهادته في الجنة

اگران سے گناہ کا صدور ہوتو ان کی شہادت مقبول نہیں رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا﴾ ("اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔") (سورۃ الحجرات، آیت6) یہاں فاسق کی شہادت کے بارے میں توقف اور تثبت کا حکم دیا گیا ہے، لیکن اگران سے گناہ کا صدور ہوتو یہ مقبول الشہادۃ نہ رہیں گے اور یہ بات باطل ہے کیونکہ اگر ان کی بات دنیاوی معاملات میں قبول نہ ہوتو قیامت تک باقی ادیان میں ان

کی شہادت کیسے قبول ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز قیامت ہر ایک کے گواہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (ترجمہ: "اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ") (سورۃ البقرۃ، آیت 143) اور جو قیامت میں تمام رسولوں کے گواہ ہوں گے تو کیسے ان کی گواہی جنت میں قبول نہ ہوگی۔

(3) الحجة الثالثة: لو صدر الذنب عنهم لوجب زجرهم، لان الدلائل دالة على وجوب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر لكن زجر الانبياء عليهم الصلاة والسلام غير جائز، لقوله تعالى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ فكان صدور الذنب عنهم ممتنعا

اگر ان سے گناہ کا صدور مان لیا جائے تو ان پر زجر و توبیخ واجب ہوگی، کیونکہ دلائل امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کی زجر و توبیخ جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ("بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔") (سورۃ الاحزاب، آیت 57) پس ثابت ہوا کہ ان سے گناہوں کا صدور ممتنع ہے۔

(4) الحجة الرابعة: لو صدر الفسق عن محمد عليه الصلاة والسلام لكنا اما ان نكون مأمورين بالاقتداء به وهذا لا يجوز، ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ ولما كان صدور الفسق يفضى الى هذين القسمين الباطلين كان صدور الفسق عنه محالا

اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فسق کا صدور ہو اور ہمیں ان کی اقتداء کا حکم ہے، تو اس میں بھی ہم پر ان کی اقتدا لازم ہو جائے گی، اور ایسا جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا) (سورۃ آل عمران، آیت 31)، اگر ان سے فسق کا صدور ہو تو اب حرام اور وجوب دونوں کا جمع ہونا لازم آئے گا جو کہ باطل ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فسق کا صدور محال ہے۔

(5) الحجة الخامسة: لو صدرت المعصية عن الانبياء عليهم الصلاة والسلام لوجب ان يكونوا موعودين بعذاب الله بعذاب جهنم، لقوله تعالى: ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَه يُدْخِلْهُ نَارًا خٰلِدًا فِيْهَا وَلَه عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ولكانو ملعونين، لقوله تعالى، ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾، وباجماع الامة هذا باطل فكان

صدور المعصية عنهم باطلا

اگر انبیاء سے گناہوں کا صدور ہو تو یہ عذاب الٰہی، عذابِ جہنم کی وعید کے مستحق ہوں گے کیونکہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خٰلِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اسکی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے) (سورۃ النساء، آیت 14) اور اگر انبیاء سے گناہ کا صدور ہو تو ان کا ملعون ہونا لازم آئے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے) (سورۂ ہود، آیت 18) اور انبیاء کا ملعون ہونا امت کے اجماع سے باطل ہے، تو ثابت یہ ہوا کہ ان سے گناہوں کا صدور ہونا باطل ہے۔

(6) الحجة السادسة: انهم كانوا يأمرون بالطاعات وترك المعاصي ولو تركوا الطاعة وفعلو المعصية لدخلوا تحت قوله تعالى، ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ و تحت قوله تعالى: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ ومعلوم ان هذا في غاية القبح

انبیاء طاعت کا حکم دیتے اور گناہوں سے بچنے کا فرماتے ہیں، اگر وہ خود ہی طاعت کو ترک کریں اور معصیت کا ارتکاب کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت آئیں گے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے) (سورۃ الصف، آیت 2) اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت بھی آئیں گے: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ (کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو) (سورۃ البقرۃ، آیت 44) اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ قباحت کی انتہا ہے۔

(7) الحجة السابعة: قال الله تعالى في صفة ابراهيم واسحاق ويعقوب، ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾ والالف واللام في صيغة الجمع تفيد العموم فدخل تحت لفظ (الخيرات) فعل كل ما ينبغي ترك كل ما لا ينبغي، وذلك يدل على انهم كانوا فاعلين لكل الطاعات وتاركين لكل المعاصي

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ﴾ (بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے) (سورۃ الانبیاء، آیت 90) جمع کے صیغہ میں الف لام عموم کا فائدہ دیتا ہے تو لفظ خیرات کے تحت ہر اس فعل کا کرنا داخل ہے جس کا کرنا مناسب ہے اور ہر اس فعل کا ترک کرنا داخل جس کا کرنا نامناسب ہے، اس سے واضح ہو رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام طاعات کو کرتے ہیں اور تمام معاصی ترک کرتے ہیں۔

(8) الحجة الثامنة: قوله تعالى ﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴾ وهو ان اللفظين اعني قوله

تعالی(المصطفین)وقوله (الاخیار)یتناولان جملة الافعال والتروك، بدلیل جواز الاستثناء، یقال فلان من المصطفین الاخیار الا فی كذا ،فدلت هذه الایة علی انهم كانوا من المصطفین الاخیار فی كل الامور، وهذا ینافی صدور الذنب عنهم، ونظیره قوله تعالی ﴿اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ﴾وقوله تعالی ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾وقال فی حق ابراهیم ﴿وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا﴾وقال فی حق موسی علیه الصلاة والسلام ﴿اِنِّیْ اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ﴾۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ﴾ (اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں) (سورۂ ص، آیت 47) اس میں دو لفظ "المصطفین" اور "الاخیار" تمام افعال اور تروک کو شامل ہیں، کیونکہ یہاں استثناء کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے: "فلان من المصطفین الاخیار الامن كذا" تو ثابت ہو گیا وہ تمام امور میں افضل ہیں اور یہ بات ان سے گناہ کے منافی ہے اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ﴾ (اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے) (سورۃ الحج، آیت 75) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾ (بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہان سے) (آل عمران، آیت 33) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا﴾ (اور بیشک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا) (سورۃ البقرۃ، آیت 130) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنِّیْ اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ﴾ (میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے) (سورۃ الاعراف، آیت 144)

(9) الحجة التاسعة :قوله تعالی حكایة عن ابلیس ﴿فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ﴾استثنی المخلصین من اغوائه واضلاله، ثم انه تعالی شهد علی ابراهیم واسحاق ویعقوب علیهم الصلاة والسلام انهم من المخلصین،حیث قال ﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ﴾وقال فی حق یوسف علیه الصلاة والسلام ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ﴾فلما اقر ابلیس انه لا یغوی المخلصین،وشهد الله بان هولاء من المخلصین ثبت ان اغواء ابلیس ووسوسته ما وصلت الیهم، وذلك یوجب القطع بعدم صدور المعصیة عنهم

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کا یہ قول نقل کیا: ﴿فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ﴾ (تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں) (سورۂ ص، آیت 82,83) تو اس

نے اغوا اشدہ سے مخلصین کو مستثنیٰ کر دیا، پھر اللہ عزوجل نے اس بات کی گواہی دی کہ حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام چنے ہوئے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ﴾ (بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے) (سورۂ ص، آیت 46)، حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ (بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے) (سورۂ یوسف، آیت 24) جب ابلیس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ وہ چنے ہوئے لوگوں کو گمراہ نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے بھی انبیاء کے چنے ہوئے ہونے کی گواہی دے دی، تو ثابت ہو گیا کہ ابلیس کے بہکاوے اور وسوسے ان تک نہیں پہنچیں گے، اور یہ بات ان سے قطعی طور پر گناہوں کے عدم صدور کو واجب کرتی ہے۔

(10) الحجة العاشرة: قال الله تعالى ﴿وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّه فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ فهولاء الذين لم يتبعوا ابليس اما ان يقال، انهم الانبياء او غيرهم، فان كانوا غيرهم لزم ان يكونوا افضل منهم، لقوله تعالى: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ﴾ وتفضيل غير النبى على النبى باطل بالاجماع، فوجب القطع بان اولئك الذين لم يتبعوا ابليس هم الانبياء عليهم الصلاة والسلام، وكل من اذنب فقد اتبع ابليس فدل هذا على ان الانبياء صلوات الله عليهم ما اذنبوا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّه فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لئے مگر ایک گروہ کہ وہ مسلمان تھا) (سورۂ سبا، آیت 20) یہ ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ابلیس کی اتباع نہیں کی، وہ انبیاء ہیں یا ان کے علاوہ، اگر ان کے علاوہ ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ وہ ان سے افضل ہو گئے کیونکہ اللہ نے فرمایا: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) (سورۃ الحجرات، آیت 13) اور غیر نبی کا نبی سے افضل ہونا بالاجماع باطل ہے، تو ثابت ہو گیا کہ جنہوں نے ابلیس کی اتباع نہیں کی وہ انبیاء علیہم السلام ہی ہیں، اور ہر وہ شخص کہ جس نے گناہ کیا اس نے ابلیس کی اتباع کی، تو یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہ نہیں کر سکتے۔

(11) الحجة الحادية عشرة: انه تعالى قسم المكلفين الى قسمين حزب الشيطان كما قال تعالى ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ وحزب الله كما قال تعالى ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ولا شك ان حزب الشيطان هو الذى يفعل ما يريد الشيطان ويامره به، فلو صدرت الذنوب عن الانبياء لصدق عليهم انهم من حزب الشيطان، ولصدق عليهم قوله تعالى (الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون) ولصدق على الزهاد من احاد الامة قوله تعالى (الا ان حزب الله

هم المفلحون)وحينئذ يلزم ان يكون واحد من احاد الامة افضل كثير من الانبياء ، ولا شك في بطلانه

اللہ تعالیٰ نے مکلفین کی دو قسمیں بنائی ہیں ایک شیطان کا گروہ جس کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾ (وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے) (سورۃ المجادلۃ، آیت 19) اور دوسری جماعت حزب اللہ ہے جن کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾ (یہ اللہ کی جماعت ہے سنو اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے) (سورۃ المجادلۃ، آیت 22) بلاشبہ حزب الشیطان وہی بنے گا جو شیطان کے حکم اور ارادے پر چلے گا، اگر انبیاء سے گناہ کا صدور ہو تو ان پر یہ صادق آئے گا کہ وہ شیطان کے گروہ سے ہیں اور ان پر اللہ کا یہ فرمان بھی صادق آئے گا کہ شیطان کا گروہ خسارے میں ہے، اور امت کے چند زاہد لوگوں پر یہ اللہ کا یہ فرمان صادق آئے گا کہ اللہ کا گروہ فلاح والا ہے، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ امت میں سے چند افراد انبیاء سے افضل ہیں، اور اس بات کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

(12) الحجة الثانية عشرة :ان اصحابنا رحمهم الله تعالى بينوا ان الانبياء افضل من الملائكة وثابت بالدلالة ان الملائكة ما اقدموا على شيء من الذنوب ، فلو صدرت الذنوب عن الانبياء لامتنع ان يكونوا زائدين في الفضل على الملائكة لقوله تعالى: ﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۫ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ﴾

ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں تو یہ بات دلالۃً ثابت ہوگئی کہ جب فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا تو اگر انبیاء سے گناہ کا صدور ہوگا تو فرشتے ان سے افضل ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۫ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ﴾ ترجمہ: کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کردیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرادیں۔ (سورۃ ص، آیت 28)

(13) الحجة الثالثة عشرة :قال الله تعالى في حق ابراهيم عليه الصلاة والسلام ﴿اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ والامام هو الذي يقتدى به وانه باطل

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ (میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں) (سورۃ البقرۃ، آیت 124) اور امام وہ ہوتا ہے جس کی پیروی کی جائے اور اگر ان سے گناہ کو صدور ہو تو یہ بات باطل ہو جائے گی۔

(14)الحجة الرابعة عشرة :قوله تعالی: ﴿لا ینال عھدی الظٰلمین﴾فکل من اقدم علی الذنب کان ظالما لنفسه اذا عرفت ھذا فنقول :ذلك العھد الذی حکم الله تعالی بانه لا یصل الی الظالمین اما ان یکون ھو عھد النبوة او عھد الامامة فان کان الاول فھو المقصود ، وان کان الثانی فالمقصود اظھر،لان عھد الامامة اقل درجة من عھد النبوة فاذا لم یصل عھد الامامة الی المذنب العاصی،فبان لا یصل عھد النبوة الیه اولی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لا ینال عھدی الظٰلمین﴾ (میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا) (سورۃ البقرۃ، آیت 124) ہر وہ شخص جس سے گناہ کا صدور ہو وہ ظالم ہوگا، جب یہ بات معلوم ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ عہد جس کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ظالموں کو نہیں پہنچتا، یہاں عہد سے مراد عہدِ نبوت ہے یا عہد امامت، اگر مراد عہد نبوت ہے تو یہی ہمارہ مقصود ہے اور اگر عہد امامت مراد ہے تو یہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ عہد امامت کا درجہ عہد نبوت سے کم ہے اور اگر گناہوں کی وجہ سے عہد امامت نہیں مل سکتا تو عہد نبوت بدرجہ اولی نہیں مل سکتا۔

(15)الحجة الخامسة عشرة :روی ان خزیمة بن ثابت الانصاری رضی الله عنه شھد علی وفق دعوی النبی صلی الله علیه وسلم ، مع انه ما کان عالما بتلك الواقعة فقال خزیمة(انی اصدقك فیما تخبر عنه من احوال السماء ، افلا اصدقك فی ھذا القدر؟فلما ذکر ذلك صدقه النبی صلی الله علیه وسلم فیه ولقبه بذی الشھادتین،ولو کان الذنب جائزا علی الانبیاء لکانت شھادة خزیمة غیر جائزة

مروی ہے کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں گواہی دی، حالانکہ وہ اس واقعہ کو نہیں جانتے تھے، حضرت خزیمہ نے عرض کیا: ((انی اصدقك فیما تخبر عنه من احوال السماء، افلا اصدقك فی ھذا القدر ؟ فلما ذکر ذلك صدقه النبی صلی الله علیه وسلم فیه ولقبه بذی الشھادتین)) (یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں آپ کی اس میں تصدیق کرتا ہوں جو آپ آسمانوں کے احوال کے بارے میں خبر دیتے ہیں، تو اس قدر میں کیسے آپ کی تصدیق نہ کروں۔ جب انہوں نے یہ بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کی اور نہیں ذوالشہادتین قرار دیا) اگر انبیاء علیہم السلام کے لئے معصیت جائز ہوتی تو حضرت خزیمہ کی شہادت جائز نہ ہوتی۔

(العصمۃ للانبیاء، ص41 تا 47، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرہ)

آیتِ ذنب میں ذنب کے مطالب:

اس آیت مبارکہ ﴿لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر﴾ میں ذنب کی نسبت اگر حضور صلی اللہ تعالی

علیہ وسلم کی طرف کی جائے تو مفسرین نے عقیدہ عصمت انبیا علیہم السلام کے پیش نظر جو معانی بیان کیے ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

(1) پہلا معنی: ذنب سے مراد خلاف اولی ہے۔امام رازی علیہ رحمۃ الکافی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں: ''والطاعنون فی عصمة الأنبیاء علیهم السلام یتمسکون به ونحن نحمله علی التوبة عن ترك الأولی والأفضل'' ترجمہ: انبیاء کرام علیہ السلام کی عصمت پر طعن کرنے والے اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں اور ہم اس کو ترک اولی یا ترک افضل پر محمول کرتے ہیں۔ (التفسیر الکبیر، ج27، ص525، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر نسفی میں ہے: ''وفی شرح التأویلات جاز أن یکون له ذنب فأمره بالاستغفار له ولکنا لا نعلمه غیر أن ذنب الأنبیاء ترك الأفضل دون مباشرة القبیح وذنوبنا مباشر القبائح من الصغائر والکبائر'' ترجمہ: شرح التاویلات میں ہے کہ یہ جائز ہے کہ نبی سے ذنب صادر ہوا اور اس پر آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہو، لیکن ہمیں انبیاء کے ذنب کا یہی علم ہے کہ اس سے مراد ترک افضل ہے نہ کہ قبیح کا ارتکاب کرنا، اور ہمارے ذنب گناہ صغیرہ وکبیرہ کا ارتکاب کرنا ہے۔

(تفسیر نسفی، ج3، ص327، دار الکلم الطیب، بیروت)

تفسیر ابی السعود میں ہے'' واستغفر لذنبك وهو الذی ربما یصدر عنه علیه الصلاة والسلام من ترك الأولی عبر عنه بالذنب نظرا إلی منصبه الجلیل کیف لا وحسنات الأبرار سیئات المقربین'' ترجمہ: اللہ کا فرمان کہ اپنے ذنب کے لئے استغفار کرو، یہ اس لئے ہے کہ کبھی آپ علیہ السلام سے ترک اولی سرزد ہو جاتا تھا تو آپ کے بلند مرتبہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس ترک اولی کو ذنب سے تعبیر کیا گیا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔

(تفسیر ابی السعود، ج8، ص97، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر آلوسی میں ہے'' والذنب بالنسبة إلیه صلّی الله علیه وسلم من باب خلاف الأولی نظرا إلی مقامه الجلیل'' ترجمہ: نبی کریم علیہ السلام کے بلند مقام کی طرف نظر کرتے ہوئے آپ کے خلاف اولی کی نسبت ذنب سے کی گئی ہے۔

(تفسیر آلوسی، ج6، ص38، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یعنی کبھی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے بظاہر افضل کے خلاف فرمایا، اگرچہ یہ بظاہر اولی کے خلاف ہے مگر درحقیقت وہ اولی سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ اگر وہ فعل آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نہ کیا ہوتا تو امت کو حکم شرعی کیسے معلوم ہوتا، اور بیانِ حکم منصب نبوت کا تقاضا ہے، یعنی اگر کوئی کام اصل حکم کے اعتبار سے اولی کے خلاف ہو لیکن اگر وہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صادر ہو تو اس پر ترک اولی کا اطلاق صرف آپ کے مرتبہ کے لحاظ سے ہوگا، نہ یہ کہ وہ واقع میں خلاف اولی ہے اور اسی کو

یہاں ذنب سے تعبیر کیا گیا۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

"جتنا قُرب زائد اُسی قدر احکام کی شدت زیادہ.......ع

جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا، شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا۔ حسنات الابرار سیّئات المقربین ۔نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولی ہرگز گناہ نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج29، ص394 تا 401، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) دوسرا معنیٰ: ذنب سے مراد شکر میں کمی ہونا ہے۔

تنویر المقیاس لابن عباس میں ہے ''واستغفر لذنبك لتقصير شكر ما أنعم الله عليك وعلى أصحابك ''ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو انعام کیا ہے اس کے شکر میں کمی کی وجہ سے اپنے رب سے استغفار کرو۔ (تنویر المقیاس، ج1، ص397، دار الکتب العلمیہ، لبنان)

تفسیر خازن میں ہے'' وحكى الشيخ محيى الدين النووى عن القاضى عياض، أن المراد به الفترات والغفلات من الذكر الذى كان شأنه صلّى الله عليه وسلّم الدوام عليه فإذا فتر وغفل عد ذلك ذنبا واستغفر منه ''ترجمہ: شیخ محی الدین نووی نے قاضی عیاض سے حکایت کیا ہے کہ اللہ کے ذکر پر دوام اختیار کرنا ہی آپ کی شان ہے اس مداومت سے کمی کو ذنب شمار کیا گیا اور آپ نے اس سے استغفار کیا۔ (تفسیر خازن، ج4، ص146، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت اس معنیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لحظہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔"

(فتاوی رضویہ، ج29، ص394 تا 401، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) تیسرا معنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہر وقت بڑھ رہا ہے اور کم مقام کی طرف نظر کرتے ہوئے اسے ذنب سے تعبیر کیا گیا۔

تفسیر روح المعانی میں ہے ''وقد ذكروا ان لنبينا صلى الله عليه وسلم في كل لحظة عروجا إلى مقام اعلى مما كان فيه فيكون ما عرج منه في نظره الشريف ذنبا بالنسبة إلى ما عرج إليه فيستغفر منه، وحملوا على ذلك'' ترجمہ: علماء نے بیان کیا ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کا مقام ہر لحہ بڑھ رہا ہے اور جس مقام سے بڑھا ہے اس کم مقام کی طرف نظر کرتے ہوئے آپ استغفار کرتے تھے اور علماء نے اس استغفار کو اسی پر محمول کیا ہے۔

(تفسیر روح المعانی، ج13، ص211، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

روح البیان میں ہے'' واستغفر ای اطلب الغفران من الله لذنبك وهو كل مقام عال ارتفع عليه السلام عنه الى أعلى '' ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے اپنے ذنب پر استغفار کرو یعنی غفران طلب کرو، ذنب ہر وہ مقام اعلیٰ ہے جس سے آپ اور اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ (روح البیان، ج8، ص511، دار الفکر، بیروت)

(4) چوتھا معنی: ذنب کا ایک معنی الزام بھی ہے۔

قرآن پاک میں ہے: ﴿وَ لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ﴾ ترجمہ: ان لوگوں کا مجھ پر ایک الزام ہے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ (القرآن، السورۃ الشعراء، آیت14)

مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات لگائے جیسا کہ معاذ اللہ آپ کو مجنون، شاعر، کاہن، ساحر وغیرہا کہا۔ لہذا اس آیت میں ان الزمات کو ذنب اور ان الزامات کو مٹانے کو غفران سے تعبیر کیا، اس صورت میں اس آیت کے معنی ہوں گے: تاکہ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے (کفار سے طرف سے لگائے گئے بے بنیاد) الزمات تجھ سے مٹا دے۔

(5) پانچواں معنی: قرآن میں ذنب اور معصیت کا لفظ بھول، نسیان اور لغزش کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ﴾ ترجمہ: آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش ہوئی۔

(پ16، السورۃ طٰہٰ، آیت121)

دوسرے مقام پر اسی لغزش کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ ترجمہ: تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ (پارہ16، السورۃ طٰہٰ، آیت115)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالیٰ ﴿وَ عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ﴾ آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، حالانکہ خود فرماتا ہے: ﴿فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا﴾ آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ۔ خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج29، ص400، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ:

(6) اس آیت مبارکہ ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے امام المفسرین امام اجل حضرت عطا خراسانی تابعی رحمۃ اللہ علیہ، دیگر اکابر مفسرین، محدثین اور متکلمین کی اتباع میں یوں کیا: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

اس کے حوالہ جات درج ذیل ہیں:

تفسیر بغوی میں ہے: "وقال عطاء الخراسانی:ما تقدم من ذنبك:یعنی ذنب أبویك آدم وحواء ببرکتك، وما تأخر ذنوب أمتك بدعوتك" ترجمہ: حضرت عطاء خراسانی علیہ رحمۃ اللہ الکافی (جو کہ تابعی ہیں) نے فرمایا کہ ماتقدم من ذنبک سے آپ کے والدین حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے ذنب مراد ہیں کہ آپ کی برکت سے (ان کی مغفرت فرمادی) اور وماتأخر سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں کہ آپ کی دعا سے ان کی مغفرت فرمادی۔

(تفسیر بغوی، ج4، ص223، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

یاد رہے کہ اس قول میں حضرت آدم علیہ السلام کے ذنب سے مراد لغزش و زَلّت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ائمہ حنفیہ وعلمائے اہل سنت کے نزدیک زَلّتِ انبیا علیہم السلام کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ افضل کو چھوڑ کر فاضل کو اختیار فرمایا اسے اصلاً گناہ سے کچھ علاقہ نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ اُن کی عظمتِ شان وجلالتِ قدر کے باعث کبھی ترکِ افضل پر اُن کا مولیٰ کمال لطف ورحمت کے ساتھ عتاب محبت فرمائے کہ حسنات الابرار سیات المقربین..... اہل سنت وجماعت کی دو عظیم جماعتیں ہیں اشعریہ تابعانِ امام اجل ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر شافعیہ اسی مسلک پر ہیں اور ماتریدیہ پیروانِ امام علم الھدیٰ ابوالمنصور ماتریدی قدس سرہ اور حنفیہ اسی مشرب پر ہیں، ان دونوں امام ہمام نے تصریح فرمائی کہ زَلّتِ انبیا کا حاصل صرف ترکِ افضل واختیار فاضل (ہے)..... اور اس افضل سے بھی مراد وہ ہے جو انبیا علیہم الصلاۃ والثناء کی عظمت

شان کے لائق، اُن کے لیے افضل تھا ورنہ ان کا مفضول کام بھی صدیقین کے افضل از افضل فعل سے افضل ہے، تا بدیگراں چہ رسد (وہاں تک کوئی دوسرا کیا پہنچے گا)" (رسالہ: انبیا کرام گناہوں سے پاک ہیں، ص18 تا20، ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت، پاکستان)

تفسیر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: ''سئل الشافعی عن قول الله عز وجل (إنا فتحنا لك فتحا مبينا) ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر) الآيتان. قال: معناه، (ما تقدم): من ذنب أبيك آدم (وما تأخر): من ذنوب أمتك، أدخلهم الجنة بشفاعتك'' ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان ﴿إنا فتحنا لک فتحا مبینا ، لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر﴾ کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ ماتقدم سے حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش اور ماتأخر سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت سے انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

(تفسیر الامام الشافعی، ج3، ص1262، دار التدمریۃ، المملکۃ العربیۃ)

امام المتکلمین امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''وجائز ان یکون قوله ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ ای ماتقدم من ذنب امتك تاخر من ذنبهم علی ماقال بعض اهل التاويل '' ترجمہ: یہ بات جائز ہے کہ ماتقدم اور ماتاخر سے مراد امت کے ذنب ہوں جیسا کہ بعض اہل تاویل نے کہا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم المسمّی تاویلات اہل السنۃ، ج4، ص519، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

تفسیر سمرقندی میں ہے: ''يغفر لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ يعني: ذنب آدم وَما تَأَخَّرَ يعني: ذنب أمتك '' ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت فرمادی، یعنی آدم علیہ السلام کے ذنب کی، اور آپ کی امت کے گناہوں کی مغفرت فرمادی۔ (تفسیر سمرقندی، ج3، ص308، مطبوعہ بیروت)

امام الکاشفین علامہ ابوبکر ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''قال آخرون ماتقدم من ذنبك ای من ذنب ابيك آدم عليه السلام وما تاخر من ذنوب امتك '' ترجمہ: دوسرے مفسرین نے یہ لکھا کہ "ماتقدم من ذنبک" سے آپ کے اب حضرت آدم علیہ السلام کے ذنب مراد ہیں اور "وما تاخر" سے آپ کی امت کے ذنوب مراد ہیں۔

(تفسیر الناسخ والمنسوخ، ص202، دار الکتب العلمیہ بیروت)

قرآن پاک میں ایک اور مقام پر لفظ ذنب کے متعلق تفسیر صاوی میں ہے: ''اجیب ایضا بان الکلام علی حذف مضاف، والتقدیر استغفر لذنب امتك، وانما اضيف الذنب له لانه شفيع وامرهم متعلق به '' ترجمہ: یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ یہ کلام مضاف کو حذف کرنے کے طریقے پر ہے تو معنی یہ ہوگا کہ اپنی امت کے گناہوں کی بخشش چاہو، ذنب کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے کیونکہ آپ کی امت کی شفاعت کرنے والے ہیں اور ان کا معاملہ آپ کے کے متعلق ہے۔

(تفسیر صاوی، ج5، ص1828، مکتبہ حمانیہ لاہور)

الوجیز للواحدی میں ہے:"وقیل:ما تقدم من ذنبك يعني:ذنب أبويك آدم وحواء ببركتك وما تأخر من ذنوب أمتك بدعوتك "ترجمہ:کہا گیا ہے کہ "ماتقدم من ذنبك "سے آپ کے والدین حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے ذنب مراد ہیں کہ آپ کی برکت سے (ان کی مغفرت فرمادی)اور "وماتأخر "سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں کہ آپ کی دعا سے ان کی مغفرت فرمادی۔ (الوجیز للواحدی، ج1، ص1007، دارالقلم، بیروت)

یہ قول "اللباب فی علوم الکتاب"، "تفسیر ثعلبی"، "تفسیر خازن" اور "تفسیر قرطبی" وغیرہا کتب تفاسیر میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت کے تحت مواقف شریف میں لکھا ہے:"فالمعنى ليغفر لأجلك ما تقدم من ذنب أمتك وما تأخر منه "ترجمہ:اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب آپ کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت فرمادے۔

(المواقف، المقصد الخامس فی عصمۃ الانبیاء، ج3، ص446، دارالجیل، لبنان)

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:"قال بعضهم في آية الفتح ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك أي من ذنب أبيك آدم وما تأخر أي من ذنوب أمتك "ترجمہ:سورۃ فتح کی آیت ﴿ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك﴾ کے متعلق بعض علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ اس ماتقدم سے آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام کے ذنب مراد ہیں، اور وماتأخر سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں۔ (فتح الباری، ج11، ص198، دارالمعرفۃ، بیروت)

یہی قول مواہب اللدنیہ، اور سبل الہدی والرشاد میں بھی موجود ہے۔

اس آیت کے تحت عمدۃ القاری میں ہے:"ويقال:المراد منه ذنب أمته "ترجمہ:یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس ذنب سے مراد آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں۔ (عمدۃ القاری، باب من کرہ ان یعود فی الکفر، ج1، ص167، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شفاء شریف میں ہے:"وقيل:ما تقدم لأبيك آدم وما تأخر من ذنوب أمتك "ترجمہ:اور کہا گیا ہے کہ ماتقدم سے مراد آپ کے والد آدم علیہ السلام کی لغزش اور ماتأخر سے مراد آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، ج2، ص357، دارالفیحاء، عمان)

مطالع المسرات میں ہے:"وقيل المراد ما تقدم من ذنوب امتك وما تأخر منها لانه سبب المغفرة واما هو في نفسه فلا ذنب له "ترجمہ:یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماتقدم اور ماتأخر سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں، کیونکہ آپ مغفرت کا سبب ہیں، اور بہرحال آپ خود گناہ سے پاک ہیں۔ (مطالع المسرات، ص85)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''المراد بما تقدم لابیك آدم علیه الصلاۃ والسلام والمراد بما تاخر من ذنوب امتك ''ترجمہ:"ماتقدم" سے مراد آپ کے اب حضرت آدم علیہ السلام کے ذنب ہیں اور "ماتاخر" سے مراد آپ کی امت کے ذنوب ہیں۔

(نسیم الریاض، ج4، ص175، دارالفکر، بیروت)

بلاغت کا قاعدہ ہے کہ کبھی ایسے غیر معین افراد کو خطاب کیا جاتا ہے جن کا مخاطب بننا ممکن ہو۔

دروس البلاغۃ میں ہے:''وقد یخاطب غیر المعین اذا قصد تعمیم الخطاب لکل من یمکن خطابه نحو اللئیم من اذا احسنت الیه اساء ت الیك ''ترجمہ: کبھی غیر معین کو بھی خطاب کیا جاتا ہے جب خطاب ہر اس شخص کو عام کرنا مقصود ہو جس کے لئے بھی خطاب ممکن ہو جیسے کمینہ ہے وہ شخص جس کے ساتھ تم بھلائی کرو اور وہ تمہارے ساتھ برائی کرے۔

(دروس البلاغۃ، الباب الرابع فی التعریف والتنکیر، ص۷۵، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اس مثال میں بھلائی کرنے والا کوئی خاص فرد نہیں ہے بلکہ وہ فرد مراد ہے جو اس کا اہل ہو اور یہ قاعدہ بلاغت قرآن میں متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ جیسے ایک جگہ پر کفار کی ذلت کا منظر بیان کیا گیا ہے:﴿وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ترجمہ: اور کہیں تم دیکھو جب مجرم اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے۔ (پارہ21، السورۃ السجدۃ، آیت12)

اس آیت میں تری سے کوئی خاص فرد مراد نہیں بلکہ تمام اہل محشر مراد ہیں۔

اسی اسلوب کو سامنے رکھتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا کلام ملاحظہ فرمائیں آپ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال "ترجمہ: جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے، سورۂ مومن وسورہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے۔ کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، سورۂ مومن میں تو اتنا ہے ﴿واستغفر لذنبک﴾ اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں، قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے، ﴿اقیموا الصلوۃ﴾ نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیامِ قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی، اسی قرآن عظیم میں ہے:﴿لانذر کم به ومن بلغ﴾ (تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے) کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بداں اسعدک اللہ تعالیٰ (تو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند بنائے) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں، خود

قرآن عظیم میں فرمایا: ﴿ارأیت الذی ینھی، عبدا اذا صلی ،ارایت ان کان علی الھدیٰ،او امر بالتقوی﴾ (ابوجہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیت کریمہ اتریں) کہ کیا تو نے دیکھا اسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیز گاری کا حکم فرمائے، یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: ﴿فـمـا یکـذبک بعد بالدین﴾ (ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روزِ قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔ یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ وہنود سے، یونہی دونوں سورۂ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ بلکہ آیت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں ،اس کی ابتداء یوں ہے: ﴿فـاعـلـم انـه لا الٰـه الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین و المؤمنٰت﴾ (جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہا)۔تو یہ خطاب اس سے ہے جو ابھی لا الٰہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے،تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ،تمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرمادیا کہ: ﴿واللہ یعلـم متـقلبکم ومثوٰکم﴾ (اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو،اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔) اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر ذنبک میں تاویل نہیں کرتا تو فاعلم میں تاویل کیسے کرسکتا ہے،دونوں پر ہمارا مطلب حاصل،اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔"

(فتاوی رضویہ،ج29،ص398،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"ہر ادنی طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنی ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے، مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کے جریب ہوا، یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت ،اور اضافت موجود یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا،تو ذنبک سے مراد اہلبیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد ﴿ولـلمؤمنین وللمؤمنٰت﴾ تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہلبیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے...... تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے: ﴿رب اغـفـرلـی ولـوالدی ولمن دخل بیتی

مومنا وللمؤمنین والمؤمنت﴾ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔ اسی وجہ پر آیۃ کریم سورۂ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے اور ﴿ما تقدم من ذنبک﴾ تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام و امہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم وشیث ونوح وخلیل واسمعیل علیہم الصلوۃ والسلام، اور ماتاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت وامت مرحومہ تو حاصل آیۃ کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ (فتاوی رضویہ، ج29، ص401، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر 300

مَا جَاءَ أَنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ

(قیامت میں سب سے بندے سے نماز کا حساب ہوگا)

413۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ حُرَيْثِ بْنِ قَبِيصَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا، قَالَ فَجَلَسْتُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يَرْزُقَنِي جَلِيسًا صَالِحًا، فَحَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ"، وَفِي الْبَابِ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا

حدیث: حضرت حریث بن قبیصہ سے روایت ہے، فرمایا: میں مدینہ شریف حاضر ہوا تو میں نے دعا کی: اے اللہ عزوجل مجھے کوئی نیک ہم نشین عطا فرمادے، فرماتے ہیں پس میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پاس بیٹھ گیا تو میں نے کہا کہ بے شک میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا تھا کہ مجھے نیک ہم نشین عطا فرمادے پس آپ مجھے وہ حدیث سنایئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو شاید کہ اللہ عزوجل مجھے اس کے ذریعے سے نفع دے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک قیامت والے دن اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا پس اگر وہ درست ہوئی تو اس نے فلاح وکامرانی پائی اور اگر خراب ہوئی تو خائب وخاسر ہوا تو اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوگی تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفل ہیں پس اس کے ذریعے سے اس کی فرض کی کمی کو پورا کردیا جائے گا پھر تمام اعمال اسی طرح پر ہوں گے۔ اور اس باب میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہے ۔امام ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور تحقیق اس سند کے علاوہ بھی یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَدْ رَوَى بَعْضُ أَصْحَابِ الْحَسَنِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ حُرَيْثٍ، غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ وَ الْمَشْهُورُ هُوَ قَبِيصَةُ بْنُ حُرَيْثٍ ،وَرُوِي عَنْ أَنَسِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا

اور حسن کے بعض اصحاب نے قبیصہ بن حریث سے بواسطہ حسن اس حدیث کے علاوہ کو روایت کیا اور مشہور وہ قبیصہ بن حریث ہیں۔ اور انس بن حکیم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت بو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی مثل کو روایت کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور تحقیق اس سند کے علاوہ بھی یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حسن کے بعض اصحاب نے قبیصہ بن حریث سے بواسطہ حسن اس حدیث کے علاوہ کو روایت کیا اور مشہور وہ قبیصہ بن حریث ہیں۔ اور انس بن حکیم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت بو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی مثل کو روایت کیا۔

تخریج حدیث413:

شرح حدیث

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

"((قیامت والے دن سب سے پہلے بندے سے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا)) کیونکہ اللہ عزوجل نے اس کے اہتمام اور اس کی محافظت کا حکم دیا ہے اور اس بات کو بیان کیا ہے کہ بے شک نماز دیگر اعمال پر مقدم ہے اور یہ ایمان کی علامت اور دین کا ستون ہے ((تو اگر اس نے اسے مکمل کیا تو یہ اس کے لئے مکمل لکھی جائے گی)) یعنی حساب کتاب کے صحیفوں میں ((اور اگر اس نے نماز کو مکمل نہیں کیا تو اللہ عزوجل فرشتوں کو فرماتا ہے کہ تم دیکھو کیا میرے بندے کے نامۂ اعمال میں کوئی نفل پاتے ہو)) "من" کو تاکید کے لئے زیادہ کیا ہے ((تو تم اس کے ذریعے سے اس کے فرض مکمل کر دو پھر زکاۃ کا معاملہ بھی اسی طرح ہوگا، پھر تمام اعمال اسی طرح پر ہوں گے)) عراقی کہتے ہیں: مکمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ سنتوں اور ہیئتِ مسنونہ میں جو کمی رہ گئی ہے اسے مکمل کرنا اور یہ کہ اسے فرض کا ثواب حاصل ہوگا اگرچہ وہ اسے بجانہ لایا ہو یا نماز کی شرائط وارکان میں کمی رہ گئی ہو اسے مکمل کرنا یا جو فرائض سرے سے ہی متروک ہوں انہیں مکمل کرنا۔" (التیسیر، حرف الہمزہ، ج1، ص393,394، مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض)

نوافل کے ذریعہ فرائض کی تکمیل کی صورت:

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"بہر حال نوافل کے ذریعہ فرض کو مکمل کرنا تو یہ واللہ اعلم اس صورت میں ہوگا کہ جب کوئی شخص فرائض کو بھول گیا تو اسے بجانہ لایا یا اس نے نماز کے رکوع کو اچھے طریقہ سے ادانہ کیا اور وہ اس کی قدر کو نہ پہچانا۔ بہر حال جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا یا بھول گیا پھر اسے یاد آیا پس وہ جان بوجھ کر اسے بجانہ لایا اور فرض سے غافل ہو کر نفل میں مشغول ہو گیا اور اسے فرض یاد بھی ہے تو اس کے فرض ان نفلوں سے مکمل نہیں کئے جائیں گے۔ واللہ اعلم "

(التمہید، الحدیث الخامس والسبون، ج24، ص81، وزارۃ عموم الاوقاف والشئون الاسلامیہ)

قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ کس کا ہوگا:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور ایک حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ ہوگا، یہ احادیث آپس میں متعارض نہیں کیونکہ پہلی حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ

بندے اور اللہ تعالٰی کے درمیان جو معاملات ہیں یعنی حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور دوسری حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے آپس کے معاملات یعنی حقوق العباد میں سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ ہوگا۔

(شرح النووی علی مسلم، باب المجازاۃ بالدماء فی الآخرۃ، ج11، ص167، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس تطبیق کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے: ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلَاةُ وَأَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا اور لوگوں کے درمیان سب سے پہلے فیصلہ خونوں کا کیا جائے گا۔ (سنن نسائی، تعظیم الدم، ج7، ص83، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی علامہ نووی کی درج بالا تطبیق نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اظہر یہ ہے کہ یوں کہا جائے: خونوں کے فیصلہ والی حدیث پاک منہیات (ممنوعہ چیزوں) کے بارے میں ہے اور نماز والی مامورات (جن کے کرنے کا حکم ہے ان) کے بارے میں یا یوں کہا جائے کہ نماز والی میں محاسبہ (حساب کرنے) کے بارے میں ہے اور خونوں کے فیصلہ والی حدیث پاک فیصلہ کرنے کے بارے میں ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب القصاص، ج6، ص2259، دار الفکر، بیروت)

علامہ علی قاری اس کے بعد سنن نسائی والی مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ حقیقی اول نماز ہے کہ محاسبہ حکم سے پہلے ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب القصاص، ج6، ص2259، دار الفکر، بیروت)

فرائض سے پہلے اور بعد سنن ونوافل کی مشروعیت میں حکمت:

علامہ ابو الفضل زین الدین عراقی (متوفی 806ھ) فرماتے ہیں:

"علما فرماتے ہیں: فرائض سے قبل اور بعد سنن رواتب کی مشروعیت میں حکمت ان کے ذریعے سے فرائض کی تکمیل کرنا ہے اگر ان میں کوئی کمی واقع ہو جیسا کہ سنن ابو داؤد وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "بے شک قیامت والے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا پس اگر وہ درست ہوئی تو تحقیق وہ کامیاب وکامران ہوا اور اگر وہ خراب ہوئی تو وہ خائب وخاسر ہوا تو اگر بندے کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تبارک وتعالٰی فرمائے گا: دیکھو کہ کیا میرے بندے کے نامہ اعمال میں کوئی نفل موجود ہیں؟ تو پھر ان نوافل کے ذریعے اس

کے فرائض کی کمی کو پورا کردیا جائے گا پھر تمام اعمال کا معاملہ اسی طرح پر ہوگا۔"

اور فرائض سے پہلے نوافل پڑھنے کے حوالے سے ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ نفس کی ریاضت اور اس چیز سے تصفیہ کرنا جو دنیاوی مشاغل سے مستغنی کردے تا کہ اس کا دل کامل طور فرض کے لئے فارغ ہو جائے اور اسے نشاط حاصل ہو جائے۔اور شرح عمدہ میں شیخ تقی الدین کا کلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلی وجہ ان نوافل کے ساتھ خاص ہے کہ جو فرائض کے بعد ہے۔تو انہوں نے فرمایا: بہرحال بعد والی سنتیں تو تحقیق وارد ہوا کہ بے شک نوافل فرائض کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے ہیں تو جب فرائض ادا ہو چکے تو مناسب ہے کہ اس کے بعد وہ چیز ہو کہ جو فرائض کے خلل کو دور کرے جبکہ فرائض میں خلل ہو۔انتھی۔اور ایسا نہیں ہے پس وہ جسے ان کے علاوہ نے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ پہلے اور بعد،دونوں نوافل کے ذریعے سے فرائض کی کمی کو پورا کرنے کا حصول ہوتا ہے اور پہلی حدیث تمام نوافل کو شامل ہے اگرچہ وہ فرائض سے پہلے ہوں۔واللہ اعلم"

(طرح التثریب،فائدۃ الحکمۃ فی مشروعیۃ الرواتب الخ،ج3،ص34,35،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

باب نمبر 301

مَا جَاءَ فِيمَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ، مَا لَهُ فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ

(دن رات میں بارہ رکعت سنت کی فضیلت)

414۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ ثَابَرَ عَلَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ"، وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي مُوسَى، وَابْنِ عُمَرَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَمُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو بارہ رکعت سنتوں پر پابندی کرے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا، چار رکعات ظہر سے پہلے، دو رکعات بعد میں اور دو رکعات مغرب کے بعد، اور دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔

اور اس باب میں حضرت سیدتنا ام حبیبہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو موسی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسی ترمذی فرماتے ہیں: سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اور مغیرہ بن زیاد کے حافظہ کے متعلق بعض اہلِ علم نے کلام کیا ہے۔

415۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ

حدیث: حضرت سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو دن رات میں بارہ رکعات پڑھے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ چار ظہر سے پہلے اور دو بعد میں، دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعات فجر سے پہلے صبح کی نماز میں۔

فِي الجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ المَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ العِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ "،قَالَ ابو عِيسىٰ: وَحَدِيثُ عَنْبَسَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ فِي هٰذَا البَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَنْبَسَةَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: اس باب میں عنبسہ عن ام حبیبہ حدیث حسن صحیح ہے اور تحقیق عنبسہ سے اس سند کے علاوہ بھی روایت مروی ہے۔

تخریج حدیث 414: (سنن نسائی، حدیث 1794، ج3، ص260، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، حدیث 1140، ج1، ص361، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 415: (صحیح مسلم، حدیث 728، ج1، ص502، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، حدیث 1250، ج2، ص18، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 1801، ج3، ص262، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، حدیث 1141، ج1، ص361، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور ہمارے اصحاب نے اس حدیث پاک سے احتجاج کیا ہے کہ پانچوں نمازوں میں سننِ مؤکدہ بارہ ہیں: دو رکعات فجر سے پہلے، چار ظہر سے قبل اور اس کے بعد دو رکعتیں اور مغرب و عشاء کے بعد دو رکعتیں۔ اور علامہ رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ کے اکثر اصحاب کی رائے یہ ہے کہ سنن رواتب دس ہیں اور وہ دو رکعات فجر سے پہلے اور دو رکعات ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو رکعات مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد۔ فرمایا: ان میں سے بعض نے ظہر سے قبل مزید دو رکعتوں کو زیادہ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر: ((من ثابر علی اثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ)) ترجمہ: "جس بارہ رکعت سنت پر مواظبت اختیار کی اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب التطوع بعد المکتوبۃ، ج7، ص233، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

دن رات میں سنن مؤکدہ کتنی رکعتیں ہیں، مذاہب اربعہ

عندالاحناف:

احناف کے نزدیک سنت مؤکدہ یہ ہیں:

(1) دو رکعت نماز فجر سے پہلے (2) چار ظہر کے پہلے، دو بعد (3) دو مغرب کے بعد (4) دو عشا کے بعد اور (5) چار جمعہ سے پہلے، چار بعد یعنی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں اور علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر روز بارہ رکعتیں۔

(الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج2، ص545)

علامہ محمود بن عبداللہ موصلی حنفی (متوفی 683ھ) فرماتے ہیں:

حضرت ام حبیبہ، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ فی الیوم واللیلۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ: رکعتین قبل الفجر، وأربعا قبل الظھر، ورکعتین بعدھا ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء)) (جس نے دن اور رات میں بارہ رکعتوں پر مواظبت اختیار کی اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا: دو رکعات فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد، دو رکعات مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد) تو یہ مؤکدات ہیں ان

کا ترک درست نہیں ہے۔پس تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعات کے بارے میں فرمایا:((صلوهما ولو أدركتكم الخيل)) (ان دونوں رکعتوں کو پڑھو اگر چہ دشمن کے گھوڑے تمہیں پالیں) اور فرمایا:((هما خير من الدنيا وما فيها)) (یہ دونوں رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں) اسے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنے کو ناپسند فرمایا۔اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((من ترك أربعا قبل الظهر لم تنله شفاعتي)) (جس نے ظہر سے پہلے کی چار رکعات ترک کیں تو اسے میرے شفاعت نہ پہنچے گی۔)

(الاختیار لتعلیل المختار، باب النوافل، ج1، ص65، مطبعۃ الحلبی، القاہرہ)

عندالحنابلہ:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"اوران میں مؤکد دس رکعات ہیں جنہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا اور فرمایا:((حفظت من النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عشر ركعات: ركعتين قبل الظهر، وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب في بيته وركعتين بعد العشاء في بيته وركعتين قبل الصبح كانت ساعة لا يدخل على النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فيها أحد حدثتني حفصة أنه كان إذا أذن المؤذن وطلع الفجر، صلى ركعتين)) (میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعات یاد کی ہیں: دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو رکعات اس کے بعد اور دو رکعات مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعات صبح سے قبل، وہ ایسی ساعت تھی کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی حاضر نہیں ہوتا تھا تو مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ بے شک جب مؤذن نے اذان دی اور فجر طلوع ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا فرمائیں۔متفق علیہ) اوران میں سب سے زیادہ مؤکد فجر کی سنتیں ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:((إن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لم يكن على شيء من النوافل أشد معاهدة منه على ركعتي الفجر)) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنت فجر کی جتنی محافظت فرماتے کسی اور نفل نماز کی نہیں کرتے۔) اور ارشاد فرمایا:((ركعتا الفجر أحب إلي من الدنيا وما فيها)) (فجر کی دو رکعتیں مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں) اور فرمایا:((صلوهما ولو طردتكم الخيل)) (فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آ پڑیں۔) اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔"

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاۃ التطوع، ج1، ص264، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عندالشوافع:

علامہ ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی (متوفی 505ھ) فرماتے ہیں:

"سنن رواتب جو فرائض کے تابع ہیں اور وہ گیارہ رکعتیں ہیں، دو رکعتیں صبح سے پہلے ہیں اور دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور وتر ایک رکعت۔ اور دوسرے حضرات نے ظہر سے قبل دو اور رکعات کا اضافہ کیا اور دوسرے بعض نے عصر سے قبل چار رکعات کا اضافہ کیا تو یوں فرائض کی تعداد کے موافق سترہ تعداد ہو جائے گی۔ اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلے کی دو رکعات پر مواظبت فرمائی اس طرح عصر سے قبل کی سنتوں پر مواظبت نہیں فرمائی۔" (الوسیط فی المذہب، الاول فی السنن الرواتب الخ، ج2، ص208، دار السلام، القاہرہ)

علامہ ابو الحسین یحیی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"بہر حال وہ سنتیں جن کا تعلق وقت کے ساتھ ہے تو ان میں سے فرائض کے ساتھ کی سنتِ مؤکدہ ہیں۔ اور ہمارے اصحاب نے ان کی تعداد میں اختلاف کیا ہے تو ان میں بعض نے فرمایا: وہ وتر کے علاوہ دس رکعات ہیں۔ شیخ ابو اسحق کہتے ہیں: اور یہ کمال کا ادنی درجہ ہے اور وہ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں ہیں اور دو رکعتیں ظہر سے پہلے ہیں اور دو اس کے بعد ہیں اور دو رکعتیں مغرب کے بعد ہیں اور دو عشاء کے بعد ہیں اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ((صليت مع النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قبل الظهر سجدتين وبعدها سجدتين، وبعد المغرب سجدتين، وبعد العشاء سجدتين، وحدثتني حفصة بنت عمر: أن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يصلي سجدتين خفيفتين إذا طلع الفجر)) (میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ظہر سے قبل دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں اور مجھے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فجر طلوع ہونے پر دو خفیف رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔)

اور بعض نے کہا کہ وتر کے علاوہ آٹھ رکعات ہیں اور وہی "البویطی" میں منصوص ہے تو جو انہوں نے پہلے فرمایا اس سے عشاء کی سنتوں کو کم کر دیا اور یہ ہمارے اصحاب میں سے خضری کا اختیار کردہ ہے کہ عشاء کی کوئی سنتیں نہیں ہیں۔ اور ان میں بعض نے کہا: یہ وتر کے علاوہ بارہ رکعات ہیں اور انہوں نے پہلے والوں کے قول پر ظہر سے پہلے دو رکعات کا اضافہ کیا اور یہی شیخ ابو حامد کا اختیار کردہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من ثابر على ثنتي عشرة ركعة . . بنى الله له بيتًا في الجنة: أربع ركعات قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء، وركعتين قبل الفجر)) (جس نے بارہ رکعتوں پر مواظبت اختیار کی، اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا: چار رکعات ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو رکعتیں

فجر سے پہلے۔)اوران میں بعض نے کہا کہ وہ وتر کے علاوہ آٹھ رکعتیں ہیں اور یہ "الصاح" میں ابوعلی کا قول ہے۔

(البیان فی مذہب الامام الشافعی، باب صلاۃ التطوع، ج2، ص262,263، دارالمنہاج، جدہ)

عندالمالکیہ:

علامہ دردیر مالکی فرماتے ہیں:

"ظہر کی نماز سے قبل اوراس کے بعد اور عصر کی نماز سے پہلے اور مغرب اور عشاء کے بعد نفل پڑھنے کی تاکید ہے تمام میں بغیر کسی مقدار کی حد کے، مستحب کی تحصیل میں دو رکعتیں کافی ہیں اگرچہ اَولی چار رکعتیں ہیں مگر مغرب میں چھ رکعتیں اَولی ہیں۔"

(الشرح الصغیر مع حاشیۃ الصاوی، النوافل المطلوبۃ والنوافل المؤکدۃ، ج1، ص402، مطبوعہ دارالمعارف)

باب نمبر 302

مَا جَاءَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ مِنَ الْفَضْلِ

(فجر کی دو رکعات کی فضیلت)

416۔ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التِّرْمِذِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رَوَى أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ التِّرْمِذِيِّ حَدِيثًا

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعات دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

اور اس باب میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔ اور تحقیق امام احمد بن حنبل نے صالح بن عبداللہ الترمذی سے اس حدیث کو روایت کیا۔

تخریج حدیث 416: (صحیح مسلم، حدیث 725، ج 1، ص 501، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 1759، ج 3، ص 252، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف (متوفی449ھ) فرماتے ہیں:

"یہ حدیث فجر کی دو رکعتوں کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اور اس پر کہ یہ نوافل میں سب سے اعلیٰ ہیں کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مواظبت و ملازمت اختیار فرمائی۔"

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، باب المداومۃ علی رکعتی الفجر، ج3، ص149، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی1014ھ) فرماتے ہیں:۔

"((فجر کی دو رکعات دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں)) یعنی دنیاوی مال و جاہ اور اس سے کہ جس کا تعلق دنیا سے ہے نہ کہ بندوں سے صادر ہونے والے اعمال صالحہ سے۔ اور علامہ طیبی کہتے ہیں: اگر دنیا کو اس کے ساز و سامان اور خوبصورتی پر محمول کیا جائے تو خیر اس کے زعم کے مطابق ہوگی کہ جو اس دنیا میں خیر دیکھتا ہے یا یہ اس باب سے ہے کہ "اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَقَامًا" (کون سے گروہ کا مقام بہتر ہے۔) اور اگر اس کو انفاق فی سبیل اللہ پر محمول کیا جائے تو یہ دونوں رکعتیں ان سے ثواب میں زیادہ ہوں گی۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب السنن وفضائلھا، ج3، ص892، دار الفکر، بیروت)

فجر کی سنتوں کے بارے میں احادیث و آثار

(1) صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)) ترجمہ: فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

(صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر، ج1، ص501، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی میں انھیں سے روایت ہے، کہتی ہیں: ((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنتِ فجر کی جتنی محافظت فرماتے کسی اور نفل نماز کی نہیں کرتے۔

(صحیح البخاری، تعاھد رکعتی الفجر الخ، ج2، ص57، مطبوعہ دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر، ج1، ص501، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قَالَ رجل يَا رَسُول الله دلَّنِي علي عمل يَنْفَعنِي الله بِهِ قَالَ عَلَيْكَ بركعتي الْفجْر فَإِنَّ فِيهِمَا فَضِيلَةً)) ایک صاحب نے عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم)! کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُس سے نفع دے؟ فرمایا: فجر کی دونوں رکعتوں کو لازم کرلو، ان میں بڑی فضیلت ہے۔ (الترغیب والترہیب للمنذری، کتاب النوافل، ج1، ص223، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا تَدَعَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَإِنَّ فِيهِمَا الرَّغَائِبُ)) ترجمہ: نمازِ فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہرگز ترک نہ کرو کہ بے شک اس میں رغبتیں ہیں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراہیم، ج3، ص216، دار الحرمین، القاہرہ)

(5) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ وقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْآنِ، وَكَانَ يَقْرَأُ بِهِمَا فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَقَالَ هَاتَانِ الرَّكْعَتَانِ فِيهِمَا رَغْبُ الدَّهْرِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر اور ان دونوں کو فجر کی سنتوں میں پڑھتے اور یہ فرماتے کہ ان میں زمانہ کی رغبتیں ہیں۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ احمد، ج1، ص66، دار الحرمین، القاہرہ)

(6) امام ابو داؤد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا تَدَعُوهُمَا وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ)) ترجمہ: فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آپڑیں۔

(سنن ابی داؤد، باب تخفیفہما، ج2، ص20، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(7) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي شَأْنِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوعِ فجر کے وقت پڑھی جانے والی دو رکعتوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر، ج1، ص502، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(8) امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ((هُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ)) ترجمہ: یہ دونوں رکعتیں مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ما جاء فی رکعتی الفجر من الفضل، ج3، ص57، المکتب الاسلامی، بیروت)

(9) مہاجر بن ثعلبہ کہتے ہیں: ((فَاتَتْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ فَأَعْتَقَ رَقَبَةً)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ کی فجر کی دو سنتیں چھوٹ گئیں تو انہوں نے ایک غلام آزاد کیا۔

(مصنف عبد الرزاق، باب ما جاء فی رکعتی الفجر من الفضل، ج3، ص57، المکتب الاسلامی، بیروت)

(10) حضرت عروہ بن رویم فرماتے ہیں: ((مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَصَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ كُتِبَتْ صَلَاتُهُ

يُؤْمَئِذٍ فِي صَلَاةِ الْأَوَّابِينَ وَكُتِبَ يَوْمَئِذٍ فِي وَفْدِ الْمُتَّقِينَ)) ترجمہ: جس نے فجر کی دو رکعتیں پڑھی اور صبح کی نماز اس نے باجماعت پڑھی تو اس دن اس کی نماز اللہ عزوجل کی بارگاہ میں رجوع کرنے والوں کی نماز میں لکھی جائے گی اور اس دن اسے متقین کے وفد میں لکھا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق، باب ما جاء فی رکعتی الفجر من الفضل، ج3، ص58، المکتب الاسلامی، بیروت)

سب سے قوی تر سنت فجر ہیں

سب سنتوں میں قوی تر سنت فجر ہے، یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور اس کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے تو اگر شبہۂ یا براہ جہل ہو تو خوف کفر ہے اور اگر دانستہ بلاشبہہ ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی والہٰذا یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں نہ سواری پر نہ چلتی گاڑی پر، ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے۔ ان کے بعد پھر مغرب کی سنتیں پھر ظہر کے بعد کی پھر عشا کے بعد کی پھر ظہر سے پہلے کی سنتیں اور اصح یہ ہے کہ سنت فجر کے بعد ظہر کی پہلی سنتوں کا مرتبہ ہے کہ حدیث میں خاص ان کے بارے میں فرمایا: کہ "جو انھیں ترک کریگا، اُسے میری شفاعت نہ پہنچے گی۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج2، ص548 تا 550)

اگر کوئی عالم مرجع فتویٰ ہو کہ فتویٰ دینے میں اسے سنت پڑھنے کا موقع نہیں ملتا تو فجر کے علاوہ باقی سنتیں ترک کر سکتا ہے کہ اس وقت اگر موقع نہیں ہے تو موقوف رکھے، اگر وقت کے اندر موقع ملے پڑھ لے ورنہ معاف ہیں اور فجر کی سنتیں اس حالت میں بھی ترک نہیں کر سکتا۔ (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج2، ص549)

16/16

باب نمبر303

مَا جَاءَ فِي تَخْفِيفِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَالْقِرَاءَةِ فِيهَا

(فجر کی دو رکعات اور ان کی قراءت میں تخفیف کرنا)

417۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، وَأَبُو عَمَّارٍ، قَالَا :حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ :رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الفَجْرِ، بِقُلْ يَا أَيُّهَا الكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَحَفْصَةَ، وَعَائِشَةَ،قَالَ ابو عيسى:حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَلَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَحْمَدَ وَالمَعْرُوفُ عِنْدَ النَّاسِ حَدِيثُ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، وَقَدْ رَوَى عَنْ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، هَذَا الحَدِيثُ أَيْضًا ، وَأَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ ثِقَةٌ حَافِظٌ ،قَالَ ابو عيسى: سَمِعْتُ بُنْدَارًا، يَقُولُ :مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ حِفْظًا مِنْ أَبِي أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيِّ ، وَاسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْأَسَدِيُّ الْكُوفِيُّ

تخریج حدیث 417:

حدیث:حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: میں نے ایک مہینہ تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے کی دو رکعات میں ''قل یاایھا الکفرون'' اور ''قل ھو اللہ احد'' پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود ،حضرت انس ،حضرت ابو ہریرہ ،حضرت عبد اللہ بن عباس ،حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن ہے۔اور اس کو ہم صرف ثوری کی بواسطہ اسحٰق کی حدیث سے نہیں جانتے مگر ابو احمد کی حدیث سے ۔اور مشہور لوگوں کے ہاں اسرائیل کی حدیث بواسطہ اسحٰق روایت کردہ حدیث ہے اور تحقیق ابو احمد سے بواسطہ اسرائیل یہ حدیث مروی ہے۔اور ابو احمد زبیری ثقہ حافظ ہیں۔امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: میں نے بندار کو کہتے ہوئے سنا: میں نے حافظہ میں ابواحمد الزبیری سے زیادہ کسی کو بہتر نہ پایا اور ان کا نام محمد بن عبداللہ بن الزبیر الاسدی الکوفی ہے۔

سنت فجر میں قراءت

عندالاحناف:

فقہ حنفی کی معتبر کتب غنیۃ، بحر اور فتاوی ہندیہ وغیرہ میں ہے:
سنت فجر کی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ کافرون اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھنا سنت ہے۔

(غنیۃ المستملی ،فصل فی النوافل ،فروع لوترک ،399 ☆ بحرالرائق ،الصلاۃ المسنونۃ کل یوم ،ج2،ص52،دارالکتاب الاسلامی ،بیروت)

عندالحنابلہ:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی620ھ) فرماتے ہیں:
"فجر کی سنتوں میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ پڑھنا مستحب ہے، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ((انَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) وَ(قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دونوں رکعتوں میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ کی قراءت فرمائی۔) اس حدیث پاک کو مسلم نے روایت کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا، فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) وَ(قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ)) ترجمہ: میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مہینہ بغور دیکھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) اور (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ) پڑھا کرتے تھے۔"

(المغنی لابن قدامہ ،فصل الرکعتین قبل الفجر ،ج2،ص93,94،مکتبۃ القاہرہ)

عندالشوافع:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی676ھ) فرماتے ہیں:
"اور صبح کی دو رکعت سنت میں تخفیف مستحب ہے، یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیحین میں ثابت ہے، صحیح مسلم میں ہے: "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پہلی رکعت میں: ﴿قولوا آمنا بالله وما انزل الينا﴾ اور دوسری میں ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ﴾ تلاوت فرماتے تھے۔" اور مسلم کی روایت میں ہے: "ان دونوں رکعتوں میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ کی قراءت فرمائی۔" اور امام شافعی رحمہ اللہ نے "بویطی" میں ان دونوں رکعتوں میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت کرنے کے مستحب ہونے پر نص فرمائی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

فرمایا: "میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیسیوں مرتبہ مغرب کے بعد کی دو رکعتوں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ یَا أَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔" اس کو نسائی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہاں مگر اس میں ایک شخص ہے کہ جس کی توثیق و جرح کے متعلق اختلاف ہے اور تحقیق مسلم نے ان سے روایت کی ہے۔ واللہ اعلم"

(المجموع شرح المہذب، مسائل تتعلق التعوذ، ج3، ص385، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

"المدونہ" میں ہے:

"ہم نے امام مالک رحمہ اللہ سے فجر کی دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کیا کہ ان میں کیا پڑھا جائے گا؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: میں تو ام القرآن (سورہ فاتحہ) پر کچھ زیادہ نہیں کرتا، کیا سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کے قول کی جانب نہیں دیکھتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں میں اتنی تخفیف فرماتے حتی کہ میں کہتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ام القرآن بھی پڑھتے ہیں یا نہیں؟"

(المدونہ، رکعتی الفجر، ج1، ص211، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 595ھ) لکھتے ہیں:

"ان دونوں رکعات میں امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب قراءت یہ ہے کہ ان میں فقط ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ پڑھی جائے۔"

(بدایۃ المجتہد، الباب الثانی فی رکعتی الفجر، ج1، ص214، دار الحدیث، القاہرہ)

باب نمبر304

مَا جَاءَ فِي الكَلَامِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الفَجْرِ

(فجر کی دو رکعتوں کے بعد کلام کرنا)

418۔حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ :سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ،عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ،قَالَتْ:كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الفَجْرِ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ إِلَيَّ حَاجَةٌ كَلَّمَنِي، وَإِلَّا خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ ،قَالَ ابو عيسى:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَ قَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الكَلَامَ بَعْدَ طُلُوعِ الفَجْرِ حَتَّى يُصَلِّيَ صَلَاةَ الفَجْرِ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أَوْ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ "

حدیث:حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت پڑھ لیتے تو اگر انہیں کوئی حاجت ہوتی تو مجھ سے گفتگو فرماتے ورنہ نماز کی طرف تشریف لے جاتے۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں سے بعض اہلِ علم نے طلوعِ فجر کے بعد کلام کرنے کو مکروہ قرار دیا یہاں تک کہ نمازِ فجر ادا کر لی جائے،البتہ ذکر اللہ یا کوئی ضروری بات ہو تو اس کی اجازت ہے اور یہ امام احمد اور امام اسحٰق کا قول ہے۔

تخریج حدیث418:

فوائدِ حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے مستفاد مسائل درج ذیل ہیں:

(1) اس میں اس کے لئے دلیل موجود ہے کہ جس نے فجر کی سنتوں کے بعد کروٹ پر لیٹنے کے وجوب کی نفی کی ہے اور اسی سے بعض نے کروٹ پر لیٹنے کے عدمِ استحباب پر استدلال کیا ہے اور اس کا رد یوں کیا گیا ہے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے جاگتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے ترک کرنے سے اس کا عدمِ استحباب لازم نہیں آتا، اس مقام پر اس کا ترک فرمانا یہ صرف اس کے عدمِ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر تم کہو کہ ابوداؤد کی روایت میں امام مالک رحمہ اللہ کے طریق سے ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کلام صلاۃ اللیل سے فراغت کے بعد اور فجر کی دو رکعتوں سے پہلے تھا۔ میں کہتا ہوں: فجر کی رکعتوں سے قبل اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے کلام کرنے کے مانع کوئی نہیں ہے اور بے شک امام مالک رحمہ اللہ کے بعض راویوں نے اسی پر اکتفا کیا ہے اور بعض نے دوسرے پر اکتفا کیا ہے۔

(2) اور اس میں یہ بھی ہے کہ فجر کی رکعتوں کے بعد اپنے اہل وغیرہ سے مباح کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور یہی امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے اور تحقیق دار قطنی نے "غرائب مالک" میں ولید بن مسلم کی اسناد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ہم طلوعِ فجر اور فجر کی دو رکعتوں کے بعد گفتگو کر رہے تھے۔'' اور وہ اس پر فتویٰ دیتے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ابو بکر بن عربی کہتے ہیں: اور اس وقت میں سکوت کرنے کے حوالے سے کوئی ماثور فضیلت نہیں ہے، یہ صرف صبح کی نماز کے بعد طلوعِ شمس تک ہے۔

اور توضیح میں ہے کہ سلف میں فجر کی دو رکعات کے بعد کلام کرنے کے بارے میں اختلاف ہے تو حضرت نافع کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کبھی کبھی ان کے بعد کلام فرمایا کرتے تھے۔ اور امام حسن اور امام ابن سیرین رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ کوفیوں نے نمازِ فجر سے قبل کلام کرنے کو مکروہ قرار دیا مگر بھلائی پر مشتمل کلام کرنے کی اجازت ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد علمی گفتگو کیا کرتے تھے تو جب صبح کی نماز کا سلام پھر جاتا تو پھر کسی سے کلام نہیں کرتے تھے حتی کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ اور مجاہد کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو فجر کی نماز کے بعد کلام کرتے ہوئے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: چاہے تو اللہ عزوجل کا ذکر کرے اور چاہے تو خاموش رہ۔ اور حضرت سعید بن جبیر

سے اس کی مثل روایت ہے۔اور ابراہیم کہتے ہیں: علما اس کے بعد کلام کرنے کو مکروہ جانتے ہیں اور یہی عطاء کا قول ہے۔اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نماز فجر اور اس کے پہلے کی دو رکعتوں کے درمیان کلام سے تفریق کی جائے گی؟ فرمایا: نہیں مگر یہ کہ وہ حاجت کی وجہ سے کلام کرے اگر چاہے۔ان آثار کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا۔

اور پہلا قول اولی ہے کیونکہ حدیث پاک سے اس کی شہادت ثابت ہے اور حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کا قول قابلِ قبول نہیں ہے۔اور بعض علماء نے ذکر کیا کہ فجر کی سنتوں کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدتنا عائشہ وغیرہا ازواج کے ساتھ کلام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ فرض اور نفل نماز کے درمیان کلام یا کروٹ پر لیٹنے کے ذریعے سے فصل واقع ہو جائے اور اسی بنا پر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس شخص کو کہ جس نے صبح کی نماز اور سنتوں میں وصل کیا، اپنے اس فرمان سے منع فرمایا: ((کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں؟)) اور جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا: ((جب تم میں کوئی جمعہ کی نماز پڑھ لے تو وہ کوئی نماز نہ پڑھے حتی کہ وہ کلام کرے یا وہاں سے نکل جائے)) اور اسی طرح رمضان سے قبل روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اسی طرح یوم عید کے روزے کی تحریم کے ساتھ رمضان کے بعد لگا تار روزے رکھنا منع کیا گیا تا کہ فرض اور نفل روزوں میں امتیاز ہو جائے۔پس اگر تم کہو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج کے حجروں سے مسجد کی جانب خروج سے ہی فصل ہو جاتا ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں دو رکعات پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کی سنتوں میں فصل کے حوالے سے مسجد سے نکلنا ہی کافی ہے تو گھر سے مسجد کی جانب نکلنا ہی فصل میں کافی ہونا چاہیے۔میں کہتا ہوں: جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجرے مسجد میں ہی کھلتے ہیں شروع ہوتے ہیں تو ان سے نکلنے کو خروج شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ کروٹ پر لیٹنے یا کلام کرنے یا ان دونوں کے ذریعے سے فصل کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری، باب من تحدث بعد الرکعتین، ج7، ص220، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 305

مَا جَاءَ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ

طلوعِ فجر کے بعد دو رکعات کے علاوہ کوئی نماز نہیں

419۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ قُدَامَةَ بْنِ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ يَسَارٍ، مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ الفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ، وَفِي البَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَحَفْصَةَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ قُدَامَةَ بْنِ مُوسَى، وَرَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ، وَهُوَ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ العِلْمِ: كَرِهُوا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيِ الفَجْرِ، وَمَعْنَى هَذَا الحَدِيثِ: إِنَّمَا يَقُولُ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الفَجْرِ، إِلَّا رَكْعَتَيِ الفَجْرِ

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر (کا وقت شروع ہونے) کے بعد دو سجدوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث غریب ہے ہم اسے صرف قدامہ بن موسیٰ کی حدیث سے جانتے ہیں۔ اور ان سے کئی لوگوں نے روایت کی اور جس بات پر اہلِ علم مجتمع ہیں وہ یہ ہے کہ انہوں نے فجر کے بعد سوائے فجر کی دو رکعات کے نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ فجر کی نماز (کا وقت شروع ہونے) کے بعد صرف فجر کی دو رکعات ہی ہیں۔

تخریج حدیث 419: (سنن ابی داؤد، حدیث 1278، ج2، ص25، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ (متوفی 544ھ) فرماتے ہیں:

"یہ حدیث پاک طلوعِ فجر کے بعد فجر کی سنتوں کے بعد نفل کے ممنوع ہونے کے بارے میں حجت ہے اور یہی امام مالک اور جمہور کا قول ہے۔" (اکمال المعلم بفوائد مسلم، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر، ج3، ص66، دار الوفاء للطباعۃ والنشر، مصر)

فجر کے وقت میں نوافل کی ممانعت پر مذاہب اربعہ

احناف کا موقف:

فخر الدین علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"طلوعِ فجر کے بعد فرض سے قبل سنتِ فجر سے زائد نفل پڑھنا مکروہ ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر کہ ((لیبلغ شاهدکم غائبکم ألا لا صلاۃ بعد الصبح إلا رکعتین)) (تا کہ تم میں سے حاضر، غائب کو پہنچا دے کہ صبح کے بعد دو رکعتوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں) اس حدیث پاک کو امام احمد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إذا طلع الفجر لا صلاۃ إلا رکعتین)) (جب فجر طلوع ہو جائے تو دو رکعتوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں) اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ((إذا طلع الفجر لا یصلی إلا رکعتین خفیفتین)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر طلوع ہونے پر صرف دو خفیف رکعتیں ہی پڑھا کرتے تھے) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إذا طلع الفجر فلا تصلوا إلا رکعتی الفجر)) (جب فجر طلوع ہو جائے تو نماز نہ پڑھو مگر فجر کی دو رکعتیں)"

(تبیین الحقائق، الاوقات التی یکرہ فیہا الصلاۃ، ج1، ص87، المطبعۃ الکبری الامیریہ، القاہرہ)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اکمل کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفل کی فضیلت کو پانے کی شدید چاہت کے باوجود اسے ترک کرنا یہ دلیلِ کراہت ہے اور ہم نے سابق میں مسلم کی حدیث کو ذکر کیا جسے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا فرماتی ہیں: ((کان رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إذا طلع الفجر لا یصلی إلا رکعتین خفیفتین)) (جب فجر طلوع ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خفیف رکعتیں پڑھا کرتے تھے) اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل کی فضیلت کو

پانے کی شدید چاہت کے باوجود فجر کی دو رکعتوں پر زائد نہیں کرتے تھے۔"

(البنایہ شرح الہدایہ، الاوقات التی تکرہ فیہا الصلاۃ، ج2، ص71، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ منصور بن یونس البہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

"(**مطلق نوافل پڑھنا تمام اوقات میں مستحب ہے**) دن یا رات میں (**مگر ممنوعہ اوقات میں**) پس ان میں حرام ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔" (کشاف القناع، فصل فی ذکر الاوقات التی نہی عن الصلاۃ، ج1، ص435، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"(اوقاتِ ممنوعہ پانچ ہیں ...... فجرِ ثانی کے طلوع کے بعد سے لے کر طلوعِ شمس تک اور طلوعِ شمس سے لے کر حتی کہ وہ بلند ہو جائے نیزے کی مقدار) ..... اس حدیث کی بنا پر جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ)) (فجر کے بعد کوئی نماز نہیں حتی کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتی کہ سورج غروب ہو جائے) متفق علیہ۔ اور اس سے پتہ چلا کہ ممانعت فجر ثانی کے طلوع ہونے سے خاص ہے جس پر نص فرمائی اس حدیث پاک کی بنا پر جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً روایت کی کہ ((لا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ)) (صبح کی نماز کے بعد سوائے دو رکعتوں کے کوئی نماز نہیں) اسے امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ وہ ہے کہ جس پر اہلِ علم کا اجماع ہے۔ اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں 'فجر کی نماز کے بعد سوائے فجر کی دو رکعتوں کے کوئی نماز نہیں ہے۔' اور ابن المسیب رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مرسلاً روایت ہے۔" (کشاف القناع، فصل فی ذکر الاوقات التی نہی عن الصلاۃ، ج1، ص450,451، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عصر کے بعد وقتِ کراہت محض عصر کا وقت داخل ہونے پر نہیں ہوتا بلکہ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد داخل ہوتا ہے۔ بہر حال صبح کے بارے میں تین اقوال ہیں۔ صحیح وہ جس پر جمہور ہیں کہ وقتِ کراہت طلوعِ فجر سے داخل نہیں ہوتا بلکہ اس وقت تک داخل ہوتا ہے جب صبح کی نماز ادا کر لیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کی سنتیں ادا کرنے پر داخل ہو جاتا ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ طلوعِ فجر سے ہی داخل ہو جاتا ہے اور امام مالک اور ابو حنیفہ، احمد اور اکثر علما اسی بات کے قائل

ہیں۔اور اس بات پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے وہ فرماتی ہیں: "جب فجر طلوع ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف فجر کی دو خفیف رکعتیں ہی ادا فرماتے۔" اس حدیث کو بخاری مسلم نے روایت کیا اور قول صحیح کی جانب سے اس کا یوں جواب دیا جاتا ہے کہ اس میں دیگر سے ممانعت نہیں ہے۔

(المجموع شرح المہذب، الساعات التی نہی عن الصلاۃ فیہا، ج4، ص167، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"اور صبح کی نماز کے بعد کوئی شخص نفل نہ پڑھے حتی کہ سورج طلوع ہو جائے اور نہ نماز عصر کے بعد نفل پڑھے حتی کہ سورج غروب ہو جائے اور رات میں کوئی ایسا وقت نہیں جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور فجر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں ہے مگر صرف فجر کی دو رکعتیں۔"

(الکافی فی فقہ اہل المدینہ، باب الاوقات التی تکرہ فیہا عندنا، ج1، ص195، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ریاض) -

باب نمبر306

مَا جَاءَ فِي الاضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَي الفَجْرِ

(فجر کی دو رکعت سنتوں کے بعد لیٹنا)

320۔حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ العَقَدِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ:حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَي الفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ، وَفِي البَابِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ ابو عِيسى:حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الفَجْرِ فِي بَيْتِهِ اضْطَجَعَ عَلَى يَمِينِهِ، وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ أَنْ يُفْعَلَ هَذَا اسْتِحْبَابًا

حدیث:حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرمایا:جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعات (سنت) پڑھ لے تو وہ دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔

اور اس باب میں حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت مروی ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح اور اس سند سے غریب ہے۔اور تحقیق سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعات اپنے گھر میں ادا کرتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔اور بعض اہلِ علم نے ایسا کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

تخریج حدیث420:(سنن ابی داؤد،حدیث 1261،ج2،ص 21،المکتبۃ العصریہ،بیروت ☆سنن نسائی،ا،حدیث 1254،ج3،ص 31،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،بیروت)

شرح حدیث

"((جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں پڑھ لے)) یعنی سنت فجر جیسا کہ فصل اول میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی گواہ ہے، علامہ طیبی رحمہ اللہ نے ایسا فرمایا((تو وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے)) یعنی تاکہ وہ قیام لیل کی تھکاوٹ کی بنا پر آرام کر لے پھر وہ چستی کے ساتھ فرض ادا کرے ہمارے بعض علما اسی بات کے قائل ہیں۔ابن الملک کہتے ہیں: یہ رات کو تہجد پڑھنے والے کے حق میں امر مستحب ہیں۔انتھی۔مناسب یہ ہے کہ اسے مخفی رکھے اور اسے گھر میں کرے، نہ کہ مسجد میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے اور اس بات سے بھی حفاظت کرے کہ نیند اسے آلے تو وہ بغیر طہارت کے فرض ادا کر لے، سید زکریا نے یوں ہی کہا جو کہ علم حدیث میں ہمارے شیخ ہیں۔(ترمذی اور ابوداؤد نے اسے روایت کیا) اور میرک کہتے ہیں: دونوں نے ابوصالح کے طریق سے روایت کیا ہے اور ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور فرمایا: یہ اس وجہ سے حسن صحیح ہے۔اور تحقیق اس حدیث کو معلل کہا گیا ہے کیونکہ ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب صلاۃ اللیل، ج3، ص912، دار الفکر، بیروت)

دائیں کروٹ لیٹنے کی حکمتیں:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"اور دائیں طرف پر سونے کے بارے میں علما کہتے ہیں: اور اس میں حکمت یہ ہے کہ وہ نیند میں مستغرق نہ ہوگا کیونکہ دل بائیں پہلو کی جانب ہوتا ہے پس وہ اس وقت معلق ہو جاتا ہے لہٰذا وہ مستغرق نہیں ہوتا اور جب وہ بائیں جانب سوئے گا تو وہ سکون و آرام میں ہوگا لہٰذا وہ مستغرق ہو جائے گا۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج6، ص20، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور علما کا ایک گروہ اس جانب ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد پہلو پر لیٹنا سنت ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسے کیا کرتے تھے۔اور جمہور علما اس جانب ہیں کہ بے شک یہ پہلو پر لیٹنے کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات کے قیام کی تھکاوٹ کی بنا اختیار فرماتے تھے۔اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے مکروہ سمجھتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل حکایت کیا اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مکروہ قرار دیا۔اور ان میں بعض نے کہا: نبی

پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دو رکعتوں کے بعد پہلو پر لیٹنا یہ کبھی کبھار ہوتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اُس وقت ادا فرماتے جب مؤذن اقامت کے لئے آتا تھا۔ اور بعض نے کہا: جب وہ رات کو قیام کرے تو صبح کی نماز کے لئے راحت کی غرض سے کروٹ پر لیٹ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام مالک، جمہور علماء اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت اس جانب ہیں کہ یہ بدعت ہے۔ اور فرمایا: فجر کی سنتوں کے پڑھنے سے پہلے اور اسی طرح بعد میں کروٹ پر لیٹنے کے سنت ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ فرمایا اور مسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ذکر کیا کہ: ((فإن كنت مستيقظة حدثني، وإلا اضطجع)) (میں اگر جاگ رہی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے گفتگو فرماتے وگرنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے) تو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ سنت نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پہلے لیٹتے اور کبھی بعد اور کبھی نہ لیٹتے۔"

اور شیخ محیی الدین نووی شافعی فرماتے ہیں: اور صحیح یا درست یہ ہے کہ بے شک فجر کی سنتوں کے بعد کروٹ پر لیٹنا سنت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بنا پر۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے اسنادِ صحیح کے ساتھ بخاری اور مسلم کی شرط پر روایت کیا۔ ترمذی کہتے ہیں: وہ حدیث حسن صحیح ہے تو یہ حدیث صحیح اور کروٹ پر لیٹنے کے حکم کے حوالے سے صریح ہے۔ بہر حال سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی سنتوں سے پہلے اور بعد میں کروٹ پر لیٹنے کی حدیث اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سنتوں سے پہلے کروٹ پر لیٹنے کی حدیث یہ اس کے مخالف نہیں ہے تو سنتوں سے پہلے کروٹ پر لیٹنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کے بعد نہیں لیٹے اور شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتوں کے بعد کروٹ پر لیٹنے کو بعض اوقات بیانِ جواز کے لئے ترک فرمایا ہو اگر ترک ثابت مانا جائے اور وہ ثابت نہیں ہے تو شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اور بعد دونوں مرتبہ میں لیٹا کرتے تھے۔ اور جب ان سنتوں کے بعد کروٹ پر لیٹنے کے حکم کے بارے میں حدیث صحیح مان لی جائے ساتھ میں اس فعل کی روایات بھی ہیں جو اس حکم کے موافق ہیں تو اسی کی جانب پھرنا متعین ہو گیا اور جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو ان میں بعض کا رد کرنا جائز نہیں اور یہ دو طریقوں سے ممکن ہے جن کی جانب ہم نے اشارہ کیا۔ ان میں ایک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اور بعد میں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات بیانِ جواز کے لئے سنتوں کے بعد اسے ترک فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ تحقیق ترمذی نے کہا: یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے اور بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ اس کا ایسا کرنا مستحب ہے۔ انتہی۔

اور کہا گیا ہے کہ ابو صالح نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے سماعت نہیں کی لہذا یہ منقطع ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: ((صحبت ابن عمر في السفر والحضر، فما رأيته اضطجع بعد

رکعتی الفجر))(میں سفر وحضر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت پائی تو میں نے ان کو فجر کی دو رکعتوں کے بعد کروٹ پر لیٹتے نہیں دیکھا)

اور حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دو رکعتوں کے بعد کروٹ پر لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس سے اعراض کرو یا تم کیوں اس سے اعراض نہیں کرتے۔" اور حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((ما بال الرجل إذا صلى الركعتين يتمعك كما تتمعك الدابة أو الحمار، إذا سلم فقد فصل))(کیا معاملہ ہے اس شخص کا کہ جب وہ دو رکعتیں پڑھتا ہے تو وہ ایسے زمین پر لٹتا ہے جیسے جانور یا گدھا زمین پر لوٹتا ہے، جب وہ سلام پھیرے تو وہ آگے بڑھے اور فرض نماز پڑھے) اور حضرت ابومجلز سے روایت ہے فرمایا: ((سألت ابن عمر عن ضجعة الرجل على يمينه بعد الركعتين قبل صلاة الفجر؟ فقال: يتلعب بكم الشيطان))(میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز فجر سے پہلے دو سنتیں پڑھنے کے بعد آدمی کے کروٹ پر لیٹنے کے متعلق سوال کیا؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: شیطان تمہارے ساتھ کھیلتا ہے۔)

اور حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ ((هي ضجعة الشيطان))(یہ شیطان کا لیٹنا ہے) اور حضرت ابوصدیق ناجی سے روایت ہے فرمایا: ((رأى ابن عمر قوماً اضطجعوا بعد ركعتي الفجر، فأرسل إليهم فنهاهم، فقالوا: نريد بذلك السنة فقال ابن عمر: ارجع إليهم فأخبرهم أنها بدعة))(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد کروٹ پر لیٹے تو انہوں نے کسی کو ان کی جانب بھیجا تو اس نے ان کو اس بات سے منع کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس سے سنت کا ارادہ کرتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے پاس جا کر انہیں خبر دو کہ یہ بدعت ہے۔) اور حضرت ابراہیم سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ما هذا التمرغ بعد ركعتي الفجر كتمرغ الحمار))(کہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد یہ لیٹنا کیسا ہے جیسا کہ گدھا لوٹتا ہے۔)

(شرح ابی داؤد للعینی، باب الاضطجاع بعدہا، ج5، ص 150,151، مکتبۃ الرشد، ریاض)

فجر کی دو رکعت سنت کے بعد دائیں کروٹ لیٹنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"اور فجر کی دو رکعتوں کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا مستحب ہے اور حضرت ابوموسی، حضرت رافع بن خدیج اور حضرت انس

بن مالک رضی اللہ عنہم ایسا کیا کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور حضرت قاسم، حضرت سالم اور حضرت نافع ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں مختلف مروی ہے۔ اور امام احمد سے مروی ہے کہ یہ سنت نہیں ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور ہماری دلیل وہ ہے کہ جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ)) (جو فجر کی دو رکعتیں پڑھ چکے تو وہ کروٹ پر لیٹ جائے) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث کو بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا اور اس میں فرمایا: دائیں طرف پر۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعتیں ادا فرماتے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔ متفق علیہ۔ اور یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔" (المغنی لابن قدامہ، فصل یستحب ان یضطجع بعد رکعتی الفجر الخ، ج 2، ص 94، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا مؤقف:

علامہ زکریا بن محمد بن زکریا الانصاری شافعی (متوفی 926ھ) فرماتے ہیں:

"(فجر کی سنتوں اور فرائض کے درمیان کروٹ پر لیٹنے کے ذریعے سے فاصلہ کرنا مستحب ہے) دائیں طرف پر سنت کی اتباع کرتے ہوئے، اسے شیخین نے روایت کیا اور اس حدیث کی بنا پر کہ ((إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ)) (جب تم میں کوئی صبح سے پہلے دو رکعتیں پڑھے تو وہ دائیں طرف کروٹ پر لیٹ جائے)..... (وگرنہ) یعنی اگر وہ کروٹ پر لیٹنے کے ذریعے فاصلہ نہ کرے (تو گفتگو کے ساتھ) یا اپنی جگہ سے پھرنے کے ذریعے یا ان دونوں کی مثل کسی اور کام کے ذریعے۔ اور بغوی نے ''شرح السنہ'' میں خاص طور پر کروٹ پر لیٹنے کو مستحب قرار دیا اور "مجموع" میں سابق حدیث کی بنا پر اسے مختار رکھا اور فرمایا اگر یہ اس پر متعذر ہو تو وہ کلام کے ذریعے سے فاصلہ کرے۔"

(اسنی المطالب، فصل التطوعات، ج 1، ص 207، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی (متوفی 1299ھ) فرماتے ہیں:

"مکروہ ہے (کروٹ پر لیٹنا) "ضجعۃ" ضاد کے کسرہ کے ساتھ یعنی دائیں طرف کروٹ پر لیٹنا، قبلہ کی جانب اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھے ہوئے (صبح کی نماز اور فجر کی دو رکعتوں کے درمیان) جب وہ ایسا سنت سمجھ کر کرے نہ کہ رات کے قیام کی طوالت کی بنا پر آرام کرنے کی غرض سے۔" (منح الجلیل شرح مختصر خلیل، فصل فی النفل، ج 1، ص 346، دار الفکر، بیروت)

احناف کا مؤقف:

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں:

"شوافع نے اس حدیث اور اس کی مثل احادیث سے استدلال کرتے ہوئے سنتِ فجر اور اس کے فرض کے درمیان اس طرح کروٹ پر لیٹ کر فصل کرنے کے سنت ہونے کی صراحت کی ہے اور ہمارے علما کے کلام کا ظاہر اس کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے اسے ذکر نہیں کیا بلکہ میں نے مؤطا امام محمد میں دیکھا جس پر امام محمد رحمہ اللہ نے نص فرمائی کہ: ہمیں امام مالک نے حضرت نافع سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں خبر دی کہ ((أنه رأى رجلا ركع ركعتي الفجر ثم اضطجع، فقال ابن عمر: ما شأنه؟ فقال نافع قلت: يفصل بين صلاته فقال ابن عمر: وأي فصل أفضل من السلام)) (حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے فجر کی دو رکعتیں پڑھیں پھر وہ کروٹ پر لیٹ گیا، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ تو حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: وہ اپنی نماز میں فصل کرتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سلام کرنے سے افضل کونسا فصل ہے؟) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے ہی ہم دلیل لیتے ہیں اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اور اس کے شارح محقق ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور یہ اس بنا پر کہ سلام فصل کرنے کے لئے وارد ہوا ہے اور وہ اپنے وجوب کی بنا پر فعل و کلام وغیرہ ان تمام چیزوں سے افضل ہے کہ جو نماز سے خارج کر دیتی ہیں اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے کہ جو ما قبل میں گزری کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آخرِ تہجد میں اور کبھی کبھی فجر کی دو رکعتوں کے بعد اپنے گھر میں آرام کی غرض سے کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ پھر ملا علی قاری نے فرمایا: علامہ ابن حجر مکی شافعی "شرح الشمائل" میں کہتے ہیں: شیخین نے روایت کیا کہ ((كان إذا صلى ركعتي الفجر اضطجع على شقه الأيمن)) (جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتوں کو پڑھتے تو دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے) تو اس بنا پر فجر کے فرض اور سنت کے درمیان اس طرح لیٹنا مسنون ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ایسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ برخلاف اس شخص کے کہ جس نے جھگڑا کیا اور وہ اس شخص کے لئے کہ جو مسجد وغیرہ میں ہو فصل کرنے کے استحباب کے بارے میں صریح ہے برخلاف اس شخص کے کہ جس نے اس کے استحباب کو گھر کے ساتھ خاص کیا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ یہ بدعت ہے اور امام نخعی کا قول کہ یہ شیطان کا لیٹنا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اسے ناپسند فرمانا تو وہ اس بنا پر ہے کہ انہیں یہ حدیث نہ پہنچی ہوگی۔ اور ابن حزم نے اس بارے میں اس کے وجوب کا قول کر کے افراط سے کام لیا اور یہ بات کہہ کر کہ یہ صبح کی نماز کے لئے

شرط ہے، اھ۔ ان بزرگ صحابہ تک جو کہ اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں یہ حدیث پاک نہ پہنچنے کا بعید ہونا مخفی نہیں، خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو سفر و حضر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت میں رہتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کو اتباع و پیروی کے لیے بڑی غور سے ملاحظہ کرتے تھے۔

پس درست یہی ہے کہ ان حضرات کی ناپسندیدگی کو علتِ سابقہ یعنی فصل یا مسجد میں اہلِ فضل کے درمیان اس فعل کے کرنے پر محمول کیا جائے حالانکہ اس حدیث کو صحیح مانتے ہوئے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً یا اشارۃً مسجد میں اس فعل کے کرنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ ابو داؤد، ترمذی اور ابن حبان کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث یوں ہے کہ ((إذا صلى أحدكم ركعتي الفجر فليضطجع على جنبه الأيمن)) (جب تم میں کوئی فجر کی دو رکعات پڑھے تو وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹے) پس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا مزید یہ ہے کہ اگر یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں عام ہوتا تو ان خاص اکابرین پر مخفی نہ رہتا، اھ۔ اور مقید سے ان کی مراد یہ ہے کہ گھر میں فجر کی دو رکعات پڑھنے کے بعد ایسا فرماتے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں لیٹنا محض آرام کے لئے ہوتا ہے نہ کہ تشریع کے لئے۔ اور اگر اس بات کے حکم پر مشتمل حدیث پاک صحیح مان لیا جائے جو اس بات کے تشریع کے لئے ہونے پر دلالت کرتی ہے تو دلائل کے درمیان موافقت پیدا کرنے کے لئے اس حدیث کو گھر میں ایسا کرنے کی طلب پر محمول کیا جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم"

(ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، ج2، ص20،21، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 307

مَا جَاءَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ

جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے

421۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ ۔ وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ بُحَيْنَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَنَسٍ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَهَكَذَا رَوَى أَيُّوبُ، وَوَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ، وَزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، وَلَمْ يَرْفَعَاهُ، وَالْحَدِيثُ الْمَرْفُوعُ أَصَحُّ عِنْدَنَا. وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ، رَوَاهُ عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ الْمِصْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں۔

اور اس باب میں حضرت ابن بحینہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت عبد اللہ بن سرجس، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور اسی طرح ایوب، ورقاء بن عمر، زیاد بن سعد، اسماعیل بن مسلم، محمد بن جحادہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ عمرو بن دینار، عطاء بن یسار، حضرت ابو ہریرہ اس حدیث کو روایت کیا۔ اور حماد بن زید، سفیان بن عیینہ نے بھی عمرو بن دینار سے اس کو روایت کیا اور مرفوعاً روایت نہیں کیا اور مرفوع حدیث ہمارے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ اور اس سند کے علاوہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث مروی ہے۔ اور اس طرح اس حدیث پاک کو عیاش بن عباس القتبانی المصری نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ ابو سلمہ اور ابو ہریرہ روایت کیا۔ اور اسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا، وَالعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ أَنْ لَا يُصَلِّيَ الرَّجُلُ إِلَّا المَكْتُوبَةَ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ المُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

کے بعض اصحاب وغیرہ کا عمل ہے: جب نماز کھڑی ہو جائے تو آدمی فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے۔ امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رحمہم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

تخریج حدیث 421: (صحیح مسلم، حدیث 710، ج1، ص493، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، حدیث 1266، ج2، ص22، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 865، ج2، ص116، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، حدیث 1151، ج1، ص364، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی (متوفی 597) فرماتے ہیں:

"((جب جماعت قائم ہوجائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے))اور یہ اس لئے کہ فرض نماز کے لیے حکم ہوگیا اور اکمل کے ہوتے ہوئے انقص میں مشغولیت کی اجازت نہیں ہے۔"

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، ج3،ص 551، دارالوطن، ریاض)

علامہ مغلطائی بن قلیج حنفی (متوفی 762ھ) فرماتے ہیں:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جماعتِ قائمہ کو چھوڑ کر نفل نہ پڑھے کیونکہ جس بات پر جزم ہے وہ ائمہ کے خلاف کرنے کا وقوع ہے اور یہ بلت منتفی ہے کیونکہ جمہور کا متنفل کی فرض پڑھنے کے والے پیچھے نماز کے جواز پر اتفاق ہے اور اگر نہی اسے شامل ہوتی تو یہ مطلقاً جائز نہ ہوتا تو پتہ چلا کہ اس سے مراد امام سے جدا ہو کر پڑھنا ہے جو کہ اسے تشویش میں ڈالے گا۔

(شرح ابن ماجہ لمغلطائی، باب القراءۃ فی صلاۃ العشاء، ج1،ص 1412، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، عرب)

حدیث الباب کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف کا بیان:

علامہ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) فرماتے ہیں:

"اور تحقیق اس کے مرفوع وموقوف ہونے میں اختلاف ہے اور ترجیح میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے، پس ترمذی نے اس کے رفع کو ترجیح دی اور اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج کی اور اسی کی جانب امام احمد کا میلان ہے اور ابوزرعہ نے اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دی اور یحییٰ بن معین نے اس میں توقف کیا اور بخاری نے اس میں توقف کی وجہ سے اس کا استخراج نہیں کیا یا اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دینے کی وجہ سے۔ واللہ اعلم۔"

(فتح الباری لابن رجب، باب اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ، ج6،ص 55، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینۃ المنورۃ)

اقامت جماعت کے وقت نوافل کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ سب کے نزدیک جب موجودہ فرض نماز کی جماعت کھڑی ہوجائے تو نوافل مکروہ وممنوع ہیں، صرف سنت فجر میں اختلاف ہے جو کہ آگے آرہا ہے۔

عند الحنابلہ:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی620ھ) فرماتے ہیں:

"اور جب جماعت قائم ہو جائے تو وہ اس کے علاوہ کسی اور میں مشغول نہ ہو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر کہ ((إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة)) (جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں ہے) اسے امام مسلم نے روایت کیا۔ اور جب جماعت کھڑی ہو اور کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اسے خفیف کرے اور مکمل کرے لیکن اگر اسے جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو اسے توڑ دے کیونکہ فرض کی اہمیت زیادہ ہے اور امام احمد ہی سے ایک روایت ہے کہ اسے مکمل کرے کیونکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔"

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاۃ الجماعۃ، ج1، ص290، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عند الشوافع:

علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی476ھ) فرماتے ہیں:

"اور اگر وہ حاضر ہوا اور جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو وہ اس کی بجائے نفل میں مشغول نہ ہو اس حدیث کی بنا پر کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نماز کھڑی ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں ہے۔"

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب صلاۃ الجماعۃ، ج1، ص179، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عند المالکیہ:

علامہ محمد بن عبد اللہ الخرشی مالکی (متوفی1101ھ) فرماتے ہیں:

"(اور اقامت کے بعد نماز نہ شروع کی جائے) یعنی مسجد یا جو مسجد کے حکم میں مسجد کی فنا ہے جس میں جمعہ ادا کیا جاتا ہے ان میں اقامت ہو جانے کے بعد کسی شخص کے لئے فرض یا نفل شروع کرنا حرام ہے خواہ تنہا ہو یا زیادہ اشخاص ہوں اور ابن عرفہ نے منع ہی کی صراحت کی ہے۔ اور ابن حاجب نے کراہت کی صراحت کی ہے اور اس کے شارحین نے اسے حرمت پر ہی محمول کیا ہے اس حدیث کی بنا پر کہ "جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ یعنی موجودہ فرض کے علاوہ"

(شرح مختصر خلیل للخرشی، فصل صلاۃ الجماعۃ، ج2، ص20، دار الفکر للطباعۃ، بیروت)

عند الاحناف:

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

"(اور اسی طرح فرض نماز کی اقامت کے وقت نفل پڑھنا مکروہ ہے) یعنی اپنے مذہب کے امام کی جماعت قائم ہونے

کے وقت اس حدیث پاک کی بنا پر کہ:"جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے۔"

(درمختار، کتاب الصلاۃ، ج 1، ص 378، دار الفکر، بیروت)

اقامت جماعت کے وقت فجر کی سنتوں کے بارے میں مذاہب ائمہ

شوافع اور حنابلہ کا موقف:

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جب فرض کی جماعت کھڑی ہو جائے تو فجر کی سنتیں بھی نہیں پڑھیں گے، دلیل اسی باب کی حدیث پاک ہی ہے۔

(نہایۃ المطلب، باب الساعات التی تکرہ الصلاۃ فیہا، ج 2، ص 342، مطبوعہ دار المنہاج ☆ المغنی لابن قدامہ، فصل اذا اقیمت الصلاۃ لم یشتغل عنہا، ج 1، ص 329، مکتبۃ القاہرہ)

مالکیہ کا موقف:

"امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب وہ مسجد میں داخل ہوا اور جماعت قائم ہوگئی تو وہ امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے اور ان دو رکعتوں کو مسجد میں ادا نہ کرے جبکہ امام فرض ادا کر رہا ہے اور اگر مسجد میں داخل نہیں ہوا تو اگر اسے امام کے ساتھ کسی رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو فجر کی دو سنتوں کو خارج مسجد میں ادا کرے اور اگر اسے رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے پھر ان دونوں رکعتوں کو سورج طلوع ہونے پر ادا کرے۔"

(بدایۃ المجتہد، الباب الثانی فی رکعتی الفجر، ج 1، ص 215، دار الحدیث، القاہرہ)

احناف کا موقف:

امام ابو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی حنفی فرماتے ہیں:

"میں نے کہا: اس بارے میں ارشاد فرمائیں کہ جب مؤذن اقامت کہنا شروع ہو جائے تو کیا کسی شخص کے لئے نفل نماز شروع کرنا مکروہ ہے تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں تو میں نے عرض کیا: پس اگر فجر کی سنتیں ہوں تو؟ تو انہوں نے فرمایا: بہر حال فجر کی سنتیں تو میں ان کے پڑھنے کو مکروہ نہیں سمجھتا تو میں نے کہا: اس شخص کے بارے میں ارشاد فرمائیں کہ جو مسجد تک پہنچے اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو کیا وہ نفل پڑھے یا لوگوں کے ساتھ فرض میں شامل ہو جائے تو انہوں نے فرمایا: وہ لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہو جائے کوئی بھی نفل نہ پڑھے مگر یہ کہ جب وہ امام تک پہنچ جائے اور اس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو ان کو پڑھے پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر اسے فجر کی

رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہوتو ؟ تو انہوں نے فرمایا: اگر چہ خوف ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر اسے فجر کی جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتو انہوں نے فرمایا: اس صورت میں مَیں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہو جائے اور فجر کی سنتیں چھوڑ دے۔" (الاصل المعروف بالمبسوط للشیبانی، ج1 ص 165,166، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

"(**اور اسی طرح فرض نماز کی اقامت کے وقت نفل پڑھنا مکروہ ہے**) یعنی اپنے مذہب کی جماعت کے قائم ہونے کے وقت اس حدیث کی بنا پر کہ ''جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے'' (**مگر سنتِ فجر پڑھے گا اگر جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو**) اگر چہ تشہد پانے کے ذریعے سے ہو پس اگر خوف ہو تو اسے اصلاً ترک کر دے اور اس بارے میں جو حیلے ذکر کیے گئے ہیں وہ مردود ہیں اور اسی طرح وقت کی تنگی کے وقت فرض کے علاوہ نماز مکروہ ہے۔

(درمختار، کتاب الصلاۃ، ج1 ص 377,378، دار الفکر، بیروت)

اس کے تحت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:

"(**مگر سنتِ فجر پڑھے گا اگر جماعت فوت ہونے کا خوف نہ ہو**) اس حدیث کی بنا پر جو طحاوی وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور جماعت قائم ہو گئی تھی تو انہوں نے فجر کی دو رکعات مسجد میں ستون کی جانب ادا کیں اور یہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں ہوا اور اس کی مثل حضرت عمر، حضرت ابو درداء، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے جیسا کہ حافظ طحاوی نے شرح آثار میں اس کو اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کی مثل امام حسن بصری اور مسروق اور شعبی رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، شرح المنیہ۔"

(درمختار، کتاب الصلاۃ، ج1 ص378، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر308

مَا جَاءَ فِيمَنْ تَفُوتُهُ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ

(فجر کی سنتوں کے فوت ہونے کی صورت میں بعدِ فجر انہیں ادا کرنا)

422۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو السَّوَّاقُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ جَدِّهِ قَيْسٍ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ، ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِي أُصَلِّي، فَقَالَ: مَهْلًا يَا قَيْسُ، أَصَلَاتَانِ مَعًا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَمْ أَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، قَالَ: فَلَا إِذَنْ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هَذَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: سَمِعَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، مِنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ هَذَا الْحَدِيثَ، وَإِنَّمَا يُرْوَى هَذَا الْحَدِيثُ مُرْسَلًا، وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، لَمْ يَرَوْا بَأْسًا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ "وَسَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ هُوَ أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، وَقَيْسٌ هُوَ جَدُّ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ،

حدیث: حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو جماعت کھڑی ہوگئی پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا تو ارشاد فرمایا: اے قیس ٹھہرو! کیا دو نمازیں اکٹھی؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فجر کی دو رکعات نہیں پڑھی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: محمد بن ابراہیم کی اس طرح کی حدیث کو ہم صرف سعد بن سعید کی روایت سے ہی جانتے ہیں۔ اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: عطاء بن ابو رباح نے سعد بن سعید سے اس حدیث کو سنا اور اس حدیث پاک کو مرسل روایت کیا گیا ہے اور اہلِ مکہ کی ایک قوم نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے قبل ان دو رکعات کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اور سعد بن سعید وہ یحییٰ بن سعید الانصاری کے بھائی ہیں اور قیس وہ یحییٰ بن سعید انصاری کے دادا ہیں اور انہیں قیس بن عمرو کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قیس بن فہد ہیں۔ اور اس حدیث پاک کی اسناد متصل نہیں ہے محمد بن ابراہیم

وَيُقَالُ: هُوَ قَيْسُ بْنُ عَمْرٍو، وَيُقَالُ: ابْنُ قَهْدٍ، وَإِسْنَادُ هَذَا الحَدِيثِ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ قَيْسٍ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الحَدِيثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَرَأَى قَيْسًا وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ العَزِيزِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ"

التیمی کا قیس سے سماع ثابت نہیں۔ اور بعضوں نے اس حدیث کو محمد بن ابراہیم سے بواسطہ سعد بن سعید کے روایت کیا کہ "بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو قیس کو ملاحظہ فرمایا۔" اور عبد العزیز کی بواسطہ سعد بن سعید کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

تخریج حدیث 422: (سنن ابی داؤد، حدیث 1267، ج2، ص22، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، حدیث 1154، ج1، ص365، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

باب نمبر309

مَا جَاءَ فِي إِعَادَتِهِمَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

طلوعِ شمس کے بعد فجر کی سنتوں کا اعادہ کرنا

423۔ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ، قَالَ أبو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ فَعَلَهُ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ هَمَّامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ هَذَا إِلَّا عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ الْكِلَابِيَّ وَالْمَعْرُوفُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس نے فجر کی دو رکعتیں نہیں پڑھیں تو وہ انہیں طلوعِ شمس کے بعد پڑھے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اسے ہم صرف اسی وجہ سے جانتے ہیں۔ اور تحقیق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے یوں کیا تھا۔ اور اسی پر بعض اہلِ علم کے ہاں عمل ہے اور امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رحمہم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں: ہم صرف عمرو بن عاصم الکلابی کو ہی جانتے ہیں جو اس حدیث کو اس سند سے روایت کرتے ہیں۔ اور قتادہ کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ نضر بن انس، بشیر بن نہیک، حضرت ابو ہریرہ روایت کردہ حدیث مشہور ہے کہ فرمایا: "جس نے صبح کی نماز میں سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت پالی تو تحقیق اس نے صبح کی نماز کو پالیا۔"

تخریج حدیث 423: (سنن ابن ماجہ، حدیث 1155، ج 1، ص 365، دار احیاء الکتب العربیۃ)

سنت فجر قضا ہو جائے تو کب پڑھے، مذاہب ائمہ

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"بہر حال سنتِ فجر کی بعد میں قضا کرنا جائز ہے مگر یہ امام احمد نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ وہ چاشت کے وقت اسے قضا کرے اور فرمایا: اگر وہ انہیں فجر کے بعد پڑھے گا تو یہ بھی کفایت کرے گا بہر حال میں پہلی بات کو ہی اختیار کرتا ہوں ۔اور حضرت عطا اور ابن جریج اور شافعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: وہ انہیں بعد میں قضا کرے اس حدیث کی بنا پر جو قیس بن فہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((رَآنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَقَالَ :مَا هَاتَانِ الرَّكْعَتَانِ يَا قَيْسُ؟ .قُلْتُ:يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ أَكُنْ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَهُمَا هَاتَانِ)) (مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اور میں فجر کے بعد فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا؟ اے قیس یہ کون سی رکعتیں ہیں ؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں فجر کی سنتیں نہیں پڑھ سکا تھا تو یہ وہ دو رکعتیں ہیں) اسے امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت جواز پر دلالت کرتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی سنتوں کو عصر کے بعد قضا فرمایا اور یہ بھی اسی معنی میں ہے اور اس بنا پر کہ یہ سبب والی نماز ہے تو یہ طواف کی دو رکعتوں کے مشابہ ہو گی۔

اور اصحابِ رائے کہتے ہیں: نہی کے عموم کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَمَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ)) (جس نے فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھیں تو وہ انہیں طلوعِ شمس کے بعد پڑھے) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ ہم اسے صرف عمرو بن عاصم کی حدیث سے جانتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور وہ ثقہ ہیں ان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیثیں لی ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں چاشت کے وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث مرسل ہے، احمد و ترمذی اسی بات کے قائل ہیں کیونکہ محمد بن ابراہیم اسے قیس سے روایت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے ان سے سماعت نہیں کی اور یہ یحیی بن سعید کے اپنے دادا کے طریق سے مروی ہے اور وہ بھی مرسل ہے اور اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں: "میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے فجر کی دو رکعتیں ادا نہیں کی

تھیں تو ارشاد فرمایا: ((فَلَا إِذًا)) (اگر ایسا ہے تو نہیں) اور اس میں ممانعت کا بھی احتمال موجود ہے۔ اور جب معاملہ یوں ہے تو وقتِ چاشت تک اس کی تاخیر مستحب ہے تاکہ ہم اختلاف سے نکل جائیں اور حدیث کے عموم کے مخالف نہ ہوں اور اگر وہ ایسا کرے تو وہ جائز ہے کیونکہ یہ خبر جواز پر دلالت کرنے پر قاصر نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(المغنی لابن قدامہ، فصل قضاء سنۃ الفجر، ج2، ص89، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"اور وہ ممنوعہ اوقات پانچ ہیں: دو اوقات ایسے ہیں کہ جن میں فعل کی وجہ سے ممانعت ہے اور وہ صبح کی نماز کے بعد کا وقت ہے حتی کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد حتی کہ سورج غروب ہو جائے اور دلیل اس پر وہ ہے کہ جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی، فرمایا: مجھے بعض ان لوگوں نے بیان کیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک پسندیدہ تھے: ((أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس وبعد الصبح حتى تطلع الشمس)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے حتی کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کے بعد حتی کہ سورج طلوع ہو جائے)......

اور ان اوقات میں وہ نمازیں مکروہ نہیں ہیں کہ جن کے لئے کوئی اسباب ہوتے ہیں جیسا کہ فوت شدہ نماز کی قضا اور نذر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور نمازِ جنازہ اور جو اس کے مشابہ ہو اس حدیث کی بنا پر جو قیس بن فہر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ((رآني رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أصلي ركعتي الفجر بعد صلاة الصبح فقال: ما هاتان الركعتان قلت: لم أكن صليت ركعتي الفجر فهما هاتان الركعتان)) (مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد فجر کی سنتیں پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ یہ دو رکعات کونسی ہیں، میں نے عرض کیا: میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں تو یہ وہی دو رکعتیں ہیں) اور اس پر انکار نہ فرمایا تو یہ اس کے جواز پر دلیل ہے۔

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی، باب الساعات التی نہی اللہ عن الصلاۃ، ج1، ص174,175، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مگر علامہ نووی شافعی (متوفی 676ھ) نے حدیث قیس کو ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ مذکورہ بالا عبارت کے تحت فرماتے ہیں:

"حضرت قیس بن قہد کی حدیث اسے ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا اور اس کی سند ضعیف ہے، اس

میں انقطاع ہے۔ترمذی کہتے ہیں:اصح یہ ہے کہ یہ مرسل ہے اور یہ قیس بن قہد سے مروی ہے جیسا کہ مصنف نے اس کو ذکر فرمایا اور اسے ابوداؤد اور کثیر محدثین نے قیس بن عمرو سے روایت کیا اور وہ جمہور ائمہ حدیث کے ہاں یہی صحیح ہے کہ یہ قیس بن عمرو سے مروی ہے اور تحقیق اس کی جانب میں نے ''تہذیب الاسماء'' میں اشارہ کیا۔بہرحال جیسے بھی ہو محدثین کے نزدیک اس حدیث کا متن ضعیف ہے۔" (المجموع شرح المہذب، باب الساعات التی نہی عن الصلاۃ فیہا، ج4،ص 168,169،دار الفکر،بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابوعبداللہ محمد بن علی بن عمر تمیمی مازری مالکی (متوفی536ھ) فرماتے ہیں:

"وہ اوقات کہ جن میں نماز ممنوع ہے وہ دو وقت ہیں جو فعل کی طرف راجع ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب تو صبح یا عصر کی نماز پڑھ لے اور دو وقت وہ ہیں جو نفس وقت کی طرف راجع ہیں اور وہ اصفرارِ شمس کے بعد اور طلوع شمس کے وقت۔اور ہم نے اس فصل سے متعلق علما کے اختلاف کو ذکر کر دیا ہے اور علما نے صبح کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھنے کے حوالے سے اختلاف ذکر کیا ہے پس ہمارا مذہب بھی اس سے منع کرنا ہی ہے جیسا کہ قاضی ابومحمد نے ذکر کیا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ہماری موافقت کی ہے ان نوافل میں کہ جن کا کوئی سبب نہیں اور جن نوافل کا کوئی سبب ہے ان کی وہ اجازت دیتے ہیں۔

بہرحال ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے اس استدلال کرتے ہیں:صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتی کہ سورج طلوع ہو جائے اور نہ عصر کے بعد حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:میرے پاس ایسے چند لوگوں نے گواہی دی جنہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پسند کیا ہے کہ ((أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الصلاۃ بعد صلاتین صلاۃ الصبح وصلاۃ العصر)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دو نمازوں کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے،صبح کی نماز اور عصر کی نماز)اور جس مذہب کو ہم نے اختیار کیا ہے اسے اختیار کرنے والوں کے اشارات مختلف ہیں اور اس سے نہی کی وجہ میں بھی مختلف ہیں۔

پس ان میں بعض نے اس جانب اشارہ کیا کہ اس سے ممانعت بچاؤ کی غرض سے ہے تاکہ اس میں حالتِ طلوع وغروب میں نماز پڑھنے کی وسعت واقع نہ ہو جائے اور اس جانب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اشارہ فرمایا ہے کیونکہ جب انہوں نے حضرت تمیم داری کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا تو حضرت تمیم نے ان کو کہا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسے پڑھا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:اے گروہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو کہ جنہیں میں منع کروں،لیکن

میں تمہارے بعد آنے والی قوم سے خوف رکھتا ہوں کہ وہ عصر کے بعد غروب تک نماز پڑھیں گے حتی کہ وہ اس ساعت میں بھی پڑھیں گے کہ جن میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

اور دوسرے حضرات نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں فرضوں کے حق کے لئے اس بات سے منع فرمایا گیا ہے تا کہ ان کا مابعد اس چیز کے ساتھ مشغول ہو کہ جو ان کے تابع ہے یعنی دعا وغیرہ ان دونوں نمازوں کی ان کے ماسوا نمازوں سے تخصیص کرتے ہوئے اور ان دونوں نمازوں کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ فی نفسہ فعلِ مقصود میں مشغولیت ہے اور وہ نماز ہے، بہر حال فرض نماز کو قضا کیا جائے گا کیونکہ کسی دوسرے فرض کے توابع کی رعایت کرتے ہوئے کسی فرض کو منع نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح جن نوافل کا کوئی سبب ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے فرض کی طرح شمار کیا ہے کہ اسے کسی غیر کے تابع کی وجہ سے منع نہیں کیا جائے گا اور ہم نے اس کو ان نوافل کی طرح شمار کیا ہے کہ جن کے لئے کوئی سبب نہیں ہوتا ہے۔"

(شرح التلقین، الاوقات المنہی عن التنفل فیہا، ج1، ص809,810، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

احناف کا مؤقف:

فجر کی سنت قضا ہوگئی اور فرض پڑھ لیے تو اب سنتوں کی قضا نہیں البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔ (غنیۃ المستملی، فصل فی النوافل، ص397)

اور طلوع سے پیشتر بالاتفاق نہیں پڑھ سکتا۔ (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الفریضۃ، ج2، ص57، دار الفکر، بیروت)

آج کل اکثر عوام بعد فرض فوراً پڑھ لیا کرتے ہیں یہ ناجائز ہے، پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔ (بہار شریعت، حصہ 4، ص664,665، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

"سنتیں جب اپنے وقت سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضا کی جائے گی یا نہیں؟ پس ہم اللہ عزوجل کی توفیق سے کہتے ہیں: فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر سنتوں کے حوالے سے ہمارے اصحاب کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب وہ اپنے وقت سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں کی جائے گی خواہ وہ تنہا فوت ہوئی ہوں یا فرض کے ساتھ۔ امام شافعی رحمہ اللہ اپنے ایک قول میں فرماتے ہیں: وتر پر قیاس کرتے ہوئے ان کی قضا کی جائے گی۔

ہماری دلیل وہ حدیث پاک ہے کہ جسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ ((أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل حجرتي بعد العصر فصلى ركعتين فقلت :يا رسول الله ما هاتان الركعتان اللتان لم تكن تصليهما من

قبل؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ركعتان كنت أصليهما بعد الظهر وفي رواية ركعتا الظهر شغلني عنهما الوفد فكرهت أن أصليهما بحضرة الناس فيروني، فقلت:أفأقضيهما إذا فاتتا؟ فقال:لا)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میرے حجرے میں عصر کے بعد داخل ہوئے پس دو رکعتیں ادا فرمائیں تو میں نے عرض کی کہ یہ دو رکعات کونسی ہیں کہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قبل ادا نہیں فرمایا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ دو رکعات کہ جنہیں میں ظہر کے بعد پڑھتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ ظہر کی دو رکعات سے مجھے ایک وفد نے مشغول رکھا تو میں نے لوگوں کی موجودگی میں انہیں پڑھنے کو ناپسند کیا کہ لوگ مجھے دیکھیں، تو میں نے عرض کیا کہ جب یہ سنتیں فوت ہو جائیں تو کیا میں بھی انہیں قضا کروں؟ تو ارشاد فرمایا: نہیں)

اور یہ نص ہے اس بات پر کہ امت پر قضا واجب نہیں ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں کوئی شرکت نہیں۔ اور اس حدیث پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کی قضا اصلاً نہیں ہونی چاہیے مگر ہم نے لیلۃ التعریس کی حدیث کی بنا پر اس کی قضا کو مستحسن قرار دیا جب کہ یہ فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں اور اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مطابق وقتِ مخصوص میں ہیئتِ مخصوصہ پر کوئی فعل کرنے کو کہتے ہیں لہٰذا دوسرے وقت میں اس فعل کو کرنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنا نہیں کہلائے گا تو یہ سنت نہیں ہوگا بس مطلقاً نفل ہوگا۔

بہر حال جب فجر کی سنتیں، فرائض کے ساتھ فوت ہو جائیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریس کی رات انہیں ادا فرمایا تھا تو ہم ایسا ہی کریں گے تا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہو جائیں۔

اور اس کا معاملہ وتر کے خلاف ہے کیونکہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اور واجب عمل کے حق میں فرض سے ہی ملحق ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر چہ یہ سنتِ مؤکدہ ہیں لیکن ان حضرات نے اس کی قضا کو اس نص کی بنا پر پہچانا جسے ہم نے ماقبل میں روایت کیا۔

بہر حال سنتِ فجر اگر فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں تو یہ فرض کے ساتھ استحساناً قضا کی جائیں گی، لیلۃ التعریس کی حدیث پاک کی وجہ سے، وہ حدیث پاک یہ ہے: "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس وادی میں آرام فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی گرمی سے بیدار ہوئے تو وہاں سے کوچ فرمایا پھر ایک جگہ نزول فرمایا اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا پس انہوں نے اذان کہی تو فجر کی سنتیں ادا فرمائیں پھر انہیں اقامت کا حکم دیا تو فجر کی نماز ادا فرمائی۔" بہر حال جب یہ سنتیں تنہا فوت ہو جائیں تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک قضا نہیں کی جائیں گی اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زوال سے پہلے اس وقت

قضا کی جائیں گی جب سورج بلند ہو جائے۔ اور انہوں نے لیلۃ التعریس والی حدیث اس استدلال فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سنتوں کو طلوعِ شمس کے بعد زوال سے پہلے قضا فرمایا تو یہی ان کی قضا کا وقت قرار پایا۔ اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ سنتیں فرائض کے توابع کے طور پر مشروع ہیں تو اگر یہ ایسے وقت میں قضا کی جائیں کہ جن میں فرائض کی ادائیگی نہ ہو تو پھر سنتیں (تابع کی بجائے) اصل ہو جائیں گی اور تبعیت باطل ہو جائے گی تو وہ سنتِ مؤکدہ باقی نہیں رہیں گی کیونکہ وہ وصفِ تبعیت کی بنا پر سنت ہیں اور تعریس کی رات کو یہ فرض کے ساتھ ہی قضا ہوئیں تھیں لہذا فرض کی تبعیت میں ان کی بھی قضا کی گئی اور اس میں تو کوئی کلام نہیں ہے اختلاف اس صورت میں ہے جب یہ تنہا قضا ہو جائیں اور ہماری بیان کردہ وجہ کی بنا پر تنہا ان کی قضا کی کوئی صورت نہیں ہے اور اسی وجہ سے ان کے علاوہ دیگر سنتیں قضا نہیں کی جاتیں اور نہ یہ زوال کے بعد قضا کی جائیں گی۔"

(بدائع الصنائع، فصل السنۃ اذا فاتت عن وقتہا ھل تقضی، ج1، ص287,288، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر310

مَا جَاءَ فِی الأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ

ظہر سے قبل کی چار سنتیں

424۔حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ، وَفِي البَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ حَبِيبَةَ،قَالَ ابو عيسى:حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ العَطَّارُ قَالَ :قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: كُنَّا نَعْرِفُ فَضْلَ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَلَى حَدِيثِ الحَارِثِ ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ :يَخْتَارُونَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ المُبَارَكِ، وَإِسْحَاقَ، وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ :صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنَى مَثْنَى يَرَوْنَ الفَصْلَ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار اور اس کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت سیدتنا عائشہ اور حضرت سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم عاصم بن ضمرہ کی حدیث پاک کو حارث کی حدیث پر فضیلت دیتے تھے۔اور اسی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور بعد کے لوگوں کا عمل ہے، وہ اسی بات کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی ظہر سے قبل چار رکعات پڑھے اور یہی امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک اور امام اسحق کا قول ہے۔اور بعض اہلِ علم کا فرماتے ہیں: دن اور رات کی نماز دو دو رکعت ہیں اور وہ ہر دو رکعات کے درمیان فاصلہ کرنے کو اختیار کرتے ہیں اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ اسی بات کے قائل ہیں۔

تخریج حدیث 424:(سنن ابی داؤد، حدیث 1272، ج2،ص23، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

باب نمبر 311

مَا جَاءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ

(ظہر کے بعد کی دو رکعتیں)

425۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو رکعتیں ظہر کے بعد ادا کیں۔

اور اس باب میں حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 425: (صحیح البخاری، حدیث 937، ج2، ص13، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، حدیث 729، ج1، ص504، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، حدیث 1252، ج2، ص19، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 873، ج2، ص119، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((ظہر سے پہلے چار)) یہ ہمارے مذہب کے مختار قول پر دلیل ہے کہ ظہر سے قبل مؤکدہ سنتیں چار ہیں۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب السنن وفضائلہا، ج3، ص891، دار الفکر بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"ظہر سے قبل کی چار رکعتوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ ایک سلام کے ساتھ ہیں یا دو سلاموں کے ساتھ ہیں؟ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں دو سلاموں کے ساتھ ادا کی جائیں گی، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو "ابواب التطوع" میں مذکور ہے اور ہمارے اصحاب نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا جو عنقریب آئے گی اور وہ صریح ہے، ان میں صرف ایک سلام ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں چار کا تذکرہ نہیں ہے وہ صرف دو رکعات ہیں کہ جنہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لئے ادا فرمایا ہے...... اور اس لئے بھی کہ وہ دن کے نوافل ہیں تو ان میں چار ایک سلام کے ساتھ افضل ہیں۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب الاربع قبل الظہر وبعدہا، ج5، ص160,161، مکتبۃ الرشد ریاض)

علامہ عینی "عمدۃ القاری" میں فرماتے ہیں:

"بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے محمد بن منتشر کی روایت سے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: ((أن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ لَا يدع أَرْبعا قبل الظّهْر)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں نہ چھوڑا کرتے تھے) مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے خالد الحذاء کی روایت سے حضرت عبد اللہ بن شقیق سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق دریافت کیا؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا ((كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قبل الظّهْر أَرْبعا)) (وہ میرے گھر میں ظہر سے قبل چار رکعات پڑھا کرتے تھے۔)

اور ترمذی نے عاصم بن حمزہ کی روایت سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((كَانَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يُصَلِّي قبل الظّهْر أَرْبعا وَبعدهَا رَكْعَتَيْنِ)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعات اور اس کے بعد دو رکعات ادا فرماتے تھے) امام ترمذی کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور اسی طرح امام ترمذی نے فرمایا: نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اور بعد والوں میں اکثر کا اسی پر عمل ہے، وہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ آدمی ظہر سے قبل چار رکعات پڑھے اور یہی امام سفیان ثوری، ابن المبارک اور اسحٰق رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اور امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، فرماتی ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلی فِی یَوْمٍ ثِنْتَیْ عشرۃَ رَکْعَۃً تَطَوّعا بنی اللہ لَہٗ بیتًا فِی الْجنَّۃِ)) (جو ایک دن میں بارہ رکعات نفل پڑھ لے تو اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا) اور ترمذی اور نسائی نے زائد کیا: ((أَرْبعا قبل الظُّھر وَرَکْعَتَیْنِ بعْدھَا وَرَکْعَتَیْنِ بعد الْمغرب وَرَکْعَتَیْنِ بعد الْعشاء وَرَکْعَتَیْنِ قبل صَلَاۃ الْغَدَاۃ)) (چار ظہر سے قبل اور دو اس کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی نماز سے پہلے)........

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ نمازوں میں سنتِ مؤکدہ بارہ رکعات ہیں: دو رکعتیں فجر سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو رکعتیں مغرب اور عشاء کے بعد۔ اور رافعی کہتے ہیں: اصحابِ شوافع میں سے اکثر اس جانب ہیں کہ سنن رواتب دس رکعات ہیں: اور وہ دو رکعتیں صبح سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعات عشا کے بعد۔ فرمایا: اور ان میں بعض نے ظہر سے قبل مزید دو رکعتوں کا اضافہ فرمایا ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر ((من ثابر علی اثْنَتَیْ عشرَۃَ رَکْعَۃً من السّنۃ بنی اللہ لَہٗ بیْتًا فِی الْجنَّۃ)) (جو بارہ رکعات سنت پر مواظبت اختیار کرے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا)

پھر ظہر سے قبل چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ہمارے نزدیک مسنون ہے اس حدیث کی بنا پر جو ابوداؤد اور ترمذی نے شمائل میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: ((أَربع قبل الظّھر لَیْسَ فِیھِنَّ تَسْلِیم تفتح لَھُنَّ أَبْوَاب السَّمَاء)) (ظہر سے قبل چار رکعتیں کہ جن میں سلام نہ ہو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں) اور ائمہ ثلاثہ شافعی، مالک اور احمد رحمہم اللہ کے ہاں ان کو دو سلاموں کے ساتھ ادا کرے گا اور ان حضرات نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ ((انہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم کَانَ یصلیھن بتسلیمتین)) (آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دو سلاموں کے ساتھ ادا فرماتے تھے) اور اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول "دو سلاموں کے ساتھ" کا معنی یہ ہے یعنی دو تشہد کے ساتھ تو تشہد کو سلام کا نام دیا گیا کیونکہ اس میں سلام ہوتا ہے جیسا کہ اسے تشہد کا نام دیا گیا کیونکہ اس میں شہادت ہوتی ہے اور یہ تاویل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب التطوع بعد المکتوبۃ، ج7، ص233، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ظہر کے فرض سے پہلے اور بعد کی رکعات کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

علامہ عثمان بن علی الزیلعی حنفی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"(اور سنت فجر سے پہلے اور ظہر اور مغرب اور عشاء کے بعد دو رکعتیں ہیں اور ظہر اور جمعہ سے قبل اور بعد چار رکعتیں ہیں) اس بنا پر جو سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں: ((كان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی قبل الظهر أربعا وبعده ركعتين وبعد المغرب ثنتين و بعد العشاء ركعتين وقبل الفجر ركعتين)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار اور اس کے بعد دو اور مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد دو اور فجر سے قبل دو رکعات پڑھا کرتے تھے) اس حدیث کو مسلم اور ابوداؤد اور ابن حنبل نے روایت کیا۔ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ((كان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی بعد الزوال أربع ركعات فقلت ما هذه الصلاة التی تداوم علیها فقال هذه ساعة تفتح أبواب السماء فیها فأحب أن یصعد لی فیها عمل صالح فقلت أفی كلهن قراءة قال نعم فقلت أبتسلیمة واحدة أم بتسلیمتین فقال بتسلیمة واحدة)) (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے تو میں نے عرض کی کہ یہ کونسی نماز ہے کہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مداومت اختیار فرماتے تھے تو ارشاد فرمایا: یہ وہ ساعت ہے کہ جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نیک عمل اس ساعت میں بلند ہو تو میں نے عرض کیا کہ کیا ان سب میں قراءت ہے؟ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں، تو میں نے عرض کیا کہ کیا ایک سلام کے ساتھ یا دو سلاموں کے ساتھ؟ تو ارشاد فرمایا کہ ایک سلام کے ساتھ) اس حدیث کو طحاوی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا جمعہ میں اور ظہر میں فرق کئے بغیر، لہذا ان میں سے ہر ایک کے لئے چار سنتیں ہوں گی۔"

(تبیین الحقائق، باب الوتر والنوافل، ج1، ص 171،172، المطبعۃ الکبری الامیریہ القاہرہ)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"فرائض کے ساتھ ساتھ سننِ رواتب ہیں اور وہ دس رکعات ہیں: دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے ..... اور ہماری دلیل وہ ہے کہ جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا فرمایا: ((حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ؛ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا

وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ كَانَتْ سَاعَةً لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ)) (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعات یاد کیں: "دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں صبح سے پہلے اور یہ وہ گھڑی تھی کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ میں کوئی حاضر نہ ہوتا تھا، مجھے سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں ادا فرماتے۔ متفق علیہ)" (المغنی لابن قدامہ، فصل التطوعات قسمان، ج2، ص93، مکتبۃ القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسن احمد ابن المحاملی شافعی (متوفی 415ھ) فرماتے ہیں:

"اور ظہر سے قبل چار رکعات دو سلاموں کے ساتھ ادا کرے اور ان کے بعد دو رکعتیں ادا کرے۔"

(اللباب فی الفقہ الشافعی، کتاب الصلاۃ، ج1، ص135، دار البخاری، المدینۃ المنورۃ)

علامہ احمد بن محمد بن علی انصاری شافعی (متوفی 710ھ) فرماتے ہیں:

"اور چار رکعات ظہر سے قبل اور دو اس کے بعد، اس حدیث کی بنا پر جو مسلم نے عبد اللہ بن شقیق سے روایت کی، یہ فرماتے ہیں: میں نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ((كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً ثم يخرج فيصلي بالناس ثم يدخل فيصل ركعتين؛ (وكان يصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين، ويصلي بالناس العشاء؛ فيدخل (بيتي) يصلي ركعتين)) (وہ میرے گھر میں ظہر سے قبل چار رکعات پڑھا کرتے تھے پھر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے پھر داخل ہوتے تو دو رکعات ادا فرماتے اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرماتے اور لوگوں کو عشاء پڑھاتے تو میرے گھر میں داخل ہو کر دو رکعات ادا فرماتے) اور نسائی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرمایا: ((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا زالت الشمس، صلى أربع ركعات قبل الظهر حين تزول الشمس؛ فإذا صلى الظهر، صلى بعدها ركعتين، وقبل العصر أربع ركعات يفصل بين كل ركعتين)) (ترجمہ: جب سورج زائل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعات ادا فرمایا کرتے تھے تو جب ظہر ادا فرما لیتے تو اس کے بعد دو رکعات ادا فرماتے اور عصر سے قبل چار رکعات ادا فرماتے جن میں ہر دو رکعات میں فصل کرتے۔)"

(کفایۃ النبیہ فی شرح التنبیہ، باب صلاۃ التطوع، ج3، ص305، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ احمد بن غانم النفراوی مالکی (متوفی 1126ھ) فرماتے ہیں:

"(اور اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ چار رکعات نفل پڑھے) ظہر سے قبل اور زوال کے بعد (ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے) اس حدیث کی بنا پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ)) (ترجمہ: جو ظہر سے قبل چار رکعات اور اس کے بعد چار رکعات پر محافظت اختیار کرے تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ حرام فرما دیتا ہے۔) اس حدیث پاک کو اصحاب السنن نے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُ يَوْمِهِ ذَلِكَ)) (ترجمہ: جو ظہر سے قبل چار رکعات ادا کرے تو اس کے اس دن کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔) اور ماتن نے جو یہ کہا کہ وہ ہر دو رکعات پر سلام پھیرے کیونکہ چار رکعات میں سلام کے ذریعے سے فصل نہ کرنا مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو مؤطا اور صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز کیسی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو دو رکعات۔ اور مؤطا کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ دن اور رات کی نماز دو دو رکعات ہیں ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے۔"

(الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید، ما یستحب عقب الصلاۃ، ج1، ص196، دار الفکر، بیروت)

مزید فرماتے ہیں:

"اور اس کے لیے مستحب ہے کہ (وہ نفل پڑھے اس کے بعد) یعنی ظہر کے بعد اور اذکار کے ذریعے سے فصل کرنے کے بعد چار رکعات یا زیادہ پڑھے، حد بندی چار کے ساتھ وارد ہوئی ہے، ہمارے امام نے اسے مقدر و مقرر فرمایا ہے کیونکہ حد بندی ثوابِ مخصوص میں شرط ہے، بہر حال مطلق نماز تو پڑھے اگرچہ دو رکعتیں ہی ہوں تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل دو رکعات اور اس کے بعد دو رکعتیں اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے حتی کہ آپ وہاں سے پھرتے تو پھر دو رکعتیں ادا فرماتے۔"

(الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید، ما یستحب عقب الصلاۃ، ج1، ص196، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر 312
بَابٌ آخَرُ
ایک دوسرا باب

426- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْعَتَكِيُّ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا قَالَ ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ الْمُبَارَكِ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَرَوَاهُ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ نَحْوَ هَذَا، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَاهُ عَنْ شُعْبَةَ غَيْرَ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هَذَا

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے قبل کی چار رکعات نہ پڑھتے تو ظہر کے بعد انہیں ادا فرماتے تھے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس سند سے صرف امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو ہی جانتے ہیں۔ اور قیس بن ربیع نے اس حدیث کو خالد الحذاء سے بواسطہ شعبہ اسی کی مثل روایت کیا اور ہم قیس بن ربیع کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے جنہوں اس حدیث کو شعبہ سے روایت کیا ہو اور تحقیق یہی حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ بھی مروی ہے۔

427- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الشُّعَيْثِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رُوِيَ

حدیث: حضرت سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے اور بعد میں چار رکعات پڑھیں تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرما دے گا۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے اور تحقیق یہ اس سند کے علاوہ بھی مروی ہے۔

مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

428- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ التِّنِّيسِيُّ الشَّامِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أُخْتِي أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ ابو عيسىٰ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَالْقَاسِمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَهُوَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ ثِقَةٌ شَامِيٌّ، وَهُوَ صَاحِبُ أَبِي أُمَامَةَ

حدیث: حضرت سیدنا عنبسہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے اپنی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کو فرماتے ہوئے سنا، فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعات پر محافظت کی تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادے گا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ اور قاسم وہ ابن عبدالرحمٰن ہیں جن کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے اور وہ عبدالرحمٰن بن خالد بن یزید بن معاویہ کے غلام ہیں اور وہ ثقہ، شامی ہیں اور وہ ابوامامہ کے ساتھی ہیں۔

تخریج حدیث 426:

تخریج حدیث 427: (سنن ابی داؤد، حدیث 1269، ج 2، ص 23، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 1812، ج 3، ص 264، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، حدیث 1160، ج 1، ص 367، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 428: اوپر والی

ظہر کے فرضوں سے پہلے اگر سنتیں نہ پڑھ سکے تو کیا کرے، مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں:

"ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنت فوت ہوگئی اور فرض پڑھ لیے تو اگر وقت باقی ہے بعد فرض کے پڑھے اور افضل یہ ہے کہ پچھلی سنتیں پڑھ کر ان کو پڑھے۔" (فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب ادراک الفریضۃ، ج1، ص416 وباب النوافل، ص386)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ ابراہیم بن محمد ابن مفلح (متوفی 884ھ) فرماتے ہیں:

"اگر ظہر کی سنتیں ظہر سے قبل فوت ہوگئیں تو ان کو ان کے بعد قضا کرے اور انہیں سے شروع کرے اور یہ (ظہر کی سنتیں) اور سنتِ فجر ان دونوں نمازوں کے بعد وقت کے اندر قضا کہلائے گی۔ اس بات کو علامہ ابن الجوزی اور صاحب تلخیص نے ذکر کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ادا ہے..... حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا)) (ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہر سے پہلے چار رکعات نہ پڑھتے تو ان کو اس کے بعد پڑھا کرتے تھے۔) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد ثقات پر مشتمل ہے۔"

(المبدع فی شرح المقنع، السنن الراتبۃ، ج2، ص20، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی شافعی (متوفی 478ھ) فرماتے ہیں:

"اگر ہم اس بات کا حکم کریں کہ نوافل کی قضا نہیں ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے اور اگر ہم حکم کریں کہ نوافل کی قضا ہے تو کیا ان کی قضا مخصوص وقت تک ہوگی یا ہمیشہ کے لیے جب چاہیں کریں، اس بارے میں دو اقوال ہیں: ان میں ایک قول یہ ہے اور وہ مزنی کا اختیار کردہ ہے کہ وہ ہمیشہ قضا کئے جائیں گے اور وہ قیاس ہے، صیدلانی کہتے ہیں: یہ دو اقوال میں سے اصح ہے۔ اور معاملہ وہی ہے کہ جسے انہوں نے ذکر کیا ہے تو بے شک جس کا وقتِ ادا فوت ہوگیا اور اس کا وجوبِ قضا ثابت ہوگیا تو قضا کے لیے ایک وقت دوسرے وقت سے اولیٰ نہیں جیسا کہ فرائض کی قضا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب یہ قضا ہو جائیں تو یہ مدتِ معلوم تک قضا کیے جائیں گے اس سے آگے متعدی نہیں ہوں گ

۔پھر اس قول پر ان نوافل کے بارے میں جو فرض کے تابع ہیں دو قول ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ ہر وہ نفل جو تابع ہے وہ اگر فوت ہوجائے تو وہ اس وقت تک قضا کیا جائے گا جب تک انسان دوسرا مستقل فرض ادا نہ کرلے پس جب اس کا وقت داخل ہوا اور وہ اسے ادا کرے تو فوت شدہ کی قضا کا امکان منقطع ہو جائے گا۔ اور اس کا بیان یہ ہے کہ کہ جس کے وتر فوت ہو جائیں تو فجر طلوع کر آئے تو وہ اسے قضا کرے پس اگر وہ صبح کا فرض ادا کرے تو اس کے بعد قضا نہیں ہے۔

اور یہ قول تمام توابع میں اسی طریقہ پر جاری ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آنے والا فرض جب وقتِ مستقبل میں ادا کیا جائے گا تو آنے والے فرض کے شروع کرنے سے تبعیت بالکلیہ فوت ہو جائے گی اور توابع مستقل طور پر ثابت نہیں ہوتے وہ صرف تبعاً ثابت ہوتے ہیں۔ اور دوسرا قول ہے کہ اس بارے میں طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کی طرف نظر کی جائے گی تو جس کی رات کی سنتیں فوت ہوئیں تو وہ ان کا تدارک کرسکتا ہے جب تک سورج طلوع نہ جائے اور جس کی دن کی سنتیں فوت ہوئیں جیسا کہ فجر کی سنتیں تو وہ ان کا تدارک کرسکتا ہے جب تک سورج غروب نہ ہو جائے، اس بات کے معلوم ہونے کے باوجود کہ نہارِ شرعی کی ابتدا طلوعِ فجر سے ہوتی ہے، طلوعِ شمس کا اعتبار کرنا محال ہے پس اس بارے میں درست قول یہ ہے کہ نوافل کی قضا نہیں کی جائے گی پس اگر قضا کی جائے تو وہ ہمیشہ قضا ہی ہوں گے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔"

(نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب، باب الساعات التی تکرہ الصلاۃ فیہا، ج2، ص344،345، دار المنہاج)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو القاسم محمد بن احمد ابن جزی الکلبی مالکی (متوفی 741ھ) فرماتے ہیں:

"اور جس کے نفل فوت ہو جائیں تو مذہب کے مطابق وہ ان کو قضا نہ کرے مگر جس کی فجر کی سنتیں فوت ہو جائیں تو وہ ان کو طلوعِ شمس کے بعد قضا کرے۔" (القوانین الفقہیہ، الباب التاسع والعشرون فی سائر التطوعات، ج1، ص62، مطبوعہ بیروت)

ظہر کے پہلے کی چار سنتوں کے فضائل

(1) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ((اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيمٍ وَقَالَ: إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے جب سورج زائل ہوتا تو چار رکعتیں ادا فرماتے اور ان کے درمیان سلام سے فاصلہ نہ کرتے، اور فرمایا کہ زوالِ شمس کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، باب فی الاربع الرکعات قبل الظہر، ج1، ص365، دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

یہی حدیث پاک سنن ابی داؤد میں اس طرح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ لَيْسَ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ تُفْتَحُ لَهُنَّ أَبْوَابُ السَّمَاءِ)) ترجمہ: ظہر سے پہلے چار رکعتیں جن کے درمیان میں سلام نہ پھیرا جائے، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

(سنن ابی داؤد، باب الاربع قبل الظہر وبعدھا، ج2، ص23، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(2) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ)) ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے اور فرماتے: یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، لہٰذا میں محبوب رکھتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی عمل صالح بلند کیا جائے۔

(جامع الترمذی، باب ما جاء فی الصلاۃ عند الزوال، ج2، ص342، مطبعۃ مصطفی البابی، مصر)

(3) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ((اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ بَعْدَ نِصْفِ النَّهَارِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَاكَ تَسْتَحِبُّ الصَّلَاةَ هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَنْظُرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِالرَّحْمَةِ إِلَى خَلْقِهِ وَهِيَ صَلَاةٌ كَانَ يُحَافِظُ عَلَيْهَا آدَمُ وَنُوحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَمُوسَى وَعِيسَى)) ترجمہ: دوپہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رکھتے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں دیکھتی ہوں کہ اس وقت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز محبوب رکھتے ہیں، فرمایا: اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور اس نماز پر آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام محافظت کرتے۔

(مسند بزار، مسند ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج10، ص103، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

(4) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ كَأَنَّمَا تَهَجَّدَ بِهِنَّ مِنْ لَيْلَتِهِ وَمَنْ صَلَّاهُنَّ بَعْدَ الْعِشَاءِ كُنَّ كَمِثْلِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ)) جس نے ظہر کے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، گویا اس نے رات میں تہجد کی چار رکعتیں پڑھیں اور جس نے عشا کے بعد چار پڑھیں، تو یہ شب قدر میں چار کے مثل ہیں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ محمد، ج6، ص254، دار الحرمین، القاہرہ)

(5) احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)) ترجمہ: جس نے ظہر سے پہلے اور بعد میں چار رکعات پڑھیں تو اللہ عزوجل اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادے گا۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء فی الرکعتین بعد الظہر ج2، ص291 مطبعہ مصطفی البابی، مصر)

حضرت عمر فاروق اعظم وبعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی کی مثل مروی۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص661 مکتبۃ المدینہ، کراچی)

باب نمبر313

ما جاءَ في الأَرْبعِ قَبلَ العَصْرِ

نمازِ عصر سے پہلے کی چار رکعات

429۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ العَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى المَلَائِكَةِ المُقَرَّبِينَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ المُسْلِمِينَ وَالمُؤْمِنِينَ :وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَاخْتَارَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنْ لَا يُفْصَلَ فِي الأَرْبَعِ قَبْلَ العَصْرِ وَاحْتَجَّ بِهَذَا الحَدِيثِ وقَالَ :وَمَعْنَى أَنَّهُ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ، يَعْنِي :التَّشَهُّدَ، وَرَأَى الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ :صَلَاةَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنَى مَثْنَى يَخْتَارَانِ الفَصْلَ

حدیث: حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ،فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عصر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے جن کے درمیان مقربین فرشتوں اور جو مسلمین اور مومنین ان کے تابع ہیں ان کو سلام بھیج کر فصل فرمایا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور اسحق بن ابراہیم کا مختار قول یہ ہے کہ عصر سے پہلے کی چار رکعات میں فصل نہ کیا جائے اور انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا اور فرمایا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سلام کے ساتھ ان رکعات کے درمیان فصل کیا کرتے تھے یعنی تشہد کے ذریعے۔ اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ رات اور دن کی نماز دو دو رکعات ہیں وہ ان کے درمیان فاصلہ کرنے کو اختیار کرتے ہیں۔

430۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا :حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ مِهْرَانَ، سَمِعَ جَدَّهُ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار

وَسَلَّمَ قَالَ: رَحِمَ اللَّهُ امْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

رکعات ادا کیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تخریج حدیث 429: (سنن ابی داؤد، حدیث 1272، ج2، ص23، المکتبۃ العصریہ بیروت)

تخریج حدیث 430: (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب اذا صلی خمسا، حدیث 1271، ج2، ص23، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

سلام سے یہاں مراد تشہد ہے

علامہ شرف الدین الحسین بن عبد اللہ الطیبی (متوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"((ان کے درمیان سلام کرنے کے ذریعے سے فاصلہ فرماتے)) اس سے مراد تشہد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تشہد کو سلام فرمایا گیا کیونکہ وہ سلام پر مشتمل ہوتا ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ فرمایا: جب ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے تو ہم یوں کہتے: ((السلام على الله قبل عباده السلام على جبريل، السلام على ميكائيل، السلام على فلان)) اور یہ تشہد میں ہوتا تھا۔"

(شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، باب السنن وفضائلہا، ج4، ص1175، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ریاض)

عصر کی سنتوں کے غیر مؤکدہ ہونے کی وجہ:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"((اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے قبل چار رکعات ادا کرے)) اسی حدیث سے علما نے اس بات کو اخذ کیا ہے کہ عصر سے قبل چار رکعت سنتیں ہیں۔ اور صاحب مبسوط کہتے ہیں: عصر سے قبل نفل پڑھنا اچھا ہے کیونکہ چار رکعات کا سنتِ مؤکدہ میں سے ہونا ثابت نہیں ہے کیونکہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس کا تذکرہ نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر مواظبت فرمانا مروی نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو پڑھنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے پس مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات ادا فرمائیں اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں ادا فرمائیں، لہذا اگر چار رکعتیں ادا کرے تو اچھا ہے۔"

(شرح ابی داود، باب الصلاۃ قبل العصر، ج5، ص163، مکتبہ الرشد، ریاض)

عصر سے پہلے کی سنتوں کے بارے میں مذاہبِ ائمہ

احناف کا مؤقف:

امام ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی حنفی (متوفی 189ھ) فرماتے ہیں:

"میں نے عرض کیا کہ کیا عصر سے پہلے بھی نفل ہیں تو فرمایا: اگر پڑھے تو اچھا ہے، میں نے عرض کیا: اس سے قبل کتنی

رکعتیں ہیں؟ تو فرمایا: چار رکعات۔" (الاصل المعروف بالمبسوط للشیبانی، باب مواقیت الصلاۃ، ج 1، ص 156، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"(عصر سے قبل اگر وہ چار رکعات پڑھے تو اچھا ہے) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وجہ سے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلی قبل العصر أربع رکعات کانت له جنة من النار)) ترجمہ: جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے روک بن جائیں گی۔"

(المبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج 1، ص 156، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

"عصر سے پہلے کی چار رکعت نفل کے بارے میں اصل میں مذکور ہے کہ ان کا پڑھنا حسن ہے کیونکہ چار رکعات کا سنتِ مؤکدہ سے ہونا ثابت نہیں ہے کہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ان کا تذکرہ موجود نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر مواظبت فرمانا مروی نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کو پڑھنے کے بارے میں روایات مختلف ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات ادا فرمائیں اور بعض میں ہے کہ دو رکعتیں ادا فرمائیں، لہذا اگر وہ چار پڑھے تو اچھا ہے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی بنا پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلی أربع رکعات قبل العصر کانت له جنة من النار)) ترجمہ: جس نے عصر سے پہلے چار رکعات ادا کیں تو یہ اس کے لئے جہنم سے روک ہو جائیں گی۔"

(بدائع الصنائع، فصل الصلاۃ المسنونہ، ج 1، ص 285، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"اور عصر سے پہلے کی چار رکعات پر محافظت کرنا مستحب ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((رحم الله امرأ صلی قبل العصر أربعاً)) ترجمہ: "اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعات پڑھے۔" اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔"

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاۃ التطوع، ج 1، ص 265، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"اور سنت یہ ہے کہ وہ فرائض کے ساتھ والی سنتوں پر مواظبت اختیار کرے اور وہ فجر کی دو رکعتیں اور چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور چار عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء اور وتر کے بعد ہیں۔"

(التنبیہ، باب صلاۃ التطوع، ج1، ص34، عالم الکتب، بیروت)

علامہ یحیی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی558ھ) فرماتے ہیں:

"چار رکعتیں سنت ظہر سے پہلے اور چار ظہر کے بعد، اور چار رکعتیں عصر سے پہلے، اس طرح کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے، اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہم نے ذکر کی۔"

(البیان فی مذہب الامام الشافعی، باب صلاۃ التطوع، ج2، ص264، دار المنہاج، جدہ)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ احمد بن غانم النفر اوی مالکی (متوفی1126ھ) فرماتے ہیں:

"نمازِ عصر کا ارادہ کرنے والے کے لئے عصر کی نماز سے پہلے اس طرح چار رکعتیں مستحب ہے کہ ہر دو رکعات پر سلام پھیرے اس حدیث پاک کی وجہ سے کہ ((رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً صَلَّی قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا))(اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے قبل چار رکعت پڑھے۔) اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مستجاب ہے تو جب وہ یہ رکعتیں پڑھے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں شامل ہوگا۔" (الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید، ما یستحب عقب الصلاۃ، ج1، ص196,197، دار الفکر، بیروت)

عصر سے پہلے کی سنتوں کے فضائل

(1) امام احمد و ابو داود و ترمذی بافادہ تحسین حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً صَلَّی قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے، جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج10، ص188، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، باب الصلاۃ قبل العصر، ج2، ص23، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ جامع الترمذی، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر، ج2، ص295، مطبعۃ مصطفی البابی، مصر)

(2) امام ترمذی مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ((کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَکَعَاتٍ)) ترجمہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے۔"

(جامع الترمذی، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر، ج2، ص294، مطبعۃ مصطفی البابی، مصر)

اور ابوداود کی روایت میں ہے کہ وہ پڑھتے تھے۔ (سنن ابی داود، باب الصلاۃ قبل العصر، ج2، ص23، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(3) طبرانی کبیر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ حَرَّمَ اللّٰهُ بَدَنَهُ عَلَى النَّارِ)) ترجمہ: جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو آگ پر حرام فرمادے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، عطاء بن ابی رباح عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج23، ص281، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(4) دوسری روایت طبرانی کی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع صحابہ میں جس میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، فرمایا: ((مَنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ)) ترجمہ: جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اُسے آگ نہ چھوئے گی۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ ابراہیم، ج3، ص88، دار الحرمین، القاہرہ)

(5) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعَصْرِ بَنَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو عصر سے پہلے چار رکعتوں پر محافظت کرے اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (مسند ابی یعلی، حدیث ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ج13، ص59، دار المامون للتراث، دمشق)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من صلی قبل العصر أربع ركعات غفر الله عز وجل له مغفرة عزما)) ترجمہ: جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے اللہ عزوجل اس کی حتمی بخشش فرمادے گا۔ (عمدۃ القاری، بحوالہ ابی نعیم، باب التطوع بعد المکتوبۃ، ج7، ص234، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر314

مَا جَاءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَالْقِرَاءَةِ فِيهِمَا

(مغرب کے بعد کی دورکعتیں اوران میں قراءت کرنا)

431۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَعْدَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَالَ: مَا أُحْصِي مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ،قَالَ ابو عيسىٰ:حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَاصِمٍ

حدیث:حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہےفرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد بار مغرب کے بعد کی دو رکعات اور فجر سے پہلے کی دو رکعات میں سورۂ ''قل یاایھا الکفرون'' اور سورۂ ''قل ھواللہ احد'' پڑھتے سنا ہے۔

اوراس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت موجود ہے۔

امام ابوعیسٰی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے،ہم اسے صرف عبدالملک بن معدان کی بواسطہ عاصم روایت کردہ حدیث سے جانتے ہیں۔

تخریج حدیث 431:(سنن ابن ماجہ،حدیث 1166،ج1،ص369 ،داراحیاءالکتب العربیہ،بیروت)

شرح حدیث

مغرب کی سنتوں کا ثبوت اور ان کے مؤکدہ ہونے پر کلام:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"بہرحال مغرب کی سنتیں تو امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی کہ انہوں نے فرمایا:((مَا أحصي مَا سَمِعت رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، يقْرَأ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بعد الْمغرب وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قبل صَلَاة الْفجْر .(بقل يَا أَيهَا الْكَافِرُونَ)و(قل هُوَ الله أحد)) (میں مغرب کے بعد کی دو رکعتوں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ﴿قل يَا أَيهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قل هُوَ الله أحد﴾ کی قراءت کرنے کو شمار نہیں کرسکتا)اور اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ، فرماتے ہیں:((حفظت من النَّبِي، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، عشر رَكْعَات)) (میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعات کو یاد رکھا)اور اس حدیث پاک میں "اپنے گھر میں مغرب کے بعد دو رکعات پڑھنے" کا تذکرہ بھی ہے۔اور شیخین نے اس روایت پر اس سند کے ساتھ "یحیی بن سعید عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما" اتفاق کیا ہے۔

اور اس باب میں امام طبرانی نے اوسط میں حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے اور امام ابوداؤد نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

اور مغرب کے بعد کی یہ دو رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں اور بعض تابعین نے ان میں بہت زیادہ مبالغہ کیا، حضرت سعید بن جبیر مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:((لَو تركت الرَّكْعَتَيْنِ بعد الْمغرب لَخَشِيت أَن لَا يغْفر لي)) (اگر میں مغرب کے بعد کی دو رکعات ترک کردوں تو مجھے خوف ہے کہ میری بخشش نہ کی جائے)اور حسن بصری اس بارے میں منفرد ہیں کیونکہ انہوں نے ان سنتوں کے وجوب کا قول کیا ہے اور امام مالک سوائے فجر کی رکعتوں کے کسی چیز کے بھی فرائض کے توابع میں سے ہونے کے قائل نہیں ہیں۔اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، فرمایا:((من صلى بعد الْمغرب أَرْبعا كَانَ كَالْمُعَقبِ غَزْوَة بعد غَزْوَة)) (جو مغرب کے بعد چار رکعات پڑھے تو وہ یکے بعد دیگرے غزوات میں شرکت کرنے والے کی مثل ہے)اور اسی طرح حضرت مکحول سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((من صلى رَكْعَتَيْنِ

بعد الْمغرب رفعت صلاتہ فِی علیین)) (جو مغرب کے بعد دو رکعت پڑھے تو اس کی نماز علیین میں بلند ہوگی)۔شارح ترمذی کہتے ہیں: اور یہ مرسل ہونے کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔" (عمدۃ القاری، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ وقبلہا، ج6، ص250، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مغرب کی دو سنتوں میں قراءت:

کبھی کبھی مغرب اور فجر کی دو رکعت سنت میں سورۃ "قل یاایھا الکفرون" اور سورۃ "قل ھواللہ احد" اس نیت سے پڑھنی چاہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

"سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے، مکروہ ہے، مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کرے کہ کوئی واجب نہ گمان کر لے۔" (بہار شریعت، ج4، 548، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"فجر کی دو سنتوں اور مغرب کی دو سنتوں میں ﴿قل یا أیہا الکافرون﴾ اور ﴿قل ھو اللہ أحد﴾ کی قراءت کرنا مستحب ہے، اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: ((ما أحصی ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الرکعتین بعد المغرب وفی الرکعتین قبل الفجر (بقل یا أیہا الکافرون وقل ھو اللہ أحد)) (ترجمہ: میں مغرب کے بعد کی دو رکعتوں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ﴿قل یَا أَیہَا الْکَافِرُونَ﴾ اور ﴿قل ھُوَ اللہ أحد﴾ کی قراءت کرنے کو شمار نہیں کر سکتا۔) اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔" (الشرح الکبیر، فان لم یسجد الامام فھل یسجد، ج1، ص731، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع)

مغرب کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں مذاہب اربعہ

مذاہب اربعہ یعنی احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ سب کا مغرب کے بعد دو سنتِ مؤکدہ ہونے پر اتفاق ہے۔

(احناف: الاختیار لتعلیل المختار، باب النوافل، ج1، ص65، مطبعۃ الحلبی، القاہرہ ☆ مالکیہ: الشرح الصغیر مع حاشیۃ الصاوی، النوافل المطلوبۃ والنوافل المؤکدۃ، ج1، ص402، مطبوعہ دار المعارف ☆ شوافع: الوسیط فی المذہب، الاول فی السنن الرواتب الخ، ج2، ص208، دار السلام، القاہرہ ☆ حنابلہ: الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاۃ التطوع، ج1، ص264، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مغرب کے بعد کی دو رکعت سنت کے فضائل واہمیت

رزین نے مکحول سے مُرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ

يَتَكَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وفي رواية أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ رُفِعَتْ صَلَاتُهُ فِي عِلِّيِّينَ)) ترجمہ: جو شخص بعد مغرب کلام کرنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے، اُس کی نماز علیین میں اٹھائی جاتی ہے۔"اور ایک روایت میں" چار رکعت ہے۔ "

(مشکوۃ المصابیح، باب السنن وفضائلہا، ج1، ص371، المکتب الاسلامی، بیروت)

نیز انھیں کی روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،"اس میں اتنی بات زیادہ ہے کہ فرماتے تھے: ((عَجِّلُوا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَإِنَّهُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَكْتُوبَةِ)) مغرب کے بعد کی دونوں رکعتیں جلد پڑھو کہ وہ فرض کے ساتھ پیش ہوتی ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح، باب السنن وفضائلہا، ج1، ص371، المکتب الاسلامی، بیروت)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((لَوْ تَرَكْتُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ خَشِيتُ أَنْ لَا يُغْفَرَ لِي)) ترجمہ: اگر مغرب کے بعد کی دو رکعات ترک کروں تو مجھے اپنی بخشش کے نہ ہونے کا خوف ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، فی ثواب الرکعتین بعد المغرب، ج2، ص16، مکتبۃ الرشد، ریاض)

باب نمبر315

مَا جَاءَ أَنَّهُ يُصَلِّيهِمَا فِي الْبَيْتِ

(ان دونوں رکعات کا گھر میں پڑھنا)

432۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ،قَالَ ابو عيسى:حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے،فرمایا: میں نے مغرب کی نماز کے بعد دو رکعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کیں۔

اور اس باب میں حضرت رافع بن خدیج اور حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔

433 ۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَشْرَ رَكَعَاتٍ كَانَ يُصَلِّيهَا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ:رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الآخِرَةِ ."قَالَ : وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ:أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْفَجْرِ رَكْعَتَيْنِقَالَ ابو عيسى:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے،فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس رکعات یاد کی ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن رات میں ادا فرمایا کرتے تھے۔دو رکعات ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد،دو رکعات مغرب کے بعد اور دو رکعات عشاء کے بعد۔فرماتے ہیں: مجھ سے حضرت سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے قبل دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔"

امام ابوعیسی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

434۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

الزُّهرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ، قَالَ ابو عيسى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 432: (صحیح البخاری، حدیث 937، ج 2، ص 13، دار طوق النجاۃ ☆ سنن ابی داؤد حدیث 1252 ج 2، ص 19، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 873، ج 2، ص 119، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، حدیث 69 ج 1، ص 166، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 433: اوپر والی

تخریج حدیث 434:

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"حدیث کے ظاہر کے پیشِ نظر اپنے گھر میں مغرب کی دو سنتوں کا ادا کرنا مستحب ہے اور اسی طرح جمہور علما کے نزدیک وہ تمام نوافل جو فرائض کے تابع ہیں ان کا گھر میں ادا کرنا مستحب ہے، متفق علیہ حدیث کی وجہ سے کہ ((أفضل صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِه إِلَّا الْمَكْتُوبَة)) ترجمہ: فرض کے علاوہ آدمی کی گھر میں پڑھی جانے والی نماز زیادہ افضل ہے۔"

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الصلاۃ بعد الجمعۃ وقبلها، ج6، ص251، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

سنتیں اور نوافل گھر پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی حنفی (متوفی 593ھ) فرماتے ہیں:

"تمام سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہ بات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔"

(ہدایہ، باب ادراک الفریضۃ، ج1، ص72، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی (متوفی 861ھ) فرماتے ہیں:

"اور عام علما جواب کے اطلاق پر ہیں پس کتاب کی عبارت اور اسی پر فقیہ ابو جعفر نے فتوی دیا، فرمایا: مگر یہ کہ اسے گھر لوٹنے پر اس سے غافل ہونے کا خوف ہو پس اگر خوف نہ ہو تو افضل گھر میں نماز پڑھنا ہے۔"

(فتح القدیر، باب ادراک الفریضۃ، ج1، ص477، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی فرماتے ہیں:

"اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظِ افضلیت میں اصلِ نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوٰۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کمافی کتب الفقہ (جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔ت) مگر اب عام عملِ اہلِ اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادتِ قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی وانتشار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمہ دین فرماتے

ہیں:الخروج عن العادۃ شهرۃ و مکروہ (معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔"

(فتاوٰی رضویہ ج7،ص416،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

اعلٰی حضرت کا یہ فتوٰی آگے باب نمبر325 پر تفصیلا آرہا ہے۔

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی620ھ) فرماتے ہیں:

"اور سنتیں گھر میں ادا کرنا مستحب ہے اس حدیث کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ:((كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فجر مغرب اور عشاء کی سنتوں کو اپنے گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے) اور ابوداود کہتے ہیں: میں نے امام احمد کو کبھی بھی فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کرتے نہیں دیکھا وہ گھر سے نکل کر مسجد میں بیٹھ جاتے تھے حتی کہ نماز قائم ہو جاتی۔اور اثرم کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ سے سنا کہ ان سے ظہر کے بعد کی سنتوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کہاں پڑھی جائیں گی؟ تو فرمایا: مسجد میں پھر فرمایا: بہر حال فجر سے پہلے کی دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھی جائیں گی اور مغرب کے بعد کی سنتیں بھی اپنے گھر میں۔پھر فرمایا: یہاں مغرب کے بعد دو رکعتوں سے زیادہ کوئی بھی مؤکد نہیں ہے۔

اور انہوں نے ابن اسحٰق کی حدیث کو ذکر کیا:"ان دونوں رکعتوں کو اپنے گھروں میں پڑھو۔"امام احمد کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: تو اگر کسی شخص کا گھر دور ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: اس بات کو میں نہیں جانتا۔اور یہ اس وجہ سے جو سعد بن اسحٰق نے اپنے والد سے،انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا((انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُمْ فِي مَسْجِدِ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ فَرَآهُمْ يَتَطَوَّعُونَ بَعْدَهَا .فَقَالَ :هَذِهِ صَلَاةُ الْبُيُوتِ)) (بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان حضرات کے پاس بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مغرب کی نماز ادا کی تو انہیں ملاحظہ فرمایا کہ وہ حضرات سنت بعدیہ ادا کر رہے ہیں تو ارشاد فرمایا: یہ گھروں میں پڑھنے والی نماز ہے۔) اس حدیث کو ابوداود نے روایت کیا۔اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:((أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ فِي مَسْجِدِنَا ثُمَّ قَالَ:ارْكَعُوا هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فِي بُيُوتِكُمْ)) (نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس بنی عبدالاشہل میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہماری مسجد میں ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی پھر فرمایا: ان دونوں رکعتوں کو اپنے گھر میں پڑھو۔) اس حدیث کو ابن ماجہ اور اثرم نے روایت کیا اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ فرمایا:(صَلُّوا هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فِي بُيُوتِكُمْ

ترجمہ: ان دونوں رکعتوں کو اپنے گھروں میں پڑھو۔" (المغنی لابن قدامہ، فصل السنن فی البیت، ج2، ص94،95، مکتبۃ القاہرہ)

مزید فرماتے ہیں:

"اور نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی بنا پر کہ ((علیکم بالصلاۃ فی بیوتکم، فإن خیر صلاۃ المرء فی بیتہ إلا المکتوبۃ)) (تم پر اپنے گھروں میں نماز پڑھنا لازم ہے پس بے شک سوائے فرض کے آدمی کی بہتر نماز وہ ہے جو اس کے گھر میں ہو۔) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا اور اس وجہ سے کہ یہ چھپا ہوا معاملہ ہے اور تنہا اور جماعت کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر تنہا نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نفل میں جماعت کروائی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ جماعت کروائی اور حضرت انس اور یتیم رضی اللہ عنہما کو ایک مرتبہ جماعت کروائی، تو یہ تمام کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔"

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاۃ التطوع، ج1، ص270، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

علامہ ابو الحسین یحییٰ بن ابی الخیر شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے اصحاب کہتے ہیں: اور امام و مقتدی کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب ان کا فرض پورا ہو جائے تو وہ نفل اپنے گھر میں پڑھیں اس حدیث کی بنا پر جو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صلاۃ المرء فی بیتہ أفضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا إلا المکتوبۃ)) (آدمی کی نماز اس کے گھر میں میری اس مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے سوائے فرض کے) حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی ہے کہ ((صلاۃ فی مسجدی ھذا أفضل من ألف صلاۃ فی غیرہ إلا المسجد الحرام، وصلاۃ فی المسجد الحرام أفضل من مائۃ صلاۃ فی مسجدی ھذا)) (میری اس مسجد میں پڑھنا اس کے علاوہ دوسری مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے مسجدِ حرام کے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں ایک سو نماز پڑھنے سے افضل ہے۔) اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم، ولا تتخذوھا قبورا)) ترجمہ: اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔ (البیان فی مذہب الامام الشافعی، فصل انکار خروج النساء، ج2، ص251، دار المنہاج، جدہ)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابو الحسن علی بن احمد مالکی (متوفی 1189ھ) فرماتے ہیں:

"(نوافل کو گھروں میں ادا کرنا افضل ہے) صحیح قول کے مطابق، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر: ((اِجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ)) (سوائے فرض کے اپنے گھروں میں اپنی نمازوں کو ادا کرو۔) اور منتقی وغیرہ میں ہے ابن القاسم نے مالک سے روایت کی کہ گھروں میں نفل پڑھنا ان کے نزدیک مسجد النبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے سوائے مسافرین کے لئے کہ ان کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نفل پڑھنا ان کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔" (شرح کفایۃ الطالب الربانی مع حاشیۃ العدوی، باب فی بیان جمل من الفرائض وجمل الخ، ج2، ص 410,411، دار الفکر، بیروت)

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"اور ان سے سوال کیا گیا کہ گھروں میں نوافل پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ تو فرمایا: بہرحال دن میں تو ہمیشہ لوگوں کا عمل یہی ہے کہ وہ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، بہرحال رات میں گھروں میں پڑھنے کی عادت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں اپنے گھر میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رات میں اپنے گھر میں نماز پڑھنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ بلند آواز سے قرآن پڑھے۔ اور لوگ جب سفر کا رادہ کرتے تو ایک دوسرے سے قرآن کے لئے قیام کرنے کا وعدہ کرتے اور ان کے گھر جدا جدا ہوتے اور ان کی آوازیں قرآن سناتی تھیں پس میں اسے مستحب سمجھتا ہوں۔

محمد بن رشد کہتے ہیں: امام مالک نے دن کے وقت نفل نماز کو گھر میں نماز پڑھنے کے مقابلے میں مسجد میں پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ آدمی کا اس کے گھر اور اہل وعیال کے درمیان نماز پڑھنا حالانکہ وہ اپنے کام کر رہے ہوتے ہیں اور گفتگو کر رہے ہوتے ہیں تو یہ نماز میں اس کے دل کو ان کے معاملات میں مشغول ہونے کا ذریعہ ہوگا اور اسی علت کی بنا پر سلف صالحین گھروں کو چھوڑ کر مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے تو جب آدمی اس وجہ سے امن میں ہو تو اس کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بنا پر کہ "تمہاری افضل نماز تمہارے گھروں کی نماز ہے سوائے فرض نماز کے۔" کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے جو دن اور رات کے حوالے سے اپنے عموم پر محمول ہے مزید یہ کہ دن اور رات میں نماز کی ادائیگی اور نماز میں کسی اور جانب مشغولیت کو ترک کے حوالے سے برابری موجود ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ سے اس کے بعد اول رسم میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں نوافل کی ادائیگی کے حوالے سے سوال کیا گیا کہ کیا نوافل آپ کے نزدیک مسجد نبوی میں پڑھنا زیادہ محبوب ہے یا گھروں میں؟ تو فرمایا: مسافر لوگوں کے لئے مسجد نبوی میں نوافل پڑھنے کو میں پسند کرتا ہوں یعنی وہ مسافر جو اقامت کا ارادہ نہیں رکھتے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسافرین کے علاوہ دن میں گھروں میں نوافل پڑھنا امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ اپنے گھروں میں نماز کے علاوہ اپنی توجہ کی مشغولیت سے امن میں ہوں بہرحال جب

وہ امن میں نہ ہوں تو پھر مسجد میں نماز پڑھنا ان کے لئے افضل ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((من رکع رکعتین لا یحدث نفسہ فیھما بشیء غفر لہ ما تقدم من ذنبہ)) (جو دو رکعت پڑھے کہ جن میں اس کا دل کسی بات میں مشغول نہ ہو تو اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش کر دی جائے گی) اور مسافروں کے لئے مسجد نبوی میں نفل پڑھنا گھروں میں نفل پڑھنے سے افضل ہے برخلاف وہاں رہنے والوں کے، کیونکہ مسجد نبوی اور دیگر مساجد کی بہ نسبت گھروں میں نماز پڑھنا اس لئے افضل ہے کہ سری عمل کو علانیہ عمل پر فضیلت حاصل ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔ (پارہ3، سورہ البقرۃ، آیت 271) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سات لوگوں کو اللہ عزوجل اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اس دن جس دن اللہ عزوجل کے عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ تو ان میں اس کا ذکر بھی فرمایا: ((من ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ ومن تصدق بصدقۃ فأخفاھا حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ)) ("جو تنہا اللہ عزوجل کا ذکر کرے تو اس کی آنکھیں بہہ جائیں، اور جو صدقہ دے کر اسے چھپائے حتی کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا۔") اور مسافرین شہر میں جانے پہچانے نہیں جاتے اور ان کی نمازوں کا مسجد میں ذکر نہیں کیا جاتا تو جب ان کے گھر میں نماز پڑھنے میں سری اعتبار سے کوئی زائد بات نہیں ہے تو ضروری ہے کہ ان کا مسجد نبوی میں نماز پڑھنا افضل ہو اس حدیث کی وجہ سے جو یوں وارد ہوئی کہ "بے شک مسجد نبوی میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ اور مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔" تو یوں تمام روایات متفق ہو جاتی ہیں تو ان میں کوئی تعارض اور اختلاف باقی نہیں رہتا۔"

(البیان والتحصیل، صلاۃ النوافل فی البیوت، ج1، ص261 تا 263، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

باب نمبر 316

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ التَّطَوُّعِ وَسِتِّ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ

(مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعات اور نفل پڑھنا)

435۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيَّ الْكُوفِيَّ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي خَثْعَمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ الْحُبَابِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي خَثْعَمٍ، وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي خَثْعَمٍ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ وَضَعَّفَهُ جِدًّا

حدیث: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھیں جن کے درمیان کوئی بری بات نہ کی تو یہ رکعات اس کے لئے بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مغرب کے بعد بیس رکعات پڑھیں اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک غریب ہے، ہم اسے صرف زید بن الحباب کی بواسطہ عمر بن ابوخثعم کی حدیث سے ہی جانتے ہیں۔ اور میں نے محمد بن اسماعیل کو فرماتے ہوئے سنا: عمر بن عبد اللہ بن ابوخثعم منکرِ حدیث ہے اور انہوں نے اس کو نہایت ضعیف قرار دیا۔

تخریج حدیث 435: (سنن ابن ماجہ، حدیث 1167، ج 1، ص 369، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی1014ھ) فرماتے ہیں:

"((جو مغرب کے بعد نماز پڑھے)) یعنی اس کے فرض کے بعد ((چھ رکعات)) مطلب یہ کہ دو مؤکدہ سنتیں چھ میں داخل ہیں اور اسی طرح بیس رکعتیں کہ جن کا تذکرہ آنے والی حدیث میں ہے۔ یہ بات علامہ طیبی نے کہی ہے۔ تو وہ دو مؤکدہ سنتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھے اور باقی میں اختیار ہے۔ ((ان کے درمیان گفتگو نہ کرے)) یعنی ان کی ادائیگی کے درمیان۔ اور علامہ ابن حجر کہتے ہیں: جب وہ دو رکعتوں پر سلام پھیرے۔ (برا کلام) یعنی برا کلام یا ایسی بات جو برائی کو لازم ہو ((وہ برابر ہوں گی اس کے لئے)) علامہ طیبی کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کو فلاں کے برابر کر دیا جب تو ان دونوں میں برابری کرے ((بارہ سال کی عبادت کے برابر)) طیبی کہتے ہیں: یہ ترغیب وتحریص کے باب سے ہے تو غیر معروف کو معروف پر فضیلت دینا جائز ہے اگرچہ وہ افضل ہو ترغیب وتحریص کے لئے۔ توربشتی کہتے ہیں: اور کہا گیا کہ یہ احتمال بھی ہے کہ قلیل ثواب جو دگنا ہو وہ زیادہ ہے اس کثیر ثواب سے جو دگنا نہ ہو۔ اور قاضی کہتے ہیں: شاید اس حالت ووقت میں قلیل بھی اس کے علاوہ کثیر کے مقابلے میں دگنا ہوتا ہے، علامہ ابن الملک کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ((الصَّلَاةُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ)) (مغرب اور عشاء کے درمیان کی نماز صلاۃ الاوابین ہے۔) (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔) میرک، منذری سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب السنن وفضائلہا، ج3، ص894,895، دار الفکر، بیروت)

درمختار اور ردالمحتار میں ہے:

"بعدِ مغرب چھ رکعتیں مستحب ہیں ان کو صلاۃ الاوّابین کہتے ہیں، خواہ ایک سلام سے سب پڑھے یا دو سے یا تین سے اور تین سلام سے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے۔"

(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل، ج2، ص547)

اس نماز کو اوابین کہنے کی وجہ:

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی1031ھ) فرماتے ہیں:

((صلاۃ الاوابین)) یعنی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کے ذریعے رجوع کرنے والے، یہ اواب کی جمع ہے اور وہ بہت

رجوع کرنے والے یا تسبیح کرنے والے یا فرمانبرداری کرنے والے کو کہتے ہیں۔

(فیض القدیر، حرف الصاد، ج4، ص220، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

مغرب کے بعد نوافل کے فضائل

(1) ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ((مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً)) ترجمہ: جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اوران کے درمیان میں کوئی بُری بات نہ کہے، توبارہ برس کی عبادت کی برابر کی جائیں گی۔

(جامع الترمذی، ماجاء فی فضل التطوع وست رکعات، ج2، ص298، مصطفی البابی، مصر☆سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی الست رکعات بعد المغرب، ج1، ص369، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

(2) حضرت محمد بن عمار بن یاسر فرماتے ہیں: ((رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ، صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ فَقُلْتُ: يَا أَبَهْ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: رَأَيْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ وَقَالَ: مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)) ترجمہ: میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا تو عرض کیا: اے میرے والد! یہ کون سی نماز ہے؟ ارشادفرمایا: میں نے اپنی محبوب، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے، اور فرمایا: جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ برابر ہوں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ محمد، ج7، ص191، دارالحرمین، القاہرہ)

(3) امام ابوعبداللہ محمد بن نصر (متوفی 294ھ) اپنی کتاب "مختصر قیام اللیل وقیام رمضان" میں فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ((مَنْ صَلَّى سِتَّ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ غُفِرَ لَهُ بِهَا ذُنُوبُ خَمْسِينَ سَنَةً)) ترجمہ: جو مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے چھ رکعات پڑھے تو اس سبب سے اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر، باب الترغیب فی الصلاۃ مابین المغرب والعشاء، ج1، ص87، حدیث اکادمی، فیصل آباد)

(4) ترمذی کی روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشادفرمایا:((مَنْ صَلَّى بَعْدَ المَغْرِبِ عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الجَنَّةِ)) ترجمہ:"جومغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا۔ (جامع الترمذی، ماجاء فی فضل التطوع وست رکعات۔ج2،ص299،مصطفی البابی،مصر)

حدیث الباب کی فنی حیثیت:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((اورامام ترمذی نے فرمایا:یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف عمر بن ابوخثعم کی حدیث سے جانتے ہیں اور میں نے محمد بن اسماعیل بخاری کوفرماتے ہوئے سنا:عمر بن عبداللہ بن ابوخثعم منکرِ حدیث ہے اور انہوں نے اس کونہایت ضعیف قرار دیا)) میرک تصحیح سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: محیی السنہ پرتعجب ہے کہ انہوں نے اس سے کیونکر سکوت کیا حالانکہ وہ محدثین کے اجماع سے ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: ماقبل بات اس کے منافی ہے کہ اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، مزید یہ کہ علما کا فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پرعمل کرنے کے حوالے سے اجماع ہے۔ میرک کہتے ہیں: اور محمد بن عمار بن یاسر سے مروی ہے، کہتے ہیں:((رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ وَقَالَ:رَأَيْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ، وَقَالَ:مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)) (میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کومغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کومغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جو مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھے تو اس کے گناہوں کی بخشش کردی جائے گی اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔) یہ حدیث غریب ہے، اسے طبرانی نے ثلاثہ میں روایت کیا اور فرمایا کہ صالح بن قطن بخاری اس کے ساتھ متفرد ہیں۔ منذری کہتے ہیں کہ صالح کے بارے میں جرح وتعدیل فی الوقت میرے ذہن میں نہیں ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب السنن وفضائلہا، ج3، ص895، دارالفکر، بیروت)

باب نمبر 317

مَا جَاءَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کے بعد دو رکعات پڑھنا

436۔حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ قَالَ :حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلاَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ :كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ ثِنْتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عُمَرَ،قَالَ ابو عيسى:حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

تخریج حدیث:416

حدیث:حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے فرمایا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے حوالے سے دریافت کیا؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل دو رکعات اور اس کے بعد دو رکعات اور مغرب کے بعد دو رکعات اور عشاء کے بعد دو رکعات اور فجر سے پہلے دو رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔اور اس باب میں حضرت علی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایات موجود ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن شقیق کی حضرت سیدتنا عائشہ سے مروی حدیث حسن صحیح ہے۔

عشاء کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں مذاہب اربعہ

مذاہب اربعہ یعنی احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کا عشاء کے بعد دو رکعت کے سنتِ مؤکدہ ہونے پر اتفاق ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک رکعتوں کی تعداد کی کوئی حد نہیں ہے یعنی کم از کم دو ہونی چاہئیں زیادہ کی حد نہیں۔

(احناف: الاختیار لتعلیل المختار، باب النوافل، ج 1، ص 65، مطبعۃ الحلبی، القاہرہ ☆ مالکیہ: الشرح الصغیر مع حاشیۃ الصاوی، النوافل المطلوبۃ والنوافل المؤکدۃ، ج 1، ص 402، مطبوعہ دار المعارف ☆ شوافع: الوسیط فی المذہب، الاول فی السنن الرواتب الخ، ج 2، ص 208، دار السلام، القاہرہ ☆ حنابلہ: الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاۃ التطوع، ج 1، ص 264، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر318

مَا جَاءَ أَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى

(رات کی نماز کا دو دو رکعت ہونا)

437۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ، وَاجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِكَ وِتْرًا: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، قَالَ ابو عيسى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ صَلَاةَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ "

حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں پس جب تجھے صبح کا خوف ہو تو ایک اور ملا کر وتر بنا لے اور اپنی نماز کا آخر کو وتر بنا لے۔ اور اس باب میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہلِ علم کے ہاں عمل ہے کہ بے شک رات کی نماز دو دو رکعات ہیں اور امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

تخریج حدیث 437: (صحیح البخاری، حدیث 472، ج 1، ص 102، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، حدیث 749، ج 1، ص 516، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، حدیث 1326، ج 2، ص 26، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 1668، ج 3، ص 227، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، حدیث 1320، ج 1، ص 418، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

رات کے نوافل کی رکعتوں کی تعداد

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی855ھ) فرماتے ہیں:

"(1)اور اس میں یہ ہے کہ رات کی نماز دو رکعتیں ہیں۔اور علما کا نوافل کے حوالے سے اختلاف ہے،امام مالک ،شافعی اور احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں: سنت دن اور رات میں دو دو رکعت پڑھنا ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دن اور رات میں افضل چار رکعات ہیں۔اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں: افضل رات میں دو رکعتیں ہیں اور دن میں چار رکعتیں ہیں۔اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے صلاۃ اللیل کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کیا جو ابوداؤد نے اپنی سنن میں سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا:((كَانَ يُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي جَمَاعَةٍ .ثُمَّ يرجع إِلَى أهله فيركع أربع رَكْعَاته ثمَّ يأوي إِلَى فراشه))(ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء باجماعت ادا فرماتے تھے پھر اپنے اہل کی جانب لوٹتے تو چار رکعات ادا فرماتے پھر اپنے بستر کی جانب متوجہ ہوتے۔)یہ حدیث پاک طویل ہے اور اس کے آخر میں ہے(حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ ظاہری ہوگئی)اور دن کی نماز کے حوالے سے انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا جو مسلم نے حضرت معاذہ سے حدیث روایت کی کہ انہوں نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی کتنی نمازیں پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا:((أربع رَكْعَات يزِيد مَا شَاء))ترجمہ: چار رکعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہتے اس سے زیادہ بھی ادا فرماتے)اسے ابو یعلی نے اپنی مسند میں روایت کیا۔

(2)اور اس میں ہے کہ " آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان سلام کے ذریعے سے فصل نہ فرماتے۔"پس اگر تو کہے کہ سنن اربعہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((صَلَاةُ اللَّيْل وَالنَّهَار مثنى مثنى))(دن اور رات کی نماز دو دو رکعات ہیں)میں کہتا ہوں: جب ترمذی نے اسے روایت کیا تو اس سے سکوت اختیار کیا مگر یہ کہ انہوں نے فرمایا: اصحابِ شعبہ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے تو بعض نے اسے مرفوع کیا اور بعض نے موقوف۔اور اسے ثقات نے حضرت عبداللہ بن عمر سے اور انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس میں دن کی نماز کو کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔

اور نسائی کہتے ہیں: یہ حدیث میرے نزدیک خطا پر مشتمل ہے اور انہوں نے سنن کبریٰ میں ارشاد فرمایا: اس کی اسناد جید ہے مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اصحاب کی ایک جماعت نے اس میں ازدی کی مخالفت کی تو اس میں انہوں نے دن کا ذکر نہیں فرمایا، ان میں حضرت سالم، نافع اور طاؤس ہیں۔ اور صحیحین میں ایک جماعت نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس میں دن کا ذکر نہیں ہے۔

طحاوی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ((انه كَانَ يُصَلِّي بِالنَّهَارِ أَرْبعا. وبالليل رَكْعَتَيْنِ)) (آپ دن میں چار اور رات میں دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے) پھر فرمایا: تو محال ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات روایت کریں پھر اس کی مخالفت کریں۔ تو اس سے معلوم ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا موقوف ہے مرفوع نہیں، تو اگر تم کہو کہ حافظ ابو نعیم نے "تاریخ اصفہان" میں عروہ سے انہوں نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مثنى مثنى)) (دن اور رات کی نماز دو دو رکعات ہیں) اور ابراہیم الحربی نے غریب الحدیث میں ان سے روایت کی فرمایا: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مثنى مثنى)) (دن اور رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں) میں کہتا ہوں کہ جس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا وہ ان دونوں سے زیادہ قوی اور صحیح اور ثابت شدہ ہے۔

اور تسلیم کی تقدیر پر ہم کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جفت رکعات ادا فرماتے نہ کہ وتر، ملزوم کا مجاز ألازم پر اطلاق کرتے ہوئے، دونوں دلیلوں کو جمع کرتے ہوئے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب الحلق والجلوس فی المسجد، ج2، ص251,252، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

دن کے نفل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ اور رات میں آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار چار رکعت پر سلام پھیرے۔ (در مختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج2، ص550)

رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعتوں کے بلا کراہت جواز پر یہ حدیث پاک پیش کی جا سکتی ہے: ((يُصَلِّي ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهِنَّ إِلَّا عِنْدَ الثَّامِنَةِ فَيَجْلِسُ)) ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعتیں ادا فرماتے، اس میں (سلام کے لیے) صرف آٹھویں رکعت پر ہی بیٹھتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، باب فی صلاۃ اللیل، ج2، ص41، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

اس کے تحت علامہ عینی فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی رات میں آٹھ رکعتیں ایک سلام سے

پڑھے تو یہ جائز ہے، مکروہ نہیں۔" (شرح ابی داؤد للعینی، باب فی صلاۃ اللیل، ج5، ص252، مکتبۃ الرشد، ریاض)

وتر ایک رکعت یا تین رکعتیں:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اور اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ ((فَـإِذَا خَشِـىَ أَحَـدُكُـمُ الـصُّبْـحَ صَلَّى وَاحِـدَةً)) (جب تم میں کسی کو صبح کا خوف ہو تو وہ ایک رکعت پڑھ لے۔) اس سے انہوں نے بھی استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وتر ایک رکعت ہے اور اسی طرح انہوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا جسے مسلم نے ابن مجلز کی حدیث سے روایت کی، فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ)) (وتر رات کے آخر میں ایک رکعت ہے) اور اسی جانب عطا بن ابی رباح، سعید بن مسیب، مالک، شافعی، احمد، ابوثور، اسحٰق اور داؤد کا میلان ہے اور انہوں نے اس حدیث کو ایک رکعت وتر کے لئے اصل قرار دیا ہے مگر یہ کہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور ضروری ہے کہ اس سے پہلے سفر و حضر میں کوئی شفع ہوتا کہ ان کے درمیان سلام پھیرے۔ اور انہیں سے ایک روایت یہ بھی ہے: اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسافر ایک رکعت پڑھے اور سحنون نے اپنے مرض میں اسی طرح کیا۔ اور علامہ ابن العربی کہتے ہیں: ایک رکعت صرف وتر میں مشروع ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا اور حضرت عثمان، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حضرت ابوموسی، حضرت ابن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام ابوحنیفہ، ثوری، ابو یوسف، محمد اور احمد نے حسن بن حی کی روایت میں اور ابن المبارک نے فرمایا: وتر کی تین رکعات ہیں صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا جائے گا جیسا کہ مغرب کی نماز۔ اور ابوعمر کہتے ہیں: اور یہ وتر کا تین ہونا حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابو طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوامامہ، حضرت حذیفہ اور فقہائے سبعہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ان حضرات نے پہلے موقف والوں کا یہ جواب دیا ہے کہ اس باب کی مذکورہ جس حدیث اور اس کے مثل دیگر احادیث سے انہوں استدلال کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ((الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ)) (وتر آخری رات میں ایک رکعت ہے) اس میں ان کے موقف کا بھی احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد ایک رکعت اس سے پہلے دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر ہو اور یہ تمام کا تمام وتر ہو تو یہ ایک رکعت سابقہ دو رکعتوں کو بھی وتر بنا دے گی اور اس باب کی آخری حدیث نے بھی اسی بات کو بیان کیا ہے جس سے ان

حضرات نے استدلال کیا ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:(((فأوترت له ما صلى))) (تو اس نے جو نماز پڑھی وہ اس کے لیے وتر ہوگئی) اور اسی طرح اس باب کی دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان((فأوتر بواحدة توتر لك ما قد صليت)) (تو ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھو تو وہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو بھی وتر کردے۔)'' اوران کی بیان کردہ حدیث کا آخر ان پر حجت ہے۔

اور ہمارے دلائل درج ذیل ہیں:

(1) اور ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ((ان رسول الله كان يوتر بثلاث)) ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے) الحدیث۔

(2) اور حاکم نے اپنی مستدرک میں سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، فرماتی ہیں:((كان رسول الله يوتر بثلاث لا يقعد إلا في آخره)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر اس طرح ادا فرماتے کہ (سلام کے لیے) صرف آخر میں ہی بیٹھا کرتے۔

(3) اور نسائی اور بیہقی نے سعید بن ابو عروبہ سے وہ قتادہ سے وہ زرارہ سے وہ سعید بن ہشام سے وہ سیدتنا عائشہ سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین کہ((كان رسول الله لا يسلم في ركعتي الوتر)) (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔) اور حاکم کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وتر کی پہلی دو رکعات میں سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر حسن صحیح ہے اور انہوں نے اسے روایت نہیں کیا۔

(4) محمد بن نصر المروزی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث کو روایت کیا:((ان النبي كان يوتر بثلاث)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے... الحدیث۔

(5) اور مسلم اور ابو داؤد نے علی بن عبد اللہ بن عباس سے روایت کی وہ اپنے والد حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:((انه رقد عند رسول الله فذكر الحديث. وفيه، ثم أوتر بثلاث)) انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آرام کیا..... (اور اس حدیث پاک میں ہے کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر ادا فرمائے۔

(6) اور نسائی نے یحیی بن جزار سے وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرمایا:((كان رسول الله يصلي من الليل ثمان ركعات ويوتر بثلاث)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں آٹھ رکعات اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

(7) اور ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن بن ابزی کی روایت سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ((ان رَسُول الله كَانَ يُوتر بِثَلَاث رَكْعَات)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔

(8) اور ابن ماجہ نے شعبی سے روایت کیا وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو ان دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا: ((ثَلَاث عشرة منهَا ثمَان بِاللَّيْلِ ويوتر بثَلَاث وَرَكْعَتَيْنِ بعد الْفجْر)) ترجمہ: وہ تیرہ رکعات ہیں، ان میں آٹھ رکعات رات کی ہیں اور تین وتر ادا فرماتے تھے اور دو رکعتیں فجر کے بعد۔

(9) دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((وتر اللَّيْل ثَلَاث كوتر النَّهَار صَلَاة الْمغرب)) ترجمہ: رات کے وقت تین رکعات ہیں جیسا کہ دن کے وتر یعنی نماز مغرب تین رکعات ہیں۔

(10) اور محمد بن نصر المروزی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ((ان النَّبِي كَانَ يُوتر بِثَلَاث)) ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر ادا فرماتے تھے۔

(11) اور اسی طرح انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابزی سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ((ان رَسُول الله كَانَ يُوتر بِثَلَاث)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا فرماتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے حفص نے عمر سے انہوں نے امام حسن کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: ((أجمع الْمُسلمُونَ على أَن الْوتر ثَلَاث لَا يسلم إِلَّا فِي آخِرهنَّ)) ترجمہ: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں کہ جن کے آخر میں ہی سلام پھیرا جائے گا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب الحلق والجلوس فی المسجد، ج 2، ص 252,253، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((جب تم میں کسی کو صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ لو یہ نماز کو وتر بنا دے گی)) یعنی وہ رکعت اور اسناد مجازی ہے کیونکہ بُتَیراء (تنہا ایک رکعت) کے بارے میں ممانعت کے وارد ہونے کی وجہ سے۔ اگر چہ یہ مرسل ہے مگر مرسل جمہور کے ہاں حجت ہے اور ایک رکعت کی ممانعت پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے: ((مَا أَجْزَأَتْ رَكْعَةٌ قَطُّ)) (ایک رکعت ہرگز کفایت نہیں کرے گی) اور یہ موقوف ہے جو مرفوع کے حکم میں ہے۔

اور خصم کے پاس ایسی کوئی حدیث موجود نہیں جو تنہا ایک رکعت کے ثبوت دلالت کرتی ہے نہ حدیث صحیح نہ ضعیف۔ لہٰذا ان کو جمع کرنے کے لئے حدیث کے وارد شدہ محامل پر اس کی تاویل کی جائے گی۔ اور ان کا قول کہ یہ صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک رکعت وتر پڑھنے پر اقتصار فرمایا، علامہ ابن الصلاح نے اس کا رد فرمایا کہ یہ محفوظ نہیں ہے اور علامہ ابن حجر کا ان کے بارے میں یہ کہنا ''یہ ان کی غفلت ہے'' یہ ان کا محض دعوی ہے لہٰذا قبول نہیں ہے اور اسی بنا پر شوافع کی ایک جماعت نے ایک رکعت وتر پڑھنے کے مکروہ ہونے کا قول کیا۔ اور اس کے جواب میں علامہ ابن حجر کا یہ کہنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس ایک رکعت پر اقتصار مکروہ ہے نہ کہ اس کے کرنے پر ثواب نہیں، یہ ان پر حجت ہے کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ایک وتر پڑھنا ثابت ہو تو کسی کے لئے بھی حلال نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ ایک رکعت پر اقتصار کرنا مکروہ ہے خصوصاً شوافع کے قاعدہ کے مقتضی کے مطابق کہ مکروہ وہ ہے کہ جس کے بارے میں مقصودی طور پر نہی واقع ہوئی ہو تو یہ اس بات پر دال ہے کہ تنہا ایک رکعت پڑھنے سے ممانعت صحیح ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الوتر، ج3، ص940، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر319
مَا جَاءَ فِي فَضْلِ صَلَاةِ اللَّيْلِ
رات کی نماز کی فضیلت

438- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَبِلَالٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ. قَالَ ابو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَأَبُو بِشْرٍ اسْمُهُ جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ، وَهُوَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي وَحْشِيَّةَ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔

اور اس باب میں حضرت جابر، حضرت بلال اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور ابو بشر کا نام جعفر بن ایاس ہے اور وہ جعفر بن ابو وحشیہ ہے۔

تخریج حدیث 438: صحیح مسلم، حدیث 1163، ج2، ص821، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، حدیث 2429، ج2، ص323، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 1613، ج3، ص306، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، حدیث 1742، ج1، ص554، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمد علی بن محمد البکری (متوفی 1057ھ) فرماتے ہیں:

"((روزوں میں افضل)) مطلق نفل روزوں میں ((رمضان کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے ہیں)) یعنی اس کے روزے جیسا کہ اس مقام کا قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے اور اس کی اضافت اللہ عزوجل کی جانب شرافت کی بنا پر ہے اور لفظ محرم کے ساتھ اس کو خاص کرنا حالانکہ حرمت والے مہینوں میں سے ہر ایک اس کے ساتھ موصوف ہے اس بنا پر کہ جو کہا گیا ہے کہ یہ اسلامی نام ہے اور اس کی حرمت بھی اسی طرح ہے تو اس کی حرمت اس بنا پر متغیر نہیں ہوئی جو محرم کی صفر تک تاخیر کرنے والے کیا کرتے تھے۔ (دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب فضل قیام اللیل الخ، ج6، ص637، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت)

محرم کو "شہر اللہ" کہنے کی وجہ:

علامہ عبد الرحمٰن ابن الجوزی (متوفی 597) فرماتے ہیں:

"ابو عبید کہتے ہیں: اس مہینے کو اللہ عزوجل کی جانب اس کی شرافت اور عظمت کی وجہ سے منسوب کیا حالانکہ تمام مہینے اللہ عزوجل کے ہیں اور ہر معظم کو اسی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اور باقی حرمت والے مہینوں کی بجائے اسی مہینے کو محرم نام کے ساتھ خاص کیا کیونکہ یہ اسی نام کے ساتھ معروف تھا۔" (کشف المشکل، کشف المشکل من مسند ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج3، ص597، دار الوطن، ریاض)

علامہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"حافظ ابو الفضل عراقی ''شرح الترمذی'' میں کہتے ہیں: محرم کو اللہ عزوجل کا مہینہ نام دینے میں کیا حکمت ہے؟ حالانکہ مہینے تمام کے تمام اللہ عزوجل ہی کے ہیں تو یہ کہا جاسکتا ہے جن حرمت والے مہینوں میں اللہ عزوجل نے قتال کو حرام کیا ہے یہ ان میں پہلا مہینہ ہے اس کی طرف تخصیص کی بنا پر اضافت کی گئی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے محرم کے کسی مہینے کی اضافت اللہ عزوجل کی جانب کرنا صحیح نہیں ہے۔" (حاشیۃ السیوطی علی سنن النسائی، کتاب قیام اللیل الخ، ج3، ص206، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

علامہ سیوطی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ مجھ سے سوال کیا گیا دیگر مہینوں کو چھوڑ کر محرم کو اللہ عزوجل کا مہینہ کہنے سے کیوں خاص کیا گیا ہے حالانکہ یہ مہینے فضیلت میں اس کے مساوی ہیں یا اس پر زائد ہیں جیسا کہ رمضان؟ اور میں نے اس کے جواب میں یہ پایا کہ یہ بقیہ مہینوں کے علاوہ اس ماہ کا نام اسلامی ہے پس بے شک تمام مہینوں کے نام وہی ہیں جو جاہلیت میں تھے اور محرم کا نام دورِ جاہلیت میں صفر

اول تھا اور اس کے بعد والے کا صفر ثانی تو جب اسلام آیا تو اللہ عزوجل نے اس کا نام محرم رکھا تو اس اعتبار سے اس کی اضافت اللہ عزوجل کی جانب کی گئی ہے۔" (شرح السیوطی علی مسلم، ج3، ص252، دار ابن عفان للنشر والتوزیع، عرب شریف)

افضل روزے اور افضل نماز

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی1014ھ) فرماتے ہیں:

"علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے ائمہ فرماتے ہیں: نفل روزوں کے لئے مہینوں میں سے افضل مہینہ محرم ہے پھر بقیہ حرمت والے مہینے رجب، ذوالحجہ اور ذوالقعدہ ہیں اور فرض نماز کے بعد افضل نماز فرائض کے توابع یعنی سنن مؤکدہ ہیں اور فرض میں وتر بھی شامل ہے کیونکہ یہ فرضِ عملی، واجب علمی ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب صیام التطوع، ج4، ص1411، دار الفکر، بیروت)

شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے اور محرم میں کثرت سے نہ رکھنے کی وجہ:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی676ھ) فرماتے ہیں:

((رمضان کے بعد افضل روزے اللہ عزوجل کے مہینے محرم کے ہیں)) یہ اس بات کی تصریح ہے کہ محرم کا مہینہ روزوں کے لئے مہینوں میں سب سے افضل ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم کے روزوں کی بجائے شعبان کے روزوں کو کثرت کے ساتھ رکھنے کے حوالے سے جواب ماقبل گزر چکا ہے اور ہم نے اس بارے میں دو جوابات ذکر کئے ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات کے آخر میں معلوم ہوئی ہو اور دوسرا یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس مہینے میں سفر اور مرض وغیرہ کے اعذار لاحق ہو جاتے ہوں۔ (شرح النووی علی مسلم، باب فضل صوم المحرم، ج8، ص55، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

محرم کے روزے افضل ہونے کی وجہ:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"قرطبی کہتے ہیں: روزوں میں سے افضل روزے محرم کے روزے ہیں کیونکہ یہ نئے سال کے شروع کے روزے ہیں تو یوں اس کا افتتاح روزے سے کرنا پایا جاتا ہے جو اعمال میں سب سے افضل ہے۔"

(شرح السیوطی علی مسلم، ج3، ص252، دار ابن عفان للنشر والتوزیع، عرب شریف)

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:

"علامہ طیبی کہتے ہیں: اللہ عزوجل کے مہینے کے روزے سے مراد یوم عاشوراء کا روزہ ہے تو یہ کل کا ذکر کر کے بعض مراد لینے کے باب سے ہے اور یہ بھی ممکن ہے اس کی افضلیت اس میں یومِ عاشوراء ہونے کی بنا پر ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں مراد

محرم کا پورا مہینہ ہے اور ابوداؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے: محرم کے بعض روزے رکھو اور بعض چھوڑ دو، محرم کے روزے رکھو اور چھوڑو اور محرم کے روزے رکھو اور چھوڑ دو۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب صیام التطوع، ج4، ص1411، دارالفکر، بیروت)

رات کے نوافل بالاتفاق دن کے نوافل سے افضل ہیں:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی676ھ) فرماتے ہیں:

"((اور فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے)) اس میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ جس پر علماء متفق ہیں کہ رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں۔" (شرح النووی علی مسلم، باب فضل صوم المحرم، ج8، ص55، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

رات کے نوافل افضل ہونے کی وجہ:

علامہ محمد علی بن محمد البکری (متوفی1057ھ) فرماتے ہیں:

((نماز)) یعنی مطلق نوافل ((میں فرض کے بعد افضل رات کی نماز ہے)) کیونکہ یہ خشوع وخضوع کا وقت ہے مزید یہ کہ اس میں ریا سے بھی دوری ہے۔ (دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب فضل قیام اللیل الخ، ج6، ص637، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت)

باب نمبر320

مَا جَاءَ فِي وَصْفِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا طریقہ)

439۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي، قَالَ ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت ابوسلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پر زیادہ نہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات ادا فرماتے تھے پس تُو ان کے حسن وطوالت کا نہ پوچھ، پھر مزید چار رکعات ادا فرماتے پس تو ان کا بھی حسن وطول نہ پوچھ، پھر تین رکعات ادا فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

440۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے جن میں ایک رکعت ملا کر اسے وتر کر لیتے تھے تو جب اس سے فارغ ہوتے تو دائیں کروٹ پر آرام

51/51

مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ	فرماتے۔
441۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، نَحْوَهُ، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ	حدیث: مالک نے ابن شہاب سے اسی کی مثل روایت کی۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 439:(صحیح البخاری، حدیث 1147، ج 2، ص 53، دار طوق النجاۃ☆صحیح مسلم، حدیث 738، ج 1، ص 509، داراحیاء التراث العربی، بیروت☆سنن ابی داؤد، حدیث 1341، ج 2، ص 40، المکتبۃ العصریہ، بیروت☆سنن نسائی، حدیث 1697، ج 3، ص 234، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت☆سنن ابن ماجہ، حدیث 9، ج 1، ص 120، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

تخریج حدیث 440:(صحیح البخاری، حدیث 994، ج 2، ص 25، دار طوق النجاۃ☆صحیح مسلم، حدیث 736، ج 1، ص 508، داراحیاء التراث العربی، بیروت☆سنن ابی داؤد، حدیث 1335، ج 2، ص 38، المکتبۃ العصریہ، بیروت☆سنن نسائی، حدیث 1696، ج 3، ص 234، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

تخریج حدیث 441:

باب نمبر 321

منه

اسی سے متعلقہ ایک باب

442۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، قال ابو عيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَأَبُو جَمْرَةَ اسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوجمرہ کا نام نصر بن عمران الضبعی ہے۔

تخریج حدیث 442: صحیح مسلم، حدیث 764، ج 1، ص 534، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 322

منه

اسی سے متعلقہ ایک اور باب

443۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نو رکعات پڑھا کرتے تھے۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، قال ابوعيسى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

اور اس باب میں ابو ہریرہ، زید بن خالد اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس سند سے صحیح ہے۔

444۔ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، نَحْوَ هَذَا، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، : وَأَكْثَرُ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ، وَأَقَلُّ مَا وُصِفَ مِنْ صَلَاتِهِ بِاللَّيْلِ تِسْعُ رَكَعَاتٍ

حدیث: حضرت سیدنا اعمش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زیادہ سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے حوالے سے تیرہ رکعات بمع وتر کے مروی ہیں اور کم از کم نو رکعات بمع وتر کے مروی ہیں۔

445۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ مِنَ اللَّيْلِ، مَنَعَهُ مِنْ ذَلِكَ النَّوْمُ، أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ،

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز نہ پڑھتے نیند اس سے مانع ہو جاتی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آپ پر غلبہ پا لیتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں بارہ رکعات ادا فرماتے۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سعد بن ہشام وہ ابن عامر انصاری ہیں اور ہشام بن عامر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً قال ابوعيسى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَسَعْدُ بْنُ هِشَامٍ هُوَ ابْنُ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيُّ، وَهِشَامُ بْنُ عَامِرٍ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، قَالَ: كَانَ زُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى قَاضِيَ الْبَصْرَةِ، فَكَانَ يَؤُمُّ فِي بَنِي قُشَيْرٍ، فَقَرَأَ يَوْمًا فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ (فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ) (المدثر9)، خَرَّ مَيِّتًا، فَكُنْتُ فِيمَنْ احْتَمَلَهُ إِلَى دَارِهِ"

بہز بن حکیم سے مروی ہے فرمایا: حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ بصرہ کے قاضی تھے پس وہ بنی قشیر میں امامت کروایا کرتے تھے تو ایک دن انہوں نے صبح کی نماز میں یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی ﴿فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر﴾ ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کرّا دن ہے۔ (پارہ29، سورہ مدثر، آیت8) تو وہ گرے اور فوت ہوگئے تو میں ان لوگوں میں سے تھا کہ جوان کو گھر تک لے کر گئے تھے۔

تخریج حدیث443:

تخریج حدیث444:

تخریج حدیث445: (سنن ابی داؤد، حدیث1342، ج2، ص40، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

شرح حدیث

صلاۃ اللیل اور نمازِ تہجد:

یہ تینوں ابواب (220,221,222) صلاۃ اللیل (یعنی رات کی نفل نماز) کے بارے میں ہیں، صلاۃ اللیل کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

صلاۃ اللیل: رات میں بعدِ نمازِ عشا جو نوافل پڑھے جائیں ان کو صلاۃ اللیل کہتے ہیں اور رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں کہ صحیح مسلم شریف میں مرفوعا ہے فرضوں کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔ اور طبرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رات میں کچھ نماز ضروری ہے اگرچہ اتنی ہی دیر جتنی دیر میں بکری دوہ لیتے ہیں اور فرضِ عشا کے بعد جو نماز پڑھی وہ صلاۃ اللیل ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ 4، ص 677، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نمازِ تہجد: اسی صلاۃ اللیل کی ایک قسم تہجد ہے کہ عشا کے بعد رات میں سو کر اُٹھیں اور نوافل پڑھیں، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔ تہجد نفل کا نام ہے اگر کوئی عشا کے بعد سورہا پھر اٹھ کر قضا پڑھی تو اُس کو تہجد نہ کہیں گے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ اللیل، ج 2، ص 566,567)

صلاۃ اللیل اور نمازِ تہجد کی رکعتیں:

کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں۔ (بہارِ شریعت، حصہ 4، ص 678، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات میں بیدار ہوا اور اپنے اہل کو جگائے پھر دونوں دو دو رکعت پڑھیں تو کثرت سے یاد کرنے والوں مین لکھے جائیں گے۔" اس حدیث کو نسائی و ابن ماجہ اپنی سنن میں اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور منذری نے کہا یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب صلاۃ التطوع، باب تودیع المنزل برکعتین، ج 1، ص 624)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آٹھ تک ثابت (ہے)۔ (بہارِ شریعت، حصہ 4، ص 678، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ان ابواب میں مذکور جن احادیث کریمہ میں گیارہ (11) رکعتیں پڑھنے کا بیان ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ تین وتر ادا فرمائے اور آٹھ رکعتیں نمازِ تہجد ادا فرمائیں، اور جن احادیث مبارکہ میں تیرہ (13) رکعتوں کا ذکر ہے، اس سے تین وتر، آٹھ رکعت تہجد کی اور دو دو رکعت فجر کی سنتیں مراد ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الوِتْرُ، وَرَكْعَتَا الفَجْرِ)) ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں ادا فرماتے تھے، اس میں وتر بھی ہوتے اور دو رکعتیں فجر کی بھی ہوتیں۔

(صحیح بخاری، کیف کان صلاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص51، دار طوق النجاۃ)

اس کے تحت علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس میں تین وتر ہیں، آٹھ نفل رکعتیں ہیں اور دو رکعت فجر کی سنتیں ہیں، اس طرح یہ کل تیرہ رکعتیں ہو جاتی ہیں۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب فی صلاۃ اللیل، ج5، ص239، مکتبۃ الرشد، ریاض)

اور جن احادیث مبارکہ میں نو (9) رکعتوں کا ذکر ہے، ان میں تین وتر ہیں، چار رکعتیں تہجد کی ہے اور دو رکعتیں فجر کی ہیں۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب فی صلاۃ اللیل، ج5، ص254، مکتبۃ الرشد، ریاض)

الغرض تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں۔

تہجد کے عادی کے لیے بلا عذر تہجد چھوڑنا مکروہ ہے:

جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے چھوڑنا مکروہ ہے۔ کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ! تو فلاں کی طرح نہ ہونا کہ رات میں اُٹھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

(صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل الخ، ج1، ص390)

نیز بخاری و مسلم وغیرہما میں ہے، ارشاد فرمایا: اعمال میں زیادہ پسند اللہ عزوجل کو وہ ہے جو ہمیشہ ہو، اگرچہ تھوڑا ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضیلۃ العمل الدائم، ص394)

صلاۃ اللیل کے فضائل

(1) ترمذی و ابن ماجہ و حاکم بر شرط شیخین حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے۔ "تو کثرت سے لوگ حاضرِ خدمت ہوئے، میں بھی حاضر ہوا، جب میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ کو غور سے دیکھا پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹوں کا چہرہ نہیں۔ کہتے ہیں پہلی بات جو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنی یہ ہے فرمایا: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) ترجمہ: اے لوگو! سلام شائع (اس کی جگہ لفظ "عام" زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ وقاص) کرو اور کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو اور رات میں نماز پڑھو جب لوگ سوتے ہوں، سلامتی کے ساتھ

بجنت میں داخل ہوگے۔

(جامع الترمذی، ج4، ص652، مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر☆سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی قیام اللیل، ج1، ص423، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت☆ المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب البر والصلۃ، ج4، ص176، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(2) حاکم نے بافادہ تصحیح روایت کی، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا تھا: ((أَنْبِئْنِي عَنْ أَمْرٍ إِذَا عَمِلْتُ بِهِ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ)) ترجمہ: کوئی ایسی چیز ارشاد ہو کہ اُس پر عمل کروں تو جنت میں داخل ہوں؟ اُس پر بھی وہی جواب ارشاد ہوا: ((أَفْشِ السَّلَامَ وَأَطْعِمِ الطَّعَامَ وَصِلِ الْأَرْحَامَ وَقُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ثُمَّ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ)) ترجمہ: سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو اور رات میں نماز پڑھو جب لوگ سوتے ہوں، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوگے۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب البر والصلۃ، ج4، ص176، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(3) طبرانی کبیر میں باسناد حسن و حاکم بافادہ تصحیح برشرط شیخین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا)) ترجمہ: "جنت میں ایک بالاخانہ ہے کہ باہر کا اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اندر کا باہر سے۔" حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ((لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟)) ترجمہ: یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! وہ کس کے لیے ہے؟ ارشاد فرمایا: ((لِمَنْ أَلَانَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَبَاتَ قَائِمًا وَالنَّاسُ نِيَامٌ)) ترجمہ: اُس کے لیے کہ اچھی بات کرے اور کھانا کھلائے اور رات میں قیام کرے جب لوگ سوتے ہوں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج13، ص43، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

اور اسی کے مثل حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، عن ابی مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج3، ص301، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(4) بیہقی کی ایک روایت حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((يُحْشَرُ النَّاسُ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُنَادِي مُنَادٍ فَيَقُولُ: أَيْنَ الَّذِينَ كَانَتْ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ، فَيَقُومُونَ وَهُمْ قَلِيلٌ، يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ إِلَى الْحِسَابِ)) ترجمہ: قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے، اس وقت منادی پکارے گا، کہاں ہیں وہ جن کی کروٹیں خواب گاہوں سے جدا ہوتی تھیں؟ وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور تھوڑے ہوں گے یہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے پھر اور لوگوں کے لیے حساب کا حکم ہوگا۔ (شعب الایمان، تحسین الصلاۃ والاکثار منہا، ج4، ص538، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

(5) صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ((إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ)) ترجمہ: رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مردِ مسلمان اُس ساعت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی جو بھلائی مانگے، وہ اسے دے گا اور یہ ہر رات میں ہے۔ (صحیح مسلم، باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیہا الدعاء، ج 1، ص 521، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(6) ترمذی حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ، وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ لِلْإِثْمِ)) ترجمہ: قیام اللیل کو اپنے اوپر لازم کرلو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمھارے رب (عزوجل) کی طرف قربت کا ذریعہ اور سیّآت کا مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا۔ (جامع الترمذی، ابواب الدعوات، ج 5، ص 553، مصطفی البابی، مصر)

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے: ((وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ)) ترجمہ: بدن سے بیماری دفع کرنے والا ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الدعوات، ج 5، ص 552، مصطفی البابی، مصر)

(7) صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ((مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، أَوْ دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلَّى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ)) ترجمہ: جو رات میں اُٹھے اور یہ دُعا پڑھے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَ سُبْحٰنَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ رَبِّ اغْفِرْلِيْ. پھر جو دُعا کرے مقبول ہوگی اور اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز مقبول ہوگی۔

(صحیح بخاری، باب فضل من تعار من اللیل فصلی، ج 2، ص 54، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

باب نمبر 323

مَا جَاءَ فِي نُزُولِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ

اللہ عزوجل کا ہر رات آسمانِ دنیا پر خاص تجلی فرمانا

446۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الإِسْكَنْدَرَانِيُّ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْزِلُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ حِينَ يَمْضِي ثُلُثُ اللَّيْلِ الأَوَّلُ، فَيَقُولُ: أَنَا المَلِكُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ، فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُضِيءَ الفَجْرُ "وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَرِفَاعَةَ الجُهَنِيِّ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَعُثْمَانَ بْنِ أَبِي العَاصِ، قال ابوعيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ مِنْ أَوْجُهٍ كَثِيرَةٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: يَنْزِلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ وَهُوَ أَصَحُّ الرِّوَايَاتِ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل ہر رات آسمانِ دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے حتی کہ رات کا پہلا ثلث گزر جاتا ہے تو اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں، ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی مجھ سوال کرنے والا کہ میں اسے عطا کروں، ہے کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اس کی بخشش کروں پس اللہ عزوجل یوں ارشاد فرماتا رہتا ہے کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔اور اس باب میں حضرت علی بن طالب ،حضرت ابوسعید ،حضرت رفاعہ جہنی ،حضرت جبیر بن مطعم ،حضرت ابن مسعود، حضرت ابوالدرداء اور حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور تحقیق یہ حدیث بہت وجوہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یوں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل تجلی خاص فرماتا جب رات کا آخری ثلث رہ جاتا ہے۔'' اور وہ روایات میں سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔

تخریج حدیث 446: (صحیح البخاری، حدیث 1145، ج2، ص53، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، حدیث 758، ج1، ص521، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف القرطبی الباجی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

((ہمارا رب عزوجل ہر رات آسمانِ دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے)) یہ اس وقت میں دعا کی قبولیت اور سائلین کو عطا کرنے اور بخشش مانگنے والوں کی بخشش کر دینے کے بارے میں خبر دینا ہے اور اس وقت کی فضیلت پر تنبیہ کرنا ہے اور اس میں دعا وسوال واستغفار کی کثرت پر ابھارنا ہے اور اسی معنی سے ہے کہ جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ((إِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِذَا أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً)) (ترجمہ: جب بندہ میری جانب ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کی جانب ایک ذراع (ہاتھ) قریب ہوتا ہوں اور جب وہ ایک ذراع میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک باع اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی جانب دوڑ کر جاتا ہوں) اور اس میں مسافت سے قریب ہونا مراد نہیں ہے کیونکہ وہ غیر ممکن اور غیر موجود ہے، یہاں بندے کی جانب سے عمل کے ذریعے سے اور اللہ عزوجل کی جانب سے اجابت وقبولیت کے ذریعے سے قریب ہونا مراد ہے۔ (المنتقی شرح الموطا، ماجاء فی الدعاء، ج1، ص357، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

نزول کا اطلاق اور اس کے معنی:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

جان لو کہ بے شک اترنا وچڑھنا اور حرکت وسکون یہ اجسام کی صفات سے ہیں اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے۔ اس کے معنی کے بارے میں کہا گیا:

(1) اس کا معنی یہ ہے کہ ہر رات صفاتِ جلال سے صفاتِ رحمت وکمال کی جانب انتقال ہوتا ہے۔

(2) اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد الطافِ الٰہیہ اور رحمت کا نازل ہونا اور ان کا بندوں سے قریب ہونا ہے۔

(3) یا خواص فرشتوں میں سے کسی فرشتہ کا نازل ہونا مراد ہے پس وہ رب کی بات کو نقل کرتا ہے۔

(4) ایک قول یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ (شرح ابی داؤد للعینی، باب ای اللیل افضل، ج5، ص222، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

اور نزول کے معنی میں اختلافِ اقوال ہے تو بعض نے اس کو اس کے ظاہر اور اس کی حقیقت پر محمول کیا اور وہ فرقہ"

مشبہ" والے ہیں اللہ عزوجل ان کی بات سے بلند و بالا ہے اور بعض نے اس بارے میں وارد احادیث طیبہ کا مجموعی طور پر انکار کیا اور وہ خوارج اور معتزلہ ہیں اور یہ مکابرہ (حق کا انکار کرنا) ہے، اور تعجب ہے کہ ان لوگوں نے قرآنی آیات کی بھی اسی قسم کی تاویل کی ہے اور انہوں نے احادیث طیبہ میں موجود مضامین کا عناداً یا جہل کی بنا پر انکار کیا ہے

اور ایک گروہ نے اللہ عزوجل کو کیفیت و تشبیہ سے منزہ قرار دیتے ہوئے بطریق اجمال اس پر جاری کیا ہے کہ جس پر مؤمن یہ وارد ہوا ہے اور یہ جمہور سلف ہیں اور اسی کو بیہقی وغیرہ نے ائمہ اربعہ، سفیانین، حمادین، اوزاعی اور لیث وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اور ان میں بعض نے اس کی ایسی صورت پر تاویل کی ہے جو کلام عرب میں مستعمل ہے اور ان میں بعض نے تاویل میں زیادتی سے کام لیا حتی کہ قریب تھا کہ وہ تحریف کی جانب چل پڑتے۔ اور ان میں بعض نے جس کی تاویل قریب اور کلام عرب میں مستعمل ہے اس میں اور جس کی تاویل بعید و مہجور ہے، میں فرق کیا تو انہوں نے بعض میں تاویل کی اور بعض میں تفویض اور یہی امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے اور متاخرین میں سے ابن دقیق العید نے اس پر جزم کیا۔ بیہقی کہتے ہیں: اور ان میں سب سے زیادہ سلامتی والا وہ ہے جو بلا کیف ایمان ہو اور مراد سے سکوت ہو مگر یہ کہ ایسی بات صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہو تو اسی کی جانب پھیرا جائے گا اور اس پر دلیل میں سے یہ بات بھی ہے کہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ تاویل معین واجب نہیں ہے لہٰذا مذہبِ تفویض زیادہ سلامتی والا ہے۔ (فتح الباری لابن حجر، باب الدعاء، ج3، ص30، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے اور اس میں علما کے دو مشہور مذہب ہیں، ان کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ ان میں ایک، اور وہ جمہور سلف اور بعض متکلمین کا مذہب ہے کہ وہ اس بات پر ایمان لائے کہ وہ حق ہے اللہ عزوجل کی شان کے لائق اور اس کا ظاہر جو ہمارے ہاں متعارف ہے وہ مراد نہیں ہے اور مخلوق کی صفات، انتقال، حرکات سے اور مخلوق کی تمام علامات سے اللہ عزوجل کی تنزیہ کا اعتقاد رکھنے ساتھ ساتھ اس کی تاویل میں کلام نہ کرے۔ اور دوسرا اکثر متکلمین اور بہت سے سلف کی جماعات کا مذہب ہے اور وہی امام مالک اور اوزاعی رحمہما اللہ سے حکایت کیا گیا ہے کہ اس کی اس کے مواقع کے اعتبار سے تاویل وہ کی جائے گی جو اس کی شان کے لائق ہے تو اس بنا پر سلف صالحین نے اس حدیث کی دو تاویلیں کیں ان میں ایک مالک بن انس وغیرہ کی تاویل ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی رحمت اور اس کا حکم اور اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے سلطان نے یوں کیا جب اس کے ماتحت اس کی حکم بجا لائیں۔ اور دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ استعارہ پر محمول ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ پکارنے والوں کو قبولیت و لطف سے نوازنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب صلاۃ اللیل الخ، ج6، ص36، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

روایات میں تطبیق یا ترجیح:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"((اللہ تبارک وتعالی ہر سال آسمانِ دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے حتی کہ آخری رات کا ثلث باقی رہ جاتا ہے)) اور دوسری روایت میں ہے حتی کہ اول رات کا ثلث گزر جائے اور ایک روایت میں ہے "جب رات کا ایک حصہ یا دو ثلث گزر جائے۔" قاضی عیاض فرماتے ہیں: روایۃ صحیح یہ ہے کہ "حتی کہ آخر رات کا ثلث گزر جائے۔" اسی طرح شیوخ الحدیث نے فرمایا اور احادیث کے لفظ ومعنی سے یہی ظاہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ معنی مرادی کے مطابق خاص تجلی فرمانا ثلث اول کے بعد ہو اور یہ فرمان کہ "جو مجھے پکارے گا" یہ ثلث اخیر کے بعد ہے۔" یہ قاضی عیاض کا کلام ہے۔

میں کہتا ہوں: ہوسکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ان دونوں معاملات میں سے ایک کی خبر ایک وقت میں دی گئی ہو تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس کی خبر دی پھر دوسرے وقت میں دوسرے معاملہ کے متعلق بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر ارشاد فرمائی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دونوں حدیثوں کو سنا اور دونوں کو نقل فرمایا اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فقط ثلث اول کی خبر کو سنا پس انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی خبر دی جیسا کہ مسلم نے اسے روایتِ اخیرہ میں ذکر کیا اور یہ ظاہر ہے اور اس میں رد ہے ثلث اول کی روایت کی تضعیف کا، جس جانب قاضی نے اشارہ فرمایا۔ اور کیونکر وہ اسے ضعیف قرار دیں گے اور اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں دونوں صحابہ حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ایسی سند کے ساتھ روایت کیا کہ جس میں کوئی طعن نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب صلاۃ اللیل الخ، ج6، ص37، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

رات میں نماز پڑھنے اور سونے کے وقت کی تقسیم کاری کا افضل طریقہ:

جو شخص دو تہائی رات سونا چاہے اور ایک تہائی عبادت کرنا، اُسے افضل یہ ہے کہ پہلی اور پچھلی تہائی میں سوئے اور بیچ کی تہائی میں عبادت کرے اور اگر نصف شب میں سونا چاہتا ہے اور نصف جاگنا تو پچھلی نصف میں عبادت افضل ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرِ يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ)) ترجمہ: رب عزوجل ہر رات میں جب پچھلی تہائی باقی رہتی ہے آسمانِ دنیا پر تجلی خاص فرماتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی دُعا کرنے والا کہ اس کی دُعا قبول کروں، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی

بخشش کردوں۔ (صحیح بخاری، باب الدعاء فی الصلاۃ الخ، ج2، ص53، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب الترغیب الخ، ج1، ص521، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور سب سے بڑھ کر تو نمازِ داؤد ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.....وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ)) ترجمہ: سب نمازوں میں اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے کہ آدھی رات سوتے اور تہائی رات عبادت کرتے پھر چھٹے حصہ میں سوتے۔

(صحیح بخاری، باب احب الصلاۃ الی اللہ صلاۃ داود، ج4، ص160، مطبوعہ دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب النہی عن صوم الخ، ج2، ص816، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 324

مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ بِاللَّيْلِ

رات میں قراءت کرنا

447۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تَقْرَأُ وَأَنْتَ تَخْفِضُ مِنْ صَوْتِكَ، فَقَالَ: إِنِّي أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ، قَالَ: ارْفَعْ قَلِيلًا، وَقَالَ لِعُمَرَ: مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تَقْرَأُ وَأَنْتَ تَرْفَعُ صَوْتَكَ، قَالَ: إِنِّي أُوقِظُ الْوَسْنَانَ، وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ، قَالَ: اخْفِضْ قَلِيلًا وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ هَانِئٍ، وَأَنَسٍ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ ابوعيسىٰ: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَإِنَّمَا أَسْنَدَهُ يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، وَأَكْثَرُ النَّاسِ إِنَّمَا رَوَوْا هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ مُرْسَلًا

حدیث: حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم آہستہ آواز میں تلاوت کر رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں اس کو سنا رہا تھا جس سے میں مناجات کر رہا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تھوڑی آواز بلند کرو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے؟ تو انہوں نے عرض کیا: میں سوتے ہوئے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور کرتا ہوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تھوڑی آواز کم رکھو۔ اور اس باب میں حضرت عائشہ، حضرت ام ہانی، حضرت انس، حضرت ام سلمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔ اس حدیث کو صرف یحییٰ بن اسحٰق نے حماد بن سلمہ سے مسند روایت کیا ہے اور اکثر حضرات نے اس حدیث کو ثابت سے بواسطہ عبداللہ بن رباح مرسل روایت کیا ہے۔

448۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ،

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں ایک آیت کے

قَالَتْ :قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ لَيْلَةً قال ابوعيسىٰ :هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ذریعے قیام فرمایا۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

449۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ :سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ؟ فَقَالَتْ :كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ، رُبَّمَا أَسَرَّ بِالْقِرَاءَةِ، وَرُبَّمَا جَهَرَ، فَقُلْتُ :الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً،قال ابوعيسىٰ::هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حدیث:حضرت سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی قراءت کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیسی تھی؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سری قراءت کیا کرتے تھے یا جہری؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرح قراءت فرمایا کرتے تھے کبھی سری قراءت فرماتے اور کبھی جہری۔تو میں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے اس معاملہ میں وسعت عطا فرمائی۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تخریج حدیث 447:(سنن ابی داؤد،حدیث 1329،ج2،ص37،المکتبۃ العصریہ،بیروت)

تخریج حدیث 448:

تخریج حدیث 449:(سنن ابی داؤد،حدیث 1437،ج2،ص66،المکتبۃ العصریہ،بیروت)

شرح حدیث

سنن ابی داؤد میں اس حدیث پاک کے جو الفاظ ہیں ان میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نماز میں قراءت کرنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی (متوفی 1014ھ) فرماتے ہیں:

"((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نکلے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آہستہ آواز میں نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کے پاس سے گزرے تو وہ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، فرماتے ہیں)) حضرت ابو قتادہ ((جب دونوں حضرات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اکٹھے ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی)) کیونکہ ان پر شہود وجمال کا غلبہ تھا اس وجہ سے یہ عرض کی ((یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسے سناتا ہوں جس سے میں مناجات کرتا ہوں)) یہ جواب آہستہ مناجات کرنے کی علت کو متضمن ہے یعنی میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں اور وہ سنتا ہے لہٰذا آواز بلند کرنے کی طرف محتاج نہیں ہے۔ ((اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے عرض کیا)) کیونکہ ان پر ہیبت وجلال کا غلبہ تھا، اس وجہ سے عرض کیا ((یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیدار کرتا ہوں)) یعنی متنبہ کرتا ہوں ((سونے والوں کو)) یعنی وہ سونے والے جو اپنے نیند میں مستغرق نہیں ہوتے ((اور میں جھڑکتا ہوں)) یعنی دور کرتا ہوں ((شیطان کو)) اور رحمن کے ذکر سے غافل کرنے والے اس کے وسوسہ کو۔

ان دونوں کے مرتبہ اور مقام کے فرق کے بارے میں غور وفکر کرو، اگرچہ ان میں سے ہر ایک کی اپنے فعل اور حالت کے حوالے سے اچھی نیت تھی کہ پہلی ہستی کو مرتبہ جمع حاصل ہے اور دوسری کو حالتِ فرق حاصل ہے اور اکمل حالت وہ جمع کی حالت ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مبارکہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی اس پر رہنمائی کی اور ان حضرات کے لئے اس جانب اشارہ فرمایا۔

((نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا)) طبیب حاذق ہونے اور ایسے حبیب مشفق ہونے کی وجہ سے جو مرتبہ کمال کو پہنچا ہوا ہے ((اے ابوبکر! اپنی آواز کو کچھ اونچا کرو)) یعنی تھوڑا تا کہ سامع تجھ سے فائدہ اٹھائے اور ہدایت چاہنے والا نصیحت حاصل کرے اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر توحید کا مزاج غالب ہے جو گرم اور گھر میں اللہ کے ماسوا کو جلانے والا ہے تا کہ آپ کے لئے مقام جمعی شہودی حاصل ہو بایں طور کہ وحدت آپ کو کثرت سے محجوب نہ کرے اور نہ خلق آپ کو حق سے محجوب

کرے اور یہ مراتب میں سب سے اکمل ہے اور وہ افضل المناصب ہے جو رسل کرام علیہم السلام کا وظیفہ اور عظیم اولیائے کاملین تابعین کا طریقہ ہے۔

((اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اپنی آواز کچھ آہستہ رکھو)) یعنی تھوڑی تا کہ نمازی یا معذور سونے والا تمہاری وجہ سے تشویش میں نہ پڑے اور اس حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا مزاج معتدل ہو جائے کیونکہ طبیعت کی ٹھنڈک میں توحیدی شہد ملانے کا حکم دیا کہ جس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے اور مناجات کو استعمال کرنے وہ جو کہ ارباب حالات اور اصحاب مقامات کے ہاں عبادات کی لذت اور طاعات کا خلاصہ ہے۔ اللہ ان کی خواہشات اور حاجات کا ذوق ہمیں بھی عطا فرمائے۔ طیبی کہتے ہیں: اس کی نظیر اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ (پارہ15، سورہ بنی اسرائیل، آیت110) گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو فرمایا: اپنے رب کی مناجات سے تھوڑا سا نزول کرو اور اپنی قراءت میں سے لوگوں کے لئے کچھ حصہ مقرر کرو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تم تھوڑا مخلوق سے بلندی اختیار کرو اور اپنے لئے اپنے رب کی مناجات سے بھی کچھ حصہ مقرر کرو۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب صلاۃ اللیل، ج3، ص911، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"لوگوں کا اختلاف ہے کہ دونوں مقاموں سے کون سا افضل ہے؟ مولی عزوجل کے ساتھ سری مناجات کرنا یا جہری، جہری اس بنا پر کہ اس میں غافل کو بیدار کرنے اور دشمن کو بھگانے کی بنا پر دگنا اجر ہے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "تم اپنی آواز کو اونچا رکھو۔" حتی کہ سننے والا تمہاری اقتدا کرے اور یہ ان کی خلوصِ نیت اور ریا سے سلامتی کی بنا پر تھا اور ان اس بات کی تصدیق تھی کہ "میں جس سے مناجات کرتا ہوں اسے سناتا ہوں۔" اور ان کے علاوہ کے لئے سر کرنا افضل ہے کیونکہ وہ (سر) اخلاص کے زیادہ قریب ہے اور آفات سے زیادہ سلامتی والا ہے۔" (شرح ابی داؤد للعینی، باب فی رفع الصوت، ج5، ص235، مکتبۃ الرشد، ریاض)

ایک آیت سے قیام:

جس ایک آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ آیت مبارکہ ہے: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ترجمہ: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا ہے۔

جیسا کہ سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی میں ہے: ((قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِآيَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ يُرَدِّدُهَا وَالْآيَةُ ﴿إِنْ

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (المائدة 118)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت سے قیام فرمایا حتی صبح تک اسے بار بار پڑھتے رہے اور آیت یہ ہے (اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا)

(سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی القراءۃ فی صلاۃ اللیل، ج1، ص429، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت ☆ سنن نسائی، ترددید الآیۃ، ج2، ص177، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

ایک بڑی آیت سے واجب ادا ہو جاتا ہے:

اس مذکورہ حدیث میں موجود آیت پاک کے پڑھنے سے عند الاحناف بالاتفاق قراءت کا واجب ادا ہو جائے گا کیونکہ اس آیت میں حروف کی تعداد تیس (30) سے زیادہ ہے، اس حکم کی تفصیل درج ذیل ہے:

احناف کے نزدیک فرض کی پہلی دو رکعتوں اور نفل اور وتر کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ایک سورت یا تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کا ملانا واجب ہے، اور ایک بڑی آیت کی مقدار علامہ ابن عابدین شامی حنفی کی تحقیق کے مطابق کم از کم 30 حروف پر مشتمل ہونی چاہیے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سب سے چھوٹی لگاتار تین آیات میں تیس (30) حروف ہیں، اور وہ آیات یہ ہیں: ﴿ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: پھر نظر اٹھا کر دیکھا، پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا، پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ (سورۃ المدثر، آیت 21 تا 23)

(ردالمحتار، واجبات الصلاۃ، ج1، ص458، دارالفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اس کے تحت لکھتے ہیں:

اگر مراد مقروءات (پڑھے جانے والے حروف) ہیں تو یہ 29 ہیں، ثم میں موجود میم کو دو حرف مانتے ہوئے اور ہمزہ کو ساقط کرتے ہوئے۔ بلکہ اقرب الی الصواب چھبیس (26) حروف ہیں کہ عند التحقیق مشدد ایک حرف ہے، اور اگر مکتوبات (لکھے جانے والے حروف) مراد لیں تو یہ ستائیس حروف ہیں کہ ہر میم کو ایک حرف بنائیں گے اور ہمزہ کا اعتبار کریں گے، اور ظاہر اول (مقروءات کا اعتبار) ہے کیونکہ یہاں نظر تلاوت کی طرف ہے۔ (جدالممتار، ج3، ص137، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

علامہ شامی نے جو کہا تھا کہ (اس سے چھوٹی لگاتار تین آیات نہیں پائی جاتیں) اس کے تحت اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں: کیوں نہیں، ان تین آیات: ﴿قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (سورۃ المدثر، آیت 2 تا 4) میں پڑھنے کے اعتبار سے اٹھائیس حروف ہیں، اور لکھنے کے اعتبار سے پچیس حروف ہیں، اور ان تین آیات ﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾ میں پڑھنے کے اعتبار سے پچیس (25) حروف ہیں اور لکھنے کے اعتبار سے

چھبیس (26) حروف ہیں، لہذا پچیس (25) حروف پر حکم ہونا چاہیے، چاہے مقروءات مراد لیں اور یہی زیادہ لائق ہے، چاہے مکتوبات مراد لیں۔ (جد الممتار، ج3، ص137، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نوافل میں جہری اور سری قراءت کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

"نوافل اگر دن میں پڑھے تو سری قراءت کرے اور اگر رات میں ہو تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو سری قراءت کرے اور اگر چاہے تو جہری اور جہر افضل ہے کیونکہ نوافل فرائض کے تابع ہیں اور فرائض میں بھی حکم اسی طرح ہی ہے حتی کہ اگر جماعت کے ساتھ ادا کئے جائیں جیسا کہ تراویح میں ہوتا ہے تو جہر واجب ہے اور اسے اختیار نہیں ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز ادا کرتے تو پردے کے پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت سنی جاتی۔"

اور مروی ہے کہ "بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور آپ رضی اللہ عنہ رات میں تہجد ادا فرما رہے تھے اور سری قراءت فرما رہے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ تہجد ادا فرما رہے تھے اور جہری قراءت فرما رہے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ تہجد ادا فرما رہے تھے اور ایک سورت سے دوسری سورت کی جانب منتقل ہو رہے تھے تو جب انہوں نے صبح کی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ہر ایک سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حالت کے متعلق سوال کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "میں اسے سناتا ہوں کہ جس سے میں مناجات کرتا ہوں۔" اور عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "میں سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور کرتا ہوں۔" اور بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں ایک باغ سے دوسرے باغ کی جانب منتقل ہوتا ہوں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! اپنی آواز کو کچھ بلند رکھو، اور اے عمر! اپنی آواز کو کچھ پست رکھو اور اے بلال! جب تم کوئی سورت شروع کرو تو اسے مکمل کرو۔

(بدائع الصنائع، فصل الواجبات الاصلیہ فی الصلاۃ، ج1، ص161، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"تہجد پڑھنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی تہجد کی نماز میں قرآن کا ایک جز تلاوت کرے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے اور اسے جہری قراءت اور سری قراءت کے درمیان اختیار ہے لیکن اگر جہر سے قراءت کرنے میں زیادہ

نشاط ہو یا وہ شخص موجود ہو جو اس کی قراءت توجہ سے سنے یا اس سے نفع پائے تو جہر کرنا افضل ہے اور اگر اس کے قریب کوئی ایسا ہو جو تہجد پڑھ رہا ہو یا وہ جو اس کی آواز کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہو تو سری قراءت اولی ہے اور اگر نہ یہ ہو نہ وہ تو وہ جو چاہے کرے۔

حضرت عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں: میں نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کیسی تھی؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح قراءت فرمایا کرتے تھے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سری قراءت کرتے تھے اور کبھی جہری۔'' ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((كَانَتْ قِرَاءَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ طَوْرًا، وَيَخْفِضُ طَوْرًا)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بلند آواز سے قراءت فرماتے تھے اور کبھی پست آواز سے قراءت فرماتے تھے) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ((كَانَتْ قِرَاءَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اتنی اونچی ہوتی تھی کہ حجرہ میں موجود شخص اسے سنتا تھا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمرے میں ہوتے تھے) ان دونوں حدیثوں کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ ((انَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ يُصَلِّي، يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَهُ قَالَ: فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ: إِنِّي أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ارْفَعْ قَلِيلًا. وَقَالَ لِعُمَرَ: مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ. قَالَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ. قَالَ: اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا)) (بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آہستہ آواز میں نماز ادا فرما رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور آپ رضی اللہ عنہ اونچی آواز میں نماز ادا فرما رہے تھے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں: تو جب دونوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اکٹھے ہوئے تو ارشاد فرمایا: اے ابو بکر میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم آہستہ آواز میں نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے عرض کی کہ بے شک میں اسے سناتا ہوں کہ جس سے میں مناجات کرتا ہوں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم آواز تھوڑی اونچی رکھو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: میں آپ کے پاس سے گزرا اور آپ بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں: تو انہوں نے عرض کیا کہ میں سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور کرتا ہوں، تو ارشاد فرمایا: اپنی آواز کو کچھ پست رکھو) اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ((اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فِي الْمَسْجِدِ فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُونَ بِالْقِرَاءَةِ فَكَشَفَ السِّتْرَ، وَقَالَ: أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَلَا يَرْفَعْ بَعْضُكُمْ

عَلَى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ أَوْ قَالَ :فِي الصَّلَاةِ)) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو سنا کہ وہ مسجد میں جہری قراءت کر رہے ہیں تو آپ نے پردہ اٹھایا اور ارشاد فرمایا: خبردار تم میں ہر ایک اپنے رب سے مناجات کرتا ہے تو تمہارا بعض دوسرے بعض کو اذیت نہ دے اور قراءت میں ایک دوسرے سے بلند آواز نہ کرے یا فرمایا نماز میں بلند نہ کرے۔) ابوداؤد نے اسے روایت کیا۔" (المغنی لابن قدامہ، فصل یستحب ان تقرأ الخ، ج2، ص103، مکتبۃ القاہرہ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن مفلح حنبلی (متوفی 763ھ) فرماتے ہیں:

"اصح قول کے مطابق دن میں جہری قراءت مکروہ ہے..... اور رات میں وہ مصلحت کی رعایت کرے۔"

(الفروع وتصحیح الفروع، وصلاۃ اللیل افضل، ج2، ص402، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 672ھ) فرماتے ہیں:

"دن کے نوافل میں سری قراءت کرنا بلا اختلاف مسنون ہے اور تراویح کے علاوہ رات کے نوافل تو صاحب تتمہ فرماتے ہیں: اس میں جہر کی جائے گی اور قاضی حسین اور صاحبِ تہذیب کہتے ہیں: جہری اور سری کی درمیانی حالت اختیار کی جائے گی۔ بہرحال فرائض کے ساتھ کی سنن راتبہ میں ہمارے اصحاب کے اتفاق کے پیشِ نظر سری قراءت کی جائے گی۔ اور قاضی عیاض نے شرح مسلم میں بعض سلف سے صبح کی سنتوں میں جہر کو نقل کیا ہے اور جمہور سے "سر" مروی ہے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔" (المجموع شرح المہذب، فی حکم النوافل فی الجہر، ج3، ص391، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالطاہر ابراہیم بن عبدالصمد التنوخی مالکی (متوفی 536ھ) فرماتے ہیں:

"نوافل میں سر اور جہر کا حکم: نوافل کی صفات میں سے سری اور جہری قراءت کرنا بھی ہے اور رات میں نوافل میں جہر کرنا بلاخلاف مکروہ نہیں ہے۔ اور دن کے نوافل میں جہری قراءت کی کراہت میں دو اقوال ہیں اور کراہت کا قول فرائض پر قیاس کرتے ہوئے ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر کہ ((صَلَاةُ النَّهَارِ عَجْمَاءُ)) (ترجمہ: دن کی نماز گونگی ہے۔) اور یہ عموم ہے جو نوافل اور فرائض کو شامل ہے اور جو جواز کے قائلین ہیں تو ان کے ہاں حدیث کو فرائض پر مقتصر کیا جائے گا اور رات کے نوافل پر قیاس کرتے ہوئے جواز کا قول کیا جائے گا۔ اور یہ اس وقت ہے کہ جب تک اسے ایسی حالت عارض نہ ہو جو جہر سے مانع ہو اور وہ اس کے ساتھ نیت کا فساد ہے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے نوافل میں سری قراءت کیا کرتے

تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جہر کیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے فعل کے موجب کے متعلق پوچھا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اسے سناتا ہوں کہ جس سے میں مناجات کرتا ہوں اور فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور کرتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے فعل کی تحسین فرمائی اور جب متنفل کا فعل وقصد اس مقصود کے مناسب ہو تو اس کو دن اور رات میں سری اور جہری قراءت کرنا جائز" ہے۔

(التنبیہ علی مبادئ التوجیہ، حکم الجہر والاسرار بالنافلۃ، ج1، ص493، دار ابن حزم، بیروت)

باب نمبر 325

مَا جَاءَ فِی فَضْلِ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ فِی الْبَیْتِ

گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت

450۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَفْضَلُ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَائِشَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ ابوعيسى: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ اخْتَلَفُوا فِي رِوَايَةِ هَذَا الْحَدِيثِ فَرَوَى مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَرْفُوعًا، وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَأَوْقَفَهُ بَعْضُهُمْ، وَالْحَدِيثُ الْمَرْفُوعُ أَصَحُّ

حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: تمہاری افضل نماز تمہارے گھروں میں ہے سوائے فرض نماز کے۔

اور اس باب میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ بن سعد اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق محدثین نے اس حدیث کی روایت میں اختلاف کیا ہے پس موسیٰ بن عقبہ اور ابراہیم بن ابوالنضر نے ابوالنضر سے مرفوعاً حدیث روایت کی ہے۔ اور مالک نے اس حدیث کو ابوالنضر سے روایت کیا لیکن انہوں نے اسے مرفوعاً روایت نہیں کیا ہے۔ اور بعض نے اسے موقوف رکھا اور حدیث مرفوع زیادہ صحیح ہے۔

451۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور انہیں قبریں نہ بناؤ۔

تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا ،قَالَ اَبُو عِيسَى :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 450: (صحیح البخاری، حدیث 731، ج1، ص 147، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، حدیث 781، ج1، ص 539، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد حدیث 1044، ج1، ص 274، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 1599، ج3، ص 197، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((اپنی نمازیں اپنے گھروں میں ادا کرو)) اس کا معنی یہ ہے گھروں میں نماز پڑھو اور انہیں قبور کی طرح نہ بناؤ کہ جن میں نماز نہیں ہوتی اور اس سے مراد نفل نماز ہے یعنی نوافل اپنے گھروں میں ادا کرو۔ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے بعض فرض اپنے گھروں میں پڑھو تا کہ جو بچے اور عورتوں ، مریض اور ان کی مثل افراد مسجد تک نہیں جا سکتے وہ تمہاری اقتدا میں نماز ادا کریں۔ فرمایا: اور جمہور کہتے ہیں: بلکہ وہ نوافل کے بارے میں ہے، ان کو چھپانے کی وجہ سے۔ اور دوسری حدیث میں ہے: آدمی کی افضل نماز اس کے گھر میں ہے سوائے فرائض کے۔

میں کہتا ہوں کہ پس پہلی تقدیر پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں لفظِ "مِن" زائدہ ہے اور تقدیری عبارت یوں ہوگی کہ "اپنی نمازوں کو اپنے گھروں میں پڑھو" اور اس سے مراد نوافل ہوں گے۔ اور دوسری تقدیر پر لفظِ "مِن" تبعیض کے لئے ہوگا اور معنی یہ ہوں گے اپنی بعض فرض نمازوں کو اپنے گھروں میں ادا کرو۔" اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ "مِن" مطلقاً تبعیض کے لئے ہے اور نماز سے مراد مطلقاً نماز ہے اور معنی یہ ہوں گے: "اپنی بعض نمازوں کو اور وہ نماز مطلقہ میں سے نفل نماز ہے اپنے گھروں میں ادا کرو۔" اور مطلق نماز، فرض و نفل دونوں کو شامل ہے، علاوہ ازیں اصح یہ ہے کہ کلام مثبت میں زائد "مِن" کا لانا ممنوع ہے۔ اور کلام کو فرض پر محمول کرنا جائز نہیں نہ کل پر نہ بعض پر۔ کیونکہ اس حدیث پاک میں گھر میں نفل پڑھنے پر ابھارنا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس میں زیادہ پوشیدگی اور ریا سے دوری ہے..... اور تا کہ گھر اس کی برکت سے متبرک ہو جائے اور اس میں رحمت اور فرشتے نازل ہوں اور شیطان دور ہو جائے۔

((اور گھروں کو قبور نہ بناؤ)) یہ مبالغہ کے لئے حرف تشبیہ کو حذف کرنے کی بنا پر تشبیہ بلیغ بدیع کے قبیل سے ہے اور وہ جس گھر میں نماز نہ پڑھی جائے اس کو تشبیہ دینا ہے اس مکان سے کہ جس میں میت سے عبادت کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اور ایک جماعت علما نے اس حدیث سے قبرستان میں نماز ادا کرنے کی ممانعت پر تاویل کی ہے۔ اور سفاقسی نے اس تاویل کو بخاری کی جانب منسوب کیا ہے اور یہ تاویل بعید ہے اور صحیح وہ ہے کہ جسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں نفل نہیں پڑھا کرتے تھے ان میں حضرت حذیفہ، سائب بن یزید، ربیع بن خثیم اور سوید بن غفلۃ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور اسی سے

ہمارے علما نے اخذ کیا ہے کہ فرائض کے علاوہ افضل گھر میں پڑھنا ہے۔اور ترمذی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:((افضل صلاتکم فی بیوتکم إلا المکتوبة)) (تمہاری نمازوں میں افضل نماز تمہارے گھروں کی نماز ہے سوائے فرض نماز کے۔) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی ،نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔اور طبرانی نے عبدالرحمٰن بن سابط کی حدیث سے وہ اپنے والد سے وہ اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:((نوروا بیوتکم بذکر اللہ وکثروا فیھا تلاوة القرآن ولا تتخذوھا قبورا کما اتخذھا الیھود والنصاری)) اپنے گھروں کو اللہ عزوجل کے ذکر سے منور کرو اور اس میں تلاوتِ قرآن کی کثرت کرو اور انہیں نے قبور نہ بناؤ جیسا کہ یہود ونصاری نے انہیں قبور بنالیا۔

اور ابن ابی شیبہ نے سندِ جید سے روایت کیا کہ حضرت زید بن خالد جہنی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:((صلّوا فی بیوتکم ولا تتخذوھا قبورا)) (اپنے گھروں میں نماز ادا کرو اور انہیں قبور نہ بناؤ) اور اسی طرح انہوں نے ذوالجناحین کی اولاد سے جعفر بن ابراہیم سے روایت کی: مجھ سے علی بن عمر نے بیان کیا وہ اپنے والد سے، وہ علی بن حسین سے، وہ اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے وہ اسے مرفوع روایت کرتے ہیں:((لا تتخذوا قبری عیدًا ولا بیوتکم قبوراً)) (میری قبر کو عید نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبور بناؤ۔) (شرح ابی داؤد للعینی، باب صلاۃ الرجل، ج4، ص351 تا 353، مکتبہ الرشد، ریاض)

سنن ونوافل گھر میں پڑھنے کے بارے میں ایک فتوی:

سوال: سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی؟ بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں؟ اور روافض کی مشابہت اور رفض کی تہمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرور لازم ہے یا نہیں؟ اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی؟

جواب: تراویح وتحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:((علیکم بالصلٰوة فی بیوتکم فان خیر صلٰوة المرء فی بیته الاالمکتوبة)) رواہ البخاری ومسلم۔تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کیلئے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں:((صلٰوة المرء فی بیته افضل من صلاته فی مسجدی ھذاالا المکتوبة)) رواہ ابوداؤد۔نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض۔اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اسی طرح تھی۔ احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کاشانہ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہوکر دو رکعتیں پڑھتے، اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشا کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم فی صحیحه وابوداؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبداللّٰه بن شقیق قال سألت عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها عن صلٰوة رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم عن تطوعه فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظهر اربعا ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی فیصلی رکعتین، ثم ذکرت صلٰوة اللیل والوتر الی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین زاد ابوداؤد ثم یخرج فیصلی بالناس صلٰوة الفجر۔

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے، مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میرے حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو جماعت کرواتے پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرہ میں تشریف لا کر دو رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں تشریف لاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔ پھر انہوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا جب طلوع فجر ہو جاتی تو آپ دو رکعات ادا کرتے۔ سنن ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔

اسی طرح سنن جمعہ کا مکانِ جنت نشان میں پڑھنا، صحیحین میں مروی زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں۔ فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جمیعا حتی لا یبقی فی المسجد احد کانهم لا یصلون بعد المغرب حتی یصیروا الی اهلیهم۔ فتح القدیر میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے دور فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے لوٹتے ہوئے دیکھا حتی کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کرے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔

سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔ اخرجہ ابوداؤد والترمذی والنسائی عن کعب بن عجرۃ وابن ماجۃ عن حدیث رافع بن خدیج والسیاق لابی داؤد قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبدالاشہل فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلوتھم راٰھم یسبحون بعدھا فقال ھذہ صلوۃ البیوت ولفظ الترمذی والنسائی علیکم بھذہ الصلوۃ فی البیوت ولابن ماجۃ ارکعوا ھاتین الرکعتین فی بیوتکم۔ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ سے، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبدالاشہل مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی جب لوگ فرائض پڑھ چکے تو آپ نے انہیں نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ گھروں کی نماز ہے، ترمذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، العزیز شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: ہر گاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشاں را کہ نماز نفل می گزارند کہ مراد بوے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایں یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارد نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگزارند ہمچنیں بود عملے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر بسببے یا عذرے خصوصاً سنت مغرب کہ ہر گز در مسجد نگزارد و بعضے از علما گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود وبعض گفتہ اند کہ عاصی می گردد واز جہت مخالفت امر کہ ظاہرش در وجوب است وجمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است الخ۔ جب لوگوں نے فرض نماز ادا کر لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سنن مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنن مغرب یا مطلقاً نماز نفل گھروں کی نماز ہے انہیں گھروں میں ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا البتہ کسی سبب یا عذر کی صورت مستثنیٰ ہے خصوصاً نماز مغرب کی سنن مسجد میں ادا نہ کی جائیں، بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سنن مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی گنہگار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے

گا ہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علماء فرماتے ہیں وہ کسی عذر و سبب سے تھا کما مر عن الشیخ وبمثلہ قال العلامۃ ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ (جیسا کہ شیخ کے حوالے سے گزرا اسی کی مثل علامہ ابن امیر الحاج نے شرح منیہ میں فرمایا۔ت) معہذا ترک احیاناً منافی سنیت و استحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر و مؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب کمافی البحر وغیرہ (جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے۔ت) علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائما سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے "فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں میں پڑھا کرو" کما مر کل ذلك (جیسا کہ یہ سب کچھ پیچھے گزرا ہے۔ت) تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول فعل پر مرجح ہے اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہوسکتی کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ت) اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے: والافضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل وھو المروی عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تمام سنن ونوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہ بات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے: عامتھم علی اطلاق الجواب کعبارۃ الکتاب وبہ افتی الفقیہ ابو جعفر قال الا ان یخشی ان یشتغل عنھا اذا رجع فان لم یخف فالافضل البیت۔ عام فقہا نے عبارت کتاب (ہدایہ) کی طرح مطلقاً جواب دیا ہے اور فقیہ ابو جعفر نے اسی پر یہ کہتے ہوئے فتوٰی دیا ہے مگر اس صورت میں کہ جب کسی مشغولیت کی بنا پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہوجانے کا خطرہ ہو (تو مسجد میں ہی پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے (ت)

شرح صغیر میں ہے: ثم السنۃ فی سنۃ الفجر وکذا فی سائر السنن ان یاتی بھا اما فی بیتہ وھو الافضل، اوعند باب المسجد واما السنن التی بعد الفریضۃ فان ان تطوع بھا فی المسجد فحسن وتطوعہ بھا فی البیت افضل، وھذا غیر مختص بما بعد الفریضۃ بل جمیع النوافل ماعدا التراویح وتحیۃ المسجد الافضل فیھا المنزل لماروی عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت ہ ملخصا۔ پھر سنت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہ ہی افضل ہے یا دروازۂ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو بھی ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن

کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح وتحیۃ المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنن و وتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے اھ تلخیصا (ت)

اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن ونوافل کا گھر میں پڑھنا افضل، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے یونہی ہمیں حکم فرمایا تو بخیال مشابہت روافض اُسے ترک کرنا کچھ وجہ نہ رکھتا ہے۔ اہل بدعت کا خلاف ان کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امورِ خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں، بالجملہ اصل حکم استحبابی یہی ہے کہ سنن قبلیہ مثل رکعتین فجر و رباعی ظہر وعصر وعشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدیہ مثل رکعتین ظہر ومغرب وعشاء میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہوگا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادتِ ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۂ ادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے۔

قال تبارک وتعالٰی ونکتب ماقدموا و اٰثارھم و کل شیء احصینٰہ فی امام مبین۔ اللہ تبارک وتعالٰی کا فرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شئی کو ہم نے کتاب مبین میں شمار کر رکھا ہے۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوٰۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کما فی کتب الفقہ (جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔ ت) مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن وانگشت نمائی وانتشار ظنون وفتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمہ دین فرماتے ہیں: الخروج عن العادۃ شھرۃ و مکروہ (معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، ج 7، ص 410 تا 419، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اَبْوَابُ الوِتْرِ

باب نمبر 326

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الوِتْرِ

وتر کی فضیلت

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَاشِدٍ الزَّوْفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُرَّةَ الزَّوْفِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "إِنَّ اللَّهَ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ: الوِتْرُ، جَعَلَهُ اللَّهُ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ العِشَاءِ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ الفَجْرُ" وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَبُرَيْدَةَ، وَأَبِي بَصْرَةَ الغِفَارِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابوعيسى: حَدِيثُ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَقَدْ وَهِمَ بَعْضُ المُحَدِّثِينَ فِي هَذَا الحَدِيثِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَاشِدٍ الزُّرَقِيُّ، وَهُوَ وَهَمٌ، "وَأَبُو بَصْرَةَ الغِفَارِيُّ اسْمُهُ حُمَيْلُ بْنُ بَصْرَةَ، وقَالَ بَعْضُهُمْ: جَمِيلُ بْنُ بَصْرَةَ، وَلَا يَصِحُّ، وَأَبُو بَصْرَةَ الغِفَارِيُّ رَجُلٌ آخَرُ يَرْوِي عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَهُوَ ابْنُ أَخِي أَبِي ذَرٍّ

حدیث: حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری ایسی نماز کے ذریعے مدد فرمائی جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے وتر کی نماز ہے، اللہ عزوجل نے اس کا وقت تمہارے لئے عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک رکھا ہے اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت بریدہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے، اسے ہم صرف یزید بن حبیب کی روایت سے ہی جانتے ہیں اور تحقیق بعض محدثین کو اس کے بارے میں وہم ہوا تو انہوں نے کہا: "عبداللہ بن راشد زرقی" اور وہ وہم ہے۔ اور حضرت ابو بصرہ غفاری کا نام حمیل بن بصرہ ہے اور بعض نے کہا جمیل بن بصرہ اور وہ صحیح نہیں ہے۔ ابو بصرہ غفاری ایک دوسرا شخص (بھی) ہے جو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور حضرت ابو ذر کے بھائی کا بیٹا ہے۔

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((ان اللہ امدکم)) یعنی اللہ تعالٰی نے تمہارے اعمال میں زیادہ کر دیا، یہ "مَدَّ الجَیْشُ وَاَمَدَّہَا" سے ہے جس کا معنی ہے لشکر زیادہ ہوا۔ اصل یہ ہے کہ مزید علیہ مزید کی جنس سے ہو (لہذا وتر بھی واجب وضروری ہوں گے، اگرچہ فرض سے درجہ میں کم ہوں گے کہ ظنی دلائل سے ثابت ہیں، ہاشم)، علامہ طیبی اس کے تحت کہتے ہیں: یعنی تمہارے لیے زیادہ کیا جیسا کہ بعض روایات میں ہے ((بصلاۃ)) مفاتیح میں ہے: اِمداد کہتے ہیں کہ ثانی پہلے کی اتباع میں آئے اس کی تقویت اور تاکید کے لیے۔ ((یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے)) نعم کا یہاں معنی ہے اونٹ، یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے، یہ اہل عرب کی ترغیب کے فرمایا کہ یہ ان کے نزدیک عزیز ترین اموال میں سے ہیں، لہذا یہ اس سے کنایہ ہوگا کہ یہ تمام دنیا سے بہتر ہیں کیونکہ ذخیرہ آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ ((اور یہ وتر کی نماز ہے، اور اللہ عزوجل نے اس کا وقت تمہارے لئے عشاء کی نماز سے لے کر طلوعِ فجر تک رکھا ہے۔)) علامہ ابن الملک نے کہا کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر کی عشا کے فرضوں پر تقدیم جائز نہیں۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ "وقت عشا میں" تاکہ وتر کی عشا کے فرضوں پر تقدیم کا وہم نہ ہو، مزید یہ کہ زیادت مزید فیہ کے کمال کے بعد ہوگی اور وہ مزید فیہ میں کمال نمازِ عشا کی ادائیگی ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الوتر، ج3، ص947، دار الفکر، بیروت)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"((حمر النعم)) اس سے مراد سرخ اونٹ ہیں اور یہ عرب کے بہترین اموال میں سے ہیں، وہ شے کی نفاست میں اسے ضرب المثل کے طور پر استعمال کرتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ یہ سرخ اونٹ اس سے بڑھ کر ہیں، پیچھے یہ بیان گزر چکا ہے کہ امورِ آخرت کی دنیا کے سامان کے ساتھ تشبیہ صرف تقریبِ افہام کے لیے ہوتی ہے ورنہ آخرت کا ایک ذرہ جو کہ باقی رہنے والا ہے دنیا و مافیہا سے بلکہ اس جیسی کئی دنیاؤں سے بہتر ہے۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ، ج15، ص178، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر 327

مَا جَاءَ أَنَّ الوِتْرَ لَيْسَ بِحَتْمٍ

وتر لازمی نہیں ہیں

453حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: الوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلَاتِكُمُ المَكْتُوبَةِ، وَلَكِنْ سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الوِتْرَ، فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ القُرْآنِ وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ قال ابوعيسىٰ: حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَرَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَغَيْرُهُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: الوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَهَيْئَةِ الصَّلَاةِ المَكْتُوبَةِ، وَلَكِنْ سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، وَقَدْ رَوَى مَنْصُورُ بْنُ المُعْتَمِرِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوَ رِوَايَةِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ

حدیث: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے: وتر تمہاری فرض نماز کی طرح لازمی نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں اور فرمایا: بے شک اللہ وتر ہے اور وتر سے محبت فرماتا ہے تو اے اہلِ قرآن وتر کی نماز پڑھو۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: وتر فرض نماز کی طرح لازمی نہیں ہیں لیکن یہ سنت ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قرار دیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ہم سے اس حدیث پاک کو عبدالرحمٰن بن مہدی نے ابواسحٰق سے بواسطہ سفیان بیان کیا۔ اور یہ ابوبکر بن عیاش کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اور تحقیق منصور بن معتمر نے ابواسحٰق سے ابوبکر بن عیاش کی روایت کی مثل روایت کیا۔

تخریج حدیث 453: (سنن ابی داؤد، حدیث 1416، ج2، ص61، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 1675، ج3، ص228، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت)

وتر کے حکم کے بارے میں مذاہب ائمہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز وتر واجب ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، تفصیل درج ذیل ہے:

عندالاحناف:

علامہ علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی حنفی (متوفی 593ھ) فرماتے ہیں:

"نمازِ وتر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے، اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے کیونکہ اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی اور اس لیے کہ اس کے لیے اذان نہیں کہی جاتی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث پاک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إن الله تعالى زادكم صلاة ألا وهي الوتر فصلوها ما بين العشاء إلى طلوع الفجر)) (ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز کو زائد فرمایا ہے اور سن لو کہ وتر کی نماز ہے تو اسے عشا اور طلوع فجر کے درمیان پڑھو۔) یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ اسی وجہ سے بالاجماع اس کی قضا واجب ہے۔ اس کے منکر کی تکفیر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے وجوب کا ثبوت سنت سے ہے اور امام اعظم سے جو اس کے سنت ہونے کا قول مروی ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے اور اسے عشا کے وقت ہی میں ادا کیا جاتا ہے لہذا عشا کی اذان و اقامت ہی اس کے کافی ہے۔"

(الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، باب صلاۃ الوتر، ج1، ص66، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

عندالمالکیہ:

علامہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم غرناطی مالکی (متوفی 897ھ) فرماتے ہیں:

"(نماز وتر سنت مؤکدہ ہے) ابن یونس، وتر سنت مؤکدہ ہیں کسی کے لیے اسے ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔"

(التاج الاکلیل لمختصر خلیل، باب فی صلاۃ التطوع، ج2، ص384، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عندالشوافع:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"نمازِ وتر ہمارے نزدیک بغیر اختلاف کے سنت ہے۔"

(المجموع شرح المہذب، باب صلاۃ التطوع، ج4، ص12، دار الفکر، بیروت)

عند الحنابلہ:

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی (متوفی 682ھ) فرماتے ہیں:

"نمازِ وتر سنت مؤکدہ ہے، امام احمد بن حنبل سے اس بارے میں نص ہے، امام احمد نے فرمایا: جس نے وتر کو ترک کیا تو وہ بُرا کرنے والا ہے، اور مناسب ہے کہ اس کی گواہی قبول نہ کی جائے، امام احمد نے اس سے وتر کی تاکید میں مبالغہ مراد لیا ہے، اس سے وجوب مراد نہیں لیا کہ حنبل کی روایت کے مطابق انہوں نے صراحت کی ہے، فرمایا کہ وتر فرض کی منزلت میں نہیں، لہذا اگر چاہے تو قضا کرے اور اگر چاہے تو قضا نہ کرے۔" (الشرح الکبیر، مسئلۃ ثم الوتر ولیس بواجب، ج1، ص706، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع)

وتر کے وجوب پر دلائل

(1) مسند بزار میں ہے: ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (مسند البزار، ج5، ص67، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ)

(2) حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْوِتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ الحدیث)) ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وتر حق ہے، واجب ہے۔

(سنن الدارقطنی، الوتر بخمس او بثلاث او بواحدۃ الخ، ج2، ص340، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث سنن ابی داؤد میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: ((الْوِتْرُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ الحدیث)) ترجمہ: وتر حق ہیں ہر مسلمان پر۔ (سنن ابی داؤد، باب کم الوتر، ج2، ص62، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

یہی حدیث پاک امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" اور "المعجم الاوسط" میں ان الفاظ سے نقل کی ہے: ((عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَفَعَهُ قَالَ: الْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ)) ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، ارشاد فرمایا: وتر ہر مسلمان واجب ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، ج2، ص267، دار الحرمین، القاہرہ ☆ المعجم الکبیر، عطا بن یزید اللیثی عن ابی ایوب، ج4، ص147، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(3) سنن ابی داؤد میں ہے: ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا)) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے سنا: وتر حق ہے پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق ہے پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق ہے پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (سنن ابی داؤد، باب فیمن لم یوتر، ج2، ص62، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

نہ پڑھنے پر وعید اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

اس حدیث پاک کو "سنن ابی داؤد" کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد علامہ زیلعی فرماتے ہیں:

"اسے امام حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور فرمایا: ابومنیب (اس روایت کے ایک راوی) ثقہ ہیں اور امام ابن معین نے بھی ان کی توثیق کی ہے، ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ صالح الحدیث ہیں، اور انہوں نے امام بخاری پر انکار کیا ہے کہ انہوں نے ان کو ضعفاء میں شامل کیا ہے اور امام نسائی، ابن حبان، عقیلی نے اس میں کلام کیا ہے اور ابن عدی نے کہا کہ میرے نزدیک ان میں کوئی حرج نہیں۔"

(نصب الرایۃ، باب صلاۃ الوتر، ج2، ص112، مؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر، بیروت)

(4) مسند احمد بن حنبل میں ہے، حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے: ((إِنَّ أَبَا بَصْرَةَ حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوِتْرُ، فَصَلُّوهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: حضرت ابوبصرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز زیادہ کر دی ہے اور وہ وتر ہے، پس اسے نماز عشا سے نمازِ فجر کے درمیانی وقت میں پڑھو۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی بصرۃ الغفاری، ج39، ص271، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اس حدیث پاک سے وتر کے واجب ہونے پر استدلال چند طرح سے ہے:

(۱) ایک یہ کہ وتر فرض نمازوں کے بعد واجب ہوئے کیونکہ فرمایا کہ یہ تمہارے لیے زیادہ کیے گئے۔

(مبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج1، ص155، دار المعرفۃ، بیروت)

(۲) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی اپنی طرف نہ فرمائی کہ سنتوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے۔ (مبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج1، ص155، دار المعرفۃ، بیروت)

(۳) اسی طرح زیادتی واجبات ہی میں متحقق ہوتی ہے کیونکہ یہی محصور و محدود ہوتے ہیں جبکہ نوافل تو غیر محدود ہوتے ہیں۔ (مبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج1، ص156، دار المعرفۃ، بیروت)

(۴) کسی چیز کی زیادتی اسی چیز کی جنس سے ہوتی ہے، اس لیے پانچ فرض نمازوں میں وتر کی زیادتی اس بات کو مستلزم ہے کہ وتر بھی فرض ہو مگر چونکہ یہ اخبار احاد سے ثابت ہے اس لیے واجب قرار دیا گیا۔

(۵) یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر پڑھنے کا امر فرمایا اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔

(5) حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ ،الْوِتْرُ، جَعَلَهُ اللَّهُ لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ)) ترجمہ: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری ایسی نماز کے ذریعے مدد فرمائی جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے وتر کی نماز ہے، اللہ عزوجل نے اس کا وقت تمہارے لئے عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک رکھا ہے۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء ان الوتر لیس بحتم، ج2، ص314، مطبعہ مصطفی البابی، مصر)

(6) سنن دارقطنی میں ہے: ((عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: مَكَثْنَا زَمَانًا لَا نَزِيدُ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ ،فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعْنَا فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ،ثُمَّ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ قَدْ زَادَكُمْ صَلَاةً ،فَأَمَرَنَا بِالْوِتْرِ)) ترجمہ: عمرو بن شعیب، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ہم ایک زمانہ تک ٹھہرے رہے، ہم نے پانچ نمازوں کسی نماز کو زیادہ نہ کیا، پھر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہم اکٹھے ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کی ثنا بیان کی پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز زائد کی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وتر کا حکم دیا۔ (سنن الدار القطنی، فضیلۃ الوتر، ج2، ص354، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من قال: الوتر واجب، ج2، ص92، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(8) حضرت مجاہد نمازِ وتر کے بارے میں فرماتے ہیں: ((هُوَ وَاجِبٌ)) ترجمہ: نماز وتر واجب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من قال: الوتر واجب، ج2، ص92، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(9) احادیث مبارکہ میں وتر رہ جانے کی صورت میں قضا کا حکم دیا جو کہ اس کے وجوب کی دلیل ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا ذَكَرَهُ)) ترجمہ: جو شخص وتر سے سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے وتر پڑھ لے۔

(سنن ابی داؤد، باب فی الدعاء بعد الوتر، ج2، ص65، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ فَلْيُصَلِّ إِذَا أَصْبَحَ)) ترجمہ: جو شخص وتر سے سو جائے تو صبح کے وقت پڑھ لے۔ (جامع الترمذی، باب ماجاء فی الرجل ینام عن الوتر او ینسیٰ، ج2، ص330، مطبعہ مصطفی البابی، مصر)

(10) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((وِتْرُ اللَّیْلِ کَوِتْرِ النَّھَارْ)) ترجمہ: رات کے وتر دن کے وتر کی طرح ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، باب کم الوتر، ج3، ص19، المکتب الاسلامی، بیروت)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) اس روایت کو لکھ کر فرماتے ہیں:

"دن کے وتر (یعنی مغرب کی نماز) واجب (یعنی ضروری) ہے لہذا رات کے وتر بھی واجب ہوں گے۔"

(مبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج1، ص156، دارالمعرفۃ، بیروت)

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے دلائل کا جواب:

دلیل نمبر (1): صحیح بخاری وغیرہ میں موجود حدیث اعرابی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو دن رات میں پانچ نمازوں کی تعلیم دی، اس نے عرض کہ کیا اس کے علاوہ کوئی نماز ہے، فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفل پڑھو۔

ہمارے اصحاب نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ وتر واجب ہونے سے پہلے کی بات ہے، وتر پر حدیث میں یہ الفاظ کہ "وتر کی نماز تم پر زیادہ کر دی گئی" بھی اسی بات پر دلالت کر رہے ہیں۔

(نصب الرایہ، باب صلاۃ الوتر ج2، ص114، مؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر، بیروت)

دلیل نمبر (2): بعض روایات میں سوال پر وتر پڑھنے کا ذکر ہے، یہ اس کے واجب نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ فرض وواجب سواری پر نہیں پڑھے جاتے، جیسا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ((رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوتِرُ عَلَی الْبَعِیرِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، باب الوتر علی الدابۃ، ج2، ص25، دار طوق النجاۃ)

اس کے تین جوابات ہیں:

(۱) یہ عمل وتر کو واجب قرار دینے سے پہلے کا ہے۔

(۲) ممکن ہے عذر کی صورت میں آپ سواری پر وتر پڑھ لیتے ہوں جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک گزری کہ کیچڑ کے عذر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز سواری پر پڑھی۔

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جس طرح سواری پر وتر پڑھنا مروی ہے، اسی طرح سواری سے اتر کر وتر پڑھنا بھی مروی ہے، جیسا کہ امام طحاوی روایت کرتے ہیں: ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا أَنَّہُ کَانَ یُصَلِّی عَلَی رَاحِلَتِہِ وَیُوتِرُ بِالْأَرْضِ، وَیَزْعُمُ أَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُ کَذَلِکَ)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سواری پر (نفل) نماز پڑھا کرتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے اور ان کا گمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا ہی فرمایا کرتے

(شرح معانی الآثار، باب الوتر هل یصلی فی السفر علی الراحلۃ، ج1، ص429، عالم الکتب، بیروت)

تھے۔

حضرت عمر اور دیگر صحابہ سے بھی وتر سواری سے اتر کر پڑھنا مروی ہے۔ ابن عون کہتے ہیں: ((سَأَلْتُ الْقَاسِمَ عَنْ رَجُلٍ يُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَقَالَ: زَعَمُوا أَنَّ عُمَرَ كَانَ يُوتِرُ بِالْأَرْضِ)) ترجمہ: میں نے قاسم سے سواری پر وتر پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کرہ الوتر علی الراحلۃ، ج2، ص97، مکتبۃ الرشد، ریاض)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ((كَانُوا يُصَلُّونَ عَلَى رَوَاحِلِهِمْ وَدَوَابِّهِمْ حَيْثُ مَا كَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ وَالْوِتْرَ فَإِنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَهُمَا عَلَى الْأَرْضِ)) ترجمہ: صحابہ کرام اپنے کجاووں اور سواریوں پر نماز پڑھتے تھے جدھر سواریوں کا رخ ہوتا، سوائے فرض نماز کے، اور وتر کو وہ زمین پر ادا کیا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کرہ الوتر علی الراحلۃ، ج2، ص97، مکتبۃ الرشد، ریاض)

دلیل نمبر (3): وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی۔

اس کے منکر کی تکفیر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ثبوت اخبار احاد سے ہے، اس لیے اس کا درجہ بھی فرض نمازوں سے کم ہے۔

دلیل نمبر (4) اس باب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: "وتر تمہاری فرض نماز کی طرح لازمی نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں"

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو فرمایا کہ "تمہاری فرض نماز کی طرح لازم نہیں" یہ ہمارے خلاف نہیں کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ فرض نماز کی طرح نہیں بلکہ اس کا درجہ ظنی دلائل ہونے کی وجہ سے فرائض سے کم ہے اور اس کو جو سنت فرمایا تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے۔

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وتر فرض تھے:

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وتر فرض تھے، اس میں فقہا کا اختلاف ہے، شوافع کا موقف یہ ہے کہ وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھے۔

(نہایۃ المحتاج شرح المنھاج، ج6، ص175 ☆ روضۃ الطالبین، ج7، ص3)

شوافع میں سے علامہ حلیمی، علامہ عز بن عبد السلام اور امام غزالی اور اسی طرح مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وجوب صرف حالت حضر میں ہے سفر میں نہیں کیونکہ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وتر سواری پر پڑھتے تھے اور فرض نماز سواری پر نہ پڑھتے تھے۔ (تلخیص الحبیر، ج3، ص120 ☆ شرح الزرقانی، ج2، ص156)

علامہ نووی شافعی نے فرمایا: مذہب یہ ہے کہ وتر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے لیکن سواری پر وتر کا پڑھنا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ (المجموع شرح المہذب، ج4، ص20)

احناف کے نزدیک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وتر واجب وضروری تھے، اور علامہ عینی حنفی نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سواری پر وتر پڑھنا ان پر وتر کے فرض ہونے سے پہلے کا معاملہ ہے۔ (عمدۃ القاری، ج7، ص15)

باب نمبر 328

مَا جَاءَ فِی كَرَاهِيَةِ النَّوْمِ قَبْلَ الوِتْرِ

وتر سے قبل سونا مکروہ ہے

455حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ :حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عِيسَى بْنِ أَبِي عَزَّةَ، عَنْ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي ثَوْرٍ الأَزْدِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ ، قَالَ عِيسَى بْنُ أَبِي عَزَّةَ :وَكَانَ الشَّعْبِيُّ يُوتِرُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَنَامُ ، وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ ابوعيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ وَأَبُو ثَوْرٍ الأَزْدِيُّ اسْمُهُ حَبِيبُ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَقَدْ اخْتَارَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ لَا يَنَامَ الرَّجُلُ حَتَّى يُوتِرَ "وَرُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :مَنْ خَشِيَ مِنْكُمْ أَنْ لَا يَسْتَيْقِظَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ أَوَّلِهِ، وَمَنْ طَمِعَ مِنْكُمْ أَنْ يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَإِنَّ قِرَاءَةَ القُرْآنِ فِي آخِرِ اللَّيْلِ مَحْضُورَةٌ، وَهِيَ أَفْضَلُ قال ابوعيسى: حَدَّثَنَا بِذَلِكَ هَنَّادٌ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے قبل وتر پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

عیسی بن ابوعزہ کہتے ہیں :امام شعبی رحمہ اللہ اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے پھر سوتے تھے۔اوراس باب میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں :اس سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک حسن غریب ہے اور ابوثور الازدی کا نام حبیب بن ابوملیکہ ہے اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور ان کے بعد اہلِ علم کی ایک قوم نے اس بات کو اختیار کیا کہ آدمی وتر سے پہلے نہ سوئے۔

حدیث: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا: جسے تم میں خوف ہو کہ وہ رات کے آخری پہر نہ جاگ سکے گا تو وہ اول شب میں وتر پڑھ لے اور جو تم آخری شب میں قیام کی طمع رکھتا ہو تو وہ آخری شب میں وتر پڑھے پس بے شک آخری شب میں قرآن کی تلاوت میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ افضل ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں :اس حدیث کو ہم سے ہناد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابو معاویہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ اعمش،ابوسفیان

جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ   اور جابر کے بیان کیا۔

تخریج حدیث455:

شرح حدیث

سونے سے پہلے وتر پڑھنا کس کے لیے ہے:

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں:

((سونے سے پہلے وتر پڑھوں)) اس میں سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا استحباب ہے، اور یہ اس کے حق میں ہے جو جاگنے کی قوت نہ رکھتا ہو اور یہ دو نیندوں کے درمیان نماز پڑھنے کو (بھی) شامل ہے۔

(فتح الباری لابن حجر، باب صلاۃ الضحی فی الحضر، ج3، ص57، دار المعرفہ، بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا کیوں فرمایا:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے قبل وتر پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا)) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے حال کے زیادہ لائق تھا اس خوف کی وجہ سے کہ نیند کی وجہ سے ان کے وتر فوت نہ ہو جائیں، ورنہ وتر رات کے آخر میں ادا کرنا افضل ہے، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: کہا گیا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے اول حصے میں احادیث کثیرہ جو ان کے پاس محفوظ تھیں ان کے حفظ و استحضار میں مشغول رہتے تھے، تو اول رات کا بڑا حصہ گزر جاتا، اب سو کر رات کے آخری حصے میں جاگنا مشکل ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس افضل کام کے اشتغال کی وجہ سے وتر سونے سے پہلے پڑھنے کا فرمایا، اھ۔ ممکن ہے کہ کوئی اور سبب بھی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مرقاۃ ملخصا، باب الوتر، ج3، ص944، دار الفکر، بیروت)

"محضورۃ" کا معنی:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی فرماتے ہیں:

"محضورۃ" کا معنی ہے کہ ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور یہ قبولیت اور حصول رحمت کے زیادہ قریب ہے۔

(شرح النووی علی مسلم، باب الاوقات التی نہی عن الصلاۃ فیہا، ج6، ص116، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

رات کے وقت وتر پڑھنے کے افضل ہونے کی وجہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((اور یہ افضل ہے)) یعنی اس کا ثواب اکمل ہے ملائکہ، رحمت وبرکت واستغفار کے حاضر ہونے کی وجہ سے، اور اس وجہ سے کہ یہ یعنی سحری کا وقت رات کا افضل وقت ہے اور اس وجہ سے کہ اس میں رات کو قیام کرنے والے ابرار کے ساتھ مشابہت ومشارکت ہے۔ (مرقاۃ، باب الوتر، ج3، ص943، دارالفکر، بیروت)

باب نمبر 329

مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَآخِرِهِ

رات کے اول وآخر میں وتر پڑھنا

456 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ أَوَّلَهُ، وَأَوْسَطَهُ، وَآخِرَهُ، فَانْتَهَى وِتْرُهُ حِينَ مَاتَ إِلَى السَّحَرِ :أَبُو حَصِينٍ اسْمُهُ عُثْمَانُ بْنُ عَاصِمٍ الأَسَدِيُّ، وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَجَابِرٍ، وَأَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ، وَأَبِي قَتَادَةَ قال ابوعيسى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ الوِتْرُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

حدیث: حضرت مسروق نے ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے اول، اوسط اور اس کے آخر میں وتر پڑھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں سحری کے وقت وتر پڑھے۔

ابوحصین کا نام عثمان بن عاصم الاسدی ہے اور اس باب میں حضرت علی، حضرت جابر، حضرت ابومسعود الانصاری اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہلِ علم نے وتر آخری رات میں پڑھنے کو اختیار فرمایا۔

تخریج حدیث 456: (صحیح البخاری، حدیث 996، ج2، ص25، دار طوق النجاة ☆ صحیح مسلم، حدیث 745، ج1، ص512، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

((حضرت مسروق نے ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے اول، اوسط اور اس کے آخر میں وتر پڑھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں سحری کے وقت وتر پڑھے))...... کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اول رات میں یا رات کے درمیان میں پڑھنا بیانِ جواز کے لیے تھا اور آخر رات تک مؤخر کرنا اس بات پر تنبیہ کے لیے تھا کہ یہ افضل ہے اس کے لیے جو جاگنے پر قدرت رکھتا ہو۔ بعض اسلاف اول رات میں وتر پڑھتے تھے، ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان، حضرت ابوہریرہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، اور بعض رات کے آخری حصے میں پڑھتے تھے، ان میں سے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابودرداء، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیند سے پہلے پڑھنے کا فرمایا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اس لیے اختیار کیا کہ جب آپ کو اندیشہ ہوا کہ ان پر نیند غلبہ پالے گی تو اس لیے انہوں بھروسے والی بات کرنے کا فرمایا، اور رات کے آخری حصے میں وتر ادا کرنے کی ترغیب اس کے لیے ہے جو اس کی قوت رکھتا ہو اور اس کی عادت ایسی نہ ہو کہ نیند اس پر غلبہ پالے۔ ابن خزیمہ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: ((ان النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ لأبي بكر: مَتى توتر؟ قَالَ: قبل أَن أَنَام. وَقَالَ لعمر: مَتى توتر؟ فَقَالَ: أَنَام ثمَّ أوتر. فَقَالَ لأبي بكر: أخذت بالحزم أَو بالوثيقة. وَقَالَ لعمر: أخذت بِالْقُوَّةِ)) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: آپ وتر کب پڑھتے ہیں؟ جواب دیا: سونے سے پہلے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: آپ وتر کب پڑھتے ہیں؟ جواب دیا: میں پہلے سوتا ہوں پھر وتر پڑھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: آپ نے مستقل مزاجی والی بات یا (فرمایا) بھروسے والی بات کو لیا ہے اور حضرت عمر سے فرمایا: آپ نے قوت والی بات کو لیا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، باب ایقاظ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج7، ص10، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

وتر کو رات کے آخری حصے میں پڑھنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کا اتفاق ہے کہ رات کے آخری حصے میں وتر پڑھے جائیں، یہ استحباب اس کے لیے

ہے جسے یہ یقین ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھ کر پڑھ لے گا، جسے اس پر وثوق نہ ہو تو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے۔

(احناف: تبیین الحقائق، الاوقات التی یستحب فیہا الصلاۃ، ج1، ص84، المطبعۃ الکبری الامیریہ، القاہرہ ☆ حنابلہ: کشاف القناع، باب صلاۃ التطوع، ج1، ص416، دار الکتب العلمیہ، بیروت ☆ شوافع: اسنی المطالب، فروع وقت الوتر والتراویح، ج1، ص203، دار الکتاب الاسلامی، بیروت ☆ مالکیہ: القوانین الفقہیہ، الباب التاسع والعشرون، ج1، ص61، مطبوعہ بیروت)

فقہانے دلیل کے طور پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أَيُّكُمْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ، ثُمَّ لِيَرْقُدْ وَمَنْ وَثِقَ بِقِيَامٍ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ فَإِنَّ قِرَاءَةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَحْضُورَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ)) ترجمہ: جسے تم میں خوف ہو کہ وہ رات کے آخری پہر نہ جاگ سکے گا تو وہ پہلے وتر پڑھ لے پھر سو جائے، اور جسے اپنے قیام اللیل پر وثوق ہو تو وہ آخری شب میں وتر پڑھے پس بے شک آخری شب میں قرآن کی تلاوت میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ افضل ہے۔

(صحیح مسلم، باب من خاف ان لا یقوم من آخر، ج1، ص520، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

54/54

باب نمبر 330

مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ بِسَبْعٍ

وتر سات رکعات کے ساتھ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ، فَلَمَّا كَبِرَ وَضَعُفَ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ ابوعيسى: حَدِيثُ أُمِّ سَلَمَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

حدیث: حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعات کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے تھے تو جب عمر مبارک زیادہ ہوئی اور ضعف ہوا تو سات رکعات کے ساتھ وتر ادا فرمائے۔ اور اس باب میں سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوِتْرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَإِحْدَى عَشْرَةَ، وَتِسْعٍ، وَسَبْعٍ، وَخَمْسٍ، وَثَلَاثٍ، وَوَاحِدَةٍ قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: "مَعْنَى مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ، قَالَ: إِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ، فَنُسِبَتْ صَلَاةُ اللَّيْلِ إِلَى الْوِتْرِ"، وَرَوَى فِي ذَلِكَ حَدِيثًا عَنْ عَائِشَةَ، وَاحْتَجَّ بِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ، قَالَ: إِنَّمَا عَنَى بِهِ قِيَامَ اللَّيْلِ، يَقُولُ: إِنَّمَا قِيَامُ اللَّيْلِ عَلَى أَصْحَابِ الْقُرْآنِ

حدیث: اور بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر تیرہ، گیارہ، نو، سات، پانچ، تین اور ایک رکعت کے ساتھ پڑھنا بھی مروی ہے۔ اسحٰق بن ابراہیم کہتے ہیں: اس حدیث کا معنی جو مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعات کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔" تو وہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعات وتر کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے تو یوں رات کی نماز کو وتر کی جانب منسوب کر دیا گیا۔ اور اس بارے میں ایک حدیث پاک سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ اور انہوں نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مروی ہے فرمایا: "اے اہلِ قرآن وتر کی نماز ادا کرو۔" تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد قیام اللیل ہے۔ وہ کہتے ہیں: قیام اللیل قرآن والوں کے لئے ہی ہے۔

باب نمبر 331

مَا جَاءَ فِی الوِتْرِ بِخَمْسٍ

وتر پانچ رکعات کے ساتھ

459۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ، لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، قال ابوعيسىٰ: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، "وَقَدْ رَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمُ الْوِتْرَ بِخَمْسٍ، وَقَالُوا: لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، قال ابوعيسىٰ: وَسَأَلْتُ أَبَا مُصْعَبٍ الْمَدِينِيَّ، عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِالتِّسْعِ وَالسَّبْعِ، قُلْتُ: كَيْفَ يُوتِرُ بِالتِّسْعِ وَالسَّبْعِ؟ قَالَ: يُصَلِّي مَثْنَى مَثْنَى، وَيُسَلِّمُ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ

حدیث: حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات پر مشتمل تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ رکعات کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے تھے ان میں آخری رکعت کے علاوہ کسی میں بھی نہ بیٹھتے تھے تو جب مؤذن اذان دیتا تو دو خفیف رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اور اس باب میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے۔ اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں بعض اہلِ علم کی رائے وتر کو پانچ رکعات کے ساتھ پڑھنے کی ہے اور انہوں نے فرمایا: وتر پڑھنے والا صرف ان کے آخر میں قعدہ کرے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے ابومصعب مدینی سے اس حدیث کہ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نو اور سات رکعات کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے۔" کے بارے میں پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح نو اور سات رکعات کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے؟ فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعتیں ادا فرماتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے تھے۔

تخریج حدیث 459: (صحیح مسلم، حدیث 737، ج1، ص508، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

باب نمبر332

مَا جَاءَ فِی الوِتْرِ بِثَلاثٍ

وتر تین رکعات کے ساتھ

460۔حَدَّثَنَا ہَنَّادٌ قَالَ:حَدَّثَنَا أَبُو بَکْرِ بْنُ عَیَّاشٍ، عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ، عَنْ الحَارِثِ، عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوتِرُ بِثَلَاثٍ یَقْرَأُ فِیهِنَّ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِنَ المُفَصَّلِ، یَقْرَأُ فِی کُلِّ رَکْعَةٍ بِثَلَاثِ سُوَرٍ آخِرُهُنَّ :قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ "وَفِی البَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِی أَیُّوبَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَی، عَنْ أُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ. وَیُرْوَی أَیْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَی، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، هَکَذَا رَوَی بَعْضُهُمْ فَلَمْ یَذْکُرُوا فِیهِ عَنْ أُبَیٍّ، وَذَکَرَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَی، عَنْ أُبَیٍّ، وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمْ إِلَی هَذَا، وَرَأَوْا:أَنْ یُوتِرَ الرَّجُلُ بِثَلَاثٍ قَالَ سُفْیَانُ :إِنْ شِئْتَ أَوْتَرْتَ بِخَمْسٍ، وَإِنْ شِئْتَ أَوْتَرْتَ بِثَلَاثٍ، وَإِنْ شِئْتَ أَوْتَرْتَ بِرَکْعَةٍ .قَالَ سُفْیَانُ :وَالَّذِی أَسْتَحِبُّ أَنْ أُوتِرَ بِثَلَاثِ رَکَعَاتٍ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ المُبَارَکِ، وَأَهْلِ الکُوفَةِ ، حَدَّثَنَا سَعِیدُ

حدیث:حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعات کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے ان میں طوال مفصل سے نو سورتیں پڑھا کرتے تھے ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھتے تھے اور ان کے آخر میں ''قل هو الله احد'' پڑھا کرتے تھے۔

اور اس باب میں حضرت عمران بن حصین، حضرت سیدتنا عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابوایوب، حضرت عبد الرحمٰن بن ابزی کی حضرت ابی بن کعب کے واسطہ کے ساتھ اور اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات مروی ہیں۔اور اسی طرح بعض محدثین نے روایت کیا تو انہوں نے اس حدیث میں ''ابی'' کا ذکر نہیں کیا۔ اور بعض نے عبدالرحمٰن بن ابزی کی بواسطہ ابی بن کعب حدیث کو ذکر کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ سے ایک قوم اس جانب گئی ہے اور ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی تین رکعات وتر پڑھے۔سفیان کہتے ہیں:اگر تو چاہے تو پانچ رکعات وتر ادا کر اور اگر تو چاہے تو تین رکعات ادا کر اور اگر تو چاہے تو ایک رکعت ادا کر لے۔سفیان کہتے ہیں:میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ وتر تین رکعات ادا کیے جائیں اور یہی ابن مبارک اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: كَانُوا يُوتِرُونَ بِخَمْسٍ، وَبِثَلَاثٍ، وَبِرَكْعَةٍ، وَيَرَوْنَ كُلَّ ذٰلِكَ حَسَنًا

محمد بن سیرین سے مروی ہے فرمایا: صحابہ کرام علیہم الرضوان پانچ، تین اور ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا فرمایا کرتے تھے اور ان سب کو اچھا سمجھتے تھے۔

تخریج حدیث460:

باب نمبر333

مَا جَاءَ فِي الوِتْرِ بِرَكْعَةٍ

وتر ایک رکعات کے ساتھ

461۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ:حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، فَقُلْتُ :أُطِيلُ فِي رَكْعَتَيِ الفَجْرِ؟ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ، وَكَانَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ وَالأَذَانُ فِي أُذُنِهِ ، وَفِي البَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَجَابِرٍ، وَالفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ،قال ابوعيسىٰ:حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ :رَأَوْا أَنْ يَفْصِلَ الرَّجُلُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَالثَّالِثَةِ يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ، وَبِهِ يَقُولُ مَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ

حدیث:حضرت انس بن سیرین سے روایت ہے فرمایا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو میں نے کہا: میں فجر کی دو رکعتوں کو طویل کرتا ہوں تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دو دو رکعات پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر بناتے تھے اور دو رکعتیں اس حال میں پڑھتے تھے کہ اذان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کانوں میں گونج رہی ہوتی تھی ۔اور اس باب میں حضرت سیدتنا عائشہ ،حضرت جابر ، حضرت فضل بن عباس ،حضرت ابوایوب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور اسی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے بعض کا عمل ہے۔ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی دو اور تیسری رکعت کے درمیان فاصلہ کرے اور ایک رکعت وتر پڑھے اور امام مالک ،شافعی ،احمد اور اسحٰق رحمہم اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

تخریج حدیث 461:(صحیح البخاری، حدیث995، ج2،ص25، دار طوق النجاۃ)

شرح حدیث

صلاۃ اللیل اور نماز تہجد کی رکعتیں:

کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ 4، ص678، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات میں بیدار ہو اور اپنے اہل کو جگائے پھر دونوں دو دو رکعت پڑھیں تو کثرت سے یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے۔" اس حدیث کو نسائی و ابن ماجہ اپنی سنن میں اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور منذری نے کہا یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب صلاۃ التطوع، باب تودیع المنزل برکعتین، ج1، ص624)

جس حدیث پاک میں پانچ رکعتوں کا ذکر ہے، ان میں دو رکعت تہجد کی ہیں اور تین رکعت وتر کی ہیں۔

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آٹھ تک ثابت (ہے)۔ (بہار شریعت، حصہ 4، ص678، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ان ابواب میں مذکور جن احادیث کریمہ میں گیارہ (11) رکعتیں پڑھنے کا بیان ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ تین وتر ادا فرمائے اور آٹھ رکعتیں نماز تہجد ادا فرمائیں، اور جن احادیث مبارکہ میں تیرہ (13) رکعتوں کا ذکر ہے، اس سے تین وتر، آٹھ رکعت تہجد کی اور دو رکعت فجر کی سنتیں مراد ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الوِتْرُ، وَرَكْعَتَا الفَجْرِ)) ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں ادا فرماتے تھے، اس میں وتر بھی ہوتے اور دو رکعتیں فجر کی بھی ہوتیں۔

(صحیح بخاری، کیف کان صلاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص51، دار طوق النجاۃ)

اس کے تحت علامہ عینی فرماتے ہیں:

اس میں تین وتر ہیں، آٹھ نفل رکعتیں ہیں اور دو رکعت فجر کی سنتیں ہیں، اس طرح یہ کل تیرہ رکعتیں ہو جاتی ہیں۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب فی صلاۃ اللیل، ج5، ص239، مکتبۃ الرشد، ریاض)

اور جن احادیث مبارکہ میں نو (9) رکعتوں کا ذکر ہے، ان میں تین وتر ہیں، چار رکعتیں تہجد کی ہے اور دو رکعتیں فجر کی ہیں۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب فی صلاۃ اللیل، ج5، ص254، مکتبۃ الرشد، ریاض)

الغرض تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں۔

وتروں کی رکعات کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا مؤقف:

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (587ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے اصحاب کا مؤقف یہ ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں ایک سلام کے ساتھ تمام اوقات میں۔"

(بدائع الصنائع، فصل الکلام فی مقدار صلاۃ الوتر، ج1، ص271، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شوافع کا مؤقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی 676ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک وتر بغیر اختلاف کے کم از کم ایک رکعت ہے، اور اور کم از کم درجہ کمال تین رکعت ہیں اور اس سے اکمل پانچ رکعتیں پھر سات رکعتیں پھر نو رکعتیں پھر گیارہ رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں مذہب میں مشہور قول کے مطابق۔"

(المجموع شرح المہذب، باب صلاۃ التطوع، ج4، ص12، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

"امام مالک کے نزدیک مستحب ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں، اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے ..... امام مالک کے نزدیک حقیقت میں ایک رکعت ہے اور اس میں شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے دو رکعات پڑھی جائیں یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا وہ جفت اور طاق رکعات پر مشتمل ہے جب بھی کسی شفع (دو رکعتوں) کے بعد ایک رکعت پڑھی جائے گی تو وہ وتر ہو جائیں گی۔"

(بدایۃ المجتہد، الباب الاول القول فی الوتر، ج1، ص209 تا 211، دار الحدیث، القاہرہ)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"(وتر ایک رکعت ہے) اس میں یہ بھی احتمال ہے تمام وتر ایک ہی رکعت ہے، اور جو اس سے ماقبل پڑھا جائے وہ وتر نہیں، جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہمارا مذہب یہ ہے کہ وتر ایک رکعت ہے، لیکن اس سے ماقبل دس رکعتیں ہیں، پھر وہ وتر پڑھے گا اور سلام پھیر دے گا۔ اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ کم از کم وتر ایک رکعت ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہمارا

مذہب وتر میں ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعتیں پڑھیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔"

(المغنی لابن قدامہ، مسئلۃ الوتر رکعۃ، ج2، ص111، مکتبۃ القاہرہ)

وتر کے تین رکعت ہونے پر دلائل

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ((مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے، (وہ اس طرح کہ) چار رکعتیں پڑھتے تھے، تو اس کے حسن اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھ، پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے تو اس کے حسن اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھ، پھر تین رکعتیں ادا کرتے۔ حضرت عائشہ رضی تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ وتر سے پہلے سوتے ہیں، فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص53، دار طوق النجاۃ)

(2) حضرت عبدالعزیز بن جُریج کہتے ہیں: ((سَأَلْنَا عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى: بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ)) ترجمہ: ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں میں کیا پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور معوذتین پڑھتے تھے۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء ما یقرء فی الوتر، ج2، ص326، مصطفی البابی، مصر)

یہ روایت حضرت ابن عباس سے بھی ہے، اس میں تیسری رکعت میں صرف سورۂ اخلاص کا ذکر ہے، معوذتین کا ذکر نہیں۔

(جامع الترمذی، باب ما جاء ما یقرء فی الوتر، ج2، ص325، مصطفی البابی، مصر)

(3) حضرت سعد سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَهُوَ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور ان میں صرف آخر میں سلام ہے۔

(شرح معانی الآثار، باب الوتر، ج1، ص280، عالم الکتب، بیروت)

(4) حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ

فِي الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور سلام صرف آخر میں پھیرتے۔

(سنن نسائی، ذکر اختلاف الفاظ الناقلین الخ، ج3، ص235، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی وتروں کے صرف آخر میں سلام پھیرنے والی روایت کی صحت کو تسلیم کیا ہے:

"انَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لا يسلم في ركعتي الوتر رواه النسائي بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ الْكَبِيرَةِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ" ترجمہ: "بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتروں کے صرف آخر میں سلام پھیرا" امام نسائی نے اسے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے السنن الکبیرۃ میں اسے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(المجموع شرح المہذب، باب صلاۃ التطوع، ج4، ص17,18، دار الفکر، بیروت)

(5) حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ تَطَوُّعًا وَثَلَاثَ رَكَعَاتِ الْوِتْرِ، وَرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشا اور نماز فجر کے درمیان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے، آٹھ رکعات نفل، تین وتر اور دو فجر کی سنتیں۔

(مؤطا امام محمد، باب السلام فی الوتر، ج1، ص95، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

(6) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((وِتْرُ اللَّيْلِ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ)) ترجمہ: رات کے وتر تین ہیں جیسا کہ دن کے وتر نماز کی نماز ہے۔

(سنن الدار قطنی، الوتر ثلاث کثلاث المغرب، ج2، ص349، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

(7) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((أَهْوَنُ مَا يَكُونُ الْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ)) ترجمہ: وتر کی کم از کم تین رکعتیں ہیں۔

(مؤطا امام محمد، باب السلام فی الوتر، ج1، ص96، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

(8) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ((الْوِتْرُ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) ترجمہ: نماز وتر نماز مغرب کی طرح ہے۔

(مؤطا امام محمد، باب السلام فی الوتر، ج1، ص96، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

(9) حضرت ثابت فرماتے ہیں: ((صَلَّى بِي أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْوِتْرَ أَنَا عَنْ يَمِينِهِ وَأُمُّ وَلَدِهِ خَلْفَنَا، ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، ظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُعَلِّمَنِي)) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے تین وتر پڑھائے، میں ان کے دائیں طرف تھا اور ان کے بچوں کی امی ہمارے پیچھے تھیں، تین رکعات وتر پڑھائے اور سلام صرف آخر

میں پھیرا، میں خیال یہ ہے کہ انہوں نے مجھے سکھانے کا ارادہ فرمایا۔ (شرح معانی الآثار، باب الوتر، ج1، ص294، عالم الکتب، بیروت)

(10) حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں: ((دَفَنَّا أَبَا بَكْرٍ لَيْلًا، فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَمْ أُوتِرْ، فَقَامَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلَّى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) ترجمہ: ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات میں دفن کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے، پس حضرت عمر کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کے پیچھے صفیں بنالیں، پس انہوں نے ہمیں تین رکعت وتر پڑھائے، انہوں نے صرف آخر ہی میں سلام پھیرا۔

(شرح معانی الآثار، باب الوتر، ج1، ص293، عالم الکتب، بیروت)

(11) علامہ ابن عبد البر مالکی روایت نقل کرتے ہیں: ((أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْفَرَجِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُلَيْمَانَ قُبَيْطَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عبد الرحمان حدثنا عبد العزيز بن محمد الدراوردي عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْبُتَيْرَاءِ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ رَكْعَةً وَاحِدَةً يُوتِرُ بِهَا)) ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بُتَیراء سے منع فرمایا، اور بتیراء کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک رکعت وتر پڑھے۔ (التمہید، الحدیث الاول، ج13، ص254، وزارۃ عموم الاوقاف والشئون الاسلامیہ)

(12) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((مَا أَجْزَأَتْ رَكْعَةٌ وَاحِدَةٌ قَطُّ)) ترجمہ: ایک رکعت وتر ہرگز کافی نہیں۔ (مؤطا امام محمد، باب السلام فی الوتر، ج1، ص96، المکتبۃ العلمیہ، بیروت)

(13) امام طبرانی فرماتے ہیں: ((عَنْ حُصَيْنٍ، قَالَ: بَلَغَ ابْنَ مَسْعُودٍ أَنَّ سَعْدًا يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ قَالَ: مَا أَجْزَأَتْ رَكْعَةٌ قَطُّ)) ترجمہ: حضرت حصین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر پہنچی کہ حضرت سعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے فرمایا: ایک رکعت ہرگز کافی نہیں۔ (المعجم الکبیر، ج9، ص283، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی نے "المعجم الکبیر" کے حوالے سے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد، باب الفصل بین الشفع والوتر، ج2، ص242، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

(14) حضرت ابو الزناد کا بیان ہے: ((أَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْوِتْرَ بِالْمَدِينَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا، لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں فقہاء کے قول پر تین وتر ثابت فرمائے، جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جائے۔ (شرح معانی الآثار، باب الوتر، ج1، ص296، عالم الکتب، بیروت)

(15) حضرت ابو الزناد کہتے ہیں: ((عَنِ الفقهاء السَّبْعَةِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَالْقَاسِمِ بْنِ

مُحَمَّدٍ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَخَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ، وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ..... وَرُبَّمَا اخْتَلَفُوا فِي الشَّيْءِ فَأَخَذَ بِقَوْلِ أَكْثَرِهِمْ وَأَفْضَلِهِمْ رَأْيًا .فَكَانَ مِمَّا وَعَيْتُ عَنْهُمْ عَلَى هَذِهِ الصِّفَةِ :أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ فَهَذَا مَنْ ذَكَرْنَا مِنْ فُقَهَاءِ الْمَدِينَةِ وَعُلَمَائِهِمْ قَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ ، وَتَابَعَهُمْ عَلَى ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ)) ترجمہ: فقہاء سبعہ حضرت سعید بن مسیّب، عُروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبداللہ، سلیمان بن یسار.... ان میں اختلاف ہوجاتا تو ان کے اکثر کے قول کو اور ان میں سے جو رائے میں جو افضل ہوتا اس کے قول کو لیا جاتا، میں نے ان سے وتر اس صفت پر یاد کیے کہ وتر تین ہیں اور صرف ان کے آخر میں سلام ہے۔ یہی وہ بات ہے جس نے ذکر کی کہ فقہاء مدینہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین ہیں اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا جائے گا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس معاملہ انہی کی اتباع کی ہے۔

(شرح معانی الآثار، باب الوتر، ج1، ص296، عالم الکتب، بیروت)

(16) امام حسن بصری فرماتے ہیں: ((أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) ترجمہ: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں، ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان یوتر بثلاث الخ، ج2، ص90، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(17) ابو اسحاق کہتے ہیں: ((كَانَ أَصْحَابُ عَلِيٍّ، وَأَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ لَا يُسَلِّمُونَ فِي رَكْعَتَيِ الْوَتْرِ)) ترجمہ: حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان یوتر بثلاث الخ، ج2، ص91، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(18) امام حسن فرماتے ہیں: ((كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي الثَّالِثَةِ مِثْلَ الْمَغْرِبِ)) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں ہی سلام پھیرتے تھے مغرب کی طرح۔

(مصنف عبدالرزاق، کیف التسلیم فی الوتر، ج3، ص25، المجلس العلمی، ہند)

(19) نمازِ وتر کے تین رکعت ہونے پر اور ایک رکعت کی ممانعت پر دلائل دیتے ہیں علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

(۱) ((حديث عائشة رضي الله تعالى عنها كما روينا في صفة قيام رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يوتر بثلاث)) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت جو کہ ہم نے "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کی صفت کے بیان میں" روایت کی ہے، اس میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا فرماتے۔

(۲) ((وبعث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أمه لتراقب وتر رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت أنه

أوتر بثلاث ركعات قرأ في الأولى سبح اسم ربك الأعلى وفي الثانية قل يا أيها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله أحد وقنت قبل الركوع)) ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وتروں کے مشاہدہ کے لیے بھیجا، تو انہوں نے آکر بیان کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر پڑھے، پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی، دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھی اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی۔

(۳)((وهكذا ذكر ابن عباس رضي الله تعالى عنهما حين بات عند خالته ميمونة ليراقب وتر رسول الله صلى الله عليه وسلم)) ترجمہ: ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا جب انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز وتر کے مشاہدے کے لیے رات گزاری۔

(۴)((ولما رأى عمر رضي الله تعالى عنه سعدا يوتر بركعة فقال ما هذه البتيراء لتشفعنها أو لأوذينك وإنما قال ذلك؛ لأن الوتر اشتهر أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن البتيراء)) ترجمہ: جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: تم یہ کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو، (اس کے ساتھ) دو رکعت پڑھو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا، حضرت عمر نے یہ اس لیے فرمایا کہ یہ بات مشہور تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رکعت نماز سے منع فرمایا ہے۔

(۵)((وقال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه والله ما أجزأت ركعة قط)) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم ایک رکعت بالکل کافی نہیں۔

(۶)''ولأنه لو جاز الاكتفاء بركعة في شيء من الصلوات لدخل في الفجر قصر بسبب السفر''
ترجمہ: کیونکہ اگر کسی نماز میں ایک رکعت کفایت کرتی تو حالت سفر میں نماز فجر میں قصر کر کے ایک رکعت نماز پڑھی جاتی۔

(۷)''ولا حجة له فيما روى فإن الله تعالى وتر لا من حيث العدد ''ترجمہ: اور ایک رکعت کے جواز کے قائلین کے لیے اس حدیث پاک "ان الله وتر يحب الوتر" (اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے) میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے مگر عدد کے اعتبار سے نہیں۔ (المبسوط للسرخسی، الفصل الاول عدد رکعات الوتر، ج 1، ص 164، دار المعرفہ، بیروت)

ایک رکعت وتر کی دلیل کا جواب:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض

کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کی نماز کیسے ہے، ارشاد فرمایا: ((مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ)) ترجمہ: دو دو کر کے پڑھو، جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ساتھ وتر کرو، تو جو تم نماز پڑھ چکے وہ تیرے لیے وتر ہو جائے گی۔ (صحیح بخاری، باب الحلق والجلوس فی المسجد، ج1، ص102، دار طوق النجاۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ایک رکعت کے ساتھ ان رکعات کو وتر کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، باب صلاۃ اللیل الخ، ج1، ص508، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

احناف کے نزدیک ایسی تمام روایات اس معنی پر محمول ہیں کہ یہ ایک رکعت پچھلی دو رکعتوں سے ملی ہوئی تھی، کیونکہ ماقبل مذکور کئی احادیث میں صراحت ہے کہ وتر کی تین رکعتوں میں صرف آخر میں سلام ہے تو ان احادیث کو بھی اسی معنی پر محمول کریں گے اور اسی طرح ایک رکعت کی ممانعت پر موجود روایات بھی اسی معنی کی تائید کرتی ہیں کہ یہاں ایک رکعت ماقبل دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر مراد ہے۔

تین رکعات سے ممانعت کا جواب:

سنن دار قطنی میں ہے: ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُوتِرُوا بِثَلَاثٍ، وَأَوْتِرُوا بِخَمْسٍ، أَوْ بِسَبْعٍ وَلَا تَشَبَّهُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین رکعت وتر نہ پڑھو، پانچ یا سات رکعت پڑھو اور وتر کو مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو۔

(سنن الدار قطنی، لاتشبھوا الوتر بصلاۃ المغرب، ج2، ص345، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں اس طرح وتر پڑھنے سے منع کیا گیا کہ اس سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھے جائیں، یعنی اس حدیث پاک میں یہ فرمایا گیا کہ صرف تین رکعت وتر ہی نہ پڑھو بلکہ اس سے پہلے کچھ نفل پڑھ لو، جیسا کہ حدیث پاک کا اگلا جملہ دلالت کر رہا ہے کہ پانچ یا سات رکعتیں پڑھو اور مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو یعنی جس طرح کہ مغرب سے پہلے کوئی نفل نہیں ہوتے اس طرح نماز وتر کو نہ بناؤ۔

اگر اس حدیث پاک سے تین رکعت وتر کی مطلقاً ممانعت لی جائے تو یہ ائمہ ثلاثہ کے بھی خلاف ہے کہ تین رکعت وتر کو وہ بھی جائز قرار دیتے ہیں بلکہ مالکیہ کے نزدیک تین رکعت پڑھنا اولیٰ ہے، اسی طرح علامہ نووی نے بھی المجموع شرح المہذب میں شوافع کا ایک قول تین رکعت وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کے افضل کا نقل کیا ہے۔

باب نمبر334

مَا جَاءَ مَا يُقْرَأُ فِي الْوِتْرِ

وتر میں قراءت

462۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ " :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الوِتْرِ :بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فِي رَكْعَةٍ رَكْعَةٍ "وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَيُرْوَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ فِي الوِتْرِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ بِالمُعَوِّذَتَيْنِ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالَّذِي اخْتَارَهُ أَكْثَرُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ يَقْرَأَ: بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِنْ ذَلِكَ بِسُورَةٍ "حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ البَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الحَرَّانِيُّ، عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ عَبْدِ العَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ :سَأَلْنَا عَائِشَةَ،

حدیث :حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی ایک رکعت میں ''سبح اسم ربك الاعلی ''اورایک میں ''قل یاایھاالکفرون ''اورایک میں ''قل ھو اللہ احد ''پڑھا کرتے تھے۔اور اس باب میں حضرت سیدنا علی ،حضرت سیدتنا عائشہ ،حضرت عبد الرحمٰن بن ابزی حضرت ابی بن کعب کے واسطہ سے روایات مروی ہیں اورحضرت عبد الرحمٰن بن ابزی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روائیت کرتے ہیں۔اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تیسری رکعت میں معوذتین اور ''قل ھواللہ احد'' پڑھا کرتے تھے اور وہ جسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اوران کے بعد کے اہلِ علم نے اختیار کیا وہ یہ ہے کہ وتر کی ایک رکعت میں ''سبح اسم ربك الاعلی ''اورایک میں ''قل یاایھاالکفرون ''اورایک میں ''قل ھو اللہ احد ''پڑھے۔

حدیث :عبد العزیز بن جریج سے روایت ہے فرمایا: ہم نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کس چیز سے پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں ''سبح اسم

بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟قَالَتْ " : كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى :بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ ،قال ابوعيسى:وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ هٰذَا هُوَ وَالِدُ ابْنِ جُرَيْجٍ صَاحِبِ عَطَاءٍ، وَابْنُ جُرَيْجٍ اسْمُهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ ،وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ربك الاعلى "اور دوسری میں "قل یاایھاالکفرون "اور تیسری میں "قل ھواللہ احد "اور معوذتین پڑھا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور یہ عبدالعزیز ،ابن جریج کے والد ہیں جو عطاء کے دوست ہیں اور ابن جریج کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہے اور تحقیق اس حدیث پاک کو یحیی بن سعید انصاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ عمرہ اور حضرت عائشہ روایت کیا۔

تخریج حدیث 416:(سنن نسائی،حدیث 1702،ج3،ص236،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،بیروت☆سنن ابن ماجہ،حدیث 1172،ج1،ص370 ،داراحیاء الکتب العربیہ،بیروت)

نماز وتر میں قراءت کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 587ھ) فرماتے ہیں:

اگر وتر کی پہلی رکعت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں ﴿سبح اسم ربک الأعلی﴾، دوسری رکعت میں ﴿قل یا أیها الکافرون﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قل هو الله أحد﴾ پڑھے تو حسن ہے، مگر اس پر ہمیشگی نہ کرے کہ کہیں جاہل لوگ اسے ضروری نہ سمجھ لیں۔ (بدائع الصنائع، فصل صفۃ القراءۃ فی صلاۃ الوتر، ج1، ص273، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"مستحب ہے کہ نماز وتر کی تین رکعتوں میں سے پہلی میں ﴿سبح اسم ربک الأعلی﴾، دوسری رکعت میں ﴿قل یا أیها الکافرون﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قل هو الله أحد﴾ پڑھے۔ یہی قول امام ثوری، امام اسحاق اور اصحاب رائے کا ہے۔ اور امام شافعی نے فرمایا: تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص اور معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھے اور تیسری رکعت میں یہی امام مالک کا قول ہے اور اس سے پہلے شفع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں مجھ تک کوئی شے معلوم نہیں پہنچی۔

شوافع وغیرہ کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے، فرماتی ہیں: ((انَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَةِ الْاُولٰی "بِسَبِّحْ"، وَفِی الثَّانِیَةِ "قُلْ یَا أَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ"، وَفِی الثَّالِثَةِ "قُلْ هُوَ اللّٰہُ أَحَدٌ"، وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلی رکعت میں ﴿سبح اسم ربک الأعلی﴾، دوسری رکعت میں ﴿قل یا أیها الکافرون﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قل هو الله أحد﴾ اور معوذتین پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ)

ہماری دلیل حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں: ((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ "بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی" وَ "قُلْ یَا أَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ" وَ "قُلْ هُوَ اللّٰہُ أَحَدٌ")) رَوَاہُ أَبُو دَاوُد، وَابْنُ مَاجَہُ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر ان تین سورتوں کے ساتھ پڑھتے تھے: ﴿سبح اسم ربک الأعلی﴾، ﴿قل یا أیها الکافرون﴾ ﴿قل هو الله أحد﴾۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَہ۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت اس معاملہ میں ثابت نہیں، کہ اس کو یحییٰ بن ایوب نے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور امام احمد اور امام یحییٰ بن معین نے معوذتین کی زیادتی کا انکار کیا ہے۔"

(المغنی لابن قدامہ، فصل الوتر بركعة، ج2، ص121، مكتبة القاهرة)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسین یحییٰ بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی 558ھ) فرماتے ہیں:

"جب وتر تین رکعات پڑھے تو ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿سبح اسم ربک الأعلى﴾، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿قل یا أیها الكافرون﴾ اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿قل هو الله أحد﴾ اور معوذتین پڑھے۔"

(البیان فی مذہب الامام الشافعی، فرع القراءة فی الوتر، ج2، ص267، دار المنہاج، جدہ)

مالکیہ کا موقف:

علامہ قاسم بن عیسیٰ بن ناجی التنوخی (متوفی 837ھ) فرماتے ہیں:

"(مستحب ہے کہ وتروں کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ ﴿سبح اسم ربک الأعلى﴾، دوسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ ﴿قل یا أیها الكافرون﴾ پڑھے، پھر تشہد بیٹھے اور سلام پھیرے پھر وتر ایک رکعت پڑھے، اس میں فاتحہ کے ساتھ ﴿قل هو الله أحد﴾ اور معوذتین پڑھے، اور اگر شفع سے زیادہ پڑھے تو وتر کو آخر میں رکھے۔) جسے شیخ نے ذکر کیا یہ قاضی عبد الوہاب کا قول ہے، اور مدونہ میں عدم تحدید کا قول ہے اور یہ دونوں قول امام مالک کے ہیں اور علامہ ابن عربی نے فرمایا کہ تہجد کے تمام حزب وغیرہ میں فقط ﴿قل هو الله أحد﴾ پڑھے ترمذی کی حدیث پاک کی وجہ سے اور یہ حدیث اس سے اصح ہے جس میں سورۂ اخلاص کے ساتھ معوذتین کے پڑھنے کا ہے۔

(شرح ابن ناجی التنوخی علی متن الرسالۃ لابن ابی زید القیروانی، ج1، ص182، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

باب نمبر335

مَا جَاءَ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ

وتر میں دعائے قنوت پڑھنا

464-حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ، قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوِتْرِ: اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ. قَالَ ابوعيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ وَاسْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ، وَلَا نَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ هَذَا. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ. فَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْقُنُوتَ فِي الْوِتْرِ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا، وَاخْتَارَ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ

حدیث: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات سکھائے جنہیں میں وتر میں پڑھتا ہوں (وہ کلمات یہ ہیں) "اللهم اهدني فيمن هديت، وعافني فيمن عافيت، وتولني فيمن توليت، وبارك لي فيما أعطيت، وقني شر ما قضيت، فإنك تقضي ولا يقضى عليك، وإنه لا يذل من واليت، تباركت ربنا وتعاليت" ترجمہ: اے اللہ عزوجل مجھے اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں ہدایت دے اور مجھے عافیت والے لوگوں میں عافیت دے اور مجھے اپنے دوستوں میں دوست بنا اور اپنی عطا میں میرے لئے برکت عطا فرما اور مجھے بری تقدیر سے محفوظ فرما پس بے شک تو فیصلہ فرماتا ہے اور تجھ پر فیصلہ نہیں کیا جاتا اور جسے تو دوست بنا لے وہ ذلیل نہیں ہوتا اے میرے رب تو برکت والا اور بلند و بالا ہے۔ اور اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے ہم ابوالحوراء السعدی کی اسی سند سے مروی حدیث سے جانتے ہیں اور ان کا نام ربیعہ بن شعبان ہے اور ہم وتر میں قنوت پڑھنے کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اس سے زیادہ بہتر کوئی شے نہیں جانتے۔

الْمُبَارَكِ، وَإِسْحَاقُ، وَأَهْلُ الْكُوفَةِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ إِلَّا فِي النِّصْفِ الآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَكَانَ يَقْنُتُ بَعْدَ الرُّكُوعِ .وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هَذَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ

اور وتر میں قنوت پڑھنے کے حوالے سے اہلِ علم کا اختلاف ہے پس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال وتر میں قنوت پڑھنے کی رائے رکھتے ہیں اور انہوں نے رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کو اختیار کیا اور یہی بعض اہلِ علم کا قول ہے اور اسی بات کے سفیان ثوری، ابن مبارک، اسحٰق اور اہلِ کوفہ قائل ہیں اور حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک آپ رضی اللہ عنہ رمضان کے نصفِ آخر میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے اور بعض اہلِ علم اس جانب گئے ہیں اور امام شافعی اور احمد اسی بات کے قائل ہیں۔

تخریج حدیث 464:(سنن ابی داؤد، حدیث 1425، ج 2، ص 63، المکتبۃ العصریہ بیروت ☆ سنن نسائی، حدیث 1745، ج 3، ص 248، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، حدیث 1178، ج 1، ص 372، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

قنوت اور مختلف دعائیں

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تیسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہے جیسے تکبیر تحریمہ میں کرتے ہیں پھر ہاتھ باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے، دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور اس میں کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری نہیں، بہتر وہ دعائیں ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھے جب بھی حرج نہیں۔

سب میں زیادہ مشہور دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤْمِنُ بِکَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ کُلَّہ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ (الٰہی! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر توکل کرتے ہیں اور ہر بھلائی کے ساتھ تیری ثنا کرتے ہیں اور ہم تیرا شکر کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے اور ہم جدا ہوتے ہیں اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیرا گناہ کرے۔ اے اللہ (عزوجل)! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے اور سعی کرتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔)

(مصنف ابن ابی شیبہ، فی قنوت الوتر من الدعاء، ج2، ص95، مکتبۃ الرشد، ریاض ☆ مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص111، المجلس العلمی، ہند)

اور بہتر یہ ہے کہ اس دعا کے ساتھ وہ دعا بھی پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم فرمائی وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ وَ تَعَالَیْتَ سُبْحَانَکَ رَبَّ الْبَیْتِ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَاٰلِہٖ (الٰہی! تو مجھے ہدایت دے ان لوگوں میں جن کو تُو نے ہدایت دی اور عافیت دے ان کے زمرہ میں جن میں تو نے عافیت دی اور میرا ولی ہو۔ اُن میں جن کا تو ولی ہوا اور جو کچھ تو نے دیا اُس میں برکت دے اور جو کچھ تو نے فیصلہ کر دیا اوسکے شر سے مجھے بچا بیشک تو حکم کرتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں کیا جاتا، بیشک تیرا دوست ذلیل نہیں ہوتا اور

تیرا دشمن عزت نہیں پاتا تُو برکت والا ہے تو پاک ہے، اے بیت کے مالک اور اللہ (عزوجل) درود بھیجے نبی پر اور ان کی آل پر۔)

(سنن ابی داود، باب القنوت فی الوتر، ج2، ص63، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ جامع ترمذی، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، ج2، ص328، مصطفی البابی، مصر ☆ سنن نسائی، باب الدعاء فی الوتر، ج3، ص248، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب ☆ سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، ج1، ص372، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

اور ایک دُعا وہ ہے جو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر وتر میں پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرَضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ (اے اللہ عزوجل! میں تیری خوشنودی کی پناہ مانگتا ہوں تیری ناخوشی سے اور تیری عافیت کی تیرے عذاب سے اور تیری ہی پناہ مانگتا ہوں تجھ سے (تیرے عذاب سے) میں تیری پوری ثنا نہیں کرسکتا ہوں جیسی تُو نے اپنی ثنا کی۔

(سنن ابی داود، باب القنوت فی الوتر، ج2، ص64، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ جامع ترمذی، باب فی دعاء الوتر، ج5، ص561، مصطفی البابی، مصر ☆ سنن نسائی، باب الدعاء فی الوتر، ج3، ص248، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب ☆ سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، ج1، ص373، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ((عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ)) کے بعد یہ پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ كَفَرَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَاءَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِمْ بَاْسَكَ الَّذِیْ لَمْ يُرَدَّ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ (اے اللہ عزوجل! تو مجھے بخش دے اور مومنین و مومنات و مسلمین و مسلمات کو اور ان کے دلوں میں اُلفت پیدا کردے اور ان کے آپس کی حالت درست کردے اور اُن کو تُو اپنے دشمن اور خود ان کے دشمن پر مدد کردے۔ اے اللہ (عزوجل)! تو کفار اہل کتاب پر لعنت کر جو تیرے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں، الٰہی تُو ان کی بات میں مخالفت ڈال دے اور ان کے قدموں کو ہٹا دے اور ان پر اپنا وہ عذاب نازل کر جو قوم مجرمین سے واپس نہیں ہوتا۔)

(مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3 ص111، المجلس العلمی، ہند)

دُعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا بہتر ہے۔ (بہار شریعت، بحوالہ غنیہ و ردالمحتار، حصہ 4، ص654,655، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وتر میں قنوت ہونے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک وتروں میں تمام سال قنوت پڑھے گا۔" (المبسوط للسرخسی، الفصل الثانی القنوت فی الوتر، ج1، ص164، دار المعرفہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی کہتے ہیں:

"نمازِ وتر میں قنوت ہونے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب قنوت کے پڑھنے کی طرف گئے ہیں، امام مالک نے منع کیا ہے اور امام شافعی نے اپنے دو اقوال میں سے ایک میں رمضان کے نصف آخر میں اجازت دی ہے۔"

(بدایۃ المجتہد، الباب الاول القول فی الوتر، ج1، ص213، دار الحدیث، القاہرہ)

شوافع کا موقف:

علامہ ابو الحسن ماوردی شافعی (متوفی 450ھ) فرماتے ہیں:

"وتر میں قنوت ماہِ رمضان کے نصف آخر کے علاوہ سال کے کسی وقت میں سنت نہیں ہے۔"

(الحاوی الکبیر، ج2، ص292، القول فی قنوت النصف الاخیر من رمضان، ج2، ص292، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اسی طرح علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی 476ھ) فرماتے ہیں:

"قنوت نمازِ وتر میں رمضان کے نصف آخر میں سنت ہے۔" (المہذب، باب صلاۃ التطوع، ج1، ص158، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابراہیم بن محمد ابن مفلح حنبلی (متوفی 884ھ) فرماتے ہیں:

"نمازِ وتر کی آخری رکعت میں تمام سال قنوت پڑھے گا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں پڑھتے تھے اس کا بیان آگے آئے گا، حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑھنے کا ذکر "کان" کے ساتھ ہے جو کہ دوام پر دلالت کرتا ہے، اور کیونکہ جو وتر کے بارے میں رمضان میں مشروع ہے وہ غیر رمضان میں بھی مشروع ہوگا جیسا کہ وتر کی تعداد۔ اور امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قنوت صرف رمضان کے نصف آخر میں پڑھی جائے گی، اسے اثرم نے اختیار کیا ہے۔"

(المبدع فی شرح المقنع، القنوت فی الوتر، ج2، ص10، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قنوت کے رکوع سے پہلے یا بعد میں ہونے کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی483ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت پڑھے،اس کی دلیل وہ آثار ہیں جو ہم نے روایت کیے ہیں اور چونکہ قنوت قراءت کے معنی میں ہے کہ "اللھم انا نستعینك "حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مصحف میں دوسورتوں میں لکھا ہوا ہے،اور قراءت رکوع سے پہلے ہے تو قنوت بھی رکوع سے پہلے ہوگی،اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک رکوع کے بعد ہے اوران کے پاس اس بارے میں کوئی اثر نہیں ہے،انہوں نے وتر کی قنوت کو نمازِ فجر کی قنوت پر قیاس کیا ہے۔"

(المبسوط للسرخسی،الفصل الثانی القنوت فی الوتر،ج1،ص165،164،دارالمعرفہ،بیروت)

شوافع کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی (متوفی476ھ) فرماتے ہیں:

"وتر میں قنوت کا محل رکوع سے اٹھنے کے بعد ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ وتر میں اس کا محل رکوع سے پہلے ہے حضرت ابی بن کعب کی حدیث کی وجہ سے اور صحیح اول ہے اس وجہ سے جو ہم نے (قنوتِ صبح کے بارے میں) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا۔" (المہذب،باب صلاۃ التطوع،ج1،ص158،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی620ھ) فرماتے ہیں:

"وتروں کی تیسری رکعت کے رکوع کے بعد قنوت پڑھے گا۔" (عمدۃ الفقہ،باب صلاۃ التطوع،ج1،ص27،المکتبۃ العصریہ،بیروت)

مالکیہ کا موقف:

ماقبل میں گزرا کہ مالکیہ کے نزدیک قنوت پڑھنا ہی منع ہے۔

رکوع سے پہلے قنوت ہونے پر احناف کے دلائل

(1) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے،واللفظ للبخاری:((عاصم قال:سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ:قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ قُلْتُ:قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ:قَبْلَهُ قَالَ:فَإِنَّ فُلاَنًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ:كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا الحديث)) ترجمہ:عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قنوت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا قنوت ثابت ہے،میں نے عرض کیا:رکوع سے

پہلے یا بعد میں؟ فرمایا: رکوع سے پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں نے مجھے آپ کے حوالے سے رکوع کے بعد کی خبر دی ہے فرمایا: اس نے جھوٹ کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد صرف ایک ماہ قنوت پڑھی ہے۔

(صحیح بخاری، باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ، ج2، ص26، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب استحباب القنوت الخ، ج1، ص469، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) سنن ابی داؤد میں ہے: ((عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، باب القنوت فی الوتر، ج2، ص64، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(3) سنن نسائی میں ہے: ((عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھا کرتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(سنن نسائی، ذکر اختلاف الناقلین لخبر ابی بن کعب، ج3، ص235، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

(4) حضرت علقمہ فرماتے ہیں: ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ، قَالَ: ثُمَّ أَرْسَلْتُ أُمِّي أُمَّ عَبْدٍ فَبَاتَتْ عِنْدَ نِسَائِهِ فَأَخْبَرَتْنِي أَنَّهُ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ، قَبْلَ الرُّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، میں نے اپنی والدہ کو بھیجا، انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس رات گزاری، پس مجھے خبر دی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، القنوت قبل الرکوع او بعدہ، ج2، ص97، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(5) حضرت ابوحمزہ کہتے ہیں: ((عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ: كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَلَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے اور فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(المعجم الکبیر، ج9، ص284، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(6) جامع ترمذی میں ہے: ((فَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْقُنُوتَ فِي الْوِتْرِ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا، وَاخْتَارَ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام سال وتر میں قنوت پڑھنے کے قائل تھے اور قنوت کو رکوع سے پہلے قرار دیتے تھے۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر، ج2، ص328، مصطفی البابی، مصر)

(7) اسود بن یزید کہتے ہیں: ((انَّ ابْنَ عُمَرَ قَنَتَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوعِ)) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، القنوت قبل الرکوع او بعدہ، ج2، ص98، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(8) حضرت علقمہ کہتے ہیں: ((انَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، کَانُوا یَقْنُتُونَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوعِ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، القنوت قبل الرکوع او بعدہ، ج2، ص97، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(9) حضرت عبداللہ بن حبیب کہتے ہیں: ((انَّ عَلِیًّا کَانَ یَقْنُتُ فِی صَلَاةِ الْغَدَاةِ قَبْلَ الرُّکُوعِ وَفِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوعِ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز میں اور وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج3، ص113، المجلس العلمی، ہند)

(10) اسماعیل بن عبدالملک کہتے ہیں: ((عَنْ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ، أَنَّهُ کَانَ یُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَیَقْنُتُ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوعِ)) ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر تین وتر پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، من کان یوتر بثلاث الخ، ج2، ص90، مکتبۃ الرشد، ریاض)

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی دلیل اور اس کا جواب:

مالکیہ تو نمازِ وتر میں قنوت پڑھنے کا ہی انکار کرتے ہیں، ماقبل مذکور احادیث و آثار ان کے خلاف حجت ہیں، شوافع اور حنابلہ کے پاس خاص وتر میں بعد الرکوع قنوت پڑھنے پر دلائل موجود نہیں، وہ نمازِ فجر کی قنوت پر قیاس کرتے ہیں (ہمارے نزدیک نمازِ فجر میں قنوت صرف مصیبت عامہ کے وقت ہے، جسے قنوت نازلہ کہتے ہیں)، اور ان کے قیاس کے مقابلے میں یقیناً احناف کی طرف سے پیش کردہ احادیث و آثار راجح ہیں۔

باب نمبر336

مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَنَامُ عَنِ الْوِتْرِ، أَوْ يَنْسَاهُ

کسی شخص کا وتر پڑھے بغیر سو جانا یا بھول جانا

465۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ

حدیث: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو وتر سے سو گیا یا بھول گیا تو وہ اسے پڑھے جب اسے یاد آئے اور جب وہ جاگے۔

466۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ فَلْيُصَلِّ إِذَا أَصْبَحَ، قال ابوعيسى: وَهَذَا أَصَحُّ مِنَ الحَدِيثِ الأَوَّلِ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ السِّجْزِيَّ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ الأَشْعَثِ يَقُولُ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، فَقَالَ: أَخُوهُ عَبْدُ اللَّهِ لَا بَأْسَ بِهِ، وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَذْكُرُ "عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ ضَعَّفَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ثِقَةٌ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِلَى هَذَا الحَدِيثِ، وَقَالُوا: يُوتِرُ الرَّجُلُ إِذَا ذَكَرَ، وَإِنْ كَانَ بَعْدَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ"

حدیث: زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو وتر سے سو گیا تو وہ اسے پڑھے جب صبح ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: اور یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ میں نے ابو داؤد سجزی یعنی سلیمان بن اشعث سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبل سے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اس کا بھائی عبداللہ میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے محمد سے سنا کہ وہ علی بن عبداللہ کے حوالے سے اس بات کو ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی تضعیف کی ہے اور کہا عبداللہ بن زید بن اسلم ثقہ ہیں اور بعض اہلِ کوفہ اس حدیث کی جانب گئے ہیں اور انہوں نے کہا: آدمی کو جب یاد آئے وہ وتر پڑھ لے اگرچہ سورج طلوع ہونے کے بعد ہو اور سفیان ثوری اسی بات کے قائل ہیں۔

باب نمبر 337
مَا جَاءَ فِی مُبَادَرَةِ الصُّبْحِ بِالوِتْرِ
صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھنا

467۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالوِتْرِ

قال ابوعيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح سے پہلے وتر پڑھ لو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

468۔حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الخَلَّالُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: صبح سے پہلے وتر پڑھ لو۔

469۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا طَلَعَ الفَجْرُ فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلَاةِ اللَّيْلِ، وَالوِتْرُ، فَأَوْتِرُوا قَبْلَ طُلُوعِ الفَجْرِ: وَسُلَيْمَانُ بْنُ

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: جب فجر طلوع ہوتی ہے تو وتر اور رات کی نماز کا وقت چلا جاتا ہے لہٰذا طلوعِ فجر سے پہلے وتر پڑھ لو۔

اور سلیمان بن موسیٰ ان الفاظ سے حدیث کو روایت کرنے میں تنہا ہیں۔

حدیث: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح کی نماز کے بعد وتر نہیں ہیں۔

اور یہی بہت سے اہلِ علم کا قول ہے اور امام شافعی، احمد اور اسحٰق رحمہم اللہ اسی بات کے قائل ہیں، یہ حضرات صبح کی

مُوسَى قَدْ تَفَرَّدَ بِهِ عَلَى هٰذَا اللَّفْظِ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا وِتْرَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ: لَا يَرَوْنَ الْوِتْرَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ "

نماز کے بعد وتر کو روا نہیں رکھتے۔

وتر کے وقت کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی (متوفی683ھ) فرماتے ہیں:

عشاء اور وتر کا وقت ایک ہی ہے مگر عشاء کو وتر سے پہلے پڑھنے کا حکم ہے۔صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) فرماتے ہیں: وتر کا وقت عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے۔اور آخری وقت طلوع فجر تک ہے۔اور یہ اختلاف اُس کی صفت کے مختلف ہونے پر مبنی ہے، چنانچہ امام اعظم کے نزدیک وتر واجب ہے، اور جب کوئی وقت دو واجب نمازوں کو جامع ہو تو وہ دونوں نمازوں کا وقت ہوتا ہے۔اگرچہ اُن میں سے ایک کی تقدیم کا حکم ہو جیسا کہ وقتی نماز اور فوت شدہ نماز (میں سے وقتی کو پہلے پڑھنے کا حکم ہے)۔

اور صاحبین کے نزدیک وتر سنت ہے۔لہذا بقیہ سنتوں کی طرح اس کا وقت بھی فرض پڑھنے کے بعد شروع ہوگا۔اور اس بارے میں اصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان عالیشان ہے: ((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى زَادَكُمْ صَلَاةً فَصَلُّوهَا مَا بَيْنَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ، أَلَا وَهِيَ الْوَتْرُ)) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے۔تم وہ نماز، عشا اور طلوع فجر کے درمیان پڑھو۔سُن لو! وہ وتر ہے۔

(الاختیار لتعلیل المختار، اوقات الصلوات الخمس، ج1، ص39، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو الطاہر ابراہیم بن عبد الصمد مالکی (متوفی536ھ) فرماتے ہیں:

"وتر کے اول وقت میں کوئی اختلاف نہیں، اس کا اول وقت وہ ہے جب عشاء کی نماز کو اس کے وقتِ مشروع میں پڑھ لیا جائے، اور اس کے اخری وقت میں اس کا وقت اختیار طلوع فجر تک ہے اور کیا اس کے لیے وقت ضرورت ہے یعنی طلوع فجر سے صبح کی نماز پڑھنے تک؟ مذہب میں اس بارے میں قول ہیں: مشہور یہ ہے کہ جب تک صبح کی نماز نہ پڑھی ہو وتر پڑھ لے اور شاذ قول یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد وتر نہ پڑھے۔" (التنبیہ علی مبادئ التوجیہ، وقت الوتر، ج2، ص559، دار ابن حزم، بیروت)

شوافع کا موقف:

نماز وتر کا وقت نماز عشا سے طلوع فجر تک ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى زَادَكُمْ

صَلَاةً وَهِيَ الْوِتْرُ فَصَلُّوهَا من صلاة الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے اور وہ وتر ہے۔ تم وہ نماز، عشاء سے طلوع فجر تک پڑھو۔

(البیان فی مذہب الامام الشافعی، فرع وقت الوتر، ج2، ص271، دار المنہاج، جدہ)

حنابلہ کا موقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی 620ھ) فرماتے ہیں:

"وتر کا وقت عشاء اور طلوعِ فجر کے درمیان ہے، پس اگر اس نے عشاء سے پہلے وتر پڑھ لیے تو اس کے وتر نہیں ہوں گے..... کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْوِتْرُ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عشاء اور نمازِ فجر کے درمیان وتر کو بنایا ہے۔"

(المغنی لابن قدامہ، فصل الافضل التہجد فی آخر اللیل، ج2، ص119، مکتبۃ القاہرہ)

وتر کی قضا کے بارے میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

فتاوی ہندیہ اور رد المحتار میں ہے:

"وتر کی نماز قضا ہو گئی تو قضا پڑھنی واجب ہے اگرچہ کتنا ہی زمانہ ہو گیا ہو، قصداً قضا کی ہو یا بھولے سے قضا ہو گئی اور جب قضا پڑھے، تو اس میں قنوت بھی پڑھے۔ البتہ قضا میں تکبیر قنوت کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے جب کہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو کہ لوگ اس کی تقصیر پر مطلع ہوں گے۔"

(فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن فی صلاۃ الوتر، ج1، ص111 ☆ رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی منکر الوتر، ج2، ص533)

علامہ محمد بن احمد سرخسی حنفی (متوفی 483ھ) فرماتے ہیں:

"ہمارے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ نمازِ وتر تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے یہاں تک کہ اگر صرف وتر کی نماز رہ جائے تو اس کی قضا کی جائے گی، کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لیلۃ التعریس" میں وتر کی قضا پڑھنے سے ابتداء کی تھی، اور جس روایت میں فرمایا کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ وتر کو صبح کی نماز تک مؤخر نہ کرو، اس کی قضا کرنے سے منع کرنا مقصود نہیں۔ اسی طرح نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے بھی وتر کی نماز قضا کی جا سکتی ہے، یہ اس بات پر دلالت ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہیں، اور فرائض سے کم ہیں حتی کہ اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی

جائے گی، اس کے لیے اذان نہیں کہی جائے گی اور رمضان کے علاوہ جماعت کے ساتھ ادا نہیں کیے جائیں گے۔"

(المبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج1، ص155، دار المعرفہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان المرداوی حنبلی (متوفی885) فرماتے ہیں:

"وتر کی قضا میں صحیح مذہب یہ ہے کہ قضا کیا جائے گا، اور اسی پر جمہور اصحاب ہیں جیسا کہ مجد، صاحب مجمع البحرین اور صاحب فروع وغیرہ۔ اور مصنف کے کلام میں یہی ہے کہ وتر سنن میں سے ہے اس طور پر شفع کے ساتھ اس کی قضا کی جائے گی صحیح قول پر، مجد نے اس کی اپنی شرح میں تصحیح کی ہے اور یہی ان کے کلام کا ظاہر ہے جنہوں نے کہا کہ وتر مجموعہ کا نام ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ اکیلی ایک رکعت قضا کرے گا، اس کو ابن تمیم نے مقدم کیا ہے اور ان کو فروع اور مجمع البحرین میں مطلق بیان کیا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ قضا نہیں کرے گا اس کو شیخ تقی الدین نے اختیار کیا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ اسے نماز فجر کے بعد قضا نہیں کیا جائے گا اور ابوبکر نے کہا کہ طلوع شمس سے پہلے تک قضا کیا جائے گا۔"

(الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف، باب صلاۃ التطوع، ج2، ص178، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شوافع کا موقف:

"امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر وتر فوت ہو جائے تو یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو قضا نہیں کرے گا..... ابواسحاق مروزی کہتے ہیں کہ قضا کرے گا اور امام شافعی نے جو فرمایا کہ قضا نہیں کرے گا اس کا مطلب ہے کہ وجوبی طور پر قضا نہیں کرے گا بہر حال اختیار اور استحباب کے طور پر قضا کرے گا اگرچہ نیند کے بعد ہو اور یہ وتر کی نماز کہلائے گی..... ابواسحاق کے قول پر ہمارے جمہور اصحاب ہیں اور یہی صحیح ہے۔"

(الحاوی الکبیر، القول فی قضاء الوتر الخ، ج2، ص287,288، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابوالطاہر ابراہیم بن عبد الصمد مالکی (متوفی536ھ) فرماتے ہیں:

اگر فجر کی مکمل کر لی تو ہمارے نزدیک بالاتفاق وتر کا وقت فوت ہو جائے گا، تو نماز صبح کے بعد وتر نہیں پڑھے گا کیونکہ نوافل میں سے کسی کی قضا نہیں کی جاتی اور یہ نماز رات کے نوافل کے لیے وتر ہے اور اس کا حکم منقطع ہو چکا لہذا اسے اس کے بعد قضا نہیں کرے گا کیونکہ قضا کا حکم اصولیوں کے صحیح مذہب پر امر ثانی کے سبب ہوتا ہے اور اس کی قضا کے لیے حکم وارد نہیں ہوا۔

(التنبیہ علی مبادئ التوجیہ، وقت الوتر، ج2، ص561، دار ابن حزم، بیروت)

نمازِ وتر قضا ہو جانے کی صورت میں پڑھنے کے دلائل اور نہ پڑھنے کی دلیل کا جواب:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ)) ترجمہ: جو وتر سے سو گیا یا بھول گیا تو وہ اسے پڑھے جب اسے یاد آئے اور جب وہ جاگے۔ (جامع ترمذی، باب ما جاء فی الرجل ینام عن الوتر الخ، ج2، ص330، مصطفی البابی، مصر)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "لیلۃ التعریس" میں وتر کی قضا پڑھنے سے ابتداء کی تھی۔

(المبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج1، ص155، دار المعرفہ، بیروت)

اور جس روایت میں فرمایا کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ وتر کو صبح کی نماز تک مؤخر نہ کرو، اس کی قضا کرنے سے منع کرنا مقصود نہیں۔ (المبسوط للسرخسی، باب مواقیت الصلاۃ، ج1، ص155، دار المعرفہ، بیروت)

اور جس روایت میں فرمایا کہ "جب فجر طلوع ہوتی ہے تو وتر اور رات کی نماز کا وقت چلا جاتا ہے لہٰذا طلوعِ فجر سے پہلے وتر پڑھ لو" اس کا مطلب یہ ہے کہ جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو وتر کی نماز کا "وقتِ ادا" چلا جاتا ہے، اب یہ قضا ہو جاتی ہے، یہاں بھی وقت کے اندر ادا کرنے کی ترغیب ہے، قضا سے منع کرنا مقصود نہیں۔

باب نمبر338

ما جاء لا وتران فی لیلۃ

ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں

470۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ :حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ :حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ :وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الَّذِي يُوتِرُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، ثُمَّ يَقُومُ مِنْ آخِرِهِ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ :نَقْضَ الْوِتْرِ، وَقَالُوا :يُضِيفُ إِلَيْهَا رَكْعَةً وَيُصَلِّي مَا بَدَا لَهُ، ثُمَّ يُوتِرُ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ، لِأَنَّهُ لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ، وَهُوَ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ إِسْحَاقُ، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ :إِذَا أَوْتَرَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَإِنَّهُ يُصَلِّي مَا بَدَا لَهُ وَلَا يَنْقُضُ وِتْرَهُ، وَيَدَعُ وِتْرَهُ عَلَى مَا كَانَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدَ، وَهَذَا أَصَحُّ، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صَلَّى بَعْدَ الْوِتْرِ

حدیث:طلق بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔''

اہلِ علم کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو اول شب میں وتر پڑھتا ہے پھر آخر شب میں وتر کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد کے بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ وہ وتروں کو توڑ دے اور انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لے اور پھر نماز پڑھے جو اس کے لئے ظاہر ہو پھر اپنی نماز کے آخر میں وتر پڑھے کیونکہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں اور اسحٰق بھی اسی جانب گئے ہیں۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں بعض اہلِ علم کا کہتے ہیں:جب وہ اول شب میں وتر پڑھ لے پھر سو جائے پھر آخر شب میں کھڑا ہو تو جو اس کے لئے ظاہر ہو وہ نماز پڑھے اور اپنے وتر نہ توڑے اور اپنے وتر کو جیسے تھے ویسے ہی چھوڑ دے اور یہ سفیان ثوری، مالک بن انس ،ابن المبارک اور احمد کا قول ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی اسناد سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے بعد نماز ادا فرمائی۔

471۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مُوسَى الْمَرَئِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ :وَقَدْ رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَعَائِشَةَ، وَغَيْرِ وَاحِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث: حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعات پڑھا کرتے تھے۔اور اسی کی مثل ابوامامہ، عائشہ اور بہت سے افراد نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

شرح حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی (متوفی 855ھ) فرماتے ہیں:

"مختصر السنن میں فرمایا "ایک رات میں دو وتر نہیں" اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے وتر پڑھے پھر اس کے بعد نماز پڑھی تو وتر کا اعادہ نہیں کرے گا۔ علما کے اس میں اختلاف ہے کہ جس نے وتر پڑھے پھر سو گیا پھر اٹھا اور نماز پڑھی، تو کیا وہ اپنی نماز کے آخر کو وتر بنائے گا؟ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب یہ معاملہ پیش آیا تو انہوں نے اپنے قیام کی ابتداء میں ایک رکعت پڑھی اور اسے اپنے سابقہ وتر کے ساتھ ملا دیا اور اسے اس کے ساتھ توڑ دیا پھر دو دو کر کے رکعتیں پڑھیں پھر ایک رکعت (ملانے) کے ساتھ وتر کی نماز پڑھی۔ اور یہی بات حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ اور ایک گروہ نقضِ وتر کا قول نہیں کرتا اور یہ بات حضرت ابو بکر اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہما سے مروی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس شخص کے بارے میں جس نے وتر توڑے تھے ارشاد فرمایا: یہ اپنے وتر کے ساتھ کھیلنے والا ہے۔ اور حضرت شعبی نے فرمایا: ہمیں پختہ کرنے کا حکم ہے، ہمیں نقض کا حکم نہیں۔ میں کہتا ہوں: ابن ابی شیبہ نے وکیع اور ابو حمزہ کے واسطہ سے ابن عیاش اور عائذ بن عمرو سے روایت کیا، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: جب تم اول رات میں وتر پڑھ لو تو آخر میں وتر نہ پڑھو اور جب آخر میں وتر پڑھو تو اول میں وتر نہ پڑھو۔ اور ہم سے ہشیم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہمیں مغیرہ نے خبر دی، وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وتروں کو توڑنے کے بارے میں سوال کیا تو ارشاد فرمایا: ((إنما أمرنا بالإبرام ولم نؤمر بالنقض)) ترجمہ: ہمیں پختہ کرنے کا حکم ہے اور ہمیں نقض (توڑنے) کا حکم نہیں۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب فی نقض الوتر، ج5، ص351,352، مکتبۃ الرشد، ریاض)

تکرارِ وتر اور نقضِ وتر کے بارے میں مذاہب

احناف کا مؤقف:

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی (متوفی 861ھ) فرماتے ہیں:

"اگر کسی نے سونے سے پہلے وتر پڑھ لیے، پھر رات کو قیام کیا، نماز پڑھی تو دوبارہ وتر نہیں پڑھے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا وتران فی لیلۃ)) (ترجمہ: ایک رات میں دو وتر نہیں۔) اس صورت میں اس حدیث پاک ((اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترا)) (ترجمہ: اپنی رات کی نماز کے آخر کو وتر بناؤ) سے جو مستحب مستفاد ہو رہا ہے

اسے ترک کرنا اس پر لازم ہے کیونکہ پہلے والوں وتر کو شفع بنانا ممکن نہیں کہ ایک رکعت یا تین رکعتیں نفل ممنوع ہیں۔"

(فتح القدیر، باب النوافل، ج1، ص438، دار الفکر، بیروت)

حنابلہ کا مؤقف:

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (متوفی620ھ) فرماتے ہیں:

"جس نے سونے سے پہلے نماز وتر پڑھ لی، پھر تہجد کے اٹھا تو وہ اپنے کو نہیں توڑے گا اور جفت نماز ہی پڑھے گا یہاں تک کہ صبح ہو جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا وتران فی لیلۃ)) ترجمہ: ایک رات میں دو وتر نہیں۔"

(الکافی فی فقہ الامام احمد، باب صلاۃ التطوع، ج1، ص266، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

"اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ آدمی جب وتر پڑھ لے پھر سو جائے پھر نفل کے لیے اٹھے تو وہ دوبارہ وتر نہیں پڑھے گا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا وتران فی لیلۃ)) (ترجمہ: ایک رات میں دو وتر نہیں۔) اس کو ابو داؤد نے تخریج کیا ہے۔ اور بعض علما کا مؤقف یہ ہے کہ پہلے وتر کو شفع بنا دے گا وہ اس طرح کہ اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا دے گا اور پھر اپنے نوافل کے آخر میں وتر پڑھے گا۔ یہ وہی مسئلہ ہے جسے نقضِ وتر کے طور پر جانا جاتا ہے، اس میں دو وجہوں سے ضعف ہے :ایک تو یہ کہ اس کے اس طرح کرنے سے نفل کی طرف نہیں پلٹیں گے۔ اور دوسرا یہ کہ شرع میں ایک رکعت نفل غیر معروف ہے۔ "

(بدایۃ المجتہد، الباب الثانی فی رکعتی الفجر، ج1، ص214، دار الحدیث، القاہرہ)

شوافع کا مؤقف:

علامہ یحیی بن شرف النووی شافعی (متوفی676ھ) فرماتے ہیں:

"جب سونے سے پہلے وتر پڑھ لے پھر اٹھے اور تہجد پڑھے تو صحیح مشہور قول پر وتر کو نہیں توڑے گا جمہور نے اسی پر جزم کیا ہے بلکہ جفت رکعتوں میں ہی تہجد پڑھے گا۔ اس میں ایک قول اور بھی ہے جسے امام الحرمین وغیرہ نے خرسانیوں سے حکایت کیا ہے کہ وہ تہجد کے شروع میں ایک رکعت پڑھ کر ماقبل پڑھے ہوئے وتر کو جفت کر دے پھر جتنی رکعتیں چاہے تہجد پڑھے پھر دوبارہ وتر پڑھے، اسے "نقض الوتر" کہتے ہیں اور مذہب پہلا قول ہے، اس حدیث پاک کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لا وتران فی لیلۃ)) (ترجمہ: ایک رات میں دو وتر نہیں۔) اسے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا

ہے، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔" (المجموع شرح المہذب، باب صلاۃ التطوع، ج4، ص15، دارالفکر، بیروت)

باب نمبر339

مَا جَاءَ فِى الوِتْرِ عَلَى الرَّاحِلَةِ

سواری پر وتر پڑھنا

472۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ :كُنْتُ أَمْشِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي سَفَرٍ، فَتَخَلَّفْتُ عَنْهُ، فَقَالَ :أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ :أَوْتَرْتُ، فَقَالَ : أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ .قَالَ ابوعيسى:حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ إِلَى هَذَا :وَرَأَوْا أَنْ يُوتِرَ الرَّجُلُ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ :لَا يُوتِرُ الرَّجُلُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ نَزَلَ فَأَوْتَرَ عَلَى الأَرْضِ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَهْلِ الكُوفَةِ

حدیث:حضرت سعید بن یسار سے روایت ہے فرمایا: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک سفر میں چل رہا تھا تو میں ان سے پیچھے رہ گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا تم کہاں تھے؟ تو میں نے کہا: میں نے وتر ادا کئے تھے تو انہوں نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ نہیں ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سواری پر وتر ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت مروی ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وغیرہ میں بعض اہلِ علم اس جانب گئے ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ آدمی اپنی سواری پر نماز پڑھ لے اور امام شافعی، احمد اور اسحٰق بھی اسی بات کے قائل ہیں۔اور بعض اہلِ علم کہتے ہیں: آدمی سواری پر وتر ادا نہ کرے تو جب اس کا وتر ادا کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اترے اور زمین پر وتر کی نماز ادا کرے اور یہی بعض اہلِ کوفہ کا قول ہے

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"((حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری پر نماز وتر پڑھی)) محی الدین نووی شافعی نے فرمایا: اس میں ہمارے مذہب کی دلیل ہے کہ سفر میں سواری پر وتر جائز ہیں جدھر سواری کا رخ ہو، اور یہ سنت ہیں واجب نہیں ہیں، اھ۔ امام اعظم کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہمارے نزدیک نماز وتر کا وجوب ان احادیث سے ثابت ہو گیا جن کا ہم نے اس کے باب میں ذکر کیا ہے تو یہ فرض کے ساتھ لاحق ہو گئے لہذا ان کا (بلا عذر شرعی) سواری پر ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ فرض نماز کا سواری پر ادا کرنا جائز نہیں، اور ان کا اس سے یہ ثابت کرنا کہ وتر سنت ہے واجب نہیں، ہمیں تسلیم نہیں کیونکہ وتر تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھے (جیسا کہ ماقبل میں گزرا) اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر سواری پر ادا فرمائے، پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وتر سنت ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ سواری پر ادا کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص ہو، اور لوگوں کو اس کی اجازت نہ ہو (پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے سواری پر ادا فرمائے ہوں۔)" (شرح ابی داؤد للعینی، باب التطوع علی الراحلۃ والوتر، ج5، ص93، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری پر نماز وتر پڑھی)) ابن ملک نے کہا: یہ حدیث پاک وتر کے عدمِ وجوب پر دلالت کرتی ہے.... امام طحاوی نے فرمایا: ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر کا حکم پختہ اور مؤکد ہونے سے پہلے سواری پر ادا فرمائے ہوں اور اس کے بعد وتر کا حکم مؤکد ہوا ہو۔ اور فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے کہ انہوں نے سواری پر نفل نماز پڑھی اور وتر زمین پر ادا فرمائے اور ان کا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب صلاۃ السفر، ج3، ص1003، دار الفکر، بیروت)

باب نمبر340

مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الضُّحَى

نمازِ چاشت کے بارے میں

473۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ :حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ :حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ فُلَانِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَمِّهِ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ صَلَّى الضُّحَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ هَانِءٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَنُعَيْمِ بْنِ هَمَّارٍ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَعُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ، وَابْنِ أَبِي أَوْفَى، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ،قال ابوعيسى:حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ"

حدیث:حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :"جس نے نمازِ چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں تو اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں سونے کا گھر تعمیر فرمائے گا۔"

اور اس باب میں حضرت ام ہانی ،حضرت ابو ہریرہ ،حضرت نعیم بن ہمار،حضرت ابوذر،حضرت عائشہ،حضرت ابو امامہ،حضرت عتبہ بن عبدالسلمی ،حضرت ابن ابی اوفی ،حضرت ابوسعید،حضرت زید بن ارقم اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں ۔امام ترمذی فرماتے ہیں :حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

474۔حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ:مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى،

حدیث:عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے روایت ہے فرمایا: مجھے کسی نے بھی اس بات کی خبر نہیں دی کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ چاشت پڑھتے دیکھا ہو سوائے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پس بے شک وہ بیان کرتی ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرمایا پس آٹھ رکعات ادا فرمائیں میں نے اس سے زیادہ خفیف نماز پڑھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود کو مکمل

إِلَّا أُمَّ هَانِءٍ، فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ، فَسَبَّحَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ،قَالَ ابوعيسىٰ:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَكَأَنَّ أَحْمَدَ رَأَى أَصَحَّ شَيْءٍ فِي هَذَا البَابِ حَدِيثَ أُمِّ هَانِيءٍ،وَاخْتَلَفُوا فِي نُعَيْمٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نُعَيْمُ بْنُ خَمَّارٍ، وقَالَ بَعْضُهُمْ:ابْنُ هَمَّارٍ، وَيُقَالُ :ابْنُ هَبَّارٍ، وَيُقَالُ :ابْنُ هَمَّامٍ، وَالصَّحِيحُ ابْنُ هَمَّارٍ، وَأَبُو نُعَيْمٍ وَهِمَ فِيهِ، فَقَالَ :ابْنُ حِمَازٍ وَأَخْطَأَ فِيهِ، ثُمَّ تَرَكَ، فَقَالَ نُعَيْمٌ :عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "،قَالَ ابوعيسىٰ :أَخْبَرَنِي بِذَلِكَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ

ادا کیا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور امام احمد کے نزدیک اس باب ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث سے زیادہ صحیح کوئی حدیث نہیں ہے۔اور حضرت نعیم کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے تو بعض نے کہا کہ وہ نعیم بن خمار ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ ابن ھمار ہیں اور انہیں ابن ھبار اور ابن ہمام بھی کہا جاتا ہے اور صحیح ابن ھمار ہے اور ابونعیم کا ان کے بارے میں وہم ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ ابن حماز ہیں اور اس میں انہوں نے خطا کی ہے پھر اسے ترک کر دیا تو کہا کہ حضرت نعیم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے اس بات کی عبد بن حمید نے ابونعیم کے حوالے سے خبر دی۔

475۔حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ السِّمْنَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، وَأَبِي ذَرٍّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ :ابْنَ آدَمَ ارْكَعْ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ،قال ابوعيسىٰ:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حدیث: حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اور وہ اللہ عزوجل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تم دن کی ابتدا میں میرے لئے چار رکعات پڑھ لو تو میں دن کے آخر تک تجھے کافی ہوں گا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

476۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْبَصْرِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ، عَنْ شَدَّادٍ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ حَافَظَ عَلَى شُفْعَةِ الضُّحَى غُفِرَ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ :وَقَدْ رَوَى وَكِيعٌ، وَالنَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ

حدیث :حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرے تو اس کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔
اور تحقیق وکیع اور نضر بن شمیل اور بہت سے ائمہ نے اس حدیث پاک کو نہاس بن قہم سے روایت کیا اور ہم اس حدیث کو صرف انہی سے جانتے ہیں۔

477۔حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى حَتَّى نَقُولَ لَا يَدَعُ، وَيَدَعُهَا حَتَّى نَقُولَ لَا يُصَلِّي، قال ابوعیسیٰ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حدیث:حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہیں چھوڑیں گے اور اسے چھوڑتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہیں پڑھیں گے۔
امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :یہ حدیث حسن غریب ہے۔

شرح حدیث

بارہ رکعتوں کی فضیلت ہمیشگی میں ہے یا ایک مرتبہ میں بھی:

علامہ محمد بن عبد الہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:

"((جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں)) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ہمیشگی کی یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے۔" (حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی صلاۃ الضحیٰ، ج1، ص416، دار الجیل، بیروت)

سمندر کی جھاگ کے برابر ہونے کا مطلب:

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"((اگرچہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں)) یعنی جب انہیں اجسام اور اعیان کے طور پر فرض کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مبالغہ کے طور پر گناہوں کی کثرت مراد ہو۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب صلاۃ الضحیٰ، ج5، ص185،186، مکتبۃ الرشد، ریاض)

سمندر کی جھاگ سے تشبیہ دینے کی وجہ:

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

" کثرت کو سمندر کی جھاگ کے ساتھ خاص اس لیے کیا کہ مخاطبین کے نزدیک اس کے کثرت میں مشہور ہونے کی وجہ سے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب صلاۃ الضحیٰ، ج3، ص982، دار الفکر، بیروت)

ایک اشکال کا جواب:

اس حدیث پاک میں فرمایا کہ "جو چاشت کی نماز پر ہمیشگی کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں" جبکہ ایک حدیث پاک میں فرمایا کہ "جو فجر کے بعد بیٹھا رہے یہاں تک (سورج کے بلند ہونے کے بعد) نماز چاشت پڑھے اور اس دوران خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کرے تو اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں" تو ایک حدیث پاک میں سمندر کی جھاگ کے برابر فرمایا اور ایک حدیث پاک میں سمندر کی جھاگ کے زیادہ فرمایا، اس کی کیا وجہ ہے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:

"علامہ ابن حجر نے کہا: اس حدیث پاک میں "سمندر کی جھاگ کے برابر" فرمایا اور ماقبل میں "سمندر کی جھاگ سے اکثر" فرمایا، اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ماقبل حدیث میں فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے اور اس کے بلند ہونے تک بیٹھنے کا فرمایا تو یہ عمل زیادہ مشقت والا ہے لہذا اس میں زیادہ ہونا ہی احق ہے۔ اس وجہ میں نظر ہے کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ اس حدیث پاک میں جو مواظبت مذکور ہے وہ صرف سورج طلوع ہونے تک بیٹھنے سے زیادہ قوی ہے، ہاں اگر بیٹھنے والی حدیث پاک میں بھی مداومت معتبر ہو یا اس کے ساتھ فجر کی فرض نماز کو بھی ملایا جائے تو یہ وجہ فرق ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ علم۔ "

(مرقاۃ المفاتیح، باب صلاۃ الضحیٰ، ج3، ص982، دار الفکر، بیروت)

نماز چاشت کا حکم، وقت اور رکعتوں کی تعداد:

نماز چاشت کی چار یا اس سے زیادہ رکعتیں مندوب اور مستحب ہے۔

(درر الحکام، رکعتی الوضوء، ج1، ص117، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

بحر الرائق میں علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی (متوفی 970ھ) فرماتے ہیں:

مصنف یعنی صاحب کنز نے مندوب نمازوں میں نمازِ چاشت کا ذکر نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا انکار کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعتیں ادا فرماتے تھے اور اس سے زیادہ جتنی چاہتے ادا فرماتے۔" اس کا مستحب ہونا ہی راجح ہے۔

(البحر الرائق، الصلاۃ المسنونہ کل یوم، ج2، ص55، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

نماز چاشت کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ الباب التاسع فی النوافل، ج1، ص112 ☆ رد المحتار، کتاب الصلاۃ باب الوتر والنوافل، مطلب سنۃ الوضوء، ج2، ص563)

مستحب ہے، کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں اور افضل بارہ رکعتیں ہیں۔

(بہار شریعت، حصہ4، ص675، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کہ احادیث مبارکہ میں دو رکعتوں سے بارہ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب پر وارد ہوئی ہیں۔

(محیط برہانی، الفصل الحادی والعشرون فی التطوع الخ، ج1، ص445، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

نماز چاشت کے فضائل

(1) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى الضُّحَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں، "اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی صلاۃ الضحی، ج 1، ص 439، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت ☆ جامع ترمذی، باب ما جاء فی صلاۃ الضحی، ج 2، ص 337، مصطفی البابی، مصر)

(2) صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِءُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى)) ترجمہ: آدمی پر اس کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، ابوداؤد) ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا صدقہ ہے اور اَللہُ اَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعتیں چاشت کی کفایت کرتی ہیں۔

(صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضحی، ج 1، ص 498، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) ترمذی نے حضرت ابو درداء اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابوداؤد اور دارمی نے حضرت نعیم بن ہمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور احمد نے ان سب سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ((ابْنَ آدَمَ ارْكَعْ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ)) ترجمہ: اے ابن آدم! شروع دن میں میرے لیے چار رکعتیں پڑھ لے، آخر دن تک میں تیری کفایت فرماؤں گا۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء فی صلاۃ الضحی، ج 2، ص 340، مصطفی البابی، مصر ☆ سنن ابی داؤد، باب صلاۃ الضحی، ج 2، ص 27، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(4) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((من صلى الضُّحَى رَكْعَتَيْنِ لم يكتب من الغافلين ومن صلى أربعا كتب من العابدين ومن صلى ستا كفي ذلك اليوم ومن صلى ثمانيا كتبه الله من القانتين ومن صلى ثِنْتَيْ عشرة ركعة بنى الله له بيتا في الجنة وما من يوم ولا ليلة إلا الله من يمن به على عباده وصدقة وما من الله على أحد من عباده أفضل من أن يلهمه ذكره)) ترجمہ: جس نے دو رکعتیں چاشت کی پڑھیں، غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار پڑھے عابدین میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس دن اُس کی کفایت کی گئی اور جو آٹھ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قانتین میں لکھے گا اور جو بارہ پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا اور کوئی دن یا رات نہیں جس میں اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان و صدقہ نہ کرے اور اس بندہ سے بڑھ کر کسی پر احسان نہ کیا

جسے اپناذکرالہام کیا۔ (الترغیب الترہیب للمنذری، کتاب النوافل، ج1، ص266، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(5) احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ((مَنْ حَافَظَ عَلَى شُفْعَةِ الضُّحَى، غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)) ترجمہ: جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرے، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔"

(سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی صلاۃ الضحیٰ، ج1، ص440، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت ☆ جامع ترمذی، باب ماجاء فی صلاۃ الضحیٰ، ج2، ص341، مصطفیٰ البابی، مصر ☆ مسند احمد، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج15، ص446، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ((لَا يُحَافِظُ عَلَى صَلَاةِ الضُّحَى إِلَّا أَوَّابٌ)) ترجمہ: چاشت کی نماز کی محافظت اواب (بہت رجوع کرنے والا) ہی کرتا ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ علی، ج4، ص159، دارالحرمین، القاہرہ)

(7) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ((مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، الحدیث)) ترجمہ: جو اپنے گھر سے طہارت کے ساتھ اپنے گھر سے فرض نماز کے لیے نکلا تو اس کے لیے احرام کے ساتھ حج کرنے والے کے اجر ہے، اور جو نمازِ چاشت کے لیے نکلا، مقصد صرف اس کی ادائیگی تھا تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے کی طرح ہے۔ (سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی فضل المشی الی الصلاۃ، ج1، ص153، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((أَوْصَانِي خَلِيلِي صلى الله عليه وسلم بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ فِي سَفَرٍ، وَلَا حَضَرٍ: رَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَصَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ، وَأَنْ لَا أَنَامَ إِلَّا عَلَى وِتْرٍ)) ترجمہ: میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے کہ میں انہیں سفر و حضر میں نہ چھوڑوں: چاشت کی دو رکعتیں، مہینے میں تین روزے اور یہ کہ وتر پڑھ کر ہی سوؤں۔ (سنن ابی داؤد، باب فی الوتر قبل النوم، ج2، ص65، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(9) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الضُّحَى، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ: أَيْنَ الَّذِينَ كَانُوا يُدِيمُونَ عَلَى صَلَاةِ الضُّحَى؟ هَذَا بَابُكُمْ فَادْخُلُوهُ بِرَحْمَةِ اللَّهِ)) ترجمہ: جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کا نام "ضحیٰ" ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو صلاۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) پر ہمیشگی اختیار کرتے تھے، یہ تمہارا دروازہ ہے، پس اس میں داخل ہوجاؤ اپنے رب عزوجل کی رحمت سے۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، ج5، ص195، دارالحرمین، القاہرہ)

باب نمبر 341

مَا جَاءَ فِی الصَّلَاۃِ عِنْدَ الزَّوَالِ

زوال کے وقت نماز پڑھنا

478۔ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي الْوَضَّاحِ هُوَ أَبُو سَعِيدٍ الْمُؤَدِّبُ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي أَيُّوبَ، قَالَ ابوعیسی: حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الزَّوَالِ، لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ

حدیث: حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ بے شک یہ ساعت ہے کہ جس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور مجھے بھی یہ محبوب ہے کہ میرا نیک عمل اس ساعت میں اٹھایا جائے۔

اور اس باب میں علی اور ابو ایوب رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعات پڑھا کرتے تھے جن کے آخر میں سلام پھیرا کرتے تھے۔

شرح حدیث

علامہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"((حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے)) عراقی نے کہا کہ یہ ظہر کی چار سنت قبلیہ کے علاوہ ہیں اور انہیں سنت الزوال کہا جاتا ہے۔" (قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص204، جامعہ ام القریٰ، مکۃ المکرمہ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے)) یہ چار رکعات ظہر کی چار رکعت سنت قبلیہ ہی ہیں، ایسا ہمارے علما میں سے بعض شارحین نے کہا ہے اور انہوں نے اس کہنے سے اس شخص کے رد کا ارادہ کیا ہے کہ جس نے گمان کیا کہ یہ ظہر کی سنت قبلیہ کے علاوہ ہیں اور اس نے ان رکعتوں کو سنت زوال کا نام دیا ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب السنن وفضائلہا، ج3، ص894، دار الفکر، بیروت)

57/57

باب نمبر342

مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْحَاجَةِ

نمازِ حاجت کے بارے میں

479۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيسَى بْنِ يَزِيدَ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَكْرٍ، عَنْ فَائِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى اللَّهِ حَاجَةٌ، أَوْ إِلَى أَحَدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُحْسِنِ الْوُضُوءَ، ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللَّهِ، وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لِيَقُلْ :لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الحَلِيمُ الكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ العَرْشِ العَظِيمِ، الحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، قال ابوعيسىٰ :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ، فَائِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُضَعَّفُ فِي الحَدِيثِ، وَفَائِدٌ هُوَ أَبُو

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جسے اللہ عزوجل کی جانب یا کسی بنی آدم کی جانب کوئی حاجت ہو تو وہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر اللہ عزوجل کی ثنا بیان کرے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یوں کہے: "لا إله إلا الله الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين، أسألك موجبات رحمتك، وعزائم مغفرتك، والغنيمة من كل بر، والسلامة من كل إثم، لا تدع لي ذنبا إلا غفرته، ولا هما إلا فرجته، ولا حاجة هي لك رضا إلا قضيتها يا أرحم الراحمين" ترجمہ: "اللہ حلم وکرم والے کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، عرشِ عظیم کے مالک اللہ عزوجل کے لئے پاکی ہے، تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں، اے اللہ عزوجل میں تجھ تیری رحمت کے اسباب اور تیری بخشش کے ذرائع اور ہر نیکی کی ذریعے غنیمت کے حصول اور ہر گناہ سے سلامتی کی دعا کرتا ہوں، تو میرے ہر گناہ کی بخشش فرما، اور ہر غم دور فرما اور ہر وہ حاجت جس میں تیری رضا ہو اسے پورا فرما اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے

الْوَرْقَاءِ

اور اس کی اسناد میں کچھ گفتگو ہے فائد بن عبدالرحمن حدیث کے حوالے سے تضعیف کی جاتی ہے اور فائد وہ ابوالورقاء ہے۔

شرح حدیث

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں:

"((ہر گناہ سے سلامتی کی دعا کرتا ہوں)) عراقی نے کہا کہ اس حدیث پاک میں ہر گناہ سے بچنے کے سوال کا جواز ہے، بعض نے اس کے جواز کا انکار کیا ہے کیونکہ عصمت صرف انبیا اور ملائکہ کے لیے ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انبیاء اور ملائکہ کے حق میں واجب ہے اور ان کے علاوہ کے لیے جائز ہے اور جائز چیز کا سوال جائز ہے مگر ادب یہ ہے کہ حفاظت کا سوال کیا جائے عصمت کا سوال نہ کیا جائے، بچنا کہیں یا حفاظت کہیں مراد یہاں حفاظت ہی ہے۔"

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج 1، ص 205، جامعہ ام القریٰ، مکۃ المکرمہ)

نماز حاجت کی مختلف صورتیں

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نماز حاجت کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) ابوداؤد حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی امر اہم پیش آتا تو نماز پڑھتے۔

(2) اس کے لیے دو رکعت یا چار پڑھے۔ حدیث میں ہے: "پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی پڑھے اور باقی تین رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک بار پڑھے، تو یہ ایسی ہیں جیسے شب قدر میں چار رکعتیں پڑھیں۔"

مشائخ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نماز پڑھی اور ہماری حاجتیں پوری ہوئیں۔

(3) ایک حدیث میں ہے جس کو ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس کی کوئی حاجت اللہ (عزوجل) کی طرف ہو یا کسی بنی آدم کی طرف تو اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ عزوجل کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم و کریم ہے، پاک ہے

اللہ (عزوجل)، مالک ہے عرشِ عظیم کا، حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جو رب ہے تمام جہاں کا، میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب مانگتا ہوں اور طلب کرتا ہوں تیری بخشش کے ذرائع اور ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی کو میرے لیے کوئی گناہ بغیر مغفرت نہ چھوڑ اور ہر غم کو دور کر دے اور جو حاجت تیری رضا کے موافق ہے اسے پورا کر دے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔)

(4) ترمذی بافادہ تحسین وتصحیح وابن ماجہ وطبرانی وغیرہم عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک صاحب نابینا حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کی، اللہ (عزوجل) سے دُعا کیجیے کہ مجھے عافیت دے، ارشاد فرمایا: اگر تو چاہے تو دُعا کروں اور چاہے صبر کر اور یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ "انھوں نے عرض کی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دُعا کریں، انھیں حکم فرمایا: کہ وضو کرو اور اچھا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دُعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ (ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور توسل کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو نبی رحمت ہیں یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے اپنے رب (عزوجل) کی طرف اس حاجت کے بارہ میں متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ میری حاجت پوری ہو۔" الٰہی! اون کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔)

عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آئے، گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔

(5) نیز قضائے حاجت کے لیے ایک مجرب نماز جو علما ہمیشہ پڑھتے آئے یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ مبارک پر جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور امام کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے سوال کرے، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ میں ایسا کرتا ہوں تو بہت جلد میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

(6) نیز اس کے لیے ایک مجرب نماز صلاۃ الاسرار ہے جو امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی بہجۃ الاسرار میں اور مُلّا علی قاری و شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس کی ترکیب یہ ہے کہ بعد نماز مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار قل ھو اللہ پڑھے سلام کے بعد اللہ عزوجل کی حمد وثنا کرے پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گیارہ بار دُرود وسلام عرض کرے اور گیارہ بار یہ کہے: يَا رَسُوْلَ اللهِ يَا نَبِيَّ اللهِ اَغِثْنِیْ وَاَمْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ يَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ (ترجمہ: اے اللہ (عزوجل) کے

رسول! اے اللہ (عزوجل) کے نبی! میری فریاد کو پہنچئے اور میری مدد کیجیے، میری حاجت پوری ہونے میں، اے حاجتوں کے پورا کرنے والے۔)

پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر یہ کہے: یَا غَوْثَ الثَّقَلَیْنِ وَ یَا کَرِیْمَ الطَّرَفَیْنِ اَغِثْنِیْ وَامْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ (اے جن وانس کے فریادرس اور اے دونوں طرف (ماں باپ) سے بزرگ! میری فریاد کو پہنچئے اور میری مدد کیجیے، میری حاجت پوری ہونے میں، اے حاجتوں کے پورا کرنے والے۔)

پھر حضور کے توسل سے اللہ عزوجل سے دُعا کرے۔ (بہارِ شریعت، حصہ 4، ص 685 تا 687، مکتبۃ المدینہ کراچی)

باب نمبر343

ما جاء في صلاة الاستخارة

نمازِ استخارہ کے بارے میں

480۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ " :إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ :اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي -أَوْ قَالَ :فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ -فَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعِيشَتِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي -أَوْ قَالَ :فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ -فَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ، قَالَ :وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ "وَفِي

حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام امور میں استخارہ کرنا سکھاتے تھے جیسا کہ ہمیں قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تم میں کسی کو کوئی معاملہ پیش آئے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعتیں ادا کرے پھر یوں کہے: "اللهم إني أستخيرك بعلمك، وأستقدرك بقدرتك، وأسألك من فضلك العظيم، فإنك تقدر ولا أقدر، وتعلم ولا أعلم، وأنت علام الغيوب، اللهم إن كنت تعلم أن هذا الأمر خير لي في ديني ومعيشتي وعاقبة أمري -أو قال :في عاجل أمري وآجله -فيسره لي، ثم بارك لي فيه، وإن كنت تعلم أن هذا الأمر شر لي في ديني ومعيشتي وعاقبة أمري -أو قال :في عاجل أمري وآجله -فاصرفه عني، واصرفني عنه، واقدر لي الخير حيث كان، ثم ارضني به" ترجمہ: "اے اللہ عزوجل میں تجھ سے استخارہ کرتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور تیری قدرت کے ساتھ طلب قدرت کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ عزوجل اگر

البَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي أَيُّوبَ، قَالَ ابوعيسى: حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الْمَوَالِ وَهُوَ شَيْخٌ مَدِينِيٌّ ثِقَةٌ، رَوَى عَنْهُ سُفْيَانُ حَدِيثًا، وَقَدْ رَوَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ

تیرے علم میں یہ ہے کہ یہ کام میرے لیے بہتر ہے میرے دین ومعیشت اور انجام کار میں یا فرمایا اس وقت اور آئندہ میں تو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور آسان کر پھر میرے لیے اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ میرے لیے یہ کام برا ہے میرے دین ومعیشت اور انجام کار میں یا فرمایا اس وقت اور آئندہ میں تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھ کو اس سے پھیر اور میرے لیے خیر کو مقرر فرما جہاں بھی ہو پھر مجھے اس سے راضی کر۔" فرمایا: اور اپنی حاجت کو بیان کرے۔ اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مروی ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے ہم اسے صرف عبدالرحمٰن بن ابوالموال کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور وہ شیخ مدینی، ثقہ ہیں۔ ان سے سفیان نے حدیث روایت کی ہے اور عبدالرحمٰن سے بہت سے ائمہ نے روایت کی ہے۔

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((تمام امور میں)) یعنی جن امور کا ہم ارادہ کرتے چاہے وہ امور مباحہ ہوں یا امور عبادت، مگر عبادت میں استخارہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وقت اور کیفیت کے بارے میں، نہ کہ اصل فعل کے بارے میں"

((جیسا کہ ہمیں قرآن کریم کی سورت سکھاتے تھے)) یہ بات استخارہ سے متعلق بہت زیادہ توجہ پر دلالت کرتی ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب التطوع، ج3، ص985، دار الفکر، بیروت)

استخارہ کا معنی:

استخارہ کا لغوی معنی ہے: طَلَبُ الخِيرَةِ فِي الشَّيْءِ۔ شے میں خیر کا طلب کرنا۔

(لسان العرب، فصل الخاء، ج4، ص266، دار صادر، بیروت)

استخارہ کا اصطلاحی معنی یہ ہے: أَن يسْأَل عز وَجل خير الْأَمريْنِ۔ اللہ تعالیٰ سے دو امروں میں سے بہتر کا سوال کرنا۔

(کشف المشکل لابن الجوزی، کشف المشکل من حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج3، ص51، دار الوطن، ریاض)

استخارہ سے متعلق کچھ مسائل اور آداب:

(1) استخارہ ایسے اہم معاملے میں ہوتا ہے جو خیر اور شر کا احتمال رکھتا ہو کیونکہ استخارہ نفس طاعت کے کرنے میں نہیں ہے اور نفس معصیت کے ترک میں بھی نہیں ہے۔ (شرح مسند ابی حنیفہ للقاری، حدیث الاستخارۃ، ج1، ص17,18، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(2) حج اور جہاد اور دیگر نیک کاموں میں نفس فعل کے لیے استخارہ نہیں ہو سکتا، ہاں تعیین وقت کے لیے کر سکتے ہیں۔

(غنیۃ المتملی، مدکتاالاستخارۃ، ص431)

(3) استخارہ جس طرح امور مباحہ میں ہوتا ہے اسی طرح امور مستحبہ میں بھی ہوتا ہے کیونکہ امور مستحبہ میں بھی بعض بعض پر ترجیح رکھتے ہیں۔ (شرح الاربعین النوویہ لابن دقیق العید، مقدمہ، ج1، ص19، موسسۃ الریان)

(4) مستحب یہ ہے کہ اس دعا کے اول آخر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور درود شریف پڑھے اور پہلی رکعت میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ پہلی میں وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ وَيَخْتَارُ يُعْلِنُوْنَ تک اور دوسری میں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ آخر آیت تک بھی پڑھے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب التطوع، ج3، ص985، دار الفکر، بیروت☆ ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی رکعتی الاستخارۃ، ج2، ص570)

(5) بہتر یہ ہے کہ سات بار استخارہ کرے کہ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((یَا أَنَسُ، إِذَا هَمَمْتَ بِأَمْرٍ فَاسْتَخِرْ رَبَّكَ فِيهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْظُرْ إِلَى الَّذِي يَسْبِقُ إِلَى قَلْبِكَ فَإِنَّ الْخَيْرَ فِيهِ)) اے انس! جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اپنے رب (عزوجل) سے اس میں سات بار استخارہ کر پھر نظر کر تیرے دل میں کیا گذرا کہ بیشک اُسی میں خیر ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی، باب کم مرۃ یستخیر اللہ عزوجل، ج1، ص550، دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ ومؤسسۃ علوم القرآن، جدہ)

(6) استخارہ کا وقت اس وقت تک ہے کہ ایک طرف رائے پوری جم نہ چکی ہو۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص683، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(7) اور بعض مشائخ سے منقول ہے کہ دُعائے مذکور پڑھ کر باطہارت قبلہ رُو سورہے اگر خواب میں سپیدی یا سبزی دیکھے تو وہ کام بہتر ہے اور سیاہی یا سُرخی دیکھے تو بُرا ہے اس سے بچے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی رکعتی الاستخارۃ، ج2، ص570)

باب نمبر344

مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ التَّسْبِيحِ

نمازِ تسبیح کے بارے میں

481۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى قَالَ :أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ :أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ :حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ، غَدَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ:عَلِّمْنِي كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي صَلَاتِي، فَقَالَ :كَبِّرِي اللَّهَ عَشْرًا، وَسَبِّحِي اللَّهَ عَشْرًا، وَاحْمَدِيهِ عَشْرًا، ثُمَّ سَلِي مَا شِئْتِ، يَقُولُ :نَعَمْ نَعَمْ وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَالفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي رَافِعٍ ،قَالَ ابوعيسى:حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، "وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ حَدِيثٍ فِي صَلَاةِ التَّسْبِيحِ، وَلَا يَصِحُّ مِنْهُ كَبِيرُ شَيْءٍ، وَقَدْ رَأَى ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ :صَلَاةَ التَّسْبِيحِ وَذَكَرُوا الفَضْلَ فِيهِ "حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو وَهْبٍ، قَالَ :سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ عَنِ الصَّلَاةِ الَّتِي

حدیث: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم صبح کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مجھے کچھ کلمات سکھا دیجیے جنہیں میں نماز میں پڑھا کروں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس مرتبہ "اللہ اکبر" کہو اور دس مرتبہ "سبحان اللہ" کہو اور دس مرتبہ "الحمد للہ" کہو پھر جو چاہو اللہ عزوجل سے مانگو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہاں ہاں۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت فضل بن عباس اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔ اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کے علاوہ بھی نمازِ تسبیح کے حوالے سے روایت مروی ہے اور ان کا بہت سا حصہ صحیح نہیں ہے اور تحقیق عبداللہ بن مبارک اور بہت سے اہلِ علم صلاۃ التسبیح کے بارے رائے رکھتے ہیں اور انہوں نے اس بارے میں فضیلت کو بھی ذکر کیا ہے۔

ابو وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے اس نماز کے بارے میں سوال کیا کہ جس میں تسبیح

يُسَبِّحُ فِيهَا؟ فَقَالَ " :يُكَبِّرُ، ثُمَّ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، ثُمَّ يَقُولُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً :سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَتَعَوَّذُ، وَيَقْرَأُ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) (الفاتحة1 :) ، وَفَاتِحَةَ الكِتَابِ، وَسُورَةً، ثُمَّ يَقُولُ عَشْرَ مَرَّاتٍ :سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْكَعُ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَسْجُدُ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا، يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلَى هَذَا، فَذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ تَسْبِيحَةً فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، يَبْدَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِخَمْسَ عَشْرَةَ تَسْبِيحَةً، ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرًا، فَإِنْ صَلَّى لَيْلًا فَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُسَلِّمَ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَإِنْ صَلَّى نَهَارًا فَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ وَإِنْ شَاءَ لَمْ يُسَلِّمْ "قَالَ أَبُو وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ أَبِي رِزْمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ :يَبْدَأُ فِي الرُّكُوعِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ العَظِيمِ، وَفِي السُّجُودِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى ثَلَاثًا، ثُمَّ يُسَبِّحُ التَّسْبِيحَاتِ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ

پڑھی جاتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ تکبیر کہے۔ پھر پڑھے "سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالى جدك، ولا إله غيرك " پھر پندرہ مرتبہ کہے: "سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر " پھر تعوذ کہے اور "بسم الله الرحمن الرحيم " اور فاتحۃ الکتاب اور سورت پڑھے پھر پندرہ مرتبہ کہے "سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر " پھر رکوع کرے تو وہ اسے دس مرتبہ کہے پھر اپنا سر اٹھائے تو دس مرتبہ یہی تسبیح کہے پھر سجدہ کرے تو اس تسبیح کو دس مرتبہ کہے پھر اپنا سر اٹھائے تو اس تسبیح کو دس مرتبہ کہے پھر دوسرا سجدہ کرے تو پھر اسے دس مرتبہ کہے، چار رکعتیں اسی طرز پر ادا کرے تو یہ ہر رکعت میں 75 تسبیحات ہوئیں، وہ ہر رکعت کی ابتداء پندرہ تسبیحات سے کرے پھر قراءت کرے پھر دس مرتبہ تسبیح کرے پس اگر وہ رات میں نماز پڑھے تو مجھے یہ پسند ہے کہ وہ دو رکعتوں پر سلام پھیر لے اور اگر دن میں پڑھے تو چاہے دو رکعتوں پر سلام پھیرے یا نہ پھیرے۔ ابو وہب کہتے ہیں: اور مجھے عبدالعزیز بن ابو رزمہ نے عبداللہ کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: رکوع میں "سبحان ربي العظيم" اور سجود میں "سبحان ربي الاعلى" سے شروع کرے پھر (مذکورہ) تسبیحات پڑھے۔ احمد بن عبدہ کہتے ہیں: اور ہم سے وہب بن زمعہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھے عبدالعزیز نے خبر دی اور وہ ابن ابو رزمہ ہیں وہ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ اگر اسے

عَبْدَةَ :وَحَدَّثَنَا وَہْبُ بْنُ زَمْعَةَ قَالَ :أَخْبَرَنِی عَبْدُ الْعَزِیزِ وَہُوَ ابْنُ أَبِی رِزْمَةَ "قَالَ :قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ :إِنْ سَهَا فِیهَا یُسَبِّحُ فِی سَجْدَتَیِ السَّهْوِ عَشْرًا عَشْرًا؟ قَالَ :لَا، إِنَّمَا هِیَ ثَلَاثُ مِائَةِ تَسْبِیحَةٍ

کوئی سہو ہو جائے تو کیا وہ سجدہ سہو میں بھی دس دس مرتبہ تسبیح پڑھے تو انہوں نے کہا: نہیں کیونکہ وہ صرف تین سو تسبیحات ہیں۔

482۔حَدَّثَنَا أَبُو کُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ :حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ حُبَابٍ الْعُكْلِیُّ قَالَ :حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَیْدَةَ قَالَ :حَدَّثَنِی سَعِیدُ بْنُ أَبِی سَعِیدٍ، مَوْلَى أَبِی بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِی رَافِعٍ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ :یَا عَمِّ أَلَا أَصِلُكَ، أَلَا أَحْبُوكَ، أَلَا أَنْفَعُكَ ، قَالَ : بَلَى یَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ " :یَا عَمِّ، صَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِی كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ، فَإِذَا انْقَضَتِ الْقِرَاءَةُ، فَقُلْ :اللَّهُ أَكْبَرُ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً قَبْلَ أَنْ تَرْكَعَ، ثُمَّ ارْكَعْ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ اسْجُدْ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ اسْجُدْ فَقُلْهَا عَشْرًا، ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَقُلْهَا عَشْرًا قَبْلَ أَنْ تَقُومَ، فَتِلْكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ فِی كُلِّ رَكْعَةٍ وَهِیَ

حدیث: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اے میرے چچا! کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہ کروں ،کیا میں آپ کو عطا نہ کروں، کیا میں آپ کو نفع نہ دوں؟ تو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا اے میرے چچا! چار رکعات یوں پڑھو کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھو تو جب قراءت مکمل ہو جائے تو رکوع سے قبل پندرہ مرتبہ یوں کہو: "اللہ أکبر، والحمد للہ، وسبحان اللہ، ولا إلہ إلا اللہ " پھر رکوع کرو تو دس مرتبہ اسے پڑھو پھر اپنے سر کو اٹھاؤ تو دس مرتبہ اسے پڑھو پھر سجدہ کرو تو اسے دس مرتبہ پڑھو، پھر اپنا سر اٹھاؤ تو اسے دس مرتبہ پڑھو تو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ پڑھو پھر اپنا سر اٹھاؤ تو کھڑے ہونے سے پہلے دس مرتبہ پڑھو تو یوں یہ ہر رکعت میں 75 مرتبہ ہوئیں اور چار رکعات میں تین سو مرتبہ۔اور اگر تیرے گناہ ریت کے ٹیلوں کی مانند بھی ہوں تو اللہ عزوجل تیری بخشش فرمادے گا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے روزانہ کہنے کی کون استطاعت رکھے گا تو نبی پاک صلی اللہ

ثَلَاثَمِائَةٍ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ، وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكَ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ غَفَرَهَا اللَّهُ لَكَ "، قَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَهَا فِي يَوْمٍ، قَالَ:إِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ أَنْ تَقُولَهَا فِي يَوْمٍ فَقُلْهَا فِي جُمُعَةٍ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ أَنْ تَقُولَهَا فِي جُمُعَةٍ فَقُلْهَا فِي شَهْرٍ، فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ لَهُ، حَتَّى قَالَ :فَقُلْهَا فِي سَنَةٍ ،قال ابوعيسى:هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي رَافِعٍ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اگر تم اسے روزانہ پڑھنے کی استطاعت نہ رکھو تو ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرو تو اگر ہر جمعہ میں اسے پڑھنے کی استطاعت نہ رکھو تو پھر مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لو تو یونہی فرماتے رہے حتیٰ کہ فرمایا تو اسے سال میں پڑھ لو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ابورافع کی حدیث سے زیادہ غریب ہے۔

شرح حدیث

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"اس نماز کو صلاۃ التسبیح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نمازی اس میں قراءت سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے ،اسی طرح رکوع میں، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجود میں اور دو سجدوں کے درمیان بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

(شرح ابی داؤد للعینی، باب صلاۃ التسبیح، ج5،ص197، مکتبۃ الرشد، ریاض)

صلوۃ التسبیح کے فضائل، اس کا طریقہ اور کچھ مسائل

اس نماز میں بے انتہا ثواب ہے بعض محققین فرماتے ہیں اس کی بزرگی سن کر ترک نہ کریگا مگر دین میں سستی کرنے والا۔

(بہار شریعت، حصہ 4،ص683، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:((يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّاهُ أَلَا أُعْطِيكَ أَلَا أَمْنَحُكَ أَلَا أَحْبُوكَ أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ)) ترجمہ: اے چچا! کیا میں تم کو عطا نہ کروں، کیا میں تم کو بخشش نہ کروں، کیا میں تم کو نہ دوں تمہارے ساتھ احسان نہ کروں، دس خصلتیں ہیں کہ جب تم کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اگلا پچھلا پرانا نیا جو بھول کر کیا اور جو قصداً کیا چھوٹا اور بڑا پوشیدہ اور ظاہر۔

اس کے بعد صلاۃ التسبیح کی ترکیب تعلیم فرمائی پھر فرمایا:((إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ، فَفِي عُمُرِكَ مَرَّةً)) ترجمہ: اگر تم سے ہو سکے کہ ہر روز ایک بار پڑھو تو کرو اور اگر روز نہ کرو تو ہر جمعہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو ہر مہینہ میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو سال میں ایک بار اور یہ بھی نہ کرو تو عمر میں ایک بار۔ "

(سنن ابی داود، باب صلاۃ التسبیح، ج2،ص29، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

اور اس کی ترکیب ہمارے طور پر وہ ہے جو سنن ترمذی شریف میں بروایت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 4،ص683، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اللہ اکبر کہہ کر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ

وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُكَ پڑھے پھر یہ پڑھے سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ پندرہ بار پھر اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللہ اور الحمد اور سورت پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھے پھر رکوع کرے اور رکوع میں دس بار پڑھے پھر رکوع سے سر اٹھائے اور بعد تسمیع وتحمید دس بار کہے پھر سجدہ کو جائے اور اس میں دس بار کہے پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار کہے پھر سجدہ کو جائے اور اس میں دس مرتبہ پڑھے۔ یو ہیں چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں بار تسبیح اور چاروں میں تین سو ہوئیں ..... اور رکوع وسجود میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے کے بعد تسبیحات پڑھے۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح، ج2، ص347، مصطفی البابی، مصر)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ کو معلوم ہے اس نماز میں کون سورت پڑھی جائے؟ فرمایا سورہ تکاثر والعصر اور ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَد﴾ اور بعض نے کہا سورہ حدید اور حشر اور صف اور تغابن۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ التسبیح، ج2، ص571)

اگر سجدہ سہو واجب ہو اور سجدے کرے تو ان دونوں میں تسبیحات نہ پڑھی جائیں اور اگر کسی جگہ بھول کر دس بار سے کم پڑھی ہیں تو دوسری جگہ پڑھ لے کہ وہ مقدار پوری ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد جو دوسرا موقع تسبیح کا آئے وہیں پڑھ لے مثلاً قومہ کی سجدہ میں کہے اور رکوع میں بھولا تو اسے بھی سجدہ ہی میں کہے نہ قومہ میں کہ قومہ کی مقدار تھوڑی ہوتی ہے اور پہلے سجدہ میں بھولا تو دوسرے میں کہے جلسہ میں نہیں۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ التسبیح، ج2، ص571)

تسبیح اُنگلیوں پر نہ گنے بلکہ ہو سکے تو دل میں شمار کرے ورنہ اُنگلیاں دبا کر۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ التسبیح، ج2، ص572)

ہر وقت غیر مکروہ میں یہ نماز پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ کہ ظہر سے پہلے پڑھے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، ج1، ص113)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ اس نماز میں سلام سے پہلے یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ تَوْفِيْقَ اَهْلِ الْهُدٰى وَاَعْمَالَ اَهْلِ الْيَقِيْنِ وَمُنَاصَحَةَ اَهْلِ التَّوْبَةِ وَعَزْمَ اَهْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَهْلِ الْخَشْيَةِ وَطَلَبَ اَهْلِ الرَّغْبَةِ وَتَعَبُّدَ اَهْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَهْلِ الْعِلْمِ حَتّٰى اَخَافَكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مَخَافَةً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِيْكَ حَتّٰى اَعْمَلَ بِطَاعَتِكَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِهٖ رِضَاكَ وَحَتّٰى اُنَاصِحَكَ بِالتَّوْبَةِ خَوْفًا مِّنْكَ وَحَتّٰى اُخْلِصَ لَكَ النَّصِيْحَةَ حُبًّا لَّكَ وَحَتّٰى اَتَوَكَّلَ عَلَيْكَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنٍّ م بِكَ سُبْحٰنَ خَالِقِ النُّوْرِ (ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت والوں کی توفیق اور یقین والوں کے اعمال اور اہل توبہ کی خیر خواہی اور اہل صبر کا

عزم اور خوف والوں کی کوشش اور رغبت والوں کی طلب اور پرہیزگاروں کی عبادت اور اہل علم کی معرفت تاکہ میں تجھ سے ڈروں۔ اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ سے ایسا خوف مانگتا ہوں جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روکے، تاکہ میں تیری طاعت کے ساتھ ایسا عمل کروں جس کی وجہ سے تیری رضا کا مستحق ہو جاؤں، تاکہ تیرے خوف سے خالص توبہ کروں اور تاکہ تیری محبت کی وجہ سے خیر خواہی کو تیرے لیے خالص کروں اور تاکہ تمام امور میں تجھ پر توکل کروں، تجھ پر نیک گمان کرتے ہوئے، پاک ہے نور کا پیدا کرنے والا۔)

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ التسبیح، ج2، ص572)

باب نمبر345

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنے کا طریقہ

483۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مِسْعَرٍ، وَالأَجْلَحِ، وَمَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنْ الحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ :قُلْنَا :يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَلِمْنَا، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ قَالَ:قُولُوا :اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ "، قَالَ مَحْمُودٌ :قَالَ أَبُو أُسَامَةَ :وَزَادَنِي زَائِدَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ :وَنَحْنُ نَقُولُ :وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ، وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي حُمَيْدٍ، وَأَبِي مَسْعُودٍ، وَطَلْحَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَبُرَيْدَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ، وَيُقَالُ :ابْنُ جَارِيَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ،قال ابوعيسىٰ:حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى كُنْيَتُهُ أَبُو عِيسَى، وَأَبُو لَيْلَى اسْمُهُ يَسَارٌ

حدیث:حضرت سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم نے جان لیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح بھیجا جائے، فرمایا یوں کہو: "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد، کما صلیت علی إبراھیم إنك حمید مجید، وبارك علی محمد وعلی آل محمد، کما بارکت علی إبراھیم إنك حمید مجید "محمود کہتے ہیں کہ ابواسامہ نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابو لیلی نے بواسطہ اعمش، حکم مجھے یہ زائد بیان کیا، فرمایا اور ہم یہ کہتے ہیں: "وعلینا معھم"

اور اس باب میں حضرت علی ،حضرت ابو حمید ،حضرت ابومسعود، حضرت طلحہ، حضرت ابوسعید، حضرت بریدہ ،حضرت زید بن خارجہ اور انہیں ابن جاریہ بھی کہا جاتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کی کنیت ابوعیسی ہے اور ابولیلی کا نام یسار ہے۔

شرح حدیث

علامہ یحیی بن شرف النووی فرماتے ہیں:

"یہاں برکت کے معنی خیر اور کرامت کی زیادتی ہے اور کہا گیا کہ اس کا معنی تطہیر اور تزکیہ ہے۔"

(شرح النووی علی مسلم، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ج4، ص125، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

افضل ہونے کے باوجود تشبیہ کیوں دی:

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

"متاخرین کے درمیان ایک سوال مشہور ہے کہ مشبہ (جسے تشبیہ دی جائے) مشبہ بہ (جس سے تشبیہ دی جائے) کم ہوتا ہے، (اور یہاں ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل واعلٰی ہیں) پھر یہاں کیوں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلاۃ طلب کی گئی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلاۃ سے تشبیہ دیتے ہوئے، اس سوال کا جواب متعدد طریقوں سے دیا گیا:

(1) ایک جواب یہ ہے کہ یہاں اصل صلاۃ کی تشبیہ اصل صلاۃ سے نہ کہ مقدار کی تشبیہ مقدار سے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ (تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تھے) یہاں مراد اصل روزے ہیں، نہ کہ ان کی تعیین اور ان کے اوقات۔

(2) دوسرا جواب یہ ہے کہ تشبیہ صرف آل پر صلاۃ میں ہے، گویا کہ "اللھم صل علی محمد" تشبیہ سے منقطع ہے اور "علی آل محمد" کو آگے والے کلام سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی آل محمد پر درود بھیج جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود بھیجا۔"

(احکام الاحکام، الصلاۃ علی الآل، ج1، ص309، مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ)

(3) یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس بات کے جاننے سے پہلے کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں۔"

(شرح ابی داؤد للعینی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ج4، ص280، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(4) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا تواضع کے طور پر فرمایا۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ج2، ص740، دار الفکر، بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو خاص کیوں کیا:

"اگر کہا گیا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو درود پاک میں ذکر کے ساتھ خاص کیوں کیا؟

(1) تو میں کہوں گا کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات تمام انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور ہر نبی کو سلام کیا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ کسی نے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو سلام نہ کہا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس احسان کا بدلے کے طور پر ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز کے آخر میں قیامت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجیں۔

(2) اور کہا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بناء کعبہ سے فارغ ہوئے تو یہ دعا کی کہ امت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں سے جو کوئی اس گھر کا حج کرے تو اسے میری طرف سے سلام پہنچا، تو ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم درود میں ان کا ذکر کریں ان کے حسن سلوک کے بدلے کے طور پر" (شرح ابی داؤد للعینی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج4، ص260، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(3) حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں، اور ہمیں ان کی متابعت کا حکم دیا گیا اصول الدین میں یا توحید مطلق اور انقیاد محقق میں۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص740، دار الفکر، بیروت)

درود پاک بھیجنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا:

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا کہ "اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام" اور ہم عرض کرتے ہیں: "اللهم صل علی محمد" یعنی ہم اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان پر درود بھیجے، ہم خود درود نہیں بھیجتے۔ اس کے جواب میں مَیں کہوں گا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات طاہر اور بے عیب ہے اور ہم میں عیوب اور نقائص ہیں تو وہ جس میں عیوب ہوں وہ کیسے بے عیب اور طاہر پر درود بھیج سکتا ہے، تو ہم اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرتے ہیں تا کہ رب طاہر کی طرف سے نبی طاہر پر درود ہوں۔ (شرح ابی داؤد للعینی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج4، ص260، مکتبۃ الرشد، ریاض)

آل سے مراد:

ایک قول یہ ہے کہ یہاں آل سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر زکوۃ حرام ہے یعنی بنی ہاشم، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر متقی ہے اسے علامہ طیبی نے ذکر کیا، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد امتِ اجابت ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ازواج مطہرات اور وہ لوگ جن پر صدقہ حرام ہے اور اس میں ذریت داخل ہوگی (کہ ان پر بھی صدقہ حرام ہے)۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا: آل سے مراد امام شافعی اور جمہور کے نزدیک بنی ہاشم اور بنی مطلب کے مؤمنین ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ آل سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اور ان کی نسل پاک ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج اور آپ کی ذریت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ آل سے مراد ہر مسلمان ہے اس طرف امام مالک مائل ہوئے ہیں اور اسے امام زہری اور

دوسرے علمائے اختیار کیا ہے، اور یہی امام سفیان ثوری کا قول ہے اور علامہ نووی نے شرح مسلم میں اسے ترجیح دی ہے اور قاضی حسین نے اسے اتقیاء کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی آل سے مراد مومن متقی ہیں، دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: ((سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ؟ فَقَالَ " :كُلُّ تَقِيٍّ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ)) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آل محمد سے کیا مراد ہے، تو ارشاد فرمایا: ہر متقی آل محمد میں سے ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص740، دار الفکر، بیروت)

درود ابراہیمی کے علاوہ درود پاک

اہل محبت ان الفاظ کے ساتھ درود وسلام پڑھتے ہیں: "الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" "وعلی آلک واصحٰبک یا حبیب اللہ" تو بدمذہبوں کی طرف سے یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ یہ درود وسلام ثابت نہیں اور بعض یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ صرف درودِ ابراہیمی ہی پڑھنا چاہیے، لہذا پہلے ہم درود ابراہیمی کے علاوہ درود وسلام کے ثبوت پر بھی دلائل ذکر کریں گے۔

اس کے بعد ہم "الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کے ثبوت میں کچھ دلائل ذکر کریں گے، یعنی ایسے دلائل ذکر کریں گے جن میں "الصلوة والسلام عليك يارسول الله" یا اس سے ملتے جلتے صیغوں جن میں نداء کے ساتھ صلوۃ وسلام یا صرف صلوۃ یا صرف سلام حضور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا ہو گا مثلاً "السلام عليك يا رسول الله" "صلى الله عليك يا رسول الله" وغیرہ وغیرہ۔

احادیث میں موجود کچھ درود پاک

☆ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((جَزَى اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا بِمَا هُوَ أَهْلُهُ أَتْعَبَ سَبْعِينَ كَاتِبًا أَلْفَ صَبَاحٍ)) ترجمہ: جس شخص نے یہ درود پاک پڑھا: **جَزَى اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا بِمَا هُوَ أَهْلُه**، تو ستر فرشتے ایک ہزار دن تک اس کے لیے اجر لکھتے رہتے ہیں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ احمد، ج1، ص82، دار الحرمین، القاہرہ ☆ الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج1، ص13، دار الکتب العلمیہ، بیروت ☆ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، جعفر بن محمد الصادق، ج3، ص206، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت)

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ قَالَ: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي)) ترجمہ: جس شخص نے یہ درود پاک پڑھا: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، رویفع بن ثابت الانصاری، ج5، ص25، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

☆ایک اعرابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس نے سلام کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا، پھر اس اعرابی سے پوچھا کہ تم نے میرے پاس آتے وقت کیا پڑھا، اس نے عرض کی کہ میں نے یہ درود پاک پڑھا ہے: **اللھم صل علی محمد حتی لا تبقی صلاۃ اللھم بارک علی محمد حتی لا تبقی برکۃ اللھم سلم علی محمد حتی لا یبقی سلام وارحم محمداً حتی لا تبقی رحمۃ**۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أنی أری الملائکۃ قد سدد الأفق)) ترجمہ: میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ انہوں نے آسمان بھر دیا ہے۔

(القول البدیع، تنبیہ، ج1، ص50,51، دار الریان للتراث، بیروت)

☆حدیث پاک ہے: ((کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی ظہر قلبہ من النفاق کما یطہر الثوب بالماء وکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الامن فی قلبہ نفاق)) ترجمہ: حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللہ علی محمد" اس نے ستر دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ (کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ، فصل فی الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ج1، ص345، دار الفکر، بیروت)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود پاک

حضرت سلامۃ الکندی تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یہ والا درود پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھنا سکھاتے تھے: اَللّٰھُمَّ دَاحِیَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِیءَ الْمَسْمُوکَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوبِ عَلَی فِطْرَاتِھَا شَقِیِّھَا وَسَعِیدِھَا، اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِکَ وَنَوَامِیَ بَرَکَاتِکَ وَرَافِعَ تَحِیَّتِکَ عَلَی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُولِکَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَالْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقَ، وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَالدَّامِغِ جَیْشَاتِ الْأَبَاطِیلِ کَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِأَمْرِکَ لِطَاعَتِکَ مُسْتَوْفِزًا فِی مَرْضَاتِکَ بِغَیْرِ نُکْلٍ فِی قَدَمٍ، وَلَا وَھْنٍ فِی عَزْمٍ، دَاعِیًا لِوَحْیِکَ حَافِظًا لِعَھْدِکَ مَاضِیًا عَلَی نَفَاذِ أَمْرِکَ حَتَّی أَوْرَی قَبَسًا لِقَابِسٍ بِہِ ھُدِیَتِ الْقُلُوبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْإِثْمِ بِمُوضِحَاتِ الْأَعْلَامِ، وَمُنِیرَاتِ الْإِسْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْأَحْکَامِ، فَھُوَ أَمِینُکَ الْمَأْمُونُ وَخَازِنُ عِلْمِکَ الْمَخْزُونِ وَشَھِیدُکَ یَوْمَ الدِّینِ، وَمَبْعُوثُکَ نِعْمَۃً وَرَسُولُکَ بِالْحَقِّ رَحْمَۃً اللّٰھُمَّ افْسَحْ لَہُ مُتَفَسَّحًا فِی عَدْلِکَ وَاجْزِہِ مُضَاعَفَاتِ الْخَیْرِ مِنْ فَضْلِکَ لَہُ مُھَنَّآتٍ غَیْرَ

مُتَدَارِكَاتٍ مِنْ فَوْزِ ثَوَابِكَ الْمَعْلُوْمِ وَجَزِيْلِ عَطَائِكَ الْمَجْلُوْلِ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ الْبَانِيْنَ بِنَاءَهٗ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَيْكَ وَنُزُلَهٗ وَاَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ وَاَجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ مَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ وَكَلَامٍ فَصْلٍ وَحُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ عَظِيْمٍ۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ مسعدۃ، ج9، ص43، دار الحرمین، القاہرہ ☆ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الفصل الرابع کیفیۃ الصلاۃ علیہ والتسلیم، ج2، ص163 تا 165، دار الفیحاء، عمان ☆ تفسیر ابن کثیر، باب نمبر56، ج6، ص461، دار طیبہ للنشر والتوزیع)

یہ والا درودِ پاک بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ علی النبی الْاٰيَةَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ رَبِّيْ وَسَعْدَيْكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ، وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ، وَالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ، وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ، وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ، وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ، الدَّاعِيْ اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ، وَعَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الفصل الرابع کیفیۃ الصلاۃ علیہ والتسلیم، ج2، ص166، دار الفیحاء، عمان ☆ القول البدیع، ج1، ص54،55، دار الریان للتراث)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درودِ پاک

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ، وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔

(سنن ابن ماجہ، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج1، ص293، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت ☆ مصنف عبد الرزاق، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص213، المکتب الاسلامی، بیروت ☆ المعجم الکبیر للطبرانی، خطبۃ ابن مسعود ومن کلامہ، ج9، ص115، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ ☆ شعب الایمان، تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج3، ص122، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا درودِ پاک

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكُبْرٰى، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا، وَآتِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى، كَمَا آتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ، وَمُوْسٰى۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص211، المکتب الاسلامی، بیروت)

اس درودِ پاک کے بارے میں علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: ((وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنه

كان إذا صلى على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم قال اللهم تقبل شفاعة الخ)) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے تو اس طرح بھیجتے (پھر مذکورہ درود پاک لکھا)۔

(القول البدیع، ص 18، ص 54، دار الریان للتراث، بیروت)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا درود پاک

حضرت ثویر مولیٰ بنی ہاشم سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود پاک کیسے بھیجا جائے تو جواباً ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَبَرَکَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ، وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ ، إِمَامِ الْخَیْرِ، وَقَائِدِ الْخَیْرِ، اَللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَقَامًا مَحْمُوْدًا یَغْبِطُهُ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ، وصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَآلِ إِبْرَاهِیْمَ، إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔

(المطالب العالیہ بزوائد المسانید لابن حجر عسقلانی، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج 13، ص 806، دار العاصمۃ، عرب)

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درود پاک

اللهم صل على محمد فى الأولين وصل على محمد فى الآخرين وصل على محمد إلى يوم الدين اللهم صل على محمد شاباً فتياً وصل على محمد كهلاً مرضياً وصل على محمد رسولاً نبياً اللهم صل على محمد حتى ترضى، وصل على محمد بعد الرضى، وصل على محمد أبداً ابداً اللهم صل على محمد كما أمرت بالصلاة عليه وصل على محمد كما تحب أن يصلى عليه وصل على محمد كما أردت أن يصلى عليه اللهم صل على محمد عدد خلقك و صل على محمد رضى نفسك وصل على محمد زنة عرشك وصل على محمد مداد كلماتك التى لا تنفذ اللهم وأعط محمداً الوسيلة فالفضيلة والدرجة الرفيعة اللهم عظم برهانه وابلج حجته وأبلغه مأموله من أهل بيته وأمته اللهم أجعل صلواتك وبركاتك ورأفتك ورحمتك على محمد حبيبك وصفيك وعلى أهل بيته الطيبين الطاهرين اللهم صل على محمد بأفضل ما صليت على أحد من خلقك وبارك على محمد مثل ذلك وأرحم محمداً مثل ذلك اللهم صل على محمد فى الليل إذا يغشى وصل على محمد فى النهار إذا تجلى وصل على محمد فى الآخرة و الأولى، اللهم صل على محمد الصلاة التامة وبارك على محمد البركة التامة وسلم على محمد السلام التام اللهم صل على محمد إمام الخير وقائد الخير ورسول الرحمة

اللهم صل علی محمد أبد الآبدین ودھر الداھرین، اللھم صل علی محمد النبی الأمی العربی القرشی الھاشمی الأبطحی التھامی المکی صاحب التاج والھراوۃ والجھاد والمغنم، صاحب الخیر والمنبر، صاحب السرایا والعطایا والآیات المعجزات والعلامات الباھرات والمقام المشھود والحوض المورود والشفاعۃ والسجود للرب المحمود، اللھم صل علی محمد بعدد من صلی علیہ وعدد من لم یصل علیہ۔ (القول البدیع، ج1، ص58,59، دارالریان للتراث، بیروت)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا درود پاک

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب درود پاک پڑھتے تو یوں پڑھتے:

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وأصحابہ وأولادہ وأھل بیتہ وذریتہ ومحبیہ وتباعہ وأشیاعہ وعلینا معھم أجمعین یا أرحم الراحمین۔ (القول البدیع، ج1، ص55، دارالریان للتراث، بیروت)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا درود پاک

وہابیہ کے امام ابن قیم نے جلاء الافہام میں بیان کیا ہے: ''قَالَ عبد الله بن عبد الحکم رَأَیْت الشَّافِعِی رَحمَه الله فِی النَّوم فَقلت مَا فعل الله بك قَالَ رحمنی وَغفر لی وزفنی إِلَی الْجنَّة کَمَا یزف بالعروس و نثر عَلیّ کَمَا ینثر علی الْعَرُوس فَقلت بِمَ بلغت هَذِه الْحَال فَقَالَ لی قَائِل یَقُول لَك بِمَا فِی کتاب الرسَالَة من الصَّلَاة علی النَّبِی صلی الله عَلَیْهِ وَسلم قلت فَکیف ذَلِك قَالَ وَصلی الله علی مُحَمَّد عدد مَا ذکره الذاکرون وَعدد مَا غفل عَن ذکره الغافلون قَالَ فَلَمَّا اصبحت نظرت إِلَی الرسَالَة فوجدت الْأَمر '' ترجمہ: عبداللہ بن عبدالحکم نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: مجھ پر رحم کیا، مجھے بخش دیا اور مجھے جنت کی طرف یوں بھیجا جیسا کہ دلہن کو روانہ کرتے ہیں اور مجھ پر یوں نچھاور کیا جیسا کہ دلہن پر کرتے ہیں، آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا؟ فرمایا کہ مجھے ایک بتانے والے نے بتایا کہ ''کتاب الرسالہ'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو درود پاک آپ نے لکھا ہے یہ اس کا عوض ہے، میں نے کہا کہ وہ درود کیسے ہیں، امام شافعی نے فرمایا: **صلی اللہ علی مُحَمَّد عدد مَا ذکرہ الذاکرون وَعدد مَا غفل عَن ذکرہ الغافلون**۔ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے کتاب الرسالہ میں دیکھا تو ایسے ہی پایا۔ (جلاء الافہام، قال ابوالشیخ حدثنا اسید بن عاصم، ج1، ص412، دارالعروبہ، الکویت)

محدثین وعلماء کا درود پاک

جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اقدس آتا ہے محدثین اور دیگر علماء ''**صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم**'' لکھتے ہیں بلکہ

بدمذہب بھی یہی لکھتے ہیں، ابن مقام پر درود ابراہیمی کوئی نہیں لکھتا، اس کے بارے میں ابن قیم نے لکھا: "وَقَالَ بعض أهل الحَدِيثِ كَانَ لِي جَارٍ فَمَاتَ فَرُئِيَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ مَا فعل الله بك قَالَ غفر لي قيل بِمَاذَا قَالَ كنت إِذا كتبت ذكر رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي الحَدِيث كتبت صلى الله عَلَيْهِ وَسلم "ترجمہ: ایک صاحب حدیث میرا پڑوسی تھا، اس کا انتقال ہوگیا، کسی نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے جواب دیا: میری مغفرت فرما دی، پوچھا گیا: کیوں؟ جواب دیا کہ جب بھی حدیث میں حضور صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم کا ذکر اقدس لکھتا تو میں اس کے ساتھ لکھتا: **صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔** (جلاء الافہام، قال ابوالشیخ حدثنا اسید بن عاصم، ج1، ص412، دار العروبہ، الکویت)

مزید لکھا: "وَقَالَ سُفْيَان بن عُيَيْنَة حَدثنَا خلف صَاحب الخلقان قَالَ كَانَ لي صديق يطْلب معي الحَدِيث فَمَاتَ فرأيته فِي مَنَامِي وَعَلِيهِ ثِيَاب خضر يجول فِيهَا فَقلت أَلَسْت كنت معي تطلب الحَدِيث قَالَ بلَى، قلت فَمَا الَّذِي صيرك إِلَى هَذَا قَالَ كَانَ لَا يمر حَدِيث فِيهِ ذكر مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِلَّا كتبت فِي أَسْفَله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فكافأني رَبِّي هَذَا الَّذِي ترى عَليّ" ترجمہ: سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ ہمیں خلف صاحب خلقان نے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ علمِ حدیث حاصل کرتا تھا، وہ فوت ہوگیا، میں نے اسے خواب میں دیکھا وہ سبز لباس پہنے ہوئے گھوم رہا تھا، میں نے اس سے کہا کہ کیا تو میرے ساتھ علمِ حدیث حاصل نہیں کرتے تھے، وہ کہنے لگا کہ کیوں نہیں، میں نے کہا کہ کس چیز نے تمہیں یہاں پہنچا دیا، وہ کہنے لگا کہ جب بھی حدیث میں حضور صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم کا نام مبارک آتا تو میں اس کے ساتھ "**صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم**" لکھ دیا کرتا تھا تو میرے رب مجھے اس کا اجر عطا فرمایا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

(جلاء الافہام، قال ابوالشیخ حدثنا اسید بن عاصم، ج1، ص412، دار العروبہ، الکویت)

امام مسلم کا درود پاک

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کے مقدمہ کے خطبہ میں لکھتے ہیں:

وَصَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ، وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ۔

(صحیح مسلم، مقدمۃ الامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ج1، ص3، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی کا درود پاک

صَلَّى اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَالرِّسَالَةِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا۔

(معجم اسامی شیوخ ابی بکر اسماعیلی، مقدمہ مؤلف، ج1، ص309، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا درود پاک

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ الْمَبْعُوثِ بِالْآيَاتِ الْبَيِّنَاتِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَأَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ۔

(الحاوی للفتاوی، مقدمۃ الکتاب، ج 1، ص 3، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت)

شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ کا درود پاک

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ میرے والد (شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے حکم دیا کہ درود پاک یوں پڑھا کروں: اللھم صلّ علی محمد النبی الامی و اٰلہ وبارِک وسلّم۔

کیونکہ میں نے یہ درود پاک خواب میں پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا۔ (درثمین، ص 35، مطبوعہ فیصل آباد)

ابن تیمیہ کا درود

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا مَزِيدًا۔

(العقیدۃ الواسطیۃ لابن تیمیہ، مقدمۃ المصنف، ج 1، ص 53، اضواء السلف، ریاض)

ابن قیم کا درود

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا، إِلَى يَوْمِ الدِّينِ۔

(ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاری، فصل فی انہ لا یمکن الایمان بنبی اصلاً مع جحود نبوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ج 2، ص 593، دار العلم، جدہ)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کا درود

صلى الله وسلم على سيدنا محمد، وعلى آله وأصحابه أجمعين۔

(التوحید لابن عبدالوہاب، باب ما جاء فی قولہ تعالیٰ: وما قدروا اللہ حق قدرہ۔۔۔ الایۃ، ج 1، ص 151، جامعۃ الملک سعود، ریاض)

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نجدی کا درود

وصلى الله وسلم على نبينا محمد، وآله وصحبه۔

(التحذیر من البدع، الرسالۃ الاولیٰ حکم الاحتفال بالمولد، ج 1، ص 16، الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد)

اسماعیل دہلوی کا درود

اللهم فصلّ وسلم على حبيبك، وآله وأصحابه، وخلفائه ألف ألف صلاة وسلام۔

(تقویۃ الایمان، مقدمۃ الکتاب، ص 27، دار ورق القلم، دمشق)

قاضی شوکانی کا درود

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْمُنْتَقَى مِنْ عَالَمِ الْكَوْنِ وَالْفَسَادِ. الْمُصْطَفَى لِحَمْلِ أَعْبَاءِ أَسْرَارِ الرِّسَالَةِ الْإِلَهِيَّةِ مِنْ بَيْنِ الْعِبَادِ. الْمَخْصُوصِ بِالشَّفَاعَةِ الْعُظْمَى فِي يَوْمٍ يَقُولُ فِيهِ كُلُّ رَسُولٍ: نَفْسِي نَفْسِي، وَيَقُولُ: أَنَا لَهَا أَنَا لَهَا۔ (نیل الاوطار، مقدمۃ الکتاب، ج 1، ص 13، دار الحدیث، مصر)

قاسم نانوتوی دیوبندی کا درود

وصلی اللّٰهُ علی خیرِ خَلْقِهِ محمد و اله و صحبه اجمعین۔ (تحذیر الناس، ص 102، مطبوعہ گوجرانوالہ)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی کا درود

وصلی اللہ تعالیٰ علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی اله وصحبه اجمعین وعلی من یتبعهم اجمعین۔ (تالیفات رشیدیہ، ص 481، مطبوعہ لاہور)

الحاصل

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وذهب الجمهور إلى الأجزاء بكل لفظ أدى المراد من الصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وسلم'' ترجمہ: جمہور کا موقف یہ ہے کہ درود پاک کے معاملہ میں ہر وہ صیغہ کفایت کرتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ (القول البدیع، ما الحکمۃ فی ان اللہ تعالیٰ امرنا ان الخ، ج 1، ص 72، دار الریان للتراث)

قرآن پاک کے اطلاق، احادیث میں منقول درود کے صیغوں اور صحابہ و تابعین وائمہ دین سے نقل کردہ درود کے صیغوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

دیوبندی مفتی محمد شفیع نے لکھا: ''آیت ﴿صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ میں صلوۃ وسلام کے حکم کی تعمیل ہر اس صیغہ سے ہو سکتی ہے، جس میں صلوۃ وسلام کے الفاظ ہوں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ الفاظ بعینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول بھی ہیں۔'' (تفسیر معارف القرآن، ج 7، ص 223، مطبوعہ کراچی)

"الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کا ثبوت

قرآن مجید سے:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (سورۃ الاحزاب، آیت 56)

استدلال:

اولاً اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں "صلوۃ" اور "سلام" پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور مسلمان "الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ الصلوۃ والسلام علیك یا نبی اللہ" کہہ کر اس پر عمل کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ "صلوا (درود بھیجو) کے حکم پر عمل کرتے ہوئے "الصلوۃ" اور "وسلموا" کے حکم پر عمل کرتے ہوئے "والسلام" اور "علیہ" پر عمل کرتے ہوئے "علیک" کہتے ہیں بلکہ نماز میں "ایھا النبی" کی اتباع کرتے ہوئے "یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ" بھی کہتے ہیں۔

ثانیاً اس آیت کریمہ میں کسی خاص طریقہ سے صلوۃ وسلام بھیجنے کا حکم نہ دیا بلکہ اسے مطلق رکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی جس طریقے سے چاہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام عرض کریں اور اس مطلق میں "**الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ**" بھی ہے۔

السلام علیک یا رسول اللہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ :السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ)) ترجمہ: میں مکۃ المکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ہم مکہ کے بعض مضافات کی طرف نکلے، راستے میں ہمیں جو بھی پہاڑ اور درخت ملتا وہ یوں عرض کرتا: **السلام علیك یا رسول اللہ**۔

(سنن ترمذی، ج6، ص25، دار الغرب الاسلامی، بیروت ☆ دلائل النبوۃ للبیہقی، باب مبتداء البعث والتنزیل، ج2، ص154، دار الکتب العلمیہ، بیروت ☆ دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل التاسع عشر، ج1، ص389، دار النفائس، بیروت ☆ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ج1، ص306، دار الفیحاء، عمان)

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

علامہ علی بن ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1044ھ) "سیرتِ حلبیہ" میں روایت نقل کرتے ہیں: ((انَّ رسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَادَ اللهُ تعالى كَرَامَتَه بِالنبوّةِ كان إذا خَرَجَ لِحَاجَةٍ أي لحاجة الإنسان أبعد حتى لا يرى

ببناء، ويمضي إلى الشعاب وبطون الأودية فلا يمر بحجر ولا شجر إلا قال :الصلاة والسلام عليك يا رسول الله)) ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت کے قریب زمانے میں جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو اتنی دور تشریف لے جاتے کہ وہاں سے آبادی نظر نہ آتی تھی، پھر وہاں آپ گھاٹیوں اور وادیوں کے اندرونی حصوں میں جا کر قضائے حاجت فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس پتھر اور جس درخت کے پاس سے گزرتے وہ یوں عرض کرتا: الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله۔

(سیرت حلبیہ، باب سلام الحجر والشجر علیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ج 1، ص 320، دار الکتب العلمیہ، بیروت ☆ نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین، تفسیر النورۃ، ب، 15، ص 21، دار الفیحاء، دمشق)

درخت وغیرہا کا الصلوۃ والسلام عرض کرنا

علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل روایت نقل کرتے ہیں: ((إذَا أرَادَ أنْ يَقْضِيَ حَاجَةَ الْإِنْسَانِ بَعُدَ عَنْ النَّاسِ حَتَّى لَا يَرَى شَيْئًا فَلَا يَمُرُّ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ وَلَا مَدَرٍ إلَّا يَقُولُ :الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللَّه)) ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو لوگوں سے دور تشریف لے جاتے یہاں تک کوئی چیز نظر نہ آتی، آپ جس درخت، پتھر اور ٹھیکری کے پاس سے گزرتے وہ یوں عرض کرتا: الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللَّه۔

(حاشیۃ الجمل علی شرح منہج، المقدمہ، ج 1، ص 16، دار الفکر، بیروت)

درخت اور السلام علیک یا رسول اللہ

حضرت بُرَیدَہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((سَأَلَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةً فَقَالَ لَهُ قُلْ لِتِلْكَ الشَّجَرَةِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكِ قَالَ فَمَالَتِ الشَّجَرَةُ عَنْ يَمِينِهَا وَشِمَالِهَا وَبَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا فَتَقَطَّعَتْ عُرُوقُهَا ثُمَّ جَاءَتْ تَخُدُّ الْأَرْضَ تَجُرُّ عُرُوقَهَا مُغْبَرَّةً حَتَّى وَقَفَتْ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْأَعْرَابِيُّ مُرْهَا فَلْتَرْجِعْ إِلَى مَنْبَتِهَا .فَرَجَعَتْ فَدَلَّتْ عُرُوقَهَا فَاسْتَوَتْ. فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ ائْذَنْ لِي أَسْجُدُ لَكَ. قَالَ لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا. قَالَ فَأْذَنْ لِي أَنْ أُقَبِّلَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ. فأذن له.)) ترجمہ: ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا: اس درخت سے جا کر کہو کہ تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ درخت اپنے دائیں، بائیں اور آگے، پیچھے جھکا تو اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں پھر وہ زمین پھاڑتا، اپنی جڑیں کھینچتا اور غبار اڑاتا ہوا حاضر بارگاہِ رسالت ہوا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا: "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّه"

اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو، اعرابی نے عرض کی: اسے حکم دیجئے کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے، تو درخت واپس چلا گیا اس کی جڑیں اپنی حالت پہ آگئیں اور زمین برابر ہوگئی، اعرابی نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کو سجدہ کروں، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ (اللہ کے سوا) کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اعرابی نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دوں تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی اجازت دی۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، الفصل السادس عشر فی کلام الشجر، ج1، ص574، دار الفیحاء، عمان)

کعبہ مشرفہ قبر انور پر حاضر ہوگا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((زُفَّتِ الْكَعْبَةُ للبيت الْحَرَامِ إِلَى قَبْرِي فَتَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ وَعَلَيْكِ السَّلَامُ يَا بيت الله)) ترجمہ: (بروز قیامت) کعبہ مشرفہ مسجد الحرام سے میری قبر انور پر حاضر ہو کر عرض کرے گا: السلام علیك یا محمد، تو میں جواب میں کہوں گا: وعلیك السلام یا بیتَ اللہ۔ (الفردوس بماثور الخطاب، ج2، ص296، دار الکتب العلمیہ، بیروت ☆ تفسیر عزیزی، سورۃ البقرہ، ص463)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور الصلوۃ والسلام

مکاشفۃ القلوب میں ہے: ''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی فرمایا: اے موسیٰ! کیا تیری یہ خواہش ہے کہ میں تیری زبان پر تیرے کلام سے، تیرے دل میں خیالات سے، تیرے بدن میں تمہاری روح سے، تمہاری آنکھوں میں تمہاری بصارت سے اور تمہارے کانوں میں تمہاری سماعت سے زیادہ قریب ہوں تو اس کے لیے محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کثرت سے یہ درود پڑھا کرو: الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔ (مکاشفۃ القلوب مترجم، ص54، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام

حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں یوں سلام عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص362، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جبریل علیہ السلام اور الصلوۃ والسلام

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں: ''حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چودھویں کے چاند کی طرح چہرہ

چمکاتے ہوئے اس جہاں میں جلوہ افروز ہوئے اور جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔**"

(بیان المیلاد النبوی، ص33، مطبوعہ لاہور)

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: ((حَتّٰی نَزَلَ جِبْرِیلُ وَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ))

ترجمہ: یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: **السلام علیک یارسول اللہ۔**

(الحاوی للفتاوی، آخر العجاجۃ الخ، ج2، ص55، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت)

حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پردۂ ظاہری فرمانے کے بعد حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواتین کے اجتماع میں صیغۂ خطاب کے ساتھ اس طریقہ سے درود بھیجا:

یَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ ضَوْءُهُ صَلَّى عَلَيْكَ مُنَزِّلُ الْقُرْآنِ

ترجمہ: اے آخری نبی، مبارک روشنی والے! آپ پر قرآن اتارنے والے رب کا درود ہو۔

(الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، جہاز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودفنہ، ج7، ص599، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صحابہ کرام اور الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: ((والمنقول انھم كانوا يقولون فی تحیۃ الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ)) ترجمہ: منقول ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں یوں تحیت پیش کرتے: **الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔** (نسیم الریاض، ج5، ص18، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اعرابی اور الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

علامہ کاشفی "معارج النبوۃ" میں روایت نقل کرتے ہیں: "ایک روز آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے، تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان جمع تھے، ہمارا گمان تھا کہ ظہر کی نماز بے وقت ادا کر رہے ہیں، ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا کہ ابھی آپ لوگوں نے ظہر کی نماز ادا نہیں کی، ہم نے بتایا کہ نہیں، ابھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما ہیں، وہ اٹھا اور زور سے کہنے لگا: **الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ**، اور آکر خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ (معارج النبوۃ مترجم، ج3، ص637)

صحابہ کا بصیغہ خطاب سلام عرض کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری میت کو اس حجرۂ اقدس کے

دروازے کے سامنے رکھ دینا جس میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مزار پر انوار ہے، پھر دروازے پر دستک دینا، اگر اجازت ملے تو مجھے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پہلو میں دفن کر دینا ورنہ نہیں ((لَمَّا حُمِلَتْ جِنَازَتُهُ إِلَى بَابِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُودِيَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَبُو بَكْرٍ بِالْبَابِ فَإِذَا الْبَابُ قَدِ انْفَتَحَ وَإِذَا بِهَاتِفٍ يَهْتِفُ مِنَ الْقَبْرِ أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ)) ترجمہ: جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کو مزار انور کے پاس رکھ دیا گیا اور (قربان جاؤں صحابہ کے عقیدہ پر) عرض کی گئی: السلام علیک یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! یہ ابو بکر صدیق (حاضر) ہیں، تو دروزہ کھلا اور قبر انور سے کسی پکارنے والا نے پکارا: حبیب کو حبیب کے پاس پہنچا دو۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، عبد اللہ ویقال عتیق ابن، ج 30، ص 436، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت ☆تفسیر کبیر، سورۃ الکہف، ج 21، ص 433، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆شواہد النبوۃ، ص 152 ☆الخصائص الکبری، ذکر آیات وقعت علی اثر ابن، ج 2، ص 492، دار الکتب العلمیہ، بیروت ☆سیرت حلبیہ، باب یذکر فیہ مدۃ مرضہ وما وقع فیہ، ج 3، ص 517، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن عمر اور الصلوۃ والسلام

(9) غیر مقلد صلاح الدین یوسف نے لکھا: ''نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی قبر اطہر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل نقل ہوا کہ وہ الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله پڑھا کرتے تھے، اس لیے اگر کوئی یہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ (رسالہ ماہنامہ حرمین جہلم، جنوری 1992ء)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((فَكُنْتُ آتِيهِ كُلَّ سَحَرٍ، فَأَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ)) ترجمہ: میں ہر روز سحری کے وقت حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور عرض کرتا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّه۔ (سنن نسائی، التحنح فی الصلاۃ، ج 3، ص 12، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((فقلت: السلام علیك یا نبی الله)) ترجمہ: میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: السلام علیك یا نبی الله۔ (کنز العمال، محظورات الکسب، ج 4، ص 133، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

حضرت علی کا بعد وصال بصیغہ خطاب درود عرض کرنا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وصال ظاہری کے بعد یوں عرض کیا: ((صلی الله علیك لقد طبت حیاً و میتاً)) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو، آپ زندگی اور موت

دونوں حالتوں میں پاک اور صاف ہیں۔ (سرور الحزون ترجمہ سیرت الرسول، ص 78,79، مطبوعہ کراچی)

یارسول اللہ صلی اللہ علیک

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: ''انه ورد في عدنا طرق جماعة من الصحابة انهم قالوايا رسول الله صلى الله عليك '' ترجمہ: متعدد طرق سے صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ صحابہ نے یوں عرض کیا: **یا رسول اللہ صلی اللہ علیک۔** (زرقانی علی المواہب، ج6، ص331، مطبوعہ مصر)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور روایت نقل کرتے ہیں: ((عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه أنه كان يقول أني لاقول إذا دخلت المسجد السلام عليك يا رسول الله)) ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو یوں عرض کرتا ہوں: **السلام عليك يا رسول الله۔**

(القول البدیع، عند دخول المسجد، ج1، ص189، دار الریان للتراث، بیروت)

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((انَّ زَيْدَ بْنَ خَارِجَةَ خَرَّ مَيِّتًا فِي بَعْضِ أَزِقَّةِ المدينة فرفع وسجّي إذ سمعوه بين العشائين وَالنِّسَاءُ يُصْرُخْنَ حَوْلَهُ يَقُولُ: أَنْصِتُوا أَنْصِتُوا فَحَسَرَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ وَخَاتَمُ النَّبِيِّين كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ صَدَقَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، ثُمَّ عاد ميتا كما كان)) ترجمہ: حضرت زید بن خارجہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ظہر و عصر کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ اچانک فوت ہو کر گر پڑے۔ لوگ انہیں اٹھا کر لائے اور ان کو لٹا کر کمبل اوڑھا دیا، جب مغرب و عشاء کے درمیان لوگوں نے ان کے وصال کا سنا تو کچھ عورتوں نے رونا شروع کیا تو کمبل کے اندر سے آواز آئی: اے رونے والیو! خاموش رہو پھر اپنے چہرے سے کمبل ہٹا دیا اور فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نبی امی خاتم النبیین ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب میں ہے۔ پھر کہنے لگے: سچ کہا، سچ کہا، اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کیا۔ پھر کہا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، پھر دوبارہ ان پر وفات طاری ہوگئی جیسا کہ پہلے تھی۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، الفصل العشرون، ج1، ص616، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع ☆ دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما جاء فی شہادۃ المیت لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم، ج8، ص56، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صلی اللہ علیک یا محمد

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن ابی فدیک تابعی کہتے ہیں:((سمعت بعض من أدركت يقول:بلغنا أنه من وقف عند قبر النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فتلا هذه الآية:إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ وقال:صلى الله عليك يا محمد حتى يقولها سبعين مرة ناداه ملك:صلى الله عليك يا فلان ولم تسقط له حاجة)) ترجمہ: میں بعض ان (صحابہ) کو جن کو پایا ہے کہتے سنا کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور کے پاس کھڑے ہو کر آیتِ درود تلاوت کرے اور ستر مرتبہ "صلى الله عليك يا محمد" کہے تو فرشتہ نداء کرتا ہے کہ اے فلاں! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اور تمہاری حاجت پوری ہو۔

(المواہب اللدنیہ، الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف، ج3، ص597، المکتبۃ التوفیقیہ، مصر)

اس روایت کو علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، الفصل الرابع فی اداب الزیارۃ، ج4، ص213، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس روایت کو امام سخاوی نے بھی القول البدیع میں امام بیہقی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(القول البدیع، الصلوۃ علیہ عند الذبیحہ، ج1، ص214، دار الریان للتراث، بیروت)

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میدانِ کربلا میں حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں سلام وفریاد یوں عرض کی:((يَا مُحَمَّدَاهُ صَلَّى عَلَيْكَ اللهُ وَ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ هَذَا الْحُسَيْنُ بِالْعَرَاءِ، مُرَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ، مُقَطَّعُ الْأَعْضَاءِ)) ترجمہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وملائکۃ السماء (یا رسول اللہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا اور آسمان کے فرشتوں کا درود ہو)! یہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خون کی چادر اوڑھے ہوئے ہے، ان کے اعضاء کو الگ الگ کر دیا گیا ہے۔

(الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی وستین، ج3، ص185، دار الکتاب العربی، بیروت☆البدایۃ النہایۃ، صفۃ مقتلہ، ج8، ص210، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت علقمہ اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت علقمہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یوں سلام کرتے: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، فصل فی المواطن التی یستحب فیہا الصلوۃ، ج2، ص67، دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع)

ایسے ہی حضرت کعب سے بھی مروی ہے۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، فصل فی المواطن التی یستحب فیہا الصلوۃ، ج2، ص67، دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع)

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ''الفقہ الاکبر'' کے خطبہ میں ہے: **والصّلاۃ والسّلام علی سیدنا محمّد۔**

(الفقہ الاکبر، من اصول اہل السنۃ والجماعۃ، ج1، ص76، مکتبۃ الفرقان، عرب)

امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ میں خطاب کے ساتھ یوں درود پاک بھیجتے ہیں:

صلی اللہ علیک یا علم الھدی ما حسن مشتاق الی مشواک

(قصیدۃ النعمان، ص101)

شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

احسان الٰہی ظہیر کی ''دراسات فی التصوف'' میں شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر ہیں) کے بارے میں لکھا: ''وقف تجاہ حجرۃ النبی علیہ الصلاۃ والسلام وقال علی رؤوس الأشھاد السلام علیک یا جدی .فقال لہ علیہ الصلاۃ والسلام :علیک السلام یا ولدی .سمع ذلک کل من فی المسجد النبوی ''ترجمہ: شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ روضہ انور کے سامنے کھڑے ہوئے اور سب کے سامنے عرض کیا: **السلام علیک یا جدی**، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! تم پر سلام ہو، اس کو ہر اس شخص نے سنا جو مسجد نبوی میں موجود تھا۔

(دراسات فی التصوف، الطریقۃ الرفاعیہ، ج1، ص242، دار الامام المجدد للنشر التوزیع)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 597ھ) اپنی کتاب ''التذکرہ فی الوعظ'' کے خطبہ میں لکھتے ہیں: **الصَّلَاۃ والسَّلَام عَلَیْکَ یا سید الْأنام ☆ الصَّلَاۃ عَلَیْکَ یا نَبِی الْإِسْلَام۔**

(التذکرہ فی الوعظ، المجلس الثامن متابعۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ج1، ص83، دار المعرفہ، بیروت)

ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور بصیغہ خطاب درود پاک

ابوبکر بن محمد بن عمر فرماتے ہیں: ''کنت عند أبی بکر بن مجاھد فجاء الشبلی فقام إلیہ أبو بکر بن مجاھد

فعانقه وقبل بين عينيه، وقلت له يا سيدى تفعل بالشبلى هكذا وأنت وجميع من ببغداد يتصورون أو قال يقولون انه مجنون فقال لى فعلت كما رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم فعل به وذلك أنى رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم فى المنام وقد أقبل الشبلى فقام إليه وقبل بين عينيه فقلت يا رسول الله أتفعل هذا بالشبلى فقال هذا يقرأ بعد صلاته ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ إلى آخر السورة ويتبعها بالصلاة على وفى رواية لأنه لم يصل صلاة فريضة إلا ويقرأ ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ الآية، ويقول ثلاث مرات **صلى الله عليك يا محمد صلى الله عليك يا محمد صلى الله عليك يا محمد** ''ترجمہ: میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ حضرت سیدنا شیخ ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ الولی حضرت سیدنا ابوبکر بن مجاہد علیہ رحمۃ اللہ الواحد کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے فوراً کھڑے ہوکر اُن کو گلے لگالیا اور پیشانی چوم لی۔ میں نے عرض کیا: یاسیدی! آپ اور اہلِ بغداد آج تک انہیں دیوانہ تصور کرتے رہے ہیں یا کہا کہ دیوانہ کہتے رہے ہیں مگر آج ان کی اس قدر تعظیم کیوں؟ جواب دیا: (میں نے یوں ہی ایسا نہیں کیا)میں نے تو وہی کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ کرتے دیکھا ہے اور یہ چیز میں نے خواب میں دیکھی ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ الولی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے قیام فرمایا ہے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! شبلی پر اس قدر شفقت کی وجہ؟ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ اور اس کے بعد مجھ پر دُرود پڑھتا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ جب بھی نماز پڑھتا ہے تو پہلے یہ آیت ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ پڑھتا ہے اس کے بعد تین دفعہ یہ درود پاک پڑھتا ہے: **صلى الله عليك يا محمد۔**

(القول البدیع، بعد الفراغ من الوضوء، ج1، ص 377، دار الریان للتراث، بیروت)

حضرت جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 785ھ) فرماتے ہیں: ''جو شخص درج ذیل درود شریف پابندی سے پڑھے گا وہ دنیا و آخرت کی تمام مصیبتوں سے بے خوف ہو جائے گا اور آخرت میں ان شاء اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہمسائیگی اختیار کرے گا:

بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا محمد العربى

الصلوة والسلام عليك يا محمد القرشى

الصلوة والسلام عليك يا محمد المكى

الصلوة والسلام عليك يا نبى الله

الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله

(جواہرالاولیاء، ص232، مطبوعہ اسلام آباد)

حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک درود معظم ومکرم قطب عالم حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری قدس سرہ العزیز نے اپنے اوراد میں لکھا ہے کہ جو مومن اس درود کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پڑھے گا تو حج کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور جو اپنے پاس رکھے گا، دنیا و آخرت کی تمام بلاؤں سے امن میں رہے گا اور عقبیٰ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسائیگی اسے نصیب ہوگی، درودِ معظم یہ ہے:

الصلوة والسلام عليك يا محمد العربى

الصلوة والسلام عليك يا محمد القرشى

الصلوة والسلام عليك يا محمد المكى

الصلوة والسلام عليك يا نبى الله

الصلوة والسلام عليك يا محمد رسول الله

الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله

الصلوة والسلام عليك يا جد الحسن والحسين

الصلوة والسلام عليك يا ابا الفاطمة الزهراء

الصلوة والسلام عليك يا صاحب المنبر والمعراج محمد رسول الله

(اصلی جواہر خمسہ کامل، ص102، مطبوعہ کراچی)

اوپر والا درود پاک جواہر خمسہ کا حصہ ہے اور جواہر خمسہ وہ وظیفہ ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس کی اجازت لی ہے۔

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء، ص138، مطبوعہ کراچی)

سید محمود ناصر الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جہانیاں جہاں گشت کے صاحبزادے سلطان سید محمود ناصر الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص دن اور رات کو نیک نیتی سے خلوصِ دل سے درج ذیل درود شریف پڑھے گا تو ہر قسم کی آفات و بلیات سے محفوظ رہے گا:

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله

الصلوۃ والسلام علیك یا نبی الله

الصلوۃ والسلام علیك یا حبیب الله

(جواہر الاولیاء، ص 247، مطبوعہ اسلام آباد)

سید علی کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور اوراد فتحیہ

ولی کامل سید علی کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد و وظائف کے مجموعہ کا نام اورادِ فتحیہ ہے جس کے آخر میں 24 صیغوں سے اس طرح درود شریف درج ہے:

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله

الصلوۃ والسلام علیك یا حبیب الله

الصلوۃ والسلام علیك یا خلیل الله

الصلوۃ والسلام علیك یا نبی الله الخ

(اورادِ فتحیہ، ص 142، جواہر الاولیاء، ص 378، مطبوعہ اسلام آباد)

اورادِ فتحیہ کی مقبولیت

اورادِ فتحیہ کی دربارِ رسالت میں مقبولیت کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں کہ والد گرامی نے فرمایا: ''منقول ہے کہ انہیں حضرت امیر سید علی ہمدانی سے ہے، فرماتے ہیں کہ جب بارہویں دفعہ کعبہ شریف کی زیارت کو گیا، مسجد اقصیٰ میں پہنچا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اس درویش کی طرف آرہے ہیں، میں اٹھا اور آگے گیا اور سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آستینِ مبارک سے ایک جزو نکالا اور اس درویش سے فرمایا: خذ ھذا الفتحیہ، یعنی اس فتحیہ کو لے۔

میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک سے لے لیا اور نظر کی تو یہی اوراد تھے، اس اشارہ سے اس کا نام فتحیہ رکھا

گیا۔ (الانتباہ فی سلاسل الاولیاء، ص125، مطبوعہ کراچی)

شاہ ولی اللہ اور اورادِ فتحیہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اورادِ فتحیہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''پھر فرض صبح پڑھے، جب سلام پھیرے تو اورادِ فتحیہ کے پڑھنے میں مشغول ہو کہ جو ایک ہزار چار سو اولیاء کے متبرک کلام سے جمع ہوا ہے۔۔۔۔اس کی برکت سے صفائی اور مشاہدہ کرے گا اور ایک ہزار چار سو اولیاء کی ولایت سے حصہ پائے گا۔'' (الانتباہ فی سلاسل الاولیاء، ص125، مطبوعہ کراچی)

شیخ رشید الدین اسفرائینی اور اورادِ فتحیہ

شیخ نجم الدین محمد بن محمد الغزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1061ھ) فرماتے ہیں: ''عن الشیخ رشید الدین الإسفرائینی أنه كان يقول:إنه صلى الله تعالىٰ علیه وآله وسلم يحضر روحه عند قول القائل في الأوراد الفتحية :الصلاة والسلام عليك يا من عظمه الله۔۔۔ قال صاحب الترجمة بعد فعل ذلك:ولذلك ترى العادة أن ترفع الأيدي عند قولك:الصلاة والسلام عليك يا رسول الله إلى قولك:الصلاة والسلام عليك يا من عظمه الله ''ترجمہ: شیخ رشید الدین اسفرائینی سے روایت ہے، وہ فرمایا کرتے کہ اورادِ فتحیہ میں قائل کے اس قول کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کی تشریف آوری ہوتی ہے: **الصلوٰۃ والسلام علیك یا من عظمه الله** (اے وہ جسے اللہ تعالیٰ نے عظمت عطا کی ہے آپ پر صلوۃ وسلام ہوں)، اس کے بعد صاحب ترجمہ نے کہا کہ اسی وجہ سے یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ (اورادِ فتحیہ میں) اپنے اس قول کے وقت ہاتھوں کو بلند کیا جاتا ہے: **الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله** (اس قول تک) **الصلوٰۃ والسلام علیك یا من عظمه الله۔** (الکواکب السائرہ، عبد اللطیف الخراسانی، ج2، ص180، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 852ھ) فرماتے ہیں: ''فالتقدير اللّٰهُمَّ اجعَل السَّلَام عَلَيكُم كَمَا تقدر فِي قَولنَا الصَّلَاة وَالسَّلَام عَلَيْك يَا رَسُول الله فَإِن الْمَعْنى اللّٰهُمَّ اجعَل الصَّلَاة وَالسَّلَام على رَسُول الله ''ترجمہ: (قبرستان میں جو قبر والوں کو سلام کیا جاتا ہے) اس کی تقدیر اور مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اے قبر والو! سلامتی نازل فرمائے جیسا کہ ہمارے قول **الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله** کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ وسلام بھیج۔ (الامتاع بالاربعین المتباینۃ السماع، ج1، ص86، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جمہور علماء اور الصلوۃ والسلام

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وَذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلَى الِاجْتِزَاءِ بِكُلِّ لَفْظٍ أَدَّى الْمُرَادَ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَالَ بَعضهم لو قَالَ فِي أَثْنَاءِ التَّشَهُّدِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ أَجْزَأَ ''ترجمہ: جمہور اس طرف گئے ہیں کہ ہر وہ لفظ جو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر درود کی مراد کو پورا کرے وہ کافی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے نماز کے تشہد میں **الصلوۃ والسلام علیک ایھا النبی** پڑھا تو کافی ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، قولہ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ج11، ص166، دار المعرفہ، بیروت)

یہی کلام امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 902ھ) نے بھی القول البدیع میں نقل کیا ہے۔

(القول البدیع، ما الحکمۃ ان اللہ تعالی امرنا الخ، ج1، ص72، دار الریان للتراث)

امام ابن حجر ہیتمی، علامہ عبد الحمید شروانی، علامہ شبراملسی وغیرہم

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''(وَ) يُسَنُّ (لِكُلٍّ) مِنْ الْمُؤَذِّنِ، وَالْمُقِيمِ وَسَامِعِهِمَا (أَنْ يُصَلِّيَ) وَيُسَلِّمَ (عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ فَرَاغِهِ) مِنْ الْأَذَانِ، أَوْ الْإِقَامَةِ لِلْأَمْرِ بِالصَّلَاةِ عَقِبَ الْأَذَانِ فِي خَبَرِ مُسْلِمٍ ''ترجمہ: اذان اور اقامت کہنے والوں اور سننے والوں کے لیے سنت ہے کہ اذان اور اقامت سے فراغت کے بعد حضور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر درود وسلام بھیجیں کیونکہ مسلم شریف کی حدیث پاک میں اذان کے بعد درود پاک پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج، فصل فی الاذان والاقامہ، ج1، ص482، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

اس کے تحت علامہ عبد الحمید الشروانی لکھتے ہیں: ''مَا يَقَعُ لِلْمُؤَذِّنِينَ مِنْ قَوْلِهِمْ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِلَى آخِرِ مَا يَأْتُونَ بِهِ فَيَكْفِي ''ترجمہ: بعض مؤذن اذان کے بعد ''**الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ**، اور دیگر صیغوں کے ساتھ درود وسلام پڑھتے ہیں تو اس سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

(حاشیۃ الشروانی علی تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج، فصل فی الاذان والاقامہ، ج1، ص482، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

علامہ شبراملسی متوفی 1087ھ فرماتے ہیں: ''مَا يَقَعُ لِلْمُؤَذِّنِينَ مِنْ قَوْلِهِمْ بَعْدَ الْأَذَانِ: الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِلَى آخِرِ مَا يَأْتُونَ بِهِ فَيَكْفِي ''ترجمہ: بعض مؤذن اذان کے بعد ''**الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ**، اور دیگر صیغوں کے ساتھ درود وسلام پڑھتے ہیں تو اس سے یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

(حاشیہ شبراملسی علی نہایۃ المحتاج، شروط الاذان، ج1، ص422، دار الفکر، بیروت)

یہ بات انہی الفاظ کے ساتھ حاشیہ جمل میں بھی ہے۔

(حاشیۃ الجمل علی شرح منہج، باب الاذان والاقامۃ، ج 1، ص 310، دار الفکر، بیروت)

یہی بات علامہ سلیمان بن محمد بن عمر البجیرمی المصری (متوفی 1221ھ) نے بھی لکھی ہے۔

(حاشیۃ البجیرمی علی شرح المنہج، باب توجہ القبلۃ فی الصلوۃ، ج 1، ص 175، مطبعۃ الحلبی)

شیخ ابراہیم التازی رحمۃ اللہ علیہ اور الصلوۃ والسلام

شیخ ابو جعفر احمد بن علی (متوفی 938ھ) "شیخ ابراہیم التازی" کا وظیفہ لکھا ہے، اس میں اس طرح درود وسلام ہے: **الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سيد الْمُرْسلين ☆ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتم النَّبِيين ☆ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خير خلق الله أَجْمَعِينَ عدد مَا فِي علم الله صَلَاة وَسَلَامًا۔**

(ثبت ابو جعفر احمد بن علی، نص وظیفۃ الشیخ ابراہیم التازی، ج 1، ص 324، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

علامہ ابن صالح، فقیہ محمد بن زرندی اور بعض مشائخ کا عمل

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 902ھ) "مقاصدِ حسنہ" میں نقل کرتے ہیں: "قال ابن صالح: وسمعت ذلك أيضا من الفقيه محمد بن الزرندي عن بعض شيوخ العراق أو العجم أنه يقول عندما يمسح عينيه: صلى الله عليك يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي ويا نور بصري ويا قرة عيني، وقال لي كل منهما: منذ فعله لم ترمد عيني، قال ابن صالح: وأنا ولله الحمد والشكر منذ سمعته منهما استعملته فلم ترمد عيني، وأرجو أن عافيتهما تدوم، وأني أسلم من العمى إن شاء الله" ترجمہ: ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور اُن کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا حَبِيبَ قَلْبِيْ وَيَا نُوْرَ بَصَرِيْ وَيَا قُرَّةَ عَيْنِيْ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔ اللہ کے لئے حمد و شکر ہے جب سے مَیں (یعنی امام ابن صالح ممدوح) نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں سے سُنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا ان شاء الله تعالٰی۔ (المقاصد الحسنۃ، حرف المیم، ج 1، ص 605.606، دار الکتاب العربی، بیروت)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روضہ انور کی حاضری کے وقت یوں عرض کرے: "السلام عليك يا رسول الله

السلام علیك یا نبی الله السلام علیك یا خیرة الله السلام علیك یا خیر خلق الله السلام علیك یا حبیب الله السلام علیك یا سید المرسلین السلام علیك یا خاتم النبیین السلام علیك یا رسول رب العالمین السلام علیك یا قائد الغر المحجلین السلام علیك یا بشیر السلام علیك یا نذیر السلام علیك وعلی أهل بیتك الطاهرین السلام علیك وعلی أزواجك الطاهرات أمهات المؤمنین السلام علیك وعلی أصحابك أجمعین السلام" (القول البدیع، آداب زیارة قبرہ الشریف، ج1، ص213، دارالریان للتراث، بیروت)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ خطاب کے ساتھ یوں درود وسلام عرض کرتے ہیں:

چہ وصفت کند سعدی ناتمام
علیك الصلوة اے نبی والسلام

ترجمہ: سعدی ناقص آپ کی تعریف کا حق کس طرح ادا کرے، اے اللہ کے نبی! آپ پر صلوۃ وسلام ہو۔ (بوستان، ص11)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ رسالت میں خطاب کے ساتھ یوں درود پاک عرض کیا ہے:

صلی علیك اللہ یاخیر خلقه ویا خیر مامول ویا خیر واهب

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اے مخلوق میں سب سے بہتر ذات! اے وہ بہترین ہستی جس سے امید رکھی جائے اور اے بہترین عطا کرنے والے۔ (قصیدہ اطیب النغم، ص22، مطبوعہ دہلی)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر روح البیان" میں درود وسلام یوں بیان کیا: الصلاة والسلام علیك یا رسول الله ☆الصلاة والسلام علیك یا حبیب الله ☆الصلاة والسلام علیك یا خلیل الله ☆الصلاة والسلام علیك یا صفی الله ☆الصلاة والسلام علیك یا نجی الله ☆الصلاة والسلام علیك یا خیر خلق الله ☆الصلاة والسلام علیك یا من اختاره الله ☆الصلاة والسلام علیك یا من زینه الله ☆الصلاة والسلام علیك یا من أرسله الله ☆الصلاة والسلام علیك یا من شرفه الله ☆ الصلاة والسلام علیك یا من عظمه الله ☆الصلاة والسلام علیك یا من کرمه الله ☆الصلاة والسلام علیك یا سید المرسلین ☆ الصلاة والسلام علیك یا امام

[illegible] عليك يا خاتم النبيين ☆ الصلاة والسلام عليك يا شفيع المذنبين ☆ الصلاة [illegible] للعالمين ☆ الصلاة والسلام عليك يا سيد الأولين ☆ الصلاة والسلام عليك يا سيد الآخرين ☆ الصلاة والسلام عليك يا قائد المرسلين ☆ الصلاة والسلام عليك يا شفيع الامة ☆ الصلاة والسلام عليك يا عظيم الهمة ☆ الصلاة والسلام عليك يا حامل لواء الحمد ☆ الصلاة والسلام عليك يا صاحب المقام المحمود

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاحزاب، ج 7، ص 235,236، دار الفکر، بیروت)

علامہ بکری اور صیغۂ خطاب درود وسلام

علامہ ابوبکر المشہور بالبکری (متوفی 1301ھ) لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوتو: "ويقول حالة كونه غاضا لبصره ناظرا للأرض مستحضرا عظمة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم، وأنه حي في قبره الأعظم، مطلع بإذن الله على ظواهر الخلق وسرائرهم السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته الصلاة والسلام عليك يا رسول الله. الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله. الصلاة والسلام عليك يا نبي الرحمة. الصلاة والسلام عليك يا بشير يا نذير، يا ظاهر يا ظهير . الصلاة والسلام عليك يا شفيع المذنبين" ترجمہ: نظروں کو جھکائے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کو دل میں حاضر کر کے، یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی عظیم قبر میں زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کے ظاہر و باطن پر مطلع ہیں، آپ کی بارگاہ میں یوں عرض کرے: **السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ☆ الصلاة والسلام عليك يا رسول الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله ☆ الصلاة والسلام عليك يا نبي الرحمة ☆ الصلاة والسلام عليك يا بشير يا نذير يا ظاهر يا ظهير ☆ الصلاة والسلام عليك يا شفيع المذنبين۔**

(اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین، باب الحج، ج 2، ص 356، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت)

شیخ احمد دجانی اور الصلوۃ والسلام

شیخ نجم الدین "شیخ احمد الدجانی رحمۃ اللہ علیہ" کے بارے میں لکھتے ہیں: "كان يحفظ القرآن العظيم، والمنهاج للنووى .وحدثني تلميذه الشيخ الصالح العارف بالله تعالى يوسف الدجاني الأربدى أن الشيخ أحمد الدجاني كان لا يعرف النحو، فبينما هو في خلوته بالأقصى إذ كوشف بروحانية النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم، فقال له: يا أحمد تعلم النحو . قال: فقلت له: يا رسول الله علمني، فألقى على شيئاً من أصول العربية، ثم انصرف قال:

فقلت:الصلاة والسلام عليك يا رسول الله، وضممت اللام من رسول .قال:فعاد إلى.وقال لى:أما علمتك النحو ان لا تلحن قل: رسول الله بفتح اللام .قال:فاشتغلت فى النحو، ففتح على فيه ''ترجمہ: شیخ نے قرآن حفظ کیا اور علامہ نووی کی منہاج یاد کی، ان کے شاگرد شیخ صالح عارف باللہ یوسف الدجانی نے مجھ سے بیان کیا کہ شیخ احمد الدجانی کو نحو نہیں آتی تھی، خلوت میں ان کو روحانی طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے احمد نحو سیکھو، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے سکھا دیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کچھ عربی قواعد سکھائے، پھر تشریف لے جانے کے لیے مڑے تو میں نے عرض کیا: **الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ**، میں نے رسول پر پیش پڑھ دی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے تمہیں نحو اس لیے سکھائی ہے کہ تم غلطی نہ کرو، رسول اللہ کے لام کو زبر کے ساتھ پڑھو۔ فرماتے ہیں کہ میں نحو میں مشغول ہو گیا اور مجھ پر نحو کا علم کھول دیا گیا۔ (الکواکب السائرہ، شیخ احمد الدجانی، ج3، ص109، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ سنوسی اور الصلوۃ والسلام

شیخ محمد بن عثمان السنوسی (متوفی 1318ھ) اپنی کتاب میں یوں درود وسلام لکھتے ہیں: **الصلاة والسلام عليك وعلى آلك وأصحابك** وكل من شهد أنك رسول الله إلى جميع الخلق يا سيدنا يا رسول الله من عين الذات حيث لا اسم ولا رسم. **الصلاة والسلام عليك وعلى آلك وأصحابك وأزواجك** وذريتك وأنصارك وأشياعك وجميع أمتك يا سيدنا يا رسول الله من الحضرة الجامعة لكل صفة واسم. **الصلاة والسلام عليك وعلى آلك وجميع أمتك** يا سيدنا يا رسول الله من حضرة الذات التى هى منقطع الإشارات على حقيقتك التى هى روح حياة الوجود۔ (مسامرات الظریف بحسن التعریف، ج1، ص61، مکتبہ شاملہ)

جب اذان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سنے

جامع الرموز میں ہے کہ اذان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سنے تو یوں کہے: صلى الله تعالى عليك يا رسول الله قرة عيني بك يارسول الله اللهم متعني بالسمع والبصر۔ ترجمہ: **صلى الله تعالى عليك يارسول الله**، آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، اے اللہ! میری سماعت وبصارت کو اس کی برکت سے مالا مال فرما۔

(جامع الرموز، باب الاذان، ج1، ص125، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس، ایران)

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور اورادِ فتحیہ

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے خلیفہ صاحبزادہ محمد عمر لکھتے ہیں: "حضرت میاں صاحب نے مجھے فرمایا کہ اوراد فتحیہ چالیس دن تک دو بار روزانہ پڑھنا تا کہ طبیعت میں اثر پیدا کر لے لیکن بعد میں صرف ایک بار ہی کافی ہے یہ اوراد بڑے بابرکت ہیں۔" (انقلاب حقیقت، ص 88، مطبوعہ مرکز الاولیاء لاہور)

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله" روزانہ سو مرتبہ پڑھنا قضائے حاجت کے لیے مجرب ہے۔" (شواہد الحق، ص 376)

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہمارے ملک میں بعض مولوی ایسے ہیں کہ جہاں کسی نے "الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کہا، وہ اسے فوراً مشرک قرار دے دیتے ہیں، حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نداء بھی نداءِ غیب تھی، مگر حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نداءِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطلع ہو جانا ثابت ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ غیب کو ظاہر کر سکتا ہے اور اپنے بندوں پر فی الواقع ایسا کرتا ہے۔" (ملفوظات مہریہ، ص 89، مطبوعہ گولڑہ شریف)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

اکابر دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں: "تہجد کی بارہ رکعتیں سلاموں سے پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور نہایت خشوع وخضوع سے تین یا پانچ یا سات بار ہاتھ اٹھا کر اللھم طھر قلبی۔۔۔ الخ پڑھے اور توبہ واستغفار کے بعد "استغفر اللہ" اکیس بار پڑھ کر درود "الصلوۃ و السلام علیك یا رسول الله" تین بار عروج ونزول کے طریقے پر پڑھے۔" (ضیاء القلوب مشمولہ کلمات امدادیہ، ص 14،15، مطبوعہ کراچی)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: "الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله بصیغۂ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں، یہ اتصالِ معنوی پر مبنی ہے، له الخلق والامر امر مقید بجهت وطرف وقرب وبعد، وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔" (امداد المشتاق، ص 59)

اشرفعلی تھانوی

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے لکھا: "یوں جی چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے: الصلوۃ

والسلام علیك یا رسول اللہ۔ (شکر النعمۃ بذکر الرحمۃ، ص 18، عشق رسول اور اکابر علماء دیوبند، ص 44)

ایک مقام پر کہا: ''آج کی مجلس ذکر میں ذکر کے بجائے ''الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ'' پڑھیں گے اور تصور یہ کریں گے کہ ہم روضۂ پاک پر کھڑے ہیں۔'' (ماہنامہ الخیر ملتان اسلام، ص 460)

زکریا دیوبندی

تبلیغی جماعت کے شیخ محمد زکریا دیوبندی نے لکھا: ''بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود وسلام کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیك یا رسول اللہ، السلام علیك یا نبی اللہ وغیرہ کے ''الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ''، ''الصلوۃ والسلام علیك یا نبی اللہ''، اس طرح اخیر تک سلام کے ساتھ الصلوۃ کا لفظ بھی بڑھا دے تو زیادہ اچھا ہے۔

(فضائل درود شریف، ص 24,25)

حسین احمد مدنی دیوبندی

حسین احمد مدنی دیوبندی نے لکھا: ''وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں، چنانچہ وہابیۂ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغۂ نداء وخطاب کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔'' (شہاب ثاقب، ص 65، مطبوعہ دیوبند)

نجد کا فتوی

ریاض (نجد) سے شائع ہونے والے فتاوی ''فتاوی اللجنۃ الدائمۃ'' میں ہے: ''فیجوز أن یقال عند زیارتہ: الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ، فإن معناھا: الطلب والإنشاء وإن کان اللفظ خبرا، ویجوز أن یصلی علیہ بالصلاۃ الإبراھیمیۃ فیقول: اللھم صل علی محمد، والأفضل: أن یسلم علیہ بصیغۃ الخبر کما یسلم علی بقیۃ القبور، ولأن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کان إذا زارہ یقول: السلام علیك یا رسول اللہ'' ترجمہ: زیارتِ اقدس کے وقت ''الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ'' کہنا جائز ہے، کہ یہ طلب وانشاء کے معنی میں ہے اگرچہ لفظاً خبر ہے، درودِ ابراہیمی پڑھنا بھی جائز ہے، پس وہ کہے: اللھم صل علی محمد، اور افضل یہ ہے کہ صیغۂ خبر کے ساتھ سلام کہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب زیارت کرتے تو یوں عرض کرتے: السلام علیك یا رسول اللہ۔

(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ، صیغۃ السلام علی رسول علیہ الصلوۃ والسلام، ج1، ص474، ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء، الادارۃ العامۃ، ریاض)

سرفراز گکھڑوی

سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے لکھا: ''ہم اور ہمارے تمام اکابر ''الصلوۃ و السلام علیك یا رسول الله'' کو بطور درود شریف پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔'' (درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ، ص75، مطبوعہ گوجرانوالہ)

تقی عثمانی

دیوبندیوں کے مفتی تقی عثمانی نے لکھا: ''میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ایک شخص کے سامنے کسی مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام گرامی آیا اور اس کو بے اختیار یہ تصور آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سامنے موجود ہیں اور اس نے یہ تصور کر کے کہہ دیا "الصلوۃ و السلام علیك یا رسول الله" .... یہ الفاظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(اصلاحی خطبات، ج1، ص232، مطبوعہ کراچی)

باب نمبر346

مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی فضیلت

484۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ قَالَ :حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ قَالَ :حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَيْسَانَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ شَدَّادٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً ،قَالَ ابوعيسىٰ:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا وَكَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ

حدیث: حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مجھ سے سب میں زیادہ قریب وہ ہوگا، جس نے سب سے زیادہ مجھ پر دُرود بھیجا ہوگا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ عزوجل اس پر اس کے بدلے میں دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

485۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ :أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَفِي البَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ،وَعَمَّارٍ، وَأَبِي طَلْحَةَ، وَأَنَسٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ،قال ابوعيسىٰ:حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ

حدیث: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ عزوجل اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

اور اس باب میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت عمار، حضرت ابوطلحہ، حضرت انس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرُوِي عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ، قَالُوا: صَلَاةُ الرَّبِّ الرَّحْمَةُ، وَصَلَاةُ المَلَائِكَةِ الاِسْتِغْفَارُ

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور امام سفیان ثوری اور بہت سے اہلِ علم حضرات سے مروی ہے فرمایا: اللہ عزوجل کا درود اس کی رحمت ہے اور فرشتوں درود استغفار کرنا ہے۔

486۔حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ المَصَاحِفِيُّ البَلْخِيُّ قَالَ :أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ أَبِي قُرَّةَ الأَسَدِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ المُسَيِّبِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، قَالَ :إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ، حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث: حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: بے شک دعا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے اس سے کچھ بھی اوپر نہیں چڑھتا حتیٰ کہ تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔

487۔حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ العَنْبَرِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ العَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ:قَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ:لَا يَبِعْ فِي سُوقِنَا إِلَّا مَنْ قَدْ تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ،قال ابوعيسىٰ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَالعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ يَعْقُوبَ، وَهُوَ مَوْلَى الحُرَقَةِ، وَالعَلَاءُ هُوَ مِنَ التَّابِعِينَ، سَمِعَ مِنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَغَيْرِهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَعْقُوبَ وَالِدُ العَلَاءِ، وَهُوَ مِنَ التَّابِعِينَ، سَمِعَ مِنْ أَبِي

حدیث: حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارے بازار میں صرف وہی شخص بیع کرے جو دین میں تفقہ رکھتا ہو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔اور علاء بن عبدالرحمٰن وہ ابن یعقوب ہیں اور وہ حرقہ کے غلام ہیں اور علاء وہ تابعین میں سے ہیں انہوں نے انس بن مالک وغیرہ سے سماعت کی ہے اور عبدالرحمٰن بن یعقوب علاء کے والد ہیں اور وہ بھی تابعین سے ہیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے حدیث کی سماعت کی ہے اور یعقوب وہ علاء کے دادا ہیں اور وہ کبار تابعین میں سے ہیں تحقیق انہوں نے حضرت

ہُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَيَعْقُوبَ جَدُّ الْعَلَاءِ، هُوَ مِنْ كِبَارِ التَّابِعِينَ قَدْ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَرَوَى عَنْهُ

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا اوران سے روایت بھی کیا ہے۔

شرح حدیث

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"((اَوْلَی النَّاسِ بِی)) یعنی ان میں سے میرے زیادہ قریب ہوں گے یا اس سے مراد یہ ہے کہ میری شفاعت کے زیادہ حقدار ہوں گے۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص743، دار الفکر، بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی (متوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

"((اَوْلَی النَّاسِ بِی)) یعنی قیامت میں میرے زیادہ قریب ہوں گے اور میری شفاعت کے زیادہ حقدار ہوں گے اور بھلائیوں کی انواع کو پانے اور مکروہات کے دفع کے زیادہ حقدار ہوں گے۔

((جو لوگوں میں سے مجھ پر زیادہ درود پاک پڑھنے والے ہوں گے)) کیونکہ کثرتِ درود دلالت کرتا ہے عقیدے کے پختہ ہونے پر، نیت کے خالص ہونے پر، محبت کے صادق ہونے پر، طاعت پر ہمیشگی اختیار کرنے پر اور اس واسطہ کریمہ کے حق کے ساتھ وفا کرنے پر، اور جس میں ان خصلتوں میں سے زیادہ پائی جائیں گی وہ قرب اور ولایت کا زیادہ حقدار اور لائق ہوگا۔" (فیض القدیر، حرف الہمزہ، ج2، ص441، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

اس حدیث پاک کے مصداق کون لوگ ہیں:

امام ابن حبان (متوفی 354ھ) فرماتے ہیں:

"((قیامت کے دن مجھ سے سب میں زیادہ قریب وہ ہوگا، جس نے سب سے زیادہ مجھ پر دُرود بھیجا ہوگا۔)) امام ابوحاتم نے فرمایا: اس حدیث پاک میں دلیل ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب اصحابِ حدیث ہوں گے کیونکہ امت میں ان سے بڑھ کر کوئی گروہ ایسا نہیں جو ان سے بڑھ کر درود پاک پڑھتا ہو۔"

(صحیح ابن حبان، ذکر البیان بان اقرب الناس فی القیامۃ، ج3، ص193، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

امام ابوبکر احمد بن علی بغدادی (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

"امام ابونعیم فرماتے ہیں: یہ منقبت شریفہ احادیث کے راویوں اور ناقلین کے ساتھ خاص ہے کیونکہ علما میں سے ایسا گروہ نہیں جانا گیا جو ان سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پاک لکھتا اور پڑھتا ہو۔"

(شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی، ج1، ص34، دار احیاء السنۃ النبویہ، انقرہ)

درود پاک کب پڑھنا فرض اور کب واجب ہے:

عمر میں ایک بار دُرود شریف پڑھنا فرض ہے اور ہر جلسہ ذکر میں دُرود شریف پڑھنا واجب، خواہ خود نام اقدس لے یا دوسرے سے سُنے اور اگر ایک مجلس میں سو بار ذکر آئے تو ہر بار دُرود شریف پڑھنا چاہیے، اگر نام اقدس لیا یا سُنا اور دُرود شریف اس وقت نہ پڑھا تو کسی دوسرے وقت میں اس کے بدلے کا پڑھ لے...... نام اقدس لکھے تو دُرود ضرور لکھے کہ بعض علما کے نزدیک اس وقت دُرود شریف لکھنا واجب ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج2، ص281)

درود پاک پڑھنا کب مستحب ہے:

جہاں تک بھی ممکن ہو دُرود شریف پڑھنا مستحب ہے اور خصوصیت کے ساتھ درج ذیل اوقات اور جگہوں میں:

(1) روز جمعہ (2) شب جمعہ (3) صبح و شام (4) مسجد میں جاتے (5) مسجد سے نکلتے وقت (6) بوقت زیارت روضہ اطہر (7) صفا و مروہ پر (8) خطبہ میں (9) جواب اذان کے بعد (10) بوقت اقامت (11) دُعا کے اول آخر بیچ میں (12) دُعائے قنوت کے بعد (13) حج میں لبیک سے فارغ ہونے کے بعد (14) اجتماع و فراق کے وقت (15) وضو کرتے وقت (16) جب کوئی چیز بھول جائے اس وقت (17) وعظ کہنے اور (18) پڑھنے اور (19) پڑھانے کے وقت، خصوصاً حدیث شریف پڑھنے کے اول آخر (20) سوال و (21) فتویٰ لکھتے وقت، (22) تصنیف کے وقت، (23) نکاح (24) اور منگنی (25) اور جب کوئی بڑا کام کرنا ہو۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، مطلب نص العلماء علی استحباب الصلاۃ الخ، ج2، ص281)

(26) دُعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا بہتر ہے۔

(و"الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی منکر الوتر ...الخ، ج2، ص534 ☆غنیۃ المتملی، صلاۃ الوتر، 418)

درود پاک کب پڑھنا منع ہے:

گاہک کو سودا دکھاتے وقت تاجر کا اس غرض سے دُرود شریف پڑھنا یا سبحان اللہ کہنا کہ اس چیز کی عمدگی خریدار پر ظاہر کرے، ناجائز ہے۔ یوہیں کسی بڑے کو دیکھ کر دُرود شریف پڑھنا اس نیت سے کہ لوگوں کو اس کے آنے کی خبر ہو جائے، اس کی تعظیم کو اُٹھیں اور جگہ چھوڑ دیں، ناجائز ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، مطلب نص العلماء علی استحباب الصلاۃ الخ، ج2، ص281)

فضائل درود و سلام

احادیث مبارکہ

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: ((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، وَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ)) ترجمہ: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو جو مؤذن نے کہا ہے اس کی مثل کہو، پھر مجھ پر درود بھیجو کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس پر دس بار درود بھیجتا ہے (یعنی اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے)، پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو، یہ جنت میں ایک مقام ہے، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی کو ملے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہوں اور جس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے شفاعت حلال ہو گئی۔

(صحیح مسلم، باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه، ج1، ص288، دار احیاء التراث العربی، بیروت) ☆ (جامع ترمذی، باب فی فضل النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج6، ص13، دار الغرب الاسلامی، بیروت) ☆ (السنن الکبری للنسائی، الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج2، ص252، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(2) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((بَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِلْتَ أَيُّهَا الْمُصَلِّي، إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ. قَالَ: ثُمَّ صَلَّى رَجُلٌ آخَرُ بَعْدَ ذَلِكَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تُجَبْ)) ترجمہ: ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا، اس نے نماز پڑھی اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے فرمایا: اے نمازی تو نے دعا کرنے میں جلدی کی ہے (تجھے چاہئے کہ) تو جب نماز پڑھ لے تو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کر جو اس کی شان کے لائق ہے اور مجھ پر درود پڑھ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کر۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر ایک دوسرے شخص نے نماز پڑھی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پاک پڑھا تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: اے نمازی تو دعا مانگ تیری دعا قبول کی جائے گی۔

(جامع الترمذی، ج5، ص393، دار الغرب الاسلامی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، باب الدعاء، ج2، ص77، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، باب التمجید والصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج3، ص44، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، بیروت ☆ مشکوۃ المصابیح، الفصل الاول، ج1، ص291، المکتب الاسلامی، بیروت)

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كُنْتُ أُصَلِّي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ مَعَهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ)) ترجمہ: میں نماز پڑھ رہا تھا، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ابوبکر

صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس وقت) تشریف فرما تھے، جب میں (نماز سے فارغ ہو کر) بیٹھ گیا تو میں نے (دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کے بعد) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں درود پاک پیش کیا پھر اپنے لیے دعا مانگی، نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (جب یہ ملاحظہ فرمایا تو) ارشاد فرمایا: تو سوال کر تجھے عطا کیا جائے گا، تو مانگ تجھے دیا جائے گا۔

(جامع ترمذی، باب ماذکر فی ثناءعلی اللہ، ج1،ص732، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

(4) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ)) ترجمہ: میں مکۃ المکرمہ میں نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھا، ہم مکہ پاک کے بعض مضافات کی طرف نکلے تو (راستے میں) جو بھی پہاڑ اور درخت ملتا تو وہ (نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں) **یوں عرض کرتا: السلام علیک یارسول اللہ۔**

(جامع ترمذی، باب ماذکر فی ثناءعلی اللہ، ج6،ص25، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

(5) حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: مَا شِئْتَ. قَالَ: قُلْتُ: الرُّبُعَ، قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ: النِّصْفَ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ: قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ: إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ)) ترجمہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! میں آپ کی بارگاہ میں کثرت کے ساتھ درود پاک بھیجنا چاہتا ہوں، تو میں کتنا درود پاک آپ کی بارگاہ میں بھیجوں؟ ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو، میں نے عرض کیا: (وظائف کے لیے جتنا وقت ہے اس کا) چوتھائی حصہ درود پاک کے لیے مختص کردوں؟ فرمایا: جتنا تم چاہو، اگر (اس سے) زیادہ کروگے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا، میں نے عرض کیا: آدھا وقت درود پاک کے لیے مختص کردوں؟ فرمایا: جتنا تم چاہو، اگر (اس سے) زیادہ کروگے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا، میں نے عرض کیا: دو تہائی وقت درود پاک کے لیے مختص کردوں؟ ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو، اگر (اس سے) زیادہ کروگے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا، میں نے عرض کیا: (وظائف کے لیے مختص وقت) سارا کا سارا درود پاک کے لیے مختص کردوں؟ ارشاد فرمایا: تب تو یہ تمہارے دکھوں کو دور کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(جامع ترمذی، ج4،ص218، دار الغرب الاسلامی، بیروت ☆ المستدرک علی الصحیحین، تفسیر سورۃ الاحزاب، ج2،ص457، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام حاکم نے فرمایا "هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ" ترجمہ: یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، تفسیر سورۃ الاحزاب، ج2،ص457، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام ذہبی نے لکھا" صحیح"
(المستدرک علی الصحیحین، تفسیر سورۃ الاحزاب، ج2، ص457، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(6) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً)) ترجمہ: قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جس نے مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پاک پڑھا ہوگا۔
(جامع الترمذی، باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج1، ص612، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

(7) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا وَكَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ)) ترجمہ: جو مجھ پر ایک بار درود پاک بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس پر دس بار درود پاک بھیجتا ہے اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔
(جامع الترمذی، باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج1، ص612، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ)) ترجمہ: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور مجھ پر درود نہ بھیجے، اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان آئے پھر چلا جائے اور اس کی بخشش نہ ہو، اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان دونوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا (یعنی اس نے ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی)۔
(جامع الترمذی، ج5، ص442، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

(9) امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ)) ترجمہ: بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ میری بارگاہ میں درود نہ بھیجے۔

(جامع الترمذی، ج5، ص443، دارالغرب الاسلامی، بیروت ☆ مسند احمد بن حنبل، عن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ج3، ص258، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(10) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ، إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ)) ترجمہ: جمعہ کے دن میری بارگاہ میں کثرت کے ساتھ درود بھیجو، کہ یہ یوم مشہود ہے اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور بے شک جو شخص بھی مجھ پر درود پاک بھیجتا ہے اس کا درود پاک میری بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے اس کے فارغ ہونے سے پہلے، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: وفات کے بعد (بھی)، فرمایا: (ہاں) وفات کے بعد بھی، کہ بے شک اللہ تعالیٰ

نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ماذکر وفاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج1، ص524، دار احیاء الکتب العربیہ، الحلب)

(11) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ)) ترجمہ: جو میری بارگاہ میں ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے لیے دس درجے بلند کر دیے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی، باب فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج3، ص50، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

(12) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يُرَى الْبُشْرُ فِي وَجْهِهِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَرَى فِي وَجْهِكَ بِشْرًا لَمْ نَكُنْ نَرَاهُ؟ قَالَ: أَجَلْ، إِنَّ مَلَكًا أَتَانِي فَقَالَ لِي: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ لَكَ أَمَا يُرْضِيكَ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمَ عَلَيْكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى)) ترجمہ: ایک دن نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے، آپ کے چہرۂ اقدس پر خوشی کے آثار نظر آرہے تھے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! آپ کے چہرۂ اقدس میں ایسی خوشی دیکھ رہے ہیں جو اس سے پہلے ہم نے نہیں دیکھی، فرمایا: جی ہاں، (اس کی وجہ یہ ہے کہ) ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! بے شک آپ کا رب عزوجل آپ سے فرماتا ہے کہ کیا آپ راضی نہیں کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر درود بھیجتا ہے تو میں اس پر دس بار درود بھیجتا ہوں، آپ کا کوئی امتی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو میں اس پر دس بار سلام بھیجتا ہوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! (میرے رب میں راضی ہوں)۔ (سنن دارمی، باب فی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج3، ص1825، دار المغنی للنشر والتوزیع، عرب)

(13) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِئَ بِهِ طَرِيقُ الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو مجھ پر درود پاک بھیجنا بھول گیا اس سے جنت کا راستہ گم ہو گیا۔

(شعب الایمان للبیہقی، تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج3، ص135، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

(14) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَحَمِدَ الرَّبَّ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ فَقَدْ طَلَبَ الْخَيْرَ مَكَانَهُ)) ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا، رب عزوجل کی حمد کی، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں درود پاک پیش کیا اور اپنے رب عزوجل سے بخشش چاہی (استغفار کیا) تو اس نے خیر کو اس کی جگہ سے تلاش کر لیا۔ (شعب الایمان، فصل فی استحباب التکبیر عند الختم، ج3، ص432، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

(15) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ

كُنْتُمْ)) ترجمہ: میری بارگاہ میں درود پاک بھیجو، تم جہاں بھی ہو بے شک تمہارا درود پاک میری بارگاہ میں پہنچتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح بحوالہ نسائی، الفصل الاول، ج 1، ص 291، المکتب الاسلامی، بیروت)

(16) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ كُنْتُ شَفِيعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ترجمہ: جس نے میری بارگاہ میں درود بھیجا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

(الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 12، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(17) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يُصَلُّوا فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمْ، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لِمَا يَرَوْنَ مِنَ الثَّوَابِ)) ترجمہ: جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھے تو انہیں اس کا اجر دیکھ کر اپنے اوپر حسرت ہو گی اگرچہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ (الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 13، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(18) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ فِي يَوْمٍ أَلْفَ مَرَّةٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو شخص مجھ پر ایک دن میں ہزار مرتبہ درود پڑھے گا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔

(الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 14، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(19) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً تَعْظِيمًا لِحَقِّي جَعَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ تِلْكَ الْكَلِمَةِ مَلَكًا، جَنَاحٌ لَهُ بِالْمَشْرِقِ وَجَنَاحٌ لَهُ بِالْمَغْرِبِ وَرِجْلَاهُ فِي تُخُومِ الْأَرْضِ، وَعُنُقُهُ مَلْوِيٌّ تَحْتَ الْعَرْشِ، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ: صَلِّ عَلَى عَبْدِي كَمَا صَلَّى عَلَى نَبِيِّي، فَيُصَلِّي عَلَيْهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ترجمہ: جو میرے حق کی تعظیم کرتے ہوئے مجھ پر درودِ پاک بھیجتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جس کا ایک پَر مشرق میں، دوسرا مغرب میں، اس کی دونوں ٹانگیں ساتویں زمین میں اور گردن عرش کے نیچے ہوتی ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُسے فرماتا ہے: تم میرے بندے پر اسی طرح درودِ پاک بھیجو جس طرح اس نے میرے نبی پر بھیجا۔ پس وہ فرشتہ تا قیامت اس بندے پر درود بھیجتا رہے گا۔

(الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 14، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(20) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((الصَّلَاةُ عَلَيَّ نُورٌ عَلَى الصِّرَاطِ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِينَ مَرَّةً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُ ثَمَانِينَ عَامًا)) ترجمہ: مجھ پر درود بھیجنا پل صراط

پرنور ہے، جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی (80) مرتبہ درود بھیجے گا اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(الترغیب لابن شاہین، باب مختصر من الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج1، ص14، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(21) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ سَرَّہٗ أَنْ یَلْقَی اللّٰہَ وَھو عَلَیْہِ رَاضٍ فَلْیُکْثِرِ الصَّلَاۃَ عَلَیَّ)) ترجمہ: جسے یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں پیش ہو کہ وہ اس سے راضی ہو تو اسے چاہیے کہ مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھے۔

(الکامل لابن عدی، عمر بن راشد مولی مروان بن ابان، ج6، ص32، الکتب العلمیہ، بیروت)

(22) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا، وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عَشْرًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مِائَۃً وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِائَۃً کَتَبَ اللّٰہُ بَیْنَ عَیْنَیْہِ بَرَاءَۃً مِنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءَۃً مِنَ النَّارِ، وَأَسْکَنَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الشُّھَدَاءِ)) ترجمہ: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سو بار درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے کہ اس بندے کے لیے نفاق اور جہنم کی آگ سے آزادی ہے اور قیامت کے دن اسے شہدا کے ساتھ رکھے گا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ محمد، ج7، ص187، دار الحرمین، القاہرہ)

(23) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ أَنْجَاکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ أَھْوَالِھَا وَمَوَاطِنِھَا أَکْثَرُکُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً)) ترجمہ: قیامت کی ہولناکیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں سے تم میں سے جلدی نجات پانے والا وہ شخص ہوگا جس نے کثرت سے درود پاک پڑھا ہوگا۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الخامس فضیلۃ الصلوۃ والسلام علیہ، ج2، ص176، دار الفیحاء، عمان)

(24) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِی کِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَا بَقِیَ اسْمِی فِی ذٰلِکَ الْکِتَابِ)) ترجمہ: جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود پاک لکھ دیا تو فرشتے اس کے لیے اس وقت تک استغفار کرتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الخامس فضیلۃ الصلوۃ والسلام علیہ، ج2، ص173، دار الفیحاء، عمان)

درود پاک کی جگہ صلعم وغیرہ لکھنے کا حکم:

اکثر لوگ آج کل درود شریف کے بدلے صلعم، عم، ص، ع لکھتے ہیں وہ اس برکت اور ثواب سے محروم ہوتے ہیں بلکہ الٹا گناہ کا وبال اپنے سر لیتے ہیں۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"حرف ص لکھنا جائز نہیں، نہ لوگوں کے نام پر نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کریم پر، لوگوں کے نام پر تو یوں نہیں کہ وہ

اشارہ درود کا ہے اور غیر انبیا و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بالاستقلال درود جائز نہیں اور نام اقدس پر یوں نہیں کہ وہاں پورے درود شریف کا حکم ہے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لکھے فقط ص یا صلم یا صلعم جو لوگ لکھتے ہیں سخت شنیع و ممنوع ہے یہاں تک کہ تاتارخانیہ میں اس کو تخفیفِ شانِ اقدس ٹھہرایا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔" (فتاوی رضویہ، ج23، ص387، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"اکثر لوگ آج کل درود شریف کے بدلے صلعم، عم، ص، ع لکھتے ہیں یہ سخت ناجائز و سخت حرام ہے۔ یوہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ رض، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ رح لکھتے ہیں یہ بھی نہ چاہیے، جن کے نام محمد، احمد، علی، حسن، حسین وغیرہ ہوتے ہیں ان ناموں پر ؐ بناتے ہیں یہ بھی ممنوع ہے کہ اس جگہ تو یہ شخص مراد ہے، اس پر دُرود کا اشارہ کیا معنی۔"

(بہار شریعت، حصہ 3، ص534، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(25) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ سَلَّمَ عَلَیَّ عَشْرًا فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً)) ترجمہ: جس نے مجھ پر دس بار درود پاک پڑھا گویا کہ اس نے ایک گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کیا۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الخامس فضیلۃ الصلوۃ والسلام علیہ، ج2، ص176، دار الفیحاء، عمان)

(26) حدیث پاک میں ہے: ((انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: آمِينَ ثُمَّ صَعِدَ فَقَالَ: آمِينَ، ثُمَّ صَعِدَ فَقَالَ: آمِينَ، فَسَأَلَهُ مُعَاذٌ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَنْ سُمِّيتَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ، فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ قُلْ: آمِينَ فَقُلْتُ: آمِينَ وَقَالَ فِيمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فَمَاتَ مِثْلَ ذٰلِكَ. وَمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَبَرَّهُمَا فَمَاتَ مِثْلَهُ)) ترجمہ: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم منبر اقدس (کے پہلے زینے) پر تشریف فرما ہوئے تو کہا: آمین، پھر (دوسرے زینے پر) تشریف فرما ہوئے تو کہا: آمین، پھر (تیسرے زینے پر) تشریف فرما ہوئے تو کہا: آمین، معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے ایسا شخص مرے تو جہنم میں داخل ہو اور اللہ تعالیٰ اسے دور فرما دے، آپ کہئے: آمین، تو میں نے کہا: آمین، اور جبریل علیہ السلام نے مجھے اس شخص کے بارے میں کہا کہ جس نے رمضان کو پایا اور اس سے (رمضان کی عبادت) قبول نہ کی گئی (یعنی اس کی مغفرت کا سبب نہ بنی)، تو وہ بھی اسی کی مثل مرے (یعنی مر کر جہنم میں جائے)، اور جو والدین یا والدین میں کوئی ایک پائے اور ان کے ساتھ بھلائی نہ کرے تو وہ بھی اسی کی مثل مرے۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الخامس فضیلۃ الصلوۃ والسلام علیہ، ج2، ص178، دار الفیحاء، عمان)

(27) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مِنَ الْجَفَاءِ أَنْ

أُذْكَرَ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ)) ترجمہ: جس شخص کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو یہ (مجھ پر) جفا ہے۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الخامس فضیلۃ الصلوۃ والسلام علیہ، ج2، ص180، دار الفیحاء، عمان)

(28) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا ثُمَّ تَفَرَّقُوا عَلَى غَيْرِ صَلَاةٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَفَرَّقُوا عَلَى أَنْتَنَ مِنْ رِيحِ الْجِيفَةِ)) ترجمہ: کوئی قوم کسی جگہ بیٹھی اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود بھیجے بغیر اٹھ کر متفرق گئی تو وہ مردار سے بھی زیادہ بدبودار چیز سے اٹھی۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الخامس فضیلۃ الصلوۃ والسلام علیہ، ج2، ص180، دار الفیحاء، عمان)

(29) ابن قیم (المتوفی 751ھ) نے جلاء الافہام میں روایت نقل کی ہے: ((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مشهود تشهده الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ من عبد يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوته حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبعد وفاتك قَالَ وَبعد وفاتي إِن الله حرم على الْأَرْض أَن تَأْكُل أجساد الْأَنْبِيَاء)) ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر جمعہ والے دن کثرت کے درود پڑھا کرو کہ یہ یوم مشہود ہے، اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں، کوئی آدمی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ جہاں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، ہم (صحابہ) نے عرض کیا: اور وصال فرمانے کے بعد بھی (درود کی آواز آپ تک پہنچے گی)؟ ارشاد فرمایا: جی ہاں! اپنے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیا علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

(جلاء الافہام، واما حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، ج1، ص127، دار العروبہ، الکویت)

اس حدیث پاک سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(ا) درود پاک کی کثرت عام دنوں میں بھی کرنی چاہیے مگر جمعہ والے دن خصوصی طور پر کثرت کرنی چاہیے، کیونکہ اس کی ترغیب غمخوارِ امت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خود دلائی ہے کہ اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔

(ب) یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم جہاں سے بھی درود پڑھیں ہماری آواز حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک پہنچتی ہے۔

ہم یہاں سے پکاریں وہ مدینے سنیں ان کی اعلیٰ سماعت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

(ج) یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام زندہ ہیں، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: ((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ)) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیا علیہم السلام کے اجسام کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ذکر وفاتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ج1، ص524، دار احیاء الکتب العربیہ، الحلب)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

(30) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((أن لله سيارة من الملائكة إذا مروا بحلق الذكر قال بعضهم لبعض اقعدوا فإذا دعا القوم فأمنوا على دعائهم فإذا صلوا على النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صلوا معهم حتى تفرقوا ثم يقول بعضهم لبعض طوبى لهؤلاء يرجعون مغفور لهم)) ترجمہ: بیشک اللہ تعالی کے کچھ فرشتے سیر کرتے رہتے ہیں جب ان کا گزر ذکر اللہ والے کسی حلقہ کے پاس سے ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ یہیں بیٹھ جاؤ، جب یہ قوم دعا کرے تو تم ان کی دعا پر آمین کہنا اور جب یہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام پر درودِ پاک بھیجیں تو تم بھی ان کے ساتھ نبیِ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر درودِ پاک بھیجنا یہاں تک کہ تم جدا ہو جاؤ، تو وہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں: ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہو کہ ان کی بخشش کر دی گئی ہے۔ (القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب، الباب الثانی، ج1، ص123، دار الریان للتراث)

(31) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((جاء رجل إلى النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فشكا إليه الفقر وضيق العيش والمعاش فقال له رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إذا دخلت منزلك فسلم إن كان فيه أحد أو لم يكن فيه أحد ثم سلم علي واقرأ قل هو الله أحد مرة واحدة ففعل الرجل فأدر الله عليه الرزق حتى أفاض على جيرانه وقراباته)) ترجمہ: ایک شخص نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس نے فقر و فاقہ اور تنگیِ معاش کی شکایت کی، رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اسے (برکتِ رزق کا وظیفہ بتاتے ہوئے) ارشاد فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہو تو سلام کرو چاہے گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو، پھر میری بارگاہ میں سلام پیش کرو اور (پھر) سورۂ اخلاص ایک مرتبہ پڑھ لو۔ اس شخص نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالی نے (اس کی برکت سے) اس شخص پر رزق کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ اس نے اپنے رزق سے اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔ (القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب، الباب الثانی، ج1، ص135، دار الریان للتراث)

(32) امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 902ھ) "القول البدیع" میں ایک روایت نقل فرماتے ہیں: ((إن الله سبحانه وتعالى أوحى إلى موسى عليه السلام أنني جعلت فيك عشرة آلاف سمع حتى سمعت كلامي وعشرة آلاف لسان حتى أجبتني، وأحب ما تكون إلي وأقرب ما تكون أنت مني إذا ذكرتني وصليت على محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تجھ میں دس ہزار سماعتیں رکھیں یہاں تک کہ تم نے میرا کلام سنا اور دس ہزار زبانیں پیدا کیں یہاں تک تم نے مجھے جواب دیا اور میرے نزدیک

اس سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ مقرب اس وقت بنو گے جب میرا ذکر کرو گے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو گے۔
(القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع، الباب الثانی، ص 137، مطبوعہ مؤسسۃ الریان، بیروت)

(33) القول البدیع میں حلیۃ الاولیا لابی نعیم کے حوالے سے حدیث پاک ہے: ((أن رجلاً مر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعه ظبی قد اصطاده فأنطق الله سبحانه الذی لأنطق كل شیء الظبی فقالت یا رسول الله ان لی أولاداً وأنا أرضعهم وأنهم الآن جیاع فأمر هذا أن یخلینی حتی أذهب فأرضع أولادی وأعود قال فإن لم تعودی قالت إن لم أعد فلعننی الله كمن تذكر بین یدیه فلا یصل علیك أو كنت كمن صلی ولم یدع فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أطلقها وأنا ضامنها فذهبت الظبیة ثم عادت فنزل جبریل علیه السلام وقال یا محمد الله یقرئك السلام ویقول لك وعزتی وجلالی أنا أرحم بامتك من هذه الظبیة بأولادها وأنا أردهم إلیك كما رجعت الظبیة إلیك صلی اللہ علیہ وسلم)) ترجمہ: ایک آدمی کا گزر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا، اس کے پاس ہرنی تھی جو اس نے ابھی ابھی شکار کی تھی، جس اللہ سبحانہ نے ہر چیز کو قوتِ گویائی عطا فرمائی ہے اس نے اس ہرنی کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی، ہرنی نے عرض کیا: میرے بچے ہیں، میں انہیں دودھ پلاتی ہوں اور ابھی وہ بھوکے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شکاری کو ارشاد فرمائیں کہ یہ مجھے چھوڑ دے، یہاں تک کہ میں جاؤں اور بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہرنی سے ارشاد فرمایا: اگر تو لوٹ کر نہ آئی تو؟، اس نے عرض کیا: اگر میں لوٹ کر نہ آؤں تو مجھ پر اس طرح لعنت برسے جیسے کہ اس شخص پر برستی ہے جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود پاک نہ پڑھے یا میں اس کی طرح ہو جاؤں جو نماز پڑھے اور دعا نہ مانگے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری سے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دے، میں اس کی طرف سے تجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جائے گی۔ ہرنی گئی اور (بچوں کو دودھ پلا کر) واپس آ گئی، جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور فرماتا ہے: مجھے میری عزت وجلال کی قسم، میں آپ کی امت پر اس سے بڑھ کر مہربان ہوں جتنی یہ ہرنی اپنے بچوں پر مہربان ہے، اور میں (قیامت کے دن) انہیں آپ کی طرف لوٹا دوں گا جیسا کہ یہ ہرنی آپ کے پاس لوٹ کر آئی ہے۔

(القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع، ص 233، مطبوعہ مؤسسۃ الریان، بیروت)

(34) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((أتانی آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّی عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ مَنْ صَلَّى عَلَیْكَ مِنْ أُمَّتِكَ صَلَاةً كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَرَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَهَا
ترجمہ: میرے پاس رب عزوجل کی طرف سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور مجھے کہا کہ آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایک

درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہے، اس کے دس گناہ مٹاتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے اور اس کی مثل درود اس پر بھیجتا ہے۔ (الجامع الصغیر، حرف الہمزہ، ج1، ص23، دار الفکر، بیروت)

(35) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((صلوا علی فان الصلاۃ علی کفارۃ لکم وزکاۃ فمن صلی علی صلاۃ صلی اللہ علیہ عشراً)) ترجمہ: مجھ پر درود بھیجو کہ یہ تمہارے گناہوں کے لیے کفارہ اور تمہارے اعمال کے لیے پاکی ہے، جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب، الباب الثانی، ج1، ص111، دار الریان للتراث)

(36) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((زَیِّنُوا مَجَالِسَکُمْ بِالصَّلَاۃِ عَلَیَّ فَإِنَّ صَلَاتَکُمْ عَلَیَّ نُوْرٌ لَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ)) ترجمہ: اپنی محافل کو درود پاک پڑھ کر آراستہ کرو، بے شک تمہارا مجھ پر درود بھیجنا قیامت کے دن تمہارے لیے نور ہوگا۔ (الجامع الصغیر، حرف الزای، ج2، ص138، دار الفکر، بیروت)

(37) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((من صلی عَلَیّ مرّۃ کتب اللہ لَہُ عشر حَسَنَات ومحا عَنہُ عشر سیئات وَرَفعہ بھَا عشر دَرَجَات وَکَان لَہُ عدل عشر رِقَاب)) ترجمہ: جو مجھ پر ایک مرتبہ درودِ پاک پڑھے گا اللہ عزوجل اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، اس کے دس گناہ مٹادے گا، اس کے دس درجات بلند فرمائے گا، وہ کلمات اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہونگے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، الترغیب فی اکثار الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج2، ص324، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(38) حضرت ابو کاہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((قَالَ لی رَسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا أَبَا کَاھِل من صلی عَلَیّ کل یَوْم ثَلَاث مَرَّات وکل لَیْلَۃ ثَلَاث مَرَّات حبا وشوقا إِلَیّ کَانَ حَقًا علی اللہ أَن یغْفر لَہُ ذنُوبہ تِلْکَ اللَّیْلَۃ وَذٰلِکَ الْیَوْم)) ترجمہ: رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے ابو کاہل جو شوق اور محبت کے ساتھ مجھ پر ہر دن اور ہر رات تین تین مرتبہ درودِ پاک پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے اس رات اور اس دن کے گناہ بخش دے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، قیس بن عائذ ابو کاہل، ج18، ص362، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ ☆ الترغیب الترہیب، کتاب الذکر والدعاء، الترغیب فی اکثار الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج2، ص328، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(39) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَا مِنْ عَبْدَیْنِ مُتَحَابَّیْنِ فِی اللّٰہِ یَسْتَقْبِلُ أَحَدُھُمَا صَاحِبَہُ فَیُصَافِحُہُ وَیُصَلِّیَانِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِلَّا لَمْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی تُغْفَرَ ذُنُوبُھُمَا مَا تَقَدَّمَ مِنْھُمَا وَمَا تَأَخَّرَ)) ترجمہ: جب آپس میں اللہ کے لیے محبت کرنے والے دو دوست ملاقات کرتے ہیں اور

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پاک پڑھتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی ان دونوں کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، قتادہ عن انس، ج3، ص334، دار المامون للتراث، دمشق)

(40) حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((خرج علینا رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال إني رأيت البارحة عجباً رأيت رجلاً من امتي يزحف على الصراط مرةً ويحبو مرةً ويتعلق مرةً فجاء ته صلاته على فاخذت بيده فاقامته على الصراط حتى جاوزه أخرجه الطبراني في الكبير والديلمي في مسند الفردوس)) ترجمہ: رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ گذشتہ شب میں نے ایک عجیب منظر دیکھا، میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دھیرے دھیرے پل صراط سے گزرتے دیکھا کہ وہ کبھی گھسٹتے ہوئے چلتا ہے اور کبھی ادھر پھنس جاتا ہے، اتنے میں اس کا مجھ پر پڑھا ہوا درودِ پاک اس کے پاس آ گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو پل صراط پر کھڑا کر دیا یہاں تک کہ وہ اس سے گزر گیا۔ اس حدیثِ پاک کو طبرانی نے کبیر میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں نقل کیا ہے۔

(القول البدیع، الباب الثانی، ج1، ص130، دار الریان للتراث)

مشکل جو سر پہ آپڑی تیرے ہی نام سے ٹلی

مشکل کشا ہے تیرا نام، تجھ پہ درود اور سلام

(41) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((من صلى على في يوم خمسين مرة صافحته يوم القيامة)) ترجمہ: جو شخص ہر روز مجھ پر پچاس مرتبہ درودِ پاک پڑھے گا کل بروزِ قیامت میں اس سے مصافحہ فرماؤں گا۔

(القول البدیع، الباب الثانی، ج1، ص141، دار الریان للتراث)

(42) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ قِيرَاطًا وَالْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ)) ترجمہ: جو مجھ پر ایک مرتبہ درودِ پاک پڑھتا ہے اللہ تعالی اس کے لئے ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الخطایا، ج1، ص51، المکتب الاسلامی، بیروت)

(43) حدیث پاک میں ہے: ((يروى عنه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أنه قال ثلاثة تحت ظل عرش الله يوم القيامة يوم لا ظل إلا ظله قيل من هم يا رسول الله قال من فرج عن مكروب من امتي وأحيا سنتي وأكثر الصلاة علي)) ترجمہ: جس دن سایہ عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اس دن تین قسم کے لوگ عرشِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے سائے میں ہوں گے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! وہ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: (1) جس نے میرے کسی امتی کی پریشانی دور کی (2) اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا (3) اور جس نے مجھ پر کثرت سے درود پڑھا۔ (القول البدیع، الباب الثانی، ج1، ص128، دار الریان للتراث)

(44) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ((أکثرکم علی صلاۃ أکثرکم أزواجاً فی الجنۃ)) ترجمہ: تم میں سے زیادہ درودِ پاک پڑھنے والے کے لئے جنت میں زیادہ بیویاں ہوں گی۔

(القول البدیع، الباب الثانی، ج1، ص132، دار الریان للتراث)

(45) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ((إنّ للہ تَعَالٰی مَلَکاً أعْطاہُ سَمْعَ العِبادِ فَلَیْسَ مِنْ أحَدٍ یُصَلِّی عَلَیَّ إلَّا أبْلَغَنِیھا وإنِّی سَأَلْتُ رَبِّی أنْ لَا یُصَلِّی عَلَیَّ عَبْدٌ صَلاۃً إلاَّ صَلَّی عَلَیْہِ عَشْرَ أمْثالِھا)) ترجمہ: بیشک اللہ تعالی کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالی نے تمام بندوں کی آواز سننے کی قوت عطا فرمائی ہے، کوئی بندہ مجھ پر درودِ پاک نہیں پڑھتا مگر وہ اس کا درودِ پاک مجھے پہنچادیتا ہے۔ اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ کوئی بندہ مجھ پر درودِ پاک نہ پڑھے مگر یہ کہ اللہ اس پراُس کی دس مثل رحمت نازل فرمائے۔ (الجامع الصغیر، حرف الھمزہ، ج1، ص381، دار الفکر، بیروت)

(46) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ((لا یری وجھی ثلاثۃ أنفس العاق لوالدیہ وتارك سنتي ومن لم یصل علی إذا ذکرت بین یدیہ)) ترجمہ: تین قسم کے آدمی (بروزِ قیامت) میرے چہرہ انور کی زیارت سے محروم رہیں گے، والدین کا نافرمان، اور میری سنت کا تارک اور وہ شخص کہ جب اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درودِ پاک نہ پڑھے۔ (القول البدیع، الباب الثالث فی تحذیر من ترک الصلوۃ، ج1، ص156، دار الریان للتراث)

(47) حدیث پاک میں ہے: ((أن عائشۃ رضی اللہ عنھا کانت تخیط شیئاً في وقت السحر فضلت الابرۃ وطفی السراج فدخل علیھا النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فأضاء البیت بضوءہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ووجدت الابرۃ فقالت ما أوضء وجھك یا رسول اللہ قال ویل لمن لا یرانی یوم القیامۃ قالت ومن لا یراك قال البخیل قالت ومن البخیل؟ قال الذی لا یصلی علی إذا سمع باسمی)) ترجمہ: ام المؤمنین حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا وقت سحر کچھ سی رہی تھی کہ آپ کے ہاتھ سے سوئی گر گئی اور چراغ بجھ گیا۔ اتنے میں حضورنبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لے آئے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرہ اقدس کے نور سے سارا کمرہ جگمگا اٹھا اور سوئی مل گئی۔ تو آپ نے عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم! آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چہرہ انور کتنا روشن ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: اے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا! ہلاکت ہے اس کے لئے جو بروزِ قیامت مجھے نہ دیکھے گا۔ آپ نے عرض کی: بروزِ قیامت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت سے کون محروم رہے گا؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا "بخیل" آپ نے پوچھا: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم! بخیل کون ہے؟ ارشادفرمایا: وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درودِ پاک نہ بھیجے۔

(القول البدیع، الباب الثالث فی تحذیر من ترک الصلوۃ، ج1، ص153، دار الریان للتراث)

(48) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَلِّي عَلَيَّ، إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلَّى عَلَيَّ، فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذَلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ)) ترجمہ: جو مسلمان مجھ پر درود پاک پڑھے تو فرشتے اُسی قدر اُس کے لئے دُعائے استغفار کرتے ہیں جس قدر اُس نے مجھ پر درود پاک پڑھا (اب بندہ کی مرضی) کم پڑھے یا زیادہ۔ (سنن ابن ماجہ، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج1، ص294، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

(49) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ، خَطِئَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ)) ترجمہ: جو مجھ پر درود پاک پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

(سنن ابن ماجہ، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج1، ص294، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

(50) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَوَجَدْتُهُ مَسْرُورًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَدْرِي مَتَى رَأَيْتُكَ أَحْسَنَ بِشْرًا وَأَطْيَبَ نَفْسًا مِنَ الْيَوْمِ؟ قَالَ: وَمَا يَمْنَعُنِي وَجِبْرِيلُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِي السَّاعَةَ فَبَشَّرَنِي أَنَّ لِكُلِّ عَبْدٍ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً يُكْتَبُ لَهُ بِهَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَيُمْحَى عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَيُرْفَعُ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَتُعْرَضُ عَلَيَّ كَمَا قَالَهَا وَيُرَدُّ عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا دَعَا)) ترجمہ: میں ایک دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو خوشی کی حالت میں پایا تو عرض کیا: یارسول اللہ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) آج سے زیادہ خوشی میں مَیں نے کبھی آپ کو نہ دیکھا (آج اتنی زیادہ خوشی کی کیا وجہ ہے؟) فرمایا: میرے خوش ہونے میں کون سی چیز مانع ہے جبکہ جبرائیل علیہ السلام ابھی میرے پاس سے گئے اور مجھے خوشخبری دی کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے اُس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اُس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، اور اُس کے دس درجات بلند کیے جاتے ہیں۔ اور اُس کا درود میری بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے مزید یہ کہ وہ شخص جو مانگے اُسے اسی کی مثل لوٹا دیا جاتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص214، المکتب الاسلامی، بیروت)

(51) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فَأَكْثِرُوا أَوْ أَقِلُّوا)) ترجمہ: جو مجھ پر درود پاک بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل فرماتا ہے، اب تمہاری مرضی کم درود پاک بھیجو یا زیادہ۔

(مصنف عبدالرزاق، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص215، المکتب الاسلامی، بیروت)

(52) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((مِنَ الْجَفَاءِ أَنْ أُذْكَرَ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ)) ترجمہ: ظلم میں سے یہ بھی ہے کہ کسی کے سامنے میرا ذکر ہوتا ہے اور وہ مجھ پر درود نہیں پڑھتا۔

(مصنف عبدالرزاق، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج2، ص216، المکتب الاسلامی، بیروت)

(53) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً)) ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جس نے دنیا میں مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھے ہوں گے۔

(شعب الایمان، تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج3، ص122، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

ارشادات صحابہ وائمہ رضی اللہ عنہم اجمعین:

(1) امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْحَقُ لِلذُّنُوبِ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلنَّارِ السلام عليه أفضل من عتق الرقاب)) ترجمہ: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں درود پاک بھیجنا گناہوں کو اس سے بڑھ کر مٹاتا ہے جس طرح ٹھنڈا پانی آگ کو بجھاتا ہے، اور ان پر سلام بھیجنا غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔ (الشفاء بعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الخامس فضیلۃ الصلوۃ والسلام علیہ، ج2، ص176، دار الفیحاء، عمان)

(2) امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ، حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: بے شک دعا زمین وآسمان کے درمیان موقوف رہتی ہے، اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں اٹھتا اس وقت تک جب تک تو اپنے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پاک نہیں بھیجتا۔ (جامع الترمذی، باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج1، ص614، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

(3) امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ((كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ عَنِ السَّمَاءِ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ترجمہ: بیشک دعا آسمانوں پر جانے سے روک دی جاتی ہے جب تک محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ان کے اہل بیت پر دُرود نہ بھیجا جائے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ احمد، ج1، ص220، دار الحرمین، القاہرہ ☆ شعب الایمان للبیہقی، تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج3، ص135، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((مَنْ صَلَّى عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَاةً فَلْيُقِلَّ عَبْدٌ مِنْ ذَلِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ)) ترجمہ: جس نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک بار درود پاک بھیجا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر (70) بار درود بھیجتے ہیں، اب (بندے کی مرضی ہے کہ) بندہ کم درود پاک بھیجے یا زیادہ۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، ج11، ص178، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(5) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید بن وہب سے فرمایا: ((يا زيد ألا تدع إذا كان يوم الجمعة

أن تصلي على النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ألف مرة)) ترجمہ: اے زید! تو جمعہ کے دن نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ہزار مرتبہ درودِ پاک پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا۔ (القول البدیع، الصلوۃ علیہ فی یوم الجمعۃ ولیلتھا، ج1، ص197، دار الریان للتراث)

(6) حضرت علی بن حسین ابن علی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں "علامة أهل السنة كثرة الصلاة على رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ: اہلِ سنت کی نشانی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درودِ پاک کی کثرت ہے۔

(القول البدیع، ج1، ص60، دار الریان للتراث)

(7) جامع الترمذی میں ہے: "وَيُرْوَى عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً فِي الْمَجْلِسِ أَجْزَأَ عَنْهُ مَا كَانَ فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ" ترجمہ: بعض علما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب آدمی مجلس میں ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں درودِ پاک بھیجتا ہے تو جو کچھ اس مجلس میں ہوا ہے اس کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ (جامع الترمذی، ج5، ص443، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

حکایات وواقعات

(1) علامہ شمس الدین قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 671ھ) فرماتے ہیں: "وقد حكي أن امرأة جاءت إلى الحسن البصري رحمه الله فقالت: إن ابنتي ماتت وقد أحببت أن أراها في المنام، فعلمني صلاة أصليها لعلي أراها فعلمها صلاة فرأت ابنتها وعليها لباس القطران والغل في عنقها والقيد في رجلها فارتاعت لذلك فأعلمت الحسن فاغتم عليها، فلم تمض مدة حتى رآها الحسن في المنام وهي في الجنة على سرير وعلى رأسها تاج. فقالت له يا شيخ: أما تعرفني؟ قال: لا، قالت له: أنا تلك المرأة التي علمت أمي الصلاة فرأتني في المنام، قال لها: فما سبب أمرك؟ قالت: مر بمقبرتنا رجل فصلى على النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وكان في المقبرة خمسمائة وستون إنساناً في العذاب فنودي: ارفعوا العذاب عنهم ببركة صلاة هذا الرجل عن النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ: حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک عورت حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میری بیٹی فوت ہوگئی ہے، میں اسے خواب میں دیکھنا چاہتی ہوں تو آپ مجھے ایک نماز سکھائیں کہ اسے پڑھوں، شاید کہ میں اس کو خواب میں دیکھ سکوں، چنانچہ آپ نے وہ نماز سکھادی تو اس نے خواب میں اپنی بیٹی کو اس حال میں دیکھا کہ اس پر تارکول کا لباس ہے اور اس کی گردن میں طوق پڑا ہوا ہے اور اس کے پاؤں میں زنجیر ہے، وہ یہ دیکھ کر بہت خوف زدہ ہوگئی اور اس نے یہ سارا ماجرہ حسن بصری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ بھی سن کر اس پر بہت غمگین ہوئے، ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت جنت میں ایک تخت پر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے سر پر تاج ہے، اس نے آپ سے کہا: اے شیخ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا:

میں وہی عورت ہوں جس کی ماں کو آپ نے نماز سکھائی تھی تو اس نے مجھے خواب میں دیکھا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا: تو تیری بخشش کا کیا سبب بنا؟ اس نے کہا کہ ایک شخص ہمارے قبرستان کے پاس سے گزرا اور اس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھا، اور اس وقت اس قبرستان میں پانچ سو ساٹھ 560 مردے دفن تھے، پس ندا دی گئی: اس شخص کے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھنے کی برکت سے ان سے عذاب اٹھا دو۔

(التذکرۃ با حوال الموتی وامور الآخرۃ، ج1، ص280، مکتبۃ دار المنہاج للنشر والتوزیع، ریاض)

(2) شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 902ھ) "القول البدیع" میں فرماتے ہیں "یحکی أن أبا العباس أحمد بن منصور لما مات رآه رجل من أهل شيراز وهو واقف في المحراب بجامع شيراز وعليه حلة وعلى رأسه تاج مكلل بالجواهر فقال له ما فعل الله بك قال غفر لي واكرمني وتوجني وادخلني الجنة فقال له بماذا قال بكثرة صلاتي على رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ: حکایت کی گئی ہے کہ جب ابو العباس احمد بن منصور فوت ہو گئے تو اہلِ شیراز میں سے ایک شخص نے آپ کو دیکھا کہ آپ جامع مسجد شیراز کے محراب میں ایک نیا جوڑا زیبِ تن کیے ہوئے کھڑے ہیں اور آپ کے سر پر جواہرات سے جڑا ہوا تاج ہے، اس نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرما دی اور مجھے عزت کے تاج سے نواز کر مجھے جنت کا داخلہ عطا فرمایا۔ اس نے پوچھا، کس سبب سے؟ فرمایا: میرے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کثرت سے درودِ پاک پڑھنے کی برکت سے۔

(القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب، الباب الثانی، ج1، ص123، دار الریان للتراث)

(3) علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 902) فرماتے ہیں: "يروى في بعض الخبار أنه كان في بني اسرائيل عبد مسرف على نفيه فلما مات رموا به فأوحى الله إلى نبيه موسى عليه السلام أن غسله وصل عليه فاني قد غفرت له قال يارب وبم ذلك قال أنه فتح التوارة يوما فوجد فيها اسم محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فصلى عليه وقد غفرت له بذلك" ترجمہ: بعض مؤرخین سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں میں حد سے گزرا ہوا تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اسے (ویسے ہی) پھینک دیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی کہ اسے غسل دے کر اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھیں اس لئے کہ میں نے اس کی بخشش فرما دی ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کی اے میرے رب یہ کس سبب سے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے ایک دن توریت شریف کھولی تو اس میں اسمِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پا کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھا، میں نے اسی کے سبب اس کی بخشش فرما دی۔

(القول البدیع، الباب الثانی فی ثواب الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج1، ص124، دار الریان للتراث)

(4) علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 902) فرماتے ہیں "رأى بعض الصالحين صورة قبيحة في المنام، فقال لها من أنت قالت انا عملك القبيح قال لها فبم النجاة منك قالت بكثرة الصلاة على المصطفى محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ: بعض صالحین نے خواب میں ایک قبیح صورت کو دیکھا، اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں تیرا برا عمل ہوں، پوچھا: تجھ سے نجات کیسے ہوسکتی ہے؟ جواب دیا: محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کثرت سے درود پاک بھیجنے سے۔

(القول البدیع، الباب الثانی فی ثواب الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 124، دار الریان للتراث)

(5) حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "مات رجل من جيراني فرأيته في المنام فقلت ما فعل الله بك فقال يا شبلي مرت بي أهوال عظيمة وذلك أنه أرتج علي عند السؤال فقلت في نفسي من أين أتي علي ألم أمت على الإسلام؟ فنوديت هذه عقوبة اهمالك للسانك في الدنيا، فلما هم بي المكان حال بيني وبينهما رجل جميل الشخص طيب الرائحة فذكرني بحجتي فذكرتها فقلت من أنت يرحمك الله قال انا شخص خلقت من كثرة صلاتك على النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وأمرت أن أنصرك في كل كرب" ترجمہ: میں نے اپنے مرحوم پڑوسی کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ الله بِكَ؟ یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ وہ بولا: میں سخت ہولناکیوں سے دوچار ہوا، منکر نکیر کے سُوالات کے جوابات بھی مجھ سے نہیں بن پڑ رہے تھے، میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید میرا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا! اتنے میں آواز آئی: دنیا میں زَبان کے غیر ضَروری استعمال کی وجہ سے تجھے یہ سزا دی جارہی ہے۔ اب عذاب کے فِرِشتے میری طرف بڑھے۔ اتنے میں ایک صاحِب جو حُسن و جمال کے پیکر اور مُعَطَّر مُعَطَّر تھے وہ میرے اور عذاب کے درمیان حائل ہوگئے۔ اور انہوں نے مجھے منکر نکیر کے سُوالات کے جوابات یاد دلا دیئے اور میں نے اُسی طرح جوابات دے دیئے، الحمدللہ عزوجل عذاب مجھ سے دُور ہوا۔ میں نے اُن بُزرگ سے عرض کی: اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے آپ کون ہیں؟ فرمایا: تیرے کثرت کے ساتھ دُرُود شریف پڑھنے کی بَرَکت سے میں پیدا ہوا ہوں اور مجھے ہر مصیبت کے وقت تیری امداد پر مامور کیا گیا ہے۔

(القول البدیع، الباب الثانی فی ثواب الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 127، دار الریان للتراث)

(6) حضرتِ سیّدنا شیخ ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ الولی ایک روز بغدادِ مُعلّٰی کے جیّد عالم حضرتِ سیّدنا ابوبکر بن مُجاہد علیہ رحمۃ اللہ الواحِد کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے فوراً کھڑے ہو کر اُن کو گلے لگالیا اور پیشانی چوم کر بڑی تعظیم کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔ حاضِرین نے عرض کیا: یاسیدی! آپ اور اہلِ بغداد آج تک اِنہیں دیوانہ کہتے رہے ہیں مگر آج ان کی اِس قدر تعظیم کیوں؟ جواب دیا: میں نے یوں ہی ایسا نہیں کیا، اَلحمدُ لِلّٰہ آج رات میں نے خواب میں یہ ایمان افروز منظر دیکھا کہ حضرتِ سیّدنا ابوبکر شبلی علیہ رحمۃ اللہ الولی بارگاہِ رسالت میں حاضِر ہوئے تو سرکارِ دوعالم، نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کھڑے ہو کر اِن

کو سینے سے لگالیا اور پیشانی کو بوسہ دے کر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم !شبلی پر اس قدر شفقت کی وجہ؟ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ اور اس کے بعد مجھ پر دُرُود پڑھتا ہے۔ (اَلْقَوْلُ الْبَدِیع، ص346، مؤسسۃ الریان، بیروت)

درود پاک کے بارے میں اہم فتوی:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا ''کلمہ طیبہ شریف جب ورد کر کے پڑھا جائے تو اس میں کلمہ پر جب نام نامی حضور اقدس صلعم (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کا آئے تو ہر بار درود پڑھنا چاہئے یا ایک مرتبہ جبکہ جلسہ ختم کرے؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا:

جواب مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجئے سوال میں نامِ پاک حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ بجائے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (صلعم) لکھا ہے۔ یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے۔ کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ص، اور یہ سب بیہودہ و مکروہ و سخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیے، اگر تحریر میں ہزار جگہ نامِ پاک حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آئے ہر جگہ پورا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علما نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے۔ علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں فرماتے ہیں: ویکرہ الرمز بالصلوۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع من التتار خانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف و تخفیف الانبیاء کفر بلاشک ولعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصد والا فالظاھر انہ لیس بکفر و کون لازم الکفر کفرا بعد تسلیم کونہ مذھباً مختارا محلہ اذا کان اللزوم بَیّناً نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایھام و الشبھۃ ۔ترجمہ: صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جگہ (ص) وغیرہ اور رضی اللہ تعالی عنہ کی جگہ (رض) لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر لکھا پڑھا جائے تاتارخانیہ میں بعض جگہ پر ہے جس نے درود وسلام ہمزہ (ء) اور میم (م) کے ساتھ لکھا اس نے کفر کیا کیونکہ یہ عمل تخفیف (شان گھٹانا) ہے اور انبیا علیہم السلام کی بارگاہ میں یہ عمل بلاشبہ کفر ہے۔ اگر یہ قول صحت کے ساتھ منقول ہو تو یہ مقید ہوگا اس بات کے ساتھ کہ ایسا کرنے والا قصداً ایسا کرے، ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر نہیں، باقی لزومِ کفر سے کفر اس وقت ثابت ہوگا جب اسے مذہب مختار تسلیم کیا جائے اور اس کا محل وہ ہوتا ہے جہاں لزوم بیان شدہ اور ظاہر ہو، البتہ احتیاط اس

میں ہے کہ ایہام اور شبہ سے احتراز کیا جائے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، مقدمۃ الکتاب، ج 1، ص 6، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

اب جوابِ مسئلہ لیجئے نامِ پاک حضور پُرنور سیّد دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مختلف جلسوں میں جتنی بار لے یا سنے ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت وعیدوں میں گرفتار، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نامِ پاک لیا یا سُنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے، بہت علما قولِ اول کی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار درود شریف بھی پڑھتا جائے اگر ایک بار بھی چھوڑا، گنہگار ہُوا، مجتبی و دُرمختار وغیرہما میں اس قول کو مختار واصح کہا۔ فی الدر المختار اختلف فی وجوبها علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم والمختار تکرار الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اھ بتلخیص ۔ ترجمہ: دُرمختار میں ہے، اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اسم گرامی ذکر کیا جائے تو سامع اور ذاکر دونوں پر ہر بار درود وسلام عرض کرنا واجب ہے یا نہیں، اصح مذہب پر مختار قول یہی ہے کہ ہر بار درود وسلام واجب ہے اگرچہ مجلس ایک ہی ہو اھ خلاصۃً۔ (درمختار، فصل واذا اراد الشروع الخ، ج 1، ص 78، مطبوعہ مجتبائی دہلی)

دیگر علمانے بنظرِ آسانیِ امت قولِ دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود ادائے واجب کے لئے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنہگار نہ ہوگا مگر ثوابِ عظیم وفضلِ جسیم سے بیشک محروم رہا، کافی وقنیہ وغیرہما میں اسی قول کی تصحیح کی۔ فی ردالمحتار صححه الزاهدی فی المجتبٰی لکن صحح فی الکافی وجوب الصلٰوۃ مرۃ فی کل مجلس کسجود التلاوۃ للحرج الا انه یندب تکرار الصلٰوۃ فی المجلس الواحد بخلاف السجود وفی القنیة قیل یکفی المجلس مرۃ کسجدۃ التلاوۃ و به یفتی وقد جزم بهذا القول المحقق ابن الهمام فی زادالفقیر اھ ملتقطا ترجمہ: ردالمحتار میں ہے کہ اسے زاہدی نے المجتبی میں صحیح قرار دیا ہے لیکن کافی میں ہر مجلس میں ایک ہی دفعہ درود کے وجوب کو صحیح کہا ہے جیسا کہ سجدہ تلاوت کا حکم ہے تا کہ مشکل اور تنگی لازم نہ آئے، البتہ مجلس واحد میں تکرارِ درود مستحب ومندوب ہے بخلاف سجدہ تلاوت کے۔ قنیہ میں ہے ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا کافی ہے جیسا کہ سجدہ تلاوت کا حکم ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ ابن ہمام نے زادالفقیر میں اسی قول پر جزم کیا ہے اھ ملتقطا۔

(ردالمحتار، فصل واذا اراد الشروع الخ، ج 1، ص 381، مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

بہرحال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ ومعصیت عاقل کا کام نہیں کہ اُسے ترک کرے وباللہ التوفیق۔ (فتاوی رضویہ، ج 6، ص 221 تا 223، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ہمارے بازار میں صرف فقیہ ہی بیع کرے:

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جو خرید و فروخت وغیرہ کے ضروری مسائل سے واقفیت رکھتا ہو ہمارے بازار میں صرف وہی خرید و فروخت کرے۔ یہ اس لیے ہے کہ خرید و فروخت کرنے والا علم نہ ہونے کے باعث عقود باطلہ و فاسدہ وغیرہ کا مرتکب ہو کر گناہوں میں مبتلا ہو سکتا ہے اور اپنی روزی کو حرام و خبیث کر سکتا ہے۔

کتنا اور کون سا علم ضروری ہے، اس بارے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تفصیلی فتوی درج کیا جاتا ہے، چنانچہ آپ سے سوال ہوا: ((حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة)) (ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ت) میں عموماً ہر علم مراد ہے یا کوئی علم خاص مقصود ہے؟ اگر خاص مقصود ہے تو وہ کون سا علم ہے؟"

جواباً نے ارشاد فرمایا:

حدیث ((طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة)) (ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ت) کہ بوجہ کثرت طرق و تعدد مخارج حدیث حسن ہے اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد و عورت پر طلب علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو اور فرض عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم واشمل و اعلیٰ و اکمل و اہم و اجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنّی المذہب ہوتا ہے اور انکار و مخالفت سے کافر یا بدعتی، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں، پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کر سکے، پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے، تاجر ہو تو مسائل بیع و شراء، مزارع پر مسائل زراعت، موجر و مستاجر پر مسائل اجارہ، وعلیٰ ہذا القیاس ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال و حرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع و اخلاص و توکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر و ریا و عُجب و حسد وغیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے، جس طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکب کبائر ہے یونہی بعینہ ریاء سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے نسئل اللّٰہ العفو والعافیة (ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت) تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں و بس۔

علامہ مناوی تیسیر میں زیرِ حدیث مذکور لکھتے ہیں:اراد به مالا مندوحة له عن تعلمه كمعرفة الصانع و نبوة رسله و كيفية الصلوة ونحوها فان تعلمه فرض عين (اس سے وہ علم مراد ہے جس کے سیکھنے سے کوئی چارہ نہیں، جیسے صانع کی پہچان، رسولوں کی نبوت، کیفیت نماز اور اس جیسے دوسرے مسائل کی معرفت، کیونکہ ان باتوں کا سیکھنا فرض عین ہے۔ت)

درمختار میں ہے:اعلم ان تعلم العلم يكون فرض عين و هو بقدر مايحتاج لدينه (جان لیجئے!علم سیکھنا اور اسے حاصل کرنا فرض عین ہے،اور اس سے مراد اتنی مقدار ہے کہ جس کی دین میں ضرورت پڑتی ہے۔ت)

ردالمحتار میں فصول علامی سے ہے:فرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء و الغسل والصلوة والصوم وعلم الزكوة لمن له نصاب والحج لمن وجب عليه والبيوع على التجار ليحترزوا عن الشبهات و المكروهات في سائر المعاملات و كذا اهل الحرف و كل من اشتغل بشيء يفرض عليه علمه و حكمه ليمتنع عن الحرام فيه (دینی علم اور ہدایت حاصل کرنے کے بعد ہر عاقل، بالغ، مرد، عورت پر وضو، غسل، نماز اور روزہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے اور اسی طرح مسائل زکوٰۃ کا، اس شخص کے لئے جاننا، جو صاحبِ نصاب ہے۔ اور حج کے مسائل اس کے لئے جس پر وہ واجب ہے، اور خرید وفروخت کے مسائل جاننا کاروبار کرنے والوں کیلئے تاکہ وہ اپنے تمام معاملات میں مشکوک اور مکروہ کاموں سے بچ جائیں۔ یونہی پیشہ ور اور ہر ایسا آدمی جو کسی کام میں مشغول ہو تو اس پر اس کام کا علم رکھنا فرض ہے اور اس کا حکم یہ ہے تاکہ وہ اس معاملے میں حرام سے بچ جائے۔ت)

اور اسی میں ہے:وفي تبيين المحارم، لاشك في فرضية علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة عليه وعلم الحلال والحرام وعلم الرياء لان العابد محروم من ثواب عمله بالرياء وعلم الحسد والعجب اذهما ياكلان العمل كماتاكل النار الحطب وعلم البيع والشراء والنكاح والطلاق لمن اراد الدخول في هذه الاشياء وعلم الالفاظ المحرمة او المكفرة ولعمري هذا من اهم المهمات في هذا الزمان (تبیین المحارم میں ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ پنجگانہ فرض نمازوں کی فرضیت جاننا اور حصول اخلاص کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ ہر عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ یونہی حلال، حرام کا علم اور ریاء کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ عابد ریاکار اپنی ریاکاری کی وجہ سے اپنے عمل کے اجر وثواب سے محروم ہوتا ہے۔ حسد اور خود بینی کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں انسانی اعمال کو اس طرح کھا جاتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو، خرید وفروخت، نکاح، طلاق وغیرہ کے مسائل جاننا اس شخص کیلئے ضروری ہیں جو ان کاموں کو کرنا چاہے، یوں ہی حرام اور کفریہ الزام جاننا ضروری ہیں، مجھے اپنی زندگی کی قسم اس زمانے میں یہ سب سے زیادہ ضروری امور ہیں۔ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں تحت حدیث مسطور فرماتے ہیں: مراد بعلم دریں جا علمیست کہ ضروری وقت مسلمان ست مثلاً چوں در اسلام در آمد واجب شد بروئے معرفت صانع تعالیٰ وصفات وعلم بہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجز آں از انچہ صحیح نیست ایمان بے آن و چوں وقت نماز آمد واجب شد آموختن علم باحکام صلاۃ وچوں رمضان آمد واجب گردید تعلم احکام صوم الخ۔ (اس جگہ (یعنی حدیث مذکور میں) علم سے وہ علم مراد ہے جو مسلمان ہونے کے وقت ضروری ہے، مثلاً جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت، یونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا علم رکھنا اور اس کے علاوہ وہ اسلامی مسائل کہ جن کو جانے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، پھر جب نماز کا وقت آ جائے تو مسائل نماز کو سیکھنا ضروری ہے اور جب رمضان شریف آ جائے تو احکام روزہ سیکھنے ضروری ہیں الخ ۔ت)

غرض اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے، ہاں آیات واحادیث دیگر کہ فضیلت علماء وترغیب علم میں وارد، وہاں ان کے سوا اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلم فرض کفایہ یا واجب یا مسنون یا مستحب، اس کے آگے کوئی درجہ فضیلت وترغیب اور جو ان سے خارج ہو ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہوسکتا، اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط، وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط خواہ وساطۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی بیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں، اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس کے لئے عمدہ معیار عرض کرتا ہے مراد متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہوسکتی۔ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جنہوں نے علم وعلماء کے فضائل عالیہ وجلائل غالیہ ارشاد فرمائے انہیں کی حدیث میں وارد ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں انبیاء نے درہم ودینار ترکہ میں نہ چھوڑے، علم اپنا ورثہ چھوڑا جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔ اخرج ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وابن حبان والبیھقی عن ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول فذکر الحدیث فی فضل العلم وفی اخرہ ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے سنا، پھر انہوں نے فضیلت علم میں حدیث بیان فرمائی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ بلاشبہہ علماء انبیا کے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے درہم ودینار وراثت میں نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔)

بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لینا کافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت نفیس مال ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تک تو بیشک محمود اور فضائل جلیلہ موعودکا مصداق، اور اس کے جاننے والے کو لقب عالم ومولوی کا استحقاق ورنہ مذموم وبد ہے جیسے فلسفہ ونجوم یا لغو وفضول جیسے قافیہ وعروض یا کوئی دنیا کا کام جیسے نقشہ ومساحت، بہر حال اُن فضائل کا مورد نہیں، نہ اس کے صاحب کو عالم کہہ سکیں۔ ائمہ دین فرماتے ہیں جو علم کلام میں مشغول رہے اس کا نام دفترِ علماء سے محو ہو جائے۔ فی الطریقۃ المحمدیۃ عن التاتارخانیۃ عن ابی اللیث الحافظ وھو کان بسمرقند متقدما فی الزمان علی الفقیہ ابی اللیث قال من اشتغل بالکلام محی اسمہ من العلماء۔ طریقہ محمدیہ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے ابواللیث حافظ سے منقول ہے یہ بزرگ سمرقند کے رہنے والے تھے اور مشہور فقیہ ابواللیث سے زمانے میں پہلے ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا جو علمِ کلام میں مشغول ہو گیا اس کا نام زمرہ علماء سے مٹ گیا۔

سبحان اللہ! جب متاخرین کا علم کلام جس کے اصل اصول عقائد سنت واسلام ہیں بوجہ اختلاط فلسفہ وزیادات مزخرفہ مذموم ٹھہرا اور اس کا مشتغل لقب عالم کا مستحق نہ ہوا تو خاص فلسفہ ومنطق فلاسفہ ودیگر خرافات کا کیا ذکر ہے، والہٰذا حکم شرعی ہے کہ اگر کوئی شخص علمائے شہر کے لئے کچھ وصیت کر جائے تو ان فنون کا جاننے والا ہرگز اس میں داخل نہ ہوگا، فی الھندیۃ عن المحیط اذا اوصی لاھل العلم ببلدۃ کذا فانہ یدخل فیہ اھل الفقہ واھل الحدیث ولا یدخل من یتکلم بالحکمۃ۔ الخ ونقل مثلہ فی شرح الفقہ الاکبر للمتکلمین عن کتب الفتاوٰی لاصحابنا وسمی منھا الظھیریۃ ۔(فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے روایت ہے اگر کوئی شخص شہر کے اہل علم کے لئے کسی چیز کی وصیت کر جائے تو یقیناً اس میں اہل فقہ اور اہل حدیث داخل ہوں گے لیکن جو علم حکمت میں کلام کرے وہ اس وصیت میں داخل نہیں الخ اور اسی جیسا کلام ہمارے اصحاب کے فتاووں کے حوالے سے "شرح فقہ اکبر" میں متکلمین کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ان فتاووں میں سے فتاوٰی ظہیریہ کا خاص نام لیا گیا ہے۔ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ قرآن وحدیث سے صدہا دلائل اس معنی پر قائم کر سکتا ہے کہ مصداق فضائل صرف علوم دینیہ ہیں وبس۔ ان کے سوا کوئی علم شرع کے نزدیک علم، نہ آیات واحادیث میں مراد، اگرچہ عرف ناس میں باعتبار لغت اسے علم کہا کریں۔ ہاں آلات ووسائل کے لئے حکم مقصود کا ہوتا ہے مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدر توسل وتقصدِ توسل سیکھے جائیں اس طور پر وہ بھی مورد فضائل ہیں جیسے نماز کے لئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہے جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے، نہ یہ کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور ان کے توغل میں عمر گزار دیں نحوی لغوی ادیب منطقی کہ انہیں علوم کا ہو رہے اور مقصود اصلی سے کام نہ رکھے زنہار عالم نہیں کہ جس حیثیت کے صدقہ میں انہیں نام ومقام علم حاصل ہوتا جب وہی نہیں تو یہ اپنی حد ذات میں نہ اُن

خوبیوں کے مصداق تھے نہ قیامت تک ہوں، ہاں اسے یہ کہیں گے کہ ایک صنعت جانتا ہے جیسے آہنگر و نجار۔

اور فلسفی کے لئے یہ مثال بھی ٹھیک نہیں کہ لوہار بڑھئی کو ان کا فن دین میں ضرر نہیں پہنچاتا، اور فلسفہ تو حرام و مضر اسلام ہے، اس میں منہمک رہنے والا اجہل جاہل، اجہل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہیہات ہیہات اسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ۔

سیّدی عارف باللہ فاضل ناصح عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں: الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم لم یکونوا یشغلوا انفسھم بھٰذا الفشار الذی اخترعه الحکماء الفلاسفة بل من اعتقد فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه کان یعلم ھٰذه الشقاشق والھذیانات المنطقیة فھو کافر لتحقیرہ علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الخ قلت فاذا کان ھذا قوله فی المنطق فماظنك بالتفلسف الموبق نسأل اللہ العافیة۔ (صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ایسے نہ تھے کہ وہ اپنے آپ کو اس خلفشار میں مشغول رکھتے کہ جس کو حکماء فلاسفہ نے ایجاد کیا بلکہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھا کہ وہ منطقی یاوہ گوئی اور غیر معقول باتیں جانتے تھے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی تحقیر کی الخ۔ میں کہتا ہوں جب منطق کے بارے ان کا یہ قول ہے تو پھر تباہ کن فلسفہ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت چاہتے ہیں۔ت)

اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان و تکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات و امور مخالفہ شرع تعلیم کئے جائیں وہ بھی مثل نجوم حرام وعلوم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہما داخل فضولیات ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے (گویا اجماع وقیاس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں) اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول۔

اخرج ابوداؤد وابن ماجة والحاکم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم العلم ثلثة اٰیة محکمة او سنة قائمة او فریضة عادلة وما کان سوٰی ذٰلك فھو فضل۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (اللہ تعالٰی دونوں سے راضی ہو) کے حوالے سے تخریج کی، انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں: (۱) پختہ آیت (۲) سنت قائمہ (۳) فریضہ عادلہ (یعنی وہ ضروری چیز جو وجوب عمل میں کتاب وسنت کے برابر ہو) اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ زائد ہے۔ت)

اشعہ میں ہے: فریضة عادلة فریضہ کہ مثل وعدیل کتاب وسنت ست اشارت ست باجماع وقیاس کہ مستند ومستنبط اند ازان وباین اعتبار آنرا مساوی ومعادل کتاب وسنت

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

داشتہ اند و تعبیر ازاں بفریضہ کردند تنبیہ بر آنکہ عمل بآنہا واجب ست چنانکہ بہ کتاب وسنت وما کان سوی ذلك فھو فضل و ہرچہ کہ ہست از مواد علوم جزیں ہس آں فضل ست ولایعنی ـ

ہرچہ قال اللہ نے قال الرسول

فضلہ باشد فضلہ من خواہ اے فضول ملخصاً

("فریضۃ عادلۃ "جو کتاب وسنت کے مماثل اور ان کے برابر ہو، یہ اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے، جو ان سے منسوب اور ماخوذ ہو، اسی اعتبار سے اس کو کتاب وسنت کے مساوی اور برابر ٹھہراتے ہیں، اور اس کی تعبیر فریضہ کے ساتھ کرکے اس بات پر آگاہ کیا کہ اس پر کتاب وسنت کی طرح عمل کرنا واجب ہے اور جو کچھ ان تین کے علاوہ ہے وہ فالتو ہے یعنی ان کے علاوہ جو مواد علوم ہے وہ فضول اور لایعنی ہے، جو کچھ اللہ تعالٰی اور رسول کا ارشاد نہیں، وہ زائد ہے اسے فضول اسے زائد سمجھو۔ ملخصا)

اسی حدیث کا پورا خلاصہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

؎ کل العلوم سوی القراٰن مشغلۃ　　الا الحدیث وعلم الفقہ فی الدین

(قرآن وحدیث اور فقہ دینی کے علاوہ تمام علوم ایک مشغلہ ہیں۔ت)

یہ مجمل کلام ہے باقی تفصیل مقام کے لئے دفتر طویل درکار، جسے منظور ہو احیاء العلوم وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ ودرمختار وردالمحتار وغیرہا اسفار علماء کی طرف رجوع کرے، وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اہل دانش کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس جلیل القدر کا علم نہایت کامل اور بڑا پختہ ہے۔ت)　　(فتاوی رضویہ، ج23، ص623 تا 630، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اَبْوَابُ الْجُمُعَةِ

ابواب جمعہ

یوم جمعہ کی وجہ تسمیہ:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

(1) یوم جمعہ کو جمعہ نام اس لیے دیا گیا کہ اس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور زمانہ جاہلیت میں جمعہ کو "عروبہ" کہا جاتا تھا۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس دن کو جمعہ کا نام اس لیے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی خلق کو اس میں جمع فرمایا (یعنی روح کو جسم میں داخل فرمایا)۔

(3) الامالی للثعلب میں ہے: اس دن کو جمعہ کا نام اس لیے دیا گیا کہ قریش قصی کے پاس دارالندوہ میں اس جمع ہوتے تھے۔

(4) علامہ طبری کہتے ہیں کہ اسے جمعہ کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ زمین میں جمع ہوئے۔ امام ابن خزیمہ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمان! کیا تم جانتے ہو کہ یوم جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بہتر جانتے ہیں، ارشاد فرمایا: اس میں تمہارے والد (حضرت آدم علیہ السلام حضرت حواء کے ساتھ) جمع کئے گئے۔

(شرح ابی داؤد للعینی، تفریع ابواب الجمعۃ، ج4، ص361، مکتبۃ الرشد، ریاض)

نماز جمعہ کا حکم:

جمعہ فرض عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے، اس کا ثبوت قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اجماع سے ہے۔ (درمختار و ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج3، ص5)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ (پ28، سورۃ الجمعۃ، آیت9)

امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور فرمایا: ((یا

يٰأَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا، وَبَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ أَنْ تُشْغَلُوا، وَصِلُوا الَّذِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهُ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُرْزَقُوا وَتُنْصَرُوا وَتُجْبَرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِي مَقَامِي هٰذَا، فِي يَوْمِي هٰذَا، فِي شَهْرِي هٰذَا، مِنْ عَامِي هٰذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ تَرَكَهَا فِي حَيَاتِي أَوْ بَعْدِي، وَلَهُ إِمَامٌ عَادِلٌ أَوْ جَائِرٌ، اسْتِخْفَافًا بِهَا، أَوْ جُحُودًا لَهَا، فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ شَمْلَهُ وَلَا بَارَكَ لَهُ فِي أَمْرِهِ أَلَا وَلَا صَلَاةَ لَهُ وَلَا زَكَاةَ لَهُ وَلَا حَجَّ لَهُ وَلَا صَوْمَ لَهُ وَلَا بِرَّ لَهُ حَتّٰى يَتُوبَ فَمَنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ)) اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرو اور مشغول ہونے سے پہلے نیک کاموں کی طرف سبقت کرو اور یادِ خدا کی کثرت اور ظاہر و پوشیدہ صدقہ کی کثرت سے جو تعلقات تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے درمیان ہیں ملاؤ۔ ایسا کرو گے تو تمہیں روزی دی جائے گی اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری شکستگی دور فرمائی جائے گی اور **جان لو کہ اس جگہ اس دن اس سال میں قیامت تک کے لیے اللہ عزوجل نے تم پر جمعہ فرض کیا،** جو شخص میری حیات میں یا میرے بعد ہلکا جان کر اور بطورِ انکار جمعہ چھوڑے اور اس کے لیے کوئی امام یعنی حاکمِ اسلام ہو عادل یا ظالم تو اللہ تعالیٰ نہ اس کی پراگندگی کو جمع فرمائے گا، نہ اس کے کام میں برکت دے گا، خبردار اس کے لیے نہ نماز ہے، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ، نہ نیکی جب تک توبہ نہ کرے اور جو توبہ کرے اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، باب فی فرض الجمعۃ، ج1، ص343، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت)

امام دارقطنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کرتے ہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا مَرِيضٌ أَوْ مُسَافِرٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَمْلُوكٌ ,فَمَنِ اسْتَغْنَى بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ)) ترجمہ: جو اللہ عزوجل اور پچھلے دن پر ایمان لاتا ہے اس پر جمعہ کے دن (نمازِ) جمعہ فرض ہے مگر مریض یا مسافر یا عورت یا بچہ یا غلام پر اور جو شخص کھیل یا تجارت میں مشغول رہا تو اللہ عزوجل اس سے بے پرواہ ہے اور اللہ عزوجل غنی حمید ہے۔ (سنن دارقطنی، باب من تجب علیہ الجمعۃ، ج2، ص305، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ مَرِيضٌ)) ترجمہ: جمعہ جماعت میں ہر مسلمان پر حق ہے، واجب ہے سوائے چار کے غلامِ مملوک، عورت، بچہ اور مریض۔ (سنن ابی داؤد، باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ، ج1، ص280، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((رَوَاحُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)) ترجمہ: جمعہ کے لیے جانا ہر بالغ پر واجب و ضروری ہے۔ (سنن نسائی، باب التشدید فی التخلف عن الجمعۃ، ج3، ص89، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

فتاوی رضویہ میں ہے:

"اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف مجمع علیہا یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلیٰ واجل ضروریات دین سے ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج8، ص، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جمعہ کس سال فرض ہوا:

جمہور کے نزدیک ہجرت کے پہلے سال جمعہ فرض ہوا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

''فالأكثر على أنها فرضت بالمدينة وهو مقتضى ما تقدم أن فرضيتها بالآية المذكورة وهي مدنية ''ترجمہ: اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ جمعہ مدینہ منورہ میں فرض ہوا اور آیت مذکورہ سے جمعہ کی فرضیت کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ وہ آیت مبارکہ مدنیہ ہے۔ (فتح الباری لابن حجر، باب فرض الجمعۃ الخ، ج2، ص354، دار المعرفہ، بیروت)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی (متوفی 1122ھ) فرماتے ہیں:

''والآية مدنية، فتدل على أنها إنما فرضت بالمدينة وعليه الأكثر، وقال الشيخ أبو حامد: فرضت بمكة، قال الحافظ: وهو غريب ''ترجمہ: آیت جمعہ مدنیہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوۃ میں ہوئی، اور اکثر علماء کی یہی رائے ہے، شیخ ابو حامد کہتے ہیں کہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہوا تھا، حافظ کہتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب، النوع الثانی فی ذکر صلاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج10، ص486، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ زرقانی اپنی "شرح المؤطا" میں فرماتے ہیں:

''أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرِ الْهِجْرَةِ لَمَّا خَرَجَ مِنْ قُبَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ أَدْرَكَتْهُ الْجُمُعَةُ فِي بَنِي سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ فَصَلَّاهَا بِمَسْجِدِهِمْ فَسُمِّيَ مَسْجِدَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ أَوَّلُ جُمُعَةٍ صَلَّاهَا ذَكَرَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ ''ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر ہجرت کے موقعہ پر جمعہ کے دن قبا سے مدینہ طیبہ کی طرف چلے تو دن خوب بلند ہو چکا تھا محلہ بنو سالم بن عوف میں جمعہ کا وقت ہو گیا تو آپ نے ان کی مسجد میں جمعہ ادا فرمایا، اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد الجمعہ قرار پا گیا، یہ پہلا جمعہ تھا جو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا، ابن اسحاق نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(شرح الزرقانی علی المؤطا، باب ماجاء فی الامام ینزل بقریۃ الخ، ج1، ص391، مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ، القاہرہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہمہ بسال اول از ہجرت علی الصحیح المشہور عند الجمہور ''ترجمہ: جمہور کے نزدیک صحیح

مشہور یہی ہے کہ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوا۔ (فتاوی رضویہ، ج8، ص313، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صحتِ جمعہ کی شرائط:

جمعہ پڑھنے کے لیے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہوگا ہی نہیں، یہ چھ شرائط درج ذیل ہیں:

(1) شہر یا فنائے شہر، شہر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کافی ہے، اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو اور شہر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لیے ہو اسے "فنائے مصر" کہتے ہیں۔ جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچہریاں، اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو فنائے شہر میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز۔ (غنیۃ المتملی، فصل فی صلاۃ الجمعۃ، ص449تا451)

(2) سلطان اسلام یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ج1، ص145، دار الفکر، بیروت)

اور جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں جو سب سے بڑا فقیہ سُنی صحیح العقیدہ ہو، احکام شرعیہ جاری کرنے میں سُلطان اسلام کے قائم مقام ہے، لہٰذا وہی جمعہ قائم کرے بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہوسکتا اور یہ بھی نہ ہو تو عام لوگ جس کو امام بنائیں، عالم کے ہوتے ہوئے عوام بطور خود کسی کو امام نہیں بنا سکتے نہ یہ ہوسکتا ہے کہ دو چار شخص کسی کو امام مقرر کرلیں ایسا جمعہ کہیں سے ثابت نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ4، ص764، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(3) وقت ظہر یعنی وقت ظہر میں نماز پوری ہو جائے تو اگر اثنائے نماز میں اگرچہ تشہد کے بعد عصر کا وقت آ گیا جمعہ باطل ہو گیا ظہر کی قضا پڑھیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ج1، ص146، دار الفکر، بیروت)

(4) خطبہ، خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ وقت میں ہو اور نماز سے پہلے اور ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن سکیں۔

(درمختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج3، ص21)

(5) جماعت یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مرد۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ج1، ص148، دار الفکر، بیروت)

(6) اذن عام، یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے کسی کی روک ٹوک نہ ہو۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ج1، ص148، دار الفکر، بیروت)

وجوب جمعہ کی شرائط:

جمعہ واجب ہونے کے لیے گیارہ شرطیں ہیں، ان میں سے ایک بھی معدوم ہو تو فرض نہیں پھر بھی اگر پڑھے گا تو ہو جائے گا بلکہ مرد عاقل بالغ کے لیے جمعہ پڑھنا افضل ہے اور عورت کے لیے ظہر افضل ہے، وہ گیارہ شرائط درج ذیل ہیں:

(1) شہر میں مقیم ہونا۔

(2) صحت یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں مریض سے مراد وہ ہے کہ مسجد جمعہ تک نہ جا سکتا ہو یا چلا تو جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ (غنیۃ المتملی، فصل فی صلاۃ الجمعۃ، ص548)

(3) آزاد ہونا۔ غلام پر جمعہ فرض نہیں اور اس کا آقا منع کر سکتا ہے۔

(فتاوی ہندیہ کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ج1، ص144)

(4) مرد ہونا۔ (5) بالغ ہونا۔ (6) عاقل ہونا۔ (7) انکھیارا ہونا۔

(درمختار و ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب فی شروط وجوب الجمعۃ، ج3، ص32)

بعض نابینا بلا تکلف بغیر کسی کی مدد کے بازاروں راستوں میں چلتے پھرتے ہیں اور جس مسجد میں چاہیں بلا پُوچھے جا سکتے ہیں ان پر جمعہ فرض ہے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب فی شروط وجوب الجمعۃ، ج3، ص32)

(8) چلنے پر قادر ہونا۔ اپاہج پر جمعہ فرض نہیں، اگرچہ کوئی ایسا ہو کہ اسے اٹھا کر مسجد میں رکھ آئے گا۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب فی شروط وجوب الجمعۃ، ج3، ص32)

(9) قید میں نہ ہونا۔ مگر جب کہ کسی دَین کی وجہ سے قید کیا گیا اور مالدار ہے یعنی ادا کرنے پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے۔ ("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب فی شروط وجوب الجمعۃ، ج3، ص33)

(10) بادشاہ یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہونا، مفلس قرضدار کو اگر قید کا اندیشہ ہو تو اس پر فرض نہیں۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب فی شروط وجوب الجمعۃ، ج3، ص33)

(11) مینہ یا آندھی یا اولے یا سردی کا نہ ہونا یعنی اس قدر کہ ان سے نقصان کا خوف صحیح ہو۔

("ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، مطلب فی شروط وجوب الجمعۃ، ج3، ص33)

صحت جمعہ کے لیے شہر کی شرط میں مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

احناف کے نزدیک جمعہ واجب ہونے اور اس کے صحیح ہونے کے لیے شہر یا فنائے شہر ہونا شرط ہے۔
(بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الجمعۃ، ج 1، ص 259، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

مالکیہ کے نزدیک دیہات والوں پر جمعہ واجب وضروری ہے بشرطیکہ ان کی تعداد اتنی ہو کہ اہلیانِ جمعہ سے گاؤں کی حفاظت ہو سکے، اور جمعہ کی اقامت امن کے ساتھ ممکن ہو اور اپنے اور اپنی بستی کے دفاع میں وہ غیر سے مستغنی ہوں، اور اس تعداد میں کوئی متعین عدد نہیں ہے، علماء مالکیہ فرماتے ہیں کہ یہ عدد جہات اور امن وخوف میں کثرت کے اعتبار سے مختلف ہوگا، امن کی جہات میں تھوڑی تعداد سے بھی یہ چیز حاصل ہو جائے گی برخلاف اس جگہ کے کہ جہاں خوف متوقع ہو، اس بات پر مالکیہ متفق ہیں کہ تین چار پر جمعہ فرض نہیں ہوگا اور چالیس سے کم کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔ (التاج الاکلیل لمختصر خلیل، ج 2، ص 161)

شوافع کا موقف:

شوافع کے نزدیک دیہات میں اتنی تعداد ہو کہ جن سے جمعہ صحیح ہو جاتا ہے تو ان پر جمعہ واجب ولازم ہے کیونکہ دیہات کی ایسی حالت تو وہ شہر کی طرح ہوتا ہے۔ (مغنی المحتاج، ج 1، ص 278)

حنابلہ کا موقف:

حنابلہ کے نزدیک گاؤں والوں کی دو حالتیں ہیں: گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ (تین میل) سے زیادہ کا فاصلہ ہے یا نہیں، اگر گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو ان پر شہر کی جانب سعی واجب نہیں، اس صورت میں ان کی اپنی حالت کا اعتبار ہے، پس اگر ان کی تعداد چالیس ہے اور ان میں جمعہ کی دیگر شرائط پائی جاتی ہیں تو انہیں اقامتِ جمعہ کی اجازت ہے، اور انہیں اس بات کا اختیار ہے کہ شہر کی جانب سعی کریں یا اپنی گاؤں میں جمعہ قائم کریں، اور ان کا اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا افضل ہے، اور جب وہ اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کریں گے تو سب ادھر ہی حاضر ہوں۔

اور ان کی تعداد اتنی نہیں ہے تو انہیں اختیار ہے کہ شہر کی جانب سعی کریں یا ظہر ادا کریں اور افضل شہر کی جانب سعی کرنا ہے۔

اور دوسری حالت یہ ہے کہ گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ یا اس سے کم فاصلہ ہے، اس صورت میں اگر ان کی تعداد چالیس سے کم ہے تو ان کے لیے شہر کی جانب سعی واجب وضروری ہے اور ان کی تعداد چالیس یا اس سے زیادہ ہے تو انہیں اختیار

ہے چاہیں تو اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کریں یا شہر کی جانب سعی کریں۔ (المغنی لابن قدامہ، ج2، ص361)

<u>صحت جمعہ کے لیے شہر کی شرط ہونے پر دلائل:</u>

(1) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((قَالَ عَلِيٌّ: لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ وَلَا صَلَاةَ فِطْرٍ وَلَا أَضْحَى إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ، أَوْ مَدِينَةٍ عَظِيمَةٍ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جمعہ، تکبیراتِ تشریق، عید الفطر اور عید الاضحی نہیں مگر جامع شہر یا بڑے شہر میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، من قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر، ج1، ص439، مکتبۃ الرشد، ریاض)

یہی روایت مصنف عبد الرزاق میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: ((عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرمایا: جمعہ و تشریق نہیں مگر جامع شہر میں۔

(مصنف عبد الرزاق، باب القری الصغار، ج3، ص167، المکتب الاسلامی، بیروت)

شرح مشکل الآثار میں یہ روایت اس طرح ہے: ((عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ: لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: جمعہ و تشریق نہیں مگر شہر میں۔

(شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العیدین یجتمعان فی الیوم الواحد، جلد3، صفحہ188، بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہمارے ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جو اقامتِ جمعہ کے لئے مصر کی شرط لگائی اس کا ماخذ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ کی حدیثِ صحیح ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ و عبد الرزاق نے اپنی مصنفات میں روایت کیا: لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الافی مصر جامع اومدینۃ عظیمۃ (جمعہ، تکبیرات تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ خارج شہر یا بڑے شہر میں ہو سکتے ہے۔ت)" (فتاوی رضویہ، ج8، ص275، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) امام طبرانی المعجم الاوسط میں روایت کرتے ہیں: ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسَةٌ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِمْ: الْمَرْأَةُ وَالْمُسَافِرُ، وَالْعَبْدُ وَالصَّبِيُّ، وَأَهْلُ الْبَادِيَةِ)) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ افراد پر جمعہ نہیں: عورت، مسافر، غلام، بچہ اور دیہاتی۔

(معجم اوسط، باب الف، جلد1، صفحہ72، دار الحرمین، القاہرۃ)

(3) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ((لَيْسَ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى جُمُعَةٌ إِنَّمَا الْجُمَعُ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ، مِثْلِ الْمَدَائِنِ)) ترجمہ: دیہات والوں پر جمعہ نہیں، جمعہ تو صرف شہر والوں پر ہے، مدائن کی مثل۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 439، مکتبۃ الرشد، الریاض)

(4) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ((لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ، إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ)) ترجمہ: جمعہ نہیں تشریق نہیں مگر بڑے شہر میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 439، مکتبۃ الرشد، الریاض)

(5) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ((عَنِ الْحَسَنِ، وَمُحَمَّدٍ أَنَّهُمَا قَالَا: الْجُمُعَةُ فِي الْأَمْصَارِ)) ترجمہ: امام حسن بصری اور امام محمد ابن سیرین فرماتے ہیں: جمعہ شہروں میں ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 439، مکتبۃ الرشد، الریاض)

(6) امام عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ((فَقَدْ بَلَغَنَا أَنْ لَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ)) ترجمہ: ہمیں یہ پہنچا ہے کہ جمعہ نہیں مگر بڑے شہر میں۔ (مصنف عبد الرزاق، باب القری الصغار، ج3، ص169، المکتب الاسلامی، بیروت)

(7) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف شہر ہی میں جمعہ قائم فرماتے تھے۔

(بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الجمعہ، ج1، ص259، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(8) اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان نے شہر فتح کئے اور انہوں نے صرف شہروں ہی میں منبر نصب کئے، تو یہ ان کی طرف سے اس بات پر اجماع ہو گیا کہ جمعہ کے لیے شہر شرط ہے۔ (بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الجمعہ، ج1، ص259، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(9) ظہر کی نماز فرض ہے تو اسے ترک نہیں کیا جا سکتا سوائے نص قطعی سے، اور شہر میں جمعہ ہی کے ساتھ ظہر کا ترک وارد ہے۔ (بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الجمعہ، ج1، ص259، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(10) جمعہ اعظم شعائر میں سے ہے تو یہ ایسے مکان کے ساتھ خاص ہوگا جو اظہارِ شعائر کی جگہ ہو اور وہ شہر ہی ہے۔

(بدائع الصنائع، فصل بیان شرائط الجمعہ، ج1، ص259، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شہر کی تعریف:

ظاہر الروایہ میں شہر کی تعریف یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہوں، اور وہ ضلع یا پرگنہ (ضلع کا حصہ) ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اُس میں کوئی حاکم ہو جو کہ رعایا کے مقدمات کا فیصلہ کرنے پر مقرر ہو جس کی حشمت وشوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اگر چہ نا انصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو۔

مراقی الفلاح میں ہے: "والمصر عند أبی حنیفة کل موضع أی بلد له مفت یرجع إلیه فی الحوادث وأمیر ینصف المظلوم من الظالم وقاض مقیمون بها وإنما قال: ینفذ الأحکام ویقیم" ترجمہ: امام اعظم کے نزدیک شہر ہر وہ جگہ ہے جہاں مفتی ہو جس کی طرف لوگ اپنے درپیش مسائل لائیں اور حاکم ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلائے اور قاضی

ہو جو جمعہ کو قائم کرے، امام صاحب نے یہ محض اس لئے فرمایا کہ وہ احکام کو نافذ وقائم کرے۔

(مراقی الفلاح، کتاب الجمعۃ، جلد1، صفحہ512، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں: "الحد الصحیح ما اختاره صاحب الهداية انه الذی له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود تزییف صدرالشریعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقایة حیث اختار الحد المتقدم ذکره بظهور التوانی احکام الشرع سیما فی اقامة الحدود فی الامصار مزیف بان المراد القدرة علی اقامة الحدود علی ماصرح به فی التحفة الفقهاء عن ابی حنیفة رضی اللّٰه‌تعالی عنه انه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما تقع من الحوادث وهذا هو الاصح اه" ترجمہ: شہر کی وہ صحیح تعریف جسے صاحب ہدایہ نے پسند کیا ہے یہ ہے کہ وہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود قائم کرسکیں، اور صاحب وقایہ کے پہلی تعریف کو اختیار کرنے پر ان کی طرف سے صدرالشریعۃ کا یہ عذر کرنا کہ احکامِ شرع خصوصاً حدود کے نفاذ میں سستی کا ظہور ہو رہا ہے کمزور ہے کیونکہ مراد اقامت حدود پر قادر ہونا ہے جیسے کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے تصریح ہے کہ وہ شہر کبیر ہو اس میں شاہراہیں، بازار اور وہاں سرائے ہوں اور اس میں کوئی نہ کوئی ایسا والی ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو خواہ اپنے دبدبہ اور علم کی بنا پر یا غیر کے علم کی وجہ سے تاکہ حوادثات میں اس کی طرف رجوع کرسکیں اور یہی اصح ہے اھ۔

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، فصل فی صلوۃ الجمعۃ، ص550، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)

اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہوں، نہ وہ جسے پیٹھ کہتے ہیں، اور وہ پرگنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اُس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی حشمت وشوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے۔ ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم سے یہی ظاہر الروایہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج8، ص275، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مصر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ (ضلع کا حصہ) ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دبدبہ وسَطوَت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کافی ہے، اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو اور مصر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لیے ہو اسے "فنائے مصر" کہتے

ہیں۔ جیسے قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، فوج کے رہنے کی جگہ، کچہریاں، اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو فنائے مصر میں ان کا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز۔ لہٰذا جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کی فنا میں اور گاؤں میں جائز نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 762، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نادرہ اور فی زمانہ اس پر فتوی:

شہر کی تعریف کے بارے ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست کہ جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں یہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لئے شہر سمجھی جائے گی۔ اگر چہ یہ اصل مذہب کہ خلاف ہے مگر فی زمانہ تعامل اور دفع حرج کی بناء پر علماء کی اکثریت اس روایت پر عمل کرنے میں حرج نہیں جانتی بلا کراہت ایسی جگہوں بسنے والوں کے جمعہ وعیدین کو درست قرار دیتی ہے، ہمارا فتوی بھی یہی ہے کہ اس تعریف پر پورے اترنے والے آبادیوں میں قائم ہونے والی نماز جمعہ وعیدین درست ہے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں یہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لئے شہر سمجھی جائے گی۔ امام اکمل الدین بابرتی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں" وعنه أي عن أبي يوسف (أنهم إذا اجتمعوا) أي إجتمع من تجب عليهم الجمعة لا كل من يسكن في ذلك الموضع من الصبيان والنساء والعبيد لأن من تجب عليهم مجتمعون فيه عادة، قال ابن شجاع أحسن ماقيل فيه إذا كان أهلها بحيث لو اجتمعوا (في أكبر مساجدهم لم يسعهم) ذلك حتى احتاجوا إلى بناء مسجد آخر للجمعة" یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب وہ لوگ جمع ہوں جن پر جمعہ لازم ہے نہ کہ تمام وہ لوگ جو وہاں سکونت پذیر ہیں مثلاً بچے، خواتین اور غلام۔ کیونکہ عادۃً صرف وہی لوگ جمع ہوتے ہیں جن پر فرض ہو۔ ابن شجاع نے کہا کہ اس بارے میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جب جمعہ کے اہل اپنی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں، اس میں ان کی گنجائش نہ ہو حتی کہ وہ جمعہ کے لئے ایک اور مسجد بنانے کے محتاج ہوں۔" (فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 347،346، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس روایت میں صرف وہ لوگ مراد ہیں جو اہلیانِ جمعہ ہوں اور یہاں مسجد کا اندر والا حصہ اور صحن دونوں مراد ہیں۔

اعلیٰ حضرت ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"بعض علماء نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اس میں بستی کی مردم شماری مقصود نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ آزاد مقیم کہ اندھے لنجھے لولے یا ایسے ضعیف یا مریض نہ ہوں کہ جمعہ کی حاضری سے معذور ہوں، ایسے معذوروں یا بچوں، عورتوں، غلاموں، مسافروں کی گنتی نہیں، اور پوری مسجد مع صحن مراد ہے نہ کہ فقط اندر کا درجہ۔

فی التنویر ھو مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا۔ فی الشامی عن الطحطاوی عن القھستانی احترز بہ عن اصحاب الاعذار مثل النساء و الصبیان و المسافرین۔ تنویر الابصار میں ہے شہر وہ ہے جس کی سب سے بڑی مسجد شہر کے مکلفین کے لئے ناکافی ہو، شامی میں طحاوی سے اور وہاں قہستانی سے ہے کہ لفظ مکلفین سے معذورین کو خارج کیا ہے مثلاً خواتین، بچے اور مسافرت)" (فتاوی رضویہ ج8، ص300، 299، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اور جو آبادیاں اس تعریف پر بھی پوری نہیں اترتی وہاں جمعہ وعیدین مذہب حنفی میں ضرور ناجائز و گناہ ہے مگر بر بنائے جہالت وہاں کے لوگ پڑھتے ہوں تو انہیں بھی روکا نہ جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیں غنیمت ہے بلکہ نرمی سے صحیح مسئلہ سمجھایا جائے کہ فرض ظہر آپ کے ذمے ہے اس کے تارک نہ بنیں بلکہ باجماعت ظہر ہی اپنی آبادی میں پڑھیں سمجھانے میں بہر صورت اس کا لحاظ رکھا جائے کہ کسی قسم کا فتنہ نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"جس گاؤں میں یہ حالت (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق) پائی جائے اس میں اس روایت نوادر کی بنا پر جمعہ وعیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعتِ متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ عید مذہب حنفی میں جائز نہیں ہو سکتا بلکہ گناہ ہے۔" (فتاوی رضویہ ج8، ص347، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

" مگر در بارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکیے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں" (فتاوی رضویہ ج8، ص374، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اذن عام کی شرط پر مذاہب ائمہ

احناف کے نزدیک اذن عام صحتِ جمعہ کے لیے شرط ہے، یعنی جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اس شہر کے تمام

اہل جمعہ کے لیے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو۔

ائمہ ثلاثہ (مالکیہ، شوافع اور حنابلہ) کے نزدیک صحتِ جمعہ کے لیے اذن عام شرط نہیں، مذاہب اربعہ پر مشتمل کتاب "الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ" میں یہی بیان کیا ہے کہ یہ شرط صرف احناف کے نزدیک ہے۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ج27، ص203، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، کویت)

اسی طرح الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے: "کون الأمیر أو نائبه هو الإمام، والإذن العام من الإمام بفتح أبواب الجامع للواردین علیه. اشترط الحنفیة هذین الشرطین: ولم یشترط غیر الحنفیة هذین الشرطین" ترجمہ: امیر یا اس کے نائب کا امام ہونا اور امام کی طرف سے اذن عام ہونا بایں طور کہ جامع کے دروازے اس میں آنے والوں کے لیے کھول دیئے جائیں یہ دونوں شرطیں احناف نے مقرر کی ہیں، اور احناف کے علاوہ نے یہ دونوں شرطیں مقرر نہیں کیں۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج2، ص536، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

علامہ محمد عبد الرحمٰن بن محمد الکلیبولی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ اذان عام کی شرط صرف احناف کے نزدیک ہے، باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ شرط نہیں، فرماتے ہیں: "(وَالْإِذْنُ الْعَامُّ) .... عِنْدَ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ لَا يُشْتَرَطُ الْإِذْنُ الْعَامُّ" ترجمہ: اذن عام صحت جمعہ کے لیے شرط ہے..... اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذن عام شرط نہیں ہے۔

(مجمع الانہر، باب صلاۃ الجمعۃ، ج1، ص166، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اذن عام کی شرط پر تفصیلی کلام:

فقہ حنفی کے قولِ معتمد کے مطابق جمعہ کی صحت کے لیے اذن عام شرط ہے۔

ملتقی الابحر میں ہے:

"صحت جمعہ کی چھ شرائط ہیں:..... ان میں سے ایک شرط اذنِ عام ہے۔"

(ملتقی الابحر مع مجمع الانہر، باب صلاۃ الجمعۃ، ج1، ص166، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کنز الدقائق اور اس کی شرح بحر الرائق میں ہے: "(وَالْإِذْنُ الْعَامُّ) أَيْ شَرْطُ صِحَّتِهَا الْأَدَاءُ عَلَى سَبِيلِ الِاشْتِهَارِ" ترجمہ: صحتِ جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہونا ہے یعنی اس کی ادائیگی علی سبیل اشتہار ہو۔

(بحر الرائق شرح کنز الدقائق، شروط وجوب الجمعۃ، ج2، ص162، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

وقایہ میں بھی صحت جمعہ کے لیے اذن عام کو شرط قرار دیا ہے۔ (وقایہ، ج2، ص326، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تنویرالابصار میں ہے:

"صحتِ جمعہ کی ایک شرط اذنِ عام ہونا بھی ہے۔" (تنویرالابصار مع الدرالمختار وردالمحتار، باب الجمعہ، ج2، ص151، دارالفکر، بیروت)

مبسوط للسرخسی میں ہے:

"ادائے جمعہ کے لیے چھ شرائط ہیں: مصر، وقت، خطبہ، جماعت، سلطان اور اذان عام۔"

(مبسوط للسرخسی، باب صلاۃ الجمعۃ، ج2، ص23، دارالمعرفہ، بیروت)

محیط برہانی میں ہے: "والشرط السادس: الإذن العام" صحت جمعہ کی چھٹی شرط اذن عام ہے۔

(محیط برہانی، الفصل الخامس والعشرون، ج2، ص85، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

غررالاحکام اور اس کی شرح دررالحکام میں ہے: "شرط صحتها أيضا (الإذن العام)" صحتِ جمعہ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اذنِ عام ہو۔ (دررالحکام شرح غررالاحکام، شروط الجمعہ، ج1، ص138، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

<u>اذنِ عام کا مفہوم:</u>

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "اذن عام" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اذن عام کہ صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لیے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو۔" (فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ 288، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس سے آگے فرماتے ہیں:

تو وقت جمعہ کے سوا باقی اوقات نماز میں بھی بندش ہو تو کچھ مضر نہیں نہ کہ صرف رات کے ساڑھے نو بجے سے صبح پانچ بجے تک، کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضری جمعہ کا اذنِ عام دے کر جمعہ پڑھے تو صحیح ہے حالانکہ قصر وقلعہ شاہی عام اوقات میں گزرگاہ عام نہیں ہو سکتے.....

اور بے پاس کسی چیز کی باہر لانے کی ممانعت تو یہاں سے کچھ علاقہ ہی رکھتی ہے کہ وہ خروج سے منع ہے نہ دخول سے یونہی مزدوروں یا سیر والوں یا خریداروں کو اجازت عام ہونا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بہر نماز اہل نماز کو اجازت چاہیے اوروں کو ہونے نہ ہونے سے کیا کام، اور اذن اگرچہ انھیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں.........

مگر پُر ظاہر کہ تحقق معنی اذن کے لئے اُس مکان کا صالح اذن عام ہونا بھی ضرور، ورنہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر کے گھر میں جمع ہو کر اذان واعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عامہ دے دیں مگر بادشاہ امیر کی

طرف سے دروازہ پر پہرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو مقیمین کا وہ اذن عام محض لفظ بے معنی ہوگا وہ زبان سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہوسکتا۔ پس مانحن فیہ میں دو باتیں محلِ نظر رہیں:

اولاً اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اُسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہ کرے.....

اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی پہرہ ہونا کچھ مضر نہ ہوگا کہ پہرا وہی مانع ہے جو مانع دخول ہو، ولہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البوابین (پہرے دار بیٹھا دیئے۔ت) نہ فرمایا بلکہ لیمنعوا عن الدخول (تاکہ دخول سے منع کریں۔ت) بڑھایا........

تو صرف شوکت شاہی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی اندر سے باہر نہ جائے، پہرا ہونا مکان کو صلاحیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سو پچاس یا ہزار دو ہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے مستفاد، اگر تمام جماعات شہر جانا چاہیں نہ جانے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اس میں جمعہ نہیں ہوسکتا۔ بدائع میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا: یسمی جمعۃ لاجتماع الجماعات فیہا فاقتضی ان تکون الجماعات کلہا ماذونین بالحضور اذنا عاما تحقیقا لمعنی الاسم یعنی: جمعہ کو جمعہ اس میں جماعتوں کے جمع ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام کی تمام جماعتوں کو حاضر ہونے کا اذن عام ہوتا کہ نام کا معنی متحقق ہوسکے۔

ثانیاً اگر ثابت ہوجائے کہ یہ قلعہ اذن عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضری نماز سے ممانعت نہ تھی جمعہ بیشک صحیح ہوجاتا تھا اب کہ اُس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محلِ نظر ہے کہ یہ ممانعت ان مقیمان جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ اُسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کرنیل نے اُسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو یا وہ خود بخوف کرنیل نہ آتا ہو تو ان صورتوں میں بھی صحتِ جمعہ میں شک نہیں کہ جب مقیمین جمعہ کی طرف سے اذنِ عام اور وہ مکان بھی اذن عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے تو روکنا یا جمعہ میں اُس کا خود آنا یا کسی کا جبراً اُسے باز رکھنا قاطع اذن عام نہیں ہوسکتا جیسے زندانی لوگ کہ ہمیشہ حضوریِ مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض نمازیوں کو خاص وقت نماز اس لئے مقید کرلے کہ مسجد میں نہ جانے پائیں تو نہ یہ قادح اذن عام نہ مقیمانِ جمعہ پر اس کا الزام، بلکہ ظاہراً ممانعت کرنیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکمِ جبری نہیں انھیں پلٹن والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کرنیل کو پرخاش سے کیا مطلب، اور اگر یہ خود اُسے حاضری جمعہ سے باز رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہیئے کہ وہ شخص فی الواقع شریر و مفسد و موذی ہے کہ اُس کے آنے سے اندیشہ فتنہ ہے جب تو ایسی ممانعت بھی مانع صحتِ جمعہ نہ ہوگی کہ قادح اذن عام سے روکنا ہے......

اور یہ روکنا درحقیقت نماز سے رکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے، جیسا کہ شامی میں طحطاوی سے ہے کہ عورتوں وغیرہ کو

روکنا مضر نہیں کیونکہ ان کے آنے میں فتنہ کا ڈر ہے......

تو یہ روکنا کہ مطابق شرع ہے منافی اذن نہیں، اور اگر ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ محض ظلماً بلا وجہ یا براہ تعصب روکتے ہیں تو بلاشبہ ان کا جمعہ باطل کہ ایک شخص کی ممانعت بھی اذن عام کی مبطل........ (فتاوی رضویہ، ج8، ص288 تا 290، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اشکال: یہ شرط ظاہر الروایہ میں موجود نہیں ہے۔

جواب: فقہ حنفی کے قول معتمد کے مطابق اذن عام شرط ہے اگرچہ شرط ظاہر الروایۃ میں صراحتاً مذکور نہیں بلکہ نادر الروایۃ میں ہے لیکن ظاہر الروایۃ میں اس کی نفی بھی نہیں ہے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف بھی نہیں ہے اور نادر الروایۃ کی ایسی روایت معمول بہا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ متون جو نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں انہوں نے اس پر جزم کیا ہے جیسا کہ کنز الدقائق، وقایہ، ملتقی الابحر وغیرہا، یونہی شروح معتمدہ اور فتاوی میں اس شرط پر اعتماد کیا گیا ہے جیسا کہ مبسوط للسرخسی، بدائع الصنائع، مجمع الانھر، بحر الرائق، نہر الفائق، تبیین الحقائق، درمختار اور فتح المعین وغیرہا میں اسے بطور شرط کے ذکر کیا ہے۔

دوسرا اشکال اور اس کا جواب:

اشکال: علامہ شرنبلالی اور علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے یہ بحث کی ہے کہ متعدد مقامات پر جمعہ قائم ہونے کی صورت میں اگر کسی جگہ اذن عام نہ ہو تو جمعہ فوت نہ ہونے کی وجہ سے حرج نہیں ہوگا اور جمعہ ہو جانا چاہیے۔

یعنی ان کے نزدیک اذن عام کی شرط کا مفہوم یہ ہے کہ تعدد جمعہ کی صورت میں کسی جگہ بغیر اذن عام کے بھی جمعہ درست ہو جانا چاہئے اس لئے کہ دوسرے مقامات پر عام لوگ جنھیں روکا گیا وہ شریک ہو سکتے ہیں اتنا ہی اذن عام کافی ہے۔

جواب: اذن عام کی وہی تشریح معتمد ہے جو امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اجلہ ائمہ اور خود محرر مذہب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول نص کی روشنی میں ثابت فرمائی یعنی اذن عام فی نفسہ شرط جمعہ ہے، تعدد جمعہ کے باوجود مقام جمعہ میں وقت جمعہ شہر کے تمام اہل جمعہ کو حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو۔

چنانچہ اسی وجہ سے علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ میں محل نظر قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: فیہ نظر فان الناس لو اغلقوا باب مسجد و صلوھا لا تجوز لھم فالعلۃ عدم الاذن یعنی: اس میں نظر ہے کیونکہ اگر لوگ مسجد کا دروازہ بند کر دیں اور اس میں نماز پڑھیں تو ان کی نماز جائز نہیں ہوگی تو علت عدم اذن ہی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، باب الجمعۃ، ج1، ص511، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے علامہ شرنبلالی اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہما کی بحث کا فتاوی رضویہ اور جد المتار میں تفصیلی رد کیا ہے، چنانچہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اذن عام فی نفسہ شرط جمعہ ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا بلکہ یہ ان کا اپنا خیال ہے جسے وہ قُلت سے شروع فرمائے ہیں اور خود ان کو بھی اس پر وثوق نہیں کہ آخر میں تامل کا حکم فرماتے ہیں، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اہل بحث نہیں ان کی بحث کا اگر مسئلہ منصوصہ کے خلاف ہونا معلوم نہ بھی ہوتا ہم وہ ایک بحث ہے جو حجت نہیں ہو سکتی نہ کہ جب ان کی بحث مخالف منقول و منصوص واقع ہے کہ ایسی بحث تو امام ابن الہمام کے بھی منقول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جابجا تصریح فرمائی کما بیناہ فی کتابنا فصل القضاء فی رسم الافتاء (جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان کیا ہے۔ت) براہ بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی، فقیر نے ردالمحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ کی بحث تمام کر دی ہے اس میں سے یہاں صرف یہ چند کلمات کافی ہیں کہ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی کتاب مستطاب بدائع اوران کے سوا اور ائمہ اپنی تصانیف میں اور ان سب سے امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نقل فرماتے ہیں: السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم مع امراء السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب دارہ جاز، و تکون الصلوۃ فی موضعین، ولو لم یاذن للعامۃ و صلی مع جیسشہ لاتجوز صلوۃ السلطان و تجوز صلوۃ العامۃ۔ (جب سلطان نے اپنی دار میں اور قوم نے اس کے حکم سے جامع مسجد میں جمعہ ادا کیا تو انھوں نے فرمایا اگر دار کا دروازہ کھولا تھا تو جائز، اور نماز دونوں جگہ ہو جائے گی، اور اگر عوام کو اذنِ عام نہ تھا اور بادشاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ جمعہ ادا کیا تو سلطان کی نماز جائز نہیں البتہ عوام کی نماز جائز ہو گی۔ت)

دیکھو یہ نص صریح ہے اجلہ ائمہ کی نقل اور محرر مذہب امام محمد سے بلا خلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آنے کا اذن عام دیا تھا تو دونوں جمعے صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل صاف ثابت ہوا کہ اذن عام فی نفسہ شرط صحت جمعہ ہے اگر چہ جمعہ متعدد جگہ پایا جائے اور تفویت لازم نہ آئے ولیس بعد النص الا الرجوع الیہ۔" (فتاوی رضویہ، ج 8، ص 403، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ جد المتار میں فرماتے ہیں: "ومعلوم ان فی مصر خارج باب القلعۃ عدۃ جوامع فی کل منہا خطبۃ و جمعۃ کما ذکرہ الشرنبلالی ایضا فھذا نص من العلامۃ رحمہ اللہ تعالی علی عدم صحۃ

الجمعة عند عدم الاذن العام وان كانت تقام بمواضع عديدة ''یعنی اور یہ بات معلوم ہے کہ مصر میں قلعہ کے دروازے کے باہر کئی جامع مسجد ہیں، ہر ایک میں خطبہ و جمعہ ہوتا ہے جیسا کہ علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے۔ یہ علامہ ابن شحنہ کی طرف سے اس بات پر نص ہے کہ اذن عام نہ ہونے کی صورت میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اگر چہ (شہر میں) کئی ایک مقامات پر جمعہ منعقد ہوتا ہو۔

(جد الممتار جلد 3 صفحہ 599 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اسباب ستہ کی روشنی میں اذن عام کی شرط میں تخفیف:

عند الاحناف انعقاد جمعہ کے لیے اذن عام شرط ہے جیسا کہ ماقبل گزرا، ہمارے زمانے میں جیل چھاونی اور دیگر ایسے صنعتی غیر صنعتی، دفاعی اور غیر دفاعی ادارے جہاں غیر متعلقہ افرا کا داخلہ منع ہوتا ہے، مسلمانوں کا بہت بڑی آبادی وہاں رہائش پذیر ہوتی ہے یا کام کرتی ہے اور اس کالونی میں نہ صرف ایک بلکہ متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہے، اذن عام کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے یہاں جمعہ سے روکنا سخت مفاسد کا باعث ہوگا مثلاً اگر ائمہ وخطباء میں سے کوئی عمل کرتے ہوئے وہاں جمعہ نہ پڑھائے گا تو لوگ بدمذہبوں کی طرف مائل ہوں گے اور ان کا دین خطرے میں پڑے گا اور فتوی دینے والے علماء اہلسنت مورد طعن و تشنیع ہوں گے، جو عوام کے لیے باعث ہلاکت ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان میں سے کئی مقامات ایسے ہوتے ہیں جن میں آبادی اور رقبہ دونوں بہت زیادہ ہوتا ہے یا رقبہ بہت بڑا ہوتا ہے یا جہاں جمعہ اذن عام کے ساتھ قائم ہو رہا ہے وہ مقام ایسے مقامات سے بہت دور ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام ایسے مواقع پر اصلاً جمعہ چھوڑ دیتے ہیں یعنی کسی اور مقام پر جمعہ پڑھنے کے لیے بھی نہیں جاتے اور جیل وغیرہ میں بعض دفعہ تو ظہر کی نماز سے بھی جاتے ہیں۔

فسادِ مظنون بظن غالب کا ازالہ اسباب تخفیف میں سے ہے، فتاوی رضویہ میں ہے: چھ باتیں ہیں جن کے سبب قول امام بدل جاتا ہے، لہذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں: ضرورت، دفع حرج، عرف، تعامل، دینی مصلحت کی تحصیل، کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ، سب میں حقیقۃً قول امام ہی پر عمل ہوتا ہے۔

(فتاوی رضویہ، اجلی الاعلام کا حاشیہ، ج 1، ص 129، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

انہی باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہماری مجلس تحقیقاتِ شرعیہ (دعوت اسلامی) کا مشورہ ہوا، جس میں یہی طے پایا کہ ایسی جگہوں پر فساد مظنون بظنِ غالب کے سبب جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہے، فیصلہ کا متن درج ذیل ہے:

"جیل یا ایسی صنعتی وغیر صنعتی، دفاعی وغیر دفاعی ادارے اور کالونیاں جہاں کثیر آبادی ہوتی ہے اور وہاں سیکورٹی کی وجہ سے باہر والوں کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی، (فساد مظنون بظن غالب کے سبب اصل مذہب جس میں اذن عام شرط ہے

سے عدول کرتے ہوئے) ایسے مقامات پر جمعہ منعقد کیا گیا تو یہ جمعہ منعقد ہو جائے گا۔ البتہ وہ مقامات جہاں ایسی کوئی وجہ نہیں یعنی سیکورٹی رسک نہیں بلکہ کچھ لوگ اپنے طور پر بطور تکبر وتفوق کسی جگہ جمعہ قائم کرتے ہیں اور دوسروں کو آنے سے روکتے ہیں ایسی جگہ نہ جمعہ قائم کرنا جائز اور نہ ہی ایسا جمعہ درست ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم"

ظہر احتیاطی کا حکم اور اس کا طریقہ:

وہ شہر وقصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو وہاں خواص (وہ لوگ جو تصحیح نیت پر قادر ہوں، ان) کے لیے ظہر احتیاطی (کہ جمعہ کے بعد چار رکعت نماز اس نیت سے کہ سب میں پچھلی ظہر جس کا وقت پایا اور نہ پڑھی) ہے، یہ حکم خواص کے لیے اس لیے ہے تا کہ انہیں فرض جمعہ ادا ہونے میں شک نہ ہو اور عوام کہ اگر ظہر احتیاطی پڑھیں تو جمعہ کے ادا ہونے میں انھیں شک ہوگا، لہذا وہ نہ پڑھیں اور اس کی چاروں رکعتیں بھری پڑھی جائیں اور بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی پچھلی چار سنتیں پڑھ کر ظہر احتیاطی پڑھیں پھر دو سنتیں اور ان چھ سنتوں میں سنتِ وقت کی نیت کریں۔

اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ظہر احتیاطی کا حکم اور اس کی احتیاطیں تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وہ شہر وقصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور آج کل ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا ہے کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی یہ چار رکعتیں چاروں سنت بعد یہ جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضائے عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بہ نیت سنت وقت ادا کرے جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح وثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے اگر بہ نیت فرض ادا نہ کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہوگا اور اب یہ چار رکعتیں نری احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی، اور جب یوں نیتِ صحیحہ سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں بلکہ وہی گول نیت رکھے کہ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان نہ کرے، یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم الٰہی میں بوجہ فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہوا ہوگا تو یہ رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی کہ اس صورت میں یہی ظہر وہ پچھلی ہے جس کا وقت اُسے ملا اور ابھی ذمہ سے ساقط نہ ہوئی اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی (خواہ یوں کہ سرے سے پڑھی ہی نہ تھی یا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر نہ رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی، اسی لحاظ سے جس پر قضائے

عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑھیں کہ اگر نفل ہوئیں اور سورت نہ ملائی تو واجب چھوٹ کر نماز مکروہ تحریمی ہوگی، ہاں جس پر قضائے عمری ہے اسے پچھلی دو میں سورت ملانے کی حاجت نہیں کہ اس کے ہر طرح فرض ہی ادا ہوں گے، جمعہ نہ ہوا تو آج کے اور ہوا تو آج سے پہلے کے یہ سب تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے نمازی کو نیت میں اس شک وتردد کا حکم نہیں کہ نیت وتردد باہم منافی ہیں اگر یونہی مذبذب نیت کی تو وہ مقصود واحتیاط ہرگز حاصل نہ ہوگا لہذا اسی طرح گول نیت سے بے خیال تردد بجالائے اور واقع کا معاملہ علمِ الٰہی پر چھوڑ دے، پھر ایسی تصحیح نیت نرے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور ان سے یہ بھی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ جاننے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دو ہرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر اُن کی نماز ٹھیک ہو جائے انھیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں، ہاں خواص یعنی جو لوگ اس طرح کی نیت کر سکتے ہوں اور اُن سے وہ اندیشے نہ ہوں وہ یہ احتیاط بجالائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ادا ہو جائے اور شبہ واحتمال کی گنجائش نہ رہے۔

(فتاوی رضویہ، ج8، ص293,294، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہر احتیاطی ادا کرنے کی وجہ:

ظہر احتیاطی کی وجہ پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف مجمع علیہا یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلی واجل ضروریات دین سے ہے۔

مگر جمعہ باجماع امت مشروط ہے، ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے جو شرائط اس کے لئے معین فرمائے شک نہیں کہ ان بلاد میں ان کا پورا پورا اجتماع قدرے محل اشتباہ ونزاع معہذا یہاں عامّہ بلاد میں جماعات جمعہ متعدد ہوتی ہیں اور اگر چہ مذہب مفتی بہ میں تعدد جمعہ مثل عیدین مطلقاً جائز۔

اسی پر کنز ووافی وکافی وملتقی وتنویر وہندیہ وطحاوی وشامی وغیرہا میں اعتماد فرمایا امام اجل مفتی الجن والانس نجم الدین نسفی پھر علامہ ابن وہبان نے اپنے منظومہ اور علامہ یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبی اور علامہ شرنبلالی نیمراقی الفلاح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم وامام محمد رضی اللہ تعالی عنہما بتایا، شرح وقایہ میں ہے: بہ یفتی (اسی پر فتوی ہے۔ت) شرح المجمع للعلامہ البدر العینی میں ہے: علیہ الفتوی (اسی پر فتوی ہے۔ت) فتح القدیر میں ہے: علی المفتی بہ (مفتی بہ قول پر۔ت) محیط شمس الائمہ سرخسی میں ہے: الصحیح وبہ ناخذ (صحیح ہے اور ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ت) تبیین الحقائق وبحر وفتح وشرح وہبانیہ ومنح الغفار وعقود

الدرریہ وغیرہامیں ہے:الاصح (زیادہ صحیح ہے۔ت)۔بحرالرائق ودرمختار میں ہے:علی المذهب (مذہب پر۔ت)حتی کہ علامہ حسن شرنبلالی وعلامہ محمد بن علی علائی وغیرہمانے قول آخر کے ضعیف ہونے کی تصریح فرمائی۔

مگر عند التحقیق روایت عدم جواز تعدد بھی ساقط نہیں بلکہ مذہب کا باقوت قول ہے امام طحاوی وتمرتاشی وصاحب مختار نے اسی کو اختیار فرمایا، امام فقیہ النفس قاضی خاں نے خانیہ میں اسی کو مقدم رکھا، خزانۃ المفتین میں اُسی پر اقتصار کیا، عتابی واخلاطی نے اُسی کو اظہر اور جوامع فقہ میں اظہر الروایتین اور امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے ظاہر الروایہ کہا، تکملہ رازی میں ہے:به ناخذ (ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ت) حاوی القدسی میں ہے: علیه الفتوی (فتوی ایسی پر ہے۔ت) بدائع امام ملک العلماء میں ہے۔علیه الاعتماد(اعتماد اسی پر ہے۔ت) جواہر الاخلاطی میں ہے: هو الصحیح وهو الاصح وعلیه الفتوی (یہی صحیح اور یہی اصح اور اسی پر فتوی ہے۔ت) آفندی شامی فرماتے ہیں فهو قول معتمد فی المذهب لا قول ضعیف (پس یہی یہاں معتمد قول اور مذہب ہے ضعیف قول نہیں ہے)۔

ان وجوہ کی نظر سے ائمہ مرو واکثر مشائخ بخارا واصحاب امام عبداللہ حکم شہید واصحاب امام شیخ ابی عمرو واساتذہ صاحب مختار الفتاوی وغیرہم جمہور ائمہ دین وعلمائے معتمدین نے ایسی جگہ ان چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا اور اسی کی محیط برہانی وفتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی حجہ وواقعات ومطلب ومختار الفتاوی ونہار وکافی وجامع المضمرات وخزنۃ المفتین وفتح القدیر وشرح المجمع وفتاوی سراجیہ وتارتار خانیہ وحلیہ وغنیۃ وصغیری ومجمع الانہر وتیسیر المقاصد ونہر الفائق وعالمگیریہ وفتاوٰی صوفیہ وخزانۃ الروایات وقنیہ وحاوی وغرائب وفتاوی رحمانیہ وطحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح کی اسی کو امام الحسن وامام مقدسی وعلامہ ابوالسعود ومحقق ابن جرباش وعلامہ ابن شحنہ وشیخ الاسلام جد ابن شحنہ وعلامہ باقانی وعلامہ مقدسی وعلامہ ابوسعود ومحقق شامی وجماعت کثیرہ شراح ہدایا وغیرہا وغیرہم ائمہ وعلماء نے اختیار فرمایا علامہ ابراہیم حلبی نے اسی کو اولٰی اور امام محمود عینی نے احسن واحوط اور علامہ باقانی نے هو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ت) اور سراجیہ میں هو حسن (یہ حسن ہے۔ت) اور حجہ ومضمرات وغیرہما میں الصحیح المختار (صحیح مختار۔ت) رکھا ان سب کتب وعلماء کے نصوص فقیر غفراللہ تعالی نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیے......

ہاں وہ نرے جاہل عامی لوگ کہ تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعات کے باعث راساً جمعہ کو غیر فرض یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں اُنھیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے بلکہ ان کی ادا پر مطلع نہ کیا جائے کہ مفسدہ اشد واعظم کا دفع آکد واہم ان کے لئے اسی قدر بس ہے کہ بعض روایات واقوال ائمہ مذہب پر ان کی نماز صحیح ہوجائے۔

لہذا اسیدی نورالدین مقدسی نورالشمعہ میں فرماتے ہیں:نحن لا نأمر بذلك امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص ولو بالنسبة الیهم۔ہم اس طرح کے معاملات کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ ہم خواص کو اس پر آگاہ کرتے ہیں اگرچہ

وہ ان کی نسبت سے ہو۔

اس تحقیق سے ظاہر کہ ان بلاد میں مطلقاً صحتِ جمعہ کو قطعی یقینی بلا اشتباہ ماننا افراط اور اقاویل مذہب وخلافیاتِ مشائخ سے غفلت وذہول ہے اور جمعہ کو صرف درجہ مستحب میں جاننا محض باطل وتفریط وقواعہ شرح مقاصد ائمہ سے عدول، اگر اول حق ہوتا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ خروج عن العہدہ بالیقین ہولیا، اور ثانی صحیح ہوتا تو صرف احتیاط ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرض قطعی ہوتا اور ایک مستحب کے سبب جماعتِ ظہر کو کہ علی المعتمد واجب ہے ترک کرنا مکروہ تحریمی معہذا جمعہ مستحبہ نہ شرع سے معہود نہ کلمات علماء اُس کے مساعد بس قولِ وسط وانصاف یہ ہے ان شہروں میں جمعہ ضرور لازم ہے اور اس کا ترک معاذ اللہ ایک شعار عظیم اسلام سے اعراض، اور ان چار رکعت احتیاطی کا خواص کو حکم اور نافہم عامیوں کے حق میں اغماض ۔و اللّٰہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، ج8، ص79 تا 82، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مذہب غیر کی رعایت میں احتیاط کہاں برتی جاتی ہے:

فتاوی رضویہ میں ہے:

جمعہ والے دن ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں تو کیا شوافع وغیرہ کے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے احتیاطاً رفع یدین یا مقتدی قراءت کرسکتا ہے، اس طرح کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عبادات بشدت محلِ احتیاط ہیں اور خلاف علماء سے خروج بالا جماع مستحب، جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار میں اس پر تصریح ہے۔ت) قراءت مقتدی ورفع یدین وجہر بہ آمین ہمارے مذہب میں باتفاق ائمہ ممنوع ومکروہ وخلاف سنت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی المذہب کا ارتکاب صاف ہے بخلاف فرض احتیاطی کہ بسبب تعدد جمعہ رکھے گئے یہ دونوں حرج سے پاک ہیں تعدد مطلقاً اگر چہ علی الاصح ظاہر الروایہ اور وہی معمول ومفتی بہ مگر منع تعدد بھی مذہب میں ایک قول قوی ومصحح ہے......

پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی بجماعت نہیں ہوتے منفرداً بہ نیت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی صرف خواص کے لئے عوام کو نہ بتائے جائیں نہ انھیں حاجت، تو فرق ظاہر ہوگیا اور اعتراض ساقط۔

(فتاوی رضویہ، ج8، ص311، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باب نمبر 347
فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ
جمعہ کے دن کی فضیلت

488۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ:حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي لُبَابَةَ، وَسَلْمَانَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، وَأَوْسِ بْنِ أَوْسٍ،قال ابوعيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:سب سے بہتر دن کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے،جس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی میں جنت سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعہ والے دن ہی قائم ہوگی۔اور اس باب میں حضرت ابولبابہ،حضرت سلمان،حضرت ابوذر،حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہم سے روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث488:(صحیح مسلم،کتاب الجمعہ،باب فضل یوم الجمعہ،حدیث854،ج2،ص585،دار احیاء التراث العربی،بیروت ☆سنن ابی داؤد،تفریع ابواب الجمعہ،باب فضل یوم الجمعہ ولیلۃ الجمعہ،حدیث1046،ج1،ص276،المکتبۃ العصریہ،بیروت ☆سنن نسائی،کتاب الجمعہ،باب ذکر فضل یوم الجمعہ،حدیث1373،ج3،ص89،موسسۃ الرسالہ،بیروت)

شرح حدیث

مقصدِ حدیث:

علامہ سلیمان بن خلف اندلسی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ بڑے بڑے امور کا وقوع جمعہ والے ہوا ہے اور اکثر بڑے امور باقی ایام کے بجائے اس دن کے ساتھ خاص ہیں، یہ بیان کرنے میں جمعہ کے دن عبادت کی کثرت کرنے پر ابھارنا ہے اور اس دن میں معاصی کے ارتکاب سے روکنا ہے۔" (المنتقی شرح الموطا، باب ماجاء فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ج1، ص201، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

جمعہ والے دن خلقِ آدم سے مراد:

علامہ محمود بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"یومِ جمعہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس دن ان میں روح ڈالی گئی، عزیزی نے کہا کہ آدم علیہ السلام میں جمعہ والے دن زوال کے وقت روح ڈالی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مٹی سے تخلیق آدم کی ابتداء جمعہ والے دن ہوئی ہو پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اسی حالت میں رہے پھر روح مبارک بھی جمعہ والے دن ہی جسم میں ڈالی گئی۔ " (شرح ابی داؤد للعینی، تفریع ابواب الجمعۃ، ج4، ص362، مکتبۃ الرشد، ریاض)

اخراجِ جنت میں یومِ جمعہ کی فضیلت کیسے:

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:

بعض علما نے کہا کہ جنت سے اخراج زمین پر آدم علیہ السلام کی خلافت کے لیے تھا، اور ان پر اور ان کی اولاد پر کتب شریفہ نازل کرنے کے لیے تھا، لہذا یہ جملے دلالۃً اس دن کی فضیلت کے لیے صالح ہیں، اھ۔ حاصل یہ کہ یہ اخراج اہانت کے طور پر نہ تھا بلکہ منصبِ خلافت کے لیے تھا اور یہ اکمال ہے، نہ کہ اذلال۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب الجمعۃ، ج3، ص1011، دارالفکر، بیروت)

ازمنہ اور امکنہ کی ایک دوسرے پر فضیلت:

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"شیخ عزالدین ابن عبدالسلام نے فرمایا کہ زمانوں اور مکانات میں سے بعض کی بعض پر فضیلت لذاتہا نہیں، یہ فضیلت

صرف اس زمانے یا مکان میں وجوہِ خیرات کے پائے جانے کی وجہ سے ہے۔"

(قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص212، جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ)

فضائلِ روزِ جمعہ

(1) صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((نَحْنُ الآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ، فَاخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللَّهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ الْيَهُودُ غَدًا، وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ)) ہم پچھلے ہیں یعنی دنیا میں آنے کے لحاظ سے اور قیامت کے دن پہلے سوا اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب ملی، یہی جمعہ وہ دن ہے کہ ان پر فرض کیا گیا یعنی یہ کہ اس کی تعظیم کریں وہ اس سے خلاف ہو گئے اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا دوسرے لوگ ہمارے تابع ہیں، یہود نے دوسرے دن کو وہ دن مقرر کیا یعنی ہفتہ کو اور نصاریٰ نے تیسرے دن کو یعنی اتوار کو۔

(صحیح بخاری، باب فرض الجمعۃ، ج2، ص2، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب ھدایۃ ھذہ الامۃ لیوم الجمعۃ، ج2، ص585، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور مسلم کی دوسری روایت ان ہی سے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((وَالْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ)) ہم اہل دنیا سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن پہلے کہ تمام مخلوق سے پہلے ہمارے لیے فیصلہ ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم، باب ھدایۃ ھذہ الامۃ لیوم الجمعۃ، ج2، ص586، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ)) بہتر دن کہ آفتاب نے اس پر طلوع کیا، جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم علیہ الصلوۃ والسلام پیدا کیے گئے اور اسی میں جنت میں داخل کیے گئے اور اسی میں جنت سے اترنے کا انھیں حکم ہوا۔ اور قیامت جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔

(صحیح مسلم، باب فضل یوم الجمعۃ، ج2، ص585، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(3) ابو داود و نسائی و ابن ماجہ و بیہقی حضرت اَوس بن اَوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ أَيْ يَقُولُونَ قَدْ بَلِيتَ؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ

النَّفْخَةُ)) تمہارے افضل دنوں سے جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں انتقال کیا اور اسی میں نفخہ (دوسری بار صور پھونکا جانا) ہے اور اسی میں صعقہ (پہلی بار صور پھونکا جانا) ہے، اس دن میں مجھ پر دُرود کی کثرت کرو کہ تمہارا دُرود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ "لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! اس وقت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ہمارا دُرود کیونکر پیش کیا جائے گا، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتقال فرما چکے ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیا کے جسم کھانا حرام کردیا ہے۔ (سنن نسائی، باب اکثار الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج3، ص91، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ، إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ)) جمعہ کے دن مجھ پر دُرود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو دُرود پڑھے گا پیش کیا جائے گا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی اور موت کے بعد؟ فرمایا: بے شک! اللہ (عزوجل) نے زمین پر انبیا کے جسم کھانا حرام کردیا ہے، اللہ کا نبی زندہ ہے، روزی دیا جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج1، ص524، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

ابن قیم (المتوفی 751ھ) نے جلاء الافہام میں روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے: ((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مشهود تشهده الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ من عبد يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوته حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَ بعد وفاتك قَالَ وَبعد وفاتي إن الله حرم على الْأَرْض أَن تَأْكُل أجساد الْأَنْبِيَاءِ)) ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر جمعہ والے دن کثرت کے درود پڑھا کرو کہ یہ یوم مشہود ہے، اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں، کوئی آدمی بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ جہاں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، ہم (صحابہ) نے عرض کیا: اور وصال فرمانے کے بعد بھی (درود کی آواز آپ تک پہنچے گی)؟ ارشاد فرمایا: جی ہاں! اپنے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا کہ وہ انبیا علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

(جلاء الافہام، والاحادیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ، ج1، ص127، دار العروبہ، الکویت)

(4) ابن ماجہ حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر اور حضرت احمد سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْأَيَّامِ، وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَهُوَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ، فِيهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ، وَأَهْبَطَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ وَفِيهِ تَوَفَّى اللَّهُ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا

يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا الْعَبْدُ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا رِيَاحٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ، إِلَّا وَهُنَّ يُشْفِقْنَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ)) جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عید الاضحیٰ و عید الفطر سے بڑا ہے، اس میں پانچ خصلتیں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ نے اسی میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ (۲) اور اسی میں زمین پر انھیں اتارا۔ (۳) اور اسی میں انھیں وفات دی۔ (۴) اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے وہ اسے دے گا، جب تک حرام کا سوال نہ کرے۔ (۵) اور اسی دن میں قیامت قائم ہوگی، کوئی فرشتہ مقرب و آسمان و زمین اور ہوا اور پہاڑ اور دریا ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو۔"

(سنن ابن ماجہ، باب فی فضل الجمعۃ، ج1، ص344، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت)

(5) طبرانی اوسط میں بسند حسن حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِتَارِكٍ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا غَفَرَ لَهُ)) ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ کسی مسلمان کو جمعہ کے دن بے مغفرت کیے نہ چھوڑے گا۔ (المعجم الاوسط، من اسمہ عبد الملک، ج5، ص109، دار الحرمین، القاہرہ)

(6) ابو یعلیٰ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ سَاعَةً لَيْسَ فِيهَا سَاعَةٌ إِلَّا وَلِلّٰهِ فِيهَا سِتُّمِائَةِ عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ)) ترجمہ: جمعہ کے دن اور رات میں چوبیس گھنٹے ہیں، کوئی گھنٹہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے چھ لاکھ آزاد نہ کرتا ہو جن پر جہنم واجب ہو گیا تھا۔" (مسند ابی یعلیٰ، ثابت البنانی عن انس، ج6، ص201، دار المامون للتراث، دمشق)

(7) احمد و ترمذی حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ)) ترجمہ: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اسے فتنہ قبر سے بچالے گا۔ (جامع ترمذی، باب ما جاء فیمن مات یوم الجمعۃ، ج3، ص378، مصطفی البابی، مصر)

(8) ابو نعیم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أُجِيرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَجَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ طَابَعُ الشُّهَدَاءِ)) ترجمہ: جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، عذاب قبر سے بچالیا جائے گا اور قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مُہر ہوگی۔

(حلیۃ الاولیاء، محمد بن المنکدر و منہم الناظر المعتبر، ج3، ص155، دار الکتاب العربی، بیروت)

(9) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ لَيْلَةٌ أَغَرُّ وَيَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ أَزْهَرُ)) ترجمہ: جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکدار دن۔

(مشکوۃ المصابیح، باب الجمعہ، ج1، ص432، المکتب الاسلامی، بیروت ☆ الدعوات الکبیر للبیہقی، باب ماروی فی الدعا اذا دخل رجب، ج2، ص142، غراس للنشر والتوزیع، کویت)

(10) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: ((قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدۃ3) وَعِنْدَهُ يَهُودِيٌّ فَقَالَ: لَوْ أُنْزِلَتْ هَذِهِ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَا يَوْمَهَا عِيدًا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمِ عِيدَيْنِ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَيَوْمِ عَرَفَةَ)) انہوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا) ان کی خدمت میں ایک یہودی حاضر تھا، اس نے کہا یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بناتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ آیت دو عیدوں کے دن اُتری جمعہ اور عرفہ کے دن یعنی ہمیں اس دن کو عید بنانے کی ضرورت نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس دن یہ آیت اتاری اس دن دوہری عید تھی کہ جمعہ و عرفہ یہ دونوں دن مسلمانوں کے عید کے ہیں اور اس دن یہ دونوں جمع تھے کہ جمعہ کا دن تھا اور نویں ذی الحجہ۔

(جامع ترمذی، ومن سورۃ المائدۃ، ج5، ص250، مصطفی البابی، مصر)

[illegible]

[illegible] في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة

[illegible] امید کی جاتی ہے

[illegible]

قال التمسوا الساعة التي ترجى في يوم الجمعة بعد العصر إلى غيبوبة الشمس قال أبو عيسى هذا حديث غريب من هذا الوجه وقد روي هذا الحديث عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم من غير هذا الوجه ومحمد بن أبي حميد يضعف ضعفه بعض أهل العلم من قبل حفظه ويقال له حماد بن أبي حميد، ويقال: هو أبو إبراهيم الأنصاري، وهو منكر الحديث "ورأى بعض أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم: أن الساعة التي ترجى بعد العصر إلى أن تغرب الشمس، وبه [illegible]

[illegible] ... اس بات کے قائل ہیں۔ امام احمد [illegible] ... امید ہے اس [illegible] کے بعد [illegible]

الْعَصْرِ، وَتُرْجَى بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ

490۔حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَا يَسْأَلُ اللَّهَ الْعَبْدُ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ ، قَالُوا:يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيَّةُ سَاعَةٍ هِيَ؟ قَالَ:حِينَ تُقَامُ الصَّلَاةُ إِلَى انْصِرَافٍ مِنْهَا وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مُوسَى، وَأَبِي ذَرٍّ، وَسَلْمَانَ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، وَأَبِي لُبَابَةَ، وَسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، وَأَبِي أُمَامَةَ،قَالَ ابوعيسى:حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حدیث: کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: بے شک جمعہ میں ایک ساعت ہے کہ جس میں بندہ اللہ عزوجل سے جس بھی شے کا سوال کرے گا اللہ عزوجل اسے وہ عطا فرمائے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ وہ کون سی ساعت ہے؟ فرمایا: نماز قائم ہونے سے لے کر اس کے ختم ہونے تک۔

اور اس باب میں ابوموسی، ابوذر، سلمان، عبداللہ بن سلام، ابولبابہ، سعد بن عبادہ اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

491۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ :حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ :حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُهْبِطَ مِنْهَا، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يُصَلِّي فَيَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ ،

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: دنوں میں سب سے بہتر کہ جس میں دن کا سورج طلوع ہو وہ جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی میں انہیں اس سے نیچے اتارا گیا اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس میں کوئی بھی مسلمان بندہ نماز پڑھ کر اللہ عزوجل سے کسی شے کا سوال کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ ضرور عطا فرمائے گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے ان سے اس

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَلَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ فَذَكَرْتُ لَهُ هَذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ : أَنَا أَعْلَمُ بِتِلْكَ السَّاعَةِ، فَقُلْتُ : أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضْنَنْ بِهَا عَلَيَّ، قَالَ : هِيَ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، قُلْتُ : فَكَيْفَ تَكُونُ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي ؟ وَتِلْكَ السَّاعَةُ لَا يُصَلَّى فِيهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ : أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ ؟، قُلْتُ : بَلَى، قَالَ : فَهُوَ ذَاكَ : وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ ،قال ابوعيسىٰ : وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ ،وَمَعْنَى قَوْلِهِ أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضْنَنْ بِهَا عَلَيَّ : لَا تَبْخَلْ بِهَا عَلَيَّ، وَالضَّنُّ : الْبُخْلُ، وَالظَّنِينُ : الْمُتَّهَمُ "

حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس ساعت کو جانتا ہوں تو میں نے عرض کی کہ مجھے اس کی خبر دیجئے اور اس بارے میں بخل نہ کیجئے ،تو انہوں نے فرمایا کہ یہ عصر کے بعد سے لے کر غروب شمس تک ہے تو میں نے عرض کیا: تو عصر کے بعد یہ کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو بندہ مسلم نہیں پاتا اور وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے؟ اور اس وقت میں نماز نہیں پڑھی جاتی ۔تو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا: جو بیٹھ کر نماز کر نماز کا انتظار کرے تو وہ بھی نماز میں ہے ۔تو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں ۔تو انہوں نے فرمایا: تو وہ یہی ہے ،اور اس حدیث میں طویل قصہ ہے ۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے ۔اور ان کے اس قول کہ ''اخبرنی بھا ولا تضنن بھا علی'' کا معنی یہ ہے کہ مجھ پر بخل نہ کرو ،اور ''ضن'' بخل کو اور ''ظنین'' تہمت زدہ شخص کو کہتے ہیں ۔

تخریج حدیث 489: (المعجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، حدیث 136، ج1، ص49، دار الحرمین قاہرہ)

تخریج حدیث 490: (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب ما جاء فی الساعۃ التی ترجی ۔۔۔، حدیث 1138، ج1، ص360، دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر)

تخریج حدیث 491: فیہ ساعۃ سے پہلے کے الفاظ نہیں ہیں (صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، حدیث 935، ج2، ص13، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، حدیث 852، ج2، ص583، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب ما جاء فی الساعۃ التی ترجی ۔۔۔، حدیث 1137، ج1، ص360، دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر)

شرح حدیث

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((جس میں بندہ اللہ عزوجل سے جس بھی شے کا سوال کرے گا اللہ عزوجل اسے وہ عطا فرمائے گا)) مسند احمد میں اتنا زائد ہے: جب تک گناہ یا قطع رحمی کا سوال نہ کرے۔ (قوت المغتذی، ابواب الصلاۃ، ج1، ص214، جامعہ ام القری، مکۃ المکرمہ)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((جس ساعت کی جمعہ والے دن امید کی جاتی ہے)) یعنی جس ساعت میں دعا کی قبولیت کی امید کی جاتی ہے۔

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الھمزہ، ج1، ص226، مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض)

یوم جمعہ کی ساعت قبولیت اور اس کی تعیین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللهَ فِيهَا خَيْرًا، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ)) جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مسلمان بندہ اگر اسے پالے اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو وہ اسے دے گا۔"

(صحیح مسلم، باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعہ، ج2، ص584، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ((فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، يَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ)) اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مسلمان بندہ اگر اسے پالے اور حال یہ ہو کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو، اس وقت اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو وہ اسے دے گا۔ (صحیح بخاری، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ج2، ص13، دار طوق النجاۃ)

اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ((وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ)) وہ وقت بہت تھوڑا ہے۔

(صحیح مسلم، باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ج2، ص584، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

رہا یہ کہ وہ کون سا وقت ہے اس میں روایتیں بہت ہیں ان میں دو قوی ہیں ایک روایت یہ کہ امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے ختم نماز تک ہے۔ اس حدیث کو مسلم ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے وہ اپنے والد سے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ((هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ)) ترجمہ: یہ ساعت امام کے خطبہ

کے لیے بیٹھنے سے ختم نماز تک ہے۔ (صحیح مسلم، باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ج2، ص584، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور دوسری یہ کہ "وہ جمعہ کی پچھلی ساعت ہے۔" امام مالک وابوداود وترمذی ونسائی واحمد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ((خَرَجْتُ إِلَى الطُّورِ، فَلَقِيتُ كَعْبَ الْأَحْبَارِ .فَجَلَسْتُ مَعَهُ .فَحَدَّثَنِي عَنِ التَّوْرَاةِ وَحَدَّثْتُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَكَانَ فِيمَا حَدَّثْتُهُ أَنْ قُلْتُ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، يَوْمُ الْجُمُعَةِ .فِيهِ خُلِقَ آدَمُ .وَفِيهِ أُهْبِطَ .وَفِيهِ تِيبَ عَلَيْهِ.وَفِيهِ مَاتَ .وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ.وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ مُصِيخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ،مِنْ حِينِ تُصْبِحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، شَفَقاً مِنَ السَّاعَةِ .إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَفِيهَا سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي، يَسْأَلُ اللهَ شَيْئاً إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ، قَالَ كَعْبٌ :ذٰلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ .فَقُلْتُ :بَلْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ .فَقَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرَاةَ فَقَالَ :صَدَقَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم)) میں کوہِ طور کی طرف گیا اور کعب احبار سے ملا ان کے پاس بیٹھا، انہوں نے مجھے تورات کی روایتیں سنائیں اور میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کیں، ان میں ایک حدیث یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" :بہتر دن کہ آفتاب نے اس پر طلوع کیا جمعہ کا دن ہے، اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں انھیں اترنے کا حکم ہوا اور اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی میں ان کا انتقال ہوا اور اسی میں قیامت قائم ہوگی اور کوئی جانور ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن صبح کے وقت آفتاب نکلنے تک قیامت کے ڈر سے چیختا نہ ہو سوا آدمی اور جن کے اور اس میں ایک ایسا وقت ہے کہ مسلمان بندہ نماز پڑھنے میں اسے پالے تو اللہ تعالیٰ سے جس شے کا سوال کرے وہ اسے دے گا۔ کعب نے کہا سال میں ایسا ایک دن ہے؟ میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں ہے، کعب نے تورات پڑھ کر کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

(موطا امام مالک۔الاعظمی، باب ماجاء فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ج2، ص150، مؤسسۃ زاید بن سلطان، ابوظبی، الامارات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ((ثُمَّ لَقِيتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَلَامٍ ، فَحَدَّثْتُهُ بِمَجْلِسِي مَعَ كَعْبِ الْأَحْبَارِ، وَمَا حَدَّثْتُهُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ .فَقُلْتُ قَالَ كَعْبٌ:ذٰلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ .قَالَ :قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ:كَذَبَ كَعْبٌ.فَقُلْتُ :ثُمَّ قَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرَاةَ فَقَالَ :بَلْ هِيَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ.فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ:صَدَقَ كَعْبٌ ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ :قَدْ عَلِمْتُ أَيَّةَ سَاعَةٍ هِيَ.فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ :فَقُلْتُ لَهُ أَخْبِرْنِي بِهَا وَلَا تَضَنَّ عَلَيَّ.فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ:هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ.قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ :فَقُلْتُ :وَكَيْفَ تَكُونُ آخِرَ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي ، وَتِلْكَ سَاعَةٌ لَا يُصَلَّى فِيهَا؟فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ:أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:مَنْ جَلَسَ مَجْلِساً يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ

حَتّٰی یُصَلِّیَ؟قَالَ اَبُو هُرَیْرَةَ:فَقُلْتُ:بَلٰی. قَالَ:فَهُوَ ذٰلِكَ)) ترجمہ: پھر میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کعب احبار کی مجلس اور جمعہ کے بارے میں جو حدیث بیان کی تھی اس کا ذکر کیا اور یہ کہ کعب نے کہا تھا، یہ ہر سال میں ایک دن ہے، عبداللہ بن سلام نے کہا کعب نے غلط کہا، میں نے کہا پھر کعب نے تورات پڑھ کر کہا بلکہ وہ ساعت ہر جمعہ میں ہے، کہا کعب نے سچ کہا، پھر عبداللہ بن سلام نے کہا تمھیں معلوم ہے یہ کون سی ساعت ہے؟ میں نے کہا مجھے بتاؤ اور بخل نہ کرو، کہا جمعہ کے دن کی پچھلی ساعت ہے، میں نے کہا پچھلی ساعت کیسے ہوسکتی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے مسلمان بندہ نماز پڑھتے میں اسے پائے اور وہ نماز کا وقت نہیں، عبداللہ بن سلام نے کہا، کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ جو کسی مجلس میں انتظار نماز میں بیٹھے وہ نماز میں ہے میں نے کہا ہاں، فرمایا تو یہ کہا تو وہ یہی ہے یعنی نماز پڑھنے سے نماز کا انتظار مراد ہے۔

(موطا امام مالک الاعظمی، باب ما جاء فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ج2، ص150، مؤسسۃ زاید بن سلطان، ابوظبی، الامارات)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((اِلْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِي تُرْجَى فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى غَيْبُوبَةِ الشَّمْسِ)) ترجمہ: جمعہ کے دن جس ساعت کی خواہش کی جاتی ہے، اسے عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک تلاش کرو۔ (جامع ترمذی، باب فی الساعۃ التی ترجی فی یوم الجمعۃ، ج2، ص360، مصطفی البابی، مصر)

علامہ ابن عبد البر ساعتِ قبولیت کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) محمد بن قیس امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ امام شعبی نے فرمایا: جمعہ کے دن قبولیت کی ساعت اس وقت شروع ہوتی ہے جب خرید و فروخت حرام ہو جائے اور اس وقت تک ہوتی ہے جب خرید و فروخت حلال ہو جائے۔

(2) اسماعیل بن سالم امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ امام شعبی نے فرمایا: جمعہ کے دن قبولت کی ساعت امام کے خطبہ کے لیے نکلنے سے لے کر نماز کے اختتام تک ہے۔

(3) امام ابن سیرین فرماتے ہیں: یہ وہ ساعت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ جمعہ پڑھا کرتے تھے۔

(4) حضرت عوف بن حصیرہ فرماتے ہیں: جمعہ والے دن یہ ساعت نماز کے قائم ہونے سے لے کر امام کے نماز سے پھرنے تک ہے۔ (الاستذکار، ما جاء فی الساعۃ التی ترجی فی یوم الجمعۃ، ج2، ص39، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ممکن ہے جمعہ کے دن قبولیت کی کئی گھڑیاں ہوں، اور ان میں سے ساعتِ عظمی اہم ہو یا ساعتِ قبولیت ایامِ جمعہ میں گھومتی ہو جس طرح شب قدر کے بارے میں کہا گیا، اور احادیث وغیرہ میں جن ساعات کی تعیین کی گئی ہو یہ بقیہ ساعات پر

ترجیح رکھتی ہوں جیسا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں۔" (مرقاۃ المفاتیح، باب الجمعۃ، ج3، ص1016، دارالفکر، بیروت)

ساعتِ قبولیت میں چالیس اقوال:

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ساعتِ قبولیت کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں:

(1) یہ ساعت پہلے تھی بعد میں اٹھالی گئی۔

(2) یہ ساعت موجود ہے مگر سال میں صرف ایک جمعہ میں۔

(3) یہ ساعت تمام ایام میں مخفی ہے جیسا کہ شب قدر۔

(4) یہ ساعت جمعہ کے دن میں تبدیل ہوتی رہتی ہے، امام غزالی اور امام طبری نے اسے راجح قرار دیا ہے۔

(5) جب مؤذن صبح کی اذان دیتا ہے۔

(6) فجر سے طلوعِ شمس تک۔

(7) فجر سے طلوعِ شمس تک اور عصر سے غروب شمس تک۔

(8) فجر سے طلوع شمس تک، عصر سے غروبِ شمس تک اور امام کے منبر سے اترنے سے لے کر تکبیر کہنے تک۔

(9) اول ساعت سے لے کر طلوعِ شمس تک۔

(10) طلوعِ شمس کے وقت۔

(11) ایک بالشت سورج بلند ہونے سے ایک ہاتھ بلند ہونے تک۔

(12) دن کے تیسرے پہر کی آخری ساعت میں۔

(13) زوال سے سایہ نصف ہاتھ ہونے تک۔

(14) زوال سے سایہ ایک ہاتھ ہونے تک۔

(15) جب سورج زائل ہو۔

(16) جب مؤذن نمازِ جمعہ کے لیے اذان دے۔

(17) زوال سے امام کے محراب میں داخل ہونے تک۔

(18) زوال سے امام کے نکلنے تک۔

(19) زوال آفتاب سے غروبِ آفتاب تک۔

(20) امام کے نکلنے سے نماز کے قائم ہونے تک۔

(21) خروجِ امام کے وقت۔

(22) جس وقت سعی کی وجہ سے باقی کام حرام ہو جائیں اس وقت سے لے کر باقی کلام حلال ہونے تک۔

(23) اذان سے لے کر نماز کے اختتام تک۔

(24) امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتامِ نماز تک۔

(25) اذان کے وقت، اقامت کے وقت اور تکبیر تحریمہ کے وقت۔

(26) ابتداءِ خطبہ سے لے کر خطبہ سے فراغت تک۔

(27) جب خطیب منبر پر بیٹھے اور خطبہ شروع کرے۔

(28) امام کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے درمیان۔

(29) امام کے منبر سے اترتے وقت۔

(30) نماز کھڑی ہونے سے لے کر امام کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے تک۔

(31) اقامتِ نماز سے لے کر تمامیتِ نماز تک۔

(32) وہ ساعت جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمعہ پڑھا کرتے تھے۔

(33) عصر سے لے کر غروبِ آفتاب تک۔

(34) نمازِ عصر میں۔

(35) عصر کے بعد سے لے کر وقتِ اختیار تک۔

(36) عصر کے بعد مطلقاً۔

(37) وسطِ نہار سے لے کر آخرِ نہار کے قریب تک۔

(38) سورج کے زرد ہونے سے غروبِ آفتاب تک۔

(39) عصر سے آخر ساعت تک۔

(40) بعض سورج کے غروب ہونے سے لے کر مکمل غروب ہونے تک۔

اور علامہ یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو درست قرار دیا ہے کہ وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر

اختتامِ نماز تک ہے۔

لیلۃ القدر کی طرح اس کے ابہام میں فائدہ یہ ہے کہ کثرتِ نماز و دعا پر ابھارا جائے، اگر یہ ساعت معین ہوتی تو لوگ سستی کرتے اور اس کے علاوہ کو ترک کر دیتے۔ (فیض القدیر، حرف الھمزہ، ج2، ص157، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

علامہ محمد بن اسماعیل عزالدین صنعانی فرماتے ہیں:

"علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ساعت باقی ہے یا اٹھالی گئی ہے، علامہ ابن عبد البر نے دونوں اقوال حکایت کیے ہیں، اور جو کہتے ہیں باقی ہے ان میں یہ اختلاف ہے کہ یہ یومِ جمعہ کے وقتِ معینہ میں ہے یا غیر معینہ میں؟ اور جو عدمِ تعیین کا کہتے ہیں ان میں اختلاف ہے کہ یہ جمعہ کی ساعات میں منتقل ہوتی رہتی ہے یا نہیں؟ اس میں دونوں طرح کے اقوال ہیں، اور جو اس ساعت کی تعیین کا کہتے ہیں، ان کے درمیان اس کی تعیین میں اختلاف ہے اس بارے میں گیارہ اقوال ہیں، ابن قیم نے کہا کہ ان اقوال میں ارجح الاقوال یہ ہے کہ یہ ساعت بعدِ عصر ہے اور کہا کہ اکثر سلف اسی پر ہیں اور اسی پر اکثر احادیث ہیں۔"

(التنویر شرح الجامع الصغیر، الھمزۃ مع اللام، ج3، ص184، مکتبہ دار السلام، ریاض)

باب نمبر 349

مَا جَاءَ فِي الاغْتِسَالِ يَوْمَ الجُمُعَةِ

جمعہ کے دن غسل کرنا

492۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَتَى الجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ وَفِي البَابِ عَنْ عُمَرَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَجَابِرٍ، وَالبَرَاءِ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ،قال ابوعيسىٰ: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت سیدنا سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو جمعہ کے لئے آئے تو وہ غسل کرے۔

اور اس باب میں عمر، ابوسعید، جابر، براء، عائشہ اور ابودرداء رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

493۔وَرُوِي عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الحَدِيثُ أَيْضًا، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، وقَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدِيثُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَحَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، كِلَا الحَدِيثَيْنِ صَحِيحٌ، "وقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ: عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي آلُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ" وَقَدْ رُوِيَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ

حدیث: اور زہری عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے، وہ اپنے والد سے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث اسی طرح روایت کرتے ہیں اور ابن شہاب بھی عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے وہ اپنے والد سے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

اور محمد کہتے ہیں: زہری کی سالم سے ان کی اپنے والد سے اور عبد اللہ بن عبد اللہ کی اپنے والد سے روایت کردہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

اور بعض اصحاب زہری امام زہری سے، وہ آل عبد اللہ بن عمر سے وہ عبد اللہ بن عمر اور وہ عمر رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے دن کے بارے میں غسل کے حوالے سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَيْضًا،قال ابوعيسىٰ: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

494۔رَوَاهُ يُونُسُ، وَمَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :أَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهِ؟ فَقَالَ :مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ وَمَا زِدْتُ عَلَى أَنْ تَوَضَّأْتُ، قَالَ :وَالْوُضُوءُ أَيْضًا، وَقَدْ عَلِمْتَ :أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِالْغُسْلِ

حدیث: سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے درمیان عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے جبھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص داخل ہوا تو ارشاد فرمایا: یہ کون سی وقت ہے؟تو انہوں نے عرض کیا میں نے نداسنی اور وضو کرنے پر زیادتی نہیں کی ،تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشادفرمایا: اور وضو ہی حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا حکم ارشادفرمایا ہے۔

495۔حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ :أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ :حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ .وَرَوَى مَالِكٌ هٰذَا الْحَدِيثَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ :بَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، :وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا، فَقَالَ :الصَّحِيحُ حَدِيثُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ مُحَمَّدٌ :وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مَالِكٍ أَيْضًا، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ نَحْوُ هٰذَا الْحَدِيثِ

حدیث: محمد بن ابان نے بھی چند واسطوں سے زہری سے اس حدیث کو بیان کیا اور امام مالک نے اس حدیث کو زہری سے وہ سالم سے روایت کرتے ہیں ،فرمایا: ہمارے درمیان عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ ارشادفرمایارہے تھے تو انہوں نے اس حدیث کو ذکر کیا اور میں نے محمد سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: زہری کی سالم سے وہ اپنے باپ سے روایت کردہ حدیث صحیح ہے۔محمد کہتے ہیں: اور امام مالک رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو زہری سے وہ سالم سے وہ اپنے باپ سے اس حدیث کی مثل روایت کرتے ہیں۔

تخریج حدیث 492:(صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ، حدیث 877، ج 2، ص 2، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، حدیث 844، ج 2، ص 579، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی الغسل یوم الجمعۃ، حدیث 1088، ج 1، ص 386، دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر)

تخریج حدیث 493:

تخریج حدیث 494:(صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ، حدیث 878، ج 2، ص 2، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، حدیث 845، ج 2، ص 580، دار احیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب فی الغسل یوم الجمعۃ، حدیث 340، ج 1، ص 94، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

تخریج حدیث 495:

باب نمبر 350

مَا جَاءَ فِی فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت

496۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ:حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ،وَأَبِي جَنَابٍ يَحْيَى بْنِ أَبِي حَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ يَحْيَى بْنِ الحَارِثِ، عَنْ أَبِي الأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الجُمُعَةِ وَغَسَّلَ، وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا أَجْرُ سَنَةٍ صِيَامُهَا وَقِيَامُهَا قَالَ مَحْمُودٌ :قَالَ وَكِيعٌ :اغْتَسَلَ هُوَ وَغَسَّلَ امْرَأَتَهُ، وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ المُبَارَكِ :أَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا الحَدِيثِ " :مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ: يَعْنِي غَسَلَ رَأْسَهُ وَاغْتَسَلَ "وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَسَلْمَانَ، وَأَبِي ذَرٍّ، وَأَبِي سَعِيدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي أَيُّوبَ،قال ابوعيسى:حَدِيثُ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ ، وَأَبُو الأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيُّ اسْمُهُ شَرَاحِيلُ بْنُ آدَةَ

حدیث:حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جمعہ کے دن غسل کرے اور کروائے اور اول وقت میں مسجد آئے اور قریب ہو کر بیٹھے اور غور سے خطبہ سنے اور خاموش رہے تو اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور قیام کا اجر ہے۔

محمود کہتے ہیں: وکیع نے کہا: جو خود غسل کرے اور اپنی عورت کو غسل کروائے اور عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے ان الفاظ کے بارے میں فرمایا: جو اپنا سر دھوئے اور غسل کرے۔

اور اس باب میں ابوبکر، عمران بن حصین، سلمان ،ابوذر، ابوسعید، عبداللہ بن عمر اور ابوایوب رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت اوس بن اوس کی حدیث حسن ہے۔اور ابواشعث صنعانی کا نام شراحیل بن آدۃ ہے۔

تخریج حدیث496:(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل یوم الجمعۃ، حدیث345، ج1، ص95، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆سنن نسائی، کتاب الجمعۃ، باب فضل غسل یوم الجمعۃ، حدیث1381، ج3، ص95، موسسۃ الرسالہ، بیروت☆سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی الغسل یوم الجمعۃ، حدیث1087، ج1، ص346، داراحیاء الکتب العربیۃ، مصر)

باب نمبر 351
فِي الْوُضُوءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
جمعہ کے دن وضو کرنا

497۔ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُفْيَانَ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، وَأَنَسٍ، قَالَ ابوعيسى: حَدِيثُ سَمُرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، قَدْ رَوَى بَعْضُ أَصْحَابِ قَتَادَةَ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا، "وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ: اخْتَارُوا الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَرَأَوْا أَنْ يُجْزِئَ الْوُضُوءُ مِنَ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ "قَالَ الشَّافِعِيُّ ": وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ أَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنَّهُ عَلَى الِاخْتِيَارِ لَا عَلَى الْوُجُوبِ حَدِيثُ عُمَرَ، حَيْثُ قَالَ لِعُثْمَانَ:

حدیث: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جمعہ کے دن وضو کرے تو کافی ہے اور اچھا ہے اور جو غسل کرے تو غسل کرنا افضل ہے۔

اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، حدیث حسن ہے۔

اور بعض اصحاب قتادہ نے یہ حدیث قتادہ سے، وہ حسن سے، وہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور بعض نے اسے قتادہ سے، وہ حسن سے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً روایت کرتے ہیں، اور اسی پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے بعد کے حضرات کا اسی پر عمل ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن غسل کرنے کو اختیار فرمایا اور ان کی رائے یہ ہے کہ جمعہ کے دن وضو بجائے غسل کے کفایت کرے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور وہ دلیل جو اس بات پر دلالت کرتی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے دن غسل کا حکم دینا اختیاری ہے نہ کہ وجوبی، وہ حدیث عمر ہے جب انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اور وضو ہی

وَالْوُضُوءُ أَيْضًا، وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِالْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَلَوْ عَلِمَا أَنَّ أَمْرَهُ عَلَى الْوُجُوبِ لَا عَلَى الِاخْتِيَارِ لَمْ يَتْرُكْ عُمَرُ عُثْمَانَ حَتَّى يَرُدَّهُ، وَيَقُولَ لَهُ :ارْجِعْ فَاغْتَسِلْ، وَلَمَا خَفِيَ عَلَى عُثْمَانَ ذَلِكَ مَعَ عِلْمِهِ، وَلَكِنْ دَلَّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ فَضْلٌ مِنْ غَيْرِ وُجُوبٍ، يَجِبُ عَلَى الْمَرْءِ فِي ذَلِكَ "

حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کا حکم ارشاد فرمایا ہے تو اگر وہ جانتے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اگر وجوب پر ہوتا نہ کہ اختیار پر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نہ چھوڑتے حتی کہ انہیں واپس لوٹا دیتے اور انہیں فرماتے کہ واپس لوٹ جائیں اور غسل کر کے آجائیں اور علم کے باوجود آپ پر یہ بات مخفی نہ رہتی لیکن اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنے میں فضیلت ہے، وجوب نہیں ہے جو آدمی پر اس بارے میں واجب ہو۔

498- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا ،قال ابوعيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس نے وضو کیا تو اچھا وضو کیا پھر وہ جمعہ کو آئے تو وہ قریب ہو کر بیٹھے اور غور سے سنے اور خاموش رہے تو اس کے دو جمعوں کے مابین گناہوں کی بخشش کر دی جائے گی اور تین دن زیادہ اور جس نے کنکری کو چھوا تو اس نے لغو کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث 497: (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، حدیث 354، ج 1 ص 97، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الجمعۃ، باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، حدیث 1380، ج 3 ص 94، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

تخریج حدیث 498: (صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل من استمع وانصت فی الخطبۃ۔۔۔الخ، حدیث 857، ج 2 ص 588، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، تفریع ابواب الجمعۃ، باب فضل الجمعۃ، حدیث 1050، ج 1 ص 276، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ذلک، حدیث 1090، ج 1 ص 346، داراحیاء الکتب العربیۃ، مصر)

شرح حدیث

علامہ ابوسلیمان بن حمد بن محمد المعروف بالخطابی فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک میں اس بات پر دلالت ہے کہ یومِ جمعہ غسل واجب نہیں ہے، اگر واجب ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے حکم کرتے کہ وہ واپس جائے اور غسل کرے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سکوت کرنا اور ان کے ساتھ جو دیگر صحابہ تھے ان کا سکوت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں امر بطورِ استحباب ہی ہے، وجوب کے لیے نہیں۔"

(معالم السنن، ومن باب فی الغسل الخ، ج1، ص106، المطبعۃ العلمیہ، حلب)

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی فرماتے ہیں:

"((جو جمعہ کے لئے آئے تو وہ غسل کرے)) غسلِ جمعہ پہلے واجب تھا، پھر اس کا وجوب منسوخ ہو گیا اور استحباب باقی رہا، اس کی ناسخ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی یہ حدیث پاک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے وضو کیا تو اسے کافی ہے اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے، داؤد ظاہری کا مذہب وجوب ہی کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک قول وجوب کا حکایت کیا گیا ہے۔"

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، ج2، ص472،473، دار الوطن، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

((جو جمعہ کے لئے آئے تو وہ غسل کرے)) یہاں امر استحباب کے لیے ہے جیسا کہ امام احمد، ثلاثہ اور ابن خزیمہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جس نے وضو کیا تو اسے کافی ہے اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو یہ افضل ہے۔

(شرح مسند ابی حنیفہ، حدیث غسل الجمعۃ، ج1، ص192، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جمعہ کے دن غسل کرنے اور خوشبو لگانے کی فضیلت

(1) صحیح بخاری میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الجُمُعَةِ الأُخْرَى)) جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس طہارت کی استطاعت ہو کرے اور تیل لگائے اور گھر میں جو خوشبو ہو ملے پھر نماز کو

نکلے اور دو شخصوں میں جدائی نہ کرے یعنی دو شخص بیٹھے ہوئے ہوں انھیں ہٹا کر بیچ میں نہ بیٹھے اور جو نماز اس کے لیے لکھی گئی ہے پڑھے اور امام جب خطبہ پڑھے تو چپ رہے، اس کے لیے ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں مغفرت ہو جائے گی۔ (صحیح بخاری، باب الدہن للجمعۃ، ج2، ص3، دار طوق النجاۃ)

اور اسی کے قریب قریب حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی متعدد طرق سے روایتیں آئی ہیں۔

(2) احمد، ابوداؤد، ترمذی بافادہ تحسین، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم بافادہ تصحیح حضرت اوس بن اوس اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، واللفظ للاول: ((مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشَى، وَلَمْ يَرْكَبْ فَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ، فَاسْتَمَعَ، وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا)) جو نہلائے اور نہائے اور اوّل وقت آئے اور شروع خطبہ میں شریک ہو اور چل کر آئے سواری پر نہ آئے اور امام سے قریب ہو اور کان لگا کر خطبہ سُنے اور لغو کام نہ کرے، اس کے لیے ہر قدم کے بدلے سال بھر کا عمل ہے، ایک سال کے دنوں کے روزے اور راتوں کے قیام کا اس کے لیے اجر ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، اوس بن اوس الثقفی، ج26، ص93، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

اور اسی کے مثل دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایتیں ہیں۔

(3) بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ)) ہر مسلمان پر سات دن میں ایک دن غسل ہے کہ اس دن میں سر دھوئے اور بدن۔ (صحیح بخاری، باب ہل علی من لم یشہد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرہم؟، ج2، ص5، دار طوق النجاۃ)

(4) احمد و ابوداود و ترمذی و نسائی و دارمی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنْ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ)) ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا، فبہا اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ (جامع ترمذی، باب فی الوضوء یوم الجمعۃ، ج2، ص369، مصطفی البابی، مصر)

(5) ابوداؤد عکرمہ سے روایت کرتے ہیں: ((اَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُ أَطْهَرُ، وَخَيْرٌ لِمَنِ اغْتَسَلَ، وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ)) عراق سے کچھ لوگ آئے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ جمعہ کے دن آپ غسل واجب جانتے ہیں؟ فرمایا نہ، ہاں یہ زیادہ طہارت ہے اور جو نہائے اس کے لیے بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب نہیں۔

(سنن ابی داؤد، باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، ج1، ص97، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

(6) ابن ماجہ بسند حسن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيدٍ، جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِينَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِنْ كَانَ طِيبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ)) اس دن کو اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے لیے عید کیا تو جو جمعہ کو آئے وہ نہائے اور اگر خوشبو ہو تو لگائے۔

(سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی الزینۃ یوم الجمعۃ، ج1، ص349، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

(7) احمد و ترمذی بسند حسن حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلْيَمَسَّ أَحَدُهُمْ مِنْ طِيبِ أَهْلِهِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَالْمَاءُ لَهُ طِيبٌ)) مسلمان پر حق ہے کہ جمعہ کے دن نہائے اور گھر میں جو خوشبو ہو لگائے اور خوشبو نہ پائے تو پانی یعنی نہانا بجائے خوشبو ہے۔

(جامع ترمذی، باب فی السواک والطیب یوم الجمعۃ، ج2، ص407، مصطفیٰ البابی، مصر)

(8) طبرانی کبیر و اوسط میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں: ((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كُفِّرَتْ ذُنُوبُهُ وَخَطَايَاهُ فَإِذَا أَخَذَ فِي الْمَشْيِ كُتِبَتْ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عِشْرُونَ حَسَنَةً)) ترجمہ: جو جمعہ کے دن نہائے اس کے گناہ اور خطائیں مٹادی جاتی ہیں اور جب چلنا شروع کیا تو ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(المعجم الکبیر، ابونصیرہ عن ابی رجاء عن عمران، ج18، ص39، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(9) اور دوسری روایت میں ہے: ((كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلَ عِشْرِينَ سَنَةً فَإِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ أُجِيزَ بِعَمَلِ مِائَتَيْ سَنَةٍ)) ترجمہ: ہر قدم پر بیس سال کا عمل لکھا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو تو اسے دوسو برس کے عمل کا اجر ملتا ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ جبرون، ج3، ص357، دار الحرمین، القاہرہ)

(10) طبرانی کبیر میں بروایت ثقات حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرماتے ہیں: ((إِنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَيَسْتَلُّ الْخَطَايَا مِنْ أُصُولِ الشَّعْرِ اسْتِلَالًا)) جمعہ کا غسل بال کی جڑوں سے خطائیں کھینچ لیتا ہے۔"

(المعجم الکبیر، الحسن البصری عن ابی امامہ، ج8، ص256، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی (متوفی 1088ھ) فرماتے ہیں: غسلِ جمعہ سنت ہے۔

(الدرالمختار، سنن الغسل، ج1، ص168، دارالفکر، بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی (متوفی 1252ھ) فرماتے ہیں: یہ سنن الزوائد میں سے ہے، لہذا اس کے ترک پر عتاب نہیں جیسا کہ قہستانی میں ہے، ہمارے بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ یہ چار غسل (جس میں غسل جمعہ بھی ہے) مستحب ہیں ، اصل میں موجود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے استدلال کرتے ہوئے کہ غسل جمعہ حسن ہے، شرح منیہ میں ذکر کیا کہ یہی اصح ہے اور فتح القدیر میں اسے قوی قرار دیا ہے، مگر علامہ ابن ہمام کے شاگرد علامہ امیر ابن حاج نے حلیہ میں استظہار کیا ہے کہ جمعہ کے غسل سنت ہے اس پر مواظبت منقول ہونے کی وجہ سے، انہوں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، اس کے ساتھ عدم وجوب کے بھی دلائل دیئے ہیں۔ (الدرالمختار ورد المحتار، سنن الغسل، ج1، ص168، دارالفکر، بیروت)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ) فرماتے ہیں:

"غسل کی کئی اقسام ہیں: واجب، مسنون اور مستحب۔ واجب جنابت، حیض اور نفاس سے غسل کرنا ہے، مسنون غسل جمعہ ہے اور مستحب عیدین کا غسل ہے....." (المقدمات الممہدات، ج1، ص66، دارالغرب الاسلامی، بیروت)

علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں: جو نمازِ جمعہ کا ارادہ کرے اس کے لیے دن میں غسل کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

(زرقانی، ج2، ص62)

شوافع کا موقف:

علامہ شربینی شافعی فرماتے ہیں کہ جو جمعہ کے لیے حاضر ہو اس کے لیے غسل سنت ہے اور کہا گیا کہ جمعہ والے دن غسل سنت ہے نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہو یا نہ ہو۔ (مغنی المحتاج، ج1، ص290)

حنابلہ کا موقف:

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: جو جمعہ کے لیے آئے اس کے لیے غسل مستحب ہے، اس کے استحباب میں کوئی اختلاف نہیں اور اکثر اہل علم کے نزدیک واجب نہیں، اور انہوں نے اس حدیث پاک سے استدلال کیا ہے: ((مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنْ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ)) ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا، فبہا اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

(جامع ترمذی، باب فی الوضوء یوم الجمعۃ، ج2، ص369، مصطفی البابی، مصر☆ المغنی لابن قدامہ، مسئلہ یستحب لمن اتی الجمعۃ ان یغتسل، ج2، ص256، مکتبۃ القاہرہ)

امام احمد بن حنبل سے ایک روایت اس کے واجب ہونے کی بھی ہے اس حدیث پاک سے استدلال کرتے ہوئے کہ ((غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)) ترجمہ: غسل جمعہ ہر اس پر واجب ہے جسے احتلام ہوتا ہے۔ متفق علیہ

(المغنی لابن قدامہ، مسئلہ یستحب لمن اتی الجمعۃ ان یغتسل، ج2، ص256، مکتبۃ القاہرہ)

غسل جمعہ نمازِ جمعہ کے لیے ہے یا یوم جمعہ کے لیے:

غسل جمعہ نمازِ جمعہ کے لیے ہے، یہی صحیح ہے، یہی ظاہر الروایہ ہے، اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے، امام حسن بن زیاد کہتے کہ یہ غسل یوم جمعہ کے لیے ہے اور یہ قول امام محمد کی طرف بھی منسوب ہے، اس اختلاف کا اثر اس شخص میں ظاہر ہوگا جس پر جمعہ فرض نہیں، امام ابو یوسف کے قول پر ایسے شخص پر غسل نہیں جبکہ امام حسن بن زیاد کے قول پر ہے۔ اس اختلاف کا اثر اس صورت میں بھی ظاہر ہوگا جب کسی کو غسلِ جمعہ کے بعد حدث ہو جائے اور وہ وضو کر کے نماز پڑھ لے تو امام حسن کے قول پر وہ غسل کی فضیلت پالے گا جبکہ امام ابو یوسف کے قول پر نہیں پائے گا۔ (الدر المختار و رد المحتار، سنن الغسل، ج1، ص169، دار الفکر، بیروت)

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک غسل جمعہ نمازِ جمعہ کے لیے ہے۔

(شوافع: مغنی المحتاج، ج1، ص290 ☆ مالکیہ: زرقانی، ج2، ص62 ☆ حنابلہ: المغنی لابن قدامہ، مسئلہ یستحب لمن اتی الجمعۃ ان یغتسل، ج2، ص256، مکتبۃ القاہرہ)

باب نمبر352

مَا جَاءَ فِي التَّبْكِيرِ إِلَى الْجُمُعَةِ

جمعہ کے لئے جلدی نکلنا۔

499۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَسَمُرَةَ، قَالَ أبوعيسى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جمعہ کے دن غسل جنابت کرے پھر مسجد کو جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک گائے صدقہ کی اور جو تیسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک مرغی ایک کی قربانی کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک انڈہ صدقہ کیا تو جب امام نکلتا ہے تو فرشتوں ذکر سننے کے حاضر ہوتے ہیں۔

اور اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث499: (صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، حدیث881، ج2، ص3، دارطوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب الطیب والسواک یوم الجمعۃ، حدیث 850، ج2، ص582، داراحیاء التراث العربی، بیروت ☆ سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل یوم الجمعۃ، حدیث 351، ج1، ص94، المکتبۃ العصریہ، بیروت ☆ سنن نسائی، کتاب الجمعۃ، باب وقت الجمعۃ، حدیث1388، ج3، ص99، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ محمود بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

"((بدنۃ)) بدنہ کا اطلاق اونٹ اور گائے وغیرہ پر ہوتا ہے، امام مالک نے اسے اونٹ کے ساتھ خاص کیا ہے ..... اسے بدنہ نام اس لیے دیا گیا کہ اس کا بدن بڑا ہوتا ہے، اس حدیث پاک میں بدنہ سے مراد بالاتفاق اونٹ ہے کیونکہ حدیث میں اس کی تصریح ہے۔" (شرح ابی داود للعینی، باب الغسل یوم الجمعۃ، ج2، ص174، مکتبۃ الرشد، ریاض)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"امام مالک اور بعض شوافع جیسا کہ امام الحرمین اس طرف گئے ہیں کہ یہاں ساعات سے مراد زوال کے بعد خفیف اوقات ہیں، کیونکہ "رواح" کا لغت میں معنی ہے زوال کے بعد جانا۔ اور جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ اس سے اول النہار یعنی دن کا ابتدائی حصہ مراد ہے، اور "رواح" کے بارے (زوال کے بعد جانے کا جو دعوی کیا گیا ہے، اس کے بارے) میں ازہری نے کہا کہ اس کا معنی مطلق طور پر جانا ہوتا ہے چاہے وہ دن کی ابتداء میں ہو یا آخر میں یا رات میں ہو۔ (جمہور کے نزدیک دن کے ابتدائی حصے میں مسجد کی طرف جانا مراد اس وجہ سے ہے) کیونکہ ساعات کا ذکر جمعہ کی طرف جلدی جانے پر ابھارنے کے لیے ہے اور اس میں ترغیب ہے فضیلتِ سبقت کی، انتظار جمعہ کی، نوافل اور ذکر میں مشغول ہونے کی، اور یہ زوال کے بعد جانے سے حاصل نہیں ہوگا، اھ۔ اور اسلاف تو جمعہ والے دن جامع مسجد کی طرف چراغ کی روشنی میں چل کر جاتے تھے، اور احیاء میں ہے کہ اسلام میں پہلی بدعت جو پیدا ہوئی وہ مساجد کی طرف جلدی جانے کا ترک ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب التنظیف والتبکیر، ج3، ص1031، دار الفکر، بیروت)

نماز جمعہ کے لیے اول وقت میں جانے کا ثواب

(1) بخاری و مسلم و ابوداود و ترمذی و مالک و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ)) ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، جیسے جنابت کا غسل ہے پھر پہلی ساعت میں جائے تو گویا اس نے

اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں گیا اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی نیک کام میں خرچ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا انڈا خرچ کیا، پھر جب امام خطبہ کو نکلا ملائکہ ذکر سننے حاضر ہو جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری، باب فضل الجمعۃ، ج2، ص3، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب الطیب والسواک، ج2، ص582، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) بخاری و مسلم و ابن ماجہ کی دوسری روایت انہی سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوْا الصُّحُفَ وَجَاءُوا يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ)) جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوتے ہیں اور حاضر ہونے والے کو لکھتے ہیں سب میں پہلا پھر اس کے بعد والا، (اس کے بعد وہی ثواب جو اوپر کی روایت میں مذکور ہوئے ذکر کیے) پھر امام جب خطبہ کو نکلا فرشتے اپنے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سنتے ہیں۔

(صحیح بخاری، باب ذکر الملائکۃ، ج4، ص111، دار طوق النجاۃ ☆ صحیح مسلم، باب فضل التہجیر الخ، ج2، ص587، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اسی کے مثل سمرہ بن جندب و ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔

(3) امام احمد و طبرانی کی روایت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((تَقْعُدُ الْمَلَائِكَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَعَهُمُ الصُّحُفُ يَكْتُبُونَ النَّاسَ فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طُوِيَتِ الصُّحُفُ قُلْتُ: يَا أَبَا أُمَامَةَ لَيْسَ لِمَنْ جَاءَ بَعْدَ خُرُوجِ الْإِمَامِ جُمُعَةٌ؟ قَالَ :بَلَى .وَلَكِنْ لَيْسَ مِمَّنْ يُكْتَبُ فِي الصُّحُفِ)) ترجمہ: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوتے ہیں، ان کے پاس صحائف ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے نام لکھتے ہیں، جب امام خطبہ کو نکلتا ہے تو فرشتے دفتر طے کر لیتے ہیں، کسی نے ان سے کہا، تو جو شخص امام کے نکلنے کے بعد آئے اس کا جمعہ نہ ہوا؟ کہا، ہاں ہوا، لیکن وہ دفتر میں نہیں لکھا گیا۔ (مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی امامہ الباہلی، ج36، ص602، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(4) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اتَّخَذَ جِسْرًا إِلَى جَهَنَّمَ)) ترجمہ: جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم کی طرف پل بنایا۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ التخطی یوم الجمعۃ، ج2، ص388، مصطفی البابی، مصر)

اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ معاذ بن انس جہنی سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور تمام اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ (جامع ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ التخطی یوم الجمعۃ، ج2، ص388، مصطفی البابی، مصر)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدیث میں لفظ اتخذ جسرا واقع ہوا ہے اس کو معروف و مجہول دونوں طرح پڑھتے ہیں اور یہ ترجمہ [illegible] مجہول پڑھیں تو مطلب یہ ہوگا کہ خود پل بنا دیا جائے گا یعنی جس طرح لوگوں کی گردنیں [illegible] دن جہنم میں جانے کا پل بنایا جائے گا کہ اس کے اوپر چڑھ کر لوگ جائیں گے۔ [illegible]

(5) احمد و ابوداود و نسائی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں [illegible] جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ [illegible] شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آئے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے ارشاد فرمایا بیٹھ جا تو نے ایذا پہنچائی۔ [illegible]

(6) ابوداود حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں [illegible] يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ رَجُلٌ حَضَرَهَا يَلْغُو وَهُوَ حَظُّهُ مِنْهَا وَرَجُلٌ حَضَرَهَا يَدْعُو فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ شَاءَ أَعْطَاهُ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِإِنْصَاتٍ وَسُكُوتٍ وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا وَزِيَادَةِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ)) ترجمہ: جمعہ میں تین قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہیں ایک وہ کہ لغو کے ساتھ حاضر ہوا (یعنی ایسا کام کیا جس سے ثواب جاتا رہے مثلاً خطبہ کے وقت کلام کیا یا کنکریاں چھوئیں) تو اس کا حصہ جمعہ سے وہی لغو ہے اور ایک وہ شخص کہ اللہ سے دعا کی تو اگر چاہے دے اور چاہے نہ دے اور ایک وہ کہ سکوت و انصات کے ساتھ حاضر ہوا اور کسی مسلمان کی گردن نہ پھلانگی نہ کسی کو ایذا دی تو جمعہ اس کے لیے کفارہ ہے آئندہ جمعہ اور تین دن زیادہ تک۔

[illegible]

باب نمبر353

مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الْجُمُعَةِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ

بغیر عذر کے جمعہ کو ترک کرنا

500۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبِيدَةَ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الْجَعْدِ يَعْنِي الضَّمْرِيَّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ فِيمَا زَعَمَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَسَمُرَةَ،قَالَ ابوعيسى:حَدِيثُ أَبِي الْجَعْدِ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا:عَنْ اسْمِ أَبِي الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ فَلَمْ يَعْرِفْ اسْمَهُ، وَقَالَ:لَا أَعْرِفُ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا هَذَا الْحَدِيثَ:وَلَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

حدیث: حضرت ابو جعد یعنی ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور انہیں محمد بن عمرو کے زعم کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو جمعہ کو تین مرتبہ سستی کرتے ہوئے ترک کرے اللہ عزوجل اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔

اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات مروی ہیں۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابوالجعد رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔اور میں نے محمد سے حضرت ابو الجعد الضمری رضی اللہ عنہ کے والد کے نام کے حوالے سے پوچھا تو وہ اس کا نام نہ جانتے تھے اور انہوں نے فرمایا: میں ان کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ صرف یہی حدیث جانتا ہوں اور اس حدیث کو ہم محمد بن عمرو کے حوالہ سے ہی جانتے ہیں۔

تخریج حدیث500:(سنن نسائی، کتاب الجمعۃ، باب التشدید فی التخلف عن الجمعۃ، حدیث1369، ج3،ص88،موسسۃ الرسالہ، بیروت)

شرح حدیث

علامہ ابن عبدالبر (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:
((جو جمعہ کو تین مرتبہ سستی کرتے ہوئے ترک کرے اللہ عزوجل اس کے دل پر مہر لگا دے گا)) یہ بڑی سخت وعید ہے کیونکہ جس کے دل پر مہر لگا دی جائے گی تو وہ نیکی کو نیکی نہیں جانے گا اور برائی کو برائی جان کر اس سے نفرت نہیں کرے گا۔
(الاستذکار، باب القراءۃ فی الصلاۃ، ج2، ص55، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ علی بن سلطان القاری حنفی فرماتے ہیں:
"دل پر مہر لگا دی جاتی ہے یعنی اس تک خیر کے پہنچنے کو روک دیا جاتا ہے، اور کہا گیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے منافق لکھ دیا جاتا ہے۔"
(مرقاۃ المفاتیح، باب وجوبہا، ج3، ص1024، دار الفکر، بیروت)

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:
"((اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا)) یعنی اس کے دل پر پردہ ڈال دے گا، اور اپنے الطاف اس سے روک دے گا لہذا خیر اور بھلائی میں سے کوئی چیز اس تک نہ پہنچے گی یا اس کے اندر جہالت، جفا اور سختی رکھ دے گا، یا اس کے دل کو منافق کا دل بنا دے گا۔"
(شرح الزرقانی علی الموطا، باب القراءۃ فی صلاۃ، ج1، ص409، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاہرہ)

علامہ محمد بن عبدالہادی سندی (متوفی 1138ھ) فرماتے ہیں:
"((سستی وتہاون کے طور ترک کرے)) یعنی اس کے معاملہ میں قلتِ اہتمام کرتے ہوئے، نہ کہ اس کے ساتھ استخفاف کے طور پر ترک کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرائض کے ساتھ استخفاف کرنا کفر ہے۔ عراقی نے کہا کہ تہاوناً ترک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بلا عذر ترک کرے۔"
(حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فیمن ترک الخ، ج1، ص346، دار الجیل، بیروت)

علامہ سلیمان بن خلف قرطبی (متوفی 474ھ) فرماتے ہیں:
"یہ حدیث پاک نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے ضروری ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس کے ساتھ قرآن مجید میں بھی اس کا حکم موجود ہے۔"
(المنتقی شرح الموطا، القراءۃ فی صلاۃ الجمعۃ، ج1، ص204، مطبعۃ السعادۃ، مصر)

فضائل نمازِ جمعہ

(1) مسلم وابوداود وترمذی وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشادفرمایا:((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا)) جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا اور (خطبہ) سنااور چپ رہا اس کے لیے مغفرت ہو جائے گی ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں اور تین دن اور۔ اور جس نے کنکری چھوئی اس نے لغو کیا یعنی خطبہ سننے کی حالت میں اتنا کام بھی لغو میں داخل ہے کہ کنکری پڑی ہوا سے ہٹا دے۔

(صحیح مسلم، باب فضل من استمع، ج2، ص588، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) طبرانی کی روایت حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:((الْجُمُعَةُ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِي قَبْلَهَا وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَذَلِكَ بِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ:﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾(الأنعام، آیت160)) جمعہ کفارہ ہے ان گناہوں کے لیے جو اس جمعہ اور اس کے بعد والے جمعہ کے درمیان ہیں اور تین دن زیادہ اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: جو ایک نیکی کرے، اس کے لیے دس مثل ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج3، ص298، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(3) ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:((خَمْسٌ مَنْ عَمِلَهُنَّ فِي يَوْمٍ كَتَبَهُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ: مَنْ عَادَ مَرِيضًا وَشَهِدَ جَنَازَةً وَصَامَ يوماً وراح يوم الجمعة وأعتق رقبة)) پانچ چیزیں جو ایک دن میں کریگا، اللہ تعالیٰ اس کو جنتی لکھ دے گا: (۱) جو مریض کو پوچھنے جائے اور (۲) جنازے میں حاضر ہو اور (۳) روزہ رکھے اور (۴) جمعہ کو جائے اور (۵) غلام آزاد کرے۔

(صحیح ابن حبان، صلاۃ الجمعۃ، ذکر بیان بان افضل الایام الخ، ج7، ص5، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(4) ترمذی بافادہ تصحیح و تحسین راوی، کہ یزید بن ابی مریم کہتے ہیں:((لَحِقَنِي عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَأَنَا مَاشٍ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ: أَبْشِرْ، فَإِنَّ خُطَاكَ هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ سَمِعْتُ أَبَا عَبْسٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُمَا حَرَامٌ عَلَى النَّارِ)) ترجمہ: میں جمعہ کو جاتا تھا، عبایہ بن رفاعہ بن رافع ملے، انہوں نے کہا: تمھیں بشارت ہو کہ تمھارے یہ قدم اللہ کی راہ میں ہیں، میں نے حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے قدم اللہ عزوجل کی راہ میں گرد آلود ہوں وہ آگ پر حرام ہیں۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء فی فضل من اغبرت الخ، ج4، ص170، مصطفیٰ البابی، مصر)

اور بخاری کی روایت میں یوں ہے، کہ عبایہ کہتے ہیں: میں جمعہ کو جا رہا تھا، حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب المشی الی الجمعۃ، ج1، ص313)

جمعہ چھوڑنے پر وعیدیں

(1) مسلم حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر سے اور نسائی و ابن ماجہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ)) لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آئیں گے یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کردے گا پھر غافلین میں ہو جائیں گے۔ (صحیح مسلم، باب التغلیظ فی ترک الجمعۃ، ج2، ص591، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(2) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ)) جو تین جمعے سستی کی وجہ سے چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مُہر کردے گا۔ اس کو ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم حضرت ابو الجعد ضمری سے اور امام مالک نے حضرت صفوان بن سلیم سے اور امام احمد نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ (جامع ترمذی، باب ماجاء فی ترک الجمعۃ الخ، ج2، ص373، مصطفیٰ البابی، مصر)

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا: صحیح بر شرط مسلم ہے۔

(3) اور ابن خزیمہ و حبان کی ایک روایت میں ہے: ((مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غير عذر فهو منافق)) "جو تین جمعے بلا عذر چھوڑے وہ منافق ہے۔ (صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی الشرک والنفاق، ج1، ص492، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

(4) اور رزین کی روایت میں ہے: ((فقد بری ء من الله)) وہ اللہ عزوجل سے بے علاقہ ہے۔

(الترغیب والترہیب للمنذری، کتاب الجمعۃ، الترہیب من ترک الجمعۃ بغیر عذر، ج1، ص295، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(5) اور طبرانی کی روایت حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعَاتٍ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ كُتِبَ مِنَ الْمُنَافِقِينَ)) ترجمہ: جو تین جمعے بلا عذر چھوڑے وہ منافقین میں لکھ دیا گیا۔

(المعجم الکبیر، باب ماجاء فی المرأۃ، ج1، ص170، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

(6) اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: ((مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِي كِتَابٍ لَا يُمْحَى وَلَا يُبَدَّلُ)) جس نے بغیر ضرورت جمعہ ترک کیا وہ منافق لکھ دیا گیا اس کتاب میں جو نہ محو ہو نہ بدلی جائے۔ (مسند الامام الشافعی، ومن کتاب ایجاب الجمعۃ، ص70، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(7) اور ایک روایت میں ہے: ((مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ جُمَعٍ مُتَوَالِيَاتٍ فَقَدْ نَبَذَ الْإِسْلَامَ وَرَاءَ ظَهْرِهِ)) جو تین جمعے پے در پے چھوڑے اس نے اسلام کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ اس کو ابو یعلیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند

صحیح روایت کیا۔ (مسند ابی یعلی، مسند ابن عباس، ج5،ص102، دارالمأمون للتراث، دمشق)

(8) احمد وابوداؤد وابن ماجہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ، فَلْیَتَصَدَّقْ بِدِینَارٍ، فَإِنْ لَمْ یَجِدْ فَبِنِصْفِ دِینَارٍ)) جو بغیر عذر جمعہ چھوڑے، ایک دینار صدقہ دے اور اگر نہ پائے تو آدھا دینار۔ (سنن ابی داؤد، باب کفارۃ من ترکہا، ج1،ص277، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

اور یہ دینار تصدق کرنا شاید اس لیے ہو کہ قبول توبہ کے لیے معین ہو ورنہ حقیقۃً تو توبہ کرنا فرض ہے۔

(بہار شریعت، حصہ4،ص758، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(9) صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا یُصَلِّی بِالنَّاسِ، ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى رِجَالٍ یَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُیُوتَهُمْ)) میں نے قصد کیا کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ جمعہ سے پیچھے رہ گئے، ان کے گھروں کو جلا دوں۔

(صحیح مسلم، باب فضل التہجیر یوم الجمعۃ، ج1،ص452، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

(10) ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور فرمایا: ((یَا أَیُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَى اللَّهِ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا، وَبَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ أَنْ تُشْغَلُوا، وَصِلُوا الَّذِی بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهُ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ تُرْزَقُوا وَتُنْصَرُوا وَتُجْبَرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْكُمُ الْجُمُعَةَ فِی مَقَامِی هَذَا، فِی یَوْمِی هَذَا، فِی شَهْرِی هَذَا، مِنْ عَامِی هَذَا إِلَى یَوْمِ الْقِیَامَةِ، فَمَنْ تَرَكَهَا فِی حَیَاتِی أَوْ بَعْدِی، وَلَهُ إِمَامٌ عَادِلٌ أَوْ جَائِرٌ، اسْتِخْفَافًا بِهَا، أَوْ جُحُودًا لَهَا، فَلَا جَمَعَ اللَّهُ لَهُ شَمْلَهُ، وَلَا بَارَكَ لَهُ فِی أَمْرِهِ، أَلَا وَلَا صَلَاةَ لَهُ، وَلَا زَكَاةَ لَهُ، وَلَا حَجَّ لَهُ، وَلَا صَوْمَ لَهُ، وَلَا بِرَّ لَهُ حَتَّى یَتُوبَ، فَمَنْ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَیْهِ)) اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرو اور مشغول ہونے سے پہلے نیک کاموں کی طرف سبقت کرو اور یادِ خدا کی کثرت اور ظاہر و پوشیدہ صدقہ کی کثرت سے جو تعلقات تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے درمیان ہیں ملاؤ۔ ایسا کرو گے تو تمہیں روزی دی جائے گی اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری شکستگی دور فرمائی جائے گی اور جان لو کہ اس جگہ اس دن اس سال میں قیامت تک کے لیے اللہ عزوجل نے تم پر جمعہ فرض کیا، جو شخص میری حیات میں یا میرے بعد ہلکا جان کر اور بطور انکار جمعہ چھوڑے اور اس کے لیے کوئی امام یعنی حاکم اسلام ہو عادل یا ظالم تو اللہ تعالیٰ نہ اس کی پراگندگی کو جمع فرمائے گا، نہ اس کے کام میں برکت دے گا، خبردار اس کے لیے نہ نماز ہے، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ، نہ نیکی جب تک توبہ نہ کرے اور جو توبہ کرے اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، باب فی فرض الجمعۃ، ج1،ص343، داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت)

(11) دارقطنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا مَرِيضٌ أَوْ مُسَافِرٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَمْلُوكٌ ، فَمَنِ اسْتَغْنَى بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ)) ترجمہ: جو اللہ عزوجل اور پچھلے دن پر ایمان لاتا ہے اس پر جمعہ کے دن (نماز) جمعہ فرض ہے مگر مریض یا مسافر یا عورت یا بچہ یا غلام پر اور جو شخص کھیل یا تجارت میں مشغول رہا تو اللہ عزوجل اس سے بے پروا ہے اور اللہ عزوجل غنی حمید ہے۔

(سنن دارقطنی، باب من تجب علیہ الجمعۃ، ج2، ص305، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

باب نمبر 354

مَا جَاءَ مِنْ كَمْ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ

جمعہ کے لئے کتنے فاصلہ سے جانا چاہئے

501۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوَيْهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا الفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ قُبَاءَ عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْهَدَ الجُمُعَةَ مِنْ قُبَاءَ هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ، وَلَا يَصِحُّ فِي هَذَا البَابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ

حدیث: اہل قباء کے ایک شخص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے فرمایا: ہمیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا کہ ہم قباء سے جمعہ کے لئے حاضر ہوا کریں۔

اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور اس باب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی حدیث صحیح مروی نہیں ہے۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلَى أَهْلِهِ ،قال ابوعيسىٰ: وَهَذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ، إِنَّمَا يُرْوَى مِنْ حَدِيثِ مُعَارِكِ بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، وَضَعَّفَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ القَطَّانُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَعِيدٍ المَقْبُرِيَّ، فِي الحَدِيثِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ عَلَى مَنْ تَجِبُ الجُمُعَةُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: تَجِبُ الجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلَى مَنْزِلِهِ وقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَجِبُ الجُمُعَةُ إِلَّا عَلَى مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ، وَهُوَ قَوْلُ

حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: جو رات اپنے گھر میں گزار سکے تو اس پر جمعہ لازم ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اسے صرف معارک بن عباس، عبداللہ بن سعید المقبری سے روایت کرتے ہیں اور یحیی بن سعید القطان نے اس حدیث کے حوالے سے عبداللہ بن سعید مقبری کی تضعیف کی ہے اور جس پر جمعہ لازم ہے اہل کا اس شخص کے بارے می اختلاف ہے۔ تو بعض اہل علم نے فرمایا: جمعہ اس پر لازم ہے کہ جو رات اپنے گھر میں گزار سکے اور بعض نے فرمایا: جمعہ صرف اسی پر واجب ہے کہ جو اذان کی آواز سنے اور یہ امام

الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ

502سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الحَسَنِ يَقُولُ : كُنَّا عِنْدَ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَذَكَرُوا عَلَى مَنْ تَجِبُ الجُمُعَةُ، فَلَمْ يَذْكُرْ أَحْمَدُ فِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ الحَسَنِ :فَقُلْتُ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فِيهِ " :عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ أَحْمَدُ :عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ "

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ الحَسَنِ:حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ قَالَ :حَدَّثَنَا مُعَارِكُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الجُمُعَةُ عَلَى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ إِلَى أَهْلِهِ قَالَ : فَغَضِبَ عَلَيَّ أَحْمَدُ وَقَالَ :اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ "، :إِنَّمَا فَعَلَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هَذَا لِأَنَّهُ لَمْ يَعُدَّ هَذَا الحَدِيثَ شَيْئًا وَضَعَّفَهُ لِحَالِ إِسْنَادِهِ

تخریج حدیث 501:

تخریج حدیث 502:

شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

حدیث: میں نے احمد بن حسن کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ہم امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ان لوگوں کا ذکر کیا گیا کہ جن پر جمعہ واجب ہے تو امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس حوالے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ کچھ بھی ذکر نہ فرمایا۔ احمد بن حسن کہتے ہیں: تو میں نے احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث مروی ہے، تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تو میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

احمد بن حسن بواسطہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جمعہ اس شخص پر ہے کہ جو رات اپنے گھر میں گزار سکے۔" فرماتے ہیں تو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ مجھ پر غضب ناک ہوئے اور فرمایا: اپنے رب سے معافی مانگو، اپنے رب سے معافی مانگو۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے ایسا اس لئے کیا کہ وہ اس حدیث کو کچھ بھی شمار نہ کرتے تھے اور اس کی سند کی وجہ سے اس کی تضعیف کرتے تھے۔

شرح حدیث

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

"((جو رات اپنے گھر میں گزار سکے تو اس پر جمعہ لازم ہے)) یعنی ہر اس شخص پر جمعہ واجب ہے جو ایسی جگہ ہو کہ اگر وہ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے آئے تو نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد رات سے پہلے اپنے مکان کی طرف لوٹ کر جانا ممکن ہو۔"

(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، حرف الجیم، ج1، ص489، مکتبۃ الامام الشافعی)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی فرماتے ہیں:

"مظہر نے کہا کہ اس حدیث پاک (جو رات اپنے گھر میں گزار سکے تو اس پر جمعہ لازم ہے) کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص پر نمازِ جمعہ لازم ہے جو جس جگہ رہ رہا ہے اس جگہ اور جس جگہ نمازِ جمعہ ادا کی جا رہی ہے دونوں کے درمیان اتنی مسافت ہو کہ ادائیگی جمعہ کے بعد رات سے پہلے اپنے ٹھکانے پر واپس آسکے، اسی کے قائل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں.... علامہ ابن ہمام نے فرمایا: جو توابع مصر میں ہو تو اس کا حکم وجوبِ جمعہ میں اہل مصر ہی کی طرح ہے، اور توابع مصر میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ اگر اس جگہ میں شہر سے اذان کی آواز آتی ہے تو وہ توابع مصر میں سے ہے ورنہ نہیں، اور انہی سے ایک روایت یہ ہے کہ تین فرسخ (نو میل) کے فاصلے میں جمعہ واجب ہے۔ اور بعض نے کہا ایک میل کے فاصلے پر واجب ہے اور کہا گیا کہ دو میل کے فاصلے سے واجب ہے اور ایک قول چھ میل کا بھی ہے اور کہا گیا کہ اگر یہ ممکن ہو کہ نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہو اور پھر نمازِ جمعہ پڑھ کر بلا تکلف اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ آئے تو جمعہ واجب ہے ورنہ نہیں، صاحب بدائع نے کہا یہ قول حسن ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح، باب وجوبہا، ج3، ص1025، دار الفکر، بیروت)

کتنے فاصلے سے جمعہ کے لیے جائے، مذاہب ائمہ

احناف کا موقف:

جو جگہ شہر سے قریب ہے مگر شہر کی ضرورتوں کے لیے نہ ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان کھیت وغیرہ فاصل ہو تو وہاں جمعہ جائز نہیں اگرچہ اذان جمعہ کی آواز وہاں تک پہنچتی ہو۔ (عالمگیری، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ج1، ص145)

مگر اکثر آئمہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز پہنچتی ہو تو ان لوگوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے بلکہ بعض نے تو یہ فرمایا کہ اگر شہر سے دور جگہ ہو مگر بلا تکلیف واپس باہر جا سکتا ہو تو جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج3، ص30)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا دونوں جزئیات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"لہٰذا جو لوگ شہر کے قریب گاؤں میں رہتے ہیں انھیں چاہیے کہ شہر میں آ کر جمعہ پڑھ جائیں۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، ص 763، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابن عبد البر مالکی فرماتے ہیں:

"جمعہ اس پر واجب ہے جو شہر میں ہو یا شہر سے باہر تین میل یا اس سے کم فاصلے پر ہو کیونکہ اتنے فاصلے سے رات کے وقت جب سکون ہوتا ہے اذان کی آواز سنائی دیتی ہے۔" (الکافی فی فقہ اہل المدینہ، باب صلاۃ الجمعۃ، ج 1، ص 248، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ریاض)

شوافع کا موقف:

علامہ ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی فرماتے ہیں:

"ایسی جگہ پر مقیم شخص جہاں سے وہ قائم ہونے والے جمعہ کی اذان کی آواز نہ سنے اس پر جمعہ واجب نہیں کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ اس پر ہے جس نے اذان سنی۔ اور اذان کے سننے میں اس بات کا لحاظ کریں گے کہ مؤذن کا رخ شہر کی طرف ہو اور آواز اونچی ہو اور ہوا ساکن ہو، پس اگر اذان کی آواز سنتا ہے تو جمعہ لازم ہے ورنہ لازم نہیں۔" (المہذب فی فقہ الامام الشافعی، ج 1، ص 205، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حنابلہ کا موقف:

حنابلہ کے نزدیک گاؤں والوں کی دو حالتیں ہیں: گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ (تین میل) سے زیادہ کا فاصلہ ہے یا نہیں، اگر گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو ان پر شہر کی جانب سعی واجب نہیں، اس صورت میں ان کی اپنی حالت کا اعتبار ہے، پس اگر ان کی تعداد چالیس ہے اور ان میں جمعہ کی دیگر شرائط پائی جاتی ہیں تو انہیں اقامتِ جمعہ کی اجازت ہے، اور انہیں اس بات کا اختیار ہے کہ شہر کی جانب سعی کریں یا اپنی گاؤں میں جمعہ قائم کریں، اور ان کا اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا افضل ہے، اور جب وہ اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کریں گے تو سب ادھر ہی حاضر ہوں۔

اور ان کی تعداد اتنی نہیں ہے تو انہیں اختیار ہے کہ شہر کی جانب سعی کریں یا ظہر ادا کریں اور افضل شہر کی جانب سعی کرنا ہے۔

اور دوسری حالت یہ ہے کہ گاؤں اور شہر کے درمیان ایک فرسخ یا اس سے کم فاصلہ ہے، اس صورت میں اگر ان کی تعداد

چالیس سے کم ہے تو ان کے لیے شہر کی جانب سعی واجب وضروری ہے اور ان کی تعداد چالیس یا اس سے زیادہ ہے تو انہیں اختیار ہے چاہیں تو اپنے گاؤں میں جمعہ قائم کریں یا شہر کی جانب سعی کریں۔ (المغنی لابن قدامہ، ج2، ص361)

باب نمبر 355

مَا جَاءَ فِی وَقْتِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کا وقت

503۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ :حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج کے زوال کے وقت جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے۔

504۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ:حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسٍ ،نَحْوَهُ، وَفِي الْبَابِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، وَجَابِرٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ،قال ابوعيسى:حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ الَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ :أَنَّ وَقْتَ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كَوَقْتِ الظُّهْرِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ ، وَرَأَى بَعْضُهُمْ :أَنَّ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ إِذَا صُلِّيَتْ قَبْلَ الزَّوَالِ أَنَّهَا تَجُوزُ أَيْضًا "وقَالَ أَحْمَدُ :وَمَنْ صَلَّاهَا قَبْلَ الزَّوَالِ فَإِنَّهُ لَمْ يَرَ عَلَيْهِ إِعَادَةً

حدیث: یحییٰ بن موسیٰ نے چند واسطوں سے انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

اور اس باب میں سلمہ بن اکوع ، جابر اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم سے سے بھی روایات مروی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔اور اسی پر اکثر اہل علم کا اتفاق ہے کہ بے شک جمعہ کا سورج کے زائل ہونے کے بعد ظہر کے وقت کی مثل ہے اور یہی امام شافعی ، احمد اور اسحٰق رضی اللہ عنہم کا قول ہے ۔اور بعض کی رائے یہ ہے کہ: جمعہ کی نماز جب زوال سے قبل پڑھی جائے تو وہ بھی جائز ہے۔اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور جو زوال سے قبل نماز پڑھے تو آپ رحمہ اللہ اس پر اعادہ کی رائے نہیں دیتے۔

تخریج حدیث 503:(صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب وقت الجمعۃ ،حدیث 904،ج 2،ص 7،دار طوق النجاۃ ☆سنن ابی داؤد، تفریع ابواب الجمعۃ، باب فی وقت الجمعۃ، حدیث 1084، ج 1،ص 284،المکتبۃ العصریہ، بیروت)

تخریج حدیث 504:

شرحِ حدیث

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"((بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج کے زوال کے وقت جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے))اس حدیث پاک میں اس بات کی طرف اشعار ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ زوالِ شمس کے بعد نمازِ جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے، اور وہ جو حُمید کی روایت ہے جو کہ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ہم نمازِ جمعہ میں تبکیر (جلدی) کیا کرتے تھے، اور ہم نمازِ جمعہ کے بعد قیلولہ کیا کرتے تھے۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ نمازِ جمعہ کو نہار (دن) کے پہلے حصے میں ادا کرتے تھے، تعارض کے دعوی کے بجائے روایات میں تطبیق اولی ہوتی ہے، اور یہ بعد ماقبل میں ثابت ہو چکی کہ تبکیر کہتے ہیں کسی بھی وقت کے پہلے حصے میں کوئی فعل کرنا یا دوسرے وقت پر مقدم کرنا اور وہی یہاں مراد ہے، اور یہی معنی اس کا بھی ہے کہ وہ پہلے نمازِ جمعہ پڑھتے پھر قیلولہ کیا کرتے تھے۔" (فتح الباری لابن حجر، باب وقت الجمعۃ، ج2، ص388، دار المعرفۃ، بیروت)

نمازِ جمعہ کا وقت، مذاہبِ ائمہ

جمہور یعنی حنفیہ، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک نمازِ جمعہ کا وقت وہی ہے جو نمازِ ظہر کا وقت ہے، چنانچہ ظہر کا وقت شروع ہونے (زوالِ آفتاب) سے پہلے جمعہ کی ادائیگی درست نہیں ہوگی، اور عصر کا وقت داخل ہونے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے، اگر کسی نے اذانہ کیا اور ظہر کا وقت چلا گیا تو جمعہ ساقط ہو جائے گا اور اس کے بدلے ظہر پڑھے گا کیونکہ جمعہ فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا نہیں، خطبہ کے لیے بھی ظہر کا وقت شرط ہے، اگر خطیب نے خطبہ ظہر کے وقت سے پہلے دیا تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا اگرچہ نمازِ جمعہ وقت کے اندر ہو۔ (احناف: بدائع الصنائع، ج1، ص269 ☆ شوافع: مغنی المحتاج، ج1، ص279 ☆ مالکیہ: حاشیۃ الدسوقی، ج1، ص372)

حنابلہ کا مؤقف یہ ہے کہ جمعہ کا اول وقت وہ ہے جو عید کا اول وقت ہے۔

(الروض المربع شرح زاد المستقنع وحاشیۃ ابن قاسم، ج2، ص425،433)

حنابلہ کی دلیل یہ روایت ہے کہ عبداللہ بن سیدان کہتے ہیں: ((شَهِدْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَخُطْبَتُهُ قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ)) ترجمہ: میں جمعہ والے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ (جمعہ پڑھنے کے لیے) حاضر ہوا، ان کی نماز اور خطبہ نصف النہار سے پہلے تھا۔ (سنن دار قطنی، باب صلاۃ الجمعۃ قبل نصف النہار، ج2، ص330، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اس روایت کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے معلول قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"عبداللہ بن سیدان غیر معروف العدالہ ہے،امام ابن عدی نے کہا کہ یہ مجہول کے مشابہ ہے،امام بخاری نے کہا کہ اس حدیث پر کوئی متابع نہیں بلکہ اس سے زیادہ قوی روایت اس کے معارض ہیں،چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں سوید بن غفلہ کے طریق سے ہے:((انّہ صلّی مع أبی بکر وعمر حین زالت الشمس إسنادہ قوی))ترجمہ:انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز جمعہ اس وقت پڑھی جب سورج زائل ہوگیا تھا،اس کی اسناد قوی ہے۔"

(فتح الباری،باب وقت الجمعہ،ج2،ص387،دار المعرفہ،بیروت)

جمہور کی دلیل اس باب کی حدیث پاک ہے،حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:((أنّ النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم کان یصلّی الجمعۃ حین تمیل الشّمس))ترجمہ:بے شک نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جمعہ اس وقت ادا فرمایا کرتے تھے جب سورج زائل ہوجاتا۔ (جامع ترمذی،باب ما جاء فی وقت الجمعہ،ج2،ص377،مصطفی البابی،مصر)

اس حدیث پاک کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں:حدیث أنس حدیث حسن صحیح،حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی،باب ما جاء فی وقت الجمعہ،ج2،ص377،مصطفی البابی،مصر)

ماخذ و مراجع

قرآن مجید، کلام باری تعالیٰ

ترجمۂ کنزالایمان ،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمن(متوفی 1340ھ)مکتبۃ المدینہ کراچی

کتب التفاسیر

(تنویر المقیاس ،عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما(متوفی 68ھ) ، دارُ الکتب العلمیۃ ، لبنان)

(تفسیر طبری ،المؤلف :محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، أبو جعفر الطبری (المتوفی 310ھ)،مؤسسۃالرسالۃ ،بیروت)

(تفسیر القرآن العظیم المسمٰی تاویلات اہل السنۃ،امام المتکلمین امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ(متوفی333ھ)،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

(تفسیرسمر قندی ،ابواللیث نصربن محمد بن ابراھیم سمرقندیؒ(373ھ)،مطبوعہ بیروت)

(معالم التنزیل(تفسیر بغوی)،امام ابو محمد الحسین بن مسعود فراء بغوی متوفی 516ھ،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

(مفاتیح الغیب معروف بالتفسیر الکبیر ،ابوعبداللہ محمد بن عمر فخرالدین رازی(606ھ)، دار احیاء التراث العربی ، بیروت)

(تفسیر نسفی،ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی(710ھ)، دار الکلم الطیب، بیروت)

(تفسیر خازن ،علاء الدین علی بن محمدبغدادی(متوفی741ھ)، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت)

(تفسیر جلالین،علامہ جلال الدین محلی(متوفی863)علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی911)، القاہرہ)

(تفسیر ابی السعود ،ابو السعود العمادیمحمد بن محمد بن مصطفی(982ھ)، دار إحیاء التراث العربی ، بیروت)

(روح البیان ،شیخ اسماعیل حقی(متوفی1137ھ)، دار الفکر ، بیروت)

(تفسیر صاوی ،ابوالعباس احمد محمد الخلوتی الصاوی(متوفی1241ھ)

(تفسیر روح المعانی،ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی(1270ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(تفسیر معارف القرآن،دیوبندی مفتی محمد شفیع ،مطبوعہ کراچی)

کتب الحدیث

(المصنف لعبد الرزاق، لمؤلف :أبو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الیمنی الصنعانی (المتوفی: 211)، المجلس العلمی، بیروت)

(المصنف لابن أبی شیبة،حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی متوفی 235ھ،دارالکتب العلمیہ،بیروت ومکتبة الرشد،الریاض والدار السلفیة، الھندیة)

(المسندللإمام أحمد بن حنبل،امام احمد بن محمد بن حنبل متوفی 241ھ، مؤسسة الرسالہ،بیروت و المکتب الاسلامی ،بیروت)

(صحیح البخاری،امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ، دارطوق النجاۃ،مصر، وقدیمی کتب خانہ، کراچی)

(صحیح مسلم،امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ، داراحیاء التراث العربی،بیروت وقدیمی کتب خانہ، کراچی)

(سنن ابن ماجہ،امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی 273ھ، داراحیاء الکتب العربی،حلب وایچ ایم سعید کمپنی ،کراچی)

(سنن أبی داود،امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی 275ھ، آفتاب عالم پریس، لاہور)

(جامع ترمذی،امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ، دارالفکر ، بیروت وقدیمی کتب خانہ ،کراچی)

(مسند بزار،المؤلف :أبو بکر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبید اللہ العتکی المعروف بالبزار (المتوفی292ھ)،مکتبة العلوم والحکم، المدینة المنورہ)

(السنن النسائی،المؤلف :أبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب بن علی الخراسانی، النسائی (المتوفی: 303)،مکتب المطبوعات الإسلامیة -حلب)

(مسند أبی یعلی،شیخ الاسلام ابو یعلی احمدبن علی بن مثنی موصلی متوفی 307ھ،مؤسسة علوم القرآن،

بیروت)
(صحیح ابن خزیمه،المؤلف :أبو بکر محمد بن إسحاق بن خزیمة بن المغیرة بن صالح بن بکر السلمی النیسابوری (المتوفی 311ھ،المکتب الاسلامی ، بیروت)
(شرح معانی الآثار،امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی 321ھ)،عالم الکتب)
(صحیح ابن حبان،صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان،المؤلف :محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التمیمی، أبو حاتم، الدارمی، البُستی (المتوفی 354 :)،موسسة الرسالة،بیروت)
(الجامع الصغیر،امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ، المکتب الاسلامی ،بیروت)
(المعجم الکبیر للطبرانی،امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی 360ھ، المکتبة الفیصلیة، بیروت ومکتبه ابن تیمیه،القاہره)
(المعجم الأوسط للطبرانی،امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ، مکتبة المعارف ،ریاض ودار الحرمین،القاہره)
(سنن الدارقطنی،المؤلف :أبو الحسن علی بن عمر بن أحمد بن مهدی بن مسعود بن النعمان بن دینار البغدادي الدارقطنی (المتوفی 385ھ،دار المعرفة ،بیروت)
(الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلك،المؤلف :أبو حفص عمر بن أحمد بن عثمان بن أحمد بن محمد بن أیوب بن أزداذ البغدادی المعروف بـ ابن شاہین (المتوفی 385)،دار الکتب العلمیه،بیروت)
(معالم السنن،علامه ابوسلیمان احمدبن محمد خطابی(388)،المطبعة العلمیه،حلب)
(المستدرك للحاکم،امام ابو عبد الله محمد بن عبد الله حاکم نیشاپوری متوفی 405 ھ،دار الفکر ،بیروت ودار الکتب العلمیه،
(حلیة الاولیاء لابی نعیم،المؤلف :أبو نعیم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسی بن مهران الأصبهانی (المتوفی 430ھ)،دار الکتاب العربی،بیروت
(السنن الکبری ،المؤلف :أحمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بکر البیهقی (المتوفی 458ھ، دار صادر ، بیروت)
(شعب الایمان،المؤلف :أحمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بکر البیهقی (المتوفی 458 :ھ)،مکتبة الرشد للنشر والتوزیع،العلوم والحکم، المدینة المنوره)

(دلائل النبوۃللبیہقی،المؤلف :أحمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، أبو بکر البیہقی (المتوفی458ھ)، دارالکتب العلمیہ،بیروت)
(تاریخ دمشق الکبیر ،علامہ علی بن حسن ، متوفیٰ 571ھ،داراحیاء التراث العربی ،بیروت)
(الترغیب والترہیب،امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی 656ھ،دارالکتب العلمیہ، بیروت)
(مجمع الزوائد،حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیتمی متوفی 807ھ،مکتبۃ القدسی،القاہرہ وبیروت دارالکتاب بیروت)
(کنزالعمال ،المؤلف :علاء الدین علی بن حسام الدین ابن قاضی خان القادری الشاذلی الھندی البرہانفوری ثم المدنی فالمکی الشہیر بالمتقی الھندی (المتوفی975 :ہ،مؤسسۃ الرسالہ ،بیروت)

کتب شروح حدیث

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی علیہ رحمۃ اللہ الغنی(متوفی449ھ)243،مکتبۃ الرشد،الریاض)
(المسالک فی شرح موطا مالک ،قاضی محمد بن عبدا للہ ابو بکر ابن العربی مالکی (متوفی 543ھ)،دار الغرب الاسلامی)
(شرح النووی،امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ، قدیمی کتب خانہ، کراچی)
(فتح الباری،امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ، داراحیاء ا لتراث العربی،بیروت ودارالمعرفہ،بیروت)
(عمدۃالقاری ،امام بدرالدین ابومحمدمحمودبن احمدعینی، متوفیٰ 855ھ،داراحیاء ا لتراث العربی،بیروت ودارالکتب العلمیۃ، بیروت)
(شرح ابی داود للعینی، بدر الدین عینی حنفی(متوفی855ھ)،مکتبۃ الرشد، الریاض)
(قوت المغتذی ،علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی(متوفی 911ھ) ،جامعۃ ام القری،مکۃ المکرمۃ)
(مرقاۃ المفاتیح،علامہ ملا علی بن سلطان قاری ،متوفی1014ھ،المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ)
(فیض القدیر،المؤلف :زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین

الحدادی ثم المناوی القاہری (المتوفی 1031ھ،دارالمعرفۃ ،بیروت)
(التیسیر شرح الجامع الصغیر،المؤلف :زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین الحدادی ثم المناوی القاہری (المتوفی 1031)،مکتبۃ الامام الشافعی ،ریاض)
(لمعات التنقیح ،عبدالحق محدث دہلوی(متوفی 1052ھ)، مکتبۃ المعارف النعمانیہ، لاہور)
(اشعۃ اللمعات ،عبدالحق محدث دہلوی(متوفی 1052ھ)،مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)
(شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک،ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی (متوفی 1122ھ)،مکتبۃ الثقافیۃ الدینیۃ، قاہرۃ)
(حاشیۃ السندی علی سنن النسائی، محمد بن عبد الہادی سندی حنفی (متوفی 1138ھ)،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،حلب)
(حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، محمد بن عبد الہادی سندی حنفی (متوفی 1138ھ)،دار الجیل ،بیروت)
(مراۃ المناجیح،مفتی احمدیار خان نعیمی ، گجرات)

کتب اصول حدیث

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال،علامہ یوسف بن عبد الرحمن مزی (742ھ)،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

کتب السیر

(سیرت حلبیہ(انسان العیون)،المؤلف :علی بن إبراہیم بن أحمد الحلبی، أبو الفرج، نور الدین ابن برہان الدین (المتوفی 1044ھ،دارالکتب العلمیہ، بیروت)
(المواہب اللدنیۃ، المقصد الرابع، الفصل الثانی،شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی متوفی 932ھ،المکتب الاسلامی ،بیروت)
(سبل الہدی،المؤلف :محمد بن یوسف الصالحی الشامی (المتوفی 942ھ)،دارالکتب العلمیہ،بیروت)
(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ،المؤلف :أبو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن أحمد بن شہاب الدین بن محمد الزرقانی المالکی (المتوفی 1122ھ، دارالمعرفۃ ،بیروتالکتب العلمیۃ، بیروت)
(تحفۃ المحتاج،علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی ،المکتبۃ التجایۃ الکبری،مصر)
(الخصائص الکبری،امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی متوفی 911ھ،دار الکتب العلمیہ، بیروت

و گجرات، الهند)
(دلائل النبوة للبيهقي،أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى458 :هـ،دارالكتب،بيروت)
(الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم،القاضي ابو الفضل عياض مالكي متوفى544 هـ،دارالفيحاء،عمان)
(تاريخ دمشق لابن عساكر اريخ دمشق،أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى571 :)،دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع)
(جلاء الافهام،حافظ ابن قيم(751هـ) ،دارالمعرفه، كويت)
(نسيم الرياض فى شرح شفاء القاضى عياض ،فصل و من ذلك مااطلع ،ج 3،ص153،مركز اہلسنت برکاتِ رضا ، گجرات

کتب فقہ حنفی

(كتاب الآثار للامام ابى يوسف،أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصارى (المتوفى182 :هـ)،ادارة القرآن، كراچى
(الحجة على اهل المدينه،امام محمد شيبانى حنفى(متوفى189هـ) ،عالم الكتب،بيروت)
(مبسوط للسرخسی،شمس الائمه سرخسی حنفی(متوفی483)،دارالمعرفة،بیروت)
(النتف فى الفتاوى للسغدى،أبُولحسن علي بن الحسين بن محمدسغدى حنفى (متوفى461هـ) ،مؤسسة الرساله،بيروت)
(خلاصه الفتاوى ،علامه طاہر بن عبدالرشید بخاری،(متوفی 542هـ)،مکتبه رشیدیه ، کوئٹه)
(بدائع الصنائع،امام ابو بكربن مسعود بن احمد كاسانى حنفى(متوفى587هـ)،دارالكتب العلمية،بيروت)
(الهداية شرح بداية المبتدى ،امام برہان الدين على بن ابى بكر مرغينانى حنفى (متوفى593هـ) ،دار احياء التراث العربى،بيروت)
(محيط برہانى،ابو المعالى برہان الدين محمود بن احمد حنفى(متوفى616هـ)،دارالكتب العلميه،بيروت)
(الاختيار لتعليل المختار،علامه ابوالفضل عبد الله بن محمود موصلى حنفى(متوفى 683هـ)،مطبعة الحلبى،القاهره)

(منیۃالمصلی،علامہ سدیدالدین محمد بن محمد کاشغری،(متوفی705)،مکتبہ قادریہ ،لاہور)
(تبیین الحقائق،علامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی حنفی(متوفی743ھ)،المکتبۃ الکبری الامیریۃ،بولاق ،قاہرۃ)
(الجوہرۃ النیرۃ،علامہ ابو بکر بن علی بن محمد بن الحداد زبیدی حنفی(متوفی800ھ)،المطبعۃ الخیریۃ)
(فتح القدیر،المؤلف :کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف بابن الهمام (المتوفی 861ھ)،مکتبہ، کوئٹہ)
(فتاوی رملی،علامہ شہاب الدین احمدبن حمزہ انصاری رملی شافعی (متوفی 957ھ)،المکتبۃ الاسلامیہ)
(بحرالرائق،25 زین الدین ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ(متوفی970ھ) ،دارالکتاب الاسلامی،بیروت)
(فتاوی حدیثیہ،امام ابن حجر مکی(متوفی974ھ)،مصطفی البابی، مصر)
(نہر الفائق، سراج الدین ابن نجیم(متوفی1005ھ) ،قدیمی کتب خانہ، کراچی)
(نور الایضاح و نجاۃ الارواح ،علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی (متوفی1069ھ)،المکتبۃ العصریۃ)
(مراقی الفلاح، علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی(متوفی1069ھ) ،المکتبۃ العصریہ،بیروت)
(امداد الفتاح، علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی(متوفی1069ھ) ،صدیقی پبلشرز، کراچی)
(طحطاوی علی المراقی،علامہ احمد طحطاوی حنفی ،دارالکتب العلمیہ،بیروت)
(مجمع الانہرشرح ملتقی الابحرعلامہ شیخی زادہ ،دار احیاء التراث العربی ،بیروت)
(حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، شہاب الدین أحمد بن محمد بن أحمد بن یونس بن إسماعیل بن یونس الشِّلْبِيُّ (المتوفی 1021 :، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ -بولاق، القاہرۃ)
(شرعۃ الاسلام مع شرح مفاتیح الجنان ،امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر ،مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)
(تنویر الابصار،علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد تمرتاشی، متوفی (1004)، دارالفکر، بیروت)
(درمختار،علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی (متوفی1088ھ)،دارالفکر،بیروت)
(ردالمحتار،محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ،دارالفکر،بیروت)
سل الحسام،رسالہ من رسائل ابن عابدین ،علامہ شامی (متوفی1252)،سہیل اکیڈیمی ،لاہور)
(فتاوی ہندیہ لامہ ہمام مولانا شیخ نظام(متوفی1161 ھ) وجماعۃ من علماء الہند،دارالفکر،بیروت)

(فتاوی قاضی خان ،علامہ قاضی خان،مکتبہ حقانیہ ،پشاور)

(جد الممتار ،اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان(متوفی1340ھ)،مکتبہ المدینہ، کراچی)

(فتاوی رضویہ ،اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان متوفی1340ھ، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(رسائل ،انبیا کرام گناہوں سے پاک ہیں ،اعلی حضرت امام احمدخان رحمۃ اللہ علیہ،ادارہ تحفظ عقائد اہل سنت، پاکستان)

(بہار شریعت،صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی (المتوفی 1367)،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ،وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ -الکویت، دارالسلاسل ،الکویت)

(وقارالفتاوی،مفتی وقار الدین صاحب،بزم وقارالدین، کراچی)

(حجیت حدیث ،علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ)

(فتاوی فقیہ ملت،مفتی جلال الدین امجدی،شبیر برادرز ،لاہور)

(حبیب الفتاوی،مفتی حبیب اللہ ،شبیر برادرز،لاہور)

کتب فقہ مالکی

(القوانین الفقہیہ،علامہ محمد بن احمد غرناطی مالکی(متوفی741ھ) ،مطبوعہ بیروت)

(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للشیخ الدردیر،علامہ محمد بن احمد دسوقی مالکی(متوفی1230ھ)،دارالفکر،بیروت)

(مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، محمد بن محمد بن عبد الرحمن طرابلسی مالکی (متوفی 954ھ)،دارالفکر،بیروت)

(الکافی فی فقہ اہل المدینۃ،علامہ ا بن عبد البر قرطبی مالکی(متوفی 463ھ)،مکتبۃ الریاض الحدیثیۃ ،الریاض)

(البیان التحصیل،قاضی الجماعۃ ابن رشد قرطبی مالکی (متوفی 520ھ)،دارالغرب الاسلامی بیروت،ملتقطاً)

(التلقین فی الفقہ المالکی، ابومحمد عبد الوہاب بن علی بغدادی مالکی (متوفی 422ھ)،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

(التاج والاکلیل لمختصر خلیل،ابو عبد اللہ المواق المالکی (متوفی897ھ)،دار الکتب العلمیۃ)
(بدایۃ المجتھد ونہایۃ المقتصد، ابن رشد مالکی(متوفی595ھ) ،دارالحدیث،القاہرہ)
(مدخل لابن حاج،المؤلف :أبو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی الشہیر بابن الحاج (المتوفی737 :ہ دارالتراث،بیروت)
(الکافی فی فقہ اہل المدینۃ،ابو عمر یوسف بن عبد اللہ قرطبی مالکی (متوفی 463ھ)،مکتبۃ الریاض الحدیثیۃ ،الریاض)
(الشرح الصغیرمع حاشیۃ الصاوی،شیخ دردیر مالکی(متوفی1201ھ) ،دار المعارف)
(الرسالۃ للقیروانی،عبد اللہ بن ابی زیدقیروانی مالکی(متوفی386ھ)،دار الفکر)
(الاستذکار ،ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی مالکی(متوفی 463ھ)،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)
(شرح مختصر خلیل للخرشی،علامہ محمد بن عبد اللہ خرشی مالکی (متوفی 1101ھ) ،دارالفکرللطباعۃ، بیروت)
(ارشاد السالک الی اشرف المسالک فی الفقہ، عبد الرحمن بن محمد بن عسکر بغدادی مالکی علیہ رحمۃ اللہ القوی(متوفی732ھ)، مطبعۃمصطفی البابی،مصر)
(الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید،شہاب الدین احمد بن غانم نفراوی مالکی علیہ رحمۃ اللہ الکافی(متوفی 1126ھ) ،دارالفکر،بیروت)
(مختصر خلیل،علامہ خلیل بن اسحاق مصری مالکی (متوفی776ھ)،دارالحدیث،القاہرہ)
(الذخیرۃ للقرافی،ابو العباس شہاب الدین احمدقرافی مالکی (متوفی684)،دارالغرب الاسلامی،بیروت)
(مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل،شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبد الرحمن طرابلسی مالکی الکافی(متوفی954ھ ،دارالفکر،بیروت)
(المقدمات الممہدات ، محمدبن احمد بن رشد قرطبی مالکی(متوفی520ھ)،دارالغرب الاسلامی،بیروت)
(التہذیب فی اختصار المدونۃ،علامہ قیروانی مالکی (متوفی 372ھ)،دارالبحوث للدراسات الاسلامیہ واحیاء التراث،دبئی)
(منح الجلیل شرح مختصر خلیل، محمد بن احمدبن محمد علیش مالکی (1299ھ)،دارالفکر،بیروت)

(شرح مختصر خلیل للخرشی وعلیہ حاشیۃ العدوی،ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خرشی مالکی (متوفی 1101ھ)،دار الفکر للطباعۃ،بیروت)

کتب فقہ حنبلی

(الشرح الکبیر علی متن المقنع ،عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی ،دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع،بیروت)

(متن الخرقی، ابو القاسم خرقی،دار الصحابۃ للتراث)

(عمدۃ الفقہ ،موفق الدین ابن قدامہ(متوفی620ھ)،المکتبۃ العصریۃ)

(المبدع شرح المقنع ،برہان الدین ابن مفلح(متوفی884ھ)،دار الکتب العلمیۃ ،بیروت

(الاقناع شرف الدین حجاوی (متوفی968ھ) ،دار المعرفۃ،بیروت)

(زاد المستقنع، علامہ شرف الدین حجاوی (متوفی968ھ) ،دار الوطن للنشر والتوزیع)

(دلیل الطالب لنیل المطالبمرعی بن یوسف الکرمی(متوفی1033ھ)،دار طیبہ للنشر والتوزیع)

(دقائق اولی النہی، منصور بن یونس بہوتی (متوفی1051ھ) ،عالم الکتب)

(کشاف القناع عن متن الاقناع،شیخ منصور بن یونس بہوتی حنبلی (متوفی 1051ھ)،دار الکتب العلمیۃ ،بیروت)

(الفروع وتصحیح الفروع ملخصا،محمد بن مفلح مقدسی رامینی حنبلی(متوفی763ھ) ،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

(المغنی لابن قدامہ، ابن قدامہ مقدسی حنبلی (متوفی620ھ)،مکتبۃ القاہرہ)

(شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی، محمد بن عبد اللہ زرکشی حنبلی (متوفی 772ھ)،مطبوعہ دار العبیکان)

(الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف، ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی (متوفی885ھ)،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

(المجموع شرح المہذب،ابو اسحاق شیرازی (متوفی476ھ)،دار الفکر)

(الروض المربع شرح زاد المستقنع، منصور بن یونس بہوتی حنبلی (متوفی1051)،دار المؤید موسسۃ الرسالۃ،بیروت)

(مطالب اولی النہی،علامہ مصطفی بن سعد بن عبدہ سیوطی حنبلی (متوفی 1243ھ)،المکتب الاسلامی،بیروت)

(الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف ،علاؤالدین علی بن سلیمان بن احمد مرداوی حنبلی(متوفی885ھ)،دار احیاء التراث العربی بیروت)

(الشرح الکبیر علی متن المقنع،شمس الدین عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن قدامة مقدسی حنبلی (متوفی682ھ) ،دار الکتاب العربی ،بیروت)

(الکافی فی فقه الامام احمد،موفق الدین عبدالله بن أحمد بن محمد بن قدامه مقدسی حنبلی علیہ رحمة الله القوی (متوفی620ھ) ،دار الکتب العلمیة ،بیروت)

(المبدع فی شرح المقنع ،علامہ ابراہیم بن محمد بن عبد الله حنبلی(متوفی 884ھ)،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

(مختصر الخرقی،ابو القاسم عمر بن حسین بن عبد الله خرقی حنبلی علیہ رحمة الله الولی(متوفی334ھ)،دار الصحابة للتراث)

کتب فقه شافعی

(البیان فی مذہب الامام الشافعی،علامہ یحیی بن ابی الخیر یمنی شافعی (متوفی558ھ)،دارالمنہاج،جدہ)

(اسنی المطالب فی شرح روض الطالب،علامہ زین الدین زکریا بن محمد بن زکریا انصاری شافعی (متوفی 926ھ) 4،دارالکتاب الاسلامی،بیروت)

(خبایا الزوایا، بدرالدین زرکشی شافعی(متوفی794ھ)وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، کویت)

(التنبیہ فی الفقہ الشافعی ،ابو اسحاق ابراہیم شیرازی شافعی (متوفی 476ھ)،عالم الکتب)

(الفتاوی الفقہیة الکبری،علامہ ابن حجر ہیتمی (متوفی974)،المکتبة الاسلامیہ)

(المجموع شرح المہذب،امام نووی شافعی رحمة الله علیہ (متوفی676ھ)،دارالفکر،بیروت)

(الانوار لاعمال الابرار،یوسف بن ابراہیم اردبیلی شافعی (متوفی779ھ)،دار الضیاء للنشر والتوزیع)

(فتاوی رملی،علامہ شہاب الدین رملی شافعی(متوفی957ھ)،المکتبة الاسلامیہ)

(الحاوی الکبیر، ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی(متوفی450ھ)،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

(التذکرہ فی الفقہ الشافعی لابن الملقن، ابن ملقن شافعی(متوفی804ھ)دارالکتب العلمیہ،بیروت)

(حاشیۃ الصاوی علی شرح الصغیر،علامہ احمدبن محمد صاوی مالکی(1241ھ)،مطبوعہ دارالمعارف)
(اللباب فی الفقہ الشافعی،ابو الحسن محاملی (متوفی415ھ)،دار البخاری ،المدینۃ المنورۃ)
(نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب، امام عبد الملک بن عبداللہ جوینی شافعی (متوفی 478ھ)، دارالمنہاج)
(الوسیط فی المذہب،امام محمد بن محمد غزالی (متوفی 505ھ)،دارالسلام،القاہرۃ)
(کفایۃ النبیہ فی شرح التنبیہ، نجم الدین ابن رفعہ(متوفی710ھ) ،دار الکتب العلمیۃ، بیروت)
(النجم الوہاج،ابو البقاء کمال الدین دمیری (متوفی808ھ)دار المنہاج، جدہ)
(اسنی المطالب فی شرح الروض الطالب،زین الدین ابو یحیی السنیکی(متوفی 926ھ)،دار الکتاب الاسلامی)
(مغنی المحتاج،خطیب شربینی (متوفی977ھ)،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)
(غایۃ البیان، شہاب الدین رملی (متوفی1004ھ)،دار المعرفۃ،بیروت)
(نہایۃ المحتاج، شہاب الدین رملی (متوفی1004ھ)، دارالفکر)
(متن ابی شجاع المسمی الغایۃ والتقریب،شہاب الدین ابو الطیب احمد بن حسین اصفہانی (متوفی593ھ)،عالم الکتب)
(فتح العزیز بشرح الوجیز،ابو القاسم عبد الکریم بن محمد رافعی قزوینی شافعی (متوفی623ھ)،دار الفکر)
(شرح المہذب،علامہ ابو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف نووی،دارالفکر،بیروت)
(التمہید لابن عبد البر، ابو عمر ابن عبد البر قرطبی مالکی (متوفی 463ھ) ،وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ)
(الحاوی الکبیر، ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی(متوفی450ھ)،دارالکتب العلمیہ،بیروت)
(مغنی المحتاج،شمس الدین محمد بن احمد خطیب شربینی شافعی(متوفی977ھ) ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)
(المجموع شرح المہذب،محیی الدین یحیی بن شرف نووی شافعی (متوفی676ھ) ،دارالفکر،بیروت)
(الأم للشافعی،لمؤلف :الشافعی أبو عبد اللہ محمد بن إدریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبی القرشی المکی (المتوفی204 :) :دار المعرفۃ -بیروت)
(روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین،امام ابو زکریا یحیی بن شرف نووی شافعی (متوفی 676ھ)،المکتب

الاسلامی،بیروت)

(المهذب فی فقه الامام شافعی شیرازی، ابراہیم بن علی شیرازی شافعی (متوفی 476ھ)،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

(النکت علی مقدمة ابن الصلاح للزرکشی، علامہ بدر الدین زرکشی شافعی(متوفی794)،اضواء السلف ،الریاض)

(نہایة المحتاج الی شرح المنہاج، شہاب الدین رملی شافعی (متوفی 1004ھ)،دارالفکر،بیروت)

کتب تصوف

(قوت القلوب فی معاملة المحبوب، سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی (متوفی 386ھ) ،دار الکتب العلمیة ،بیروت)

(احیاء علوم الدین، امام محمد بن محمد غزالی رحمة الله علیہ(متوفی505ھ) ،دار المعرفة ،بیروت)

(شرح الصدور،علامہ جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی911ھ)،دارالمعرفہ،بیروت)

(میزان الشریعة الکبریٰ،امام عارف باللہ سید عبد الوہاب شعرانی ، دارالکتب ،العلمیة، بیروت)

(فیوض الحرمین،شاہ ولی اللہ صاحب(متوفی1174)،محمد سعید اینڈ سنز ،کراچی)

کتب بدمذہب

(تقویة الایمان،اسماعیل دہلوی(1246)،مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

(تکمیل الیقین،اشرف علی تھانوی دیوبندی(متوفی1362)،مطبوعہ ہندستان پرنٹنگ پریس)

(تحذیر الناس،قاسم نانوتوی دیوبندی،(متوفی1297)دارالاشاعت،کراچی)

(تالیفات رشیدیہ،رشید گنگوہی،مطبوعہ لاہور)

(رسالہ ماہنامہ حرمین جہلم ،جنوری1992ھ،غیر مقلد صلاح الدین یوسف)

(شکر النعمة بذکر الرحمہ،اشرفعلی تھانوی)

(شہاب ثاقب ،حسین احمد دیوبندی،مطبوعہ دیوبند)

(درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ،سرفراز گکھڑوی،مطبوعہ گوجرانوالہ)

(اصلاحی خطبات،تقی عثمانی،مطبوعہ کراچی)

(دراسات فی التصوف،الطریقة الرفاعیہ،احسان الہی ظہیر،دارالامام المجدد للنشر التوزیع)

کتب لغت وفنون

التعریفات للجرجانی۔سید شریف علی بن محمدبن علی الجرجانی 840ھ،دارالمنارللطباعۃوالنشر)
(لسان العرب، ابن منظور افریقی(متوفیٰ 711ھ) ،دار صادر،بیروت)
(معجم لغۃ الفقہاء ،المؤلف :محمد رواس قلعجی ،الناشر :دار النفائس للطباعۃ والنشر والتوزیع)
(کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون،مہ مصطفی بن عبد اللہ المشہور باسم حاجی خلیفۃ (المتوفی 1067ھ)،مکتبۃ المثنی،بغداد)

متفرق کتب

(الفقہ الاکبر،امام اعظم ابو حنیفۃ نعمان بن ثابت(متوفی 150)،مکتبۃ الفرقان،عرب
منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر لملاعلی قاری،،دارالبشائر الاسلامیہ،بیروت)
(شمائم امدادیہ،حاجی امداد اللہ مہاجر مکی(المتوفی 1317ھ))
(النبراس شرح شرح عقائد ، مکتبہ حقانیہ ، ملتان)
(العصمۃ للانبیاء،مکتبۃ القافۃ الدینیۃ،القاہرہ)
(مطالع المسرات)
(دروس البلاغۃ ، الباب الرابع فی التعریف والتنکیر ،ص ۷۵ ، مکتبۃ المدینہ ، کراچی)
(حاشیۃ الجمل علی شرح منہج،علامہ سلیمان بن عمرالمعروف بالجمل،دارالفکر،بیروت)
(التذکرہ فی الوعظ،علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 597ھ)، دارالمعرفہ،بیروت)
(جواہر الاولیاء، حضرت جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 785ھ)،مطبوعہ اسلام آباد)
(اصلی جواہر خمسہ کامل،حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ،مطبوعہ کراچی)
(الکواکب السائرہ،شیخ نجم الدین محمد بن محمد الغزی رحمۃ اللہ علیہ(متوفی 1061ھ)،دارالکتب العلمیہ، بیروت)
(ثبت ابو جعفر احمدبن علی،لص وظیفۃ الشیخ ابراہیم التازی،شیخ ابو جعفراحمدبن علی(متوفی 938ھ)،دارالغرب الاسلامی، بیروت)

(اعـانة الـطـالبيـن عـلـى حـل الـفـاظ فتح الـمعين،علامـه ابوبكـر الـمشـهـور بـالبـكـرى (متوفی 1301ھ)،دارالفكر للطباعة ولنشر والتوزيع،بيروت)

(مسامرات الظريف بحسن التعريف،شیخ محمد بن عثمان السنوسی (متوفی 1318ھ)،مکتبہ شاملہ)

(انقلاب حقیقت، صاحبزادہ محمد عمر،مطبوعہ مرکز الاولیاء لاہور)

(شواہد الحق ،علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ)

(ملفوظات مہریہ،ص89،مطبوعہ گولڑہ شریف)

(ضیاء القلوب مشمولہ کلمات امدادیہ،امداد اللہ مہاجر مکی ،مطبوعہ کراچی)

(فضائل درود شریف،زکریا)

(فتاوی اللجنة الدائمہ،ادارة البحوث العلميه والافتاء،الادارة العامة، رياض)

(التـذكـرة بـاحـوال الـمـوتـى وامـور الآخـرة،علامـه شـمـس الـديـن قـرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 671ھ)،مكتبة دارالمنهاج للنشر والتوزيع،رياض)